

تالیف: محمود شکر الہوسی

ترجمہ: پیر محمد حسن

مرکزی اردو بورڈ



بلاغ

جلد چہارم

1
2
3
4
5
6
7
8
9
10
11
12
13
14
15
16
17
18
19
20
21
22
23
24
25
26
27
28
29
30
31
32
33
34
35
36
37
38
39
40
41
42
43
44
45
46
47
48
49
50



بلوغ اللارب

جلد چہارم

تالیف

محمود شکرى آلوسى

ترجمہ و حواشی

ڈاکٹر پیر محمد حسن

ایم۔ اے ، پی ایچ۔ ڈی

شیخ الادب و صدر شعبۂ عربی

جامعۂ اسلامیہ ، بہاولپور



مرکزی اردو بورڈ

۳۶ جی ، گلبرگ ، لاہور



جملہ حقوق محفوظ

بار اول

مارچ ، ۱۹۶۸ء

تعداد : ۱۰۰۰

59924

ناشر

اشفاق احمد

ڈائریکٹر، مرکزی اردو بورڈ

۳۶ جی ، گلبرگ ، لاہور

طابع

سید نظر علی شاہ

منتظم ، میزان پرنٹنگ پریس

۲۷ بی ، شاہ عالم مارکیٹ ، لاہور

بیس روپے

روپے



ترتیب

علم القیافہ اور علم العیافہ ، ۳۳۲
 علم فراست ، ۳۳۵
 علم کہانت اور عرافت ، ۳۳۶
 بعض مشہور کاہنوں اور عرفوں
 کے مختصر حالات ، ۳۵۶
 سواد بن قارب کے اسلام لانے کا
 سبب اور اس کی عجیب و غریب
 داستان ، ۴۰۴
 علم الزجر و العیافہ ، ۴۱۴
 عربوں کے یہاں پرندوں سے فال
 لینے کی کیفیت ، ۴۲۳
 عربوں میں سے جو لوگ زجر اور
 عیافت میں مشہور تھے ، ۴۲۵
 عربوں میں وہ لوگ جو زجر اور
 فال کے منکر ہیں ، ۴۳۷
 علم الطب ، ۴۵۳
 مشہور عرب اطبا ، ۴۵۴
 ان چند بیماریوں کے نام جن کا
 ذکر عربوں نے کیا ہے ، ۴۷۵
 علم الریافہ ، ۴۸۲
 صحراؤں میں راستہ معلوم کرنے کا
 علم ، ۴۸۳
 گھوڑوں کی بیماریوں ، ان کی
 دواؤں ، ان کے عیوب اور محاسن
 کے متعلق عربوں کا علم ، ۴۸۶

شعراۓ عرب کے چیدہ چیدہ کارنامے
 اور چیدہ اشعار ، ۹
 خطبے اور وصیتیں ، عربوں کی وہ
 عادات و رسوم جو ان میں پائی
 جاتی تھیں ، ۱۳۴
 چند جاہلی خطیبوں کا ذکر ، ۱۴۲
 اب لیجیے اسلام کے ابتدائی زمانے
 کے خطبے ، ۱۹۱
 علم الانساب ، ۱۹۸
 طبقات الانساب ، ۲۰۹
 علم انساب کے مطالعہ کرنے والے
 کے لیے کون کون سی باتیں
 ضروری ہیں ، ۲۱۳
 قبائل کے ناموں کے ضمن میں
 عربوں کا طریقہ ، ۲۱۵
 نام رکھنے اور کنیتوں کے ضمن
 میں عربوں کا طریقہ ، ۲۱۶
 عربوں میں سے جو لوگ نسب
 جاننے میں مشہور ہوئے ، ۲۲۶
 عربوں کا علم تاریخ ، ۲۵۰
 آسمان اور عالم فضا کے بارے میں
 عربوں کا مبلغ علم ، ۲۷۴
 عربوں کے نزدیک انواء کی اقسام
 اور ان کے ایام ، ۲۹۷

عربوں کا لباس ، ۶۰۷
 پگڑیاں اور جو شعر عربوں سے اس
 سلسلے میں نقل کیے گئے
 ہیں ، ۶۱۰
 عربوں کے وہ اشعار جو پاپوش کے
 بارے میں منقول ہیں ، ۶۲۹
 کھیتی باڑی ، ۶۳۹
 جن امور سے عربوں کی فضیلت کا
 ثبوت ملتا ہے ، ۶۴۱
 ان کی ترقی کے اسباب میں سے
 ایک سبب ان کا باہمی اتحاد
 ہے ، ۶۴۶
 عدل ، ۶۴۷
 عربوں کے بادیہ نشین لوگ اور
 وہ امور جن میں وہ شہری
 لوگوں سے ممتاز تھے ، ۶۵۱

انسان کے جسم کی ساخت کے
 متعلق عربوں کو جو معلومات
 حاصل تھیں ، ۴۹۶
 تیر اندازی کا علم ، ۴۹۹
 بارش کے اترنے کا علم ، ۵۱۱
 ہوائیں اور ان کے اوصاف ، ۵۱۴
 عربوں کو جہازرانی کے متعلق
 کس قدر معلومات تھیں ، ۵۲۲
 عرب جاہلیت میں عربوں کی
 لکھائی ، ۵۲۸
 عربوں کی خط کتابت اور خط
 کتابت میں ان کی عادات و
 رسوم ، ۵۳۷
 ایام جاہلیت میں عربوں کی گنتی ، ۵۵۰
 ایام جاہلیت میں عربوں کا ذریعہ
 معاش اور اس کے اسباب ، ۵۶۷
 عربوں کے بادیہ نشینوں کے گھر ، ۵۸۲

پیش لفظ

”بلوغ العرب“ کی چوتھی اور آخری جلد پیش خدمت ہے۔ یہ کتاب عربوں کے حالات پر ایک مستند و معتمد کتاب ہے۔ عربوں کے حالات سے واقفیت محض اس لیے ضروری نہیں کہ ہمارے ان کے ساتھ گہرے مذہبی، سیاسی اور ثقافتی رشتے ہیں بلکہ اس لیے ضروری ہے کہ ہم اس انقلاب کی معنویت کو سمجھ سکیں جو اسلام کی صورت میں عربوں کے درمیان برپا ہوا تھا۔

”بلوغ العرب“ عرب معاشرے کی ایک جیتی جاگتی تصویر ہے جس میں اسلام کا ظہور ہوا۔ اسلام کے تاریخی کارنامے کو پوری طرح سمجھنے کے لیے اس معاشرے کی ایک بھرپور تصویر درکار تھی۔ اس تصویر میں محمود شکاری آلوسی نے رنگ بھرا اور ڈاکٹر پیر محمد حسن صاحب نے اسے اردو میں منعکس کیا ہے۔ مرکزی اردو بورڈ لاہور کی طرف سے اردو ترجمے کی پہلی تین جلدیں بالترتیب سٹی ۱۹۶۷ء، اگست ۱۹۶۷ء اور دسمبر ۱۹۶۷ء میں زیور طباعت سے آراستہ ہو چکی ہیں، امید ہے کہ یہ چوتھی جلد بھی اسلامیات، تاریخ اور عمرانیات کے طالب علموں کی گہری دلچسپی کا باعث ہوگی۔

اپنے موضوع پر بہترین کتاب ہونے کے باوجود ”بلوغ العرب“ کے عربی نسخے میں تحقیق اور طباعت کی کچھ غلطیاں رہ گئی تھیں۔ فاضل مترجم نے ترجمے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ مآخذ کی طرف رجوع کر کے اغلاط کا پتا چلایا، ان کی نشاندہی کی اور ساتھ ہی مآخذ کا حوالہ دیدیا ہے اس طرح اصل متن کی تصحیح بھی ہو گئی ہے اور ترجمے نے نہ صرف اس اہم کتاب کو دنیائے اردو کے لیے عام کر دیا ہے بلکہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر ”بلوغ العرب“ کا اصل عربی متن پھر سے شائع ہو اور اردو ایڈیشن کے حواشی کو پیش نظر رکھا جائے تو کتاب پہلے سے بہتر اور اعلیٰ صورت اختیار کر لے گی۔

[۹۳:۳] شعرائے عرب کے چیدہ چیدہ کارنامے اور چیدہ اشعار

جب میں نے یہ کتاب تالیف کی تھی تو میں نے اس مقام پر شعرائے جاہلیت کے کچھ واقعات اور حالات لکھے تھے جن سے ابن قتیبہ کی الشعر و الشعرا اور دیگر کتابیں جو اس سلسلے میں لکھی گئیں مستغنی کر دیتی ہیں۔ لہذا اس کتاب کی طباعت کے وقت میں نے ان سب کو حذف کر دیا اور اس کے بجائے میں نے وہ عمدہ اشعار نقل کر دیے ہیں جن کا انتخاب بعض (ادب کے) اماموں نے کیا ہے۔ میں نے ان کے اچھے اشعار کے نگینے، یکتا شعر، خاص خاص مشہور ضرب الامثال، نادر معانی، فاخرہ الفاظ نقل کر دیے ہیں جن کو سحر بیان شعرا اور آزاد منش امرائے کلام نے مختلف فنوں میں استعمال کیا ہے یعنی ان تمام شعرا نے جو اسرؤالقیس سے شروع ہوتے ہیں، پھر وہ بلند پایہ جاہلی شعرا جو ان کے بعد آئے، پھر وہ فصیح و بلیغ مخضرمین جو ان کے بعد آئے، پھر اسی طرح سلسلہ وار چلتے ہوئے اعلیٰ پایے کے اسلامی شعرا تک آجائیں۔ میں نے باوجود اس کے کہ ان شعرا کے مختلف طبقے اور مختلف درجے ہیں مذکورہ بالا شعرا میں سے ہر ایک کے وہ اشعار بھی درج کر دیے ہیں جن کا ذکر ائمہ نے کیا ہے مثلاً شاعر کا امیر شعر، ہار کا سب سے بڑا موقی، تاج کا موقی، کلام کا بہترین شعر، ٹیپ کا شعر، ہار کا لا ثانی موقی تاکہ جو شخص ہماری اس کتاب کا مطالعہ کرے اسے معلوم ہو جائے کہ جس بات میں نوع انسانی دیگر انواع سے ممتاز ہے اس میں عرب قوم کو کس قدر بلند مقام حاصل تھا اور انہیں اللہ تعالیٰ نے کس قدر حکمت اور فیصلہ کن بیان کی قدرت دی اور اللہ کی مدد کے بغیر مجھے کسی کام کی توفیق نہیں ہو سکتی۔

۱ - امرؤ القیس بن حجر الکندی

خیر الانبیا اور سید الفصحاء صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کے مطابق یہ امیر الشعرا ہے۔ واقعہ یوں ہے کہ ایک بار امرؤ القیس کا ذکر آپ کے سامنے کیا گیا تو آپ نے فرمایا : اس شخص کا دنیا میں تو نام ہوگا مگر آخرت میں بالکل فراموش کر دیا جائے گا۔ یہ قیامت کے دن جب آئے گا تو اس کے ہاتھ میں شعرا کا جھنڈا ہوگا اور یہ ان کی قیادت کرتا ہوگا انہیں دوزخ کو لے جائے گا۔ روایت ہے کہ لبید اور حسان بن ثابت ہر دو نے کہا : کاش یہ قول میرے متعلق کہا گیا ہوتا ، اور میں ہی دوزخ میں لڑھکنے والا ہوتا۔ کہا جاتا ہے کہ اس امیر الشعرا کا سب سے اعلیٰ شعر اسی کے قصیدے کا یہ شعر ہے :

الْشَّبِيرُ أَنْشَجَحُ مَا طَلَدَ تَبْتٌ بِيهِ
وَالشَّبِيرُ خَيْرٌ حَقِيبَةَ الرَّحْمَلِ

سب سے زیادہ کارگر چیز جس کی مدد سے تو کسی چیز کا خواہاں ہو نیکی ہے اور نیکی ہی انسان کا بہترین ذخیرہ ہے

اس کی مشہور ضرب الامثال میں ایک اس کا وہ شعر ہے جس میں اس نے یہ بیان کیا ہے کہ جب مال کثیر کا ملنا دشوار ہو تو انسان کو چاہیے کہ وہ قناعت کرے اور تھوڑے مال پر راضی ہو جائے :

إِذَا مَا لَمْ تَتَكُنْ إِبِلٌ فَمِعْزَى
كَأَنَّ قُرُونًا جِلَّتِيهَا الْعَصِي

۱ - ان اشعار کے لیے ملاحظہ ہو شرح دیوان امرؤ القیس : ۱۵۲ : ۱۵۳ - اصمعی کہتا ہے کہ امرؤ القیس اس قسم کے اشعار نہیں کہہ سکتا۔ بالخصوص دوسرا شعر فتملاً بیتنا (البیت) جہاں قناعت کا ذکر کیا گیا ہے حالانکہ امرؤ القیس اپنے شعر میں کہہ چکا ہے کہ وہ بادشاہت سے کم چیز پر قانع نہ ہوگا جیسا کہ خود آلوسی نے اس کے بعد ذکر کر دیا ہے۔ (نیز ملاحظہ ہو سمط اللالی :

جب اونٹ نہ ہوں تو بھیڑ بکریاں ہی سہی جن میں سے بڑی بڑی
بکریوں کے سینگ لٹھیوں کی طرح معلوم ہوتے ہوں

فَتَمَلَّأْنَا بِبَيْتِنَا أَقِطًا وَ سَمْنًا

وَ حَسْبُكَ مِینَ غِنَى شَبِيعٍ وَ رِیٰ

تاکہ یہ ہمارے گھر کو پنیر اور گھی سے بھر دیں۔ تمہارے لیے

سیر ہو کر کھانا کھا لینا اور سیر ہو کر پینا کافی مالداری ہے

اس کے مندرجہ ذیل اشعار اس حالت کے بالکل برعکس خواہش کا

ذکر کر رہے ہیں یعنی بلند ہمتی اور بلند اسور کی طرف ترقی کرنے (کی

ترغیب دے رہے ہیں)

فَلَوْ أَنَّمَا أَسْعَى لِأَدْنَى مَعْيَشَةٍ

كَتَفَانِيٍّ وَ لَمْ أَطْلُبْ قَلِيلٌ مِّنَ الْمَالِ

اگر میں معمولی زندگی کے لیے کوشاں ہوتا تو مجھے تھوڑا سا مال

کافی تھا اور پھر میں ملک حاصل کرنے کی کوشش نہ کرتا

وَ لَكِنَّمَا أَسْعَى لِمَجْدٍ مُّؤْتَلٍ

وَ قَدْ يُدْرِكُ الْمَجْدُ الْمُؤْتَلُ أَمْثَالِيٍّ

لیکن میں تو مضبوط جڑوں والی بزرگی کو حاصل کرنے کے لیے

کوشاں ہوں اور میرے جیسے لوگ کبھی ایسی بزرگی پا بھی لیتے ہیں

امرؤ القیس کی مشہور ضرب المثل میں سے ایک یہ شعر ہے :

أَوْ قَاهُمْ جَدَّهُمْ بِيَبْنِيٍّ أَبِيَهُمْ

وَ بِيَا لَشَقِيَيْنِ مَا حَلَّ الْعِيقَابُ

۱۔ جب بنو اسد نے امرؤ القیس کے باپ حجر کو قتل کر دیا تو بنو بکر

اور بنو تغلب کی مدد سے اس نے بنو اسد سے اپنے باپ کے خون کا

بدلہ لینا چاہا۔ جب بنو اسد کو اس بات کا پتا چلا تو وہ بھاگ

کر بنو کنانہ کے یہاں چلے گئے مگر انہیں ان کی مدد پر پورا

اعتماد نہ تھا لہذا وہاں سے بھی بھاگ گئے۔ امرؤ القیس نے بنو

کنانہ کو تہ تیغ کیا۔ اسی واقعے کے متعلق امرؤ القیس کہہ رہا ہے۔

بنو اسد کو ان کی خوش بختی نے بنو کنانہ کے ذریعے جو انہی کے باپ کی اولاد تھے بچا دیا اور عذاب بد بخت (بنو کنانہ) پر نازل ہو گیا

نیز اس کا یہ قول ہے :

أَرَا هُنَّ لَا يُحِبُّبْنَ مَنْ قَتَلَ مَالَهُ
وَلَا مَنْ رَأَى الشَّيْبَ فِيهِ وَقَوَّسًا

میں دیکھتا ہوں کہ عورتیں کم مال والے کو پسند نہیں کرتیں اور نہ ہی اس شخص کو پسند کرتی ہیں جو بوڑھا اور کمان کی طرح کبڑا ہو چکا ہو

أَلَا إِنَّ بَعْدَ الْعُدْمِ لِيَأْمُرَهُ قِنُوءَةٌ
وَبَعْدَ الْمَشْيِيبِ طُؤُلٌ عَمْرٍُ وَمَلْبَسًا

یاد رکھو محتاجی کے بعد انسان مالدار بھی ہو جاتا ہے اور انسان بوڑھا ہو جانے کے بعد بھی دیر تلک زندہ رہتا اور لباس پہنتا ہے

اور اس کا یہ شعر بھی :

[۹۵:۳] وَ قَدَّ طَوَّفَتْ فِي الْأَفْسَاقِ حَتَّى
رَضِيَتْ مِنْ الْغِنْيِ مِمَّا بِالْأَيْتَابِ

میں نے دنیا میں خوب چکر کاٹے ہیں اور بالآخر گھر واپس آنے کو ہی غنیمت سمجھ کر اس پر راضی ہو گیا

اور اس کا یہ شعر :

إِذَا السَّمْرَاءُ لَمْ يَخْزَنْ عَلَيْه لِسَانُهُ
فَلَيْسَ عَلَيَّ شَيْءٌ سِوَاهُ بِيخْزَانِ

جب انسان اپنی زبان یعنی اپنے رازوں کو محفوظ نہیں رکھ سکتا تو پھر وہ کسی چیز کو بھی محفوظ نہیں رکھ سکتا

اور اس کا یہ شعر :

فَتَأْتِكَ لَمَّ ^ يَفْخَرُ ^ عَلَيَّكَ كَفَاخِرٍ
ضَعِيفٍ وَ لَمَّ ^ يَغْلِبُكَ مِثْلُ مُغْلَبٍ

تمہارے خلاف کمزور انسان کی سی شیخی کسی نے نہ بگھاری
ہوگی ، اور تم پہ (ازلی) مغلوب سے بڑھ کر کسی نے غلبہ نہ پایا
ہوگا

اور اس کا یہ کہنا :

وَ جُرْحُ ^ الْيَسْمَانِ كَجُرْحِ ^ الْيَدِ

اور زبان کا لگایا ہوا زخم ہاتھ سے لگائے ہوئے زخم کی طرح ہوتا ہے

اور اس کا یہ کہنا :

إِنَّ ^ الشَّقَاءَ عَلَى ^ الْأَشْقِيَيْنِ مَصْحُوبٌ

بد بختی بد بختوں پر ہی اندلی جاتی ہے اور اس کے فخر ہاروں
میں سے گھوڑے کی تعریف میں اس کے یہ اشعار ہیں - نہ اس سے
پہلے کسی نے ایسی تعریف کی اور نہ بعد میں کوئی ایسی کر سکا :

مِكَرٌ ^ مِيفَرٌ ^ مُقْبِلٌ ^ مُدْبِرٌ ^ مَعَاً
كَجَلْمِ ^ وُدِّ صَخْرٍ ^ حَطَّه ^ السَّيْلُ ^ مِنْ ^ عِلٍ

یہ گھوڑا بیک وقت حملہ کرنے والا بھی ہے اور بھاگ جانے والا
بھی ہے سامنے آنے والا بھی ہے اور پیٹھ دکھا کر لوٹنے والا بھی

۱ - وزیر ابو بکر عاصم نے (۷۰ - ۷۱) اس کی یوں تشریح کی ہے :

انها ضعيفة والضعيف اذا قدر فقد رته تهلك المقدمور عليه و كذلك
اذا فخر عليك ضعيف عاجز جاوز قدره ولو كان كريماً قادراً لَمَّا
اظهر الفخر عليك بافعاله والى هذا ذهب ابو تمام في قوله :

وضَعِيفَةٌ ^ اِذَا ^ مَكْنَتٌ ^ عَنِ ^ قُدْرَةٍ
قَتَلَتْ ^ كَذَلِكَ ^ قُدْرَةٌ ^ الضُّعْفَاءِ

بعینہم ایک سخت پتھر کی طرح جسے زور سے بہنے والے پانی نے
بلندی پر سے لڑھکا دیا ہو

لَهُ، أَيَطَّلَا ظَبْيِي، وَسَاقَا نَعَامَةً
وَأِرْخَاءُ سِرْحَانٍ، وَتَقْرِيبُ تَتْفُلٍ

اس کی کمر ہرن کی سی ہے اور شتر مرغ کی سی پنڈلیاں ہیں۔
بھیڑے کی سی دوڑ ہے اور لومڑ کے بچے کی سی دلکی چال

اور اس کا رات کے لمبا ہونے کے متعلق یہ شعر اور اس کے اوصاف کا
اس اونٹ سے استعارہ کرنا جو بھاری بوجھ لے کر اٹھتا ہے

وَلَيْلٍ كَمْشُوجِ الْبَحْرِ أَرْخَى سُدُّوْلَهُ،
عَلَىٰ بِانِوَاعِ الْهَمُومِ لَيْبَتَلِي

کتنی ہی راتیں سمندر کی موجوں کی طرح ہولناک تھیں جنہوں نے
مجھے آزمانے کے لیے قسم قسم کے غم ساتھ لے کر مجھ پر اپنے
تاریکی کے پردے ڈال دیے

[۹۶:۳] أَفْقَاتُ لَهُ، لَمَّا تَمَطَّى بِبِصْلَابِهِ
وَ أَرْدَفَ أَعْجَازًا وَنَسَاءَ بِيكَلِكَلٍ

جب یہ رات اپنے سینے یعنی ابتدائی حصے کو لے کر اٹھی پھر پیٹھ
یعنی درمیانی حصے کو لمبا کیا اور پچھلے حصے کو پیچھے کی طرف
نکالا تو میں نے اس سے کہا

أَلَا أَيُّهَا اللَّيْلُ الطَّوِيلُ أَلَا انْجِلِي
بِصُبْحٍ وَمَا أَلَا صَبَاحٌ مِّنْكَ بِأَمْثَلِ

۱ - وزیر ابوبکر عاصم (شرح : ۳۳) کہتے ہیں کہ اس شعر میں تقویم و
تاخیر پائی جاتی ہے ، عبارت یوں ہے : فقلت له لما ناء بكلكه و تمطى
بصلابه و اردف اعجازاً - يرید رجع على حين رجوت ان يكون
قد ذهب -

اے لمبی کالی رات کیا تو صبح میں تبدیل نہ ہوگی ؟ مگر صبح بھی کیا ہے ، وہ بھی تو تیری ہی طرح کی ہے ۔ (عاشق کی صبح فرقت بھی شب فرقت سے کم سیاہ نہیں ہوتی)

أَفَاطِمَ مَهْلًا بَعْضَ هَذَا التَّدَلُّلِ
وَإِنْ كُنْتِ قَدْ أَزْمَعْتِ صَرْمِيَّ فَاَجْمِلِيَّ

اے فاطمہ یہ ناز وادا ذرا ٹھہر ٹھہر کے دکھا ، اور اگر تو نے مجھ سے قطع تعلق کر لینے کا پختہ ارادہ کر ہی لیا ہے تو اچھے طریقے سے کر

وَإِنْ كُنْتِ قَدْ مَاءَ تَشْكِي مِئْسَى خَلِيئَةٍ
فَسُلِّيَّ ثِيَابِي مِّنْ ثِيَابِكِ تَنَسُّلِ

اگر تجھے میری کوئی خصلت بری معلوم ہوئی ہے تو میرے دل کی محبت اپنے دل سے نکال دے تب تو مجھ سے جدا ہو سکتے گی

وَمَا ذَرَفْتِ عَيْنَاكِ إِلَّا لِتَضْرِبِي
بِسَهْمَيْكِ فِيْ أَعْشَارِ قَلْبِ مُقْتَلِ

تیری دونوں آنکھوں سے صرف اس لیے آنسو بہے تھے کہ تو ان دونوں تیروں کو میرے خستہ و خراب دل کے دسوں ٹکڑوں کو حاصل کرنے کے لیے دے مارے (”تیری طرح کوئی تیغ نگاہ کو اب تو دے“ غالب)

اگر اس نازک مزاج دور میں کسی جدید شاعر نے ایسا شعر کہا ہوتا تو جب بھی اسے اچنبھے کی چیز جانا جاتا چہ جائیکہ اس زمانے میں ایسا شعر کہا گیا ہو ۔

[۹۷:۳] امرؤ القیس پہلا شخص ہے جس نے ایک ہی شعر میں

دو چیزوں کو دو چیزوں سے تشبیہ دی ہے چنانچہ وہ عقاب کی تعریف کرتا ہوا کہتا ہے :

كَأَنَّ قُلُوبَ الطَّيْرِ رَطْبًا وَ يَابِسًا
لَدَى وَ كَثْرَهَا السُّعْنَابُ وَالْحَشْفُ الْبَالِي

اُس عقاب کے گھونسلے میں پرندوں کے سوکھے ہوئے دل پرانی
اور بوسیدہ کھجوریں اور تازہ دل عناب معلوم ہو رہے تھے
اور امرؤ القیس کی تشبیہات میں سے یہ تشبیہ عمدہ سمجھی
جاتی ہے :

كَأَنَّ عِيُونَ الْوَحْشِ حَوْلَ خِيَابِنَا
وَ أَرْحُلِنَا الْجَزَعُ السَّيِّئُ لَمْ يُشَقِّبْ

(کثرت شکار کی وجہ سے) ہمارے خیمے اور پالانوں کے گرد
جنگلی جانوروں کی آنکھیں ایسی معلوم ہو رہی تھیں جیسے اُن
بید سلیمانی سُہرے

امرؤ القیس بہت باتوں میں سبقت لے گیا ہے اور ان کا مُوجد ہے ۔
عربوں نے انہیں بنظر استحسان دیکھا ہے اور دیگر شعرا نے ان میں
اس کی تقلید کی ہے مثلاً اپنے ساتھیوں کو محبوبہ کے دیار پر ٹھہرنے
کے لیے کہنا ، رقت آمیز عشقیہ اشعار کہنا اور قریب المآخذ الفاظ
کا لانا ۔

۱ - آلوسی نے یہاں ذکر کیا ہے کہ امرؤ القیس پہلا شخص ہے جس
نے ساتھیوں سے محبوبہ کے دیار پر ٹھہرنے کی درخواست کی ۔
یہی بات بدیع الزمان ہمدانی نے مقامہ قریضیہ میں کہی ہے چنانچہ
وہ کہتا ہے : ہو اول من وقف بالديار و عرصا تھا مگر امرؤ القیس
کی اپنی شہادت سے ابن حزام یا ابن حمام اس سے بھی پہلے ایسا
کہہ چکا تھا چنانچہ امرؤ القیس کہتا ہے (دیوان : ۱۴۸)

عُوْجَا عِلَاسِي الطَّلَلِ الْمُحِيلِ لَأُنْتَا

نَبِكِي الدِّيَارَ كَمَا بَكِي بِن حَزَام

آلوسی خود صفحہ ۸۶ پر اس شعر کو پیش کر چکا ہے ۔

۲ - زھیر بن ابی سلمیٰ

زُھیر ان چار شعرا میں سے ہے جن کے متعلق سب کا اتفاق ہے کہ وہ عرب بھر کے بہترین شعرا ہیں اور وہ یہ ہیں : امرؤ القیس ، زُھیر ، نابغہ اور اعشیٰ - رہا یہ اختلاف کہ ان میں سے کون افضل ہے تو یہ اختلاف اب تک [۳ : ۹۸] چلا آ رہا ہے۔ — کہا جاتا تھا کہ امرؤ القیس بہترین شاعر ہے سواری کے عالم میں ، زھیر تمنا برآری کے عالم میں نابغہ جب اس پر خوف طاری ہو اور اعشیٰ جب اس کا عالم سرشاری ہو - زھیر نے اپنے کلام میں سب سے زیادہ ایسے اشعار جمع کر دیے ہیں جن میں الفاظ کم اور معانی زیادہ پائے جاتے ہیں اور یہ سب سے بہتر طریقے پر مدح اور حکمت کی باتیں کہہ جاتا ہے - بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس کا وہ قصیدہ جس کا مطلع یہ ہے :

أَمِنْ أُمٍّ أَوْ فِئِي دِمْنَةً لَمْ تَكَلِّمْ

بِحَوْ سَانَةِ الدَّرَّاجِ فَالْمُتَشَلِّمِ

(حومانۃ الدرّاج اور متثلّم کے درمیان کیا یہ ام اوفیٰ کے کھنڈرات ہیں جو بات نہیں کرتے)

اس کے آخر میں جو اشعار ہیں وہ انبیا کے کلام سے مشابہت رکھتے ہیں ، وہ عربوں کی فائق دانش کی باتیں ہیں ، وہ یہ ہیں :

وَمَنْ لَمْ يُصَانِعْ فِي أَسْوَرٍ كَثِيرَةٍ

يُضْرَسُ بِأَنْشَابٍ وَيُوطَأُ بِمَنْشِمِ

جو شخص بہت سے معاملات میں مدارات سے کام نہیں لے گا اسے لوگ دانتوں سے خوب کاٹیں گے اور پاؤں کے تلے روندیں گے

۱ - سُلَمٰی کی مین پر پیش ہے - عربی زبان میں یہی ایک نام سین کی پیش کے ساتھ پڑھا جاتا ہے باقی سب سُلَمٰی پر سین زبر کے ساتھ ہیں - ابو سُلَمٰی کا نام ربیعہ بن ریح المزلّی ہے - جاہلی شاعر ہے اور ابو بجیر اس کی کنیت ہے -

وَمَنْ يَجْعَلِ الْمَعْرُوفَ مِّنْ دُونِ عِرْضِهِ
يَفْرُهُ وَمَنْ لَا يَتَّقِ الشَّتْمَ يُشْتَمُ

جو شخص اپنی عزت کو بچانے کے لیے لوگوں پر احسانات
کرے گا وہ اپنی عزت کو محفوظ رکھے گا اور جو گالیوں سے نہیں
بچے گا اسے گالی دی جائے گی

وَمَنْ لَّمْ يَذُدْ عَن حَوْضِهِ بِسِلَاحِهِ
يُهْدَمُ وَمَنْ لَا يَظْلِمِ النَّاسَ يُظْلَمُ

جو شخص ہتھیاروں کی مدد سے اپنے حوض کو محفوظ نہیں
رکھے گا اس حوض کو گرا دیا جائے گا اور جو لوگوں پر
زیادتی نہیں کرے گا اس پر زیادتی کی جائے گی

وَمَنْ يَغْتَرِبَ يَجْسِبْ عَدُوًّا صَدْرِيْقَهُ
وَمَنْ لَا يُكْرِمُ نَفْسَهُ لَا يُكْرَمُ

جو مسافرت میں ہوگا وہ دشمن کو بھی دوست سمجھے گا
اور جو خود اپنی عزت نہیں کرے گا اس کی عزت نہیں
کی جائے گی

وَمَنْ يَكُ ذَا فَضْلٍ فَيَبْخُلْ بِفَضْلِهِ
عَلَى قَوْمِهِ يُسْتَغْنَى عَنْهُ وَيُذَمُّ

جو شخص مال دار ہوگا اور اس مال کو اپنی قوم پر خرچ کرنے
سے بخل کرے گا تو لوگ اس سے مستغنی ہو جائیں گے اور اس کی
مذمت کی جائے گی

وَسَهْمَا تَكُنْ عَيْنِدَ اسْرِي مِّنْ خَلِيْقَةٍ
وَإِنْ خَالَهَا تَخْفَى عَلَى النَّاسِ تَعْلَمُ

انسان کے جیسے بھی اخلاق ہوں ان کا لوگوں کو ضرور پتا چل
جائے گا خواہ وہ یہ سمجھتا رہے کہ یہ لوگوں سے مخفی ہیں

اور اس کی مشہور مثالوں میں سے ہے :

وَهَلْ يُنْبِتُ الْخَطِيئَةَ إِلَّا وَشَيْجُهُ
وَتُغْرَسُ إِلَّا فِي مَنَابِتِهَا النَّخْلُ

[۹۹ : ۳] وَشَيْجُ كے درخت سے ہی خطی نیزے پیدا ہوتے ہیں اور کھجور کا درخت وہیں لگایا جاتا ہے جہاں یہ اُگ سکتے اور اس کا یہ شعر :

وَالسُّتْرُ دُونَ الشَّفَاحِشَاتِ وَلَا
يَلْقَاكَ دُونَ الْخَيْرِ مِّنْ سِتْرٍ

پردہ بد اعمالیوں پر ڈالا جاتا ہے تو کبھی نہیں دیکھے گا کہ کوئی نیک کام کو چھپا رہا ہو

اور جس پر سب کا اتفاق ہے کہ جاہلیت میں کہے گئے مدحیہ اشعار میں سے بہترین شعر زُھیر کا یہ شعر ہے :

تَرَاهُ إِذَا سَاجِدًا لَهُ مُتَهَيِّئًا
كَأَنَّكَ تُعْطِيهِ الْذِي أَنْتَ سَائِلُهُ

جب تو (سوالی بن کر) اس کے پاس آئے گا تو اسے خندہ جبیں پائے گا یوں معلوم ہوگا گویا تو اس سے مانگنے کے لیے نہیں بلکہ دینے کے لیے آیا ہے

ثعلب کہتا ہے اور ثعلب ہی زُھیر کو تمام شعرا پر فضیلت دیا کرتا تھا : یہ سب سے اچھے شعر کہنے والا ، پھسپھسی باتوں سے دور بھاگنے والا تھا - کم الفاظ میں بہت سے معانی پیدا کرنے میں سب سے آگے تھا اور مدح میں سب سے زیادہ مبالغہ کرنے والا تھا - اس کے اشعار میں دیگر شعرا کے مقابلے میں سب سے زیادہ امثال پائی جاتی ہیں -

ابن الاعرابی کہتا ہے : زُھیر کو شاعری میں وہ مقام حاصل ہے جو دیگر شعرا کو حاصل نہیں ہے - اس کا باپ شاعر تھا ، ہمشیرہ

مُشَمَل شاعرہ تھی ، دوسری ہمشیرہ خنساء شاعرہ تھی ، دونوں بیٹے کعب اور بَجَجیر شاعر تھے اور پونا المضرَّب بن کعب شاعر تھا اسی کے یہ اشعار ہیں :

أَنَسِيَّ لَأَحْبُسُ نَفْسِيَّ وَهِيَ صَابِرَةٌ
عَنِّ مُصْعَبٍ وَلَقَدْ بَانَتْ لِي الطَّرُقُ

میں اپنے نفس کو مشکل کام (کے کرنے سے) روکے رکھتا ہوں
میرا نفس صابر ہے اور پھر (اس کے کرنے) کے طریقے مجھ پر واضح
ہو جاتے ہیں

أَرُعَوِيَّ عَلَيَّهِ كَمَا أَرُعِيَّ عَلَيَّ هَرِمٌ
جَدِّي زُهَيْرٌ وَفِينَا ذَالِكِ الْخُلُقُ

اس پر رحم کھاتے ہوئے جس طرح میں بوڑھے آدمی پر رحم
کھاتا ہوں - زُہیر میرا دادا ہے اور یہ خُلُق ہم میں چلا
آتا ہے

مَدْحُ الْمُلُوكِ وَسَعَى فِي مَسَرَّتِهِمْ
ثُمَّ الثَّغِينِي وَ يَدُ الْمَمْدُوحِ تَنْطَلِقُ

بادشاہوں کی مدح کہنا ، انہیں خوش کرنے کی کوشش کرنا

۱ - مُضَرَّب کا اصلی نام عَقْبہ تھا - پھر عقبہ کا بیٹا العَوَّام بھی
شاعر تھا - اسی عَوَّام کے یہ شعر ہیں :

أَلَا لَيْتَ شِعْرِي هَلْ تَغَيَّرَ بَعْدَنَا
مَلَا حَةَ عَيْشِي أُمِّ عِمْرٍ وَ جِيدَهَا
وَ هَلْ بَلِيَّتْ أَثْوَابُهَا بَعْدَ جِدَّةِ
أَلَا حَبِيذًا أَخْلَقُهَا وَ جَدِيدُهَا

(الروض الانف : ۲ : ۳۱۲ ، ۳۱۵)

۲ - بلوغ العرب میں رعوا ہے تصحیح اغانی (۱۰ : ۳۲۲) سے کی گئی ہے:
وَالرُّعْوَى اسْمٌ مِنَ الرِّعَاءِ وَ هُوَ الْبَقَاءُ

پھر دولت (حاصل کرنا) ، اور ظاہر ہے کہ ممدوح کا ہاتھ سخاوت کرتا ہے

اور کعب وہی ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں قصیدہ بانٹ سعاد نظم کیا تھا۔

ابن قتیبہ کہتا ہے : زہیر اپنے آپ کو اشعار میں عابد اور پارسا ظاہر کرتا ہے اور اس کے اشعار سے پتا چلتا ہے کہ قیامت پر اس کا ایمان تھا ، چنانچہ وہ کہتا ہے :

يُؤَخِّرُ فَيُودِعُ فِي كِتَابٍ فَيُدْخِرُ
لِيَوْمِ الْحِسَابِ أَوْ يُعَجِّلُ فَيَنْقِمُ

(تمہارے اعمال کی جزا کو) مؤخر کر کے نامہ اعمال میں رکھ دیا جائے گا اور یوم حساب تک جمع رکھا جائے گا یا یہ کہ اللہ جلدی کر کے (اسی دنیا ہی میں) سزا دے دے گا (سزا ملے گی جلد خواہ بدیر ، یہاں خواہ وہاں)

زہیر نے ایک ہی شعر میں ایک عورت کو تین چیزوں سے تشبیہ دی ہے :

[۱۰۰:۳] تَنَازَعَتْهَا الْمَهَا شَبَهًا وَ دُرَّ
النَّحْوَرِ وَ شَا كَهْتٌ فِيهَا الظَّبَاءُ۔

(محبوبہ میں) جنگلی گائے سے مشابہت ، سینے کے موتیوں کی سی صفائی اور خوب صورتی اور ہرنیوں کی سی لمبی گردن پائی جاتی ہے اس کے بعد اس کی تشریح کرتا ہے اور کہتا ہے

فَأَمَّا مَا فُؤَيْقَ الْعِقْدِ مِثْلَهَا
فَمِنْ أَدْمَاءِ مَرَّتَعُهَا الْخِلَاءُ

چنانچہ اس کے جسم کا وہ حصہ جو ہار سے ذرا اوپر ہے وہ تو سفید رنگ کی ہرنی کا سا ہے جو کھلی جگہ میں چرتی رہتی ہو

وَأَمَّا الْمُقْلَتَانِ فَمِنْ مَهَاةٍ
وَالشُّدْرُ الْمَلَا حَمَةٌ وَالصَّفَاءُ

رہی اس کی دونوں آنکھیں تو یہ جنگلی گائے کی سی ہیں اور اس کی
خوب صورتی اور آب و تاب موتی کی سی ہے

ایک راوی کہتا ہے کہ اگر زہیر عمر بن الخطاب کی اس چٹھی
کو دیکھ لیتا جو انہوں نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کو
لکھی تھی تو اس شعر کے کہنے کے بعد مزید کچھ نہ کہتا :

فَتَأْنِ الْحَقِّ مَقْطَعُهُ، ثَلَاثٌ
يَمِينٌ أَوْ نَيْفَارٌ أَوْ جِلَاءٌ

حق کا فیصلہ تین باتوں سے ہوتا ہے - قسم سے ، (حاکم) کو
فیصل بنانے سے یا وضاحت و دلیل سے

اس کی مراد ہے قسم سے یا حاکم کے پاس مقدمہ لے جانے سے
جو گواہوں کو سن کر فیصلہ دے یا جلاء یعنی وضاحت اور دلیل جس سے
حق بات واضح ہو جائے اور دعویٰ کی وضاحت ہو جائے -

روایت ہے کہ عمر رض بن الخطاب نے زہیر کے کسی بیٹے سے کہا :
وہ دوشالے کہاں گئے جو ہریم نے تمہارے باپ کو عطا کیے تھے ؟
اس نے جواب دیا : زمانے نے انہیں بوسیدہ کر دیا - حضرت عمر رض نے
فرمایا : لیکن جو دوشالے تمہارے باپ نے ہریم کو پہنائے تھے انہیں
زمانے نے بوسیدہ نہیں کیا -

ہریم کے بارے میں زہیر کے یہ اشعار عمدہ خیال کیے
جاتے ہیں :

قَدْ جَعَلَ الْمُبْتَغُونَ الْخَيْرَ فِي هَرِيمٍ
وَالسَّائِلُونَ إِلَى آبِؤَابِهِ طُرُقًا

ہرم کے ہاں مال طلب کرنے والوں اور سائلوں نے اس کے دروازوں
تک آنے کے لیے کئی راستے بنا لیے ہیں

59924

مَنْ يَلْتَقِ يَوْمًا عِلَاتِيهِ هَرِمًا
يَلْتَقِ السَّمَاخَةَ مِنْهُ وَالنَّدَى خُلُقًا

جو شخص کسی دن بھی ہرم کو ملے گا وہ باوجود اس کی
مجبوریوں کے اس کے ہاں سخاوت کو اس کا خلق
پائے گا

[۳ : ۱۰۱] روایت ہے کہ زہیر ایک ماہ میں قصیدہ نظم کرتا تھا
اور پھر ایک سال میں اس کی اصلاح اور کانٹ چھانٹ کرتا تھا۔ اس کے
قصائد ”حولیات زہیر“ کہلاتے تھے۔ بہا زہیر نے ایک قصیدے میں
ان اشعار میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے :

هَذَا زُهَيْرٌ كَتَّ لَا زُهَيْرٌ مُزَيْنَةٌ
وَ ا فَا كَتَّ لَا هَرِمًا عِلَاتِيهِ

یہ قبیلہ مُزَيْنَةُ کا زُہیر نہیں تمہارا زہیر ہے وہ تمہارے
پاس آیا ہے ہرم کی مجبوریوں کے باوجود ہرم کے پاس
نہیں آیا

دَعَاهُ وَ حَوْلِيَّاتِيهِ ثُمَّ اسْتَمَعَ
لِزُهَيْرٍ عَصْرُكَ حُسْنٌ لَيْلِيَّاتِيهِ

اسے اور اس کے حولیات قصائد کو رہنے دو پھر اپنے زمانے کے
زہیر سے اس کے لیلیات کی خوب صورتی کو منو

زُہیر نے آخر عمر میں خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص اس کے پاس

۱۔ البہاء زہیر بن محمد بن علی بن یحییٰ الازدی المصری ، شاعر اور کاتب ہے
اور صاحب دیوان ہے مکے میں پیدا ہوا اور قوص میں نشو و نما پائی
پھر قاہرہ چلا آیا اور الملک الصالح کی خدمت میں رہا۔ مصر میں
ذوالقعدہ ۵۶۵۶ میں وفات پائی۔ او الفضل اس کی کنیت ہے
(حسن المحاضرہ : ۱ : ۳۲۷)۔

آیا ہے اور اسے اٹھا کر آسمان تک لے گیا ہے یہاں تک کہ وہ آسمان کو ہاتھ لگا کر چھو سکتا تھا۔ اس کے بعد اس شخص نے اسے چھوڑ دیا اور یہ زمین پر آگرا۔ جب اس کی وفات کا وقت آیا تو اس نے اپنا خواب اپنے بیٹے کعب کو سنایا۔ پھر کہا : مجھے یقین ہے کہ میرے بعد آسمان کی خبروں میں سے کوئی بات (رونما) ہونے والی ہے۔ اگر ایسا ہو تو اسے مضبوطی سے پکڑ لینا اور فوراً اس کی طرف جھک جانا ، ازاں بعد بعثت سے ایک سال پہلے مر گیا۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو اس کا بیٹا کعب اپنا قصیدہ ”بانت معاد“ لے کر آپؐ کی خدمت میں آیا اور مسلمان ہو گیا۔ یہ بھی روایت ہے کہ زہیر نے خواب میں دیکھا کہ ایک رسی آسمان سے زمین تک لٹکی ہوئی ہے اور ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ لوگ اسے مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں مگر جب یہ اسے پکڑنے کا ارادہ کرتا ہے تو رسی سکڑ جاتی ہے۔ اس نے اس کی تاویل نبی آخر الزمان سے کی کیونکہ وہی اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے درمیان واسطہ ہیں اور یہ کہ اس کی مدت عمر نبی آخر الزمان کی بعثت تک نہ پہنچے گی۔ بہر حال زہیر نے، اپنے بیٹوں کو وصیت کی تھی کہ جب نبی آخر الزمان ظاہر ہوں تو وہ ان پر ایمان لے آئیں۔

۳۔ النابغة الذبياني

اس کا نام زیاد بن معاویہ ہے۔ اس رائے پر سب کا اتفاق ہے کہ یہ سب سے عمدہ اشعار کی ابتدا کرنے والا تھا، اس کا کلام دیگر شعرا

۱۔ نابغہ کی کنیت ابو اسامہ اور ابو عقرب ہے۔ عقرب اس کی بیٹی کا نام ہے، اسے نابغہ اس لیے کہا گیا کہ اس نے بہت بڑی عمر کا ہو جانے کے بعد شعر کہنا شروع کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ اسے اس کے شعر کی وجہ سے نابغہ کہا گیا :

باقی حاشیہ صفحہ ۲۵ پر

کے مقابلے میں زیادہ بارونق ہے اور اس کا کلام یوں معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی نثر کہہ رہا ہو۔ اس کے اشعار میں نہ کوئی تکلف پایا جاتا اور نہ ظاہری معنوں سے انحراف۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے بہترین اشعار وہ ہیں جن میں اس نے نعمان بن منذر سے معذرت پیش کی ہے۔ ان میں ٹیپ کا شعر یہ ہے :

فَأَنْشَكَتَ كَمَا لِلَّيْلِ السَّيْرِ هُوَ سُدْرِيْ

وَإِنْ خِيلَتْ أَنْ الْمُنْتَأَى عَنكَ وَاسِعٌ

تُو تو اس رات کی طرح ہے جو (ہر صورت میں) مجھے آن لے گی خواہ میں یہ کیوں نہ سمجھتا رہوں کہ تجھ سے دور بھاگ جانے کے لیے میرے لیے وسیع جگہ موجود ہے

[۳ : ۱۰۲] اور اس کی مشہور مثالوں میں سے اس کا یہ

شعر ہے :

نُبِيَّتْ أَنْ أَبَا قَابُوسٍ أَوْ عَدْنِيْ

وَلَا مَقَامَ عَمَلِي زَأْرٍ مِّنَ الْأَسَدِ

مجھے خبر دی گئی ہے کہ ابو قابوس نعمان نے میرے بارے میں دھمکی دے دی ہے ، اب ظاہر ہے کہ شیر کی چنگھاڑ کے سامنے کون ٹھہر سکتا ہے

صفحہ ۲۴ کا بقیہ حاشیہ

وَ حَلَّتْ فِي بَيْتِي الْقَيْسِ بْنِ جَسْرٍ

فَقَدْ نَبَغَتْ لَنَا مِنْهُمْ شُؤُونٌ

نابغہ آٹھ شعرا ہوئے ہیں : نابغہ بنی ذبیان^۱ ، نابغہ جعدی^۲ ، نابغہ شیبانی^۳ ، نابغہ بنی الدیان^۴ ، نابغہ غنوی^۵ ، نابغہ عدوانی^۶ ، نابغہ تغلبی^۷ اور نابغہ بنی^۸ جدیلہ۔ ان میں سے خاص طور پر صرف نابغہ ذبیانی جاہلی شاعر ہے۔ بعض نے نابغہ^۸ جدیلہ کے بجائے ایک اور نابغہ ذبیانی شمار کیا ہے اور وہ ابن قتال بن یربوع ہے مگر اس کے اشعار کا کہیں پتا نہیں چلتا (سقط اللالی : ۵۸ ، ۷۹)

روایت ہے کہ ایک دن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ہم نشینوں سے کہا یہ شعر کس کا ہے :

حَلَفْتُ وَ لَمْ أَتُرْكْ لِنَفْسِكَ رَيْبَةً
وَ لَيْسَ وَ رَأَى اللّٰهَ لِلْمَرءِ مَذْهَبٌ

میں نے جو کچھ کہا ہے اللہ کی قسم کھا کر کہا ہے اور تمہارے لیے شک کرنے کی گنجائش نہیں رکھی - ظاہر ہے کہ انسان اللہ سے آگے جا بھی کہاں سکتا ہے

لَتَمِينٌ كُنْتُ قَدْ بُلِغْتُ عَنِّي جَنَائِةً
لَمْ بُلِغْكَ الْوَأَشِيءُ أَغْشُ وَ اكْذَبُ

اگر آپ کو میری نسبت کسی جرم کی اطلاع ملی ہے تو پہنچانے والا چغلیخور، بہت بڑا خائن اور بہت بڑا دروغ گو ہے

ہمنشینوں نے جواب دیا : اے امیر المؤمنین ! یہ تو نابغہ کے اشعار ہیں - حضرت عمر نے فرمایا : یہ تمہارا سب سے اعلیٰ شاعر ہے - اسی قصیدے میں اس کا یہ مشہور شعر ہے :

فَلَسْتُ بِمُسْتَبِقٍ أَخِيًّا لَا تَلْمُذُهُ
عَلَيَّ شَعْتٌ أَيْ الرِّجَالِ الْمُهَذَّبِ

(اگر) تو اپنے کسی بھائی کو کسی خرابی کی بنا پر معاف کر کے اس کی دوستی کو برقرار نہیں رکھنے والا (تو مجھے یہ بتا دے کہ) دنیا میں کون ایسا شخص ہے جو ہمہ تن مہذب ہو اور اس میں کوئی عیب نہ ہو

اور اس کا عمدہ شعر یہ ہے :

فَأَنْتَ كَتَبَ شَمْسٌ وَالْمُلُوكُ كَتَوَا كَيْبٌ
إِذَا طَلَعَتْ لَمْ يَبْدُ مِنْهُنَّ كَتَوَا كَيْبٌ

تو سورج ہے اور دیگر بادشاہ ستارے ، جب سورج طلوع ہوتا ہے تو ایک ستارہ بھی ظاہر نہیں ہوتا

[۳ : ۱۰۳] اس کے نفیس اور ناقابل فراموش اشعار میں سے یہ

شعر ہے

فَأِنْ يَكُ عَامِرٌ قَدْ قَاتَلَ جَهْلًا
فَأِنْ مَظِنَّةَ الْجَهْلِ الشَّبَابِ

اگر عامر نے کوئی جہالت کی بات کہہ دی ہے (تو کوئی عجب نہیں کیونکہ) جوانی مقامِ بدگمانی ہے

ہجو میں اس کا یہ شعر ہے :

وَ كُنْتُ أَمِينًا لَوْ لَمْ تَخُنْهُ
وَلَيْكِنْ لَا أَمَانَةَ لِلْإِيمَانِي

تُو اس کا امین تھا (اب بھی ہوتا) اگر تو نے خیانت نہ کی ہوتی لیکن ایمانی کبھی امین نہیں ہو سکتا

اور اس کی مشہور ضرب الامثال میں سے (چند) شعر یہ ہیں :

الْبِرُّ فُتْقٌ يُمْنٌ وَالْإِنْسَانُ سَعَادَةٌ
فَاسْتَأْنِ فِي أُمْرِ تُلَاقِ نَجَاحًا

نرم خوئی میں برکت ہے اور بردباری میں سعادت لہذا تو بردبار بن تو کامیاب ہوگا

وَالشَّيْءُ عَمَّا فَاتَ يُعْقِبُ رَاحَةً
وَلرُبَّ عَطْمَةٍ تَعُودُ ذُبَابًا

جو چیز ہاتھ سے نکل جائے اس سے مایوس ہو جانا انسان کے لیے آرام کا باعث ہو جاتا ہے۔ بہت سی حرص و آزار انسان کے لیے قاتل زہر ہوتی ہے :

فَمَا شَبَّاقٌ وَدُكٌ لِيَصْدُقَ وَلَا تَكُنْ
قَتَبًا يَعْضُ بِغَارِبٍ مِلْحًا حَا

دوست کے لیے اپنی دوستی برقرار رکھ اور کندھے کو کاٹنے اور زخمی کر دینے والا پالان نہ بن

اس کا لقب نابغہ اس کے اسی شعر کی وجہ سے پڑا :

فَقَدَّ نَبَغْتُ لَنَا مِنْهُمْ شُؤُونُ

(اور ان کی وجہ سے ہماری آنکھوں سے آنسو بہنے لگ گئے)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسے نابغہ اس لیے کہا گیا کہ اس نے بڑا ہونے کے بعد شعر کہنے شروع کیے۔ بعض کہتے ہیں کہ نابغہ کا لقب نَبَغْتِ الْحَمَامَةِ کے محاورے سے لیا گیا ہے جس کے معنی ہیں ”کبوتری نے گیت گایا“۔ ابن ولاد نے نَبَغَ الْمَاءُ (چشمے سے پانی پھوٹا) اور نَبَغَ بِالشَّعْرِ (اشعار اس سے پھوٹے) کے محاورے کا بھی ذکر کیا ہے گویا اس نے مراد یہ لی ہے کہ اس میں اشعار کا اس قدر مادہ پایا جاتا ہے کہ ختم نہیں ہونے کا جس طرح چشمے کا پانی منقطع نہیں ہوتا۔

۲ - اوس بن حجر الاسدی

[۳ : ۱۰۴] ابو عمرو بن العلاء کہتا ہے : اوس قبیلہ مضر کا صف اول کا شاعر مانا جاتا تھا۔ مگر نابغہ اور زہیر کے ابھرنے سے اس کی شہرت ماند پڑ گئی۔ زہیر اوس ہی کا راویہ تھا۔ اوس کے اچھے اشعار میں سے ایک مرثیہ کا یہ مطلع ہے :

أَيْتُهُمَا النَّفْسُ أَجْدِيَّيْ جَزَعَا
إِنَّ السَّذِيَّ تَحْذَرِيَّيْنِ قَدَّ وَقَعَا

اے نفس جزع جزع بطریق احسن کرو کیونکہ جس بات کا تجھے خوف تھا وہ تو واقع ہو چکی

۱ - اوس بن حجر بن معبد بن حزم - یہ بنی اسید بن عمرو بن تمیم میں سے تھا۔ ابو شریح اس کی کنیت ہے۔ یہ جاہلی شاعر ہے : (سمط الالی : ۲۹۰)۔

۲ - قصیدے کے لیے ملاحظہ ہو ذیل الامالی : ۳۴ - ۳۵ - یہ قصیدہ اوس نے فضالہ بن کلدہ کے بارے میں کہا تھا۔

عربوں کے بہاں مرثیے میں اس سے بہتر مطلع نہیں کہا گیا اس قصیدے کا ٹیپ کا شعر یہ ہے :

أَلَا لَمَتَعِي السَّدِي يَظُنُّ بِيَكَبِ
الظَّنُّ كَأَنَّ قَدْرَ أَيْ وَقَدِّ مَسْمِعًا

یہ وہ ذہین ذکی انسان تھا جو تمہارے متعلق سحض گمان بھی کرتا تو یوں ہوتا گویا اس نے آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سن لیا ہو

اور اس کی مشہور ضرب الامثال میں سے یہ شعر ہے :

فَأَنْتَ كَمَا يَأْتِي ابْنِي جَنَابٍ وَجِدْتُمْ
كَمَنْ دَبَّ يَسْتَخْفِي وَفِي الشَّحْلِ جُلْجُلٌ

اے جناب کے دو بیٹو! ہم نے تمہیں ایسا پایا جیسے کوئی چھپنے کے لیے رینگ کر جا رہا ہو درآنحالیکہ گلے میں گھنٹیاں ڈال رکھی ہوں

اور اس کا یہ شعر :

وَلَسْتُ بِبِخَابِي لِيَغْدِ طَعَامًا
حَيْذَ أَرَّغْدِ لِيَكُلُ غَدِ طَعَامُ

میں آئندہ کے خوف سے کھانے کو چھپا کر نہیں رکھنے کا کیونکہ ہر آنے والے دن کے لیے علیحدہ کھانا (اللہ نے لکھ رکھا ہے)

۵۔ بشر بن ابی خازم الأَسَدِي

اس کی مشہور امثال میں سے اس کا یہ شعر ہے :

أَلَمْ تَرَ أَنَّ طَوْلَ الْعَهْدِ يُشْلِي
وَيُنْسِي مِثْلَ مَانَسِيَّتِ جُدَامُ

۱۔ بشر بن ابی خازم عمرو بن عوف بن حمیر رَیّی - جاہلی اور قدیم

شاعر ہے - صف اول کے شعرا کے قریب آتا ہے - اسے اوس بن

باقی حاشیہ صفحہ ۳۰ پر

کیا تو نہیں دیکھتا کہ عرصہ دراز کے گزر جانے سے انسان عشق ترک کر دیتا ہے اور قبیلہ جزام کی طرح سب کچھ بھول جاتا ہے

[۱۰۵:۳] اور اس کا یہ شعر :

يَتَكُنُّ لَكَ فِي قَوْمِي قَوْمِي يَدُ يَشْكُرُ وَنَهَا
وَ اَيْدِي النَّدَى فِي الصَّالِحِينَ فُرُوضُ

یہ تمہارا میری قوم پر احسان ہوگا جس کا وہ شکر ادا کریں گے اور اچھے لوگوں کے ہاں سخاوت کے احسانات کا حق ادا کرنا ضروری ہوتا ہے

لوگوں میں جو یہ مشہور ہے ”الایادی فروض“ (احسانات واجب الادا ہوتے ہیں) یہ مقولہ اسی شعر سے لیا گیا ہے اور مرتے وقت جو اشعار اس نے کہے ہیں ان میں یہ اشعار بھی تھے :

تُسَائِلُ عَنِّ اَبِيْهَا كَلَّ رَكْبُ
وَ لَمَّ تَعَلَّمُ بِيَانِ السَّهْمِ صَابَا

یہ ہر قافلے سے اپنے باپ کے متعلق دریافت کرتی ہے اور اسے یہ معلوم نہیں کہ ایک تیر اترا اور اسے لگ گیا

صفحہ ۲۹ کا بقیہ حاشیہ

حارثہ بن لام الطائی مشہور سخی کی ہجو کہنے کے لیے رشوت دی گئی تو اس نے اس کی ہجو میں پانچ قصائد کہے۔ اس کے بعد یہ اس کے ہتھے چڑھ گیا مگر اس نے اس پر مہربانی کی اور چھوڑ دیا، انعام بھی دیا۔ اس پر بشر نے اس کی مدح میں پانچ مدحیہ قصائد کہے۔ اس نے ابناء پر غارت ڈالی اور بنی وائلہ کے ایک نوجوان نے اسے نشانہ تیر بنایا جس سے اس کی موت واقع ہو گئی۔ (حاشیہ سمط اللالی : ۶۶۴ - ۶۶۵)

فَرُّجِي الْخَيْثُورَ وَانْتِظِرِي أَيَّابِي

إِذَا مَا الثَّقَارِظُ الْعَنْزِيُّ أَبَا

بیٹی ! تو نیک امید رکھ اور قبیلہٴ عنزہ کے قرض کے پتے
جھاڑنے والے کے واپس آنے تک سیری واپسی کا
انتظار کر

اور دونوں قارظوں (قرظ کے پتے جھاڑنے والوں) کا قصہ

مشہور ہے -

۶ - الأَفْوَهُ الأُودِي

یہ جاہلیت کے داناؤں میں سے تھا

اس کی مشہور امثال میں سے اس کا یہ شعر ہے :

إِنَّمَا نِعْمَةٌ قَوْمٍ مُتَّعَةٌ

وَحَيَاةُ الْمَرْءِ ثَوْبٌ مُسْتَعَارٌ

لوگوں کی روزی صرف اسی قدر ہے جس سے وہ تھوڑے عرصے
کے لیے فائدہ اٹھا لیں انسان کی زندگی ایک مستعار لیے ہوئے کپڑے
کی طرح ہے :

وَ لَيْسَ الْيَهُ الْأَلُّ لِلْقَوَى

وَ مُدَى قَدْ تَجْتَلِيهَا وَ شِفَارٌ

۱ - قرض ایک درخت ہے جس کے پتے رنگنے کے کام آتے ہیں - قبیلہٴ عنزہ
کے دو شخص یذکر بن عنزہ اور رہم بن عامر قرض کے پتے لینے
کے لیے گئے تھے مگر پھر واپس نہیں آئے -

۲ - أفوه کا اصلی نام صلاہ بن عمرو بن مالک بن الحارث اودی ہے - ابو
ربیعہ اس کی کنیت ہے - قدیم جاہلی شاعر ہے - بعض کہتے ہیں کہ
اس نے مسیح علیہ السلام کا زمانہ پایا جو صحیح نہیں ، اس کے
ہونٹ موٹے اور دانت نکلے ہوئے تھے اسی لیے اسے أفوہ کہا گیا :

(سمط اللالی : ۳۶۵ ، ۸۴۴) -

[۳ : ۱۰۶] اس کی راتیں جسمانی قوی کے لیے خنجروں ، چھریوں اور لغدوں کا کام کرتی ہیں اور تو انہیں دیکھ رہا ہے

وَصُرُوفُ السَّهْرِ فِيهِ أَطْبَاقُهُ
خِلْفَةٌ فِيهَا ارْتِفَاعٌ وَانْحِدَارٌ

زمانے کی گردشیں مختلف طبقوں میں یکے بعد دیگرے آتی ہیں اور ان میں نشیب و فراز ہوتا ہے

وَبَيْنَمَا النَّاسُ عَلَيَّ عَالِيَاءَ
إِذْ هَوَوْا فِي هَوَاةٍ مِنْهَا فَغَارُوا

ابھی لوگ اس کی بلندی پر ہوتے ہیں کہ یکایک اس کے گڑھے میں گرتے ہیں اور پستی کو چلے جاتے ہیں

یہ بھی اسی کے اشعار ہیں ان میں بلیغ حکمت پائی جاتی ہے :

وَالسَّبِيحُ لَا يُبْتَنِي إِلَّا عَمَدِي عَمَدِي
وَلَا عِمَادَ إِذَا لَمْ تَرَسْ أَوْ تَنَادِ

خیمے کی بنا عمودوں پر ہی ہوتی ہے اور اگر کھونٹے نہ گاڑے جائیں تو عمود بھی کھڑے نہیں ہو سکتے

فَتَانُ تَجْمَعُ أَوْ نَادِ وَأَعْمِدَةٌ
وَسَاكِينُ بَلَسْغُوا إِلَّا مَرَّ السَّيِّدِ كَنَادُوا

لہذا اگر کھونٹے عمود اور رہنے والے جمع ہو جائیں تو وہ اپنے مطلوبہ امر تک پہنچ جائیں گے

لَا يَصْلُحُ النَّاسُ فَوْضِي لَأَسْرَاةَ لَهُمْ
وَلَا سَرَاةَ إِذَا جُهِتَ لَهُمْ سَادُوا

جس قوم کا کوئی سردار نہ ہو اور سب اپنے آپ کو یکساں خیال

۱ - ان اشعار کے لیے ملاحظہ ہو امالی : ۲ : ۲۲۱ - ۲۲۲ -

کریں اس کی اصلاح نہیں ہو سکتی اور جب قوم کے جاہل لوگ سردار بن جائیں تو پھر ان کا کوئی سردار نہیں ہو سکتا

إِذَا تَوَلَّيْتُمْ سِرَّاتِ النَّاسِ أَمْشِرْهُمْ
نَمَّا عَلَيَّ ذَاكَ أَمْشِرُ الشُّومِ فَتَارُادُوا

جب سردار لوگوں کے ہاتھ میں قوم کی باگ ڈور ہو تو قوم میں نشو و نما ہوتی ہے اور قوم بڑھتی ہے

تُهْدَى الْأُمُورُ بِأَهْلِ الرَّأْيِ مَتَّصِلُحَتَّ
فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَبِئْسَ الْأَشْرَارُ تَنْقَادُ

جب تک اہل رأی درست رہیں ان کے ذریعے امور کی راہنمائی جاری رہتی ہے اور اگر ان کی حالت بدل جائے تو لوگ اشرار کی اطاعت کرنے لگتے ہیں

أَمَارَةُ الْغَنِيِّ " أَنْ يُسَلِّقِيَ الْجَمِيعُ لِدَى
الْأَبْرَامِ لِشَلَامِشِرِّ وَالْأَذْنَابِ أَكْتَادُ

گمراہی کی علامت یہ ہے کہ کسی کام کو طے کرنے کے وقت سب کے سب موجود ہوں اور نچلے درجے کے لوگ بلند مرتبہ ہو جائیں

كَيْفَ الشَّرَّادُ إِذَا مَا كُنْتُمْ فِيهِ نَفَرِ
لَهُمْ عَنِ الشَّرَّادِ أَغْشَالُ وَ أَقْيَادُ

۱ - یہ شعر بلوغ الارب میں یوں ہے :

أَمَارَةُ الْغَنِيِّ " أَنْ تَسْلُقِيَ الْجَمِيعَ لِدَى الْأَبْرَامِ لِشَلَامِشِرِّ وَالْأَذْنَابِ أَكْتَادُ

اور امالی (۲ : ۲۲۲) میں یوں ہے :

أَمَارَةُ الْغَنِيِّ " أَنْ يُسَلِّقِيَ الْجَمِيعُ لِدَى
الْأَبْرَامِ لِشَلَامِشِرِّ وَالْأَذْنَابِ أَكْتَادُ

میں نے تصحیح کر کے ترجمہ کیا ہے - یہ قصیدہ مکمل کہیں

نہیں ملتا متفرق اشعار ہی ملتے ہیں (سمط اللالی : ۸۴۴) -

جب تو ایسے لوگوں میں ہو جن کے گلے میں ہدایت کی طرف جانے سے روکنے کے لیے طوق اور پاؤں میں بیڑیاں پڑی ہوئی ہوں تو پھر راہ ہدایت کیسے حاصل ہو سکتی ہے

أَعْطَوْا غُورَاتِهِمْ، جَهْلًا مَقَادَتَهُمْ
فَكَوَلَّوهُمْ فِي حَيْبَالِ الْغَيْبِ مَسْقَادًا

انہوں نے اپنی جہالت کی وجہ سے اپنی قیادت گمراہ لوگوں کے ہاتھ میں دے رکھی ہو چنانچہ سب کے سب گمراہی کی رسیوں میں پڑے اطاعت کیے جا رہے ہوں
یہ اشعار نہایت ہی بلیغ اشعار میں سے ہیں :

۷۔ 'عبید بن الابرص

[۳: ۱۰۷] قدیم جاہلی شاعر ہے یہ فصیح و بلیغ اور عربوں کے صف اول کے شعرا میں سے تھا۔ اس کی مشہور امثال میں سے اس کے یہ اشعار ہیں :

مَنْ يَسْأَلِ النَّاسَ يُحْرِمُوهُ
وَ سَائِلُ اللَّهِ لَا يَخِيْبُ

جو لوگوں سے مانگے گا لوگ اسے محروم رکھیں گے ، اللہ سے مانگنے والا ناکام نہیں رہتا

وَ كَيْلُ ذِي غَيْبَةٍ يَتَوُّبُ
وَ غَائِبُ السَّمَوَاتِ لَا يَتَوُّبُ

ہر غائب ہو جانے والا لوٹ آتا ہے اور موت کا غائب لوٹ کر نہیں آتا

۱۔ عبید بن الابرص بن جشم بن عامر الہمدی جاہلی شاعر ہے۔ ابو دودان اور ابو زیاد اس کی کنیت ہے۔ اسے جذیمة الابرص نے اپنے یوم بؤس کے روز قتل کیا تھا۔

اور اس کا یہ شعر :

أَلْخَيْشِرُ يَبْقَىٰ وَإِنْ طَالَ الزَّمَانُ بِهِ
وَالشَّرُّ أَخْبَثُ مَا أَوْ عَيْتُ مِّنْ زَادٍ

نیکی باقی رہ جاتی ہے خواہ کتنی مدت ہی کیوں نہ گزر جائے۔ جو
زاد تو محفوظ رکھتا ہے اس میں سے بدترین زاد شر ہے

اور اس کا یہ شعر :

أَلْخَيْشِرُ لَا يَسْأَتِيْ عَسَىٰ عَجَلٌ
وَالشَّرُّ يَسْبِقُ سَيْلُهُ مَطَرَهُ

بھلائی جلدی سے نہیں آیا کرتی حالانکہ شر کا سیلاب اپنی بارش سے
بھی آگے نکل جاتا ہے

۸ - المرقش

یہ جاہلیت کے دقیق النظر شعرا میں سے تھا۔ اس کی مشہور امثال

میں سے اس کے یہ اشعار ہیں :

وَمَنْ يَلْتَقِ خَيْرًا يَجْمِدُ النَّاسُ أَمْرَهُ
وَمَنْ يَغْوِ إِلَّا يَعْذَمُ عَلَيَّ الْغَيِّ لَا لِيَمَا

۱ - مرقش دو ہیں ، مرقش اصغر اور مرقش اکبر۔ اکبر کا نام عوف

بن سعد بن مالک بن ضُبَيْعِہ بن قیس بن ثعلبہ ہے۔ ابواسماء عوف

اس کا چچا تھا۔ اسی کے نام پر اس کا نام مرقش پڑا۔ بعض نے اس کا

نام ربیعہ بن سعد دیا ہے۔ یہاں مراد مرقش اصغر سے ہے۔ اکبر اصغر

کا چچا تھا اور اصغر کا نام عمر بن حرملة بن سعد ہے اور یہ طرفہ بن

العبد کا چچا تھا۔ اصغر کی عمر بھی زیادہ لمبی ہوئی اور شاعری میں

بھی اسے اکبر پر فضیلت حاصل ہے (مقط اللالی : ۸۷۳ - ۸۷۴)

۲ - غَوِي بِمَعْنَى خَابَ : ناکام رہنا۔ مجد بمهجة ائری لکھتے ہیں کہ مرقش

کا اپنی محبوبہ فاطمہ بنت المنذر کے ساتھ ایک واقعہ ہوا تھا اسی کے

متعلق اس نے یہ اشعار کہے تھے۔

جس شخص کو کوئی بھلائی حاصل ہو جائے لوگ اس کے کام کی تعریف کرتے ہیں اور جو ناکام رہ جائے تو اس کی ناکامی پر لوگ اسے ملامت کرتے ہیں

[۱۰۸:۳] أَخْوُوكَ الذِّيَ إِنْ أَحْرَجَتْكَ مُؤِمَّةٌ
مِنَ الدَّهْرِ لَمْ يَبْرَحْ لَهَا الدَّهْرُ وَاجِمَا

تمہارا بھائی دراصل وہ ہے کہ اگر کوئی مصیبت تجھے تنگی میں ڈال دے تو وہ اس کی وجہ سے ہر وقت غمزد، اور خاموش رہے

وَلَيْسَ أَخْوُوكَ بِالَّذِي إِنْ تَشَعَّبَتْ
عَلَيْكَ أُسُورٌ ظَلَّ يَلْحَاكَ دَائِمًا

وہ شخص تمہارا بھائی نہیں ہے کہ اگر تمہارے معاملات منتشر ہو جائیں تو وہ تجھے ہر وقت ملامت کرتا رہے

۹ - مہلہل اور اس کا نام ربیعہ ہے

یہ پہلا شخص ہے جس نے عمدہ اشعار کہے۔ اسی بنا پر اسے مہلہل کہا گیا۔ اس کی مشہور امثال میں سے اس کا ایک شعر یہ ہے۔ یہ مسافرت کی حالت میں تھا کہ کسی نے اس سے اس کی بیٹی کا رشتہ مانگا تھا۔

لَسَوْ بِأَبَانِيْنَ جَاءَ يَخْطِبُهَا
ضُرْجَ مَا أَنْفُ خَطِيبِ بِيَدَمِ

اگر ابانین میں یہ رشتہ مانگنے والا آتا تو اس رشتہ مانگنے والے کی ناک خون آلود کر دی جاتی

۱ - بسوس کی جنگ کے بعد جب بالآخر مہلہل کو شکست ہوئی اور وہ جان بچانے کے لیے قبائل میں پھر رہا تھا اس وقت اس سے لڑکی کے رشتے کا مطالبہ کیا گیا اور مہلہل کو مجبور ہو کر ماننا پڑا۔ اس وقت اس نے یہ شعر کہا تھا۔

اور اس کا یہ شعر :

قَرَّ بِنَا مَرَّ بِيَطَ النَّعَمَامَةَ مِينِيَّيْ
لَقِيحَتْ حَرَبُ وَايِلِ عَن حِيَالِ

نعامہ گھوڑی کے باندھنے کی جگہ میرے قریب کر دو کیونکہ وائل
کی جنگ ایک بار حمل قبول نہ کرنے کے بعد حاملہ ہو گئی ہے

لَمْ أَكُنْ مِّنْ جُنَّاتِيهَا عَلِيمَ اللّٰهِ
وَ أَنْسِيْ بِحَرَبِيْهَا الْيَوْمَ صَالِ

اللہ جانتا ہے کہ میں جنگ کرنے کا مجرم نہ تھا مگر آج میں بھی
اس جنگ کی آگ تاہوں گا

اور اپنے بھائی کلیب بن وائل کے مرثیے میں اس کے یہ اشعار :

نُبِّيْتُ أَنْ النَّارَ بَعْدَ كَبِّ أَوْ قِدَّتْ
وَ اسْتَبَّ بَعْدَ كَبِّ يَا كَلَيْبُ الشَّمَجَلِسُ

مجھے خبر دی گئی ہے کہ تیرے بعد آگ جلائی گئی اور تیرے
بعد اہل مجلس نے ایک دوسرے کو گالیاں دیں

وَ تَكَلَّمُوا فِيْ أَمْرِ كَلِّ عَظِيْمَةٍ
لَوْ كُنْتُمْ شَاهِدَةً هُمْ بِهَا لَمْ يَنْشَبُوا

اور ہر بڑی بات میں (مداخلت کرتے ہوئے) انہوں نے بات کہی اگر تو
وہاں موجود ہوتا تو وہ ایک کلمہ نہ کہہ سکتے (کلیب کی آگ کے ہوتے
کوئی آگ نہ جلا سکتا تھا، کلیب کی موجودگی میں کسی کے لب نہ ہلتے تھے)

۱۰ - الاسود بن يعفر

اس کا بہترین قصیدہ یہ ہے:

نَامَ الشُّخْلِيُّ وَ مَسَا أُحَيْسُ رُقَادِي
وَ الْهَمُّ مِحْتَضِرٌ لَسَدِي وَ مَسَادِي

۱ - الاسود بن يعفر (ينصر) کی طرح بھی اور برثن کی طرح بھی) بن
عبد الاسود - جاہلی شاعر ہے اور بنی نہشل بن دارم میں سے ہے -
اس کی کنیت ابو الجراح اور ابو نہشل ہے -

جو شخص عشق میں مبتلا نہیں وہ (مزے کی نیند) سو رہا ہے لیکن
میں نیند محسوس ہی نہیں کر رہا غم میرے بستر پر چھایا ہوا ہے
اس قصیدے میں یہ مشہور اشعار ہیں جو ضرب المثل کے طور پر
پیش کیے جاتے ہیں اور یہ اشعار اس نے سرداروں کے فنا ہو جانے اور
ان کے بعد ان کے گھروں کے خالی ہو جانے کے متعلق کہے ہیں - وہ
یہ ہیں :

مَاذَا أَوْمَيْتَ بَعْدَ آلِ مُحَرَّقٍ ۱
تَرَ كُؤُومًا مِّنَازِلَهُمْ وَ بَعْدَ إِيَادٍ

آل محرق اور ایاد کے بعد جو اپنی منزلوں کو چھوڑ کر چلے گئے
میں کیا امید رکھ سکتا ہوں

أَهْلُ الْخَوْرَنْقِ ۲ وَالسَّديْرِ ۳ وَبَارِقِ
وَالْقَصْرِ ذِي الشُّرُفَاتِ مِّنْ سِنْدَادٍ

یہ لوگ خورنق ، سدیر اور بارق کے مالک تھے نیز سنداد کے
کنگروں والے محل کے

نَزَلُوا بِأَنْشِقِرَةَ يَسِيْلُ عَلَيْهِمُ
مَاءُ الْفُرَاتِ يَجِيءُ مِّنْ أَطْوَادٍ

[۳ : ۱۱۰] یہ لوگ انقرہ میں جا کر اترے پہاڑوں سے آ کر فرات کا
پانی ان پر بہتا تھا

۱ - محرق : امرؤ القیس بن عمرو بن عدی اللخمی سے مراد ہے اور یہی
محرق اکبر ہے -

۲ - خورنق عراق میں نعمان بن المنذر کے ایک محل کا نام ہے ، سدیر :
حیرہ کی جانب ایک نہر کا نام ہے اور بعض خورنق کے قریب ایک
محل کا نام بتاتے ہیں - بارق : عراق میں بصرہ اور قادسیہ کے درمیان
ایک چشمہ تھا اور سنداد ، نہر کا نام ہے ، بعض ایک مقام اور
بعض محل کا نام بتاتے ہیں -

أَرْضٌ تَخْتِيرُهَا لِيَطِيبَ مَقِيلِهَا
كَعَبْ بْنِ مَامَةَ وَابْنِ أُمِّ دُوَادِ

یہ وہ زمین ہے جسے کعب بن مامہ اور ابن ام دواد نے اس لیے
منتخب کیا تھا کہ یہاں دوپہر کی نیند لطف دیتی تھی

جَرَّتِ الرِّيحُ عَنِّي مَحَلِّ دِيَارِهِمْ
فَكَأَنَّهُمْ كَانُوا عَنِّي مِشْعَادِ

ان کے گھروں کے مقام پر ہوائیں چلیں یوں گویا کہ انہوں نے پہلے
سے وعدہ کر رکھا تھا

وَلَقَدْ غَنَوْنَا فِيهَا بِإِنْعَامِ عَيْشَتِهِ
فِي ظِلِّ مُلْكٍ ثَابِتٍ الْوَتَادِ

یہ لوگ یہاں نہایت ناز و نعمت کی زندگی میں رہے اور انہوں نے
مضبوط پختہ بنیاد ملک کے سایے میں زندگی گزاری

فِي إِذِ النَّعِيمِ وَكُلِّ مَا يُلْهِي بِهِ
يَوْمًا يَصِيرُ إِلَى بَيْلِي وَنَفَادِ

(مگر یہ خیال نہیں ہوتا کہ) یہ ناز و نعمت اور ہر وہ چیز جس سے
انسان دل بہلاتا ہے ایک نہ ایک دن بوسیدہ اور ختم ہو جائیں گے

۱۱ - طرفہ بن العبد

یہ قصیدے کے اعتبار سے بہترین شاعر ہے - معلقہ کے علاوہ بھی
اس کے جو اشعار ہیں اچھے ہیں - راویوں کے پاس اس کے اور عبید کے

۱ - طرفہ بن العبد بن سفیان بن سعد بن مالک بن ضبیعة بن قیس بن
ثعلبہ بن عسکابہ بن صععب بن علی بن بکر بن وائل جاہلی شاعر ہے -
بعض راوی کہتے ہیں کہ اس کا نام عمرو تھا اور ایک شعر کی
وجہ سے جو اس نے کہا تھا طرفہ لقب پڑ گیا - اس کی کنیت کسی
نے ابو عمرو ، کسی نے ابونضله اور کسی نے ابو اسحاق بتائی
ہے - بکری نے لکھا ہے کہ یہ بیس سال کی عمر میں قتل ہوا -
اسی لیے یہ ابن عشرین کے نام سے مشہور ہے - بکری نے اس کے
قتل کا مختصر سا قصہ دیا ہے (سمط اللالی : ۳۱۹ ، ۳۰۱) -

شعرا میں سے تھوڑے سے اشعار کے سوا کچھ نہیں پایا جاتا۔ اسے چھبیس سال کی عمر میں مار ڈالا گیا۔ عمرو بن ہند نے جو حیرہ کے بادشاہوں میں سے تھا اسے قتل کروایا تھا۔ ابن قتیبہ نے کتاب الشعر و الشعرا میں اس کا قصہ بیان کیا ہے۔ اس قصے کو یعقوب بن السکیت نے اس کے دیوان کی شرح میں اس سے زیادہ تفصیل سے تحریر کر دیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ طرفہ نے جو سب سے پہلے اشعار کہے ان کا معاملہ یہ ہے کہ یہ ایک بار اپنے چچا کے ساتھ سفر کے لیے نکلا اور اس نے جال لگایا (مگر کوئی پرندہ نہ پھنسا) جب وہاں سے روانہ ہونے کا ارادہ کیا تو یوں کہا :

يَا لَيْلِكَ مِثْنٌ قُبْرَةٌ بِمَعْمَرٍ
خَلَا لَيْلِكَ الْجَوْ فَبَيْضِي وَأَصْفِيرِي^١

اے معمر کے مقام کے چنڈول فضا خالی ہے (مزمے سے) انڈے دے جا اور گائے جا

وَنَقِيرِي^١ مَا شِئْتَ أَنْ تَنْقِيرِي^١
قَدْ رُفِعَ الْفَيْحُ فَمَاذَا تَحْذِرِي^١

[۳ : ۱۱۱] جب تک تیری مرضی ہو دانہ چگتا رہ اب تو جال اٹھا لیا گیا ہے لہذا تجھے اب کس بات کا ڈر ہے

لَا بُدَّ لَوْ مَا أَنْ تَصَادِي فَاصْبِرِي^١

ایک نہ ایک دن تجھے شکار کر ہی لیا جائے گا۔ لہذا صبر کر

اور اس کی یہ ضرب المثل زمانہ بھر میں مشہور ہے :

۱ - مجد بہجہ نے اس لفظ کے معنی نہیں سمجھے چنانچہ لکھتے ہیں :
التنقير : البحث و الطلب و قيل التنقير : تسوية الطائر لعشه مگر
ان میں سے کوئی معنی یہاں چسپاں نہیں ہوتے صحیح معنی ہیں
نَقَّرَ الطَّائِرُ لِحَبِّ : لَقَطَطَهُ مِنْ هُنَا وَ هُنَا وَ نَقَّرَ الطَّائِرُ
الْحَبَّ بِمَعْنَى نَقَرَهُ -

سَتَّبِدِي لَكَ الْاِيَّامُ مَا كُنْتَ جَاهِلًا
وَايَّا نَيْكَ بِيَا لَخَبَارِ مَنْ لَمْ تَزَوِّدْ

زمانہ عنقریب ان امور کو جن سے تو ناواقف ہے تیرے سامنے ظاہر
کر دے گا اور وہ لوگ تمہارے پاس خبریں لے کر آئیں گے جن کو
تو نے زاد راہ بھی نہیں دیا ہوگا

اور دوستوں کی مذمت میں اس کی یہ مثالیں ہیں :

كُلُّ خَلِيلٍ كُنْتُ خَالَتُهُ
لَا تَرَكَتُ اللَّهَ لَهْ وَاَضِحَتْ

ہر دوست جس سے میں نے دوستی لگائی خدا اس کا کوئی دانت نہ
رہنے دے

كُلُّهُمْ اَرْوَعٌ مِّنْ ثَعْلَبٍ
مَا اَشْبَهَ اللَّيْلَةَ بِالسَّارِحَةِ

سب کے سب لومڑ سے بھی زیادہ مکار ہیں اور سب ایک ہی تھیلی
کے چٹے بٹے ہیں

اس کی وہ مثال جو اس نے عمرو بن ہند کے ضمن میں بیان کی قابل
ذکر ہے

اَبَا مُنْذِرٍ اَفْنَيْتَ فَاَسْتَبَقِي بَعْضَنَا
حَنَانِيكَ بَعْضُ الشَّرِّ اَهُوْنَ مِّنْ بَعْضِ

اے ابو منذر تو نے ہمیں فنا کر دیا ہے ہمارے کچھ آدمیوں کی تو
جان بخشی کر۔ ان پر سہربانی کیے جا کیونکہ بعض برائیاں بعض
برائیوں سے کم درجے کی ہوتی ہیں

اور اس کا یہ قول (بھی لائق توجہ ہے)

قَدْ يَبْعَثُ الْاَشْرَ الْعَظِيمِ صَغِيرُهُ
حَتَّى تَطْلُ لَهْ الدِّمَاءُ تَصَبَّبُ

بعض اوقات معمولی معمولی باتوں سے بڑی بڑی مصیبتیں اٹھ کھڑی ہوتی ہیں یہاں تک کہ اس کی وجہ سے خون بھی بہنے لگ جاتے ہیں

[۳ : ۱۱۲] اسی طرح اس کا یہ قول :

وَ اَعْلَمُ عِلْمًا لَيْسَ بِالظَّنِّ اَنْتَه
اِذَا ذَلَّ مَوْلَى السَّمْرِ فَهَوَّ ذَلِيلٌ

مجھے یقینی طور پر معلوم ہے اور یہ محض ظن و گمان نہیں ہے کہ جب کسی انسان کا چچا زاد بھائی ذلیل ہو جائے تو وہ خود بھی ذلیل ہو جاتا ہے

وَ اِنْ لِسَانَ الْمَرْءِ مَسَّ لَتْمٌ تَكُنْ لَه
حَصَاةٌ عَلَيَّ عَوْرَاتِهِمْ لَتَدَلِيلٌ

اور جب کسی انسان میں عقل نہ ہو تو اس کی زبان اس کی برائیوں کی طرف رہنمائی کرتی ہے

۱۲ - جریر بن عبدالمسیح جو المثلّمس کے نام سے مشہور ہے

یہ ایک مشہور شاعر اور بلیغ انسان ہے جس کا اکثر ذکر کیا جاتا ہے - حزم و احتیاط کے متعلق اس کی مشہور مثل یہ ہے

۱ - جریر بن عبدالمسیح بن عبداللہ - یہ بنی ضبیعہ بن ربیعہ بن نزار بن معد بن عدنان میں سے ہے - اسے مثلّمس اس کے اس شعر کی وجہ سے کہا گیا :

فَهَذَا اَوْ اَنْ الْعَيْرُضِ حَتَّى ذُبَابُهُ
زَنَابِيْرُهُ وَالْاَزْرَقُ الْمُتَمَلِّسُ
ابو عبداللہ اس کی کنیت ہے - طرفہ کا چچا تھا -

قَلِيلٌ الْمَالِ تَصْلَحُهُ، فَيَبْقَى
وَلَا يَبْقَى الْكَثِيرُ عَلَى الْفَسَادِ

مال خواہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو مگر اگر اس کی اصلاح کی جائے تو
باقی رہ جاتا ہے مگر فساد کے ہوتے ہوئے مال کثیر بھی باقی نہیں
رہ سکتا

وَحِفْظُ الْمَالِ خَيْرٌ مِنْ بُغَاةٍ
وَجَوْلٍ فِي الْبِلَادِ بِغَيْرِ زَادٍ

مال کی تلاش کرنے اور دنیا میں بغیر زاد کے دوڑتے پھرنے سے بہتر
یہ ہے کہ انسان مال کو محفوظ رکھے

اور اقربا کی غلطیوں سے چشم پوشی کرنے کے متعلق اس کے

یہ اشعار :

وَلَوْ غَيْرُ أَخٍ وَالْيَئِ أَرَادُوا نَقِيصَتِي
جَعَلْتُ لَهُمْ فَوْقَ الْعَمْرَانِيْنَ مَيْسَمًا

اگر میرے ماموؤں کے علاوہ کوئی اور مجھے ذلیل کرنا چاہتا تو میں
ان کی ناکوں کے اوپر نیزہ داغ دیتا

وَمَا كُنْتُ إِلَّا مِثْلَ قَطِيعٍ كَفَّيْهِ
بِكُفِّ لَهْ، أَخْرَى فَاصْبَحَ أَجْدَمًا

اور میری مثال اس شخص کی سی ہوتی جس نے اپنے ایک ہاتھ سے
دوسرا ہاتھ کاٹ ڈالا ہو اور وہ لنجا ہو گیا ہو

۱ - مجھ بہجہ اثری نے اس کے معنی یوں کیے ہیں : میں ان کی ایسی
ہجو کہتا جس کا داغ زائل نہ ہوتا - مگر میرے نزدیک
یہ تشریح درست نہیں کیونکہ یہاں چشم پوشی کا ذکر ہے اور
اس کی ضد سزا ہی ہو سکتی ہے اور اگلے شعر سے ہمارے خیال
کی تائید ہوتی ہے -

اور اپنے آپ کو ذلیل ہونے سے بچانے کے متعلق اس کا یہ شعر ہے :

وَلَا يُقِيمُ عَلَيَّ ذُلًّا يُرَادُ بِهِ
إِلَّا الْإِنِّ ذَلَّانِ عَيْشُ الْحَيِّ وَالشُّوتَيْدُ

دو چیزوں کے سوا - ایک قبیلے کا گدھا اور دوسرا کھونٹا - کوئی چیز اس ذلت و خواری پر قائم نہیں رہنا چاہتی جو اس کے ساتھ کی جاتی ہے

هَذَا عَلَيَّ الشُّخْشَفِ مَرَبُوطٌ بِيْرْمَتِيهِ
وَذَا يُشَجُّ فَلَا يَرْتِي لَهْ أَحَدٌ

[۳ : ۱۱۳] یہ (یعنی گدھا) باوجود ذلت کے رسی سے بندھا رہتا ہے اور اس کا (یعنی کھونٹے کا) سر کوٹا جاتا ہے اور کسی کو اس پر رحم نہیں آتا

۱۳ - علقمہ بن عبدہ

یہ اشعار اس کے بہترین اشعار میں سے ہیں :

فَأِنْ نَسَّأَ لُو نِي بِالنِّسَاءِ فَأَنْنِي
بَصِيْرُ بِيَادِوَاءِ النِّسَاءِ طَبِيْبُ

۱ - علقمہ بن عبّدہ بن النعمان بن قیس - یہ بنی ربیعہ بن مالک بن زید مناة بن تمیم میں سے تھا - اس کی کنیت کا کہیں ذکر نہیں آیا - اس نے امرؤ القیس شاعر مشہور کے ساتھ شعر گوئی میں مقابلہ کیا تھا اور امرؤ القیس کی بیوی منصف بنی تھی اور اس نے علقمہ کے حق میں فیصلہ دیا تھا - اس پر امرؤ القیس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی اور پھر علقمہ نے اس سے شادی کر لی تھی - اسی وجہ سے اسے الفحل کا لقب دیا گیا - فرزدق کہتا ہے :

والفحل علقمة الذي كانت له حلل الملوک كلامه يتنحل

علقمہ کا بھائی شاس دو بیٹے خالد اور علی اور ایک پوتا عبدالرحمن بن علی بن علقمہ سب شاعر تھے -

اگر تم مجھ سے عورتوں کے متعلق پوچھو تو میں عورتوں کی بیماریوں کو بھی جانتا ہوں اور علاج کو بھی

إِذَا شَابَ رَأْسُ الْمَرْءِ أَوْ قَلَّ مَالُهُ،
فَلَيْسَ لَهُ فِي وَدَّهِينَ نَصِيْبُ،

جب کسی انسان کا سر سفید ہو جائے یا اس کا مال کم ہو جائے تو پھر ان کی دوستی میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہو سکتا

يُرْدُنَ تَرَءَا السَّمَالَ حَيْثُ عَايَمُنَهُ،
وَشَرَّخُ الشَّبَابِ عَيْنِدَهُنَّ عَجِيْبُ،

یہ دولت چاہتی ہیں جہاں بھی انہیں اس کا علم ہو جائے اور ابھرتی جوانی ان کے نزدیک ایک عجیب کیفیت رکھتی ہے

اس کے ایک اور قصیدے کے یہ اشعار بھی عمدہ ہیں :

وَ كَلُّ حَيْصُنٍ وَإِنْ دَامَتْ سَلَامَتُهُ،
عَلَى دَعَائِمِهِمْ لَا بُدَّ مَهْدُوْمُ،

ہر قلعہ خواہ وہ کتنا ہی عرصہ محفوظ و سلامت رہے ایک نہ ایک دن اس کا اپنے ستونوں پر گر پڑنا ضروری ہے

وَمَنْ تَعَرَّضَ لِالْغَيْرِ بَانَ يَزْجُرُهُمَا
عَلَى سَلَامَتِهِمْ لَا بُدَّ مَشْهُوْمُ،

جو شخص اپنی سلامتی کے لیے کڑوں سے فال لینے کی خاطر انہیں اڑائے گا وہ یقیناً بد بخت ہوگا

وَمُطْعَمُ الْغُنْمِ يَوْمَ الْغُنْمِ مُطْعَمُهُ،
أَنْشَى تَوَجُّهًا وَالْمَجْرُومُ مَجْرُومُ،

جسے غنیمت کا مال کھلایا جاتا ہے اسے غنیمت کے دن خواہ وہ کہیں بھی چلا جائے اپنا کھانا مل جائے گا مگر (قسمت کا) محروم ، محروم ہی رہتا ہے (کہیں بھی ہو)

وَ كَيْلٌ قَوْمٍ وَ إِنِّ عَزَّوَالِاَ وَ إِن كَثُرُوا
عَرِيْفُهُمْ بِيَاثَا فِي الشَّرِّ مَرَّ جُومِ

ہر قوم کے سردار کو خواہ وہ قوم کتنی ہی طاقتور اور کثیر التعداد کیوں نہ ہو دیگ کے پتھر مارے ہی جاتے ہیں

۱۲ - 'ابو دؤاد الیادی

[۳ : ۱۱۴] کسی نے حطیثہ سے دریافت کیا کہ بہترین شاعر کون ہے تو اس نے کہا : جس کے یہ اشعار ہیں :

لَا أَعْدُوَ إِلَّا قُتَارَةَ عُدْمَاً وَلَكِنْ
فَقَدُّ مَنِّ قَدْرُ زَيْتُنَةٍ الْإِعْدَامِ

میں مال کے کم ہو جانے کو مفلسی شمار نہیں کرتا بلکہ مفلسی تو ان لوگوں کا نہ ہونا ہے جن کے مرنے سے مجھ پر آفت ٹوٹی

مِنْ رِجَالٍ مِّنَ الْإِقَارِبِ بَادُوا
مِنْ حَذَاقٍ هُمُ الرُّؤُوسُ الْكِرَامِ

یہ لوگ حذاق کے خاندان سے تھے اور میرے رشتہ دار تھے جو ہلاک ہو گئے اور یہی لوگ سردار اور شرفا تھے

فَعَلَّتْهُ إِثْرُهُمْ تَسَاقِطُ نَفْسِي
حَسْرَاتٍ وَ ذِكْرُهُمْ لِي سَقَامِ

انہی لوگوں کے پیچھے میرا نفس حسرت کی وجہ سے تھوڑا تھوڑا

- ۱ - ابو دؤاد جاریة بن الحجاج الیادی - جاہلی شاعر ہے اور یہ ان شعرا میں سے ہے جنہوں نے گھوڑوں کی خوب صفات بیان کی ہیں -
- ۲ - حذاق سے مراد حذاقہ ہے جو ابو دؤاد کے اجداد میں سے ہے -
- ۳ - بلوغ العرب میں تَسَاقِطُ ہے اسے تَسَاقِطُ پڑھیں - یہ اصل میں تَسَاقِطُ تھا - ایک تاء گر گئی ہے -

کر کے گر رہا ہے اور انہی لوگوں کی یاد میرے لیے بیماری ہے
اور اس کے بہترین شعر یہ ہیں :

إِذَا كُنْتُ مُرْتَادَ الرَّجَالِ لِنَفْسِهِمْ
فَرِشٌ وَأَصْطَنِيحٌ عَيْنِدَ التَّذِيْنِ بِيهِمْ تَرْمِي

جب لوگ اپنے فائدے کے لیے تجھے اپنا مطلوب بنا لیں تو تجھے ان
کی مدد کرنا چاہیے اور ان لوگوں پر احسان کرنا جن کے بل بوتے
پر تو تیر چلاتا ہے

۱۵ - لقیط بن معبد الایادی

اس کا وہ قصیدہ بہترین خیال کیا جاتا ہے جس میں اس نے اپنی
قوم کو کسریٰ کی فوج سے ڈرایا تھا اور انہیں اپنا بچاؤ کرنے اور جنگ
کرنے پر اکسایا تھا - اس میں سے یہ اشعار ہیں :

قَوْمُوا قِيَامًا عَتَلِيْ أَمْشَطِ أَرْجُلِكُمْ
ثُمَّ افْزَعُوا قَدْ يَنْتَالُ الْأَمْشَرَمَنْ فَزِعْنَا

اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جاؤ ، پھر تیار ہو جاؤ - کیونکہ جو تیاری کر
لیتا ہے وہ کامیاب بھی ہو جاتا ہے

هَيْهَاتَ مَا زَالَتِ الْأَمْشَوَالُ مُذْ أَبَدِ
لَا هَلِيْهَا أَنْ أَصِيْبُوا سَرَّةً تَبَعْنَا

آگاہ رہو کہ اموال ازل سے مالکوں کے تابع رہے ہیں پھر یکایک
مالکوں پر آفت آئی (تو مال بھی جاتے رہے)

اسی قصیدے میں ایسے سردار کو منتخب کرنے کا مشورہ دیا ہے
جو فوج کی قیادت کرنے اور جنگ کی تدبیر کرنے کا اہل ہو اور یہ اشعار

-
- ۱ - لسان العرب میں ہے : مشط القدم : سلامیات ظہرہا وہی العظام
الرقاق المفرشة فوق القدم دون الاصابع -
 - ۲ - فزع لمجئى فلان : نساہب لہ -

ان تمام اشعار کے مقابلے میں بہتر ہیں جو اس موضوع پر کہے گئے :

وَقَتَلِيدُ وَأَمْشَرُكُمْ لِيَلَّهِ دَرَكُكُمْ
رَحْبَ الذِّرَاعِ بِأَمْشَرِ الشَّحْرَبِ مُضْطَلِعًا

خدا تمہارا بھلا کرے تم اپنے معاملات کی باگ ڈور ایسے شخص کے سپرد کیا کرو جو قوی اور جنگ کرنے کی طاقت رکھتا ہو

لَا مُشْرِفًا إِنْ رَخَاءُ الْعَيْشِ سَاعِدَهُ
وَلَا إِذَا عَضَّ مَكَشَرُوهُ بِهِ جَزَعًا

اگر آرام و راحت کی زندگی اس کی مساعدت کرے تو وہ اتراتا نہ ہو اور جب کوئی مصیبت اس پر آن پڑے تو گھبرائے نہیں

مَا زَالَ يَحْلُبُ هَذَا الدَّهْرَ أَشْطَرَهُ
يَكُونُ مُتَّبِعًا طَوْرًا وَمُتَّبَعًا

[۱۱۵ : ۳] وہ زمانے کے نشیب و فراز دیکھ چکا ہو کبھی تابع رہا ہو اور کبھی متبوع

حَتَّى اسْتَمَرَّتْ عِلْدِي شَزْرِي مَرِيْمَرْتُهُ
مُسْتَحِيكُمُ السِّنِّ لَا قَحْمًا وَلَا ضَرَعًا

اور وہ کمزور ہونے کے بعد خوب قوی ہو چکا ہو - پختہ عمر کا تو ہو مگر نہ انتہائی بوڑھا ہو اور نہ بزدل و کمزور ہو

اس کی مراد یہ ہے کہ وہ نہ تو اس قدر بوڑھا ہو کہ سٹھیا گیا ہو اور نہ ہی بالکل ہی نوخیز ہو -

۱۶ - حاتم الطائی

اس کا ذکر اجواد العرب میں کیا جا چکا ہے - مگر یہ مقام بھی اس بات کا مقتضی تھا کہ اس کا پھر ذکر کیا جائے - چنانچہ اس کی مشہور امثال میں سے اس کا یہ شعر ہے :

إِذَا لَزِمَ النَّاسُ الشُّبُوتَ رَأَيْتَهُمْ
عُمَاةً عَنِ الْأَخْبَارِ خَرَقَ الْمَكَا سِيبِ

اگر لوگ گھروں میں پڑے رہیں گے تو تو دیکھے گا کہ وہ حالات سے ناواقف ہوں گے اور مال و دولت کہانے کے لیے صحیح طریقے اختیار نہ کر سکیں گے

اور اس کے یہ اشعار جن میں اپنی بیوی ساویہ کو خطاب کر رہا ہے :

أَمَّاوِيَّ إِنَّ الْمَالَ غَدًا وَرَائِيحُ
وَيَبْقَى مِنَ الْمَالَ الْأَحَادِيثُ وَالذِّكْرُ

اے ساویہ مال تو صبح و شام جاتا ہی رہتا ہے مگر مال کی باتیں اور ذکر باقی رہ جاتا ہے

وَقَدْ عَلِيمَ الْأَقْوَامُ لَوْ أَنَّ حَاتِمًا
أَرَادَ ثَرَاءَ الْمَالَ كَانَ لَهُ وَفَرُّ

لوگوں کو معلوم ہے کہ اگر حاتم مالدار ہونا چاہتا تو اس کے پاس مال بافراط موجود ہوتا

اور اس کا یہ شعر بھی :

وَأَنْتَ إِذَا أَعْطَيْتَ بَطْنَكَ سُؤْلَهُ
وَفَرَّجَكَ نَالًا مُنْتَهَى الذَّمِّ أَجْمَعَا

اگر تو اپنے شکم اور جنسی ہوس کی آرزو پوری کرتا رہے گا تو یہ دونوں چیزیں بدترین مذمت اکٹھی کر دیں گی

نیز اس کا یہ شعر :

أَمَّاوِيَّ سَايُغْنِي الشَّرَاءُ عَنِ الْفَتَى
إِذَا حَشْرَجَتْ يَوْمًا وَضَاقَ بَيْهَا الصَّدْرُ

اے ساویہ جب انسان کے نزع کا وقت آ جاتا ہے اور سینہ بھی مائس لینے سے تنگ پڑ جاتا ہے تو اس وقت مال و دولت کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے

۱۷ - عمرو بن کلثوم

یہ جاہلی شعرا میں سے ہے اور شاعری میں گونے سبقت لے گیا ہے۔ فرسان العرب کے باب میں اس کے مفصل حالات بیان کیے جا چکے ہیں کیونکہ جس طرح وہ شاعری میں پیش پیش تھا اسی طرح نہایت بہادر اور جرأت مند شہسواروں میں سے بھی تھا۔ اسی نے بادشاہ عمرو بن ہند کو [۳ : ۱۱۶] قتل کیا تھا۔ جس کا سبب یہ تھا کہ عمرو بن ہند نے عربوں کے سامنے ڈینگ ماری تھی اور اپنے آپ کو ان سے بلند تر سمجھا تھا۔ اور یہ تمام قصہ ہم عمرو بن کلثوم کے ذکر میں بیان کر آئے ہیں۔ مختصر یہ کہ یہ بلند پایہ شعرا میں صف اول کا شاعر ہے۔ اس امر میں کسی ایک ادیب کو بھی اختلاف نہیں ہے اور مشہور معلقہ گو ہے۔

اور اس کی مشہور امثال میں سے اس کا یہ شعر ہے :

وَإِنْ غَدَاً وَإِنْ الشَّيْءُ رَهْنٌ

وَبَعْدَ غَدٍ بِمَا لَا تَعْلَمِينَ

آج ، کل اور کل کے بعد جو کچھ ہونے والا ہے اس کا تجھے علم نہیں ہے

اس قصیدے میں دو ایسے شعر ہیں جو عمرو کی طرف منسوب ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ عمرو بن عدی کے اشعار ہیں جیسا کہ امام ثعالبی نے اپنی کتاب لباب الادب میں ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہیں :

صَدَدَتْ الْكَأْسَ عَنَّا أُمُّ عَمْرٍو

وَكَانَ الْكَأْسُ مَجْرَاهَا الْيَمِينَا

اے ام عمرو تو نے پیالے کو ہم سے (دوسری جانب) پھیر دیا حالانکہ پیالے کا دور دائیں جانب سے چلنا چاہیے تھا

وَمَا شَرُّ السَّلَاةِ أُمُّ عَمْرٍو

بِمَسَاحِيكِ النَّدَى لَا تَصْبِحِينَ

اے ام عمرو ہم تین ساتھیوں میں سے میں بدترین شخص نہیں کہ تو مجھے شراب نہ دے

روایت ہے کہ امام علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ و رضی عنہ کا ایک گورنر اپنے علاقے سے آیا اور اس نے حسنین الاُحسینین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو تحفے پیش کیے اور محمد بن الحنفیہ کو کوئی تحفہ نہ دیا۔ اس پر محمد بن الحنفیہ نے اس کے کندھے پر ہاتھ مارا اور عمرو کا یہ شعر مثال کے طور پر پڑھا :

وَمَا شَرُّ الشَّلَاثَةِ أُمَّ عَمْرٍو
بِصَاحِبِيكَ الَّذِي لَا تَصْبَحُ حَيًّا

اے ام عمرو ہم تین ساتھیوں میں سے میں بدترین شخص نہیں کہ
تو مجھے شراب نہ دے

اس پر اس گورنر نے دوسرے روز ابن الحنفیہ کو بھی اسی طرح ہدیہ پیش کیا جس طرح ان کے دونوں بھائیوں کو پیش کیا تھا۔ اللہ کا درود و سلام ان کے نانا جان پر بھی اور ان پر بھی۔

۱۸ - عنترۃ بن شداد العبسی

اس کا شمار عہد جاہلیت کے مشہور شاعروں میں بھی ہوتا تھا اور معروف شہسواروں میں بھی۔ اس نے کئی کارنامے سرانجام دیے۔ ہم اس کا مختصر سا حال شہسواروں کے ذکر میں بیان کر چکے ہیں۔ باوجودیکہ اس کا بلاغت میں مرتبہ بلند ہے پھر بھی ماہرین شعرا عمرو بن کثوم کے اشعار کو اس کے اشعار پر ترجیح دیتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کے وہ اشعار پڑھے گئے جن میں وہ کہتا ہے :

بَكَرَتْ تُخَوِّفُنِي الْمَنُونُ كَأَنَّي
أَصْبَحْتُ عَن غَرَضِ الْمَنُونِ بِمِعْزَلِ

[۳ : ۱۱۷] اس نے جلدی سے مجھے موت سے ڈرایا جیسا کہ میں
موت کے نشانے سے ہٹ کر ایک طرف ہو گیا ہوں

فَأَجَبْتُهَا أَنْ السَّمِيَّةَ مَنَهَلُ
لَا بُدَّ أَنْ أُسْقَى بِكَأْسِ السَّمَنَهَلِ

میں نے اسے جواب دیا کہ موت تو ایک گھاٹ ہے (جہاں سب کو وارد ہونا ہے) مجھے بھی ضرور اس گھاٹ کا پیالہ پلایا جائے گا

فَاقْتَنِيْ حَيَّاءَ كَيْ لَا اَبْتَا لَكَ وَاَعْلَمِيْ
اِنِّيْ اَسْرُوْ سَاْمُوْتُ اِنْ لِمَ اُقْتَلُ

تمہارا باپ مرے - حیا کرو اور یہ جان لو کہ اگر میں قتل نہ بھی ہوا تو جب بھی عنقریب مر جاؤں گا

اور جب اس کا یہ شعر پڑھا گیا :

وَلَقَدْ اَبَيْتُ عَلِيَّ الطَّوِيَّ وَاظَلُّهُ
حَتَّى اَنْتَالَ بِيْهِ كَسْرِيْشِمَ الْمَاكِلِ

میں دن بھر بھوکوں گزار لیتا ہوں اور رات بھی ، کھاتا اس وقت ہوں جب عزت کی روٹی ملے

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ایسا کوئی بدوی نہیں ہے جس کے اوصاف میرے سامنے بیان کیے گئے ہوں اور مجھے اس کے دیکھنے کی خواہش ہوئی ہو سوا عنترہ کے

اس کی مشہور امثال میں سے اس کا یہ شعر ہے :

نُبَيْتُ عَمْرًا غَيْرًا شَاكِرًا نِعْمَتِيْ
وَالْكَفْرُ مَخْبِثَةٌ لِلسُّنْفِ السُّنْعِيْمِ

مجھے معلوم ہوا ہے کہ عمرو میرے احسان کا شکر گزار نہیں ہے اور ناشکرگزاری محسن کے دل کو خراب کرنے کا سبب بنتی ہے

اور یہ بھی شعر جسے اس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے (لائق

توجہ ہے)

۱ - بلوغ العرب میں مَخْبِثَةٌ ہے

إِنَّ الْعَدُوَّ عَتَى الْعَدُوَّ لِقَائِلٍ
مَتَاكَانَ لِيْ عِلْمٌ وَمَا لَمْ يَتَعَلَّمْ

بیشک دشمن دشمن کے خلاف وہ کچھ کہہ جاتا ہے جس کا مجھے علم ہوتا ہے اور وہ کچھ بھی کہہ جاتا ہے جس کا اسے علم نہیں ہوتا

۱۹ - 'طفیل الغنوی

اسے جاہلیت میں اس کے اشعار کی خوبی کی وجہ سے مجبر یعنی حسن آفرین کہا جاتا تھا۔ روایت ہے کہ ایک دن حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انصار سے کہا: اے قوم انصار! خدا تمہیں ہماری طرف سے اور خیر و برکت دے۔ ہماری اور تمہاری مثال بعینہ ایسی ہے جیسے طفیل الغنوی نے کہا ہے:

جَزَىٰ اللَّهُ عَنَّا جَعْفَرًا حَيْثُ أُرْلِقَتْ
بَيْنَا نَعْلُنَا فِي الْوَاطِئِثُ فَزَلَّتْ

اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے جعفر کو جزاے خیر دے کہ جب راستوں میں ہمارا جوتا پھسلا اور پھر پھسل ہی گیا یعنی ہم تنگدست ہو گئے

أَبَوْا أَنْ يَمْلِكُونَنَا وَلَوْ أَنْ أُمَّنَا
تَلَا قِي السَّيِّئِ يَلْثَقُونَ مِينَا لَمَلَّتْ

تو انہوں نے ہم سے اکتا جانے سے انکار کیا اور اگر وہ تکالیف جو یہ لوگ ہماری وجہ سے برداشت کر رہے تھے ہماری والدہ کو برداشت کرنا پڑتیں تو وہ بھی اکتا جاتی

۱ - طفیل بن عوف بن ضبیس الغنوی - ابو قُرَّان اس کی کنیت ہے - اچھے شعر کہنے کی وجہ سے اسے مجبر کہا جاتا ہے - جاہلی شاعر ہے اور گھوڑوں کی صفت میں سب سے بہتر کہنے والا ہے

[۳ : ۱۱۸] اس کے عمدہ اشعار میں اس کے یہ شعر ہیں :

إِنَّ النِّسَاءَ كَأَشْجَارٍ نَبَتْنَ لَنَا
مِنْهُنَّ مَرْءٌ وَبَعْضُ الْمَرْءِ مَا كُوُلٌ

عورتیں ان درختوں کی طرح ہیں جو ہمارے لیے اُگے ہیں اور ان میں سے بعض درخت کڑوے ہوتے ہیں مگر بعض کڑوی چیزیں بھی تو کھائی جاتی ہیں

إِنَّ النِّسَاءَ مَتَمَّى يَنْهَيْنَ عَنَّا خُلُقٍ
فَأِنَّهُ، وَاجِبٌ لَابُدَّ مَفْعُولٌ

ان عورتوں کو جب کسی بات سے منع کیا جائے تو وہ بات ان کے لیے ضروری ہو جاتی اور پھر وہ اسے کر کے ہی چین لیتیں

۲۰ - 'الاضبط بن قریع السعدی

ابن الانباری نے اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ اضبط بن قریع ڈیڑھ سو سال تک زندہ رہا پھر جاہلیت کے آخری ایام میں مرا اور اس کے بہترین اشعار یہ ہیں^۲

- ۱ - الأضبط بن قریع بن عوف بن کعب بن سعد اور یہ زبرقان بن بدر کا کنبہ تھا - قدیم جاہلی شاعر ہے - اس کی قوم نے اس سے برا سلوک کیا تو وہاں سے کہیں اور جگہ چلا گیا انہوں نے بھی ایسا ہی برتاؤ کیا تو اُس نے کہا : أَيْسَمَا أَوْجَهَهُ، أَلْثِقَ سَعْدًا (جہاں جاؤں سعد ہی سعد ہیں) اور کہا : بَكْلٌ وَاوْدٌ بَنُو سَعْدِ
- ۲ - ان ابیات کے لیے ملاحظہ ہو امالی (۱ : ۱۰۷) اور سمط اللالی : (۳۲۶ - ۳۲۷) ، اغانی : ۱۸ : ۶۷ - ابوالفرج اصفہانی کہتا ہے کہ اس کی بیویاں قوت مردمی میں کمزوری کی وجہ سے اسے پسند نہیں کرتی تھیں - چنانچہ لڑائی کے موقع پر سب سے اگلی صف میں جا کر یہ شعر پڑھتا :

أَنَا السَّذِيُّ تَفَرُّكُهُ حَلَالٌ لِيْلُهُ،
أَلَا فَتَى مُعَشِّقٍ أَنْتَازِلُهُ،

لِيَكُلَّ هَمِّ مِّنَ الْهَمِّ وَمِ سَعَةٍ
وَالصُّبْحُ وَالْمُسَىٰ لَا بَقَاءَ مَعَهُ

ہر غم کی ایک حد ہے اور ظاہر ہے صبح و شام کی گردش کی
موجودگی میں بقا ممکن نہیں

قَدْ يَجْمَعُ الْمَالَ غَيْرُ آكِلِهِ
وَيَأْكُلُ الْمَالَ غَيْرُ مَنِّ جَمْعِهِ

بعض اوقات وہ شخص مال جمع کرتا ہے جو اسے کھا نہیں سکتا اور
وہ کھاتا ہے جس نے جمع نہیں کیا ہوتا

لَا تَجْعِرَنَّ الْفَقِيرَ عَنَّا كَأَنْ
تَرَكَعَ يَوْمًا وَاللَّهْرُ قَدْ رَفَعِهِ

کسی محتاج کو حقیر مت سمجھ کیونکہ ہو سکتا ہے تجھے کسی دن
جھکنا پڑے اور زمانہ اسے بلندی عطا کر دے

وَ صَيْلٌ حَيْبَالُ الْبَعِيدِ إِنْ وَصَلَ الْحَبْلُ
وَ أَقْصَرُ الْقَرِيبِ إِنْ قَطَعَتْهُ

اگر کوئی اجنبی کبھی تعلقات پیدا کرے تو تو اس کے ساتھ تعلقات
قائم کر اور اگر قریبی رشتہ دار بھی تعلقات منقطع کرے تو تو اسے
دور پھینک دے

وَاقْبَلْ مِّنَ الدَّهْرِ مَا أَتَاكَ بِهِ
مَنْ قَرَّ عَيْنًا بِعَيْشِهِ نَفَعَهُ

جو کچھ بھی زمانہ تجھے دے اسے قبول کر۔ جو شخص اپنی
زندگانی سے خوش ہوتا ہے اسے اس سے فائدہ پہنچتا ہے

مَا بَالُ مَنْ سَرَّهُ مُصَابُكَ لَا
يَمْلِكُ شَيْئًا مِّنْ أَمْرِهِ وَزَعَهُ

۱ - امالی اور سمط الالآلی دونوں میں فلاح ہے -

۲ - اغانی میں لا کی بجائے لو دیا ہے - اس صورت میں دوسرے مصرع کے
معنی یوں ہوں گے : اگر اسے اپنے معاملات پر قدرت ہوتی تو یہ اپنے
اوپر آنے والی مصیبتوں کو ذرا روک کر تو دکھاتا (سمط الالآلی : ۲۲۲)

جو شخص تمہاری مصیبت پر خوش ہوتا ہے کیا بات ہے کہ جب زمانہ بعض چیزیں اسے نہیں دیتا تو پھر وہ خود بھی کسی بات کی قدرت نہیں رکھتا

أَذُوْدُ عَن حَوْضِهِ وَيَدُ فَعْنِي
يَا قَوْمُ مَن عَاذِرِي مِّنَ الْخُدَاعِ

میں تو اپنی قوم خدعہ کے حوض کی حفاظت کرتا ہوں مگر یہ مجھے دور دھکیل دیتے ہیں۔ اے میری قوم خدعہ! ہے کوئی جو میرا عذر قبول کرے؟

حَتَّى إِذَا مَا انْجَلَّتْ عَمَائِتُهُ
أَقْبَلَ يَلْحَجِي وَغَيْثُهُ فَجَعَلَهُ

[۱۱۹:۳] یہاں تک کہ جب اس کی گمراہی جاتی رہتی ہے تو (اپنے آپ کو) ملامت کرنے لگتا ہے (اس وقت اسے معلوم ہوتا ہے کہ) ساری تکلیف اس کی اپنی گمراہی کی پیدا کردہ ہے

۲۱ - عدی بن زید العبادی

جاہلیت کے کسی شاعر کے اشعار میں سے اس قدر متین اشعار (وہ اشعار جو اپنے ظاہری حسن اور آئینے کی صفائی کی وجہ سے ضرب المثل بننے کے قابل ہوں) نہیں نکل سکتے جس قدر کہ عدی کے اشعار میں سے

۱ - خُدَاعَهُ سَعْدُ بْنُ زَيْدِ مَنَاةَ بْنِ تَمِيمٍ كِي إِكِّ شَاخٍ كَا نَامِ هِي -

۲ - سَمَطُ اللَّالِي مِيْنِ اسِ شَعْرٍ كَا اِضَافَهٗ كِيَا هِي :

قَدُّ يَتَرَقَّعُ الشَّوْبَ غَيْرُ لَا بِيْسِي

وَ يَلْبَسُ الشَّوْبَ غَيْرُ مَن رَقَعَتَهُ

۳ - عدی بن زید بن حمار بن ایوب یہ بنی امرؤ القیس بن زید مناة بن تميم میں سے تھا۔ جاہلی شاعر ہے اور حیرہ کا زہنے والا ہے۔

باقی حاشیہ صفحہ ۷۵ پر

نکل سکتے ہیں۔ یہ حیرہ میں رہا کرتا تھا۔ مر سبز و شاداب علاقوں کا پڑوس میسر تھا، یہی وجہ ہے کہ اس کے اشعار نفیس اور گفتار شیریں تھی۔ جب یونس نحوی کے سامنے وہ اشعار پڑھے جاتے جن میں صدیوں کے گزر جانے اور بادشاہوں کے فنا ہو جانے سے عبرت حاصل کرنے ذکر ہوتا تو وہ کہا کرتا: اگر میں شعر کہنے کی آرزو کرتا تو میں صرف یہ شعر کہتا:

أَيْسَهَرَ الشَّامِيتُ الْمُعَيَّرُ
بِالدَّهْرِ أَنْتَ الْمُبَرُّ أَلَمْ تَوْفُورُ

ارے خوش ہونے والے اور زمانے کے مصائب پر ہمیں طعنہ دینے والے کیا تو مصائب سے مبرا رہے گا اور تجھے کبھی کوئی تکلیف نہ پہنچے گی؟

أَمْ لَدَيْكَ الْعَهْدُ الْوَثِيقُ مِّنَ
الْأَيَّامِ بَلْ أَنْتَ جَاهِلٌ مَّغْرُورٌ

صفحہ ۵۷ کا بقیہ حاشیہ

ابو عمیر کنیت۔ اس کا دادا ایوب عربوں میں سے پہلا شخص تھا جس کا یہ نام رکھا گیا۔ انہیں عباد اس لیے کہا گیا کہ ان کے مختلف گروہوں نے نصرانیت اختیار کر لی تھی اور عبید کہلانا یہ پسند نہیں کرتے تھے لہذا عباد نام پڑ گیا۔ ایک اور قول یہ ہے کہ عابد کے معنی مطیع کے ہیں چونکہ یہ لوگ ایرانی بادشاہ کے مطیع تھے اس لیے عباد کہلائے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اس قوم کے چند اشخاص کسری کے پاس گئے۔ ان میں سے ہر ایک کا نام ”عباد“ سے شروع ہوتا تھا۔ کسری نے نام سن کر کہا تم ”عباد“ ہو۔

یا کیا زمانے نے تم سے کوئی پختہ وعدہ کر رکھا ہے ؟ حق یہ ہے کہ
تو لا علمی کا شکار اور دھوکے میں مبتلا ہے

أَيْسَرَ كَيْسَرِي كَيْسَرِي الْمُلُوكِ أَنْوَشِيرُ
وَإِنْ أُمَّ أَيْسَرَ قَبْلَتَهُ سَابُورُ

کسری - میری مراد خسرو خسروان انوشروان سے ہے - کہاں
ہے ؟ بلکہ شاہ پور جو اس سے پہلے گزرا وہ اب کہاں ہے ؟

وَأَخُو الْحَضْرَةِ إِذْ بَنَاهُ وَإِذْ دَجَلَتْهُ
تُجْبِي إِلَيْهِ وَالشَّخَابُورُ

حضر کا مالک کہاں ہے ؟ جس نے اسے تعمیر کیا تھا اور
جب دریائے دجلہ اور دریائے خابور (کا پانی) یہاں لا کر جمع کیا
جاتا تھا

شَادَهُ، مَرَّ مَرًّا وَجَلَّتْهُ كَيْسَرِيًّا
فَلَيْسَ طَيْبٌ فِي ذُرَاهُ وَكُورُ

اس نے اسے سنگ مرمر سے تعمیر کیا اور اس پر چونے کا پلستر
کیا مگر اب اس کی چوٹیوں پر پرندوں کے گھونسلے ہیں

وَبَنُوا الْكِرَامُ مَلُوكُ
الرُّومِ لَمْ يَبْقَ مِنْهُمْ مَذَكُورُ

اور رومی شرفاً یعنی رومی بادشاہوں میں سے کوئی بھی باقی نہ رہا
جس کا ذکر کیا جا سکے

وَتَفَكَّرُ رَبُّ الْخَوَرِ نَقِ إِذْ أَشْرَفَ
يَوْمًا وَلِلْهُدَى تَفَكِيرُ

ذرا خورنق کے مالک کے متعلق غور کرو جب کہ وہ ایک دن اس
کے اوپر چڑھ کر ادھر ادھر دیکھنے لگا تھا ، مگر ظاہر ہے کہ
ہدایت پانے کے لیے فکر و غور کی ضرورت ہوتی ہے (اے کاش
تو سوچ سکتا)

سَرَّهٖ، مُلْكُهُ، وَ كَثْرَةُ مَا يَحْشُوْهُ
وَ الشَّبْحُ مُعْرِضًا وَ السَّدْيُ شُرٌّ

اسے اس کے ملک اس کے کثیر مال و دولت ، وسیع سمندر اور مدیر
نے مسرور کر دیا تھا

فَتَارُ عَوَى قَلْبُهُ، فَقَالَ وَ مَا
غَيْبُطَةٌ ۱ حَتَّىٰ إِلَى الْمَمَاتِ يَتَصَيَّرُ

اس کے بعد اس کا دل جہالت سے باز آ گیا اور پھر اس نے کہا
کہ اس جینے والے کی خوشی کیا ہو سکتی جس کا انجام
موت ہو

ثُمَّ أَضْحَوْا ۲ كَأَنَّهُمْ ۳ وَ رَقَّ
جَفَّتْ فَأَلْوَتْ ۴ بِهِ الصَّبَا وَ الدَّبُورُ

پھر وہ ان خشک پتوں کی طرح ہو گئے جنہیں باد صبا اور باد دبور
ادھر ادھر لیے پھرتی ہے

ثُمَّ ۵ بَعَدَ الْفَلَاحِ ۶ وَ الْمُلْكِ
وَ الْإِمَّةِ ۷ وَ أَرْتَهُمْ ۸ هُنَا كَبَّ الْقُبُورُ

پھر زندگی گزارنے ، حکومت کرنے اور دولت و نعمت پانے کے بعد
انہیں قبروں نے چھپا دیا

اور اس کی مشہور مثالوں میں سے (کچھ) یہ اشعار ہیں

- ۱ - غبطة : مسرت ، یہاں رشک مراد نہیں جیسا کہ مجد بھجتہ اثری نے
سمجھا ہے ۔
- ۲ - أَلْوَتْ ۲ به : ذَهَبَتْ ۲ بِهِ
- ۳ - فلاح کے یہاں معنی بقاء اور زندگی کے ہیں ۔
- ۴ - العقد الفرید (۳ : ۱۲۶) میں اِسْتَه کی جگہ نعمة ہے اور دونوں کے
ایک ہی معنی ہیں ۔

كَتَفُمِي وَاعِظًا لِإِثْمَرَةٍ أَيَّامٌ دَهْرِهِ
تَرُوحُ لَهُ، بِإِلْثَوَاعِظَاتٍ وَتَغْتَدِي

انسان کے لیے اس کے زمانے کے ایام کافی نصیحت گر ہیں۔ یہ اس کے
لیے صبح و شام نصائح لے کر آتے جاتے رہتے ہیں

عَنْ الشَّمْرِ لَا تَسْأَلُ وَ سَلُّ عَن قَرِيْنِهِ
فَإِنَّ الْقَرِيْنَ بِإِلْمُقَارِنٍ مُّقْتَدِي

تو انسان کے متعلق نہ پوچھ بلکہ اس کے ساتھی کے متعلق پوچھ
(کہ وہ کیسا ہے) کیونکہ ساتھی ساتھی کی پیروی کرتا ہے

وَ ظُلْمٌ ذَوِي الْقُرْبَى أَشَدُّ مَضَاضَةً
عَلَى الْحُرِّ مِمَّنْ وَقَعَ الْحُسَامُ الْمُهَنْدِ

شریف انسان کے لیے رشتہ داروں کا ظلم تیز ہندی تلوار کی چوٹ
سے بھی زیادہ دکھ دینے والا ہوتا ہے

اور یہ اشعار بھی جو اس نے نعمان بن منذر کی قید میں کہے تھے
(لائق توجہ ہیں)

أَبْلِيغِ النَّعْمَانَ عَنِّي مَأْلُكَ
أَنَّهُ قَدْ طَالَ حَبْسِي وَ انْتِظَارِي

نعمان کو میرا پیغام پہنچا دو کہ میری قید اور انتظار دونوں نے
طول پکڑ لیا ہے

لَسَوْ بِبَغْيِ الْمَاءِ حَلَقِي شَرَقٌ
كُنْتُ كَالْغَصَّانِ بِإِلْمَاءِ اعْتِصَارِي

۱ - مجھ بھجہ اثری نے اس شعر کو نہیں سمجھا اور اعتصار کے معنی
ملجا کے کیے ہیں حالانکہ محاورہ ہے اعْتَصَرَ بِالْمَاءِ مَا غَصَّ بِهِ
مِنَ الطَّعَامِ اِي شَرِبَهُ قَلِيلًا لِيُسَيِّغَهُ مَرَادُ يَهْ كَمَا اِذَا كَسَى
اَوْر سے مجھے تکلیف پہنچی ہوتی تو آپ کے پاس اس کا مداوا ہوتا
مگر اب تو یہ تکلیف آپ ہی سے مجھے پہنچی ہے -

اگر پانی کے سوا کوئی چیز میرے حلق میں اٹک جاتی تو میں تھوڑا
تھوڑا پانی پی کر اسے گلے میں اتار لیتا

اور اس کا یہ شعر :

فَهَلْ مِّنْ خَالِدٍ إِسَّا هَلَكْنَا
وَهَلْ بِالمَوْتِ يَا لِنَاسٍ عَارِ

اگر ہم مر جائیں گے تو کیا کوئی ہے جو دنیا میں ہمیشہ رہے گا
لوگو! کیا موت بھی کوئی طعنے کی بات ہے

۲۲ - الحارث بن حلزة الیشکری

[۱۲۱:۳] ابو عبیدہ کہتا ہے : ایک ہی عمدہ اور لمبے قصیدے کے
اعتبار سے تین شاعر بہترین مانے جاتے ہیں - عمرو بن کثوم ، حارث بن
حلزہ ، اور طرفہ بن العبد ، اصمعی کا خیال ہے کہ الحارث نے اپنا وہ قصیدہ
جو معلقہ ہے ایک سو پینتیس سال کی عمر میں فی البدیہہ اور اپنی کمان
پر سہارا لیے ہوئے کہا تھا - راویوں کا خیال ہے کہ اس طرح اس کی
بتھیلی کٹ گئی تھی اور غصے کی وجہ سے اسے محسوس ہی نہیں ہوئے - ابن
السید ادب الکاتب کی شرح میں کہتا ہے کہ یہ ایک چھوٹے نیزے پر
سہارا کیے ہوئے تھا وہ نیزہ اس کے جسم میں گھس گیا اور اسے احساس
تک نہ ہوا -

صولی کہتا ہے : قوم کے سفر کی تیاری کرنے اور کوچ کرنے کے
ساز و سامان جمع کرنے کی طرف متوجہ ہونے کا بیان الحارث کے اس
قول سے بہتر بیان نہیں ہو سکتا :

- ۱ - یہ دراصل ان ماہلکنا ہے - ما زائدہ ہے یعنی ان ہلکنا -
- ۲ - الحارث بن حلزہ بن مکرزہ بن بدید - یہ بنی یشکر بن علی بن بکر
بن وائل میں سے تھا - جاہلی شاعر اور مشہور معلقہ گو ہے -

أَجْمَعُونَ أَمْرَهُمْ عِشَاءً فَلَمَّا
أَصْبَحُوا أَصْبَحَتْ لَهُمْ ضَوْءُ ضَاءٍ

انہوں نے شام کو ایک بات طے کر لی اور پھر صبح ہوتے ہی (ہر
طرف) ان کا شور و غوغا بلند تھا

مِنْ سُنَادٍ وَ مِّنْ مُّجِيبٍ وَ مِّنْ
تَصْهَالٍ خَيْلٍ خِلَالِ ذَاكَ رُغَاءٍ

کوئی پکار رہا ہے اور کوئی جواب دے رہا ہے اور کہیں گھوڑے
ہنہنا رہے ہیں اور کہیں ان آوازوں کے درمیان اونٹ بلبل
رہے ہیں

۲۳ - امیہ بن ابی الصلت

اس نے توحید اور حکمت میں بہت سے اشعار کہے ہیں اور اسی
کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے : اس کے اشعار
مومن کے سے اشعار ہیں مگر دل کافر کا سا اور کہا جاتا ہے کہ یہ
پہلا شخص ہے جس نے مانگنے کا لطیف پیرایہ نکالا چنانچہ یہ عبد اللہ
بن جُدعان سے کہتا ہے :

أَذْكَرُ حَاجَتِي أُمَّ قَدْ كَفَانِي
حَيَاؤُكَ؟ إِنَّ شَيْئَمَتَكَ الْحَيَاءُ

کیا میں اپنی حاجت کا ذکر کروں یا تمہارا حیا ہی کافی ہے ،
کیوں کہ حیا تمہاری سرشت ہے

وَعِيَاؤُكُمْ بِالْحُقُوقِ وَأَنْتَ قَرْمٌ
لَكَ الْحَسَبُ الْمُهَذَّبُ وَالسَّنَاءُ

تم لوگوں کے حقوق سے بخوبی واقف ہو تم عظیم المرتبہ سردار ہو ،
تمہارے کارنامے شائستہ ہیں ، تمہیں رفعت حاصل ہے

[۱۲۲ : ۳] كَتَرِيْهُمْ لَا يُغَيِّرُهُ صَبَّاحٌ
عَنِ الْخُلُقِ الْجَمِيْلِ وَ لَامَسَاءُ

یہ ایسا شریف انسان ہے جسے صبح و شام (کی گردش) اچھے اخلاق سے پھیر نہیں سکتی

إِذَا أَتَيْتَنِي عَلَىكَ الْمَرْءُ يَوْمًا
كَتَفَاهُ مِنْ تَعَرُّضِهِ الشَّنَاءُ

جب کوئی انسان کسی دن تمہاری تعریف کر دے تو یہ تعریف ہی اپنی ضرورت و حاجت کے ذکر کرنے کی کفایت کرتی ہے (جب کوئی تعریف کرے تو ظاہر ہے کہ وہ کچھ چاہتا ہے) اس کے بہترین اشعار میں سے یہ اشعار بھی ہیں :

عَطَاؤُكَ زَيْنٌ لَا مَرِيٍّ إِنْ حَبَوْتَهُ
بِخَيْرٍ وَمَا كُفْلُ الْعَطَاءِ بِزَيْنٍ

اگر تم کسی انسان کو مال عطا کر دو تو تمہارا عطا کرنا اس کے لیے زینت کا سبب ہوتا ہے مگر ہر عطیہ زینت کا سبب نہیں ہوتا (تمہاری بخشش ذلیل نہیں کرتی معزز بناتی ہے)

وَلَيْسَ بِشَيْنٍ لَأَمْرِيَّ بِذَلٍّ وَ جَهِيهِ
إِلَيْكَ كَمَا بَعْضُ السُّؤَالِ بِشَيْنٍ

کسی انسان کے لیے تمہارے پاس آ کر اپنی عزت و آبرو کا دے دینا عیب نہیں ہے مگر بعض سوال عیب ہوتے ہیں (تم سے کچھ مانگنا بے آبرو نہیں کرتا ، ایسے لوگ بھی ہیں جن سے مانگنا بے آبرو کر کے رکھ دیتا ہے)

پہلے اس کا ذکر ان لوگوں کے ضمن میں کیا جا چکا ہے جو عہد جاہلیت میں کسی نہ کسی دین پر کاربند تھے

۲۲ - قس' بن ساعدہ الا'یادی

اسے شعر گوئی ، خطبہ طرازی اور دیگر فنون کلام میں یدِ پُتولی حاصل تھا اور اس کے ساتھ ساتھ اس کا کلام بلیغ حکمت اور عجیب و غریب فوائد پر بھی مشتمل تھا - مندرجہ ذیل اشعار اس کے بہترین اشعار شمار کیے جاتے ہیں :

فِی الذَّاهِبِیْنَ الْاَوْ لِیِّنِ
مِنَ الْقُرُونِ لَنَا بَصَائِرُ

جو نسلیں پہلے گزر چکی ہیں ان میں ہمارے لیے بصیرتیں پائی جاتی ہیں

لَمَّا رَأَيْتُ سَوَادًا
لِلْمَوْتِ لَيْسَ لَهَا مَصَادِرُ

چنانچہ میں نے دیکھا کہ موت (کے گھاٹ پر) وارد ہونے کی جگہیں تو ہیں مگر واپس آنے کی کوئی صورت نہیں

وَ رَأَيْتُ قَوْمِي نَحْوَهَا
تَمْضِي الْأَصَاغِرُ وَالْأَكْبَارُ

میں نے یہ بھی دیکھا کہ میری قوم کے چھوٹے بڑے سب انھی (گھاٹوں) کی طرف جا رہے ہیں

لَا يَرْجِعُ الْمَاضِي السَّيِّ
وَلَا يَنْبَغِي الْبَاقِيْنَ غَابِرُ

نہ تو کوئی گزشتہ شخص لوٹ کر میرے پاس آتا ہے اور نہ ہی جو باقی رہ گئے ہیں باقی رہ سکیں گے

۱ - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سوق عکاظ میں خطبہ دیتے ہوئے سنا تھا ملاحظہ ہو العقد الفرید : ۴ : ۱۸۶ - ۱۸۷ - یہ بعثت سے پہلے مر گیا تھا -

أَيُّقَنْتُ أَنْبِيَّ لَا مَحْنَا
لَسَ حَيْثُ صَارَ الْقَوْمُ صَائِرُ

(یہ سب کچھ دیکھ کر) مجھے یقین ہو گیا کہ جہاں
میری قوم چلی گئی ہے لا محالہ میں بھی وہیں چلا جاؤں گا

یہ اشعار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھ کر سنائے گئے تھے
اور آپ نے سن کر فرمایا تھا : وہ تنہا ایک امت بن کر قیامت کے
دن اٹھے گا۔

[۱۲۳ : ۲] - عائذ بن محصن جو مثقب

العبدی کے نام سے مشہور ہے

اسے یہ لقب اس کے اپنے قول کی وجہ سے دیا گیا جو اس نے اس
قصیدے میں بیان کیا تھا جس کا مطلع یہ ہے :

أَفَاطِمٌ قَبْلَ بَيْنِكَ تَتَّعِيْنِي
وَمَنْعُكَ مَسْأَلْتُ كَأَنْ تَبِيْنِي

اے فاطمہ مجھ سے جدا ہونے سے پہلے مجھے حظ تو اٹھا
لینے دو اور اس حظ کا نہ دینا اور تمہاری جدائی میرے لیے
یکساں ہیں

۱ - عائذ بن محصن بن ثعلبہ الملقب بہ المَشَقِيبُ - ابو عدی
اور ابو مائلہ کنیت - اسے مثقب اس کے اس شعر کی وجہ سے
کہا گیا ہے :

ظَهْرُنْ بِيكِلَّةٍ وَسَدَلُنْ رَقْمًا
وَتَقْبِنُ الوَصَاوِصَ لِالشَّعْيُونِ

جاہلی شاعر ہے (سمط اللالی : ۱۱۳) -

اسی قصیدے میں ہے : وَ ثَقَبْنَ الوَصَاوِصَ لِلسُّعِيُونِ
(اور انہوں نے ان پردوں میں آنکھوں کے لیے سوراخ بنا لیے)
اور اسی قصیدے میں اس کے یہ بہترین اشعار بھی ہیں :

فَلَا تَعِدِيْ مَوَاعِدَ كَنَازِيْبَاتِ
تَمْرٍ بِهَارِ يَاسَاحِ الصَّيْفِ دُوْنِيْ

ایسے جھوٹے وعدے نہ کر جنہیں موسم گرما کی (تند) ہوائیں
لے کر میرے سامنے سے گزر جاتی ہیں

فَلَوْ اَنْسِيْ تَعَانِدُنِيْ شِمَالِيْ
لَمَّا اَتَبَعْتُهُمْ اَبَدًا يَمِيْنِيْ

اگر میرا ہاتھ بائیں ہاتھ میرے خلاف ہو جائے تو میں اپنے
دائیں ہاتھ کو کبھی اس کے پیچھے نہ چلاؤں گا (میں کسی بد خواہ
عزیز کی چاپلوسی نہیں کرتا)

اِذَا لَقَطَعْتُهُمْ وَ لَقُلْتُ بِيْمِيْنِيْ
كَذَلِكَ اَجْتَوِيْ مَنْ يَجْتَوِيْمِيْ

اسی وقت اسے کاٹ دوں گا اور کہوں گا مجھ سے دور
ہو جا۔ جو مجھے ناپسند کرے میں بھی اسی طرح اسے ناپسند
کرتا ہوں

فَاَيُّهَا اَنْ تَسْكُوْنَ اُخِيْ بِيْحَقِّ
فَاعْرِفْ مِيْنِكَ غِيْبِيْ مِيْنِ سَمِيْمِيْ

پھر یا تو میرا حقیقی طور پر بھائی بن جا تاکہ میں
تیرے ذریعے اپنے برے اور اچھے کام معلوم کر سکوں

وَ اِلَّا فَاطَّرِحْنِيْ وَ اَتَّخِذْنِيْ
عَدُوًّا اَتَّقِيْكَ وَ تَتَّقِيْمِيْ

ورنہ مجھے چھوڑ کر چلا جا اور مجھے دشمن سمجھ لے میں تجھ سے
بچتا رہوں اور تو مجھ سے بچتا رہ

وَمَا أَدْرِىٰ إِذَا يَتَمَثَّلُ ۗ

أُرِيدُ الْخَيْرَ أَيْشُهُمَا يَلِيٰنِي ۗ

جب میں بھلائی کا ارادہ کرتے ہوئے کسی ملک کو جانے کا قصد کروں تو مجھے معلوم نہیں کہ نیکی اور بدی میں سے کونسی چیز مجھے ملے گی

أَلْخَيْرُ الَّذِي ۗ أَنَا أُبْتَغِيهِ ۗ

أَمْ الشَّرُّ الَّذِي ۗ هُوَ يَبْتَغِيٰنِي ۗ

کیا وہ نیکی جسے میں چاہتا ہوں یا وہ شر جو مجھے چاہتی ہے

اس کے یہ شعر بھی ضرب المثل بن گئے ہیں :

لَا تَقُولَنَّ إِذَا مَا لَسِمَ ۗ تَرِدُ ۗ

أَنْ تُسَيِّمَ ۗ الشُّوْعَدَ فِي شَيْءٍ نَعَمَ ۗ

جب تو کسی بات میں وعدہ پورا کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا تو پھر نَعَمَ ۗ ہاں (میں کروں گا) نہ کہو

حَسَنٌ قَبْلَ نَعَمٍ ۗ قَوْلُكَ لَا

وَقَبِيحٌ قَوْلُ لَابَعْدَ نَعَمٍ ۗ

لا (نہیں) کہہ دینا نعم (ہاں) کہنے سے پہلے اچھا ہے اور ”نعم“ کہہ دینے کے بعد لا کہنا برا ہے

إِنَّ لَابَعْدَ نَعَمٍ ۗ فَاحِشَةٌ ۗ

فَبِيْلًا ۗ فَابْشُدْ إِذَا خِفْتَ النَّدَمَ ۗ

(ہاں) نعم کہہ دینے کے بعد لا (نہ) کہنا بہت بُری بات ہے لہذا جب تجھے ندامت کا ڈر ہو تو لا سے شروع کرو

وَأَعَاتِمُ ۗ أَنْ الذَّمَّ نَقْصٌ ۗ لِلْفَتَىٰ ۗ

وَمَتَىٰ لَا تَتَّقِي الذَّمَّ تُذَمُّ ۗ

[۱۲۴ : ۳] یاد رکھو کہ مذمت انسان کے لیے نقص کا سبب ہے

جب تو (خود) مذمت سے نہیں بچے گا تو لوگ تمہاری ضرور
مذمت کریں گے

أَكْرَمِ الْجَارِ وَرَاعِ حَقَّهٖ
إِنَّ عِرْفَانَ الْفِتَى الْحَقَّ كَرَمٌ

پڑوسی کی عزت کرو ، اس کے حقوق کا خیال رکھو ،
انسان کا لوگوں کے حقوق پہنچانا اس کی شرافت کی دلیل
سمجھا جاتا ہے

لَا تَرَانِي رَاتِعًا فِي مَجْلِسٍ
فِي لُحُومٍ النَّاسِ كَالسَّبْعِ الضَّرْمِ

تو مجھے کسی مجلس میں لوگوں کی غیبت کرتا ہوا نہ دیکھے گا ،
جس طرح کہ بھوکا درندہ لوگوں کا گوشت کھاتا ہے

إِنَّ شَرَّ النَّاسِ مَنْ يَكُشُرُ لِي
حِينَ يَلْقَانِي وَإِنْ غِيبْتُ شَتَمَ

بدترین شخص وہ ہے جو ملتا ہے تو (ہنستا ہوا) دانت
نکال کر ملتا ہے مگر جب میں چلا جاتا ہوں تو گالیاں
دیتا ہے

وَكَلَامٍ سَيِّئٍ قَدْ وَقِرَتْ
عَنْهُ أَذُنَايَ وَمَا بِي مِنْ صَمَمٍ

کئی بری گفتگوؤں کو سننے کے معاملے میں میرے کان بھرے
بن جاتے ہیں حالانکہ میں درحقیقت بہرہ نہیں ہوتا

فَتَعَدَّيْتُ خَشَاةَ أَنْ يَسْرَى
جَاهِلٌ أَتَيْتُ كَمَا كَانَ زَعَمٌ

۱ - محاورہ ہے رَتَعَ فِي لَحْمِ فُلَانٍ : اِغْتَابَهُ -

۲ - الضَّرْمُ : الْجَائِعُ (بھوکا)

پھر میں وہاں سے (چپکے سے) گزر جاتا ہوں تاکہ کہیں جاہل یہ نہ خیال کر لے کہ میں ایسا ہی ہوں جیسا کہ اس کا خیال تھا

وَلَسَبَعُضُ الصَّفْحِ وَالْاِثْرَاضُ عَنِّ
ذِي الْخَنِي اَبْتَقِي وَاِنْ كَانَ ظَلَمَ

بعض اوقات کسی فحش کلام انسان سے درگزر کرنا اور منہ موڑ لینا خواہ اس نے زیادتی ہی کیوں نہ کی ہو زیادہ مفید اور کارگر ہوتا ہے

۲۶ - الممزق العبدی

اس کا نام شامس بن نہار بن اسود بن حریک بن حی بن غشاش ہے۔ یہ المثقب کا بھانجا تھا۔ اسے ممزق اس کے ایک شعر کی وجہ سے کہا گیا۔ کسی بادشاہ نے اسے قید کر لیا تھا اور اسی قید کی حالت میں اس نے اس سے کہا :

أَحَقًّا أَبَيْتَ اللَّعْنَةَ أَنْ ابْنَ فَرَّ تَنِي
عَلَى غَيْرِ أَجْرَامٍ بِرِيقِي مُشْرِ قِي

خدا کرے تو لعنت کا مستحق نہ بنے کیا یہ درست ہے کہ زانیہ عورت کا بیٹا بغیر قصور کے مجھے انتہائی مصیبت میں مبتلا کرنے والا ہے

فَأِنْ كُنْتَ مَأْكُولًا فَكُنْ خَيْرَ آكِلٍ
وَإِلَّا فَادْرِكْنِي وَ لَمَّا أُمَّزَقِ

اگر لوگ مجھے کھا ہی جانا چاہتے ہیں تو پھر آپ بہتر کھانے والے بن جائیں ورنہ پیشتر اس کے کہ یہ لوگ مجھے پھاڑ

۱ - لفظی ترجمہ : مجھے میری لعاب دہن سے اچھتوں دلانے والا ہے۔

ڈالیں مجھے ان سے بچا لیں

احمد بن عبید کہتا ہے : مُمَزَّق زاء کی کسرہ کے ساتھ ہے اور اس کا یہ لقب اس کے اس شعر کی وجہ سے پڑا :

فَمَنْ مَبْشَلِغِ النَّعْمَانَ أَنْ ابْنَ أَخْتِيهِ
عَلَى الْعَيْشِ يَعْشَادُ الصَّفَا وَيُمَزَّقُ^۱

نعمان کو کون یہ پیغام پہنچا دے گا کہ اس کا بھانجا عین کے مقام پر کے پتھروں سے مانوس ہو گیا ہے اور گاتا رہتا ہے [۱۲۵ : ۳] (اور التمزیق^۲ اور عین محلم بحرین میں ایک مقام ہے) اور ابو عبیدہ نے اس کے اس شعر^۳ کو روایت کیا ہے :

هَلْ لِلْفَتَى مِّنْ بَنَاتِ الدَّهْرِ مِثْنِ رَاقٍ^۴
أَمْ هَلْ لَهَا مِثْنِ حِمَامِ الْمَوْتِ مِثْنِ وَاقٍ^۵
کیا کوئی ہے جو انسان کو دنیاوی مصائب سے منتروں کے ذریعے
بچا لے یا کیا کوئی اسے مُقَدَّر موت سے بچا لینے والا ہے

- ۱ - مجد بھجتہ اثری لکھتے ہیں کہ مشہور یُمَزَّق (راء کے ساتھ) ہے جس کے معنی گانے کے ہیں -
- ۲ - یہاں اصل کتاب میں کوئی لفظ رہ گیا ہے غالباً آلوسی تمزیق کی تشریح کرنا چاہتے تھے جو رہ گئی ہے - اس جملے کے دینے کی وجہ بھجتہ اثری نہیں سمجھ سکے حالانکہ بات صاف ہے کہ آلوسی کی مراد یہ ہے کہ شعر میں عین کا لفظ جو آیا ہے اس سے مراد عین محلم سے ہے -
- ۳ - مگر ابن عبید ربہ (العقد : ۳ : ۱۷۶ - ۱۷۷) اور ابو عبید بکری (سمط اللالی : ۱۳ مع حاشیہ از میمن) نے ان اشعار کو یزید بن خذّاق کی طرف منسوب کیا ہے -
- ۴ - تصحیح عقد الفرید سے کی گئی ہے - بلوغ العرب میں دونوں مصرعوں میں واقعی ہے -

اسی قصیدے میں اس کا یہ شعر بھی ہے جو ضرب المثل بن چکا ہے :

هَوِّنْ عَلَيَّكَ وَلَا تَوْلَعْ بِأَشْفَاقِ
فَأَنِيمًا مَالُنَا لِلسَّوَارِثِ الْبَاقِي

پروا نہ کر اور ڈر نہیں کیونکہ ہمارا مال اس وارث کے لیے ہے جو ہمارے بعد باقی رہ جائے گا

یہ شعر اس کے عمدہ اشعار میں شمار کیا جاتا ہے :

لَنْ يَجْمَعُوا أَوْدِيَّ وَمَعْرِفَتِي
أَوْ يُجْمَعِ السَّيْفَانِ فِي غِمْدِ

وہ میری کچی اور معرفت کو کبھی اکٹھا نہیں کر سکتے کیا کبھی دو تلواریں ایک میان میں جمع کی جا سکتی ہیں

۲۷ - عبد قیس بن خفاف

اس کے بہترین اشعار یہ ہیں جو اس نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہے :

فَاللَّهِ فَاتَّقِيهِ وَ أَوْفِ بِنَذْرِهِ
وَ إِذَا حَلَفْتَ مُمَارِيًّا فَتَحَلَّلْ

اللہ سے ڈرو اور اس کے معاہدوں کو پورا کرو اور جب تو جھگڑتے ہوئے قسم کھائے تو مشروط طور پر قسم کھاؤ

- ۱ - ابو جُبَيْل عبد قیس بن خفاف یہ جاہلی اور مفضلی شاعر ہے اور بنی عمرو بن حنظلہ کی شاخ براجم میں سے تھا۔
- ۲ - ملاحظہ ہو لسان العرب ک رب۔

وَأَعْلَمَ بِأَنَّ الضَّيْفَ مُخْبِرٌ أَهْلَهُ
بِمَبِيئَتِهِ لَيْلَتِهِمْ وَإِنْ لَمْ يُسْأَلْ

یاد رکھو کہ مہمان اپنے گھر والوں کو جا کر بتائے گا کہ اس نے
کیسے رات گزاری خواہ کوئی اس سے اس کے متعلق سوال نہ بھی کرے

وَالضَّيْفَ أَكْرَمَهُ فَأِنْ مَبِيئَتَهُ
حَقٌّ وَلَا تَكُ لُعْنَةً لِلنَّشِزَلِ

مہمان کی عزت کرو، یہ اس کا حق ہے کہ وہ تمہارے پاس رات
گزارے اور تم ایسے نہ بنو کہ جو تمہارے ہاں آ کر اتریں وہ تم
پر لعنت ہی کرتے رہیں

وَصَلِّ الْمُوَاصِلَ مَاصِفًا لَكَ وَدُهُ
وَاحْزُزْ حِبَالَ الْخَائِنِ الْمُتَبَدِّلِ

جو تمہارے ساتھ تعلقات قائم کرے جب تک اس کی دوستی مخلصانہ
رہے تم بھی اس کے ساتھ تعلقات قائم کیے رکھو مگر خائن اور
بے شرم آدمی سے تعلقات منقطع کر لو

وَأْتِرُكُ مَحَلَّ السَّوْءِ لَا تَجْلُلْ بِهِ
وَإِذَا نَبَا بِيكَ سَنَزَلُ فَتَجَسَّوْا

برے مقام کو ترک کر دو وہاں نہ اترو اور جب کوئی مقام ناموافق
آئے تو وہاں سے کسی اور جگہ چلے جاؤ

دَارُ التَّهْوَانِ لَمِينَ رَأَهَا دَارَهُ
أَفَرَاحِلَ عَنْهَا كَمَنْ لَمْ يَرَحِلَ

۱ - تصحیح حاسہ ابن الشجری (صفحہ ۱۳۶) اور لسان العرب سے کی
گئی ہے۔ بلوغ العرب میں مُکْرِمٌ ہے اور اس لفظ سے شعر کے
تمام معنی بگڑ جاتے ہیں۔ نیز ملاحظہ ہو امالی مرتضیٰ : ۱ :
۳۸۳ جہاں اسی قسم کے اشعار حارثہ بن بدر الغدانی کی طرف منسوب
کیے گئے ہیں۔

ذلت کا گھر اس شخص کے لیے ہے جو اسے اپنا گھر سمجھے کیا وہاں سے کوچ کر جانے والا اور وہ شخص جو کوچ نہ کرے یکساں ہیں ؟

وَإِذَا هَمَمْتَ بِأَمْرٍ شَرٍّ فَنَاتْتَبِعْهُ
وَإِذَا هَمَمْتَ بِأَمْرٍ خَيْرٍ فَنَاءَجِلْ

جب تم کسی شر کا ارادہ کرو تو آہستہ سے اور سوچ بچار کرنے کے بعد کرو اور جب تم نیک کام کرنے کا ارادہ کرو تو پھر جلدی کرو

وَإِذَا اتَّشَكَ مِنْ الْعَدُوِّ قَوَّارِصٌ
فَنَاقِرِصٌ هُنَّاكَ وَلَا تَقُلْ لِمَ أَفْعَلُ

جب تمہیں کسی دشمن کی طرف سے ایذا رساں کلمات پہنچیں تو تم بھی ایذا پہنچاؤ اور پھر یہ نہ کہو کہ میں نے ایسا نہیں کیا (ایسے کے لیے تیسے بنو اور پھر اس بات کو چھپاؤ مت)

۲۸ - الشنفری

اس کا پہلے بھی ذکر کیا جا چکا ہے ، اس کا بہترین شعر اس قصیدے میں ہے جس کا مطلع یہ ہے :

أَلَا أُمُّ عَمْرٍ وَاجْهَمَعَتْ فَاسْتَقَلَّتْ
وَمَا وَدَّعَتْ جِيئِرًا أَنْهًا إِذْ تَوَلَّتْ

لوگو ! ام عمرو نے روانگی کا پختہ ارادہ کر لیا اور وہ روانہ ہو گئی جب وہ منہ موڑ کر چلی گئی تو اس نے اپنے پڑوسیوں کو الوداع بھی نہ کہا

(وہ بہترین) شعر یہ ہے جو ایک عورت کی تعریف میں کہا

گیا ہے :

فَدَقَّتْ^ وَجَلَّتْ^ وَاسْبَكَرَتْ^ وَآظَلَمَتْ^
فَلَوُ^ جُنَّ^ اِنْشَانَ^ مِنْ^ الْحُسْنِ^ جُنَّتْ^

اس کے ' ابرو ، کمر اور ناک پتلی ہے اور اس کے بازو ، دونوں پنڈلیاں اور کولھے بڑے ہیں ۔ قد لمبا ہے اور بال سیاہ ہیں ۔ اگر اپنے حسن کی وجہ سے کوئی شخص دیوانہ ہوگا تو یہ ہوتی

یعنی اس کی کمر پتلی ، کولھے بڑے ، قد لمبا اور بال سیاہ ہیں اگر کوئی انسان فرط حسن کی وجہ سے دیوانہ ہوتا تو یہ ہوتی ۔

۲۹ - عروۃ بن الورد

اس کے بہترین اشعار اور پسندیدہ کلام وہ ہے جس میں وہ اپنے^۲ نفس کو طلب مال کے معاملے میں مخاطب کر رہا ہے :

فَمَنْ^ يَتَكُ^ مِثْلِي^ ذَاعِيَالٍ^ وَمُقْتَرَاٍ^
مِنْ^ الْمَالِ^ يَطْرَحُ^ نَفْسَهُ^ كَمَلٍ^ مَطْرَحٍ^

جو شخص میری طرح بڑے عیال والا اور محتاج ہوگا وہ اپنے آپ کو ہر طرح سے ادھر ادھر پھینکے گا ، (ہر راہ اختیار کرے گا)

لِيَتَبَلَّغَ^ عُدْرًا^ أَوْ^ يَنْتَالَ^ رَغِيْبَةً^
وَيُبَلِّغَ^ نَفْسٍ^ عُدْرَةً^ مِثْلُ^ مَسْحُوحٍ^

تاکہ وہ عذر تک پہنچ جائے یا اپنی مرغوب چیز حاصل کر لے

۱ - ملاحظہ ہو سمط اللالی : ۴۱۰ -

۲ - خمسہ دواوین (صفحہ ۸۸) میں ہے : فقال عروۃ يذكر شدة حال اهل الكنيف ومن با وان و قيا مد بامرهم حتى صلحوا وند به اياهم حتى خر جوا معه -

۳ - تصحيح خمسہ دواوین سے کی گئی ہے بلوغ الارب میں : مقتر

اور جو شخص اپنے نفس کو عذر کی حد تک پہنچا دیتا ہے وہ ایسا ہے گویا کامیاب ہو گیا

نیز اس کا یہ قول (بھی لائق داد ہے)

إِذَا آدَاكَ مَسَالِكُ فَامْتَلِهِنَّ
لِيَجَادِيَهُ وَإِنْ قَسَرَ المُرَّاحُ

جب تمہارا مال تمہاری مدد کرے تو اسے سائل کی خدمت کے لیے استعمال کرو خواہ تمہارا سارا بارہ ہی کیوں نہ خالی ہو جائے
یعنی جب تمہارا مال تمہاری مدد کرے تو اسے سائلوں پر خرچ کر دو خواہ تم ان سے خالی ہاتھ کیوں نہ ہو جاؤ۔

۳۰۔ افنون^۲ التغلبي

اسے کسی کاہن نے تنبیہ کر دی تھی کہ اس کی موت کسی زہریلے جانور کے کاٹنے سے واقع ہوگی۔ چنانچہ وہ اس سے بچنے کی پوری کوشش کیا کرتا تھا۔ اپنی سواری کی پشت پر ہی سو جایا کرتا تھا۔ ایک رات درآنحالیہ وہ اپنی اونٹنی پر تھا اور اونٹنی چر رہی تھی ایک سانپ

۳۔ تصحیح قیاسی ہے بلوغ الارب میں: اذا آدا آداك ہے اور خمسہ دواوین میں: اذا آداك ذال معجمہ کے ساتھ ہے۔ سقط اللالی (صفحہ ۷۱۴) میں اذا ما آداك ہے حالانکہ اس سے پہلے بکری یہ کہہ چکا ہے: وكذلك آدیتك اور اس معنی پر یہ شعر بطور استشہاد پیش کیا ہے لہذا یہ لفظ آداك ہی ہو سکتا۔ میمن نے اسے درست نہیں کیا۔

۲۔ افنون (الف پر پیش اور زہر دونوں آئی ہیں) اصلی نام صریم بن معشر بن ذہل التغلبي۔ جاہلی شاعر ہے اس کا افنون لقب اس کے اس شعر کی وجہ سے پڑا:

مَنْعَيْتَنَا الْوُدَّ يَا مَضْنُونُ مَضْنُونًا
أَزْ مَانَنَا إِنْ لَلشُّبَّانِ أَفْنُونًا

اس کے ہونٹوں سے لپٹ گیا۔ اونٹنی نے بے قرار ہو کر سانپ کو اس کی طرف پھینک دیا اور سانپ نے اسے کاٹ لیا۔ اسی وقت اس نے کہا :

لَعَمْرُكَ مَا يَدْرِي الْفَتَى كَيْفَ يَتَّقِي
إِذَا هُوَ لَمْ يَجْعَلْ لَهُ اللَّهُ وَاقِيًا

[۳ : ۱۲۷] تمہاری قسم انسان کو معلوم نہیں کہ وہ کیسے بچے اگر وہ اللہ کو اپنا بچانے والا نہیں مانتا پھر اسی وقت گرا اور مر گیا

۳۱۔ قیس بن الخطیم

اس کے بہترین اشعار اس کا وہ قصیدہ ہے جس کا مطلع یہ ہے :

أَتَعْرِفُ رَسْمًا كَطِيطِرَادِ الْمَذَاهِبِ
لِبَعْمُرَةَ وَحَشَا غَيْرَ مَوْقِفِ رَاكِبِ

کیا تو عمرہ کے ویران شدہ کھنڈرات کو پہچانتا ہے جو ان پے در پے سطور کی طرح دکھائی دیتے ہیں جو کھالوں پر سنہری حروف سے لکھے گئے ہوں مگر سوار کے کھڑے ہونے کی جگہ ویران نہیں ہوئی

اس قصیدے کے ٹیپ کے اشعار یہ ہیں جن میں وہ عورت کی تعریف کر رہا ہے :

تَرَآءَاتُ لَنَا كَالشَّمْسِ بَيْنَ غَمَامَةٍ
بَدَا حَاجِبٌ مِّنْهَا وَبَانَتْ بِحَاجِبِ

یہ ہمیں اس طرح دکھائی دی جیسے بادل میں سورج جس کی ایک

۱۔ قیس بن الخطیم و ہو ثابت بن عدی بن عمرو بن سواد۔ مخضرم شعرا میں سے ہے۔ مدینے کا رہنے والا تھا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو یہ زندہ تھا مگر ایمان نہیں لایا۔

طرف ظاہر ہو اور ایک طرف کٹ چکی ہو

وَلَمَّا رَأَيْتُمُ الْجَرَابَ قَدْ جَدَّ جِدُّهَا
لَبِيسَتْ سَعَّ الْبُرْدَيْنِ ثَوْبَ الْمُحَارِبِ

جب میں نے دیکھا کہ جنگ سنجیدگی سے شروع ہو گئی ہے تو میں نے دونوں چادروں کے ساتھ جنگ کرنے والے کے کپڑے پہن لیے

اس کی مراد یہ ہے کہ میں نے صلح کی حالت اور جنگ کی حالت کے کپڑوں کو باہم جمع کر لیا تاکہ میں دونوں حالتوں میں اپنے معاملے سے باخبر رہوں۔

اسی قصیدے میں ہے :

إِذَا قَصَّرْتُ أَشْيَا فُنَّا كَانٌ وَصَلُّهُمَا
خُطَا نَا إِلَىٰ أَعْدَائِنَا بِالتَّقَارُبِ

جب ہماری تلواریں (دشمن تک) نہ پہنچ سکتی ہوں تو ہم اپنے قدم بڑھا کر دشمن کے قریب آ کر ان سے ملا دیتے ہیں

اور اسی قصیدے میں ہے :

لَوْ أَنَّكَ تُلَاقِي حَنْظَلًا فَوْقَ بَيْضِنَا
تَدْحُرْجَ عَن ذِي سَامَةَ الْمُتَقَارِبِ

۱۔ لسان العرب میں ہے : والسامة عرق في الجبل مخالف لجبله اذا اخذ من المشرق الى المغرب لم يخلف ان يكون فيه معدن فضة وقيل : السام عروق الذهب والفضة في الحجر وقيل السام عروق الذهب والفضة و احدته سامة - - والمعنى اى على ذى سامة وعن فيه بمعنى على والهاء فى سامة ترجع الى البيض يعنى البيض المموه به اى البيض الذى له سام قال ثعلب : معناه انهم تراصوا فى الحرب حتى لو وقع حنظل على رؤسهم على امتلاسه و استواء اجزائه لم ينزل الى الارض -

اگر تو ہارے خودوں کے اوپر حنظل پھینک دے تو یہ حنظل ان سنہری خودوں کے اوپر ہی اوپر لڑھکتا رہے گا جو ایک دوسرے کے قریب ہیں (اور ساتھ ساتھ لگے ہوئے ہونے کی وجہ سے زمین پر نہ گرے گا)

۳۲۔ اٰحیجہ بن الجلاح

اس کے بہترین اشعار وہ ہیں جنہیں مثلاً پیش کیا جاتا ہے :

اِسْتَعْنِ اَوْ مُتْ وَلَا يَغْرُرْكَ ذُو نَسَبٍ
مِنْ اِبْنِ عَمٍّ وَلَا عَمٍّ وَلَا خَالَ

یا مالدار بن یا مر جا اور دیکھ کہ تجھے کوئی مال دار خواہ وہ چچا کا بیٹا ، یا خود چچا یا ماموں ہی کیوں نہ ہو دھوکے میں نہ ڈال دے (عزیزوں کی دولت کو اپنا جاننے کا دھوکا ہرگز نہ کھانا)

اِنِّي سِيَّ مُقَيِّمٌ عَلَى السَّوْرَاءِ ۲ اَعْمُرْهَا
اِنْ الْحَبِيْبِيْبَ اِلَى الْاِخْوَانِ ذُو الْمَالِ

۱۔ اٰحیجہ بن الجلاح بن الحریش بن جحجبا بن کلفہ بن عوف بن عمرو بن مالک بن الاوس۔ ابو عمرو کنیت ہے۔

۲۔ زوراء ایک مقام ہے جہاں اٰحیجہ کے تین سو ایسے باغ تھے جنہیں اونٹوں کے ذریعے سیراب کیا جاتا تھا۔ اٰحیجہ ایک بار اپنے ایک باغ میں سے گزر رہا تھا۔ اس نے وہاں ایک گری پڑی کھجور اٹھالی۔ لوگوں نے اسے برا بھلا کہا تو کہا : ایک ایک کر کے کھجور کئی ایک کھجوریں بن جاتی ہیں اور ایک ایک اونٹ کر کے ایک ذؤد بن جاتا ہے پھر یہ اشعار کہے۔ اس سے اگلا شعر یہ ہے :

كُلُّ النَّدَاءِ اِذَا نَادَيْتُ يَخْذُلُنِي
اِلَّا نِدَائِي اِذَا نَادَيْتُ يَا مَالِي

(العقد الفريد : ۲ : ۲۰۹)

میں زوراء کے مقام پر مستقیم ہوں اور اسے آباد کر رہا ہوں کیونکہ
بھائیوں کو مالدار آدمی ہی پیارا لگتا ہے

اور اس کا یہ شعر :

وَمَا يَدْرِي الْفَقِيرُ مَتَى غِنَاهُ
وَلَا يَدْرِي الْغَنِيُّ مَتَى يُعْيِلُ

محتاج کو یہ معلوم نہیں کہ وہ کب مالدار ہو جائے گا اور نہ ہی
مالدار کو یہ معلوم ہے کہ وہ کب مفلس ہو جائے گا

۳۳ - عامر بن الطفیل

یہ خوش گو شعرا میں سے ہے ، اس کے عمدہ اشعار میں سے مندرجہ
ذیل اشعار ضرب الامثال کی طرح مشہور ہو گئے ہیں :

إِنِّي وَإِنْ كُنْتُ ابْنَ صَيْدٍ عَامِرٍ
وَقَارِ سَهَا الشَّمْشُهُورِ فِي كِلِّ مَوَكِبٍ

میں اگرچہ قبیلہ عامر کے سردار اور ہر مجلس میں ان کے مشہور
شہسوار کا بیٹا ہوں

فَمَا مَوَدَّتْنِي عَامِرٌ عَنِ وراثته
أَبَى اللَّهِ أَنْ أُمَّمُو بِأُمِّ و لا آب

پھر بھی قبیلہ عامر نے مجھے وراثتاً سردار نہیں بنایا خدا کو یہ بات
منظور نہیں ہے کہ میں ماں یا باپ کی وجہ سے سردار بنوں

۱ - عامر بن الطفیل بن مالک بن جعفر بن کلاب بن عامر بن صعصعہ
اس کی ماں کبشہ عروۃ الرحال کی بیٹی تھی - ابو علی اس کی
کنیت ہے - یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کی خدمت میں آیا مگر
ایمان نہیں لایا -

وَالْكَيْنَنِيَّ أَحْمِيَّ حِمَاهَا وَآتَقِيَّ

أَذَاهَا وَأَرْسِيَّ مَن رَمَاهَا بِمِقْنَبٍ

لیکن میں تو ان کی چراگاہ کی حفاظت کرتا ہوں اور ان کو دکھ دینے سے بچتا رہتا ہوں اور جو ان پر تیر چلائے میں ان پر گھوڑ سواروں کی جماعت لے کر حملہ کرتا ہوں اس کے یہ اشعار پر انتخاب میں پائے جاتے ہیں کیونکہ ان میں لفظی اور معنوی دونوں خوبیاں پائی جاتی ہیں

۳۲ - ابو الطمجان^۲ القینی

اس کا نام شرقی^۳ بن حنظلہ ہے۔ دعبل کہتا ہے کہ عہد جاہلیت میں عربوں نے جو اشعار مدح میں کہے ان میں سے بہترین اشعار ابو الطمجان کے یہ اشعار^۴ ہیں :

۱ - بلوغ الارب اور العقد الفرید میں المنکب ہے مگر اس کے کوئی معنی نہیں بنتے مقنب کی روایت مروج الذهب (۲ : ۵۵) سے لی گئی ہے۔ مقنب : گھوڑ سواروں کی وہ جماعت جو لوٹ مار کے حملے کے لیے جمع ہو۔

۲ - ابو الطمجان حنظلہ بن الشرقی - چور اور بھوکا تھا - جاہلی اور اسلامی شاعر ہے - زُبیر بن عبدالمطلب کا ہمعمر اور ندیم تھا - یہ خبیث اور بے دین تھا -

۳ - درست حنظلہ بن شرقی ہے -

۴ - ابو الطمجان بُجَیْر بن اوس بن حارثہ بن لام الطائی کی قید میں تھا - جب ابو الطمجان نے اس کی مدح میں یہ قصیدہ کہا تو اس نے ابو الطمجان کو رہا کر دیا اور اس کی پیشانی کے بال کاٹ لیے - اس کے بعد ابو الطمجان نے بُجَیْر کی مدح میں متعدد قصیدے کہے - جس قصیدے کے یہ اشعار ہیں اس کا مطلع یہ ہے :

إِذَا قِيْلَ أَيْ النَّاسِ خَيْرٌ قَبِيْلَةٌ

وَ أَصْبَرُ يَوْمًا لَا تَوَارَى كَوَاكِبُهُ

(اغانی : ۲۳ : ۳)

وَأَنَّ بَنِي أَوْسِ بْنِ لَامٍ أَرُوْمَةٌ
عَلَّتْ فَوْقَ صَعْبٍ لَا تُرَامُ مَرَّاقِيْبُهُ

بنو اوس بن لام ایسا خاندان ہے جو ایک دشوار گزار پہاڑ پر چڑھ گیا ہے۔ جس کی چوٹیوں تک پہنچنے کا کوئی قصد نہیں کر سکتا

أَضَاءَتْ لَهُمْ أَحْسَابُهُمْ وَوَجُوهُهُمْ
دُجَى اللَّيْلِ حَتَّى نَظَّمِ الْجَزْعَ ثَاقِيْبُهُ

ان کے کہلات اور ان کے چہروں نے رات کی تاریکیوں کو اس قدر روشن کر دیا ہے کہ سہروں کو سوراخ کرنے والا انہیں پرو سکتا تھا

ابو بکر خوارزمی کہتا ہے : میں بعض اوقات رونے کے موقع پر رونا چاہتا مگر آنسو نہ آتے تھے مگر جونہی کہ ابو الطمجان قینی کے اشعار دل ہی دل میں پڑھنے لگتا کہ آنسو ٹپکنے لگ جاتے۔ وہ اشعار یہ ہیں :

أَلَا عَالِيَانِي قَبِيْلَ صَدْحٍ ۲ النَّوَالِيحِ
وَ قَبِيْلَ ارْتِيَاءِ ۳ النَّفْسِ فَوْقَ الْجَوَالِيحِ

۱ - ابو الفرج (اغانی حوالہ مذکور) نے ابو الطمجان کے ان اشعار کے اثر کا ایک اور واقعہ نقل کیا ہے : اسحاق بیان کرتا ہے میں مامون کے پاس گیا تو وہ بہت مغموم تھا۔ میں نے عجیب و غریب قصوں کے ذریعے سے اسے ہنسانے کی کوشش کی مگر کوئی اثر نہ ہوا بالآخر ابو الطمجان کے یہ اشعار سنائے تو فوراً اس کا غم جاتا رہا۔ ابن عبد ربہ (العقد الفرید : ۳ : ۱۷۹) نے ان اشعار کو ہدیہ العذری کی طرف منسوب کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس نے یہ اشعار اس وقت کہے جب اسے اپنی موت کا یقین ہو گیا۔

۲ - العقد الفرید میں : نوح لکھا ہے۔

۳ - العقد الفرید میں : الاطلاع ہے

نوحہ کرنے والیوں کی چیخ پکار سے پہلے ذرا میرا دل بہلا دو ،
قبل اس کے کہ میرا سانس پسلیوں کے اوپر چڑھ آئے

وَقَبْلَ غَدِي يَا لَهْفَ نَفْسِي عَلَيَّ غَدِي
إِذَا رَاحَ أَصْحَابِيْ وَ لَسْتُ بِرَائِحِ

کل صبح سے پہلے پہلے - ہاں مجھے کل پر افسوس آتا ہے جب
میرے ساتھی واپس آئیں اور میں واپس نہ آؤں گا

إِذَا رَاحَ أَصْحَابِيْ تَفِيْضُ دُمُوعِهِمْ
وَ غُوْدِرْتُ فِي لَحْدِي عَلَيَّ صَفَائِحِيْ

جب میرے ساتھی آنسو بہانے ہوئے واپس آ جائیں گے اور مجھے
قبر میں اس حالت میں چھوڑ دیا جائے گا کہ مجھ پر پتھر رکھے
ہوں گے

[۱۲۹ : ۳] يَتَّقُوْا لُوْنَ هَلْ اَصْلَحْتُمْ لَا خِيَكُمْ
وَمَا اللَّحْدُ فِي الْاَرْضِ الْفَضَاءِ بِصَالِحِ

وہ یہ کہتے ہوں گے کیا تم نے اپنے بھائی کی قبر کو ٹھیک کر دیا
ہے اور وسیع زمین میں بھی قبر کوئی اچھی جگہ نہیں ہے

بات سے بات یاد آ جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی ادیب نے کہا ہے
جب میں آنسو بہانا چاہوں اور فوراً بہانا چاہوں مگر آنسو نہ آئیں تو میں
ایک جدید شاعر کے اشعار دل ہی دل میں پڑھنا شروع کر دیتا ہوں (بلکہ)
ابھی یہ خیال دل ہی میں ہوتا ہے کہ آنسو آ جاتے ہیں اور وہ اشعار
یہ ہیں :

وَلَتَطَّلِعَنَّ الشَّمْسُ بَعْدَ فِرَاقِنَا
بِئْسَ ضَاءَ لَمْ تَأْسَفْ عَلَيَّ فُقْدَانِنَا

ہمارے فراق کے بعد سورج (اسی طرح) سفید طلوع ہوتا رہے گا اور
اسے ہمارے فقدان پر کوئی غم نہ ہوگا

كَمْ مِّنْ غَدَاةٍ يُسْتَطَابُ نَسِيمُهَا
وَيَدُ الثَّيْلَى تَقْضِي عَلَيَّ أَبَدًا إِنِنَا

بہت سی صبح (ایسی آئیں گی) کہ ان کی نسیم عمدہ ہوگی مگر اس وقت بوسیدگی کا ہاتھ ہارے بدنوں کے خلاف فیصلہ دے رہا ہوگا

۳۵ - الأُعْشَىٰ

اس کا نام میمون بن قیس ہے۔ اسے اس کے اشعار کی فنی کثرت کے باعث صنّاجۃ العرب کہا گیا۔ اس کا شمار ان چار شعرا میں ہوتا ہے جن کے متعلق سب کا اتفاق ہے کہ یہ عربوں کے بہترین شاعر تھے، ان کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ اُعْشَىٰ جاہلی شعرا کے آخر میں اور مخضرمین شعرا کا پیشرو ہوا ہے۔ اس نے بعثت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح بھی کہی لیکن اسلام لانے کی اسے توفیق نہ ہوئی۔ اس کی مشہور

۱ - اُعْشَىٰ نو ہوتے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں اُعْشَىٰ بنی قیس^۱۔ اُعْشَىٰ شیبان^۲ اُعْشَىٰ باہلہ^۳، اُعْشَىٰ ہمدان^۴، اُعْشَىٰ بنی ربیعہ^۵، اُعْشَىٰ سلیم^۶، اُعْشَىٰ نہشل^۷، اُعْشَىٰ قیس^۸ اور ایک اور اُعْشَىٰ^۹۔ یہاں اُعْشَىٰ میمون بن قیس بن جندل مراد ہے جو بنی قیس بن ثعلبہ میں سے تھا۔ ابو بصیر اس کی کنیت ہے۔ اس کے باپ قیس کو قتیل الجوع کہا جاتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ ایک غار میں گیا۔ اتفاق سے غار کے اوپر چٹان آ پڑی جس سے غار کا منہ بند ہو گیا اور یہ بھوک سے مر گیا۔ آخر عمر میں اُعْشَىٰ نے اسلام کا زمانہ پایا اور اسلام لانے کی غرض سے مکے آیا مگر کسی نے اسے کہہ دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شراب کو حرام قرار دیتے ہیں تو اُعْشَىٰ نے کہا: ایک سال خوب پی لیتا ہوں پھر مسلمان ہو جاؤں گا مگر سال ختم ہونے سے پہلے ہی یعامہ کی ایک بستی میں مر گیا (معط اللالی: ۸۳)۔

امثال میں سے شراب کے متعلق اس کے یہ اشعار ہیں :

وَ كَتَّاسٍ شَرِبَتْهُ عَمَلَسِي لَذَّةٌ
وَ أُخْشِرِي تَدَاوَيْتُ مِنْهَا بِهَوَا

میں نے کئی پیالے لذت کے لیے پیے پھر کئی اور پیے جن سے
(ان کے خمار کی تکلیف کا) علاج کیا

لِيَكِيَّ يَعْثَمَ النَّاسُ أُنْسِي امْرُؤٌ
أَتَيْتُ المُرُوءَةَ مِنْ بَابِهَا

تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ میں وہ انسان ہوں جو مردانگی
تک صحیح طریق سے پہنچا

اسی کا وہ شعر ہے جس کے متعلق سب کا اتفاق ہے کہ جاہلیت
کے زمانے میں اس سے زیادہ سخت بچو نہیں کہی گئی اور یہ اس کے وہ
شعر ہیں جو اس نے علقمہ بن علاثہ کے بارے میں کہے :

تَبِيئِثُونَ فِي المَشْتَى مِلاءٌ بَطُؤُوكُمْ
وَ جَارَاتِكُمْ غَرَّثِي يَبِيئُ خَمَائِصًا

تم قحط سالی کے زمانے میں پیٹ بھر کر رات بھر پڑے رہتے ہو
جب کہ تمہاری پڑوسنیں بھوکی اور خالی پیٹ رات گزارتی
ہیں

روایت ہے کہ جب علقمہ نے یہ شعر سنا تو رو پڑا اور کہا :
خدایا ! اسے رسوا کر ، اگر یہ جھوٹا ہے تو اسے میری طرف سے
سزا دے ۔

اعشٰی کے بہترین اشعار میں سے اور قصیدے کے
پسندیدہ ترین شعروں میں سے اور ہار کے سب سے بڑے موتی یہ
اشعار ہیں :

وَ إِنِّ الشَّقْرِيَّ مَن يُقْرِبُ نَفْسَهُ
لِعَمْرٍ أَبِيكَ الخَيْرِ لَا مَن تَنْسَبُهَا

[۱۳۰ : ۳] قریبی وہی ہے جو اپنے آپ کو قریب رکھے
تمہارے اچھے باپ کی قسم وہ قریبی نہیں ہے جو تمہارا ہم نسب
ہونے کا دعویٰ کرے

وَمَنْ يَغْتَرِبُ عَنْ قَوْمِهِ لَا يَزَلْ يَرَى
مَسَارِعَ مَظْلُومٍ مَجْرَأً وَمَسْحَبًا

جو شخص اپنی قوم سے دور چلا جائے گا اسے ہمیشہ ایسے
مقامات دیکھنے پڑیں گے جہاں مظلوموں کو کھینچ اور گھسیٹ کر
لا کر پچھاڑا جاتا ہے

وَتُدْفَنُ مِنْهُ الصَّالِحَاتُ وَإِنْ يُسِيئُ
يَتَكُنُّ مَا أَسَاءَ النَّارَ فِي رَأْسِ كَبْكَبًا

اس شخص کے نیک اعمال کو دفن کر دیا جاتا ہے اور
اگر اس سے کوئی برائی سرزد ہو جائے تو اس کی اس طرح شہرت
ہو جاتی ہے جیسے کبکب پہاڑ پر آگ (جلتی ہوئی سب کو دور سے
دکھائی دیتی ہے)

اور اس کی مشہور امثال میں سے اس کے یہ اشعار ہیں :

أَلَسْتُ مُنْتَهِيًا عَنِ نَجْحَتِ أَثْلَتِنَا
وَلَسْتُ ضَائِرًا مِمَّا أَطَّتِ الْإِبِلُ

کیا تو ہمارے حسب میں طعن کرنے سے باز نہیں آنے
گا ، یہ جان لے کہ تو ہمارے حسب کو کبھی بھی نقصان نہیں
پہنچا سکتا

۱ - لفظی ترجمہ : جب تک اونٹ آواز کرتے ہیں - امالی میں ہے
(۱ : ۲۳۰) و لا افعل ذلك ما اطت الابل و اطيئطوها :
حنینہا ، و قال ابو عبید : اطيئط الابل نقيض جلودها عند الكظة
اس کے بعد اعشلیٰ کا یہی شعر پیش کیا ہے -

كَسَاتِطِجٍ صَخْرَةٍ يَوْمًا لِيَتَقَلَّبَتْهَا
فَلَمْ يَضِرْهَا وَأَوْهَى قَرْنَهُ الْوَعِيلُ

تمہاری اور ہماری مثال تو اس پہاڑی بکرے کی سی ہے جو
دن بھر چٹان کو اکھیڑنے کی نیت سے ٹکر مارتا رہا ہو
مگر چٹان کو وہ کوئی نقصان نہ پہنچا سکا ہو اور اس نے اپنے ہی
سینگ کو کمزور کر دیا ہو

اور اس کے یہ شعر (بھی خوب ہیں) :

عَوَدَتْ كِنْدَةَ عَادَةَ فَاصْبِرْ لَهَا
إِغْفِرْ لِحَاھِلِھَا وَرَوِّ سِجَالِھَا

تو نے کندہ کو ایک بات کی عادت ڈال رکھی ہے لہذا
اس پر قائم رہ ، ان کے جاہلوں کو معاف کر اور ان کے ڈول
بھر دے

أَوْ كُنْ لَهَا جَمَلًا ذَلُولًا ظَهْرُهُ
وَاحْمِلْ فَأَنْتَ مِعْوَدٌ تِحْمَالِھَا

یا ان کے لیے ایسا اونٹ بن جا جو اپنی پیٹھ پر آسانی سے
سوار ہونے دیتا ہے اور لوگوں کو اٹھا کیونکہ تو ان کے اٹھانے
کا عادی بن چکا ہے

اس کی مشور مثالوں میں سے یہ اشعار ہیں :

إِذَا أَنْتَ لَمْ تَرَحَّلْ بِزَادٍ مِّنَ التَّقْوَى
وَلَا قَيْتَ بَعْدَ السَّمَوَاتِ مَنٌ قَدْ تَزَوَّدَا

اگر تو تقویٰ کو زاد بنا کر روانہ نہ ہو گا اور
پھر موت کے بعد تیری ملاقات ایسے شخص سے ہو جس نے زاد
تیار کر رکھا تھا

نَدِمْتُ عَنِّي أَنْ لَا تَكُونُ كِمِثْلِهِ
فَتُرْصِدُ لِشَلَا مَثْرِ الثَّيِّ كَانُ أَرْصِدًا

تو تو اس بات پر نادم ہو گا کہ تو نے خود ایسا کیوں نہ کیا اور خود تو نے اس بات کی تیاری کیوں نہ کی جس کی تیاری اس نے کر رکھی تھی

۳۶ - لبید بن ربیعہ العامری الانصاری

یہ مخضرم شعرا میں سے ہیں۔ جاہلیت میں ساٹھ سال زندہ رہے اور اسی قدر اسلام میں۔ یہ شیریں گفتار اور نازک کلام تھے۔ صحیح ترین بات جو کسی شاعر نے کہی ہو وہ لبید کے یہ اشعار ہیں :

أَلَا كُفُّ شَيْئِي مَخْلًا اللَّهُ بَطِيلٌ
وَكُفُّ نَعِيمِي لَا مَحَالَةَ زَائِلٌ

[۳ : ۱۳۱] اللہ کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے اور ہر نعمت لامحالہ زائل ہونے والی ہے

سَيَوَى جَنَّةَ الْفِرْدَوْسِ إِنْ نَعَيْمَهَا
يَدُومُ وَإِنْ السَّمَوَاتُ لَا بُدَّ نَازِلٌ

سوا جنت الفردوس کے کہ اس کی نعمتیں ہمیشہ رہیں گی اور موت بالضرور نازل ہوگی

۱ - أَرْصِدُ لَهُ شَيْئًا : أَعْدَدُهُ لَهُ -

۲ - لبید بن ربیعہ بن مالک بن جعفر بن کلاب - ابو عقیل کنیت - مخضرم شعرا میں سے ہیں - صحابی ہیں اور مشہور معلقہ گو ہیں -

۳ - محاورہ ہے رجل رقيق الحواشي اي لطيف الصحبة و كلام رقيق الحواشي أي لیس یہاں آخری محاورہ مراد ہے -

لبید سے کسی نے پوچھا کہ سب سے اعلیٰ شاعر کون ہے؟
 فرمایا : گمراہ بادشاہ ، ان کی مراد امرؤ القیس سے تھی ۔ پھر پوچھا کہ
 اس کے بعد کون آتا ہے ؟ جواب دیا : مقتول نوجوان ، ان کی
 مراد طرفہ سے تھی ۔ پھر پوچھا : اس کے بعد کون آتا ہے ؟
 جواب دیا : کھونٹے والا ، مراد بوڑھے ابو عقیل سے تھی
 یعنی خود وہ ۔

فرزدق نے کسی شخص کو لبید کا یہ شعر پڑھتے سنا :

وَجَلَّ السَّيُّوْلُ عَنِ الطُّلُوْلِ كَأَنَّهَا
 زُبُرٌ تُجِيدُ مُتَوْنَهَا أَقْلًا مُمَّهَا

سیلابوں نے (محبوبہ کے) کھنڈرات کو یوں واضح کر
 دیا ہے جیسے یہ کھنڈرات کتابیں ہوں جن کے بتوں کو قلموں نے
 پھر سے تازہ کر دیا ہو

تو سجدہ کیا ۔ کسی نے پوچھا : اے ابو فراس یہ سجدہ
 کیسا ؟ جواب دیا : تم قرآن کے سجدوں کو جانتے ہو اور میں شعروں
 کے سجدوں کو ۔

روایت ہے کہ جب لبید نے جاہلیت میں اپنا یہ قصیدہ پڑھا اور
 اس شعر پر پہنچا :

يَسْعَلُو طَرِيْقَةَ مَسْنِيَهَا ، وَسَوَاتِرُ
 فِي لَيْلَةٍ كَفَرَ النُّجُومَ غَمَامًا مُمَّهَا

ایسی رات میں جب کہ بادلوں نے ستاروں کو ڈھانپ رکھا تھا
 مسلسل بارش اس کی پیٹھ پر پڑ رہی تھی

تو اس وقت کے شعرا نے سجدہ کیا

کسی نے بشار بن برد سے دریافت کیا کہ بہترین شعر جو عربوں نے کہا ہو کونسا ہے ؟ بشار نے جواب دیا : ایک شعر کو تمام اشعار پر فضیلت دینا بہت مشکل ہے لیکن لبید نے ان اشعار میں نہایت ہی عمدہ بات کہی ہے :

أَكْذِبِ النَّفْسَ إِذَا حَدَّثَتْهَا
 إِنَّ صِدْقَ النَّفْسِ يُزْرِي بِاللَّامِلِ

جب تو اپنے نفس سے گفتگو کرے تو اس کی باتوں کو جھوٹی قرار دے کیونکہ نفس کو سچا کہنا امیدوں کو عیب دار کر دیتا ہے

وَ إِذَا رُمْتَ رَحِيلاً فَارْتَحِلْ
 وَ اعْصِ مَا يَأْمُرُ تَوَصِيهِمُ الْكَسَلِ

جب تو کوچ کا ارادہ کرے تو کوچ کر جا اور سستی کی وجہ سے جو اعضا شکنی ہوتی ہے اس کی نافرمانی کرو

ایک قصیدے میں بیان کردہ اس کی مشہور امثال میں سے کچھ یہ^۳

۱ - بشار بن برد : بنی عقیل کا آزاد کردہ غلام تھا - ابو سعاد کنیت اور مُرَعَّث لقب - مادر زاد اندھا تھا - تمام محدثین شعرا میں سے یہ بہترین شاعر ہے اور پیدائشی شاعر تھا - تکلف قطعاً نہیں پایا جاتا تھا - خایفہ مہدی نے اسے زندیقہ کے الزام میں ۶۷ھ میں قتل کر دیا تھا - اس کے ساتھ صالح بن عبد القدوس بھی اسی الزام میں قتل ہوا تھا -

۲ - لبید نے یہ اشعار ایک سو دس سال کی عمر میں کہے (العقد الفرید :

۱ : ۲۷۵ ، ۲ : ۳۳۱)

۳ - لسان العرب میں ہے :

يقول من " نفسك العيش الطويل لتأمل الآمال البعيدة
 فتجد في الطلب لانك اذا صدقتها فقلت لعلك تموتين
 اليوم او غداً قصر أملمها و ضعف طلبها ثم قال : غير ان
 لا تكذبنّها في التقى ای لا تسوّف بالتوبة و تصبر على المعصية -

اشعار ہیں :

وَمَا الشَّمَالُ وَالْأَهْلُونَ إِلَّا وَدَائِعٌ
وَلَا بُدَّ يَوْمًا أَنْ تَرَدَّ الْوَدَائِعُ

مال اور بیوی بچے امانتیں ہیں ایک نہ ایک دن یہ امانتیں ضرور
واپس کرنی پڑیں گی

وَمَا الْمَرْءُ إِلَّا كَالشَّهَابِ وَضَوُّهُ
يَحْوِرُ رَمَادًا بَعْدَ إِذْ هُوَ سَاطِعٌ

انسان تو شعلے اور اس کی روشنی کی طرح ہے جو بلند ہونے کے بعد
راکھ ہو جاتا ہے

[۳ : ۱۳۲] اسی قصیدے میں سے یہ اشعار بھی ہیں :

أَلَيْسَ وَرَائِي إِنْ تَرَ اخْتِ مَنِيَّتِي
لَزُومُ الْعَصَا تُحْنِي عَلَيْهِ الْأَصَابِعُ

اگر میری موت ملتوی ہو جائے تو کیا میرے سامنے
لاٹھی کو چمٹا رہنا نہیں ہے جسے انگلیوں کو ٹیڑھا کر کے
پکڑا جائے گا

أُخْبِرُ أَخْبَارَ الْقُرُونِ الَّتِي مَضَتْ
أَدَبٌ كَتَانِي كَلَّمَا قُمْتُ رَاكِعٌ

میں گزشتہ صدیوں کی خبریں بتاتا ہوں اور اس طرح
رینگ کر چلتا ہوں کہ جب اٹھوں تو یوں معلوم ہوتا ہوں
کہ میں رکوع کر رہا ہوں

لَعَمْرُكَ كَيْتَ مَا يَدْرِي الْمُسَافِرُ هَلْ لَهْ
نَجَاحٌ وَلَا يَدْرِي مَتَى هُوَ رَاجِعٌ

تمہاری جان کی قسم مسافر کو یہ معلوم نہیں ، آیا وہ

کامیاب ہوگا یا نہیں اور نہ ہی اسے یہ معلوم ہے کہ وہ
کب لوٹے گا

أَتَجْزَعُ مِمَّا أَحْدَثَ الدَّهْرُ بِالْفَتَى
وَأَيُّ كَرِيْمٍ لَمْ تُصِيبْهُ قَوَارِعُ

کیا تو ان نئی نئی باتوں سے گھبراتا ہے جو زمانہ
انسان کے لیے پیدا کرتا ہے۔ کونسا شریف انسان ہے جس پر
مصیبتیں نہیں آئیں

اور اس کی مشہور امثال میں سے اس کا یہ شعر بھی ہے :

ذَهَابَ ۱ التَّذْيِنَ يُعَاشُ فِي ۱ كُنَا فِيهِمْ
وَبَقِيَتْ فِي ۱ خَلْفَ كَجِيَادِ الْاَجْرَبِ

جن لوگوں کے زیر سایہ زندگی بسر کی جاتی تھی وہ گزر گئے اور میں
ان کے جانشینوں میں خارش زدہ کھال کی طرح رہ گیا ہوں (کہ مجھ
سے کسی کو فائدہ نہیں)

اور اس کے یہ اشعار ۲ (بھی خوب ہیں) :

فَقُومًا وَ قَوْلًا بِالتَّذْيِ قَد عَلِمْتُمَا
وَلَا تَخِيْمُ شَا وَ جَهًا وَلَا نَحْلِيْقًا شَعْرًا

تم دونوں اٹھو اور جو تمہیں معلوم ہے کہو مگر نہ تو چہرے
کو خراشنا اور نہ بال مونڈنا

۱ - حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس شعر کو سن کر فرمایا
کرتیں اگر لبید ہمارا زمانہ دیکھ لیتا تو پھر خدا معلوم کیا کہتا
(العقد : ۲ : ۱۶۳) -

۲ - لبید نے یہ اشعار ایک سو تیس برس کی عمر میں کہے۔
خطاب دو بیٹیوں سے ہے۔ اس وقت ان کی وفات کا وقت قریب
آچکا تھا (العقد الفرید : ۲ : ۱۰۳۳۰ : ۲۷۵) -

إِلَى الْحَوَلِ ثُمَّ اسْمُ السَّلَامِ عَلَيْكُمَا
وَمَنْ يُبْسِكِ حَوْلًا كَامِلًا فَقَدْ اَعْتَدَرُ

ایک سال تک ایسا کرتی رہنا بھر تم پر سلام ہو جو ایک سال
رو لے اس نے اپنا عذر پیش کر دیا

حکایت ہے کہ لبیدرض نے اسلام لانے کے بعد صرف ایک شعر کہا
اور وہ یہ ہے :

أَلْحَمْدُ لِلَّهِ إِذْ لَمْ يَأْتِنِي أَجَلِي
حَتَّى كَسَانِي مِنَ الْأِسْلَامِ مِرْبَالًا

خدا کا شکر ہے کہ جب تک اس نے مجھے اسلام کی قمیص نہیں
پہنا دی مجھے موت نہیں آئی

ابن درید نے بیان کیا ہے کہ لبید ایک سو پینتالیس سال زندہ رہے
ان میں سے پچپن سال اسلام میں گزارے اور نوے سال جاہلیت میں -
معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کا وظیفہ کم کر دینے کا ارادہ کیا
تو انہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہلا بھیجا : میں آج مرا چاہتا ہوں
یا کل کچھ دیر وظیفہ میرے نام لگا رہنے دو ، ہو سکتا ہے کہ میں اسے
وصول ہی نہ کر سکوں - چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وظیفہ وصول کرنے سے
پہلے ہی فوت ہو گئے -

ان کی دو بیٹیاں ابو جعفر کی مجالس میں آ کر ان کے مرنے کے
بعد ان کی تعریف کیا کرتی تھیں اور اس میں کوتاہی نہ

۱ - یہ قول قدیم سے غلط چلا آتا ہے حالانکہ اس سے اوپر کے شعر
حضرت لبید نے وفات سے چند دن پہلے کہے ہیں - اس کے علاوہ
اور اشعار بھی موجود ہیں جو انہوں نے اسلام میں کہے - پھر یہ
شعر ایک اور معمر صحابی قرده بن نفاث السدولی کا بتایا
جاتا ہے اور ابن عبد البر (الاستیعاب برحاشیہ اصابہ ترجمہ لبید)
نے یہی درست قرار دیا ہے -

۲ - بلوغ الارب میں فتونبہا ہے اسے فتونبہا پڑھیں -

بلوغ الارب ، جلد چہارم

کرتی تھیں اور پورا ایک سال ایسا کرتی رہیں پھر رک
گئیں۔

ان کے کئی عمدہ کارنامے ہیں جن کا ذکر ابن قتیبہ نے
الشعر و الشعرا میں ، ابن عبد البر نے الاستیعاب میں اور ابو حاتم سجستانی
نے کتاب المعمرین میں کیا ہے۔

۳۷۔ کعب بن زہیر بن ابی سلمیٰ

یہ مخضرمین میں سے ہیں۔ اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کی شان میں گستاخی کی تھی اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے اسے دھمکی دی تو یہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو اپنا وہ
قصیدہ سنایا جس میں وہ کہتا ہے :

نُبِئْتُ أَنْ رَسُولَ اللَّهِ أَوْعَدَنِي
وَالشَّعْثُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ سَأْسُؤَلُ

مجھے معلوم ہوا ہے کہ رسول اللہ نے مجھے دھمکی دی ہے
مگر رسول اللہ کے یہاں معافی کی امید بھی تو کی جا سکتی ہے

إِنَّ الرَّسُولَ لَسَنُورٌ يُسْتَضَاءُ بِهِ
وَ صَارِمٌ مِّنْ سَيُوفِ اللَّهِ سَأْسُؤَلُ

۱۔ آلوسی اس سے پہلے (صفحہ ۱۰۱) پر بیان کر چکا ہے کہ زہیر نے
اپنے بیٹوں کو اسلام کی پیروی کرنے کی نصیحت کی تھی۔
ہو سکتا ہے کہ بیٹوں نے باپ کی نصیحت پر عمل نہ کیا ہو۔
فتح مکہ کے بعد کعب کا بھائی بوجیر مدینے آ کر مسلمان
ہو گیا تھا تو کعب نے چند ایک اشعار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے کہے تھے اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے کعب کے قتل کر دینے کی اجازت دے دی تھی۔
یہی دھمکی تھی۔

یہ رسول نور ہیں جن سے روشنی حاصل کی جاتی ہے۔ اور اللہ کی تلواروں میں سے ایک میان سے نکالی ہوئی تلوار ہیں اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہو گئے اور آپ نے اسے اپنی وہ چادر مبارک پہنائی جسے معاویہ رض نے چھ سو دینار سے خرید لیا۔ یہی وہ چادر مبارک ہے جو خلفا کے پاس تھی اور جسے وہ عیدین کے موقع پر اڑھا کرتے تھے۔

کہا جاتا ہے کہ اس کا بہترین شعر اور عمدہ ترین کلام اس کا یہ شعر ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ شعر اس کے باپ کا ہے :

إِذَا أَنْتَ لَمْ تُعْرَضْ عَنِ الْجَهْلِ وَالْخَنِي
أَصَبْتَ لَيْمًا أَوْ أَصَابَكَ جَاهِلٌ

جب تو اکھڑین اور فحش کلامی کو ترک نہیں کرے گا تو تو یا تو کسی کمینے کو دکھ پہنچائے گا یا کوئی اکھڑ آدمی تجھے دکھ پہنچائے گا

۳۸۔ العلاء بن الحضرمی

علاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو آپ نے پوچھا : کیا تو قرآن کا کچھ حصہ پڑھنا جانتا ہے ؟ تو اس نے سورہ عبس پڑھ کر سنائی ، مگر اس میں اپنی طرف سے یہ الفاظ بڑھا دیے : ”وہوالذی اخرج من الجبلی نسمۃ تسعی بین شرایف وحشی“ (خدا وہ ہے جس نے حاملہ عورت میں سے ایک نفس نکالا جو پسلیوں اور پیٹ کے درمیان دوڑتا پھرتا ہے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : رک جا کیونکہ سورت (جتنی ہے) کافی ہے۔ پھر فرمایا : کیا تو شعر بھی نہ لیتا ہے۔ اس پر اس نے یہ اشعار سنائے :

وَحِیِّ ذَوِی الْاَضْغَانِ تَسْبِ قُدُوبَتَهُمْ
نَحِیَّتْكَ الْاَدْنٰی فَقَدْ یُدْبِعُ النَّعْلُ

۱۔ بلوغ العرب میں ”نعل“ ہے۔ نعل کے یہاں کوئی معنی چسپاں نہیں ہو سکتے۔

کینہ وروں کو سلام کیا کرو تم ان کے دلوں کو سوہ لو گے ۔
بعینہ، اسی طرح (سلام کرو) جس طرح تم اپنے قریبی رشتہ داروں
کو سلام کرتے ہو کیونکہ بعض اوقات گلی سڑی کھال بھی
رنگ لی جاتی ہے

فَتَانٌ دَحَسُوۡا۟ بِاَلْكُرۡهِ فَنَاعَفُ تَكَرُّمًا
وَ اِنْ اَخْتَسُوۡا عَنۡكُمۡ الْجَدِيۡثَ فَلَا تَسَلُۡ

[۳ : ۱۳۴] اور اگر وہ زبردستی فساد برپا کرنا چاہیں تو اپنی
ذاتی شرافت کی وجہ سے انہیں معاف کر دو اور اگر تم سے کوئی
بات چھپا رکھیں تو ان سے دریافت ہی نہ کر

فَتَانٌ السَّذِيۡ يُؤۡذِيۡكَ مِّنۡهُ اسْتِمَاعُهُ
وَ اِنَّ السَّذِيۡ قَالُوۡا وَ رَاۡءَ لَكَ لَمۡ يُقۡتَلُۡ

کیونکہ جس چیز سے تمہیں دکھ پہنچے گا وہ اس کا سننا ہے (لہذا
جب تم نے سنا ہی نہیں تو تکلیف بھی نہ پہنچی) اور جو کچھ
انہوں نے تمہاری غیر حاضری میں کہا ہے وہ گویا کہا ہی
نہیں گیا ۔

یہ من کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : یقیناً بعض بیان جادو
بھرے ہوتے ہیں اور بعض اشعار میں حکمت پائی جاتی ہے ۔

۳۹ - النمر بن تولب العکلی

اس نے عہد جاہلیت میں طویل عمر پائی اور اسلامی زمانہ اس وقت
پایا جب سٹھیا گیا تھا ۔ یہ شاعر ، فصیح ، شجاع ، سخی اور شریف
انسان تھا ۔ سٹھیا جانے کے بعد اس کا تکیہ کلام یہ بن چکا تھا : مہمان
کو صبح کی شراب پلاؤ ، اسے شام کی شراب پلاؤ ، جیسا کہ پہلے ہی

۱ - دحس بن المقوم : افسد بینہم قال ابن الاثیر : یروی بالحاء
و الخاء - یریدان فعلوا الشر من حیث لا تعلمہ ۔

سے اس کی عادت چلی آتی تھی۔ اس کے زمانے کی ایک عورت بھی مٹھیا گئی تھی اور اس کی یہ عادت بن چکی تھی کہ کہتی رہتی تھی ”مجھے خضاب لگاؤ، سرمہ لگاؤ، میری شادی کر دو، مجھے کنگھی کرو“۔ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو جب یہ خبر ملی تو فرمایا: بنی عکل کے مرد کو جو عادت پڑی ہے وہ بنی فلان کی احمق عورت کی عادت کے مقابلے میں بہت اعلیٰ ہے۔

اس کی امثال میں سے اس کا یہ قول ہے:

يَتَوَدُّ الْفَتَى طُولَ السَّلَامَةِ جَاهِدًا
وَكَثِيفًا يَتَرَى طُولَ السَّلَامَةِ يَفْعَلُ

انسان کوشش سے یہ چاہتا ہے کہ دیر تک زندہ رہے مگر وہ یہ کس طرح جانے ہے کہ دیر تک زندہ رہنا اس سے کیا سلوک کرے گا

اور اس کا یہ قول:

خَطِيرٌ بَيْنَ فُسَيْكٍ كَسَى تَنَالَ رَغِيْبَةً
إِنَّ الْقُعُودَ مَعَ الْعِيَالِ قَبِيْحٌ

اپنے آپ کو خطروں میں ڈال تاکہ تو مرغوب چیز حاصل کر لے۔ اہل و عیال کے پاس بیٹھے رہنا برا ہے

إِنَّ الْمُخَطِرَ مَالِكٌ أَوْ هَالِكٌ
وَالشَّجْدُ يُجْدِي مَرَّةً فَيُرِيحُ

جو شخص اپنے آپ کو خطروں میں ڈالتا ہے وہ یا تو مالک بن جاتا ہے یا ہلاک ہو جاتا ہے اور بخت ایک بار فائدہ پہنچا کر راحت پہنچاتا ہے

[۳ : ۱۳۵] اور اس کا یہ قول (بھی لائق داد ہے)

وَمَسْتَى تُصِيبُكَ خَصِيصَةٌ فَارْجُ الْغِيْنِي
وَإِلَى السَّيِّئِ يَتَهَبُ الرَّغَائِبُ فَارْغَبْ

جب تو محتاج ہو جائے تو مالداری کی امید رکھ اور خدا کی طرف
راغب رہ ، کیونکہ وہی بہت عطیے دینے والا ہے

لَا تَغْضَبَنَّ عَلَيَّ امْرِي فِي مَالِيهِ
وَ عَلَيَّ كَرَّائِمٍ أَصْلٍ مَالِيكَ فَتَاغْضَبْ

کسی شخص کی دولت پر غضبناک نہ ہو اپنے ہی اصل اور عمدہ
مال پر ناراض ہو

۴۰ - حسان بن ثابت

یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شاعر اور آپ کی طرف سے
مدافعت کرنے والے تھے۔ انہی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا تھا: مشرکین قریش کی ہجو کہے جاؤ، جبریل تمہارے ساتھ
ہیں۔ خدا کی قسم تمہارا کلام ان کے لیے ان تیروں سے بھی زیادہ
تکلیف دہ ہے جو تاریکی میں آن پڑتے ہیں۔

اس کے عمدہ ترین اشعار میں سے اس کا وہ قصیدہ ہے جس میں وہ
کہتا ہے:

إِذَا مَا الْأَشْرِبَاتُ ذُكِرْنَ يَوْمًا
فَهُنَّ لِطَيْبِ الرَّاحِ الْفِدَاءُ

جب کسی روز مشروبات کا ذکر کیا جائے تو یہ سب کی سب اس
عمدہ شراب پر فدا کر دی جائیں گے

وَ نَشْرَبُهَا وَ تَتْرُكُنَا مُلُوكًا
وَ أَسْدًا سَائِنْتَهُنَّ هُنَّا الْإِلْقَاءُ

ہم اسے پیتے ہیں اور یہ ہمیں بادشاہ بنا دیتی ہے اور شیر بنا دیتی
ہے کہ جنگ بھی ہمیں پیچھے نہیں دھکیل سکتی

جب اس نے یہ قصیدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا اور اس

شعر پر پہنچا:

هَجَوْتُ مُحَمَّدًا فَأَجَبْتُ عَنْهُ
وَ عِنْدَ اللَّهِ فِي ذَاكَ الْجَزَاءُ

تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کہی اور میں نے اس کا جواب
دیا ہے اور اس کی جزا اللہ کے ہاں ملے گی

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اللہ کے ذمے تمہاری
جزا جنت ہوگی

پھر جب اس قول پر پہنچا :

فَإِنَّ أَبِيَّ وَالْوَالِدَةَ، وَعِزِّيَّ
لِعِزْرِضٍ مُحَمَّدٍ مِنْكُمْ وَقَاءُ

میرا باپ ، میرے باپ کا باپ اور میرا نفس محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کی عزت کی حفاظت کریں گے

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : خدا تجھے قیامت کے
دن اللہ کے سامنے کھڑے ہونے کے موقع پر ظہور میں آنے والے خوف سے
بچائے۔ پھر جب اس شعر پر پہنچا :

أَتَهَجُّوهُ وَ لَسْتُ لَهُ بِنَسِيدٍ
فَشَرُّ كُفْمًا لِيخَيْرٍ كُفْمًا الْفِدَاءُ

کیا تو ان کی ہجو کہتا ہے حالانکہ تو ان کا ہم پلہ نہیں ہے
لہذا خدا کرے کہ بدترین شخص بہترین شخص پر قربان ہو جائے

تو حاضرین نے کہا : خدا کی قسم ان تمام اشعار میں سے جو عربوں
نے کہے ہیں یہ شعر نہایت عادلانہ شعر ہے۔

یہ جاہلیت میں بنو جفنا کی جو غسان کے بادشاہ تھے مدح کیا
کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کے بہترین اشعار میں سے ان کے یہ
اشعار ہیں جو انہوں نے ان کی مدح میں کہے :

أَوْلَادُ جَفْنَةَ حَوَّلَ قَبْرَ أَبِيهِمْ
قَبْرَ ابْنِ سَارِيَةَ الْكَرِيمِ الْمُفْضَلِ

جفنہ کی اولاد اپنے باپ کی قبر کے گرد بیٹھی ہے یعنی کریم اور صاحب فضیلت ابن ماریہ کی قبر کے گرد

بِيْضُ الْوُجُوْهِ نَقِيَّةٌ اَحْسَا بُهْمُ
شُمُ الْاَنْوْفِ مِّنَ الطِّرَازِ الْاَوَّلِ

یہ لوگ روشن چہروں والے اور پاک حسب والے ہیں۔ اونچی ناک والے ہیں اور ان کے افعال اسی طرح کے ہیں جس طرح کہ ان کے آباؤ اجداد کے تھے

يُغْشَوْنَ حَتَّىٰ مَا تَهَيَّرُ كَيْلًا بُهْمُ
لَا يَسْأَلُونَ عَنِ السَّوَادِ الْمُقْبِلِ

لوگ اس کثرت سے ان کے پاس آتے ہیں کہ اب ان کے کتے لوگوں پر بھونکتے ہی نہیں اور وہ یہ پوچھتے ہی نہیں کہ کتنی جمعیت ان کے ہاں آئی (کیونکہ کثرت دولت کی وجہ سے انہیں تعداد کی پروا ہی نہیں ہے)

[۳ : ۱۳۷] اور ان کی مشہور امثال میں سے ان کا یہ قول ہے :

رُبَّ عَيْلِمٍ اَضَاعَهُ عَدَمُ الشَّمَا
لِ وَجَهْلٍ غَطَّى عَلَيْهِ النَّعِيْمُ

محتاجی نے کئی علم ضائع کر دے اور مال و دولت نے کئی جمہالتوں پر پردہ ڈال دیا

ان میں سے یہ قول بھی خوب ہے :

مَسْأَلُ بِنَالِي اَنْتَبُ بِالْحَزْنِ تَيْسُ
اَمْ لِحَنَانِي بِعِظْتِهْرٍ غَيْبُ لِنُورِي

مجھے اس بات کی پروا نہیں کہ آیا پتھریلی زمین میں بکرا جوش میں آکر بولا ہے یا کسی کہینے نے میری عدم موجودگی میں مجھے برا بھلا کہا ہے (کیونکہ میں دونوں کو یکساں سمجھتا ہوں)

اور ان کے اشعار کا بہترین موتی یہ شعر ہے :

وَإِنَّ أُمَّرَأَةً يُمْسِيْ وَ يُصْبِحُ سَالِمَةً
مِّنَ النَّاسِ إِلَّا سَأَ جَنَّتِي لَسَعِيْدُ

جو شخص لوگوں سے بچ کر صبح و شام کرتا ہے سعادت مند شخص ہے
سوا اس کے کہ جو کچھ اس نے جرم کیا ہو (کیونکہ اس میں
سعادت مند نہیں)

اس کے بیٹے عبدالرحمن نے اس پر یوں گرہ لگائی ہے :

وَإِنَّ أُمَّرَأَةً نَّالَ الْغِنَى ثُمَّ لَمْ يَنْتَلِ
صَدِيْقًا وَلَا ذَا حَاجَةٍ لَزَّهَيْدُ

جس شخص نے مال و دولت حاصل کرنے کے باوجود کوئی دوست
حاصل نہیں کیا اور نہ ہی کسی حاجت مند کی حاجت روائی کی تو
لوگ اس کی پروا نہ کریں گے

اس کے بعد سعید بن عبدالرحمن نے ان دونوں پر یوں گرہ لگائی :

وَإِنَّ أُمَّرَأَةً قَدَّ عَاشَ سَبْعِيْنَ حَبِيْبَةً
وَ لَمْ يُرْضَ فِيْهَا رَبُّهُ لَطَرِيْدُ

جس شخص نے ستر سال زندہ رہنے کے باوجود اس عرصے میں اپنے
رب کو راضی نہیں کر لیا تو وہ راندہ ہوا انسان ہے

اس کے بعد ابوالحسن الحسنی نے ان پر یوں گرہ لگائی :

وَإِنَّ أُمَّرَأَةً عَادَى اُنَّاسًا عَتَلَى الْغِنَى
وَ لَمْ يَسْأَلِ اللّٰهَ الْغِنَى لِحَسُوْدُ

جو شخص لوگوں کی مالداری کی وجہ سے ان سے عداوت رکھتا
رہا ہو حالانکہ اس نے اللہ سے مالداری کی کبھی درخواست نہ کی
ہو وہ حاسد ہے

۲۱ - نابغہ جعدی

اس کے نام کے بارے میں مختلف قول پائے جاتے ہیں - صحیح ترین قول یہ ہے کہ اس کا نام قیس بن عبداللہ بن وحوح بن عدس بن ربیعہ بن جعدہ ہے - اس کا نابغہ لقب اس لیے پڑا کہ اس نے جاہلیت میں شعر کہے پھر تیس سال تک کوئی شعر نہ کہا اس کے بعد پھر اشعار پھوٹے اور اس نے کہے چنانچہ اسے نابغہ کہا گیا - یہ نابغہ ذبیانی سے عمر میں بڑا ہے کیونکہ ذبیانی نعمان بن المنذر کے ساتھ تھا اور نعمان بن المنذر المنذر بن محرق کے بعد ہووا ہے اور نابغہ جعدی نے المنذر بن المحرق کا زمانہ پایا ہے اور اس کا ندیم بھی رہا ہے -

عمرو بن شبہ نے ذکر کیا ہے کہ یہ ایک سو اسی سال زندہ رہے اور انہوں نے عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ شعر سنائے تھے :

لَبِيسَتْ اُنَاسًا فَاَفْنَيْتُهُمْ
وَأَفْنَيْتُ بَعْدَ اُنَاسٍ اُنَاسًا

میں کئی لوگوں کے ساتھ رہا اور میں نے انہیں ختم کر دیا پھر اور لوگوں کے بعد اور لوگوں کو فنا کیا

ثَلَاثَةَ اَهْلِيْنِ اَفْنَيْتُهُمْ
وَكَانَ الْاِلَهُ هُوَ الْمُسْتَا سَا

میں نے تین قرونوں کو فنا کیا اور اللہ ہی ان کا عوض تھا

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا : تو نے ہر قرن کے ساتھ کتنا عرصہ گزارا ؟ جواب دیا : ساٹھ سال -

[۳ : ۱۳۸] ابن قتیبہ کہتا ہے : جعدی دو سو بیس سال زندہ رہا اور اصبہان میں مرا۔ یہ قول اس قول کے منافی نہیں ہے جس میں کہا گیا ہے کہ اس نے تین نسلیں ایک سو اسی سال میں فنا کیں۔ اس کے بعد ابن الزبیر کے زمانے اور بعد تک بھی زندہ رہا۔ ثعالبی اپنی کتاب لباب الادب میں کہتا ہے : قیس بن عبداللہ مخضر بن اور معمربین میں سے ہے اس کے بہترین اشعار وہ ہیں جن میں وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں کہہ رہا ہے :

أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ إِذْ جَاءَ بِالْهُدَى
وَيَتَلَّوْا كِتَابًا كَالْمَجْرَةِ نَيِّرًا

جب رسول اللہ ہدایت لے کر آئے تو میں ان کے پاس آیا آپ کہکشاں کی سی روشن کتاب پڑھتے تھے

بَلَّغْنَا السَّمَاءَ مَسْجِدًا وَجُدُّوْنَا
وَأِنَّا لَنَرُّجُوا فَوْقَ ذَالِكَ مَطْهَرًا

ہماری بزرگی اور نصیبہ آسمان تک جا پہنچا بلکہ ہم اس سے بھی اوپر چھا جانے کی امید رکھتے ہیں

وَلَا خَيْرَ فِي حِلْمٍ إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهُ
بِتَوَادِرٍ تَحْمِيٍّ صَفْوَةٍ أَنْ يُكْدَرًا

ایسے حلم میں کوئی بھلائی نہیں جس میں ایسی مستعدی نہ ہو جو اس کے صاف پانی کو گدلا ہونے سے محفوظ رکھ سکے

۱۔ ابو عبید بکری نے بھی نابغہ جعدی کی عمر دو سو بیس سال دی ہے (سمط اللالی : ۲۳۷) اور لکھا ہے کہ یہ تین قرن زندہ رہے اور ہر قرن اسی سال کا ہوتا ہے۔ نابغہ جعدی جاہلیت ہی میں عبادت گزار تھے بتوں اور جوئے بازی سے کنارہ کش رہتے تھے۔ روزے رکھا کرتے اور استغفار کیا کرتے تھے۔ (سمط اللالی :

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا : اے ابو لیلیٰ ! کہاں تک جانے کا ارادہ ہے ؟ عرض کیا : جنت تک ۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ان شاء اللہ ۔ یہ بھی روایت ہے کہ جب نابغہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اوپر والے دو شعر سنائے تو آپ نے فرمایا : ”خدا کرے تمہارا منہ نہ ٹوٹے“ اس پر انہوں نے طویل عمر بھی پائی پھر بھی باوجود بڑھاپے کے ان کے دانت نہایت خوبصورت تھے ، ایک دانت بھی نہ ٹوٹا تھا ۔

ان کے عمدہ اشعار میں سے یہ شعر بھی ہیں جو انہوں نے ایک دوست کے مرثیے میں کہے :

فَتَى كَأَنَّ فِيهِ مَسَايَسُ صَدِيقِهِ
عَلَى أَنْ فِيهِ مَسَايَسُ الْإِعَادِيَتَا

یہ ایک ایسا انسان تھا جس میں ایسے اخلاق پائے جاتے تھے جو دوست کو خوش کرتے اور ساتھ ہی ایسے اخلاق تھے جن سے دشمنوں کو غم ہوتا

فَتَى كَمُطَّتْ أَخْلَاقُهُ غَيْرَ أَنَّهُ
جَوَادٌ فَمَا يُبْقِي مِنَ الْمَالِ بَاقِيَةً

اس کے اخلاق کامل ہیں (صرف ایک عیب ہے اور وہ یہ ہے کہ) یہ ایسا سخی ہے کہ مال میں سے کچھ باقی نہیں رہنے دیتا

۲۲ - الحطیئہ

اس کا نام جرول بن مالک ہے ۔ یہ زہیر کا راویہ تھا ، جب اس کا (بحیثیت شاعر) آغاز ہوا تو اس کے کلام کو پسند کیا گیا ۔ اس کے

۱ - حَطِئَةٌ : جرول بن أوس بن جؤیه بن مخزوم بن مالک بن غالب : ابو ملیکہ کنیت ، اسے اس کے کوتاہ قد اور زمین سے قریب ہونے کی وجہ سے حطیئہ کہا گیا ۔ معاورہ ہے حَطَّأَتْهُ ، اذا ضربته ضربة شديدة الشزقتة بالأرض ۔ جاہلی ہے یا اسلامی ہے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اسلام لایا (سمط اللالی : ۸۰) ۔

قافیے گریز پا تھے ، اس کی زبان خبیث تھی ، یوں معلوم ہوتا تھا اس کی زبان لوگوں کی عزتوں کی قینچی ہے یہاں تک کہ اس نے اپنے باپ ، اپنی ماں ، اپنی بیوی اور خود اپنی بچو کہہ ڈالی ، چنانچہ اپنے باپ کے متعلق کہتا ہے :

لِحَاكِكِ اللهُ ثُمَّ لِحَاكِكِ حَقًّا
أَبًا وَ لِحَاكِكِ مِنْ عَمٍّ وَ خَالٍ

[۳ : ۱۳۹] اللہ تجھ پر لعنت کرے پھر تجھ پر بطور باپ کے حقیقی معنوں میں لعنت کرے اور بطور چچا اور خالو کے بھی لعنت کرے

فَتَنِعَمَ الشَّيْخُ أَنْتَ لَدَى الْمَخَازِي
وَ بِيئَسَ الشَّيْخُ أَنْتَ لَدَى الْعِيَالِ

رسوائی کے وقت تو بہت ہی اچھا بزرگ ہے اور عیال کے یہاں بہت برا بزرگ ہے

جَمَعْتَ اللُّؤْمَ لَا حَيَّاكَ رَبِّي
بِأَنْوَاعِ السَّفَاهَةِ وَالضَّلَالِ

خدا تجھے سلامت نہ رکھے تو نے کئی قسم کی بیوقوفیوں اور گمراہیوں کے ساتھ ساتھ کمینہ پن بھی اپنے اندر جمع کر رکھا ہے اور والدہ کو اس کا یہ کہنا :

فَهَا هُنَّ أَقْعُدِي مِينَا بِعَيْدَا
أَرَاكِ اللهُ مِينَكَ الْعَالَمِينَا

تو ہم سے دور جا بیٹھ خدا دنیا والوں کو تجھ سے نجات دلائے

أَغِرْ بِأَلَا إِذَا اسْتُودِعْتِ سِرًّا
وَ كَانُونَا عَلَي الْمُتَجِدِّ ثِينَا

جب تیرے پاس کوئی راز بطور امانت کے رکھا جائے تو تو چھانی

کی طرح اس راز کا افشا کر دیتی ہے اور جو لوگ تمہارے پاس بات کرتے ہیں تو ان کو ایذا پہنچاتی ہے

اور اپنی بیوی کے متعلق یہ شعر :

أُطَوِّفُ مِمَّا أُطَوِّفُ ثُمَّ آتِي
إِلَى بَيْتِ قَعِيْشَدَتْهُ لِسْكَاعُ

جب تک میں چکر لگاتا رہتا ہوں لگاتا رہتا ہوں پھر میں اس گھر میں چلا آتا ہوں جہاں میری بد اخلاق بیوی موجود ہوتی ہے اپنے متعلق اس کے یہ اشعار (بھی لائق توجہ ہیں)

أَبَتْ شَفْتَايَ الْيَوْمَ إِلَّا تَكْنُتُمَا
بِشَرِّ فَمَّا أَدْرَى لِيَمَنَ أَنَا فَنَائِلُهُ

آج میرے دونوں ہونٹوں نے طے کر لیا ہے کہ وہ شر کی بات کے سوا کوئی بات نہ کہیں گے اور مجھے معلوم نہیں کہ میں کسے بڑی بات کہوں گا

أَرَى لِي وَجْهًا شَوَّهَ اللَّهُ خَلْقَهُ
فَقُبِّحَ مِنِّهُ وَجْهٌ وَقُبِّحَ حَمِيلُهُ

میں دیکھتا ہوں کہ اللہ نے میرا چہرہ بدنما بنایا ہے خدا اس چہرے اور چہرے والے دونوں کو رسوا کرے

اللہ تعالیٰ نے الزبرقان بن بدر کے لیے اسے عذاب کا کوڑا بنا دیا کیونکہ حطیبہ نے اس کی سخت دردناک ہجو کہی اور اسے رلایا ، اسے بے چین کیا ، اسے جلایا اور اس کے متعلق اپنا مشہور اور اڑتا ہوا قصیدہ لوگوں میں پھیلا دیا جس میں وہ کہتا ہے :

وَقَدْ مَرَّيْتَكُمْ، لَوْ أَنَّ دَرَّ تَكُومُ
يَوْمًا يَجِيئُ بِيَهَا مَسْحِي وَإِيْسَاسِي

میں نے تم سے کچھ مانگا اگر میرا ہاتھ لگانا اور بس بس کہنا کسی دن بھی تمہارے دودھ کو نکال سکتا

أَزْهَعَتْ يَا سَا سَرِيْعًا مِّنْ نَّوَالِكُمْ
وَلَنْ تَرَى طَارِدًا لِلْجُرِّ كَالشَّيَاسِ

میں نے تمہارے سر سبز و شاداب عطیوں کے لینے کا پختہ ارادہ کیا
مگر میں قطعاً مایوس ہو گیا اور تو کبھی بھی نہ دیکھے گا کہ شریف
انسان کو کوئی چیز اس طرح دھکیل سکتی ہے جس طرح کہ مایوسی

مَنْ يَفْعَلِ السَّخِيْرَ لَا يَعْدَمُ جَوَازِيْهَ
لَا يَذْهَبُ الْعُرْفُ بَيْنَ اللَّهِ وَالنَّاسِ

[۳ : ۱۴۰] جو شخص کسی سے نیکی کرے گا تو وہ اس کی جزا کو
معدوم نہیں پائے گا کیوں کہ نیکی اللہ اور لوگوں دونوں میں ضائع
نہیں جا سکتی (اگر مخلوق جزا نہ دے گی تو اللہ ضرور اس کی جزا
دے گا)

دَعِ الْمَكَارِمَ لَا تَرُحَّلَ لِيُبْغِيَتْهَا
وَاقْعُدْ فَأَنْتَ لِعَمْرِي طَاعِمٌ كَاسِيٌ

۱ - محمد بہجہ اثری لکھتے ہیں کہ فراء نے معانی القرآن میں سورہ ہود
میں بیان کیا ہے کہ اس شعر میں کسی بمعنی سَکَسُو کے ہے۔ جس
طرح ”لا عاصم الیوم“ میں عاصم بمعنی معصوم کے ہے۔ فاعل کا مفعول
کے معنوں میں مستعمل ہونا کوئی بعید از قیاس نہیں ہے چنانچہ
”ن ماء دافق“ میں دافق بمعنی مدفوق ہے اور ”عیشہ راضیة“
راضیة بمعنی مرضیة۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ ”رضیة ہذہ
المعیشہ“ ”دُفِقَ الْمَاءُ“ اور ”کُسِي الْعُرْيَانُ“ سب مجہول بولے
جاتے ہیں۔ ابن عبد ربہ (العقد الفرید : ۲ : ۲۹۹) لکھتے ہیں کہ
جب حُطَيْب نے یہ اشعار زبرقان بن بدر کی ہجو میں کہے تو اس
نے عمر رض بن الخطاب کے پاس جا کر فریاد کی اور انہیں یہ اشعار
سنائے۔ حضرت عمر رض نے فرمایا : مجھے تو ان میں کوئی ایسی بات
دکھائی نہیں دیتی۔ زبرقان نے کہا : اے امیر المؤمنین میری ہجو
میں اس سے زیادہ سخت شعر نہیں کہے گئے۔ اس پر حضرت عمر رض
نے حسّان سے پوچھا : کیا اس میں ہجو پائی جاتی ہے ؟ تو حسّان
نے کہا : ہجو تو نہیں کہی لیکن اس کے اوپر گندگی پھیر دی ہے۔

تو بزرگیوں کو رہنے دے اور ان کو حاصل کرنے کے لیے سفر اختیار نہ کر اور گھر میں بیٹھا رہ کیوں کہ میری جان کی قسم تجھے کھانا اور لباس دیا گیا ہے

اور مدح میں اس کے بہترین اشعار میں سے اس کا یہ قول ہے :

أَقِيلُوا عَلَيَّهِمْ لَا أَبَا لَابِيكُمُ
مِنَ الدُّؤْمِ أَوْ سُدُّوا الْمَكَانَ الَّذِي سَدُّوا

تمہارے باپ کا باپ مر جائے ان پر ملامت مت کرو یا (اگر تم ایسا ہی کرو گے تو) ذرا جس خلا کو انہوں نے پُر کر رکھا ہے تم پُر کر کے دکھا دو

أُولَئِكَ قَوْمٌ إِنْ بَنَسُوا أَحْسَنُوا الْبِنَا
وَإِنْ عَاهَدُوا أَوْفُوا وَإِنْ عَقَدُوا شَدُّوا

یہ وہ لوگ ہیں جو اگر کسی چیز کی بنا رکھتے تو اچھی بنا رکھتے ہیں ہیں اور اگر عہد کرتے ہیں تو ایفاء کرتے ہیں اور اگر معاہدہ کرتے ہیں تو مضبوط معاہدہ کرتے ہیں

۴۳ - ابو ذؤیب المہزلی

کہا جاتا تھا کہ 'ہذیل قبیلے کے شعرا دیگر قبائل کے شعرا سے افضل ہیں اور ابو ذؤیب قبیلہ ہذیل کا بہترین شاعر ہے۔ اس کے بہترین اشعار مرتبے میں اس کا وہ قصیدہ ہے جس کا مطلع یہ ہے :

أَمِينَ الْمَنُؤُونَ وَرَائِيهِ تَتَوَجَّعُ
وَالدَّهْرُ لَيْسَ بِهِ مَعْتَبٍ مِّنْ يَجْزَعُ

۱ - اس کا اصلی نام خُوَیْلِد بن خالد بن مُحَرَّرْت (بکسر الراء المشددة) بن رُبَيْد (بالراء المهملة ككُمیت) جاہلی اور اسلامی شاعر ہے۔ اس نے حضرت عثمان کے عہد میں وفات پائی۔ (سمط اللالی :

کیا تو زمانے اور زمانے کی گردشوں سے درد مند ہو رہا ہے جو شخص صبر نہیں کرتا زمانہ اس سے راضی نہیں ہونے کا

وَتَجَلَّدِي لِلشَّامِثِيَّيْنِ أُرِيثُهُم
أَنْتَى لِرَيْسِ السَّهْرِ لَا أَتَضَعُضَعُ

میں اپنے دشمنوں کے سامنے صابر بن کر رہتا ہوں ، ان پر یوں ظاہر کرتا ہوں کہ میں حوادث زمانہ کے سامنے عاجزی و انکساری نہیں کرتا اس قصیدے کا ٹیپ کا شعر یہ ہے (اور اصمعی کہا کرتا تھا کہ ان تمام اشعار میں سے جو عربوں نے کہے ہیں یہ بہترین شعر ہے)

وَالنَّفْسُ رَاغِبَةٌ إِذَا رَاغِبَتْهَا
وَإِذَا تُرِدُّهُ إِلَى قَلْبِهَا تَقْنَعُ

تو جب اپنے نفس کو (اور زیادہ دولت حاصل کرنے کی) رغبت دلائے تو یہ اس طرف راغب ہو جاتا ہے اور اگر اسے کم چیز کی طرف لوٹا دیا جائے تو یہ (اسی پر) قناعت کر لیتا ہے

اس قصیدے کے بہترین اشعار میں سے اس کا یہ قول بھی ہے :

وَإِذَا الْمَنْيَّةُ أَنْشَبَتْ أَظْفَارَهَا
أَلْفَيْتَ كُلَّ تَمِيمَةٍ لَا تَنْفَعُ

جب موت کسی شخص میں (آ کے) اپنے ناخن گاڑ دے تو پھر دیکھے گا کہ کسی قسم کا تعویذ مفید نہیں ہو سکتا

۲۲ - ابو خراش^۲ المہدلی

یہ دقت آفریں شعرا میں سے تھا - اس کا ایک بھائی تھا جس کا نام عروہ تھا ابو خراش اپنے بیٹے (خراش) کا قید سے نجات پانے پر اللہ کا

۱ - بلوغ الارب میں اربع بیت ہے مگر العقد الفرید (۳ : ۱۸۵) میں ابدع بیت ہے -

۲ - اصلی نام خوویلد بن مہرہ ہے صحابی ہیں - حضرت عمر رضی کے عہد میں وفات پائی - ان کی وفات سانپ کے کاٹنے سے واقع ہوئی -

شکریہ ادا کرتے ہوئے کہتا ہے - غم غلط کرنے کے متعلق جو اشعار کہے گئے ہیں ان میں سے یہ بہترین اشعار ہیں :

[۳ : ۱۴۱] حَمِيدَةٌ إلهِي بَعْدَ عُرْوَةٍ إِذْ نَجَا
خِرَاشٌ وَبَعْضُ الشَّرِّ أَهْوَنُ مِنْ بَعْضِ

جب عروہ کے قتل ہو جانے کے بعد خراش بیچ کر آ گیا تو میں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور بعض تکلیفیں دوسری تکلیفوں سے آسان ہوتی ہیں

فَوَ اللهُ لَا أَنُشِي قَتِيلًا رُزِئْتُهُ
بِجَنَابِ قَوْسِي مَسَشَيْتُ عَلَى الرَّضِ

اللہ کی قسم میں جب تک زمین پر چلتا رہوں گا (یعنی جب تک زندہ ہوں) اس مقتول کو نہیں بھول سکتا جس کا دکھ مجھے قوسی کے مقام کے قریب پہنچا

عَلَى أَنَّهُمَا تَعَفُّو الْكُلُومُ وَ انَّمَا
نُؤْ كَلُّ ۲ بِيَالَا دُنِي وَإِنْ جَلَّ مَا يَمُضِي

علاوہ بر این (پرانے) زخم مٹ جاتے ہیں اور ہم کو قریب ترین (یعنی تازہ ترین) زخم کے سپرد کر دیا جاتا ہے خواہ گزشتہ زخم کس قدر بڑے کیوں نہ ہوں

- ۱ - ابو علی قالی (۱ : ۲۶۷) نے قَوْسِي قاف کی فتح کے ساتھ روایت کیا ہے مگر دیگر راوی ضمہ کے ساتھ روایت کرتے ہیں -
- ۲ - سمط اللالی (صفحہ ۶۰۱) میں ہے قال الاصمعي : هذا بيت حكمة يقول انما نذكر الحديث من المصيبة وان جلل الذي قبله فقد نسيناها -

وَلَمْ أَدْرِ مَنْ أَلْقَى عَنَائِمَهُ رِدَاءَهُ
عَلَىٰ أَنَّهُ قَدْ سُلِّمَ مِنِّي مَاجِدٍ مَّخْفُضٍ

مجھے معلوم نہیں ہے کہ کس شخص نے اس پر اپنی چادر ڈالی ہے
البتہ وہ ایک بزرگی والے اور عالی نسب انسان کی اولاد میں
سے ہے

وَلَمْ يَسْكُ مَشَلُوجَ الْفُؤَادِ مُهَبَّبًا
أَضَاعَ الشَّبَابَ فِي الرَّبِ بِمِثْلَةِ وَالْخَفْضِ

یہ کمزور ، سرد مہر اور بھاری بھر کم نہ تھا جس نے اپنی جوانی
کے زمانے کو موٹاپے اور آرام و راحت میں ضائع کر دیا ہو
وَلَكِنَّهُ قَدْ نَازَعَتْهُ مَجَاوِعُ
عَلَىٰ أَنَّهُ ذُو مِرَّةٍ صَادِقٍ النَّهْضِ

لیکن اسے خالی معدہ رہنے سے تکلیف پہنچی ہے مگر اس کے باوجود
وہ قومی اور بزرگیوں کی طرف حقیقی طور پر اٹھ کر جاتا ہے

راویوں کا خیال ہے کہ انہیں معلوم نہیں کہ ابو خراش کے سوا
کسی شخص نے ایسے شخص کی مدح کہی ہو جسے وہ جانتا ہی نہ ہو۔
ان اشعار کی شرح دیوان حماسہ کی شرح میں تفصیل سے مندرج ہے۔ اسی

۱ - سمط الالائی (حوالہ مذکور) میں ہے۔ اس شعر میں تین قول ہیں :
کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جب عروہ قتل ہو چکا تو قوم میں سے
کسی شخص نے اپنی چادر اس پر ڈال دی اور اسی میں اسے کفنا
دیا۔ دیگر لوگ کہتے ہیں کہ چادر ڈالنے والا اس کا بھتیجا خراش
ہی تھا اور تیسرا قول یہ ہے چادر ڈالنے سے مقصد اسے پناہ دینا
تھا اور عرب ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ اغانی (۲۱ : ۲۴۲ - ۳۴۳)
میں ہے کہ عروہ اور خراش کو ثمالیوں نے گرفتار کر لیا تھا۔
عروہ کو تو انہوں نے قتل کر دیا اور خراش پر کسی نے کپڑا
ڈال کر بھگا دیا تھا۔

طرح کتاب خزائن الادب و لب لباب لسان العرب کی دوسری جلد میں بھی منقول ہے ۔

۲۵۔ الممتنخل^۱ الہندی

یہ اس کے بہترین اشعار ہیں :

أَبُو مَالِكٍ قَاصِرٌ فَتْقُورَةٌ
عَلَى نَفْسِيهِ وَمُشِيحٌ غِنَاهُ

ابو مالک (جب محتاج ہو جاتا ہے تو) اپنی محتاجی کو اپنے تک محدود رکھتا ہے اور (جب مالدار ہوتا ہے تو) مالداری کو مشہور کر دیتا ہے

إِذَا سُدَّتْهُ سُدَّتْ مِطْوَاعَةٌ
وَمَتَّهَمًا وَكَانَتْ إِلَيْهِ كَفَّاهُ

[۳ : ۱۴۲] جب تو اس سے راز میں بات کرے گا تو ایک بڑے اطاعت گزار سے بات کرے گا اور جو کام بھی تو اس کے سپرد کرے گا یہ اس کو عمدگی سے بجا لائے گا

۲۶۔ ابو صخر^۲ الہندی

کہا جاتا ہے کہ عربوں نے جتنے عشقیہ اشعار کہے ہیں ان میں سے بہترین^۳ شعر اس کے یہ اشعار ہیں :

- ۱۔ الممتنخل کی خاء پر کسرہ پڑھی جائے گی ۔ ایک روایت میں فتحہ بھی آئی ہے ۔ ابا اُتیلہ اس کی کنیت ہے ۔ اصلی نام مالک بن عمرو بن غنم ہے اور بعض مالک بن عسویمر بن غنم بتاتے ہیں ۔ یہ بنی عیان بن ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر میں سے تھا ۔
- ۲۔ ابو صخر : اصلی نام عبد اللہ بن اسلم السہمی ۔ یہ بنی سہم بن مرہ بن معاویہ بن ہذیل میں سے تھا ۔ یہ اسلامی شاعر ہے اور بنی اسیمہ کے عہد کا شاعر ہے ۔
- ۳۔ ان اشعار کے لیے ملاحظہ ہو امالی : ۱ : ۱۴۶ - ۱۴۸ اور سمط اللالی : ۳۹۹ اور وہ مراجع جن کا وہاں ذکر کیا گیا ہے ۔

أَمَّا وَالَّذِي أَبَى وَأَضْحَكَ وَالَّذِي
أَمَاتَ وَأَحْيَا وَالَّذِي أَسْرَهُ الْأَمْرُ

خبردار ! قسم ہے اس ذات کی جو رلاتی ہے ، ہنساتی ہے ، مار ڈالتی ہے اور زندہ کرتی ہے اور جس کا حکم حقیقی معنوں میں حکم ہے

لَقَدْ تَرَكَتَنِي أَحْسَدُ الْوَحْشِ أَنْ أَرَى
الْمَيِّفِينَ مِنْ مَنِّهَا لَا يَرَوْنَهُمَا الذُّعْرُ

اس نے تو میری یہ حالت کر دی ہے کہ جب میں وحشی جانوروں میں سے دو محبت کرنے والوں کو دیکھتا ہوں کہ انہیں کسی قسم کا خوف ڈرا نہیں سکتا تو میں ان سے حسد کرنے لگ جاتا ہوں

فَيَا حُبَّهَا زِدْنِي جَوِيَّ كَلَّ لَيْلَتِي
وَيَا سَلْوَةَ الْأَيَّامِ سَوِّعِيكَ الْحَشْرُ

اے محبوبہ کی محبت مجھے ہر رات مزید سوزش عشق دے اور اے ترک عشق تمہارا وعدہ قیامت کا دن ہے

عَجِبْتُ لِسَعَى الدَّهْرِ بَيْتِيَّ وَبَيْتَهَا
فَأَمَّا انْقَضَى مَا بَيْتِنَا سَكَنَ الدَّهْرُ

مجھے میرے اور محبوبہ کے درمیان زمانے کے چغلاخوری کے لیے دوڑ دھوپ کرنے پر تعجب ہوا پھر جب وہ محبت جو ہمارے درمیان تھی جاتی رہی تو زمانہ بھی آرام سے بیٹھ گیا

۴۷ - تمیم بن مقبل

یہ سُخْضَرَم ہے اور اس کا شمار فَحُولِ شعرا میں ہوتا ہے ۔ اس کے بہترین اشعار میں سے اس کے وہ شعر ہیں جو دعبیل نے پیش کیے ہیں :

فَأَخْلَفَ وَأَتْلَفَ انَّمَا الْمَالُ عَارَةٌ
وَكَأَلُهُ سَعِ الدَّهْرِ هُوَ أَكِيلُهُ

گئے ہوئے مال کے عوض اور مال بنا اور مال کو خرچ کیے جا کیونکر
مال تو عاریتاً لی ہوئی چیز ہے ، اسے تو بھی اس زمانے کے ساتھ
ساتھ کھائے جا جو اسے کھا جانے والا ہے

وَ أَيْسَرُ مَفْقُودٍ وَ أَهْوَنُ هَالِكٍ
عَلَى الْحَتَّى مَن لَّا يَبْلُغُ الْجَنَى نَائِلُهُ

گم ہو جانے والوں میں سے معمولی ترین اور مرنے والوں میں سے
حقیر ترین شخص قبیلے کے نزدیک وہ شخص ہوتا ہے جس کے
عطیے قبیلے والوں کو نہیں پہنچتے

اور اس کا یہ قول (بھی خوب ہے)

خَلِيْمًا لِّي لَّا تَسْتَعْجِلَا وَ انْظُرَا غَدًا
عَسَى أَنْ يَكُونَ الرَّفِيقُ فِي الْأَمْرِ أَرْشَدًا

میرے دونوں دوستو! جلدی نہ کرو اور کل تک غور کر لو ہو
سکتا ہے کہ کسی معاملے میں نرمی کرنا ہی بہتر ہو

۲۸ - عبدة بن الطيب

یہ فصیح مخضرم شعرا میں سے تھا - اس کے بہترین اشعار کا
نمونہ اس کا لامیہ قصیدہ ہے جس کا مطلع یہ ہے :

۱ - عبدة بن الطيب وهو يزيد بن عمرو بن وعائلة أنس بن عبد الله بن
عبد نهم - اغانی (۲۱ : ۲۸) میں عبدة بن الطيب ہے یہ - مصحف
ہے اور عبد نهم کی بجائے تصحیف کر کے عبد تیم ہے - قبیلہ تمیم
کو جاہلیت میں عبد نهم کہا جاتا تھا اور نهم ان کا بت تھا جس
کی وہ پرستش کیا کرتے تھے (سمط اللالی : ۶۹) عبده عمدہ مگر کم
گو شاعر ہے - مخضرم ہے - اسلام لے آیا تھا اور یہ نعمان بن
المقترن کی اس فوج میں تھا جو مدائن کی جنگ میں شریک ہوئی
تھی (اغانی : ۲۱ : ۲۸) -

هَلْ حَبِيلٌ خَوْلَةٌ بَعْدَ الْهَجْرِ تَوَصُّوْلُ
أُمَّ أَنْتَ عَنَّا بِعَيْدِ الدَّارِ مَشْغُولُ

کیا خولہ جدائی کے بعد اپنے تعلقات ہمارے ساتھ پھر سے قائم کرے گی یا کیا تو اس سے بہت دور جا پڑا ہے اور اس سے غافل ہو گیا ہے

وَالْمَرْءُ سَاعٍ لِأَمْرِ لَيْسَ يُدْرِكُهُ
وَالْعَيْشُ شُحٌّ وَإِشْفَاقٌ وَتَأْسِيفٌ

اور انسان ایسے کام کے لیے کوشش کرتا ہے جسے وہ حاصل نہیں کر سکتا ، زندگی کیا ہے بخل اور خوف اور امید عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس شعر کی عملدگی اور حسن تقسیم پر تعجب ہوتا تھا

اور اس کی مشہور مثالوں میں سے اس کا وہ شعر ہے جو اس نے قیس بن عاصم کے مرثیے میں کہا تھا :

وَمَا كَانَ قَيْسٌ هُلَاكُهُ هُلَاكٌ وَاحِدٌ
وَالْكَيْتُ، بُنْيَانٌ قَوْمٍ تَهْدَمًا

قیس کی موت ایک شخص کی موت نہ تھی بلکہ (اس کے مرنے سے تو) تمام قوم کی عمارت منہدم ہو گئی ہے

۲۹ - حمید بن ثور

یہ اعلیٰ پایے کے مُخَضَّرَم شعرا اور معمرین میں سے تھا - اس کے بہترین اشعار اس کے یہ اشعار ہیں :

۱ - حمید بن ثور : حمید بن ثور بن عبداللہ بن عامر ابن ابی ربیعۃ ابن نہیک بن ہلان بن عامر بن صعصعۃ - اس کی کنیت ابو المثنی ، ابو الاخضر ابو خالد اور ابو لاحق ہے - ابو عبید بکری نے اسے اسلامی شاعر کہا ہے (سمط اللالی : ۳۷۶) -

أَرَىٰ بِتَصْرِيٍّ قَدْرًا بِنِيٍّ بَعْدَ صِحَّتِي
وَحَسْبُكَ دَاءٌ أَنْ تَصِيحَّ وَتَسْقَمَا

میں دیکھ رہا ہوں کہ میری بینائی نے مجھے صحیح بینائی ہونے کے بعد شک میں ڈال دیا ہے تمہارا تندرست اور بیمار پڑنا ہی تمہارے لیے کافی بیماری ہے

وَلَسَنَ يَلْبَثُ ۲ الْعَصْرَانِ يَوْمَ ۳ و لَيْلَةَ
إِذَا طَلَبْنَا أَنْ يُدْرِكَ مَا تَيْمَمْنَا

اور جب دن اور رات کے دونوں وقت کسی چیز کو حاصل کرنے کا ارادہ کر لیں تو پھر اسے حاصل نہ کر لینے میں دیر نہیں لگائے

وَمَا مَنَاجَ هَذَا الشَّوْقِ إِلَّا حَمَامَةٌ
دَعَتْ سَاقَ حُرٍّ تَرْحَةً وَتَرَنَّمَا

میرے اس اشتیاق کو تو صرف ایک کبوتری نے ہر انگلیختہ کیا ہے جو بڑے سوز و ساز کے ساتھ اپنے نر کو پکارتی رہتی ہے

[۳ : ۱۳۳] اسی قصیدے میں قمری کی صفت میں ہے :

عَجِبْتُ لَهَا أَنْتِي يَكُونُ عَيْنَاؤُهَا
فَصِيحًا وَ لَمَ تَنْفَعُرُ بِمِنْطِفِيهَا فَمَا

۱ - بلوغ الارب میں ”تسقما“ ہی ہے مگر یہ غلط ہے۔ درست ”تسقلما“ ہے جیسا کہ سمط اللالی (صفحہ ۵۳۲) میں ہے اس صورت میں ترجمہ یوں ہوگا اور انسان کا تندرست اور (عمر دراز تک) سلامت رہنا ہی کافی بیماری ہے۔

۲ - امالی (۱ : ۲۳۱) اور سمط اللالی (صفحہ ۵۳۲) میں لایلیث دیا ہے۔

۳ - تصحیح امالی اور سمط اللالی سے کی گئی ہے۔ بلوغ الارب میں ”یوما“ ہے۔

مجھے اس پر تعجب ہوا کہ اس کا گانا اتنا فصیح کیوں ہے، باوجودیکہ اس نے گفتار کے لیے سنہ بھی نہیں کھولا
اس کے شعری نکتوں میں سے بھیڑیے کی صفت میں اس کا یہ قول ہے :

يَسَامُ بِأَحَدِي سُقَلْتَيْهِ وَيَتَّقِي السَّاءَ
عَادِي بِأَخْرَاي فَهَوَ يَقْظَانِ هَاجِعِ

یہ ایک آنکھ کی مدد سے سوتا ہے اور دوسری آنکھ کے ذریعے دشمنوں سے بچتا رہتا ہے ، لہذا یہ بیدار بھی ہے اور سو بھی رہا ہے

۵۰ - متمم بن نویرہ

اس کے بہترین اشعار وہ اشعار ہیں جن میں اس نے اپنے بھائی مالک کا مرثیہ کہا ہے ، اور ان میں سے بھی بہترین اشعار یہ ہیں :

وَقَالُوا أَتَبِيكِي كُؤْلٌ قَبْرٌ رَأَيْتَهُ
لِقَبْرِ ثَوَى بَيْتِنَ اللَّوَى فَالِدَكَ دِكْ

اور یہ لوگ کہتے ہیں کیا تو ہر قبر کو دیکھ کر رونے لگ جاتا ہے اس قبر کی وجہ سے جو لوی اور دکادک کے درمیان واقع ہے

فَقُلْتُ لَهُمْ إِنَّ الْأَسَى يَبْعَثُ الْأَسَى
ذَرُونِي فَهَذَا كُؤْلُهُ قَبْرٌ مَالِكِ

میں نے جواب دیا : غم غم کو برانگیختہ کرتا ہے ،
مجھ سے کچھ نہ کہو اس لیے کہ (میرے نزدیک) یہ وہ مالک
ہی کی قبریں ہیں

نیز اس کے یہ اشعار جو اس نے اپنے بھائی مالک کے مرثیے میں کہے
(بہترین اشعار گئے جاتے ہیں) :

وَ كُنَّا كَنَدًا مَانِيًّا جَذِيمَةً حِقْبَةً

مِنَ الدَّهْرِ حَتَّى قَيْلَ لَنْ يَتَّصِدْنَا

میں اور مانک دونوں جذیمہ کے دو ندیموں (مالک اور عقیل) کی طرح ایک عرصے تک (اکٹھے) رہے یہاں تک کہ کہا گیا یہ کبھی بھی جدا نہ ہوں گے

فَلَمَّا تَفَرَّقْنَا كَانَتْ نِيًّا وَمَا لِي كَمَا

لِيَطُولِ اجْتِمَاعِ لَمْ نَسِبْتِ لَيْسَلَةَ مَعَنَا

پھر جب ہم ایک دوسرے سے جدا ہو گئے تو ہوں معلوم ہو رہا تھا کہ باوجود اتنا عرصہ اکٹھے رہنے کے میں نے اور مالک نے ایک رات بھی اکٹھے نہیں گزاری

۵۱ - درید بن الصمہ

اس کے بہترین شعر یہ ہیں :

أَمَرَ تَهُمُّ أَمْرِي بِمُنْعَرِجِ اللّٰوِي

فَلَمْ يَسْتَبِيحُوا الشَّرْشِدَ إِلَّا ضُحَى الثَّغْدِ

میں نے انہیں ریت کے موڑ پر اپنا حکم دیا (مگر انہوں نے میری بات نہ مانی) اور دوسرے روز چاشت کے وقت جا کر ان پر صحیح بات واضح ہو گئی

وَ هَلْ أَنَا إِلَّا مِّنْ غَزِيَّةٍ إِنْ غَوَتْ

غَوَيْتُ وَإِنْ تَرَشُدُ غَزِيَّةٌ أَرَشُدُ

میں بھی تو غزیتہ قبیلے کا ایک فرد ہوں لہذا اگر وہ گمراہ ہوں گے تو میں بھی ان کا ساتھ دیتے ہوئے گمراہ ہوں گا اور اگر

۱ - درید بن الصمہ الاصغر - ابو قرہ کنیت ہے - معتمرین میں سے تھا - یہ ہوازن کی جنگ میں قتل ہوا اور اس وقت اس کی عمر تقریباً دو سو سال تھی -

غزلیہ راہ راست پر ہوں گے تو میں بھی راہ راست پر ہوں گا
 [۳ : ۱۴۵] یونس نحوی کہتا ہے : درید کا مذکورہ بالا شعر ان تمام
 شعروں میں سے جو عربوں نے کہے ہیں نہایت ہی دانشمندانہ شعر ہے :
 اور اس کا یہ قول ۱ :

مَا إِنْ رَأَيْتُ وَلَا سَمِعْتُ بِهِ

كَأَلَيْسَ وَمِ هَانِي مِ أَيْشُنُقِ جُرْبِ

جیسا شخص میں نے آج خارش زدہ اونٹنیوں کو کول تار
 لگاتے ہوئے دیکھا ایسا میں نے نہ کسی کو دیکھا اور نہ سنا
 مُتَبَدِّلًا تَبَدُّوْ مَحْسَبِيْنُهُ

يَتَضَعُ الْهِنَاءَ مَوَاضِعَ النَّقَبِ

اس نے کام کاج والے کپڑے پہن رکھے تھے (مگر اس کے باوجود)
 اس کے (جسم کی) خوبیاں ظاہر ہو رہی تھیں اور وہ (شخص)
 عین زخموں کے مقام پر کول تار لگا رہا تھا

۵۲ - سوید^۲ بن ابی کاہل

اس کا بہترین کلام اور بہترین اشعار یہ ہیں :

رُبَّ مَنَّ أَنْضَجَتْ غَيْظًا قَلْبَهُ

قَدْ تَمَنَّى لِي مَوْتًا لَمْ يُطْعَ

- ۱ - درید نے یہ اشعار صخر کی بہن اور مشہور شاعرہ خنساء کے بارے
 میں کہے تھے - اس نے خنساء کو اونٹوں کو تار کول لگاتے
 دیکھا تھا اور اس پر فریفتہ ہو گیا تھا - اس کے بعد درید نے اس کے
 باپ سے رشتہ مانگا مگر خنساء رضامند نہ ہوئی تھی -
- ۲ - سوید بن ابی کاہل : سوید بن ابی کاہل ابو کاہل کے نام میں
 اختلاف پایا جاتا ہے - بعض نے شَبِيْبُ کہا ہے اور بعض
 غَطِيْفُ کہتے ہیں - یہ مُخَضَّرَمِيْن میں سے تھا اور اس کا باپ
 ابو کاہل بھی شاعر تھا - سوید کی کنیت ابو سعد ہے -

بہت سے ایسے لوگ ہیں جن کے دلوں کو میں نے غصے کی وجہ سے انتہائی غم میں ڈال دیا وہ چاہتے تھے کہ میں مر جاؤں مگر ان کی بات پوری نہ ہوئی

وَيَرَانِي كَالشَّجَا فِي حَلْقِيهِ
عَسِيرًا مَخْرَجُهُ مَا يُنْتَزَعُ

(میرا بدخواہ) مجھے اپنے حلق میں ایسا محسوس کرتا تھا جیسے گلے میں پھنسی ہوئی ہڈی ہو کہ اس کا نگانا بھی مشکل ہو اور اسے کھینچ کر نکالا بھی نہ جا سکتا ہو

مُزْبِدٌ يَخْطِرُ مَا لَمْ يَرَانِي
فَإِذَا أَسْمَعْتُهُ صَوْتِي انْقَمَعُ

(وہ غصے کے مارے منہ سے) جھاگ نکال رہا ہو اور جب تک اس نے مجھے نہ دیکھ لیا ہو وہ اکڑ کر چل رہا ہو مگر جونہی کہ میں اپنی آواز اس کے کانوں میں ڈالتا ہوں وہ تنہا (خاموشی سے) بیٹھ جاتا ہے

قَدْ كَفَّانِي اللَّهُ مَا فِي نَفْسِي
وَمَتَّى مَا يَكْفِي شَيْئًا لَمْ يُضَعْ

مجھے اللہ نے اس کی دلی خواہشوں سے بچائے رکھا اور جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کی حفاظت کرتے ہیں تو وہ ضائع نہیں ہوتی

لَمْ يَضِرْنِي غَيْرَ أَنْ يَحْسُدَنِي
فَهُوَ يَزُقُّوْا مِثْلَ مَا يَزُقُّو الضُّوْعُ

[۳: ۱۴۶] وہ مجھے کوئی نقصان نہ پہنچا سکا۔ صرف حسد کرنے لگا اور وہ یوں چلاتا تھا جس طرح اُلُو چلاتا تھا

وَ يُحَيِّئُنِي إِذَا لَمْ يَحْيَيْهِ
وَ إِذَا يَخْلُوتُ لَوْلَاهُ لَحَمِي رَتَعُ

جب میں اسے مل جاتا ہوں تو وہ مجھے سلام کرتا ہے مگر جب خلوت میں جاتا ہے تو میری بدگوئی کرتا ہے

كَئِيفَ يَرَجُؤُنَ سَقَاطِي ۲
جَمَلَلِ الرَّأْسِ مَشِيْبُ ۳ وَ صَلَعُ ۴

وہ کیسے امید کر سکتے ہیں کہ میں لغزش کھا جاؤں جب کہ میرا سر سفید اور گنجا ہو چکا ہے

۵۳ - النجاشی " المحرثی

یہ امیر المؤمنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شاعر تھا - اس کے بہترین اشعار یہ ہیں :

اِنْتِي امْرُؤٌ قَلَمًا اُثْمِي عِلْتِي اَحَدٍ
حَتَّى اَرَى بَعْضَ مَا يَأْتِي وَمَا يَذَرُ

- ۱ - لفظی ترجمہ : میرا گوشت کھاتا ہے -
- ۲ - السقاط : السزلة -
- ۳ - عربوں کے ہاں یہ اشعار حکیمیتہ اشعار ہوتے تھے اور عیسیٰ بن عمر کہتا ہے کہ یہ اشعار جاہلیت میں " الیتیمہ " کہلاتے تھے (اغانی : ۱۳ : ۱۰۱) -
- ۴ - النجاشی : قیس بن عمرو بن مالک - یہ بنی الحارث بن کعب میں سے تھا - اس کی کنیت ابو الحارث ہے - اس کی نسبت اپنی والدہ کی طرف ہے - وہ حبشہ کی رہنے والی تھی - نجاشی اشراف عرب میں سے تھا مگر فاسق تھا - ماہ رمضان میں اس نے شراب پی اور اسی حالت میں اسے حضرت علیؓ کے پاس لایا گیا تو انہوں نے اسے اسٹی دڑے لگانے کے بعد بیس اور لگائے (سمط الالی : ۸۹۰) -

میں تو وہ شخص ہوں کہ جب تک یہ نہ دیکھ لوں کہ فلاں شخص کیا کچھ کرتا ہے اور کیا کچھ نہیں کرتا تب تک میں اس کی تعریف نہیں کرتا

لَا تَمْدَحُ حَتَّىٰ امْرَأًا حَتَّىٰ تُجَرِّبَهَا ،
وَلَا تَذُمُّ مَنَّا مَنَّا لَمْ يَبْهَلْهُ ، الْخَبِيرُ ،

جب تک تو کسی کو آزما نہ لے تو اس کی تعریف نہ کر اور جسے تجربوں نے آزمایا نہ ہو اس کی مذمت بھی نہ کر اور یہ نہایت ہی عمدہ بات ہے ۔

۵۲ - الشماخ بن ضرار

یہ اعلیٰ پایے کے مخضرمین میں سے تھا ، اس کی مشہور مثالوں میں سے یہ شعر ہے :

لَمَّا لُ الْمَرَّءِ يُصَلِّجُهُ فَيَنْفِي^۱
مَفَاقِيرَهُ ، أَعْفُ مِنْ الْقَنْسُوعِ^۱

انسان کا وہ مال جس کی وہ دیکھ بھال کرتا رہے اور پھر اس سے اپنی حاجات پوری کرے لوگوں سے سوال کرنے اور ان کے سامنے ذلیل ہونے سے بہتر ہے

اور اس کے بہترین اشعار وہ ہیں جو اس نے عرابۃ الاوسی کے بارے میں کہے :

رَأَيْتُ عَرَابَةَ الْاَوْسِيِّ يَسْمُو^۱
إِلَى الْخَيْرَاتِ نَنْقِطِعُ الْقَيْرَانِ^۱

میں نے دیکھا ہے کہ عرابہ اوسی ایک کاموں کی طرف تنہا چڑھ جاتا ہے

۱ - قنوع مصدر ہے قنوع قنوعًا : سَمَلٌ وَ تَذَلُّلٌ ۔

إِذَا مَا رَأَيْتَهُ رُفِعَتْ لِمَجْدِهِ
تَلَقَّاهَا عَرَابَةٌ بِالْيَمِينِ

جب بھی بزرگی کا جھنڈا بلند کیا جاتا ہے تو عرابہ اسے مضبوطی کے ساتھ پکڑ لیتا ہے

۵۵ - عمرو بن معدیکرب

اس کی مشہور مثالوں میں سے اس کا یہ شعر ہے :

إِذَا لَمْ تَسْتَطِيعْ أَمْراً فَدَعْهُ
وَجَاوِزُهُ إِلَى مَا تَسْتَطِيعُ

جب تجھ میں کسی بات کے کرنے کی طاقت نہ ہو تو اسے چھوڑ دے اور ایسی بات کی طرف چل دے جس کے کرنے کی تجھ میں طاقت ہے

اور اس کا یہ قول :

لَيْسَ الْجِسْمُ مَسْأَلُ بِمِئْزَرٍ
فَتَاءُ لَمْ وَ إِن رُدِّيتَ بَرْدًا

یاد رکھو تمہد (انسان کے لیے) خوب صورتی (کا سبب نہیں) ہے
خواہ تجھے چادر بھی کیوں نہ پہنا دی جائے

۱ - عمرو بن معدیکرب جاہلیت میں بھی اور اسلام میں بھی مشہور شہسواروں میں سے تھا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مسلمان ہوا۔ پھر ان یمنیوں کے ساتھ جو یمن میں مرتد ہو گئے یہ بھی مرتد ہو گیا پھر دوبارہ مسلمان ہوا اور ہجرت کر کے عراق چلا گیا اور قادسیہ کی جنگ میں شریک ہوا اور اپنے جوہر دکھائے۔ سعد بن ابی وقاص نے اسی کو فتح کی خوشخبری دینے کے لیے حضرت عمرؓ کے پاس بھیجا تھا (صمط التالی : ۶۴)۔

إِنَّ الْجَمَالَ مَأْتِرٌ
وَمَنْتَقِيبٌ أَوْرَثْنِ مَجْدًا

[۱۴۷ : ۳] بلکہ جمال تو وہ موروثی کمال اور نیک کام ہیں جو
تجھے بزرگی عطا کرتے ہیں

اور اس کا یہ قول بھی خوب ہے :

ظَلَمْتُ كَأَنِّي لِلرِّمَاحِ دَرِيَّةٌ
أُقَاتِلُ عَنْهُ أَبْنَاءَ جَرْمٍ وَفَرَّتْ

دن بھر میری یہ حالت رہی کہ میں گویا نیزوں کی آماجگاہ
بنا ہوا ہوں۔ میں تو قبیلہ جرم کے بیٹوں کی طرف سے لڑ رہا تھا
حالانکہ وہ خود بھاگ گئے تھے

فَلَوْ أَنَّ قَوْمِي أَنْطَقَتْنِي رِمَاحُهُمْ
نَطَقْتُ وَلَكِنَّ الرِّمَاحَ أَجْرَتُ

اگر میری قوم کے نیزے (کارہائے نمایاں کر کے) مجھے گویا
بنا دیتے تو میں ضرور (ان کی تعریف میں) کچھ کہتا مگر ان کے
نیزوں نے تو (کوئی کام نہ کر کے) مجھے گنگ بنا دیا

۵۶ - عمرو بن الاہتم

اس کا بہترین اور عمدہ ترین کلام اس کا یہ قول ہے :

لَعَمْرُكَ مَا ضَاقَتْ بِي لَدَى بِيَأْهَائِيهَا
وَالَكِنَّ أَخْلَاقَ الرِّجَالِ تَضْيِيقُ

۱ - بلوغ الارب میں اسی طرح الاہتم ہے مگر درست الاہتم ہے
جیسا کہ سمط اللالی : ۱۸۴ میں ہے۔ عمرو بن الاہتم بن افلت
التغلابی نصرانی اور اسلامی شاعر ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کا
نام عُمَيْر ہے۔

خدا کی قسم ملک اہالیان کے لیے تنگ نہیں ہوتے بلکہ لوگوں کے اخلاق تنگ ہو جاتے ہیں

۵۷ - سحیم عبد بنی الحسحاس

اس کے بہترین اشعار اس کا وہ قصیدہ^۲ ہے جس کا مطلع یہ ہے :

عُمَيْرَةُ وَدِعْ إِنْ تَرَحَّلْتَ غَادِيًا
كَتَفَى الشَّيْبُ وَالْإِسْلَامُ لِلْمَرْءِ نَاهِيًا

اگر تو صبح کے وقت روانہ ہو جائے تو عُمیرہ کو الوداع کہنا
انسان کے لیے بڑھاپا اور اسلام کافی منع کرنے والے ہیں
اور اس کا یہ قول :

أَشْعَارُ عَبْدِ بَنِي الْحَسْحَاسِ قُمْنٌ لَّهُ،
يَوْمَ الْفَخَّارِ مَقَامِ الْأَصْلِ وَالْوَرَقِ^۳

۱ - ابوبکر الہذلی نے اس کا نام بجائے سَحِيمِمْ کے حیثت لکھا ہے -
اس کے آقا کا نام جندل بن سعید ہے - جندل بنی الحسحاس بن
نُفَاثَةَ بن سعد بن عمرو بن مالک بن ثعلبہ بن دُودَانَ بن اسد
میں سے تھا - سَحِيمِمْ حبشی تھا اور اس کی زبان میں عجمیت پائی
جاتی تھی - شعر کہنے کے بعد خود ہی کہتا اَهْسَنَكَ وَاللَّهِ
اس کی مراد اَحْسَنَتْ وَاللَّهِ سے ہوتی - عبد اللہ بن ابی ربیعہ نے
اسے خرید لیا تھا اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا تھا کہ میں نے
آپ کے لیے ایک حبشی غلام خریدا ہے جو شاعر بھی ہے -
حضرت عثمان رضی نے فرمایا : مجھے اس کی ضرورت نہیں - اس کے
بعد جندل بن سعید نے اسے خرید لیا - سَحِيمِمْ نے جندل کی بیٹی
کے متعلق عشقیہ اشعار کہے چنانچہ اسے قتل کر کے جلا دیا گیا
(سمط اللالی : ۷۲۱) -

۲ - ابن الاعرابی نے اس قصیدے کو ذیباچ حُسْرَوَانِ کہا ہے
(سمط اللالی حاشیہ میمن : ۷۲۱) -

۳ - امالی (۲ : ۸۶) میں ہے قال ابو علی : الْوَرَقُ عِنْدَ الْعَرَبِ : الْمَالُ
مِنَ الْاِبِلِ وَالْغَنَمِ وَالْوَرَقُ : الْفَيْضَةُ

عبد بنی الحسحاس کے اشعار اس کے لیے فخر کے دن خاندان اور مال و دولت کے قائم مقام ہوئے ہیں

إِنْ كُنْتُ عَبْدًا فَنَفْسِي حُرَّةٌ كَرَّةً
أَوْ أَسْوَدَ الْخَلْقِ وَأَنْتَى أَبْيَضُ الْخَلْقِ

اگر میں غلام ہوں (تو کیا ہوؤا) میرا نفس تو ذاتی شرافت کی وجہ سے آزاد ہے یا اگر میرا وجود سیاہ ہے تو میرے اخلاق تو سفید ہیں

۵۸ - 'ابو محجن الثقفی

اس کے اشعار میں ان اشعار سے بہتر اور عمدہ ترکوئی شعر نہیں ہیں:

لَا تَسْأَلِي النَّاسَ عَنِّي مَسَالِيٍّ وَكَشَرْتَنِي
وَسَأَلِي النَّاسَ عَنِّي بِأَسِيٍّ وَعَنِّي خُلَّتِي

اری! لوگوں سے میرے مال کی کثرت کے متعلق نہ پوچھ لوگوں سے میری بہادری اور میرے اخلاق کے متعلق پوچھ (کہ کیسے ہیں)

أَهْلٌ أَطَعَنُ الطَّعْنَةَ النَّجَلَاءَ عَنِّي عُرْمٌ
وَأَكْتُمُ السِّرَّ فِيهِ ضَرْبَةٌ الْعُنُقِ

۱ - ابو محجن ثقفی بلا کے بہادر تھے - شراب پینے کی لت لگی ہوئی تھی - ایک بار حضرت عمر رضی نے انہیں شراب پینے کی وجہ سے قید کر دیا - ادھر ایرانیوں سے جنگ ہو رہی تھی ابو محجن سے نہ رہا گیا - بیڑیاں اتار کر بھیس بدلا اور جنگ میں جا اچکے اور ایرانیوں کو خوب تہ تیغ کیا - یہ دیکھ کر حضرت عمر رضی نے فرمایا میں آئندہ تمہیں شراب پینے کی سزا نہ دوں گا - ابو محجن نے کہا: پھر میں بھی آئندہ شراب نہ پیوں گا -

۲ - میمن (سمط اللالی: م حاشیہ) نے یہ شعریوں لکھا ہے:
وَقَدْ أَجْوَدُ وَمَا مَسَالِيٍّ بِيَدِي فَتَنَعِ
وَأَكْتُمُ السِّرَّ فِيهِ ضَرْبَةٌ الْعُنُقِ

کیا میں پہلو میں ہو کر نیزے کا وسیع زخم نہیں لگاتا؟
اور میں کیا ایسے راز کو چھپائے نہیں رکھتا (جسے اگر ظاہر کر
دوں تو) گردن اڑا دی جائے

[۳ : ۱۳۸] ۵۹ - کعب بن سعد

اس کے بہترین اشعار یہ ہیں :

وَمَا أَنَا لِلشَّيْءِ الَّذِي لَيْسَ نَافِعِي
وَيَغْضَبُ مِنَّهُ صَاحِبِي بِقَوْلٍ

جس بات کے کہنے سے مجھے کوئی فائدہ نہ ہو اور پھر اس سے میرا
ساتھی بھی ناراض ہوتا ہو تو میں ایسی بات نہیں کہنے کا

وَلَسْتُ بِمُبْدِي لِرَجَالِ سَرِيْرَتِي
وَلَا أَنَا عَنَ أَسْرَارِهِمْ بِسَوْوَلٍ

میں اپنے راز لوگوں پر ظاہر نہیں کرنے کا اور نہ ہی میں ان کے
رازوں کے متعلق سوال کرنے والا ہوں

۶۰ - معن بن أوس

یہ اسلامی شعرا میں سے تھا - اس کے بہترین اشعار یہ ہیں :

وَفِي النَّاسِ يَأْنُ رَثَّتْ حَبَالُكَ وَأَصِيلُ
وَفِي الْأَرْضِ عَنَ دَارِ الْقِيَامِ مُتَّحَوِّلُ

- ۱ - کعب بن سعد : ابو عبید بکری (سمط اللالی : ۱۷۷) نے اسے اسلامی شاعر قرار دیا ہے اور اسے بنی سالم بن عبید بن سعد بن عوف کا ایک فرد قرار دیا ہے مگر میمن نے اسے جاہلی شاعر قرار دیا ہے اور بتایا ہے کہ ابو المغوار غنوی - اس کا بھائی مقداد اور جبل سب کے سب ذی قار کی جنگ میں مارے گئے اور کعب نے ان کا مرثیہ کہا -
- ۲ - معن بن اوس بن نصر بن زیاد بن اسعد - بنی عثمان بن مسزینہ بن اد میں سے ہے - اسلامی عہد کا شاعر ہے - معن کے ہاں لڑکیاں ہی لڑکیاں پیدا ہوتی تھیں - معاویہ اسے تمام اسلامی شعرا سے افضل سمجھتے تھے اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ یہ فحول الشعرا میں سے ہے (سمط اللالی : ۲۳۳) -

اگر تیرے (تعلقات کی) رسیاں بوسیدہ (ہو کر ٹوٹ جائیں) تو لوگوں میں اور لوگ موجود ہیں جو ہم سے تعلقات قائم کیے رکھیں گے اور زمین میں دشمنی کے گھر (کو چھوڑ جانے پر) اور جگہ پائی جا سکتی ہیں جہاں انسان منتقل ہو سکے

إِذَا انْصَبَرَفَتْ نَفْسِي عَنِ الشَّيْءِ لَمْ تَكْدُ
إِلَيْهِ بِوَجْهِهِ آخِرَ الدَّهْرِ تَقِيْبِلْ

جب میں کسی چیز سے منہ پھیر لیتا ہوں تو پھر کبھی بھی اس کی طرف توجہ نہیں کرنے کا

اور اس کی مشہور مثالوں میں سے اس کے یہ شعر ہیں :

أَعْلَيْتُمُ الْبِرِّ سَائِيَةً كُلَّ يَوْمٍ
فَلَمَّا اشْتَدَّ سَاعِدُهُ رَمَانِي

میں ہر روز اسے تیر اندازی سکھایا کرتا تھا مگر جب اس کے بازو مضبوط ہو گئے تو اس نے مجھ ہی پر تیر چلایا

أَعْلَيْتُمُ الْبِرِّ وَآيَةً كُلَّ يَوْمٍ
فَلَمَّا قَالَ قَافِيَةً هَجَانِي

میں اسے ہر روز شعروں کی روایت کرنا سکھاتا مگر جب اس نے شعر کہنے شروع کیے تو میری ہی ہجو کہی

۶۱ - کعب بن جعبل

یہ طبّاع اور اسلامی شعرا میں سے تھا اور معاویہ رضی کا شاعر تھا۔ اس کے بہترین اشعار میں سے اس کے یہ اشعار ہیں :

۱ - بہجۃ اثری لکھتے ہیں کہ یہ اشعار کعب کے نہیں ہیں بلکہ اس کے بھائی عُمیر کے ہیں۔ اسے قوم کی ہجو کہنے کے بعد ندامت ہوئی تھی۔

تَدِمْتُ عِلَّتِي شَتْمِي الْعَشِيرَةَ بَعْدَمَا
مَضَى وَاسْتَتَبْتُ لِلشُّوَاةِ مَذَاهِبُهُ

مجھے اپنے قبیلے کو گالیاں دینے پر اس وقت ندامت ہوئی جب کہ
راویوں کے تمام راستے منظم طور پر قائم ہو چکے تھے اور مجھ
سے یہ کام ہو چکا تھا

فَتَأْتِيهِ حَتُّ لَأَسْطِيعُ رَدًّا لِمَا مَضَى
كَمَا لَا يَرُدُّ الشَّرُّ فِي الضَّرْعِ حَالِيهِ

اب میری یہ حالت ہو گئی کہ جو کچھ گزر چکا تھا اسے لوٹانے
کی مجھ میں قدرت نہ تھی بعینہ اسی طرح جس طرح کہ دودھ دوہنے
والا دودھ پستانوں میں لوٹا نہیں سکتا

[۱۴۹ : ۶۲ - زیاد بن زید العذری

اس کے بہترین اشعار یہ ہیں :

وَأَسْتُ بِمَفْرَاحٍ إِذَا الشَّهْرُ سَرَّ نِيَّ
وَلَا جَزَاعٍ مِّنْ صَرَفِيهِ الْمُتَقَلِّبِ

جب زمانہ مجھے خوش کرتا ہے تو میں اترانا نہیں ہوں اور

۱ - بلوغ الارب میں زیاد ہی ہے مگر سمط اللالی (۲۴۹) اور التنبیہ

(۸۴) میں زیادہ بن زید بن مالک ہے - زیادہ کو ہدبہ بن الخثرم نے

قتل کیا تھا اور اسے قید کر دیا گیا تھا تاآنکہ زیادہ کا بیٹا

میسسور بڑا ہوا - اشراف مدینہ نے جن میں کبار صحابہ بھی شامل تھے

میسسور کو دس گنا دیت پیش کی مگر میسسور نہ مانا اور اس نے

ہدبہ کو قصاص میں قتل کیا - کہا جاتا ہے کہ اسلام کے آنے کے

بعد ہدبہ پہلا شخص ہے جسے صبراً قتل کیا گیا -

۲ - ابن عبد ربہ (العقد الفرید : ۱ : ۷۲) نے ان اشعار کو ہدبہ العذری

کی طرف منسوب کیا ہے -

نہ ہی زمانے کی بدلنے والی گردشوں کی وجہ سے بیقراری کا اظہار کرتا ہوں

وَلَا أَتَمَنَّي الشَّرَّ وَالشَّرُّ تَارِكِي
وَلَكِنْ مَتَّي أُحْمَلُ عَلَي الشَّرِّ أَرُ كَسْبِ

اور جب جنگ مجھے چھوڑ دیتی ہے (یعنی جب جنگ کے بغیر ہی کام چل جائے) تو میں بھی جنگ کی خواہش نہیں کرتا مگر جب مجھے جنگ کرنے پر مجبور کیا جائے تو پھر میں اس پر سوار ہو جاتا ہوں

اور اس کا یہ شعر :

هَلِ الشَّهْرُ وَالْأَيَّامُ إِلَّا كَمَا تَرَى
رَزِيَّةً مَالٍ أَوْ فِرَاقُ حَبِيبِ

زمانہ اور ایام ایسے ہی ہیں جیسے تو انہیں دیکھ رہا ہے یعنی یہی کہ کبھی مال کی مصیبت ہے کبھی کسی محبوب کی جدائی

۶۳ - ابو الأسود الدئلی

اس کا شمار تابعین شیعہ فصحا ، اصحاب نحو ، یُخْتَلَاہ اور مفلوجوں میں ہوتا ہے -

اس کے بہترین اشعار میں سے وہ اشعار ہیں جو اس نے عبید اللہ بن زیاد کی مدح میں اس وقت کہے جب اس نے اسے ریشمی جبہ پہنایا :

كَسَانِي وَآلَمِ اسْتَكْسِيهِ فَحَمِيدَتُهُ
أَخٌ لِي يُعْطِيَنِي الْجَزَيْلَ وَنَاصِرَ

۱ - ابو الاسود کا نام ظالم بن عمرو بن سفیان ہے - یہ بنی السدائل بن بکر بن عبد مناة بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ میں سے ہے - اسلامی شاعر ہے اور شیعان علی رضی اللہ عنہ میں سے ہے -

میرے بھائی نے مجھے جبہ پہنایا حالانکہ میں نے اس سے اس کی درخواست نہ کی تھی لہذا میں نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ اس نے مجھے بہت زیادہ مال دیا اور وہ میرا مددگار ہے

وَإِنْ أَحَقَّ النَّاسُ إِنْ كُنْتُمْ مَادِحًا
بِمَدْحِكُمْ مَنْ أَعْطَاكَ وَالشُّوَجْهُ وَأَفِيرُ

اگر تو کسی کی مدح کہے تو تمہاری مدح کا سب سے زیادہ مستحق وہ شخص ہے جو تجھے عطا کرے اور تمہاری عزت بھی برقرار رہے

اور اس کی مشہور امثال میں سے اس کے یہ اشعار ہیں :

لَا تُسْهِتِي بَعْدَ إِذْ أَكْرَمْتَنِي
فَتَسْدِيءُ حَالِي مَسْئَرِي

میری تعظیم کرنے کے بعد میری توہین نہ کر یہ کھینچا تانی کی حالت بہت سخت چیز ہے

لَا يَسْكُنُ بَسْرُكَ بَسْرًا خُلْبًا
إِنْ خَيْرَ الْبَرْقِ سَا الشَّغِيثُ مَعَهُ

تمہاری بجلی بغیر بارش کے نہیں ہونی چاہیے کیونکہ اچھی بجلی وہی ہوتی ہے جس کے ساتھ بارش بھی ہو

۶۴ - زفر بن الحارث

اس کے بہترین اشعار میں سے اس کے وہ شعر ہیں جو اس نے مرج راہط کی جنگ میں بھاگ^۲ جانے کے متعلق کہے تھے :

۱ - زُفْرَ بْنَ الْحَارِثِ الْكَلَابِيِّ يَهْ رَبِيعَةَ بْنَ عَامِرِ بْنِ صَعْصَعَةَ فِي سَعْدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي سَهْلٍ فِي حَجَّاجِ بْنِ عَمْرٍو فِي زَنْدَةَ تَهَا - مَرَجِ رَاهِطِ فِي جَنْغِ فِي مِيْنِ بَهَاغِ
گیا تھا -

۲ - الْعَقْدُ الْفَرِيدُ (۱: ۱۰۳) فِي سَعْدِ بْنِ عَمْرٍو فِي مَرَجِ رَاهِطِ عَنِ ابْنِ وَاحِيَةَ -

أَيَذْهَبُ يَوْمٌ وَاحِدٌ إِنْ أَسَأْتَهُ،
بِصَالِحٍ أَيْتَامِيٍّ وَحُسْنِ بِلَاثِيَا

اگر میں نے کسی دن کوئی برا کام کر لیا ہے تو کیا صرف ایک دن کا عمل میرے تمام نیک دنوں کو اور میری بہادری اور جرات کے اظہار کو ملیا میٹ کر دے گا

وَلَمْ يُرْمِنِي زَلَّةٌ قَبْلَ هَذِهِ
فِرَارِيٍّ وَتَرْكِيٍّ صَاحِبِيٍّ مِّنْ وَرَائِيَا

اس سے پہلے مجھ سے کوئی لغزش سرزد نہ ہوئی تھی۔ (میری یہی لغزش ہے کہ) میں بھاگ نکلا اور اپنے ساتھی کو پیچھے چھوڑ گیا ہوں

وَقَدْ يَنْشِبُ الْمَرْءُ عَلَى عَمَلِي دِمْنِ الشَّرِيِّ
وَتَبْقَى حَزَازَاتُ السُّفُوسِ كَمَا هَيَا

بعض اوقات کسوڑی پر بھی چراگاہ اُگ آتی ہے مگر دلوں کے کینے ویسے کے ویسے رہتے ہیں

[۳ : ۱۵۰] عبد الله بن قيس الرقيات

اس کے بہترین اشعار وہ ہیں جو اس نے مصعب بن الزبير کے متعلق کہے :

۱ - عبد الله بن قيس الرقيات : بلوغ العرب میں اسی طرح ہے مگر سمط اللالی (۲۹۴) میں عبید اللہ بن قیس بن شریح ہے۔ یہ بنی عمر بن عامر بن لؤی میں سے تھا اور ابن قیس الرقيات کے نام سے مشہور ہے۔ اسے رقیات کی طرف اس لیے نسبت دی جاتی ہے کہ یہ تین عورتوں کے متعلق عشقیہ اشعار کہتا تھا اور ان میں سے ہر ایک کا نام رقیہ تھا۔ ابو ہاشم اور ابو ہشام کنیت ہے۔ یہ اسلامی شاعر ہے اور مصعب بن زبیر کا ساتھی تھا۔ یہ عبدالمک کا زمانہ تھا۔

إِنَّمَا مُصْعَبٌ شِهَابٌ مِّنَ اللَّيْلِ
تَجَلَّتْ عَنْهُ وَجْهَهُ الظُّلُمَاءُ

مصعب تو اللہ کی طرف سے (آیا ہوا) ایک روشن
ستارہ ہے جس کے چہرے کی بدولت تاریکی دور
ہو گئی ہے

يَسْتَقِي اللَّهَ فِي الْأُمُورِ وَقَدْ
أَفْسَحَ مَن كَانَ هَمُّهُ الْإِيقَانُ

یہ اپنے تمام کاموں میں اللہ سے ڈرتا ہے جس کا مقصود
خوفِ خدا ہو وہ کامیاب ہو جاتا ہے

مُلْكُهُ، مُلْكُكَ رَأْفَةٌ لِّمَنْ فِيهِ
جَبَرُوتٌ مِّنْهُ وَلَا كِبْرِيَاءُ

اس کی حکومت رحمت والی حکومت ہے اس میں نہ قوت کا استعمال
ہے اور نہ غرور کا

۶۶ - المتوكل اللیثی

اس کے بہترین اشعار جنہیں بیلور مثال پیش کیا جاتا ہے اس کے
یہ اشعار ہیں :

أَبْدَأُ بِمَنْفَسِيكَ فَإِنَّهَا عَنِّي غِيَّهَا
فَإِذَا انْتَهتْ عَنْهُ فَأَنْتَ حَكِيمٌ

اپنی ذات سے ابتدا کر اور اسے گمراہی سے روک اگر تمہاری ذات
گمراہی سے باز آگئی تو تو دانا ہے

- ۱ - متوکل بن عبد اللہ بن نہشل بن مسافع ، عہدِ اسلامی کا شاعر ہے -
کوفے کا رہنے والا تھا اور معاویہؓ اور اس کے بیٹے یزید کے زمانے
میں ہوا ہے اور اس نے ان دونوں کی مدح بھی کہی ہے - اس کی
کنیت ابو جہم ہے (اغالی : ۱۲ : ۱۵۵) -

فَهُنَّاكَ تَعْذَرُ إِنُّ وَعَظَّتْ وَيُقْتَدَا
بِالْقَوْلِ مِشْكَبٍ وَيَنْفَعُ التَّعْلِيْمُ

پھر اگر تو وعظ کہے گا تو تجھے معذور سمجھیں گے اور
تیری بات کی پیروی کی جائے گی اور تعلیم فائدہ دے گی

لَا تَنْهَ عَنِّ خُلُقٍ وَتَأْتِي مِثْلَهُ
عَارٌ عَلَيَّ شَكَّتْ إِذَا فَعَلْتُ عَظِيْمُ

ایسا نہ ہو کہ تو کسی بات سے لوگوں کو منع کرتا رہے
اور خود اسے کرتا رہے کیونکہ اگر تو نے ایسا کیا تو یہ بڑی شرم
کی بات ہوگی

نیز اس کا یہ قول :

لَسْنَا وَ إِنُّ أَحْسَابُنَا كَرُمَتُ
يَوْمًا عَلَيَّ إِلَّا حَسَابِ نَتِيكَلُ

اگرچہ ہمارا حسب بلند ہے اس کے باوصف ہم کسی روز بھی میحض
اپنے حسب پر اعتماد نہیں کرتے

تَبْنِي كَمَا كَانَتْ أَوَائِدُنَا
تَبْنِي وَ نَفْعَلُ مِثْلَ مَا فَعَلْنَا

ہم بھی اپنے آباؤ اجداد کی طرح نیک کاموں کی بنا رکھتے ہیں اور
جس طرح یہ کارہائے نمایاں انجام دیا کرتے تھے ہم بھی دیتے ہیں
یہاں تک کہ میں نے مشہور شعرا ، ان کے ہاروں کے موتیوں
اور ان کی منظومات کے ہاروں کے بہترین موتیوں کے ذکر کرنے کو
پسند کیا ہے مگر میں نے ان سب کا ذکر کرنے اور ان کے حالات کی
پوری تفصیل دینے ، ان کے چیدہ چیدہ قصائد کا ذکر کرنے اور ان کے
حیرت انگیز مقطعات کے نام دینے سے اعراض کیا ہے کیونکہ اس ضرورت
کو بڑے بڑے اماموں نے پورا کر دیا ہے اور انہوں نے ان موتیوں کو
مکمل طور پر چن لیا ہے ۔ اب میں اپنے قلم کی باگ کو ان اوصاف کے

ذکر کرنے کی طرف پھیرتا ہے جو عربوں کے یہاں ان کے خطبوں اور وصیتوں کی صورت میں تھے نیز اہم کاموں اور مصیبتوں کے وقت جو ان کے فصیح بیانات صادر ہوتے تھے۔ ان کی طرف میں اپنے قلم کو پھیرتا ہوں۔ کیونکہ یہ دونوں عربوں کے یہاں اہم علم شمار ہوتے تھے، یہ وہ عظیم بات تھی کہ عرب شعر منظوم کے بعد سب سے بڑھ کر اس کی [۳ : ۱۵۱] خواہش کیا کرتے تھے اس لیے کہ ان میں ان کے نظریات کی باریکیاں اور ان کے افکار کے نتائج پائے جاتے تھے۔ اسی سے پتا چلتا ہے کہ ان کی عقل کتنی عمیق تھی اور ذہن کی وسعت کا کیا عالم تھا، اللہ عزاسمہ سے التجا ہے کہ توفیق عطا کر کے میری مدد فرمائے۔

خطبے اور وصیتیں

عربوں کی وہ عادات و رسوم جو ان میں پائی جاتی تھیں

یہ بات تو سب کو معلوم ہے کہ ایام جاہلیت میں عربوں میں کس قدر غرور، حسب و نسب پر فخر، خاندانی برتری کا احساس، اپنے مرتبہ بلند کا وقار اور اپنی سرداری کی حفاظت کا جذبہ پایا جاتا تھا۔ جس کے نتیجے کے طور پر وہ واقعات، جنگیں، آفتیں اور اہم امور رونما ہوئے جو ہوئے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر وہ قوم جنہیں اس قسم کے اتفاقات کا سامنا کرنا پڑا ہو انہیں ایسے امور کی بہت زیادہ ضرورت ہوتی ہے جو ان کی ہمتوں کو ابھارے، ان کی آنکھوں کو بیدار کرے، ان کے بیٹھے ہوئے لوگوں کو کھڑا کر دے، ان کے بزدلوں کا حوصلہ بڑھائے، ان کے دلوں کو تقویت دے، ان کے ارمانوں کو برانگیختہ کرے اور ان کی آگوں کو بھڑکائے تاکہ وہ اپنی عزت کو ذلیل ہونے سے محفوظ رکھ سکیں، اپنی قوت کو کمزور ہونے سے بچا سکیں، خون کا بدلہ لے کر اپنے دل کی بھڑاس نکال سکیں، مغلوب ہونے کی عار اور ہلاک ہونے کی ذات سے محفوظ رکھ سکیں اور یہ تمام امور خطبوں اور وصیتوں کے مقاصد میں سے ہیں۔ یہی وجہ ہے اپنے کارناموں

کو زندہ رکھتے اور اپنے قابل فخر امور کو تقویت دینے کے لیے شاعری کے بعد انہیں خطبوں اور وصیتوں کی زیادہ ضرورت تھی۔ عرب دوسرے لوگوں کے مقابلے میں زیادہ درست بات کہنے والے تھے، ان کی جماعت زیادہ قوی، ان کی زبان زیادہ فصیح، ان کا بیان زیادہ واضح، ان کا طریقہ زیادہ ہدایت یافتہ اور ان کی حجت اور دلیل زیادہ روشن تھی۔ بعینہ اسی طرح جس طرح ان کا مرتبہ اوروں کے مقابلے میں زیادہ بلند ان کے نفوس زیادہ گراں، ان کے کارنامے زیادہ بلند، ان کے باطن زیادہ روشن، ان کے افکار زیادہ دقیق، ان کے اسرار زیادہ باریک، ان کے نسب زیادہ شرافت کے حامل اور ان کے آباؤ اجداد زیادہ مشہور و معروف تھے۔ اسی لیے تو ان میں خطبوں اور خطیبوں کی کثرت ہوئی یہاں تک کہ ان کے ہر قبیلے میں ایک خطیب ہوتا تھا جیسا کہ البیان و التبیین میں الجاحظ نے بیان کیا ہے کہ ہر قبیلے کا ایک شاعر ہوتا تھا۔ عربوں کے خطبوں کی تعداد اس قدر زیادہ ہے کہ ان کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا اور ان کے متعلق بہت سی کتابیں تالیف ہو چکی ہیں۔ ان میں سے ایک کتاب کا نام ”غایۃ الادب فی کلام حکماء العرب“ ہے۔ یہ کتاب تین جلدوں میں ہے، اور بھی کتابیں ہیں جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔ جاحظ نے البیان میں جاہلیت اور اسلام کے خطبوں کے انتخابات دیے ہیں اور اس نے بیان کیا ہے کہ عربوں کے خطبوں میں سے ایک خطبہ ”العجوز ۲“ ہے۔ یہ آل رقبہ کا خطبہ تھا اور جب بھی وہ [۱۵۲:۳] گفتگو کرتے ہیں تو اس کا ذکر ضرور ہوتا ہے یا اس کے کچھ حصے ہی کا ذکر کر دیا جاتا ہے۔ ایک العذراء ہے اور یہ خطبہ قیس بن خارجہ کا ہے۔ ایک ”شوہاء“ ہے اور یہ سبحان وائل کا خطبہ ہے۔ اسے یہ

۱۔ بلوغ العرب میں اسی طرح الادب دال کے ساتھ دیا ہے اسے العرب راء کے ساتھ پڑھیں جیسا کہ کشف الظنون میں ہے۔ یہ کتاب شیخ کمال الدین محمد بن عیسیٰ الدمیری المتوفی ۸۰۸ھ کی تالیف ہے۔

۲۔ ملاحظہ ہو البیان والتبیین : ۱۰ : ۳۶۲

نام اس کی خوبی کی وجہ سے دیا گیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جب معاویہ کے سامنے یہ خطبہ دیا گیا تو اس کے بعد نہ کسی شاعر نے اپنے شعر کہے اور نہ کسی خطیب نے خطبہ دیا۔ خطبے اور وصیت کا مفہوم باہم ملتا جلتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ خطبے میں مراد تمام کی تمام قوم ہوتی ہے اور اس میں کسی قسم کی تعیین یا تخصیص نہیں ہوتی۔ برخلاف وصیتوں کے (کہ وہاں مخصوص لوگوں کو مخاطب کیا جاتا ہے) مزید برآں خطبے ان مقامات پر دیے جاتے تھے جہاں لوگوں کا اجتماع اور اکٹھ ہو، جنگ ہو، موسمی میلہ ہو، مفاخرت ہو، جھگڑا ہو۔ اس طرح بڑے بڑے لوگوں اور حکام کے سامنے۔ اور جو وفد کسی اہم کام یا عنقریب نازل ہونے والی مصیبت کے باعث آتے تو وہ بھی خطبہ ہی کہا کرتے تھے۔ وصیتیں ان مذکورہ بالا مواقع کے علاوہ ہر مقام پر کہی جاتی تھیں لہذا یہ مخصوص زمانے میں مخصوص قوم کے لیے اور کسی مخصوص چیز کے لیے ہوتی تھیں اور اکثر ایسا ہوتا تھا کہ کوئی شخص اپنے کنبے کو وصیت کرتا یا کسی خطرناک مرض کے نازل ہونے یا کسی مقام سے منتقل ہوتے وقت ایک سردار اپنے قبیلے کو کرتا یا ایسی ہی کسی اور چیز کے لیے۔

جاہلیت کے زمانے میں عرب اسلامی زمانے کے مقابلے میں خطبوں کو زیادہ اہمیت دیا کرتے تھے اور ان کی ان خطبوں میں عجیب و غریب عادات اور نرالی کیفیات تھیں، چنانچہ ان خطبوں کے ضمن میں ان کی ایک عادت یہ تھی کہ وہ ان خطبوں کے لیے معانی کثیرہ کا انتخاب کرتے اور عمدہ ترین الفاظ چنتے تاکہ ان کی غرض حاصل ہو اور کی مقصد برآری ہو کیونکہ بارونق الفاظ اور کثیر معانی کا نفوس پر بہت زیادہ اثر پڑتا ہے دلوں پر ان کی مضبوط تاثیر ہوتی ہے، یہ ہمتوں کو بہت بیدار کرنے والے ہیں۔ اسی لیے حدیث میں آیا ہے ”بعض بیانات جادو ہوتے ہیں“ جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ کان کلام بلیغ کو زیادہ غور سے سنتے اور زیادہ محفوظ رکھتے ہیں۔ طبع سلیم پر مستحسن چیز کی طرف زیادہ مائل ہوتی ہے

موجودہ دنیا کے لیے رغبت پیدا کرنا اور آئندہ سے خوف دلانا یہ دو امور جو خطبوں کے اہم مقاصد اور اس کے اہم مطالب میں سے ہیں۔ اگر دلوں کو موہ لینے والے اور سینوں پر اثر کرنے والی عبارتوں میں پیش نہ کیے جائیں تو ان میں نہ کوئی تاثیر ہوگی اور نہ کوئی فائدہ۔

خطبوں کے ضمن میں عربوں کی عادات میں سے ایک عادت یہ تھی کہ جب کوئی خطیب فخر ، مباہات یا کسی چپقلش کے متعلق خطبہ دیتا تو اپنا ہاتھ اوپر کو اٹھاتا اور نیچے کو کرتا اور اپنے بہت سے مقاصد اپنے ہاتھ کی حرکات سے ادا کرتا جاتا۔ اپنے مقصد کو ادا کرنے اور سامعین کو خوفزدہ کرنے کے لیے یہ بات اس کے لیے بڑی "مُؤید" ہوتی اور ان کے بیدار کرنے کے لیے زیادہ ضروری ہوتی اور یہ وہی تشذیر ہے جس کا ذکر لبید کے اس شعر میں آیا ہے :

غُلِبَ تَشَذَّرُ بِالذُّحُولِ كَمَا نَهَتَا
جِنُّ الْبَدِيِّ رَوَّاسِيًا أَقْدَامُهُمَا

یہ موٹی گردن والے ہیں جو کینوں کی وجہ سے غضبناک ہو کر دھمکی دیتے ہیں تو مقام بدی کے جن معلوم ہوتے ہیں جن کے قدم مضبوط گڑے ہوں

تشذیر کے معنی ہاتھ اٹھانے اور نیچا کرنے کے ہیں جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے اور ذحول ذحل [ذال معجمہ پر فتحہ اور حاء معجمہ ساکن] کینہ۔ وہ یہ کہہ رہا ہے کہ ان لوگوں کی گردنیں شیروں کی طرح موٹی ہیں یعنی یہ کہ ان کی خلقت شیروں کی سی ہے کہ باہمی کینوں کے باعث یہ ایک دوسرے کو دھمکاتے رہتے ہیں اس کے بعد لبید نے انہیں نزاع و جلال میں ثابت قدم رہنے میں بدی مقام کے جنوں سے تشبیہ دی ہے۔ اپنے دشمنوں کی تعریف کر رہا ہے اور جس قدر دشمن زیادہ قوی اور مضبوط ہوگا اسی قدر اس پر غالب آنے والا زیادہ قوی اور مضبوط ہوگا۔

خطبوں کے ضمن میں ان کی ایک عادت یہ تھی کہ وہ (خطبہ دیتے وقت) منحصرہ ہاتھ میں رکھتے۔ منحصرہ اس چیز کو کہتے ہیں جس کے

سہارے کھڑے ہوتے ہیں مثلاً لاٹھی وغیرہ یا وہ شاہی عصا جسے بادشاہ خطاب کرتے وقت ہاتھ میں رکھتا اور اس سے اشارہ کرتا ہے یا وہ عصا جسے خطیب خطبہ دیتے ہوئے ہاتھ میں رکھتا ہے۔ عرب اس مختصرہ کے بغیر خطبہ نہ دیتے تھے۔ عرب زمین پر کمان ٹکا کے سہارا لے لیا کرتے تھے اور لاٹھی یا نیزے کے ذریعے اشارہ کیا کرتے تھے۔ بعض عرب صلح کے موقع پر (خطبہ دیتے تو) مختصرہ ہاتھ میں لیتے اور مصیبت اور جنگ کے موقع پر کمان۔ جاہظ نے کتاب البیان میں عربوں کے کئی اشعار بطور استدلال پیش کیے ہیں۔

عرب خطیب کے بلند آواز ہونے کو مستحسن سمجھتے تھے اسی لیے تو انہوں نے منہ کے بڑا ہونے کی تعریف کی ہے اور چھوٹا ہونے کی مذمت کی ہے یہاں تک کہ کسی نے ایک بدوی سے پوچھا جہاں کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا: لمبا قد، بڑی کھوپری، وسیع باچھیں اور دور رس آواز۔ کسی نے ابوالمخشن^۱ سے اس کے بیٹے مخشن کے متعلق پوچھا اور ابوالمخشن نے اس کی وفات پر بہت جزع فزع کیا تھا تو اس نے کہا: وہ بڑی باچھوں والا اور بڑی ناک والا تھا۔ اس کے منہ^۲ کا لعاب بہ رہا ہوتا تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ دو دلوں سے دیکھ رہا ہے۔ اس کی ہنسی کی ہڈی (اس قدر بڑی تھی کہ وہ) خیمے کا عمود

۱ - امالی (۲ : ۱۶۲) میں ابوالمخشن الغطفانی ہے۔

۲ - آلوسی نے عبارت درست نقل نہیں کی۔ امالی (حوالہ مذکور) میں یہ عبارت یوں نقل کی ہے: اذا تکلم سال لعابه کالمنما ینظر بمثل الفلین۔ یعنی ان عینہ کانتا خضراوین (جب کلام کرتا تو اس کا لعاب بہتا تھا۔ یوں معلوم ہوتا کہ وہ دو پیسوں جیسی دو آنکھوں سے دیکھ رہا ہے یعنی یہ کہ اس کی آنکھیں مہر رنگ کی تھیں۔ بلوغ العرب میں فلسین کی بجائے قلبین ہے مگر اس سے کوئی مفہوم نہیں بنتا۔ البیان و التبیین (۱ : ۱۲۱) میں قلبین کی بجائے قلبین ہے قلت فتحہ کے ساتھ وہ پہاڑی گڑھا جہاں پانی رہ گیا ہو۔

یا خیمے کی پچھلی جانب کا عمود معلوم ہوتی تھی اور اس کا کندھا (اس قدر بڑا اور ٹھوس تھا جیسے) ایک آہستہ چلنے والے اونٹ کے سینے کا سخت حصہ۔ خدا کرے میری آنکھ پھوٹ جائے اگر میں نے اس سے پہلے یا اس کے بعد ایسا شخص دیکھا ہو۔ ایک بدوی سے کہا گیا جمال کیا ہے؟ تو اس نے کہا: آنکھوں کا اندر کو دھنسا ہونا، دونوں ابرؤوں کا آگے کو بڑھا ہونا اور باچھوں کا وسیع ہونا۔

ایک شاعر عمرو بن سعید الاشدق کے متعلق کہتا ہے:

تَشَادِقَ حَتَّى مَالٍ بِالقَوْلِ شِدْقُهُ
وَ كَلُّ خَطِيبٍ لَا أَسَالِكَ أَشْدَقَ

یہ منہ پھاڑ پھاڑ کر بولا یہاں تک کہ اس کی باچھیں الفاظ کے ساتھ ساتھ جھکتی گئیں اور تیرا باپ مرے۔ ہر خطیب فراخ دہن والا ہوتا ہے

[۳ : ۱۵۴] ابو عبیدہ نے یہ شعر پیش کیا ہے:

وَ صَلْعُ الرَّؤُوسِ عِظَامُ البُطُونِ
رَحَابُ الشِدَاقِ طِيْوَالُ القَصْرِ

ان کے سروں کے اگلے حصے کے بال اڑے ہوئے ہیں۔ ان کے پیٹ بڑے ہیں، فراخ باچھیں ہیں اور گردنیں لمبی ہیں

۱ - عمرو بن سعید بن عمرو بن العاص کو الاشدق اس کی باچھوں کے وسیع ہونے کی وجہ سے کہا جاتا تھا۔ یہ بڑا خطیب تھا چنانچہ العقد الفرید (۲ : ۹۲ - ۹۳ ، ۱۸۹ - ۱۹۰) اور امالی (۱ : ۱۳۷) میں اس کے خطبے منقول ہیں۔ اسے عبدالملک بن مروان نے اپنے عہد حکومت میں صلح کرنے کے بعد دھوکے سے قتل کیا تھا۔

عُجَيْرُ السَّلُولِ زور دار آواز کے متعلق کہتا ہے :

وَمِنْهُنَّ قَرَعِي كُلُّ بَابٍ كَأَنَّهَا
بِهِ الْقَوْمُ يَرَجُونَ الْأَذْيَانَ نَسْرًا^۲

ان میں سے ایک یہ ہے کہ میں ہر دروازے پر یوں دستک دیتا ہوں
جیسے گدھیں ہیں جو دربان کی اجازت کے منتظر کھڑے ہیں

فَجِيئْتُ وَخَصَمِي يَصْرِفُونَ نِيُوبَتَهُمْ^۳
كَمَا قَصَبَتُ بَيْنَ الشِّفَارِ جُزُورًا

میں آیا تو میرے دشمن دانت پیس رہے تھے جیسے وہ اونٹنی آواز
پیدا کرتی جسے چھریوں سے کاٹا جاتا ہو

لَدَى كُلِّ مَوْثُوقٍ بِهِ عِنْدَ مِثْلِيهَا
لَهُ قَدَمٌ فِي السَّاطِقِينَ خَطِيئًا

ایسے لوگوں کی موجودگی میں جن میں سے ہر ایک ایسے مواقع پر
قابل اعتماد ہو اور بولنے والوں میں اس کا بڑا مرتبہ ہو

۱ - العجیر بن عبد اللہ بن کعب بن عبیدہ - بنی سلول بن مرہ بن
صعصعہ میں سے تھا جو عامر بن صعصعہ کا بھائی ہے اور بنی مرہ کی
والدہ کا نام سلول بنت ذہل بن شیبان ہے - اسی کا نام غالب آ گیا -
عجیر کی کنیت ابو الفرزدق اور ابو الفیل ہے - یہ عہد اموی کا شاعر
ہے (سمط اللالی : ۹۲) -

۲ - تصحیح البیان والتبیین (۱ : ۱۲۳) سے کی گئی - بلوغ لارب میں
نشر ہے -

۳ - سمط اللالی (۱۵۱) میں یہ شعر یوں ہے

فَجِيئْتُ وَخَصَمِي يَعْثُرُونَ نِيُوبَتَهُمْ^۴
كَمَا صَرَفْتُ تَحْتَ الشِّفَارِ جُزُورًا

پھر میمن نے صرفت کے معنی صاحت کہے ہیں اور ان ابیات کے
دیگر مظان کا ذکر کیا ہے -

جَهِيْرٌ وَّ مُمْتَدُّ الْعَيْنَانِ مُنَاقِيلٌ
بَصِيْرٌ بِعَوْرَاتِ الْكَلَامِ خَبِيْرٌ

وہ بلند آواز والا ہے۔ دور دراز کا سفر کرنے والا، دوسرے کا روپیش کرنے کے طریقہ سے واقف اور کلام کے عیوب سے باخبر ہے

اَفْظَلُ رِدَاءُ الْعَصَبِ مُسْتَقِيٌّ كَأَنَّهُ
سَلَا فَرَسٍ تَنَجَّتَ الرَّجَالُ عَسْقِيْرٌ

یعنی سرخ رنگی ہوئی چادر دن بھر اس کے اوپر پڑی ہوئی یوں معلوم ہوتی تھی جیسے یہ لوگوں کے نیچے ذبح کی ہوئی گھوڑی کی وہ جھلی ہو جس میں سے بچہ نکلتا ہے

لَوْ أَنَّهُ الصُّخُورُ الصُّمُّ يَسْمَعُنَ صَوَاتِنَا
لَرُحْنٌ وَفِيْهِ أَعْرَافٌ ضِيْبِيْنٌ فُطُوْرٌ

اگر ٹھوس پتھر بھی ہماری کڑا کے والی آواز کو سن پائیں تو ان کے جسموں میں بھی شگاف پڑ جائیں

اور مہلہل کہتا ہے :

وَلَوْ لَا الرِّيْحُ أَسْمَعِ أَهْلَ نَجْدٍ
صَلِيْبٌ الْبَيْضِ تَقْرَعُ بِالدُّكُوْرِ

اگر ہوا نہ ہوتی تو یہ اہل نجد کو وہ آواز سنا دیتا جو خودوں پر فولاد کی تلواروں کے پڑنے سے پیدا ہوتی تھی

اور شبیب^۲ فوج کے جوانب میں آ کر جب پکارتا تو (اس قدر سناتا چھا جاتا کہ) کوئی کسی کی طرف متوجہ نہ ہوتا تھا۔

۱ - اس شعر میں قواء پایا جاتا ہے ابو عبیدہ بکری (سمط اللالی : ۱۵۲)

کہتا ہے : شَبِيْهَ رِدَاءِ الْعَصَبِ بِالسَّلَا لِحَمْرَتِهِ -

۲ - شبیب سے شبیب حروری مراد ہے ملاحظہ ہو العقد الفرید :

اسی کے متعلق شاعر کہتا ہے :

إِنْ صَاحَ يَوْمًا حَسِبْتَ الصَّخْرَ مُنْجَدِرًا
وَالرَّيْحَ عَصِيقَةً وَالْمَوْجَ تَلْتَطِيمًا

یہ اگر کسی دن چلائے تو تو خیال کرے گا کہ پتھر لڑھک رہا ہے ۔ یا تند ہوا چل رہی ہے یا موجیں تھپیڑے کھا رہی ہیں

اس سلسلے میں کثرت سے اشعار پائے جاتے ہیں ۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ خطیب کا بلند آواز ہونا اس کے لیے ایک قابل تعریف بات تھی ، یہ بات اس کی خوبیوں میں شمار کی جاتی تھی ۔

[۳ : ۱۵۵] عربوں کی عادات میں سے ایک عادت یہ تھی کہ خطیب خطبہ دیتے وقت عمامہ اور لباس میں ایک مخصوص لباس پہننے ہونے ہوتا تا کہ اس سے اس کی تعظیم ہو اور جو غرض اور مقصد خطبہ کہنے سے ہے وہ زیادہ حاصل ہو ۔ الجاحظ نے کتاب البیان میں عربوں کے خطبوں کا بیان تفصیل سے درج کیا ہے اور خطبوں کے ضمن میں عربوں کی جو عادات تھیں ان کا بھی ذکر کیا ہے وہ اشعار جو اس نے اپنے دعویٰ کی دلیل میں پیش کیے ہیں ان کا یہاں ذکر کرنا ضروری نہیں ۔

چند جاہلی خطیبوں کا ذکر

عہد جاہلیت میں عربوں کے یہاں خطیبوں کی اسی طرح کثرت تھی جس طرح شعرا کی ۔ البتہ کسی خطیب پر شعر گوئی غالب آ جاتی تو وہ شعرا میں شامل ہونے لگتا اور انہی کی لڑی میں پرو دیا جاتا ۔ کسی پر نثر اور فصیح البیانی غالب آ جاتی تو وہ خطیبوں میں شمار ہونے لگتا ۔ بعینہ اسی طرح جس طرح کسی شخص پر کسی ایک فن میں مہارت غالب آ جاتی ہے (تو وہ اسی فن میں مشہور ہو جاتا ہے) ۔ لہذا اگر کوئی شعر نظم کر سکتا ہو تو خطبہ کہنے سے عاجز نہیں آ سکتا ۔ اسی طرح بہت سے خطیب ہیں جو طباع شاعر شمار کیے جاتے ہیں ۔ اب چونکہ خطبا کی تعداد اس قدر زیادہ ہے کہ وہ شمار یا احاطے میں نہیں

آسکتے لہذا اس نے ان میں سے صرف چند ایک افراد کا ذکر کیا ہے اور ان کا ذکر بھی صرف نمونے کے طور پر ہے۔ میں نے ساتھ ساتھ ہر ایک کا تھوڑا سا وہ کلام بھی دے دیا ہے جو مستحسن سمجھا جاتا ہے۔
ان میں سے ایک خطیب :

قس بن ساعدہ الیادی

تھا۔ اس کا نام تمام خطبا سے زیادہ مشہور ہے اور یہ سب سے زیادہ بلند مرتبہ تھا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کے کلام کی روایت کی ہے۔ آپ نے اس کے خاکستری رنگ کے اونٹ پر کھڑے ہونے اور وعظ کرنے کا ذکر کیا ہے۔ آپ کو اس کا عمدہ کلام پسند آیا تھا۔ اس کے اور اس کی قوم کے لیے رہتی دنیا تک یہ بات فخر کے لیے کافی ہے کیونکہ یہ وہ شرف ہے جس کے سامنے بڑے بڑے مشہور لوگوں کے سر جھک جاتے ہیں۔ حدیث میں ہے : خدا قس پر رحم کرے ! میں امید رکھتا ہوں کہ وہ قیامت کے دن اکیلا ایک امت کے طور پر اٹھایا جائے گا۔ ” یہیں سے پتا چلتا ہے کہ وہ کسی بھی مشہور دین پر نہ تھا جس نے اسے یہودیت یا نصرانیت کی طرف منسوب کیا۔ اس سے غلطی مرزد ہوئی ہے اور وہ راہ راست سے ہٹ گیا ہے۔ اس سے پہلے اس کا ذکر ان لوگوں میں کیا جا چکا ہے جو عربوں میں سے عقیدہ توحید پر قائم تھے۔ اس کا کسی قدر کلام بھی نقل کیا جا چکا ہے۔ اسی طرح اس کا ذکر شعرا کے ساتھ بھی ہو چکا ہے۔

اور ان میں سے ایک

سحبان وائل باہلی

[۳ : ۱۵۶] تھا۔ یہ سحبان بن زمر بن ایاس الوائلی ہے۔ یعنی وہ وائل جو باہلہ میں سے ہے۔ یہ ایسا خطیب ہے جس کے بیان کی مثال دی جاتی ہے۔ چنانچہ عرب جب بیان میں کسی انسان کی تعریف کرنا چاہتے تو کہتے : فلاں سحبان وائل سے بھی زیادہ فصیح البیان ہے۔

اس نے زمانہ جاہلیت بھی پایا ، پھر اسلام بھی لایا اور ۵۴ھ میں وفات پائی ۔ اصمعی نے بیان کیا ہے کہ یہ خطبہ دیتا تو اس کا پسینہ بہنے لگتا تھا ۔ کسی کلمے کو دوبارہ زبان پر نہ لاتا تھا نہ کہیں ٹھہرتا اور نہ فارغ ہونے سے پہلے بیٹھتا تھا ۔

معاویہ رض کے پاس ایک وفد خراسان سے آیا جن میں سعید بن عثمان بھی تھا ۔ معاویہ رض نے سبحان کو بلا بھیجا ، چنانچہ اسے لایا گیا ۔ معاویہ رض نے کہا : کچھ بولو ۔ اس نے کہا : میرے لیے کوئی لائھی تلاش کرائیں جو میری کجی کو سیدھا کیے رکھے ۔ لوگوں نے کہا : امیر المؤمنین کی موجودگی میں تو لائھی کو کیا کرے گا ۔ جواب دیا : موسیٰ علیہ السلام اپنے رب سے خطاب کرتے ہوئے لائھی کو ہاتھ میں رکھ کر کیا کرتے تھے ، معاویہ رض ہنسے اور کہا : لائھی لا دو ۔ اس نے لائھی لی اور کھڑے ہو کر ظہر کی نماز کے وقت سے لے کر عصر کی جماعت کے کھڑے ہونے تک بولتا رہا ۔ نہ (اس دوران میں) وہ کھنکارا ، نہ کھانسا اور نہ کہیں ٹھہرا ۔ جس بات کو شروع کیا اسے مکمل کر کے ہی دوسری بات کی طرف نکلا ۔ وہ اسی طرح چلتا گیا یہاں تک کہ معاویہ رض نے ہاتھ سے اشارہ کیا ۔ سبحان نے بھی اشارے سے کہا کہ میری بات نہ کاٹو ۔ معاویہ رض نے کہا : نماز کا خیال کرو ۔ اس نے کہا : ابھی نماز کا وقت ہے ۔ ہم نماز ہی میں ہیں ۔ اللہ کی حمد بیان کرنے میں مصروف ہیں ۔ اللہ کے وعدوں اور وعید ہی کا ذکر کر رہے ہیں ۔ اس پر معاویہ رض نے کہا : تو عربوں کا سب سے بڑا خطیب ہے ۔ سبحان نے کہا : بلکہ عجمیوں کا بھی اور انسانوں اور جنوں کا بھی ۔

اس کے جو بلیغ خطبے روایت کیے جاتے ہیں ۔ ان میں سے ایک یہ ہے : یہ دنیا پیغام پہنچانے کی جگہ ہے اور آخرت قرار گاہ ہے ۔ لوگو ! تم اس گزر گاہ سے کچھ تھوڑا سا اپنی قرار گاہ کے لیے لے لو اور اپنے پردوں کو اس خدا کے سامنے فاش نہ کرو جس کے سامنے تمہارے اسرار پوشیدہ نہیں رہ سکتے ۔ دنیا کی طرف اپنے دلوں کو متوجہ کر لو پیشتر اس کے کہ تمہارے بدن اس سے نکل کر چلے جائیں ۔ تم زندہ تو اسی

میں رہو گے مگر تمہیں کسی اور گھر کے لیے پیدا کیا گیا ہے انسان جب مر جاتا ہے تو لوگ کہتے ہیں : اس نے کیا کچھ چھوڑا ہے ؟ اور فرشتے کہتے ہیں : اس نے کیا کچھ آگے بھیجا ہے ؟

حمزہ اصفہانی اپنی ”امثال“ میں کہتا ہے : رہا ان کا ہوا بلغ من سحبان وائل (وہ سحبان وائل سے بھی زیادہ بلیغ ہے) کہنا تو سحبان عربوں کے خطیبوں اور بلیغوں میں سے تھا وہ خود اپنے متعلق کہتا ہے :

لَقَدْ عَلِمَ الْحَيُّ الْيَمَانِيُّونَ أَنَّنِي إِذَا قُلْتُ أَمَا بَعْدُ أُنِّي خَطِيبُهَا

یمنی قبیلے کو معلوم ہے کہ جب میں ”أَمَا بَعْدُ“ کہتا ہوں تو میں ہی عربوں کا خطیب ہوتا ہوں

[۳ : ۱۵۷] اس نے طلحة الطلحات الخزاعی سے کہا تھا :

يَا طَلْحُ أَكْثَرُ مَسْنٍ بِهَذَا حَسَبًا وَأَعْطَاهُمْ لِيَتَالَيْدُ

اے طلحہ تو ان تمام لوگوں سے حسب میں زیادہ عزت والا ہے جو عربوں میں سے ہیں اور ان سب سے زیادہ مال دینے والا ہے

مِنْكَ الْعَطَاءُ فَنَأْطِئُ فِيهِ وَعَلَى مَدْحِكَ فِي الْمَشَاهِدِ

تمہاری طرف سے عطیہ ہونا چاہیے لہذا دو اور میرے ذمے یہ ہے کہ جمعوں میں تمہارے گن گاؤں

۱ - یہ عہد اسلامی کے مشہور سخیوں میں سے ہے - اس کا اصلی نام طلحہ بن عبداللہ بن خلف الخزاعی ہے - اسے طلحہ الطلحات اس لیے کہا گیا کہ یہ ان پانچ سخیوں پر فوقیت لے گیا تھا جن میں سے ہر ایک کا نام طلحہ تھا - ان کے یہ نام ہیں - طلحہ الخیر ، طلحہ الفیاض ، طلحہ الجود ، طلحہ الدراہم اور طلحہ الندی - بعض کہتے ہیں کہ یہ نام اپنے اجداد کے نام پر پڑا کیونکہ ان میں کئی لوگوں کا نام طلحہ تھا ۔

طلحہ نے کہا : مانگ کیا مانگتا ہے ؟ سبحان نے کہا : تمہارا گلابی رنگ کا ٹٹو ، تمہارا خباز غلام اور زرنج (سجستان کا ایک شہر ہے) والا تمہارا محل اور دس ہزار درہم ، یہ سن کر طلحہ نے کہا : حیف ہے تجھ پر ! تو نے میری قدر و منزلت کے مطابق نہیں مانگا۔ تو نے اپنی حیثیت اور باہلہ^۱ قبیلے کی قدر کے مطابق مانگا ہے۔ اگر تو میرا ہر محل اور ہر غلام اور ہر جانور بھی مانگتا تو میں تمہیں دے دیتا۔ اس کے بعد طلحہ نے حکم دیا کہ جو کچھ اس نے مانگا ہے اسے دے دیا جائے مگر اس نے ایک چیز بھی زائد نہیں دی اور کہا : اللہ کی قسم میں نے اس سے زیادہ کمینہ سوال نہیں دیکھا جسے اختیار دے دیا گیا ہو کہ جو وہ چاہے مانگے۔

اور ان میں سے ایک

دوید بن زید

ابن نہد بن لیث بن اسود بن اسلم الحشمیری

ہے۔ یہ فصحا اور مشہور خطبا میں سے تھا۔ اس نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی اور ان سے تقریر کرتے ہوئے کہا : میں تمہیں لوگوں کے ساتھ برا برتاؤ کرنے کا حکم دیتا ہوں۔ ان کے کسی آنسو پر ان پر رحم نہ کرو ، ان کی^۲ کوئی غلطی معاف نہ کرو ، باگیں چھوٹی رکھو اور نیزے لمبے ، نیزہ مارو تو ترچھا مارو اور مار کر ان کے ٹکڑے کر دو۔ اگر تم جنگ سے باز رہنا چاہو تو جنگ شروع کرنے سے پہلے ہی ایسا کر لو۔ انسان کوشش سے عاجز نہیں آتا بلکہ اپنے بخت کی وجہ سے عاجز آتا ہے۔ قوت برداشت پیدا کرو ، حیرت زدہ نہ ہو جاؤ۔ وہ چیز جس سے تم پر عار آئے اس سے موت بہتر ہے۔ جو چیز ہاتھ سے نکل جائے خواہ اس کا مفقود ہونا تمہیں کس قدر شاق کیوں نہ گزرے۔ اس

۱ - باہلہ قبیلہ عرب بھر میں نیچ شمار کیا جاتا ہے۔

۲ - بھجہ اثری نے اسی جملے کا غلط مفہوم بیان کیا ہے۔

[۳ : ۱۵۸] کا غم نہ کرو اور کسی کوچ کر جانے والے کا اشتیاق نہ ظاہر کرو خواہ تمہیں اس کے قرب سے الفت کیوں نہ ہو گئی ہو۔ طمع نہ کرو ورنہ تم پر میل آ جائے گی۔ کمزور نہ بنو ورنہ تم نرم ہو جاؤ گے۔ تم ان "المؤوصین بنو سہوان" (نسیان خصلت ابنائے آدم ہے) کی بری مثال نہ بننا۔ جب میں مر جاؤں تو میری وسیع قبر بنانا۔ زمین کو فراخ کرنے کے معاملے میں میرے حق میں بخل نہ کرنا۔ اس سے مجھے کوئی راحت نہیں پہنچ سکتی لیکن یہ میرے اس نفس کی خواہش ہے جسے کھٹکا لگا رہتا ہے اس کے بعد وہ مر گیا۔

ابو بکر بن درید ایک اور قصے میں بیان کرتا ہے کہ اس نے یہ اشعار کہے تھے :

أَلْيَوْمَ يُبْشِنِي لِدُؤَيْدٍ بَيْتُهُ
يَارُبُّ نَهْبٍ صَالِحٍ حَوَيْتُهُ

آج دؤید کا گھر (قبر) تعمیر کیا جائے گا (افسوس!) کئی لوٹ مار کے مال میں نے اپنے قبضے میں کیے

وَرُبَّ قِيرَانٍ بَطَلٍ أَرْدَيْتُهُ
وَرُبَّ غَيْثٍ حَسَنٍ لَوَيْتُهُ

میں نے کئی بہادر مد مقابل افراد کو ہلاک کیا اور بہت سی پر گوشت کلائیوں کو مروڑا

وَمِعْصَمٍ مُخَضَّبٍ لَنْتَيْتُهُ
لَوْ كَانَتْ لَلْمِدْهَرِ بَيْلِي أَبْلَيْتُهُ

اور بہت سے رنگے ہوئے بازوؤں کو میں نے مروڑا اگر زمانہ بھی بوسیدہ ہونے والا ہوتا تو میں اسے بھی بوسیدہ کر دیتا

أَوْ كَانَتْ قِيرَانِي وَاحِدًا كَفَيْتُهُ

یا اگر میرا مد مقابل ایک شخص ہوتا تو میں اس کے لیے کافی ہوتا

نیز اس کا یہ قول :

أَلْتَقَى عَلَيَّ الدَّهْرُ رَجُلًا وَيَسَدًا
وَالدَّهْرُ مَا أَصْلَحَ يَوْمًا أَفْسَدًا

زمانے نے مجھ پر اپنے پاؤں اور ہاتھ دونوں ڈال دیے اور جسے زمانہ
آج درست کرتا ہے اسے دوسرے دن خراب کر دیتا ہے

يُصْلِحُ مَا أَفْسَدَهُ الْيَوْمَ غَدًا

اور جسے آج خراب کرتا ہے اسے کل درست کر دیتا ہے

ابو حاتم سجستانی کہتا ہے : دوید بن زید چار سو چھپن سال زندہ
رہا اور ابن زید کہتا ہے : دوید بن زید معمرین میں سے تھا - وہ کہتا
ہے : عرب صرف ان لوگوں کو معمر شمار کرتے ہیں جو ایک سو بیس
سال یا اس سے زیادہ زندہ رہے ہوں -

اور ان میں سے ایک

[۳ : ۱۵۹] زھیر بن جناب بن ہبل الحمیری

ہے - یہ سردار تھا - تمام قوم اس کی اطاعت کرتی تھی - اپنی قوم میں
صاحب شرف تھا - دو سو بیس سال زندہ رہا اور دو سو جنگیں برپا کیں -
کہا جاتا ہے کہ اس میں دس خصلتیں ایسی پائی جاتی تھیں جو اس کے
معاصرین میں سے کسی اور میں نہیں پائی جاتی تھیں - یہ قوم کا سردار
تھا ، ان کا مرد بزرگ تھا ، ان کا خطیب تھا ، ان کا شاعر تھا ان سب
سے زیادہ بار بادشاہوں کے پاس گیا - ان کا طبیب تھا ، (اس زمانے میں

۱ - زھیر بن جناب بن ہبل بن عبداللہ بن کنانہ - یہ کلب بن ویرہ بن
تغلب بن حُلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ بن مالک بن مرہ
بن زید بن مالک بن حمیر میں سے تھا - (العقد الفرید : ۳ : ۲۸۸)

طب بھی شرف کی چیز تھی) اپنی قوم کا حازی (قیافہ شناس) تھا (اور حازی کاہن کو کہتے ہیں جمع حزاة) اور اپنی قوم کا شہسوار تھا ، اپنی قوم میں اس کا اعلیٰ گھرانہ اور اس کے کنبے کے افراد کی تعداد کثیر تھی۔ اس نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی اور مخاطب کرتے ہوئے کہا : بیٹو! میری عمر بڑی ہو گئی ہے ، میں اپنے زمانے کے طویل عرصے کو پہنچا ہوں لہذا تجربے اور آزمائش کے اعتبار سے مجھے تجربوں اور معاملات نے عقلمند بنا دیا ہے لہذا جو کچھ میں کہتا ہوں اسے محفوظ رکھو اور غور سے سنو۔ مصائب کے وقت کمزوری دکھانے سے بچو اور آفات کے وقت معاملات دوسروں پر نہ چھوڑو کیونکہ یہ بات غم کا باعث، دشمنوں کی خوشی کی وجہ اور رب سے بدظنی کا سبب بن جاتی ہے۔ تم حادثات سے دھوکا نہ کھانا ، ان سے بے فکر نہ ہو جانا اور نہ ان کی ہنسی اڑانا کیونکہ جو قوم ہنسی اڑاتی ہے وہ خود اس میں مبتلا ہوتی ہے۔ بلکہ حوادث کی توقع رکھنا کیونکہ انسان دنیا میں (حوادث کی) آماجگاہ ہے۔ تیر انداز باری باری اس پر تیر اندازی کرتے ہیں مگر بعض اس تک پہنچ ہی نہیں سکتے ، بعض اس جگہ سے آگے نکل جاتے ہیں اور بعض اس کے دائیں اور بائیں پڑتے ہیں۔ پھر لازمی طور پر (کوئی نہ کوئی) لگ ہی جائے گا۔

زہیر بن جناب کلیم بن وائل کے زمانے میں گزرا ہے۔ عربوں میں زہیر سے بڑھ کر کوئی صاحب گفتار نہ تھا اور نہ اس سے بڑھ کر بادشاہوں

۱ - حازی : محمد بہجہ اثری لکھتے ہیں : وہ شخص جو اعضا اور چہرے مہرے سے اندازہ لگا کر بات کہے وہ حازی کہلاتا ہے۔ ابن شمیل کہتا ہے : حازی کا علم طارق کے مقابلے میں کم ہوتا ہے اور طارق تقریباً کاہن ہوتا ہے اور عارف اس شخص کو کہتے ہیں جو معاملات سے باخبر ہو اور عترف اس شخص کو کہتے ہیں جو زمین کو دیکھ کر ہی پانی کی جگہ کو معلوم کر لیتا ہے کہ کہاں پایا جائے گا اور لیٹ کہتا ہے : حازی کاہن کو کہتے ہیں۔

کے یہاں کسی کو اعتبار حاصل تھا اسے اس کی رائے کی درستی کی وجہ سے کاہن کہا جاتا تھا۔ اس کے اور رزاح^۱ بن ربیعہ کے سوا کسی اور کو [۳ : ۱۶۰] تمام کے تمام قبیلہ^۲ قضاعہ نے کبھی تسلیم نہیں کیا۔

زہیر نے اپنی کسی بیوی کو کسی اور عورت کے ساتھ ایسی بات کرتے سنا جو خاوند کی موجودگی میں کرنی مناسب نہ تھی تو اس نے اسے اس سے منع کیا۔ بیوی نے کہا : چپ رہو ورنہ یہ عمود دے ماروں گی خدا کی قسم مجھے خیال نہ تھا کہ تو سن اور سمجھ سکتا ہے۔ اس وقت اس نے یہ اشعار کہے :

أَلَا يَا لِقَوِّمِي لَا أَرَى النَّجْمَ طَالِبَعًا

وَلَا الشَّمْسَ إِلَّا حَاجِئِي بِسَمِيئِي

اے میری قوم جب بھی میں ثریا یا سورج کو طلوع ہوتے دیکھتا ہوں میری ضروریات میرے قبضے میں ہوتی ہیں

مُعَزِّبَتِي عِنْدَ الْقَفَا بَعْمُودِهَا

تَكُونُ^۳ نَكِيرِي^۴ أَنْ أَقُولَ ذَرِيئِي

میری بیوی میری پشت پر عمود لیے موجود ہے اور اس کی بات کا برا مانوں تو میں کہتا ہوں کہ مجھے چھوڑ دو

أَمِئْنَا عَلَى سِرِّ الْبَسَاءِ وَرَبَّمَا

أَكُونُ عَلَى الْإِسْرَارِ غَيْرَ أَمِينٍ

کہ میں عورتوں کے اسرار کا امین بن گیا ہوں حالانکہ اس سے پہلے میں ان امور پر امین نہ تھا

۱ - رزاح بن ربیعہ : یہ قصصی^۵ کا اخیافی بھائی تھا۔ اسی کی مدد سے قصی خاندان کے کعبہ کا والی بننے میں کامیاب ہوا تھا (العقد الفرید : ۳ : ۲۹۱)۔

۲ - اغانی (۱۸ : ۳۰۱) بعد میں یہ مصرع یوں ہے
فَسَأَقْصِي نَكِيرِي أَنْ أَقُولَ ذَرِيئِي
اس سے معنی زیادہ واضح ہو جاتے ہیں۔

فَلَمَّ مَوَاتٌ خَيْرٌ مِّنْ حِدَاجٍ مُّوَطَّأٍ
 مَعَ الظُّعْنِ لَا يَأْتِي الْمَحَلَّ لِحِيَّتَيْنِ ۲

نرم بستر والے ہودے پر عورتوں کے ساتھ سوار ہونے سے بہتر یہ ہے
 کہ میں مر جاؤں کیونکہ یہ ہودہ اپنی منزل پر ہر وقت نہیں پہنچ سکتا
 اسی کے یہ شعر ہیں :

أَبُنَيْ إِنْ أَهْلَكَ فَقَدْ
 أَوْرَ ثُتُّكُمْ مَجْدًا بَنِيَّةً

بیٹا ! اگر میں مر جاؤں (تو کوئی بات نہیں کیونکہ) میں نے تمہیں
 بزرگی کا وارث بنا دیا ہے

وَتَرَ كُتُّكُمْ أَبْنَاءَ سَا
 دَاتٍ زِنَادُكُمْ وَرِيَّةً

اور میں تمہیں سرداروں کے بیٹے چھوڑ کر جاؤں گا تم ہر جگہ مطلب
 بر آری کر سکو گے

مِنَ كُلِّ مَا نَالَ الْفَتَى
 قَدْ نَالَهُ إِلَّا التَّحِيَّةَ

میں نے حکومت کے سوا ہر وہ چیز حاصل کر لی جسے انسان حاصل
 کر سکتا ہے

وَلَقَدْ رَحَلْتُ الْبَاذِلَ
 الشُّكُوَّ مَاءَ لَيْسَ لَهَا وَلِيَّةٌ

میں نے بڑی کوہان والی نوجوان اونٹنی پر بغیر پا کھر کے پالان ڈالا

وَخَطَبْتُ خُطْبَةً حَازِمٍ
 غَيْرِ الضَّعِيفِ وَلَا عَيْيَةٍ

میں نے اس دانشمند آدمی کی طرح خطبہ دیا جو کمزور نہ ہو اور
 نہ غیر قادر الکلام ہو

۱ - اغانی میں مع کی بجائے علی ہے -

۲ - اغانی سے درست کیا گیا ہے بلوغ العرب میں لحنی ہے

فَالْمَوْتُ خَيْرٌ لِّلْفَتَى
فَلْيَهْلِكَنَّ وَبِهِ بَقِيَّتُهُ

موت انسان کے لیے بہتر ہے لہذا اسے اس وقت مر جانا چاہیے جب
کہ ابھی قوی باقی ہوں

مِنْ أَنْ يُرَى الشَّيْخَ الْبَجَا
لَ وَقَدْ يُهَادَى بِالْعَشِيَّةِ

بہ نسبت اس کے کہ اسے بوڑھا کھوسٹ دیکھا جائے جبکہ اسے شام
کو سہارے کے ساتھ لیے جا رہے ہوں
اسی کے یہ اشعار ہیں :

لَيْتَ شِعْرِي وَاللَّهِرُ ذُو حَدَثَانِ
أَيُّ حَيْسِنٍ مَنِيَّتِي تَلْقَانِي

زمانے کے حادثات تو جاری ہیں مگر اے کاش میں جان سکتا کہ میری
موت کب مجھ سے دو چار ہوگی

أَسْبَابٌ عَلَيَّ الْفِرَاشِ خُفَاتُ
أَمْ بِيكْفَى مُفَجِّعُ حَرَّانِ

کیا یہ موت بستر پر اچانک نیند کی شکل میں ہوگی یا یہ موت کسی
ایسے شخص کے ہاتھ سے واقع ہوگی جو میرے (خون کا) سخت پیاسا
ہوگا (اور میں نے) اس کے کسی عزیز کو قتل کر کے اسے درد مند
کیا ہوگا

اور جب اس کی عمر کے دو سو سال گزر چکے تو اس نے کہا :

لَقَدْ عُمِرْتُ حَتَّى لَا أُبَالِي
أَحْتَفِي فِي صَبَاحِي أَمْ مَسَائِي

مجھے بڑی عمر دی گئی ہے حتیٰ کہ اب مجھے پروا ہی نہیں کہ میں
صبح کو مروں گا یا شام کو

وَحُقِّ لِيَمَنٍ اَتَتْ مِائَتَانِ عَامًا
عَلَيْهِ اَنْ يَمَلَّ مِنْ الشَّوَاهِ

جس شخص کی عمر کے دو سو سال گزر چکے ہوں وہ اگر اس (دنیا میں) قیام کرنے سے اکتا جائے تو حق بجانب ہے

اور ان میں سے ایک

مرثد الخیر الحمیری

ہے۔ وہ مرثد الخیر بن ینکف بن نوف بن معدیکرب بن مُضحی ہے۔ یہ چھوٹا سا بادشاہ تھا۔ اپنے قبیلے پر بڑا مہربان تھا، ان کی بہتری کا خواہاں رہتا تھا، فصیح ترین اور بہترین خطیب تھا۔ ابوبکر بن دُرید کہتا ہے علس کے بھائی اور علس زوجدن ہی کو کہتے ہیں اور میثم بن مشوب بن ذی رُعَین دونوں میں شرف کے بارے میں جھگڑا ہو گیا۔ یہاں تک کہ ان کے مابین عداوت پیدا ہو گئی اور اس بات کا خطرہ پیدا ہو گیا کہ کہیں دونوں قبیلوں میں جنگ نہ چھڑ جائے اور کہیں دونوں کے عالی نسب خاندان فنا نہ ہو جائیں۔ مرثد نے دونوں کے درمیان صلح کرانے کی غرض سے دونوں کو بلا بھیجا اور ان دونوں سے کہا:

[۳ : ۱۶۲] بدی میں اپنی مرضی^۲ سے کام کرنا، خود سری^۳ دکھانا اور ضد کو پلٹے باندھ لینا تمہیں ایسے گڑھے کے کنارے پر لا کھڑا کرے گا جہاں پہنچنا تمام خاندان کی تباہی کا باعث ہو گا اور (اصلاح کے) تمام ذرائع منقطع ہو جائیں گے لہذا تم عہد و پیمان کے ٹوٹ جانے، گرہ کے کھل جانے، باہمی الفت کے پراگندہ اور قرابت داری

۱ - اس خطبے اور اس کی تشریح کے لیے ملاحظہ ہو امالی : ۱ : ۹۱ تا ۹۶ -

۲ - التخیط : رکوب الرجل رأسه فی الشرخاصۃ (امالی : ۱ : ۹۳) -

۳ - رکب الرجل هجّاجه : اذا لَجّ ومَحِکت -

کے جدا ہو جانے سے قبل تدارک کر لو۔ ابھی معاملہ تازہ ہے ، موقع حاصل ہے ، تمہارے قدم بھی مضبوط گڑے ہوئے ہیں اور تمہاری باہمی دوستی کا تسلسلہ جاری ہے۔ ابھی (ایک دوسرے پر) رحم کھانے کا امکان ہے۔ تمہیں ان عربوں کی اولاد کا پتا ہے جو تم سے پہلے گزرے ہیں ، جنہوں نے نصیحت کی نافرمانی کی ، ہدایت کی مخالفت کی اور قطع تعلق کی (صدا پر) کان لگایا۔ تم یہ بھی دیکھ چکے ہو کہ ان کی بری کوششوں کا کیا نتیجہ نکلا اور ان کے امور کا انجام کیا ہوا۔ لہذا کشت و خون ، بیماری کے شدت پکڑ جانے اور دوا کے نایاب ہونے سے پہلے ہی زخموں کا تدارک کر لو کیونکہ جب خون بہائے جا چکیں تو دشمنی مضبوط ہو جاتی ہے اور ایک دوسرے پر رحم کھانے کے وسائل کٹ جاتے ہیں اور مصیبت عام ہو جاتی ہے۔

یہ سن کر سُبَّع نے کہا : اے بادشاہ ! علاتی^۳ بھائیوں کی دشمنی کا طبیب بھی علاج نہیں کر سکتے ، دم کرنے والے بھی شفا نہیں دے سکتے ، اور نہ ہی بیچانے والے اس امر کی طاقت رکھتے ہیں۔ یہی اندرونی بیماری ہے۔ ہمارے باپ کے ان بیٹوں کو علم ہے کہ جب انہیں خوف لاحق ہوتا ہے تو ہمیں ان کے مددگار ہوتے ہیں۔ جب ان میں قحط پڑتا ہے تو ہمیں ان کی فریاد کو آتے ہیں ، جب یہ کسی سے جنگ کرتے ہیں تو ہمیں ان کے بازو ہوتے ہیں اور جب ان پر مصیبت نازل ہوتی ہے تو ہمیں ان کے لیے پناہ ہوتے ہیں اور ان کی اور ہماری مثال تو ایسی ہے جس طرح کسی شاعر سلف نے کہا ہے۔

شاعر کا نام اوس بن حجر ہے :

- ۱۔ مثریۃ : متصلاہ ماخوذة من الثری و هو التراب السندی۔
- ۲۔ البقیۃ : الترحم معترضۃ : ممکنۃ ، قد امكنت من عرضها ای جنبھا و ناحتھا۔
- ۳۔ بنی العلات : مختلف بیویوں سے ایک ہی شخص کی اولاد بنوالعلات کہلاتی ہے۔
- ۴۔ استقل بالامر : اطاقہ۔

إِذَا مَا عُلُوًّا قَالُوا أَبُوْنَا وَأُمَّنَا
وَلَيْسَ لَهُمْ عَالِيْنَ أُمَّ وَلَا أَبٌ

جب وہ مغلوب ہوتے ہیں تو کہتے ہیں ہمارے آبا اور اسمہات
(ایک ہی تو ہیں) لیکن اگر یہ غالب آجائیں تو پھر ان کا نہ کوئی
باپ ہے نہ ماں

اس پر میثم بولا : اے بادشاہ ! جو شخص اپنے باپ کی اولاد سے
ریاست کی وجہ سے حسد کرتا ہے اور اہل مجلس کے سامنے اس کے عیب
نکالتا ہے اور تھوڑی سی بھی تعظیم کو اس کے لیے بہت زیادہ سمجھتا ہے
وہ ملامت کا مستحق ہے اور اسے سیدھی راہ ترک کرنے پر سرزنش کی
جائے گی۔ اللہ کی قسم ہماری تو یہ حالت ہے کہ اگر ہم ان کا کوئی
احسان اپنے اوپر شمار کر لیں تو اس جیسا احسان ان پر پہلے سے کیا
جا چکا ہوتا ہے اور جب بھی ان کی کوئی نیکی ہمیں یاد آتی ہے تو اس کی
جزا ہماری طرف سے انہیں پہنچ جاتی ہے اور ان کے احسان کا سایہ
جب بھی پلٹ کر ہمارے اوپر آتا ہے تو اسی قسم کا احسان اس کے
مقابلے میں ان پر کر دیا جاتا ہے۔ ہم تو ایک شریف سردار [۳ : ۱۶۳]
کی اولاد ہیں ، نہ ہمیں ہماری ماؤں نے نیچے بٹھائے رکھا ہے نہ ان کو
اور نہ برے خاندان نے ہمیں اپنے جیسا بنایا ہے نہ ان کو ، لہذا یہ
منہ پھلانا ، کنکھیوں سے دیکھنا ، تکبر کا اظہار کرنا ، دوسرے کو
حقیر جانتے ہوئے اس سے اعراض کرنا اور یہ فخر و غرور کیا معنی ؟
کیا یہ کثرت تعداد کی وجہ سے ہے یا اس لیے ہے کہ تم ہم سے زیادہ

۱ - ابو عبید بکری (سمط اللالی : ۲۸۸) نے اس شعر کی یوں تشریح
کی ہے : یقول اذا ما غلبوا وعلوا استنصر ابنا و استنجدونا
و ناوذ کثر ونا الالباء و الامهات اولا رحام و الا واصر و اذا
کانوا هم الغالبین العالین نسوا تلک الا واصر و ترکوا الصیۃ و قطعوا تلک
الارحام فصاروا کمن لا یجمعنا بهم ام و لأب و عالین حال
من الضمیر فی قوله لهم -

ثابت قدم اور مضبوط ہو یا یہ کسی دور رس امید کی بنا پر ہے ؟
حالانکہ ہماری اور ان کی مثال تو ایسی ہے جیسے کسی پہلے شاعر نے کہا ہے
(اور وہ شاعر ذوالاصبع العدوانی ہے) -

لَا هَ ابْنُ عَمِّكَ لَا أَفْضَلْتَ فِيَّ حَسَبٍ
عَنِّي وَلَا أَنْتَ دِيَّانِي فَتَخْزُونِي

تیرے چچا زاد بھائی کے کیا کہنے - ارے تو نہ تو حسب میں
مجھ سے بہتر ہے اور نہ ہی میرا کار ساز ہے کہ تو مجھ پر
حکومت چلائے

— تین باتوں سے معاملات طے پاتے ہیں : تباہ کر دینے والی
جنگ سے یا آرام دینے والی صلح ، یا ایک دوسرے کی باتوں پر پردہ

۱ - بلوغ العرب میں مُقْتَعِد ہے مگر امالی میں معتقد ہے اور اسی کو
لے کر ترجمہ کیا گیا ہے -

۲ - ذوالاصبع نے یہ اشعار اپنے ایک چچا زاد بھائی عمرو کو مخاطب
کر کے کہے تھے - پورا قصیدہ امالی (۱ : ۲۵۲ - ۲۵۴) میں
دیا ہے اور کچھ زائد اشعار سمط اللالی : ۵۷۱ پر ہیں - سمط اللالی
(۲۹۰) میں اس شعر کی یوں شرح کی گئی ہے : قوله لاه ابن عمك
يريد الله ابن عمك ورواه احمد بن عبيد لاه ابن عمك
بالخفض وقال : هو قسم كقولك رب ابن عمك و يروي لا افضل
في حسب ، ولا افضل في خلاق و معناه لم تفضل و لاتأتي
مع الافعال الماضية بمعنى "لم" ، كثيرا قال الله عزوجل "فلا اقتحم
العقبه" ، و الديتان : القائم بالأمور و قوله
تخزوني : يريد تسومني يقال : خزاه يخزوه اذا ساسه ودبر أمره
يقول له : أنت لا تفضلني في حسب و لست بالقائم بأمرى
و لا السائس لي و لاتقوت عيالي في جهد و لا تكفيني بنفسك
في شدة و ضيق فمما يجملك على اصغاري و شتمى
و تنقصني -

ڈال کر معاف کر دینے سے ،

یہ سن کر بادشاہ نے کہا : بد کے ہٹوں کی بیڑیاں نہ کھولو اور نہ ہی ان اونٹنیوں کو پھر سے گابھن کرو (یعنی دوبارہ جنگ نہ چھیڑو) جن کی آدھی سے زیادہ عمر گزر چکی ہے اور وہ اب بچے پیدا کرنے کے قابل نہیں ہیں اور نہ ہی کینے کی آگوں کو بھڑکاؤ کیونکہ اس میں ایسی تباہی پائی جاتی ہے جو تمہاری بالکل بیخ کنی کر دے گی ، اس میں ہلاکت اور مرگ اولاد مضمحل ہے ۔ تم حلم کے ذریعے زخموں کے نشانات مٹا دو ، اس راستے کی طرف آؤ جو زیادہ ہدایت والا ہے اور جو زیادہ عادلانہ طریقہ ہے ۔ کیونکہ جب جنگ آتی ہے تو اس میں دھوکا دینے والا پتلا سرخی مائل بادل ہوتا ہے ، اور جب واپس جاتی ہے تو واویلے اور تباہی کے ساتھ جاتی ہے ۔ اس کے بعد بادشاہ نے کہا :

أَلَا هَلْ أَتَى الْأَقْوَامَ بِذُلِّى نَصِيحَةً
حَبَوْتُ بِهَا مِثْلِي سُبَيْعًا وَمِيشَمًا

کیا لوگوں کو یہ معلوم ہو گیا ہے کہ میں نے خیر جوئی کا حق ادا کر دیا ہے ، اور میں نے یہ خیر جوئی سُبَيْع اور مِيشَم کے حق میں کی ہے

وَقُلْتُ اعْلَمًا أَنْ التَّدَابُرَ غَادَرَتْ
عَوَاقِبُهُ، لِلذُّلِّ وَالْقُلِّ جُرْهُمًا

اور میں نے ان دونوں سے کہہ دیا ہے کہ یاد رکھو باہمی عداوت کے نتائج نے جُرْہم قبیلے کی یہ حالت کر دی کہ وہ ذلیل اور کم مقدار ہو گئے

فَلَا تَقْدَحًا زَنَدَ الْعُقُوقِ وَأَبْقِيَا
عَلَى الْعِزَّةِ الْقَعَسَاءِ أَنْ تَتَهَدَّمَا

تم رشتہ داروں کے ساتھ بدسلوکی کرنے کے چقماق سے آگ

۱ - تدابیر : باہمی عداوت ۔

نہ نکالو اور اپنی پائدار عزت پر رحم کھاؤ کہ کہیں یہ منہدم
نہ ہو جائے

وَلَا تَجْنِيَا حَرَابًا تَجْرُ عَلَيكُمَا
عَوَاقِبُهَا يَوْمًا مِّنَ الشَّرِّ أَشَمًّا

اور تم ایسی جنگ برپا کرنے کے مرتکب نہ بنو جس کا انجام یہ ہو
کہ وہ تم پر جنگ سے بھی زیادہ منحوس دن لے آئے

فَأِنَّ جُنَاةَ الْحَرَابِ لِيَلْحِقِينَ عُرْضَةَ
تُفَوِّقُهُمْ مِّنْهَا السُّدُفَ الْمُقَشَّمَا

[۳ : ۱۶۴] کیونکہ جنگ برپا کرنے والے ہی موت کا نشانہ
بنتے ہیں اور یہ جنگ انہیں سلا ہوا زہر تھوڑے تھوڑے وقفے کے
بعد پلاتی ہے

حَذَارٍ فَلَا تَسْتَنْبِشُوهُمَا فَأِنَّهَا
تُعَادِرُ ذَا الْأَنْفِ الْأَشَمِّ مَكْشَمًا

خبردار! جنگ کو پھر سے نہ بھڑکانا کیونکہ یہ اونچی ناک والے
کی ناک کاٹ ڈالتی ہے

اس پر دونوں نے کہا : یوں نہیں ہم تو آپ کی نصیحت قبول
کرتے ہیں آپ کے حکم کی اطاعت کرتے ہیں ، ہم بھڑکنے والی
آگ بجھاتے ہیں ، کینوں کو ختم کر دیتے ہیں اور صلح کی طرف
لوٹ آتے ہیں -

اور ان میں سے ایک

الْحَرِثُ بْنُ كَعْبِ الْمَذْحِجِيِّ

ہے - یہ حارث اپنے زمانے کے فصیح ترین خطبا میں سے تھا -
بلاغت اور علو مرتبت کے اعتبار سے اس کی فضیلت کو تسلیم کیا
جاتا ہے - ابو حاتم سجستانی کہتا ہے : جب حارث کی وفات کا وقت آ گیا

۱ - بلوغ الارب میں الثائرة ہے لیکن امالی میں : النائرة ہے -

تو اس نے اپنے بیٹوں کو جمع کیا اور کہا : بیٹا ! مجھ پر ایک سو ساٹھ سال گزرے ہیں - (اس عرصے میں) میرے دائیں ہاتھ نے کسی دھوکے باز سے مصافحہ نہیں کیا اور نہ ہی میرے نفس نے کسی بدکار آدمی کی خصلتوں پر رضامندی ظاہر کی ہے - میں نے چچا زاد بہن یا بھانجیاں یا بہو سے عشق نہیں لڑایا اور نہ ہی کسی بدکار عورت نے آکر میرے پاس نقاب اٹھایا ہے - نہ ہی میں نے اپنا راز کسی دوست کو بتایا ہے (یا میں نے کسی دوست کا راز فاش نہیں کیا) - میں شعیب النبی علیہ السلام کے دین پر ہوں اور میرے اور آسَد بن خُزَیمہ اور تمیم بن مُرّ کے سوا کوئی عرب اس دین پر نہیں ہے - تم میری وصیت کو محفوظ رکھو اور میری شریعت پر مرو - اپنے خدا سے ڈرتے رہو وہ خود تمہارے اہم کاموں کو سرانجام دے گا اور تمہارے اعمال کی اصلاح کرے گا - خبردار ! اللہ کی نافرمانی نہ کرنا تاکہ کہیں تم پر تباہی نازل نہ ہو جائے اور تمہارے گھر تم سے خالی نہ ہو جائیں - بیٹا ! متفق ہو کر رہنا - بکھر کر ٹولیاں نہ بن جانا - پیشتر اس کے کہ کوئی تم پر غالب آ جائے تم غلبہ پا لو اور عزت کی موت ذلت اور عاجزی کی زندگی سے بہتر ہے - جو کچھ ہونے والا ہے وہ ہو کر رہے گا - ہر جمعیت کا انجام جدائی ہے - زمانہ دو طرح کا ہے ایک قسم آرام کی اور ایک مصیبت کی ، دن بھی دو طرح کے دن ہیں ایک خوشی کا دن اور ایک آنسوؤں کا دن ، لوگ بھی دو قسم کے ہیں ایک تمہارے ساتھ اور دوسرا تمہارے خلاف - برابر کے لوگوں میں رشتے ناتے کیا کرو اور (عورتیں) اپنی خوشبو میں پانی استعمال کیا کریں - بیوقوف عورت سے بچتے رہو کیونکہ وہ بدترین بیماری ہے اور احمق [۳ : ۱۶۵] عورت سے پرہیز کرو کیونکہ اس کی اولاد بھی احمق ہوتی ہے - خبردار ! رشتہ داری کو منقطع کرنے والا آرام نہیں پاتا - جب کسی قوم میں اختلاف پیدا ہو جاتا ہے تو وہ دشمن کو اپنے اوپر غلبہ پانے کا موقع دے دیتی ہے - تعداد کی آفت پھوٹ کا پڑنا ہے - نیک کام کی وجہ سے فضیلت کا دعویٰ کرنا برے کام سے بچا لیتا ہے اور بدی کا بُرا بدلہ دینا برائی میں داخل

ہوتا ہے۔ بداعمالی، اللہ کی نعمتوں کو زائل کر دیتی ہے۔ رشتہ داری کے تعلقات کو توڑنے سے غم پیدا ہوتا ہے۔ اللہ کی قابل احترام چیزوں کی بے حرمتی کرنے سے اللہ کی نعمتیں زائل ہو جاتی ہیں۔ والدین کی نافرمانی سے تنگدستی پیدا ہوتی ہے۔ تعداد میں کمی واقع ہو جاتی ہے اور ملک ویران ہو جاتا ہے۔ کسی (نااہل) کو نصیحت کرنا اپنی ہی رسوائی کا سبب ہوتا ہے۔ رسوائی اور کینہ امداد (خداوندی) کو روک دیتی ہے اور خطا کاری پر ڈٹے رہنے کا انجام مصیبت ہے۔ برے طور طریقے منفعت کے اسباب کو منقطع کر دیتے ہیں۔ کینے جدائی کا سبب بنتے ہیں۔ بیٹو! میں نے کئی لوگوں کے ساتھ مل کر کھایا اور پیا لیکن وہ گزر گئے اور میں باقی رہ گیا۔ اب گویا میں بھی ان سے سلا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد یہ شعر کہے:

أَكَلْتُ شَبَابِي فَأَفْنَيْتُهُ
وَأَنْضَيْتُ مِنْ بَعْدِ دَهْرِي دُهُورًا

میں نے اپنی جوانی کو کھا ڈالا اور اسے فنا کر دیا اور اپنی (جوانی) کے زمانے کے بعد کئی زمانوں کو فنا کیا

ثَلَاثَةَ أَهْلِيْنَ صَاحِبَيْهِمْ
فَبَادُوا وَأَصْحَابَتْ شَيْخًا كَبِيرًا

میں تین بیویوں کی صحبت میں رہا وہ گزر گئیں اور میں بڑی عمر کا بوڑھا ہو گیا

قَلِيلَ الطَّعَامِ عَسِيرَ الْقِيَامِ
مِ قَدْ تَرَكَ الدَّهْرُ خَطْوِي قَصِيرًا

(اب میں) تھوڑا کھاتا ہوں مشکل سے اٹھ سکتا ہوں اور زمانے نے میرے قدموں کو بھی چھوٹا کر دیا ہے

أَبَيْتُ أُرَاعِي نَجْوَمَ السَّمَاءِ
أَقْلِبُ أَمْرِي بَطُونًا ظُهُورًا

میں رات بھر اختر شماری کرتا رہتا ہوں اور اپنے معاملات کو کبھی اندر کو اور کبھی باہر کو پلٹتا رہتا ہوں

اور ان میں سے ایک

قیس بن زہیر العبسی

تھا۔ یہ بھی صاحب فصاحت ، صاحب بیان ، شیریں گفتار اور چرب زبان تھا۔ اس کے حالات اور عمدہ کلام کو ابن الکلبی نے بیان کیا ہے چنانچہ وہ کہتا ہے۔ بیاءة کی جنگ کے بعد قیس بن زہیر نمر بن قاسط کے پڑوس میں آ گیا اور اس نے ان سے کہا : میں تمہارے پڑوس میں آ گیا ہوں اور تم سے وابستہ ہو گیا ہوں لہذا تم میری شادی ایسی عورت کے ساتھ کر دو جسے مالداری نے بااخلاق بنا دیا ہو اور محتاجی نے کمزور کر دیا ہو ، حسب اور جمال والی ہو۔ چنانچہ انہوں نے اس کی شادی ظبیہ بنت الکیس النمری سے کر دی اور اس نے ان سے کہا : مجھ میں تین خصلتیں پائی جاتی ہیں۔ میں غیرت مند ہوں ، بہت فخر کرنے والا ہوں ، خود سر ہوں۔ میں اس وقت تک [۳ : ۱۶۶] تباخر نہیں کرتا جب تک کہ کوئی پہل نہ کرے اور جب تک خود دیکھ نہ لوں غیرت میں نہیں آتا ، اور جب تک مجھ پر ظلم نہ کیا جائے میں تاؤ میں نہیں آتا۔ انہیں اس کے اخلاق پسند آ گئے اور یہ ان کے یہاں مقیم رہا تاآنکہ اس کے یہاں اولاد ہوئی۔ پھر جب وہاں سے کوچ کرنے لگا تو کہا : میں تمہیں چند باتیں اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور چند باتیں اختیار کرنے سے منع کرتا ہوں۔ بردباری اختیار کیا کرو کیونکہ اسی کے ذریعے تم حاجت کو پا سکتے ہو اور موقع حاصل کر سکتے ہو۔ ایسے آدمی کو سردار بنانے کا حکم دیتا ہوں جس کے سردار بنانے پر کوئی تم پر عیب نہ لگا سکے۔ وفادار رہو کیونکہ اسی سے لوگ زندہ ہیں۔ سوال کرنے سے پہلے ہی اس شخص کو دے دو جسے تم دینا چاہتے ہو اور اصرار سے پہلے ہی اس شخص کو

۱۔ العقد الفرید (۷ : ۷۹) میں حتی ابداء کے بجائے حتی افعال ہے۔

العقد الفرید میں بہت سے الفاظ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

محروم کر دو جسے تم محروم رکھنا چاہتے ہو۔ جو شخص تمہارے پاس آ کر پناہ لے اسے تمام زمانے کے خلاف پناہ دو اور اپنی فرودگاہوں کو یتیموں کے گھروں سے دور رکھو۔ مہمان کو اپنے اہل و عیال کے ساتھ ملا لو۔ میں تمہیں بیوفائی کرنے سے منع کرتا ہوں کیونکہ یہ زمانے بھر کی عار ہے۔ بازی لگا کر دوڑ میں مقابلہ کرنے سے منع کرتا ہوں کیونکہ اسی میں میرا بھائی مالک مارا گیا تھا۔ سرکشی سے منع کرتا ہوں کیونکہ اسی نے میرے بھائی زُہیر کو قتل کیا تھا۔ بے کار باتوں میں مال و دولت فنا کرنے سے روکتا ہوں کیونکہ اس طرح تم حقوق ادا نہ کر سکو گے اور حد سے زیادہ خون ریزی سے منع کرتا ہوں کیونکہ ہبائے کی جنگ کی وجہ سے میرے ساتھ عار چمٹ گئی ہے۔ اپنی عورتوں کو سوا ہمسروں کے (نکاح میں) نہ دو۔ اگر تمہیں ہمسر نہ ملیں تو ان کا بہترین نکاح قبروں سے ہے یا یہ کہا کہ ان کی بہترین منزلیں قبریں ہیں۔ یاد رکھو میں ظالم بھی تھا اور مظلوم بھی۔ بنی بدر نے میرے بھائی مالک کو قتل کر کے مجھ پر ظلم کیا تھا اور میں نے اس طرح ظلم کیا کہ ان لوگوں کو قتل کیا جو بے گناہ تھے۔ یہ اس کے بعد وہاں سے کوچ کر کے غمار چلا گیا۔ وہاں جا کے عیسائی ہو گیا اور کھانے کی (عام) چیزوں سے پرہیز کرنے لگا۔ (ایک بار) حنظل کھانا شروع کر دیا تاآنکہ چل بسا۔

اور ان میں سے ایک

الرَّبِيعُ بْنُ ضَبَيْعٍ الْفَزَارِيُّ

ہے۔ یہ عہد جاہلیت کے خطیبوں میں سے تھا اس نے اسلامی زمانہ بھی پایا کیونکہ یہ سُمَیْرِیْن میں سے تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ بنی امیہ

۱۔ بلوغ العرب میں اسی طرح ہے مگر سمط اللالی (۸۰۲) میں ضَبَّع ہے۔ ابو حاتم کہتا ہے کہ رَبِيع تین سو چالیس سال زندہ رہا۔ مگر مسلمان نہیں ہوا۔

کے عہد تک زندہ رہا۔ روایت ہے کہ یہ عبد الملک بن مروان کے پاس آیا تو اس نے پوچھا : اے ربیع مجھے بتلاؤ کہ تم نے کتنی عمر اور مدت پائی اور تو نے گزشتہ زمانے کے کون کون سے اہم واقعات دیکھے۔ تو اس نے کہا : میں نے ہی تو یہ شعر کہا ہے :

هَآ اَنَا ذَا اَمَلٍ الشُّخْلُوْدَ وَ قَدَّ
اَدْرَكَ عَقْلِيَّ وَ مَوْلِيْدِي حُجْرًا

تو میں ہمیشہ کے لیے زندہ رہنے کی امید رکھتا ہوں حالانکہ میری عقل اور ولادت حُجْر کے زمانہ میں ہوئی

عبد الملک نے کہا : میں نے تمہارے یہ اشعار بچپن کے زمانہ میں روایت کیے تھے۔ پھر کہا : میں نے ہی یہ اشعار بھی کہے ہیں :

اِذَا عَاشَ الْفَتَى مِيَانَتَيْنِ عَامًا
فَقَدَّ ذَهَبَ اللِّدَاذَةُ وَ الْفَتَاءُ

[۳ : ۱۶۷] جب انسان دو سو سال زندہ رہ چکتا ہے تو لذت اور جوانی جاتی رہتی ہے

عبد الملک نے کہا : میں نے تمہارے یہ اشعار اس وقت روایت کیے تھے جبکہ میں ابھی نوخیز تھا۔

اے ربیع ! تمہارے باپ کی قسم تمہیں ایسے بخت نے تلاش کر لیا ہے جو پھسلنے کا نہیں۔ اب اپنی عمر کی تفصیل بیان درو۔

۱۔ حُجْر سے مراد مشہور جاہلی شاعر امرؤ القیس کا باپ ہے۔ اس قصیدے کے چند اشعار اسی بیان میں آگے چل کر دے دیے گئے ہیں۔ نیز ملاحظہ ہو : امالی : ۲ : ۱۸۱ اور سمط اللالی : ۸۰۲ اور وہ مراجع جن کا وہاں ذکر دیا گیا۔

۲۔ بلوغ الارب میں اسی بیان میں یہ اشعار دیے گئے ہیں نیز ملاحظہ ہو ذیل الامالی : ۲۱۷ شرح ذیل الامالی : ۱۰۱ اور وہ مراجع جن کا وہاں ذکر کیا گیا ہے۔

رُبَيْعِ نَعْمَانِ : میں نے دو سو سال فترتِ اِیْسٰی علیہ السلام میں گزارے اور ایک سو بیس سال جاہلیت میں اور ساٹھ سال اسلام میں۔
 عبدالمملک نے کہا : مجھے قریش کے ان نوجوانوں کے متعلق بتاؤ جو ہمنام تھے۔ رُبَيْعِ نَعْمَانِ : جس کے متعلق چاہو پوچھ لو۔ عبدالمملک نے کہا : عبد اللہ بن عباس کے متعلق بتاؤ۔ رُبَيْعِ نَعْمَانِ : وہ تو ہمہ تن فہم و علم ہے ، فوراً عطا کرنے والا ہے وہ بہت بڑا برتن ہے۔
 عبدالمملک نے کہا : عبد اللہ بن عمرؓ کے متعلق بتاؤ۔ کہا : وہ حلم اور علم ہے ، دیر تک خاموش رہنے والا ہے ، ظلم سے دور رہتا ہے ، عبدالمملک نے کہا : عبد اللہ بن جعفر کے متعلق کچھ کہو : رُبَيْعِ نَعْمَانِ : کہا : وہ ایک نیاز بو ہے جس کی عمدہ خوشبو ہے۔ جو چھونے میں ملامت ہے ، جس سے مسلمانوں کو کوئی ضرر نہیں پہنچتا۔ عبدالمملک نے کہا : مجھے عبد اللہ بن زُبَیْر کے متعلق کچھ بتاؤ۔ رُبَيْعِ نَعْمَانِ : وہ ایک دشوار گزار پہاڑ ہے جس سے چٹانیں لڑھکتی ہیں۔ عبدالمملک نے کہا۔
 خدا تمہارا بھلا کرے تجھے ان کے متعلق کس قدر معلومات حاصل ہیں۔
 رُبَيْعِ نَعْمَانِ : (اس کا سبب) نزدیک کا پڑوس اور اکثر لوگوں سے پوچھتے رہتا ہے۔

السید المرتضیٰ اپنی کتاب غرر الفوائد میں کہتا ہے : اگر یہ واقعہ درست ہے تو ہو سکتا ہے کہ عبدالمملک نے رُبَيْعِ نَعْمَانِ سے یہ سوال معاویہ رض کے عہد میں کیا ہو اپنے عہد خلافت میں نہ کیا ہوگا ، کیونکہ ربیع یہ کہہ رہا ہے کہ میں ساٹھ سال اسلام میں زندہ رہا اور عبدالمملک ۵۶۵ میں خلیفہ بنا لہذا اگر واقعہ صحیح ہے تو لازمی طور پر یہی بات ہوگی جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ کیونکہ روایت یہ ہے کہ رُبَيْعِ نَعْمَانِ معاویہ رض کا عہد پایا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ جب رُبَيْعِ نَعْمَانِ کی عمر دو سو سال کی ہو گئی تو اس نے یہ اشعار کہے :

۱۔ فترت وہ زمانہ ہے جو دو نبیوں کے درمیان ہو یہاں مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کا زمانہ ہے۔

أَلَا أَبْلِيغُ بَنِيَّ بَنِيَّ رُبَيْعٍ
أَفَأَشْرَارُ التَّبِئِينَ لَكُمْ فِدَاءُ

اے بچے بنی ربیع تک یہ بات پہنچا دے کہ برے بیٹے تم پر
قربان ہوں

بِأَنِّي قَدْ كَبِيرْتُ وَدَقُّ^۲ عَظْمِي^۱
فَلَا تَشْغَلْكُمْ عَنِّي النِّسَاءُ

یہ بھی کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور میری ہڈیاں پتلی پڑ گئی ہیں
لہذا تم عورتوں میں مشغول ہو کر مجھے بھول نہ جانا

فَأِنْ كُنَّا لِنَبِيَّ لِنِسَاءٍ صِدْقُ^۱
وَمَا آلِي^۳ بَنِيَّ وَ مَا أَسَاؤُا

میری بہوئیں تمام کی تمام اچھی ہیں اور میرے بیٹوں نے بھی
(میرے بارے میں) کوئی کوتاہی نہیں کی اور نہ مجھ سے برا برتاؤ کیا

إِذَا كَانَ الشِّتَاءُ فَأَدْفِئُونِي^۱
فَأِنْ الشَّيْخَ^۳ يَتَهَدَّمُهُ الشِّتَاءُ

جب موسم سرما آ جائے تو مجھے گرم کپڑے پہنا دینا کیونکہ سرما
بوڑھے آدمی کو گرا دیتا ہے

وَأَمَّا حَيْثُ يَذْهَبُ كُلُّ قُرِيٍّ^۱
فَسِيرٌ بِأَلٍ خَفِيفٌ أَوْ رِدَاءُ

مگر جب سردی تمام کی تمام گزر جائے تو ہلکی سی قمیص اور چادر
(میرے لیے کافی ہے)

- ۱ - امالی (۳ : ۲۱۷) میں فاشرار کی بجائے فَأَنْذَالَ ہے -
- ۲ - امالی میں دق کی بجائے رَق ہے - رَق العظم : کبیر و اَسین -
- ۳ - امالی میں آل کی بجائے اَشْكُو ہے
- ۴ - امالی میں : يهرمه ہے -

إِذَا عَاشَ الْفَتَى مِائَتَيْنِ عَامًا
فَقَدَّ ذَهَبًا اللَّذْذَةَ وَالشَّفَتَاءَ

جب کوئی انسان دو سو سال زندہ رہ چکتا ہے تو پھر اس کی لذت اور جوانی جاتی رہتی ہے

اور جب دو سو چالیس کی عمر کو پہنچا تو کہا :

أَصْبَحَ مِئْتَيْ الشَّبَابِ قَدَّ حَسِيرًا
إِنْ كَانَ وَلَّى فَقَدَّ ثَوَى عُصْرًا

مجھ سے جوانی تھک گئی ہے اگر واپس چلی گئی ہے (تو کوئی بات نہیں) کیونکہ ایک عرصے تک میرے پاس مقیم رہی ہے

وَدَعَانَا قَبْلَ أَنْ نُوَدِّعَهُ
لَمَّا قَضَى مِنْ جِمَاعِنَا وَطَرًا

یہ ہمیں الوداع کہہ گئی پیشتر اس کے کہ ہم اسے الوداع کہتے جب اس نے ہماری آغوش سے اپنی غرض پوری کر لی

هَذَا أَنَا ذَا أَمَلٍ الْخُلُودِ وَقَدَّ
أَدْرَاكَ عَقْلِيَّ وَمَوْلِدِي حُجْرًا

لو ! اب میں ہمیشہ زندہ رہنے کی امید لگائے ہوئے ہوں حالانکہ میری عقل اور ولادت نے حُجْر کا زمانہ پایا ہے

أَبَا امْرَأَتِي الْقَيْسِ هَلَّ سَمِعَتْ بِهِ
هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ ! طَالَ ذَا عُمُرًا

(حجر) جو امرؤ القیس کا باپ ہے کیا تو نے اس کا نام سنا ہے کس قدر دور ہے ! کس قدر دور ہے ! یہ عمر تو بہت لمبی ہوئی

أَصْبَحْتُ لَا أَحْمِلُ السِّتْلَاحَ وَلَا
أَمْشِيكَ رَأْسَ الْبَعِیْثِ إِنْ نَفَرًا

۱ - امالی میں فقد اودی المسررة ہے -

میری یہ حالت ہو گئی ہے کہ نہ تو ہتھیار اٹھا سکتا ہوں اور نہ ہی میں اونٹ کو قابو میں رکھ سکتا ہوں اگر وہ بھاگ جائے

وَالذَّئِبُ أَخْشَاهُ إِنَّ مَرَرْتُ بِهِ
وَحَدِي وَأَخْشَى التَّرِيَّاحَ وَالْمَطَرَ

اور اگر میں بھیڑیے کے پاس سے اکیلا گزرتا ہوں تو اس سے ڈرتا ہوں، اب میں ہواؤں اور بارش سے بھی ڈرتا ہوں

مِنْ بَعْدِ مَا قُوَّةٍ أُسْرُ بِهِمَا
أَصْبَحْتُ شَيْخًا أَعْيَالُجُ الْكَبِيرَا

اس قوت کے بعد جس سے میں خوش ہوتا تھا میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور بڑھاپے سے جنگ کر رہا ہوں

اس کا عطاء جدم کہنا : یعنی فوری اور ہر وہ بات جس میں تو سرعت سے کام لے وہاں جدمتہ بولتے ہیں۔ حدیث میں ہے جب تو اذان دے تو آہستہ آہستہ دے اور جب اقامت کہے تو جلدی جلدی کہہ اور سِقْرِي : وہ برتن جس میں ضیافت کی جاتی ہے۔ رہا اس کا کہنا ما آلی بَسْنِي وَلَا أَسَاؤَا : تو معنی ہے انہوں نے کوتاہی نہیں کی اور کوتاہی کرنے والے کو آلی کہتے ہیں۔

اور ان میں سے ایک

ابو الطمحان القینی

ہے۔ اس کا نام حنظلہ بن الشرقی ہے۔ یہ بنی القین بن کنانہ بن القین میں سے ہے۔ ابو حاتم کہتا ہے : ابو الطمحان القینی دو سو سال زندہ رہا چنانچہ اس کے متعلق کہتا ہے :

۱ - ابو الطمحان القینی : حنظلہ بن الشرقی یہ بنی القین بن جسسر میں سے تھا۔ جاہلی اور اسلامی شاعر ہے۔ زبیر بن عبدالمطلب کا ندیم اور ہمعمر تھا۔ یہ بد دین تھا لیکن عمدہ شعر کہتا تھا۔

حَنَّتْنِيْ حَانِيَّاتُ الدَّهْرِ حَتَّى
كَأَنِّيْ خَتَائِلُ أَدْنُوْهُ لِيَصِيْدُ

زمانے کی کبڑا کرنے والیوں (مصیبتوں) نے مجھے کبڑا کر دیا یہاں
تک کہ یوں معلوم ہونے لگا کہ میں آہستہ آہستہ چل کر شکار
کرنے کے لیے شکار کے قریب آ رہا ہوں

قَرِيْبُ الْخَطْوِ يَجْسَبُ مَنْ رَأَيْهُ
وَلَسْتُ مُقَيِّدًا أُنِيْ بِيَقِيْدُ

میں چھوٹے چھوٹے قدم بھرنا ہوں جو بھی مجھے دیکھتا ہے یہی
خیال کرتا ہے کہ میرے پاؤں میں بیڑیاں پڑی ہوئی ہیں حالانکہ
میں درحقیقت ایسا نہیں ہوں

ابو حاتم سجستانی کہتا ہے : مجھے میرے دوستوں میں سے متعدد
لوگوں نے بتایا کہ انہوں نے یونس بن حبیب کو یہ اشعار پڑھتے سنا
ہے ۔ وہ یہ شعر بھی پڑھتا تھا :

تَقَارَبَ خَطْوُورِ رَجَائِكَ يَا دُرَيْدُ
وَ قَيْدِكَ الزَّمَانُ بِشِيرِ قَيْدِ

اے دُرَیْد (اب) تمہارے پاؤں کے قدم چھوٹے اٹھتے ہیں، زمانے نے
تمہارے پاؤں میں بدترین بیڑیاں ڈال دی ہیں

[۱۶۹ : ۳] اسی کے یہ شعر ہیں :

وَ أُنِيْ مِّنَ الثَّقَوْمِ الَّذِينَ هُمُ هُمُ
إِذَا مَاتَ مِنْهُمْ سَيِّدٌ قَامَ صَاحِبُهُ

میں ایسی قوم میں سے ہوں کہ جو کچھ وہ ہیں وہی ہو سکتے ہیں
جب ان کا سردار مر جاتا ہے تو اس کا ساتھی کھڑا ہو جاتا ہے

۱ - ملاحظہ ہو سمط اللالی : ۳۳۲ جہاں اس قسم کے اور شعر بھی
ہیں -

نَجْوُومٌ سَمَاءٍ كَلَّمَا غَابَ كَوَاكِبٌ
بَدَا كَوَاكِبٌ تَأْوِيْهِ اِلَيْهِ كَوَاكِبُهُ

یہ آسمان کے ستارے ہیں ، جب بھی کوئی ستارہ غائب ہوتا ہے تو ایک اور ستارہ ظاہر ہو جاتا ہے جس کے پاس اس کے دوسرے ستارے پناہ لیتے ہیں

اَضَاعَتْ لَهْمٌ اَحْسَابُهُمْ وَجُوْهُهُمْ
دُجَى اللَّيْلِ حَتَّى نَظَّمِ الْجَزَعِ ثَائِبِيْهِ

ان کے حسب اور ان کے چہروں نے رات کی تاریکیوں کو اس حد تک روشن کر دیا ہے کہ مہروں میں سوراخ کرنے والا ان کو پرو لیتا ہے

وَمَا زَالَ مِنْهُمْ حَيْثُ كَانَ مُسَوِّدًا
تَسْيِيرُ الْمَنَّا يَا حَيْثُ سَارَتْ كَتَائِبِيْهِ

ان کا آدمی جہاں کہیں بھی ہو سردار ہی ہو کر رہتا ہے جدھر کو اس کی فوجیں روانہ ہوتی ہیں ادھر ہی کو موتیں بھی روانہ ہو جاتی ہیں

پہلے دو شعروں کا مفہوم اوس بن حجر کے اس شعر سے مشابہت رکھتا ہے :

اِذَا مُقَرَّمٌ مِّنَّا ذَرَاۤءُ حَدَّ نَا بِيْهِ
تَخَمَّطَ نَابُ آخِرٍ مُّقَرَّمٌ

جب ہم میں سے کسی سردار کے دانتوں کی تیزی گر جاتی ہے تو ایک اور سردار کے دانت ابھر کر ظاہر ہو جاتے ہیں

انہی معنوں میں طفیل غنوی کا ایک شعر ہے اور وہ ہے :

۱ - ذَرَا فُوْهُ : سَقَطَتْ اَسْنَانُهُ -

۲ - تَخَمَّطَ نَابُ البَعِيْرِ : ظَهَرَ وَاِرْتَفَعَ

كَتَوَا كَيْبٌ دَجْنٌ كَلَّمَا انْقَضَ كَتَوَا كَيْبٌ
بَدَا وَ انْجَلَّتْ عَنْهُ الشُّجُونَةُ كَتَوَا كَيْبٌ

(یہ لوگ) تاریکی کے ستارے ہیں جب بھی کوئی ستارہ گر پڑتا ہے تو ایک اور ستارہ ظاہر ہو جاتا ہے اور اس سے تاریکی پھٹ کر دور ہو جاتی ہے

انہی معنوں کو خُریمتی نے لے کر یوں کہا ہے :

إِذَا قَمَرَ، مِينًا تَسْغُورَ أَوْخَبَا
بَدَا قَمَرَ، فِي جَانِبِ الْاُفْقِ يَلْمَعُ

جب ہمارا کوئی چاند نیچے چلا جاتا ہے یا چھپ جاتا ہے تو ایک اور چمکدار چاند افق کی جانب ظاہر ہو جاتا ہے

اسی قسم کا یہ شعر ہے :

خِلَافَةَ أَهْلِ الْأَرْضِ فِيْنَا وَرَاثَةَ
إِذَا امَّاتَ مِنَّا سَيِّدُ قَامِ صَاحِبُهُ

اہل زمین کی خلافت وراثت ہم میں چلی آتی ہے جب ہم میں سے کوئی سردار مر جاتا ہے تو اس کا ساتھی کھڑا ہو جاتا ہے

۱ - بلوغ الارب میں خزیمی زاء سہملمہ کے ساتھ ہے - تصحیح شرح ذیل الاسالی : ۵۷ سے کی گئی ہے - اس کا نام ابو یعقوب اسحاق بن حسّان بن قُوهیسی ہے - عہد عباسی کا شاعر ہے - یہ دراصل صُغدِی تھا اور مرو شاہجان کا رہنے والا تھا - بغداد میں رہائش اختیار کر لی تھی - عمدہ شعر کہتا تھا - مجلسستانی نے اسے اشعر المولّدین کہا ہے - ستر سال کی عمر ہونے کے بعد نابینا ہو گیا تھا اور اس نے اپنی آنکھوں کا مرثیہ کہا تھا - یہ اشعار اس نے اپنے مولیٰ خُریم بن عامر کے بارے میں کہے تھے - ملاحظہ ہو ذیل الاسالی : ۱۲۱ -

اسی قسم کا یہ شعر ہے :

إِذَا سَيِّدٌ مِّنَّا مَضَىٰ لِسَبَبَيْلِهِ
أَقَامَ عَمُودَ الْمُلْأَكِ أَخْرُ سَيِّدُ

جب ہم میں سے کوئی سردار مر جاتا ہے تو ایک اور سردار حکومت کے عمود کو کھڑا کئے رکھتا ہے

اور ان میں سے ایک

ذوالاصبع العدواني

ہے۔ حکام عرب کے بیان میں ہم اس کے کچھ حالات بیان کر چکے ہیں۔ جس طرح وہ ان کے حکام میں سے [۳ : ۱۷۰] تھا اسی طرح اس کا شمار ان کے فصیح ترین خطیبوں میں بھی ہوتا ہے، اسی باعث اس مقام کا تقاضا تھا کہ اس کے مستحسن کلام کا کچھ حصہ یہاں پیش کر دیا جائے۔ ابو الفرج اپنی کتاب الاغانی میں کہتا ہے : جب ذوالاصبع کی وفات کا وقت آ گیا تو اس نے اپنے بیٹے اُسَید کو بلایا اور اس سے کہا :

بیٹا ! تمہارا باپ تو زندگی ہی میں فنا ہو چکا تھا اس نے اس (قدر لمبی) زندگی گزاری ہے کہ زندگی سے اکتا گیا ہے۔ میں تمہیں ایسی وصیت کرتا ہوں کہ اگر تم اسے یاد رکھو گے تو تم بھی اپنی قوم میں اس منزلت تک پہنچ جاؤ گے جس تک میں پہنچا ہوں لہذا میری باتیں یاد رکھو۔ اپنی قوم کے ساتھ نرم خوئی سے پیش آؤ تو وہ تم سے محبت کرے گی۔ اور اس کے سامنے تواضع کرو وہ تمہیں بلندی دے گی۔ اس سے خندہ پیشانی سے ملو تو وہ تمہاری اطاعت کرے گی۔ کسی چیز کو اپنے لیے مخصوص نہ کرو گے تو وہ تمہیں سردار بنا لے گی۔ ان کے چھوٹوں کی اسی طرح عزت کرو جس طرح تم ان کے بڑوں کی کرتے ہو تو ان کے بڑے تمہاری عزت کریں گے اور چھوٹے بڑے ہو کر تم سے محبت کریں گے۔ اپنے مال کی سخاوت کرو۔ جن چیزوں کی حفاظت

کرنا تم پر لازم ہے ان کی حفاظت کرو۔ جو شخص تمہارے پاس آ کر پناہ لے اسے تقویت دو اور جو تم سے مدد مانگے اسے مدد دو۔ مہمان کی عزت کرو، فریاد کے لیے جب پکار سنو تو فوراً اٹھ کر جاؤ کیونکہ تمہاری (موت) کی ایک مدت مقرر ہے وہ تم سے نکل کر آگے نہیں جائے گی کسی سے کوئی چیز نہ مانگو تاکہ تمہاری آبرو محفوظ رہے۔ انہی امور سے تمہاری سرداری کی تکمیل ہوگی۔

اس کے بعد اس نے یہ شعر کہے :

أَسَيْدٌ إِنْ مَا لَا مَلِكَ
فَسِرَّتْ بِهِم سَيِّراً جَمِيلاً

اے اُسید اگر تیرے پاس مال آ جائے تو اس مال کے ذریعے لوگوں سے اچھا برتاؤ کرنا

أَخِ الْكِرَامِ إِنْ اسْتَطَعْتَ
إِلَى إِخَائِهِمْ سَبِيلاً

اگر تجھے شرفا سے بھائی چارا قائم کرنے کا طریقہ آ جائے تو شرفا سے بھائی چارا قائم کرنا

وَ اشْرَبْ بِكَأْسِهِمْ وَ أَنْ
شَرِبُوا بِهِ السَّمَّ الشَّمِيلاً

انہی کے پیالے سے پینا خواہ وہ اس پیالے میں بھگویا ہوا زہر ہی کیوں نہ پئیں

أَتَيْنَ اللَّيْثَامَ وَ لَا تَكُنْ
لِإِخَائِهِمْ جَمَلاً ذَلُولاً

کمینوں کو ذلیل کر اور ان سے بھائی چارا قائم کرنے کے لیے آسانی سے مطیع ہو جانے والا اونٹ نہ بن

۱ - الشمیل : المنقح -

۲ - الذنول : سهل الانقياد -

إِنَّ الْكِبْرَامَ إِذَا تَسُوًّا
خِيَّتْهُمُ وَجَدَتْ لَهُمْ فُضُولًا

جب تو شرفا سے بھائی چارا قائم کرے گا تو تو ان کے ہاں عنایات پائے گا

وَدَعِ السَّذِيَّ يَتَعِدُّ الْعَشِيْرَةَ
إِنْ يَسِيْلَ وَ لَنْ يَسِيْلَا

ایسے شخص کو چھوڑ دے جو قبیلے والوں سے سخاوت کرنے کا وعدہ کرتا ہے مگر ایسا کبھی بھی نہیں کرتا

أُبْنَيْ إِنْ الْمَالَ لَا
يَبِيْكِي إِذَا فَتَقَدَّ الْبَخِيْلَا

بیٹا ! جب مال بخیل کو معدوم پائے گا تو بخیل پر نہیں روئے گا

اور ان میں سے ایک

اوس بن حارثہ

ہے - ابو بکر^۲ بن درید کہتا ہے : مجھے میرے چچا نے اپنے چچا کے حوالے سے بتایا ، اس نے ہشام بن محمد بن السائب الکلبی کے حوالے سے ، اس نے عبدالرحمن بن ابی عبس الانصاری کے حوالے سے اور وہ کہتا ہے : اوس بن حارثہ مدت مدید تک زندہ رہا مالک کے سوا اس کا کوئی اور بیٹا نہ تھا - اس کے بھائی خزرج کے پانچ بیٹے تھے : عمرو ، عوف ، [۱۷۱ : ۳] جشم ، حارث اور کعب - جب اس کی وفات کا وقت آ گیا تو اس کی قوم نے اس سے کہا : جب تو جوان تھا تو ہم تمہیں شادی^۳

- ۱ - تصحیح اغانی (۳ : ۹۵) سے کی گئی ہے بلوغ الارب میں قبولاً ہے -
- ۲ - اس بیان کے لیے ملاحظہ ہو امالی : ۱ : ۱۰۱ - ۱۰۲ -
- ۳ - بلوغ الارب میں بالتزویج ہے اسے بالتزویج پڑھیں جیسا کہ امالی میں ہے -

کرنے کو کہا کرتے تھے مگر تو نے انکار کر دیا یہاں تک کہ تیری وفات کا وقت آ پہنچا - اوس نے کہا : جس مرنے والے نے اپنے پیچھے مالک جیسا (بیٹا) چھوڑا ہو وہ مرا نہیں - اگرچہ خزرج بڑی تعداد والے ہیں اور مالک کے اولاد نہیں ہے ہو سکتا ہے کہ وہ خدا جس نے گٹھلی سے کھجور کا درخت نکالا اور پتھروں کے ساتھ گھوڑوں کے سموں کی رگڑ سے آگ نکالی ، مالک کی نسل سے اور بہادر لوگ پیدا کر دے - اے مالک ! مر جانا پسند کرنا مگر کمینہ پن نہ کرنا - سزا سے پہلے سلامت کر لینا (مزا دینے میں جلدی نہ کرنا) ، صابر و مضبوط بننا ، تردد و تہیئہ میں نہ پڑنا - یاد رکھ کہ مر جانا محتاج ہونے سے بہتر ہے اور بدترین پینے والا وہ شخص جو آخری قطرے تک پی جائے اور بدترین کھانے والا وہ ہے جو جلدی جلدی کھائے - اور بہت سی نظریں ایسی ہیں جن سے بینائی کا جاتے رہنا بہتر ہے اور شریف آدمی کی شرافت یہ ہے کہ وہ ان امور کی حفاظت کرے جن کی حفاظت کرنا اس کے ذمے ہے - جس کی تعداد کم ہوگی وہ ذلیل ہوگا جن کی تعداد کثیر ہوگی وہ شکست دے گا - قناعت بہترین سرمایہ ہے ، بدترین محتاجی عاجزی و ذلت ہے - زمانہ میں دو قسم کے دن (آتے ہیں) کبھی تمہارے حق میں اور

۱ - عَذَق : اہل حجاز کی زبان میں عذق کھجور کے درخت کو کہتے ہیں - کھجور کا پودا لگانے کے لیے جو گڑھا کھودا جاتا ہے اسے فقیر کہتے ہیں - پھر جب گٹھلی سے پھوٹ کر پودا نکل آتا ہے تو اسے غَرِيْمَةٌ کہتے ہیں - اس کے بعد وہ وَدِيَّةٌ پھر فَسِيْلَةٌ پھر اشَاعَةٌ کہلاتا ہے پھر جب اتنا اونچا ہو جاتا ہے کہ ہاتھ وہاں تک نہ پہنچ سکیں تو اسے جِبَارَةٌ ، عَضِيْدٌ اور كَتِيْمَةٌ کہا جاتا ہے - اور جب ابھی گٹھلی سے نہ پھوٹا ہو مگر جڑ پکڑ گیا ہو تو اسے قلعۃ اور جَشِيْمَةٌ کہا جاتا ہے - عمان والوں کی زبان میں لمبی کھجور کو عَوَانَةٌ کہا جاتا ہے مگر اور لوگ اسے عَيْشِدَانَةٌ کہتے ہیں (الروض الانف : ۱ : ۱۴۲)

کبھی تمہارے خلاف ، اگر زمانہ تمہارے حق میں ہو تو اترانا نہیں اور اگر تمہارے خلاف ہو تو صبر کرو۔ کیونکہ دونوں حالتیں زائل ہو جائیں گی۔ تو اس شخص پر غالب آسکتا ہے جسے تو دیکھتا ہے اور جسے تو نہیں دیکھتا وہ تم پر غالب آتا ہے۔ اگر موت خریدی جا سکتی تو اس سے اہل دنیا بچ سکتے تھے لیکن اس ضمن میں سب لوگ برابر ہیں۔ خواہ کوئی روشن و درخشندہ شریف ہو خواہ انتہائی کمینہ شخص۔ اور اچانک موت کا آنا مٹھیا یا ہوا کہلانے سے بہتر ہے۔ جس شخص میں پائیداری نہیں وہ کیسے سلامت رہ سکتا ہے۔ بری اولاد مصیبت سے بھی بدتر ہے۔ ہر جمعیت مر جائے گی۔ خدا تجھے زندہ رکھے۔

راوی کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مالک سے اسی قدر نسل پھیلائی جس قدر کہ خزرج کی اولاد کی تعداد تھی یا تقریباً اتنی۔۔۔ اور ان میں سے ایک

[۳ : ۱۷۲] اکثم^۲ بن صیفی التمیمی

ہے۔ میں نے حکام عرب کے بیان میں اس کے لطیف چٹکوں اور فصیح کلام کی چند مثالیں نقل کر دی ہیں۔ یہ مقام اس بات کا

- ۱ - بلوغ الارب میں مفیت ہے مگر لغت کی کتابوں میں یہ لفظ نہیں البتہ مَوَاتُ الْفُؤَاتِ : مَوَاتُ الْفُجَاءَةِ ہے اور یہی معنی یہاں مراد ہیں۔
- ۲ - اکثم بن صیفی بن رباح بن الحارث بن سخاشن بن معاویہ بن شریف بن جروہ بن أسید بن عمرو بن تمیم التمیمی۔ اس نے جب بعثت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سنا تو اس نے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا مگر اس کی قوم نے اسے روک دیا ، اس کے بعد اس کے کہنے پر اس کی قوم کے دو آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور واپس جا کر جو کچھ انہوں نے بیان کیا اس سے اکثم کا سینہ روشن ہو گیا۔ اس پر یہ آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے چل پڑا مگر راستے ہی میں مر گیا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ آیت وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا الْآيَةَ اِذَا نَزَلَ بِرُؤْيَى - اکثم معمر بن میں سے تھا (حاشیہ البیان و التبيين : ۳ : ۲۵۵)

متقاضی تھا کہ اس کا کسی قدر کلام دے دیا جائے۔ (ایسا کلام) جو موتیوں کی لڑی اور ہار میں بھی عیب بتلانے لگے۔ اسی ضمن میں اس کا وہ کلام بھی آتا ہے جو اس نے اپنی قوم کو مخاطب کرتے اور وصیت کرتے ہوئے کہا: اے بنی تمیم! میری نصیحت کو ضائع نہ کر دینا خواہ میری ذات تم میں نہ بھی رہے۔ میری چھاتی اور سینے کے درمیان ایسا کلام ہے جس کے پڑنے کی جگہ میرے نزدیک تمہارے کانوں کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتی اور اس کی قرار گاہ تمہارے دلوں کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتی لہذا اس نصیحت کو تم کان لگا کر سن لو اور یاد رکھنے والے دلوں کے ساتھ اسے قبول کرو اور سمجھو تم اس کے نتیجے کی تعریف کرو گے۔ عشق! بیدار ہے اور عقل سوئی ہوئی ہے، خواہشات بے لگام ہیں دانش مقید ہے، نفس آزاد پھرتا ہے، سوچ اور تدبیر مقید ہے۔ سستی کے باعث اور تدبیر کو ترک کرنے سے دانش مندی تباہ ہوتی ہے۔ جو شخص اوروں سے مشورہ کرے گا اسے ضرور کوئی نہ کوئی راہ بتانے والا مل جائے گا اور جو صرف اپنی رائے پر عمل کرتا ہے وہ ایسے مقامات پر کھڑا ہوتا ہے جہاں سے وہ پھسلتا ہی رہتا ہے۔ جو اوروں کی بات سنے گا اس کی بات بھی سنی جائے گی۔ لالچ کی بجلیوں کے نیچے لوگوں کی قتل گاہیں ہیں، اگر تو مصائب کے مواقع پر غور کرے تو تو دیکھے گا کہ یہ شرفا کی خواب گاہیں ہیں۔ لوگوں کو دیکھ کر عبرت حاصل کرنا یہی ہدایت کا راستہ ہے۔ جو ہموار زمین پر چلتا ہے اسے پھسلنے کا خطرہ نہیں ہوتا۔ حاسد اپنے ہی دل کو تھکاتا ہے۔ اپنے خیالات کو اس میں لگائے رکھتا ہے اور غصہ پیدا کرتا ہے، اس کی سخصرت خود اسی تک محدود رہتی ہے۔ اے بنی تمیم! حلم کے گھونٹ بھرنا اور صبر کرنا

۱۔ العقد الفرید (۳: ۱۲) میں یہ مثال یوں ہے: الرأی نائم و الهوی

يقظان

زیادہ شیریں ہے بہ نسبت اس کے کہ انسان ندامت کا پھل چنے - جس نے اپنے مال کو بچانے کے لیے اپنی عزت کو سامنے رکھا وہ لوگوں کی مذمت کا نشانہ بنا - زبان کے لگائے ہوئے زخم نیزوں کے زخموں سے زیادہ تکلیف دہ ہوتے ہیں - جب تک کوئی کلمہ منہ سے نکل نہ جائے اس وقت تک وہ گرو پڑا ہوا ہوتا ہے - پھر جب نکل جاتا ہے تو نہایت جنگجو شیر اور شعلہ زن آگ ہوتا ہے - عقلمند ناصح کی رائے ایسے رہنما (کا کام کرتی ہے) جو راستے سے نہیں بھٹکتا اور جنگ کے موقع پر رائے کو کام میں لانا نیزہ زنی اور تلوار زنی سے بھی زیادہ کارآمد ہوتا ہے ۔

یزید بن مہلب اپنے خطبوں ، وصیتوں ، دانائی کی باتوں اور نصائح میں اکثم بن صیفی کا طرز اختیار کیا کرتا تھا کیونکہ یہ طرز بلاغا کے طرزوں میں سے بہترین طرز ہے اور فصحا کے اسلوبوں میں سے عمدہ ترین اسلوب ہے - ان میں سے ایک [۳ : ۱۷۳] وصیت وہ ہے جو اس نے اپنے بیٹے مغلد کو اس وقت کی جب اسے جرجان میں اپنا جانشین بنایا اور وہ یہ ہے :

بیٹا ! میں نے تمہیں اس علاقے میں اپنا جانشین بنایا ہے - یمن کے اس قبیلے کی طرف اپنی نظر رکھنا اور ان سے ایسا برتاؤ کرنا جیسا کہ شاعر نے کہا ہے :

إِذَا كُنْتَ مُرْتَادَ الرَّجَالِ لِنَفْسِهِمْ
فَرِشٌ وَأَصْطَنِعٌ عِنْدَ التَّذْيِشِ بِيهِمْ تَرْمِي

جب تو لوگوں کا ان کے اپنے فائدہ کے لیے مطلوب ہو تو تجھے ان کی مدد کرنی چاہیے اور ان لوگوں پر احسان کرنا چاہیے جن کے

۱ - بلوغ العرب ، جمهرة خطب العرب (۱ : ۴۷) میں یجوذ ہے اسے یجوڑا کے ساتھ پڑھیں -

۲ - یہ شعر پہلے گزر چکا ہے اور ابو دؤاد الایادی کا ہے -

بل بوتے پر تو تیر چلاتا ہے

اور ربیعہ کے اس قبیلے پر بھی نظر رکھنا کیونکہ یہ تمہاری طرف دار جماعت اور مددگار ہیں۔ لہذا ان کے حقوق ادا کرتے رہنا۔ تعیم کے اس قبیلے پر بھی نظر رکھنا۔ ان پر بارش برسانا، ان کے سامنے غرور نہ کرنا، انہیں اپنا قرب عطا نہ کرنا، ورنہ وہ اور لالچ کرنے لگ جائیں گے۔ انہیں اپنے سے دور بھی نہ رکھنا ورنہ وہ تعلقات منقطع کر لیں گے اور اس قیس کے قبیلے پر بھی نظر رکھنا کیونکہ عہد جاہلیت میں وہ تمہاری قوم کے ہمسرتھے اور اسلام میں بھی انہوں نے ان کے ساتھ آدھے آدھے منبر تقسیم کر لیے ہیں۔ تمہاری طرف سے انہیں یہی بات خوش کر دیتی ہے کہ تم ان سے خندہ پیشانی سے ملو۔ بیٹا! تمہارے باپ کے کچھ کارنامے ہیں انہیں خراب نہ کر دینا کیونکہ انسان کے لیے یہ بات کافی عیب کی بات سمجھی جاتی ہے کہ وہ اپنے باپ کی کھڑی کی ہوئی عمارت کو منہدم کر دے اور خونریزی کرنے سے بچنا کیونکہ اس کے ہوتے ہوئے کوئی بقا نہیں ہو سکتی۔ لوگوں کی عزتوں کو برا کہنے سے بچنا کیونکہ شریف آدمی اپنی عزت کے عوض کوئی چیز بھی لینے پر راضی نہیں۔ لوگوں کے جسموں کو مارنے سے پرہیز کرو کیونکہ یہ ایک باقی رہنے والی عار اور ایسا کینہ ہے جس کے بدلے کا مطالبہ کیا جاتا ہے، اپنے عاملوں کو ان کی بہادری اور فضیلت کی بنا پر مقرر کرنا نہ کہ محض مرضی کے مطابق۔ کسی کو نااہلی اور خیانت کے سوا کسی اور بنا پر معزول نہ کرنا۔ کسی شخص کو منتخب کرنے سے اس لیے نہ رک جانا کہ کوئی شخص تم سے پہلے اسے منتخب کر چکا ہے کیونکہ تمہیں تو لوگوں کو ان کی ذاتی فضیلت کی بنا پر منتخب کرنا ہے۔ تم ان لوگوں پر احسان کرو جن کی طرف سے قبائل تمہیں جزا دے سکیں۔ لوگوں کو اپنے بہترین آداب پر چلنے کا حکم دینا،

۱۔ اس عبارت کو یوں پڑھیں فامطـرہم و لائـزہ لہم۔ مطرہم بخیر :
اصابہم۔ و الزہو الکبرو الیتیہ زہی کوعینی۔

وہ اپنی جانوں کے ساتھ تمہاری مدافعت کریں گے۔ جب تم کوئی تحریر لکھو تو اسے کئی بار پڑھو۔ میرے اور تمہارے درمیان جو شخص قاصد بنے وہ ایسا شخص ہونا چاہیے جو میری بات بھی سمجھتا ہو اور تمہاری بھی کیونکہ انسان کی تحریر میں اس کی عقل (واضح) ہوتی ہے اور قاصد اس کا راز دار ہوتا ہے۔ میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں کیونکہ الوداع کہنے والے کے لیے خاموش ہو جانا ضروری ہے اور جو کسی کو چھوڑنے جاتا ہے اس کا واپس آ جانا ضروری ہے۔ وہ گفتار جو پاکیزہ ہو اور اس میں کم غلطی پائی جائے وہ تمہارے باپ کو بہت زیادہ محبوب ہے۔ وہ اس پسندیدہ راستے پر اسی طرح چلتا رہا ہے۔۔۔

قیس بن عاصم المنقری

اس کے عمدہ خطبوں اور خوب صورت وصیتوں میں سے اس کی ایک وصیت وہ ہے جو اس نے اپنے بیٹوں کو کہی : بیٹا ! مجھ سے سیکھ لو کیونکہ کوئی شخص مجھ سے بڑھ کر تمہارا خیر خواہ نہیں ہو سکتا۔ جب تم مجھے دفن کر چکو تو اپنے گھر واپس آ کر اس شخص کو اپنا سردار بنا لینا جو تم میں سب سے بڑا ہو کیونکہ جب کوئی قوم اپنے بڑے کو سردار بناتی ہے تو وہ اپنے باپ کی جانشین بنتی ہے اور اگر وہ اپنے میں چھوٹے کو سردار بنائیں تو یہ ان کے لیے اپنے ہمسروں میں بے عزتی کا سبب ہوتا [۳ : ۱۷۴] ہے۔ اللہ کی نافرمانی کرنے اور رشتہ داری کے تعلقات منقطع کرنے سے بچتے رہنا۔ اپنے حاکموں کی اطاعت گزاری پر مضبوطی سے قائم رہنا کیونکہ جسے انہوں نے بلند کر دیا وہ بلند ہو گیا اور جسے انہوں نے ذلیل کر دیا وہ ذلیل ہو گیا۔ دولت و مال کی دیکھ بھال کرتے رہنا کیونکہ شریف انسان کے لیے مال (نیک کاموں پر) اُکسانے والا ہے اور کمینے انسان کی عزت کے لیے ڈھال کا کام دیتا ہے۔ لوگوں کے سامنے دستِ سوال دراز کرنے سے بچنا کیونکہ یہ انسان کے لیے کمائی کا رذیل ترین ذریعہ ہے اس لیے کہ

۱۔ اس لفظ کو اخیر۔ الف پر زبر اور خاء کے نیچے زیر پڑھیں۔ آخر پڑھنا درست نہیں ملاحظہ ہو جمہرة خطب العرب : ۱ : ۲۶۰۔

انسان اس وقت تک سوال نہیں کرتا جب تک وہ کمانا نہیں چھوڑ دیتا۔
نوحہ کرنے سے بچتے رہنا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو اس سے منع فرماتے ہوئے سنا ہے۔ مجھے میرے ان کپڑوں میں
دفن کرنا جن میں نماز پڑھا کرتا اور روزے رکھا کرتا تھا۔
بکر بن وائل کو میرے دفن ہونے کی جگہ کا پتا نہ چلے کیونکہ
عہد جاہلیت میں بھی اور اسلام میں بھی میرے اور ان کے درمیان دشمنی
چلی آئی ہے۔ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں وہ میری وجہ سے تمہارے لیے
سامانِ عار نہ پیدا کریں۔ میری تین باتیں یاد رکھو: کسی کمینہ اصل
شخص کے ساتھ میل جول نہ رکھنا۔ کیونکہ وہ اگر آج تمہیں خوش
کر رہا ہے تو کل تمہیں غم میں بھی ڈال دے گا۔ اپنے غصے کو
دبائے رکھو اور اپنے آباؤ اجداد کے دشمنوں کے بیٹوں سے ہشیار رہو
کیونکہ وہ اپنے آباء کے نہج پر ہی چلیں گے۔ اس کے بعد کہا:

أَحْيَا الضَّغَائِنَ آبَاؤُ لَنَا سَلَفُوا
فَلَمَّا تَبَيَّنَتْ وَ لِلآبَاءِ أَبْنَاءُ

ہمارے گزشتہ آباؤ اجداد نے دشمنیوں کو زندہ کر رکھا ہے لہذا
جب تک ان آباء کی اولاد موجود ہے یہ دشمنیاں فنا نہیں ہو سکتیں

ابن کلبی کہتا ہے: لوگ بیان کرتے ہیں کہ سب سے پہلے یہ شعر
زبیری نے کہا حالانکہ یہ شعر قیس بن عاصم کا ہے۔

اور ان میں سے ایک

عمرو بن کلثوم التغلبي

ہے۔ وہ جس طرح اعلیٰ پایہ کے شعرا میں شمار کیا جاتا تھا
اسی طرح اسے فصیح خطیبوں میں سے بھی گنا جاتا تھا۔ اس سلسلے میں

۱۔ زُبَيْرِي سے مراد عبداللہ بن مُصْعَب بن ثابت بن عبداللہ
بن الزبیر سے ہے۔ کنیت ابوبکر۔ مدنی اور فصیح شاعر ہے۔
الرشید نے اسے مدینے کا حاکم مقرر کیا تھا اور اس سے اس نے بہت
مال حاصل کیا۔ اسے عائد الکلب کہا جاتا تھا (سمط اللالی: ۵۷۰)۔

اس کا کلام عمدہ تھا اور اس کا اسلوب بھی بہت پسندیدہ تھا ، امی ضمن میں اس کا وہ خطبہ ہے جس میں وہ اپنے بیٹوں کو مخاطب کر کے کہتا تھا : بیٹو ! میں نے اس (قدر لمبی) عمر پائی ہے کہ میرے آباؤ اجداد میں سے کسی نے بھی یہ عمر نہیں پائی ۔ آنے والے معاملے سے گریز ممکن نہیں ۔ نیز اس سے بھی گریز ممکن نہیں کہ جو (موت) میرے آباؤ اجداد ، ماؤں اور اولاد پر واقع ہو چکی ہے مجھ پر بھی واقع ہوگی ۔ لہذا جو نصیحت میں تمہیں کرتا ہوں اسے محفوظ رکھو ۔ خدا کی قسم میں نے جس کسی کو کسی بات کا طعنہ دیا اس نے مجھے بھی اسی قسم کی بات کا طعنہ دیا ہے ۔ اگر میں نے سچا طعنہ دیا تھا تو اس نے بھی سچا طعنہ دیا ۔ اگر میں نے غلط طعنہ دیا تھا تو اس نے بھی غلط طعنہ دیا ۔ جس کسی نے گالی دی اسے بھی گالی دی گئی لہذا گالی دینے سے باز رہو اس سے تمہاری عزتیں بہت بچی رہیں گی ۔ رشتہ داری کے تعلقات قائم رکھا کرو ، تمہارے گھر آباد رہیں گے ۔ پناہ گیر کی عزت کیا کرو وہ تمہاری اعلیٰ تعریف کرے گا ۔ چچا کی بیٹیوں کو چچا کے بیٹوں سے بیاہ دیا کرنا اور اگر تم انہیں چھوڑ کر ان کی شادی اغیار سے کرنا چاہو تو ہمسر (تلاش کرنے میں) [۳ : ۱۷۵] کوتاہی نہ کرنا ۔ عورتوں کے گھروں کو مردوں کے گھروں سے دور رکھو کیونکہ اس سے غیر محرموں کو دیکھنے سے نگاہیں باز رہتی ہیں اور مرد زیادہ پاک دامن رہ سکتا ہے ۔ جب آنکھیں چار ہوں گی اور ملاقات ہوگی تو یہ ایک قسم کی بیماری بن جائے گی ۔ جو شخص اوروں کی خاطر اسی طرح غیرت نہیں کھاتا جس طرح وہ اپنی ذات کے لیے کھاتا ہے تو اس میں کوئی بھلائی نہیں ہے ۔ اور بہت کم ایسا ہوا ہے کہ کسی نے کسی کی بے حرستی کی ہو اور پھر اس کی نہ ہوئی ہو ، اپنے قرابت داروں کو دور کے لوگوں کے ظلم سے بچاؤ کیونکہ تمہیں اپنے رشتہ داروں پر ناز

۱ - بلوغ العرب اور جمہرۃ خطب العرب : ۱ : ۳۸ میں تذلل [ذال معجمہ کے ساتھ] ہے مگر میں نے تذلل [ذال معجمہ کے ساتھ] پڑھ کر ترجمہ کیا ہے ۔

ہے ، وہ بھی تم پر اجنبیوں کی ذلت نہ آنے دے گا۔ جب مقتولین کے بارے میں تم میں تنازع پیدا ہو جائے تو تمہارا حق جنگ کرنے کے لیے نہ ہو۔ کیونکہ کئی اشخاص ایسے ہیں جو بذات خود ایک ہزار آدمی سے بہتر ہیں۔ دوستی مخالفت^۲ سے بہتر ہے۔ جب کوئی شخص بات کہے تو اسے یاد رکھو ، اور جب تم کہو تو مختصر کہو۔ کیونکہ بہت باتیں کرنے میں لایعنی باتیں پائی جاتی ہیں۔ فوری موت کا آنا اس نڈھال کر دینے والی بیماری سے بہتر ہے جو دیر تک رہے۔ جب کبھی میں زمانے کی وجہ سے رویا ہوں تو زمانہ اس کے بعد ایک اور مصیبت لے آیا ہے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوا ہے کہ مجھے ایسے شخص نے غم میں ڈال دیا ہے جس کی بات کو میں اہمیت نہ دیتا تھا۔ جب بھی میں کسی خبر پر متعجب ہوا ہوں تو میں نے اس کے بعد کوئی نہ کوئی عجیب بات دیکھی ہے۔ یاد رکھو کہ قوم کا بہادر ترین شخص وہ ہے جو شفیق اور محسن ہو ، اور بہترین موت وہ ہے جو تلواروں کے سایے میں واقع ہو۔ جو شخص غصے کے وقت سوچتا نہیں اس میں کوئی بھلائی نہیں ، اور نہ اس شخص میں کوئی بھلائی ہے جسے کسی بات پر سرزنش کی جائے اور وہ اس سے باز^۳ نہ آئے۔ نہ^۴ اس شخص میں کوئی بھلائی ہے جس کی نیکی کسی کو امید نہ ہو اور نہ اس کے شر سے کسی کو خوف ہو۔ لہذا ایسے شخص کا کم دودھ دینا اس کے کثرت سے دودھ^۵ دینے سے بہتر ہے اور والدین کے

- ۱ - تصحیح جمہرة خطب العرب سے کی گئی ہے۔ بلوغ العرب میں یحمل ہے اسے یحمل پڑھیں۔
- ۲ - اسے خلف پڑھیں جیسا کہ جمہرة میں ہے بلوغ العرب میں حلف ہے۔
- ۳ - أَعْتَبَ عَنْ : انصرف عن۔
- ۴ - جمہرة میں یوں ہے : و من الناس من لا یرجى خیره۔
- ۵ - درہ میں در^۶ یہاں مصدر ہے محاورہ ہے درت الناقۃ بلبنہا : ادرتہ۔

ساتھ اس کا بد سلوکی کرنا اس کے نیک^۱ سلوک سے بہتر ہے۔ کسی سے محبت کرنے میں حد سے نہ بڑھ جایا کرو کیونکہ جو شخص کسی کی محبت میں حد سے بڑھ جاتا ہے اس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ ان میں قبیح قسم کا بغض پیدا ہو جاتا ہے۔ کئی بار ایسا بھی ہوا ہے کہ ایک انسان مجھ سے ملنے کے لیے آیا اور میں اسے ملنے کے لیے گیا، پھر زمانے نے پلٹا کھایا تو میں نے اسے آزما^۲ لیا۔ یاد رکھو حلیم الطبع انسان آفات سے بچا رہتا ہے، اور تلوار زخم لگاتی ہے۔ میں مرا نہیں لیکن بوڑھا ہو گیا ہوں، مجھ میں کمزوری آ گئی ہے لہذا میں خاموش رہتا ہوں، میرا دل کمزور ہو گیا ہے لہذا میں سٹھیا^۳ گیا ہوں، خدا تمہیں سلامت اور زندہ رکھے۔

شعرا نے عرب کے بیان میں میں نے عمرو مذکور کے اعلیٰ خصائل میں سے چند امور کا ذکر کیا ہے۔

— اور ان میں سے ایک

نُعَیم بن ثعلبہ کنانی

ہے۔ یہ حج کے موقع پر لوگوں کو خطبہ دیا کرتا تھا۔ لوگ اس کا حکم سانتے اور تعمیل کرتے۔ جن امور سے وہ انہیں روکتا ان سے باز رہتے تھے۔ یہ پہلا شخص ہے جس نے سپینوں کو آگے پیچھے کیا۔ ابوبکر انباری کہتا^۴ ہے: جب حاجی مینہی سے روانہ ہوتے تو

- ۱ - تصحیح جمہرہ سے کی گئی ہے لہذا اسے بسترہ پڑھیں بلوغ الارب میں سرّہ ہے۔
- ۲ - بَادَہ: جَرَبَہ، وَاخْتَبَرَہ۔
- ۳ - جب بڑھاپے یا مرض یا غم کی وجہ سے کسی کی عقل جاتی رہی تو اَهْتَرَ فلان بولتے ہیں اور اس شخص کو مَهْتَر - [نہا پر فتحہ کے ساتھ] - بولا جاتا ہے اور یہ شاذ الفاظ میں سے ہے۔
- ۴ - ملاحظہ ہو امالی قالی: ۱: ۴ -

بنی کنانہ کا نَعِیم بن ثعلبہ نامی شخص کھڑا ہو کر کہتا : میں [۳ : ۱۷۶] وہ شخص ہوں جس پر کوئی عیب نہیں لگایا جا سکتا اور نہ ہی کوئی میرے فیصلہ کو رد کر سکتا ہے ۔ اس پر لوگ کہتے : ایک مہینے کو پیچھے کر دو ، یعنی محرم کی حرمت کو مؤخر کر کے صفر میں کر دو ، اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ یہ پسند نہیں کرتے تھے کہ مسلسل تین ماہ ایسے آ جائیں جن میں وہ غارت گری نہ کر سکیں کیونکہ ان کی معاش کا ذریعہ ہی غارت گری تھا لہذا وہ محرم کو حلال قرار دے دیتا اور صفر کو حرام ، پھر جب اگلا سال آتا تو محرم کو حرام قرار دے دیتا اور صفر کو حلال ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے **إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ مَهِينُونَ** کو آگے پیچھے کرنا اپنے کفر میں اضافہ کرنا ہے ۔

شاعر کہتا ہے :

أَلَسْنَا النَّاسِيئِينَ عَلَى مَعَدٍ
شُهُورَ الْحَيْلِ نَجْعَلُهَا حَرَامًا

کیا ہم وہی نہیں ہیں جو قبیلہ معد کے لیے حلال مہینوں کو مؤخر کر کے ان کو حرام قرار دیتے تھے

ایک اور کہتا ہے :

وَكُنَّا النَّاسِيئِينَ عَلَى مَعَدٍ
شُهُودَهُمْ الْحَرَامَ إِلَى الْحَيْلِ

اور ہم معد کے لیے ان کے حرام مہینوں کو مؤخر کر کے حلال بنا دیتے تھے

۱ - یہ شعر ابن جنبل الطعان عمیر بن قیس کا ہے (سمط اللالی : ۱۱)

۲ - یہ شعر کمیت بن زید الاخنس الاُسَدي کا ہے (سمط اللالی : ۱۱)

۳ - الحلیل : الحلال ۔

ایک اور کہتا ہے :

نَسَاؤُا الشُّهُورَ بِيهَا وَكَانُوا أَهْلَهَا
مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْعِزُّ لِمَنْ يَتَحَوَّلُ

انہوں نے مکے میں مہینوں کو مُقَدَّم و مؤخر کیا حالانکہ وہ تم سے پہلے وہاں کے رہنے والے تھے اور طاقت بدل کر کسی اور میں نہیں گئی تھی ان اعمال پر بحث کرتے ہوئے جنہیں اسلام نے باطل کر دیا ہے ہم نے نسئی پر مفصل بحث کر دی ہے اور اس مقام پر تھوڑا سا ذکر کرنا ضروری تھا۔

اور ان میں سے ایک

ابو سیارہ العدوانی

ہے۔ یہ قبیلہ^۲ عدوان میں سے تھا اس کا نام عُمَيْلہ بن خالد الأزل تھا۔ یہ عربوں کے مشہور خطبا میں سے تھا۔ اس کا ایک سیاہ گدھا^۳ تھا جس پر چڑھ کر یہ لوگوں کو چالیس سال تک مزدلفہ سے مینیا کی طرف چلایا کرتا تھا اور وہ کہا کرتا تھا : اے تَبِیْر پہاڑ روشن ہو جا تا کہ ہم جانور ذبح کرنے کے لیے دوڑیں اور کہتا : یا خدا میں فروخت کی اشیا بیچنے والا ہوں۔ اگر اس کا کوئی گناہ ہے تو وہ قضاء پر ہوگا۔ خدایا ! کیا وجہ ہے کہ سیاہ گدھے کی وجہ سے لوگ

۱ - یہ شعر امیہ بن الاسکر اللیشی کا ہے بھا میں ضمیر کا مرجع "مکہ" ہے (سوط اللالی : ۱۲)۔

۲ - ملاحظہ ہو العقد الفرید : ۳ : ۲۶۹ : البیان و التبيين : ۱ : ۳۰۷ - ۳۰۸۔

۳ - البیان و التبيين میں ہے کہ اگر ابو سیارہ چاہتا تو وہ عربی گھوڑے یا سُہری اونٹ پر سوار ہو سکتا تھا مگر اپنے زہد اور تقویٰ کی بنا پر گدھے ہی کی سواری کرتا تھا۔

مجھ سے حسد کرتے ہیں۔ مضبوط اونٹ والا ایسا کیوں نہیں کرتا۔
 لہذا (خدایا) ابو سیارہ کو جس سے لوگ حسد کرتے ہیں ہر حاسد کے
 حسد سے جب وہ حسد کرتا ہے بچا اور گرہوں میں پھونک مارنے والی
 (جادو کرنے والیوں) کے سامان (کے شر) سے بچا۔ خدایا! ہماری عورتوں
 کے درمیان محبت پیدا کر دے اور چرواہوں میں بغض ڈال دے
 اور مال ہمارے سخیوں کو ودیعت کر۔

اسی کے متعلق شاعر کہتا ہے :

خَلَّوْا الطَّرِيقَ عَنِّ أَبِي سَيَّارَةَ
 وَعَنِّ مَوَالِيَهُ بَنِي فِزَارَةَ

[۳ : ۱۷۷] ابو سیارہ کا راستہ چھوڑ دو نیز بنو فزارہ کا جو اس کے
 موالی ہیں

حَتَّى يُجِيئَ سَالِمًا حِمَارَةَ
 مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ يَدْعُو جَارَةَ

تاآنکہ وہ صحیح و سلامت اپنے گدھے کو گزار دے (اور وہ) قبلہ رو
 ہو کر اپنے پناہ دہندہ (خدا) کو پکارتا ہے

فَقَدَّ أَجَارَ اللَّهُ مَنِّ أَجَارَةَ

جس کو اس نے پناہ دے دی اسے اللہ نے پناہ دے دی

خالد بن صفوان اور فضل بن عیسیٰ الرقاشی ٹٹو پر سوار
 ہونے کے مقابلے میں گدھے پر سوار ہونا اختیار کرتے تھے اور اس میں
 ابو سیارہ کی تقلید کرتے تھے۔

۱ - خالد بن صفوان : خالد بن صفوان بن عبد اللہ بن الہتم - یہ بہت
 بڑا خطیب تھا - ہشام کے دربار میں آیا تھا ، یہ اکثر اپنی بیویوں
 کو طلاق دے دیتا تھا -

۲ - فضل بن عیسیٰ : فضل بن عیسیٰ بن ابان الرقاشی الواعظ البصری -
 معتزہ اور قدری تھا -

اور ان میں سے ایک

الحِثُّ بن ذبیان بن لُجأ بن مُنہب الیمانی

ہے۔ یہ اپنے زمانے میں عربوں کے مشہور اور فصیح خطیبوں میں سے تھا۔ اس کا کلام عمدہ کلام تھا جس سے یہ مجلسوں اور بڑے بڑے اجتماعوں اور نہایت مشکل امور میں کام لیتا تھا۔

ابوبکر بن دریدہ نے اپنی سند سے جو ابن الکلبی تک جاتی ہے اور ابن الکلبی اپنے باپ سے روایت کرتا ہے، بیان کیا ہے۔ وہ کہتا ہے : کہ طریف بن العاصی السدوسی اور وہ طفیل ذوالنورین بن عمرو بن طریف کا دادا ہے اور الحِثُّ بن ذبیان بن لُجأ بن مُنہب اور الحِثُّ سَعَمَرین میں سے ہے۔ کسی حمیری چھوٹے بادشاہ کے پاس اکٹھے ہوئے اور انہوں نے ایک دوسرے سے مقابلہ فخر کیا۔ اس پر بادشاہ نے حارث سے کہا : بتاؤ کیا وجہ ہوئی کہ تم اپنی قوم سے نکل کر نمر بن عثمان سے جا ملے۔ حارث نے کہا : اے بادشاہ میں آپ کو

۱۔ ملاحظہ ہو امالی قالی : ۱ : ۱ تا ۷۶۔

۲۔ طفیل : یہ صحابی ہیں۔ نسبناہ یوں ہے۔ طفیل بن عمرو بن طریف بن العاصی بن ثعلبہ بن سلیم بن فہم السدوسی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ میری قوم میں زنا عام ہے۔ ان کے لیے بد دعا کیجیے۔ مگر آپ نے فرمایا : خدایا ! دوس کو ہدایت کر۔ اس نے عرض کیا : یا رسول اللہ میرے لیے کوئی نشانی دے دیجیے جس سے ان کو ہدایت ہو۔ آنحضرت نے اس کے لیے نور کی دعا فرمائی۔ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان سے نور اٹھنے لگا۔ پھر یہ نور آنحضرت کی دعا سے طفیل کے کوڑے کے کنارے پر آ گیا (سطح اللالی : ۲۵۱)۔

بتاتا ہوں۔ ہماری قوم کے دو دوغلے شخص بکریاں چرانے کے لیے نکلے دونوں نے ایک دوسرے پر تلوار سے حملہ کیا۔ ان کے آدمی نے ہمارے آدمی کی ایڑی پر تلوار ماری، تلوار کی چوٹ سے زخم خراب ہو گیا اس سے اس کا بہت سا خون نکلا حتیٰ کہ وہ نڈھال ہو کر مر گیا۔ انہوں نے ہم سے کہا کہ تم اپنے آدمی کا اتنا خون بہا لے لو جتنا کہ ایک دوغلے کا ہوتا ہے اور یہ خالص عربی کے خون بہا کا نصف ہوتا ہے۔ مگر میری قوم نے اس قدر خون بہا لینے سے انکار کر دیا۔ ہم ان سے افضل تھے لہذا ہم نے کہا کہ ہم تو خالص عربی کا خون بہا لیں گے۔ انہوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ ہم تو دوغلے کا ہی خون بہا دیں گے۔ ہمارے دوغلے کا نام دُھَین بن زَبْرَاء تھا اور ان کے آدمی کا نام عَنقَش بن مَسْہِرْہ تھا۔ یہ بھی سیاہ رنگ کی تھی۔ معاملہ بڑھتے بڑھتے شدت اختیار کر گیا تو ہم میں سے ایک نے کہا :

حَاوُْمَکُمْ، یَا قَوْمِ۔ لَا تَعْزِزْ بُنْتَهَا
وَلَا تَنْطَعُوا أَرْحَامَکُمْ بِالْتَدَابُرِ

[۳ : ۱۷۸] اے میری قوم تم اپنی عقلوں کو اپنے سے دور نہ کر دو تم باہمی دشمنی کی وجہ سے رشتہ داری کے تعلقات کو منقطع نہ کرو

وَأَدُّوْا إِلَى الْأَقْوَامِ عَقْلَ ابْنِ عَمِيَّتِهِمْ
وَلَا تُرْهِقُوْهُمُ سُبَّةً فِی الْعَشَائِرِ

ان لوگوں کو ان کے چچا زاد بھائی کا خون بہا ادا کر دو اور قبائل کے درمیان ان کو ذلیل و خوار نہ کرو

فَتَانٌ ابْنُ زَبْرَاءِ السَّيِّدِ فَيَادَلَمُ يَكُنْ
بِيدُونِ خَلِيفِ أَوْ أُسَيْدِ بْنِ جَابِرِ

کیونکہ مرنے والا زبراء کا بیٹا خلیف اور اسید بن جابر سے کم نہ تھا

فَإِنْ لَمْ تَعْطُوا الْحَقَّ فَالسَّيْفُ بِئْسَ مَنًا
وَبَيْنَكُمْ، وَالسَّيْفُ أَجْوَرُ جَسَائِرِ

اگر تم حق پر نہ چلو گے تو پھر ہمارے اور تمہارے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی اور تلوار نہایت ہی ظالم چیز ہے

یہ لوگ ہمارے حسد کی وجہ سے ایک دوسرے کے معاون ہو گئے ، لہذا ہمارے عقلمند لوگوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ ہم قبیلہ ازد میں سے کسی نہایت طاقتور قبیلے کے ساتھ جا ملیں - چنانچہ ہم النمر بن عثمان کے ساتھ جا ملے - خدا کی قسم ہم ان کے یہاں سے چلے جانے کی وجہ سے کمزور نہیں ہوئے ، اور ہم نے اپنے آدمی کے خون کا بدلہ انہیں ذلیل کر کے لے لیا ، اس پر طریف بن العاصی اپنی جگہ سے اچھلا اور آ کر حارث کے بالمقابل بیٹھ گیا - پھر کہا : خدا کی قسم جو باتیں میں نے آج سنی ہیں ان سے زیادہ سچائی سے دور اور ان سے زیادہ غلطی کے قریب اور فحش کلامی کی زیادہ سبب بننے والے باتیں نہیں سنیں ، خدا کی قسم اے بادشاہ ! انہوں نے اپنے دوغلے شخص کے بدلے میں نہ تو بکری کا لیلا قتل کیا ہے ، نہ کسی منزل پر چڑھے ہیں ، نہ ہی ان کو اس کے بدلے میں خون بہا دیا گیا ہے ، اور نہ ہی انہوں نے اس کے بدلے میں گوگل کا درخت بھی گرایا ہے - انہیں خوف نے ان کے اصلی مقام سے نکالا ہے - اپنی فرودگاہ سے ان کو جلاوطن کیا ہے ، یہاں تک کہ اپنی قبیلت اور ذلت کی وجہ سے انہوں نے اپنے وطن سے اکھڑ جانے کی سختی کو معمولی سمجھا اور تنگ ترین جائے پناہ میں جا کے پناہ لے لی - اس پر حارث نے کہا : اے طریف ! کیا تو سن رہا ہے - خدا کی قسم میرا خیال نہیں کہ جب تک میں تجھ پر ایسا حملہ نہیں کرتا جو تمہاری سرکشی کو روکے رکھے اور تمہیں سرکشی سے باز رکھے اور تمہاری جلد بازی کو توڑ دے اور تیزی کو مغلوب کر دے اس وقت تک تو اپنی زبان کی تیزی کو روکنے والا نہیں ہے اور نہ ہی اپنے حملوں کی چستی کو باز رکھنے والا ہے - اس پر طریف

بولا : اے جابر ! ذرا ٹھہر جاؤ۔ میری تیز دوڑ کی پچھاڑ میری زبان کی تیزی ، میرے نیزے کی نوک کی تیز دھار اور میرے نیزے کے داغ کے سامنے نہ آؤ ورنہ تمہاری مثال اونٹ کے پاؤں کے اس نچلے حصے کی طرح ہو گی جسے روندنا جاتا ہے اور دم کی اس جڑ کی طرح ہو گی [۳ : ۱۷۹] جسے کاٹ دیا جاتا ہے۔ اس پر حارث نے کہا : کیا تو مجھ سے ایسے الفاظ کے ساتھ مخاطب ہو رہا ہے۔ خدا کی قسم اگر میں تجھے روند دوں تو تجھے زمین کے اندر دہانس دوں ، اگر تجھے توڑوں تو ہلاک کر ڈالوں ، اگر تجھے پھونک ماروں تو مار ہی ڈالوں۔ اس پر طریف نے مثلاً یہ شعر پڑھا :

۲ "وإن كَلَامَ الْمَرْءِ فِي غَيْرِ كُنْهِهِ
لَكَ النَّبِيلُ تَهْوِي لَيْسَ فِيهَا نَيْبَالُهَا

انسان کا ایسی بات کہنا جس میں کوئی حقیقت نہ پائی جائے اس نیر کی طرح ہے جو گرتا تو ہے مگر اس میں بھال نہیں ہوتی

خبردار ! قسم ہے ان بتوں کی جنہیں حجاب میں رکھا گیا ہے اور ان پتھروں کی جنہیں (عبادت کے لیے) گاڑا گیا ہے اگر تو اپنے لنگڑے پن کے باوجود رکے گا نہیں اور اپنے صحیح مرتبے پر ٹھہرے گا نہیں تو میں تیری سخت زمین کو ہموار زمین بنا دوں گا اور تیرے گہرے پانی کو کم گہرا کر دوں گا اور تیری چٹان کو دلدل بنا

۱ - آفت تشک : استکب -

۲ - یہ شعر ہبیرہ بن ابی وہب مخزومی کا ہے (البیان و التبیین : ۳ : ۲۰۳) جاہظ نے کلام المرء کی بجائے مقال المرء دیا ہے مگر جلد ۲ : ۲۹۱ پر پھر کلام المرء ہی ہے۔ ہبیرہ ام ہانٹی بنت ابی طالب کا خاوند تھا۔ ام ہانٹی تو مسلمان ہو گئی تھی مگر یہ شرک پر قائم رہا تھا۔ ہبیرہ عربوں کے شہسواروں میں سے تھا۔ (الاشتقاق : ۹۵) -

دوں گا۔ حارث بولا: خدا کی قسم! اگر تو ایسا ارادہ کر لے تو تجھے (پہاڑ پر سے پھینک کر) دامن کوہ میں مٹی میں لوٹ پوٹ کیا جائے گا، تجھے تیرے اپنے ہی تھوک سے اچھوں دلایا جائے گا، وسیع زمینیں تیرے لیے تنگ ہو جائیں گی، تیرے تمام وسائل منقطع ہو جائیں گے اور تو زمین پر اس پھینکی ہوئی چیز کی طرح ہو جائے گا جسے مٹی اڑانے والی ہوائیں ایسی ہموار زمین میں جس کے نشانات مٹ چکے ہوں ایک دوسرے کو تجھے کے طور پر دیتی ہیں۔ پھر طریف نے کہا: جو بات تیرے دل میں آئی ہے (یہ جب پوری ہو سکے گی جب اس سے پہلے) بہادروں کی تلواروں کی جنگ ہو لے، خوفوں کے حوضوں کو (تو عبور کر لے) اور ایسا تیز ریلا (روک لے) جس کے ہوتے ہوئے نرم خوئی کے لیے جھکنا ممنوع ہو۔ یہ من کر بادشاہ نے کہا: بس کرو جیسا میں نے آج ان دو شخصوں کا کلام دیکھا ہے ایسا میں نے کبھی نہیں دیکھا کیونکہ انہوں نے نہ تو گالی دی ہے نہ (ایک دوسرے کی) عیب جوئی کی ہے، نہ تہمت تراشی کی ہے اور نہ کوئی بھاری الزام لگایا ہے۔ ان الفاظ کی تشریح طویل ہے جو شرح کو معلوم کرنا چاہے وہ لغت^۲ کی کتابوں کی طرف رجوع کرے۔

اب لیجیے اسلام کے ابتدائی زمانے کے خطبے

تو یہ غایت درجے کے فصیح ہیں اور انتہائی کامل اور بلیغ ہیں، اور جو ادبی کتابیں لوگوں میں رائج ہیں ان میں خلفائے راشدین [۳: ۱۸۰] اور دیگر لوگوں کے بہت سے ایسے خطبے پائے جاتے ہیں جن کو دیکھ

-
- ۱۔ بلوغ الارب میں رُمت^۱ ہے۔ اسے رُمت پڑھیں جیسا کہ امالی قالی میں ضبط کیا گیا ہے۔
 - ۲۔ ابو علی قالی نے الفاظ کی تشریح بھی درج کی ہے ملاحظہ ہو امالی: ۱: ۴۳-۴۶۔

کر (بڑے بڑے) عقلمند بھی متحیر اور متعجب ہو جاتے ہیں۔ یہ خطبے حکمتوں اور اسرار پر مشتمل ہیں، ان میں وہ باتیں پائی جاتی ہیں جو دنیا اور دارالقرار آخرت دونوں کی بھلائی کی باعث بنتی ہیں، ایسے کلمات ہیں جو انسان کو اللہ کی رضامندی کے قریب کر دیتے ہیں اور ہلاکت کے گھر سے دور کر دیتے ہیں۔ کتاب نہج البلاغہ کو ہی لیجیے جس کے اندر امام علی بن ابی طالب سلام اللہ علیہ کے خطبے ہیں اور وہ عبارتیں ہیں جو کلام السہی کے نور سے اخذ کی گئی ہیں اور وہ سورج ہے جو گفتار نبوی کی فصاحت سے روشن ہوتا ہے۔ اسی طرح قرن ثانی کے لوگوں کو لیجیے وہ بھی خالص عربوں سے کم فصیح نہیں ہیں اور نہ ان خطیبوں سے۔

ابوبکرؓ نے اپنی سند سے جو ابن الکلبی تک جاتی ہے روایت کیا ہے اور ابن الکلبی نے اپنے باپ سے۔ وہ کہتا ہے: جب عبد الملک نے مُصْعَب بن السُّبَیْر کو قتل کیا تو کوفے گیا اور منبر پر چڑھا، اللہ کی حمد و ثنا کی، نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا۔ پھر کہا: لوگو! جنگ مشکل اور کڑوی ہوتی ہے، اور صلح امن ہے اور مسرت، جنگ نے ہمیں دھکیلا اور ہم نے اسے دھکیلا، لہذا ہم جنگ کو پہچان گئے اور اس سے مالوف ہو گئے، چنانچہ ہم اس کے

۱۔ کشف الظنون میں ہے: ابن خلکان کہتا ہے کہ لوگوں میں اس بات میں اختلاف پایا ہے کہ نہج البلاغہ کا جامع شریف ابو قاسم علی بن طاہر المرتضیٰ المتوفی ۵۳۶ھ ہے یا اس کا بھائی الشریف الرضی البغدادی۔ بعض نے اس کتاب کو علی رضی اللہ عنہ کا کلام تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے۔ ذہبی میزان الاعتدال میں کہتا ہے: نہج البلاغہ کے مطالعے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ علی رضی اللہ عنہ پر اتہام ہے کیونکہ اس میں ابوبکر اور عمر کو صریح گالیاں دی گئی ہیں۔

۲۔ ملاحظہ ہو امالی قالی: ۱: ۱۱ - ۱۳۔

بیٹے ہیں اور یہ ہماری ماں ہے۔ لوگو! ہدایت کے طریقوں پر قائم رہو، تباہ کرنے والی خواہشات کو چھوڑ دو، اور مسلمانوں کی جماعتوں سے الگ رہنے سے بچو، ہمیں ان اعمال کے کرنے کی تکلیف نہ دو جو مہاجرین اولین کے اعمال تھے، تمہیں تو ان کے اعمال کا علم بھی نہیں ہے، میرا خیال نہیں کہ نصیحت کرنے کے بعد بھی تم میں شرارت کے سوا کسی اور چیز کا اضافہ ہوگا۔ تمہارے سامنے عذر پیش کر دینے اور حجت قائم کر دینے کے بعد سزا کے سوا کسی اور چیز کا ہرگز اضافہ نہیں ہو سکتا، لہذا آج کے بعد تم میں سے جو چاہے پھر سے ویسی باتیں کر دیکھے۔ میری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے قیس بن رفاعہ نے کہا ہے:

سَنَ ۲ يَصْطَلُ بِنَارِي ۱ بِإِلَّا ذَنْبِي وَلَا تِرَّةِ
يَصْطَلُ ۳ بِنَارِ كَرِيمٍ غَيْرِ غَدَّارِ

- ۱ - بلوغ العرب اور امالی (۱ : ۱۲ اور ۲۵۴) میں قیس بن رفاعہ ہی ہے مگر ابو عبید بکری (سمط اللالی : ۵۶) کہتا ہے کہ صحیح نام ابو قیس بن رفاعہ ہے اور ابو قیس کا اصلی نام دثار ہے۔ مزید بحث کے لیے ملاحظہ ہو سمط اللالی مع حاشیہ از میمن۔ بکری لکھتے ہیں کہ ابو قیس یہودیوں کے شعرا میں سے تھا اور وہ ربیع بن ابی الحقیق النضیری اور اسی قسم کے دیگر شعرا کے طبقے میں سے ہوا ہے اور بکری کے خیال میں وہ جاہلی شاعر ہے۔
- ۲ - بکری اس کی تشریح یوں کرتے ہیں: يقول من صلبی بناری ای من جاورانی و لثم یکن لی عنده ترة ولا اذنب علی ذنبا صلبی بناری کریم لا یغدر جارہ ولا یخفی ذمته، والنار تضرب مثلاً للمجاورة..... يقول: انہ لا یتک و تراً و لا یحلم عنہ ولا یقتصر فیہ۔
- ۳ - بلوغ العرب اور امالی میں اسی طرح ہے مگر سمط اللالی (۵۶) میں یصلی ہے۔

جو شخص بغیر جرم اور بغیر گینے کے میری آگ کو سینکے گا
وہ ایک شریف اور دھوکا نہ کرنے والے انسان کی آگ سینکے گا

آنَا النَّذِيرُ لَكُمْ مِثِّي مُجَاهِرَةٌ
كُتِي لَأَلَامَ عَلَيَّ نَهْشِي وَ اءَنْذَارُ

میں اعلانیہ تمہیں تنبیہ کرتا ہوں تاکہ پھر کوئی مجھے
اس بات پر ملامت نہ کرے کہ میں نے منع کیوں نہ کیا تھا یا
تنبیہ کیوں نہ کر دی تھی

فَأِنْ عَصَيْتُمْ مَقَالِي الشِّوْمَ فَاَعْتَرِفُوا
أَنْ سَوْفَ تَلْتَقُونَ خِزْيًا ظَاهِرَ الشُّعَارِ

[۳ : ۱۸۱] اگر آج تم میری بات نہ مانو گے تو یاد رکھو
کہ عنقریب تمہیں ایسی رسوائی سے دو چار ہونا پڑے گا جس کی
عار سب پر واضح ہوگی

لَتَرْجِعُنَّ أَحَادِيثًا مُلْعَنَةً
لنَهْوِ الْمُقِيمِ وَ لِنَهْوِ السَّارِي

(پھر) تم دور کی مذموم قصے کہانیاں بن جاؤ گے جو ہر مقيم اور
ہر رات کے مسافر کے لیے دل بہلانے کی چیز ہوگی

- ۱ - بلوغ الارب میں نہی ہے تصحيح امالی اور سمط اللالی سے کی گئی ہے۔ بکری کہتا ہے کہ یہاں ترك کا لفظ محذوف ہے اور مراد ترك نہی وانذار ہے اور پھر اس کی اور مثالیں بھی دی ہیں ملاحظہ ہو سمط اللالی : ۵۳ - ۵۴ اور ۵۷ -
- ۲ - تصحيح امالی اور سمط اللالی سے کی گئی ہے۔ بلوغ الارب میں انداری ہے۔

- ۳ - بکری کہتا ہے : لَتَرْجِعُنَّ احاديثا ملعنة : ای مذمومة۔
مُبَعَّدَةٌ۔

مَنْ كَانَتْ فِيهِ نَفْسُهُ حَوَّجًا يُبَطِّئُهَا
عَيْنُهُ فَأَنْتَيْ لَهَا وَهْنٌ بِأَصْحَارِ

جس کسی کے دل میں کوئی حاجت ہو جسے وہ مجھ سے
حاصل کرنا چاہتا ہو (تو آئے کر لے) کیونکہ میں تو کھلے میدان
میں نکلنے کا شائق ہوں

أَقْبِيئُمْ عَوَّجَتَهُ، إِنَّ كَانَتْ ذَاعِي وَجَّ
كَمَا يُقْوَمُ قِدْحَ النَّبْشَعَةِ الْبَارِي

اگر اس میں کجی ہوگی تو میں اس کی کجی کو دور کر کے
اسی طرح سیدھا کر دوں گا جس طرح تراشنے والا نبع درخت کے
تیر کو سیدھا کرتا ہے

وَصَاحِبُ الشُّوْثِ لَيْسَ الشَّهْرُ مُدْرِكُهُ
عَيْنُهُ وَأَنْتَيْ لَهَا لَأَوْ تَارِي

کوئی کینہ جو مجھ پر کبھی اپنا کینہ نکال نہیں سکتا حالانکہ میں
اپنے کینے خوب نکالتا ہوں

ابوبکر نے یہ بھی روایت کیا ہے کہ ^۳جعفر بن سلیمان نے کسی
بدوی کو کسی چشمے کا حاکم بنا دیا۔ اس بدوی نے جمعے کے دن خطبہ
دیا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد کہا: حمد و ثنا کے بعد واضح رہے
کہ دنیا ایسا گھر ہے جس کے ذریعے ہمیں آخرت کو پہنچنا ہے، اور
آخرت دار قرار ہے۔ لہذا تم اس گزر گاہ سے اپنی قرار گاہ کے لیے (زاد) لے

۱۔ بکری نے یوں تشریح کی ہے: فإني له رهن بأصْحَارِ: ای لا استتر
عند ولا أتحصن بل ابدؤ له في البرار و أصْحِيرُ اليه
في الفضياء السهيل -

۲۔ اس خطبے کے لیے ملاحظہ ہو امالی قالی: ۱: ۲۵۰

۳۔ جعفر بن سلیمان: جعفر بن سلیمان بن علی بن عبد اللہ بن العباس بن
عبدالمطلب مراد ہے جو السفّاح اور المنصور کا چچا تھا۔

لو اور اس خدا کے سامنے جس سے تمہارے اسرار مخفی نہیں ہیں اپنی پردہ دری نہ کرو اور بیشتر اس کے کہ تمہارے بدن اس دنیا سے نکل کر چلے جائیں تم اپنے دلوں کو اس سے نکال لو۔ تم اسی دنیا میں زندگی گزارو گے مگر تمہیں کسی اور (گھر) کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ جب کوئی شخص مر جاتا ہے تو لوگ کہتے ہیں : اس نے کیا کچھ چھوڑا ہے ؟ اور فرشتے کہتے ہیں : اس نے کیا کچھ آگے بھیجا ہے ؟ خدا تمہارے آباہ کا بھلا کرے۔ کسی قدر مال آگے بھیجا کرو یہ تمہارا (اللہ پر) قرض ہوگا۔ سارے کا سارا مال پیچھے نہ چھوڑا کرو یہ تمہارے لیے بار بنے گا۔ میں یہ الفاظ کہتا ہوں اور اللہ سے اپنے لیے بھی اور تمہارے لیے بھی معافی کا خواہاں ہوں۔“

اور ابوبکرؓ نے روایت کیا ہے وہ کہتا ہے کہ ابو عثمان نے تہذیب سے اور اس نے ابو عبیدہ سے روایت کیا ہے اور وہ کہتا ہے کہ امامور حارثی اپنی قوم کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ اس نے آسمان اور ستاروں کی طرف دیکھا پھر دیر تک سوچتا رہا ، اس کے بعد کہا : میری طرف متوجہ ہو جاؤ اور اپنے دلوں کو میری طرف مائل کر دو اسی طرح میری نصیحت کارگر ہو سکتی ہے۔ تمہاری نفسانی خواہشات کو تمہارے خوشیاں منانے نے بلند کر دیا ہے اور گدلا پن تمہارے دلوں پر غالب آ چکا ہے۔ جہالت نے تمہاری نگاہ کو تاریک کر دیا ہے۔ جو کچھ ہم^۳ دیکھتے ہیں اس میں عبرت حاصل کرنے والوں کے لیے عبرت ہے۔ زمین پست ہے اور

- ۱ - اس خطبے کے لیے ملاحظہ ہو امالی قالی : ۱ : ۲۶۹ - ۲۷۰
- ۲ - تصحیح امالی سے کی گئی ہے۔ بلوغ الأرب میں الامون العارثی ہے۔ یہ جاہلیت میں کاہن تھا اور بنی العارث بن کعب بن عمرو بن علیہ بن جلد بن مذحج میں سے تھا۔ اس کے اصلی نام میں بہت اختلاف ہے ملاحظہ ہو البیان و التبيين : ۱ : ۳۶۲
- ۳ - بلوغ الأرب میں فیما یری ہے اسے فیما نری پڑھیں جیسا کہ امالی میں ہے۔

آسمان بلند - سورج طلوع بھی ہوتا ہے اور غروب بھی ، اور ستارے رات کو چلتے ہیں پھر مخفی ہو جاتے ہیں - مہینوں کے ابتدائی حصے چاند نکالتے ہیں اور آخری حصے اس کو مٹا دیتے ہیں - بیوقوف مالدار ہے اور ہوشیار^۲ و دُرّاک کم مال^۳ والا ہے - نوجوان عین جوانی^۴ میں مر جاتا ہے اور نہایت بوڑھا آدمی پیچھے^۵ رہ جاتا ہے - کوچ کر کے چلے جانے والے واپس نہیں آتے اور جنہیں ٹھہرایا گیا ہے وہ آگے نہیں بڑھتے - بارش کو [۳ : ۱۸۲] ایک اندازے کے مطابق چھوڑا جاتا ہے ، جس سے گھاس اور نباتات^۶ زندہ ہو جاتی ہے اور درختوں کے پتے اور پھلوں کے شگوفے نکل آتے ہیں ، اور پھول اُگتے ہیں اور سخت پتھر^۷ سے پانی پھوٹتا ہے پھر وہ مٹی کے ڈھیلوں کو پھاڑ کر قسم قسم کی سبزیاں نکالتا ہے - پھر وہ مخلوق کو زندہ کرتا ہے اور چوپایوں کا پیٹ بھرتا ہے اور بھیڑ بکریوں کو نشو و نما دیتا ہے - ان تمام امور میں مُدَبِّر اور مُقَدِّر (خدا پر) واضح دلائل پائے جاتے ہیں جو پیدا کرنے والا اور شکل عطا کرنے والا ہے - اے بھاگنے والی عقلو اور بھڑک اٹھنے والے دلو تم کدھر بہکے ہوئے پھر رہے ہو ، اور تم کس راہ کے متعاق حیران و سرگردان ہو اور تم کس حیرت میں مارے مارے پھر رہے ہو اور تم کس غایت کی طرف تیزی سے جا رہے ہو - اگر دلوں سے پردے اٹھا دیے جائیں اور آنکھوں کے سامنے سے پردے دور ہو جائیں تو شک (کا پردہ) پھٹ جائے اور

- ۱ - نُحُور نحر کی جمع ہے - نَحْر النہار و الشہر اَوَّلُہ
- ۲ - بلوغ الارب میں قَوْل ہے اسے حُوقَل پڑھیں جیسا کہ امالی میں ہے -
- ۳ - اسے مُکَثِّر پڑھیں بلوغ الارب میں مکدر ہے اَکَثْرَى الرَّجُل : قَل مَالہ
- ۴ - اسے مُخْتَضِر پڑھیں خضرة سے ہے -
- ۵ - غبر : یہاں اس کے معنی مَسَكْت کے ہیں - بِحِجْمَةِ اَثْرَى اس کے معنی "مضی" کہے ہیں وہ غلط ہیں -
- ۶ - بشر جمع بشرة کی گھاس اور سبزیاں -
- ۷ - الاَبْر : ٹھوس اور سخت -

یقین ظاہر ہو جائے اور وہ شخص جس پر گمراہی غالب آ چکی ہے وہ جہالت کے نشے سے (جاگے اور) ہوش میں آ جائے۔
ہم نے عمدہ خطبوں اور عربوں کے اچھے کلام میں سے جس قدر درج کر دیا ہے اگرچہ یہ میٹھے سمندر کا ایک قطرہ اور سینے کے ہار کا ایک یکتا موتی ہے مگر اس مقام کے لیے کافی ہے اور ہمارے مقصود اور ہماری غرض کو پورا کر رہا ہے۔

علم الانساب

یہ وہ علم ہے جس کے ذریعے لوگوں کا نسب معلوم کیا جاتا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں اس علم کے ضبط کرنے اور جاننے کے معاملے میں عرب بڑا اہتمام کیا کرتے تھے کیونکہ یہ باہمی الفت اور باہمی مدد کا سبب تھا۔ اور عربوں کو اس امر کی سب سے زیادہ ضرورت تھی کیونکہ وہ پھیلے ہوئے قبائل اور مختلف جماعتوں میں بٹے ہوئے تھے۔ جنگوں کی آگیاں ان کے مابین مسلسل بھڑکتی رہتی تھیں۔ غارت گری کی آگ روشن رہتی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے اپنے آپ کو ہر اس بادشاہ سے محفوظ کر رکھا تھا جو ان کو مغلوب کر لینا چاہتا اور انہیں دوسروں کی اذیت سے بچانے رکھتا۔ لہذا انہوں نے اپنے نسب ناموں کو محفوظ رکھا تاکہ وہ اپنے دشمنوں کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کر سکیں اور ان لوگوں کے خلاف ایک دوسرے کے معاون و ناصر بنیں جو ان کی مخالفت یا دشمنی کریں۔ کیونکہ قرابت داری کا میلان اور رشتہ داروں کی حمیت دونوں ایسی چیزیں ہیں کہ باہمی نصرت اور الفت کا سبب بنتی ہیں اور ایک دوسرے کی مدد کرتی اور فرقت سے روکتی ہیں۔ اس کا باعث یہ غیرت تھی کہ کہیں اجنبی لوگ ہمارے قرابت داروں پر غالب نہ آ جائیں اور یہ خیال کہ دور کے اجنبیوں کے تسلط کے خلاف مدافعت کی جائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا : رشتہ داری جب ایک دوسرے کے قریب ہوگی تو باہمی محبت پیدا ہوگی ، اور عربوں کو اپنے نسب کی الفت کی وجہ سے طاقتور کے خلاف مدد

حاصل ہوئی اور انہیں قوت بہم پہنچی۔ اس سے ان کی عالی مرتبہ بزرگی [۳ : ۱۸۳] کے پہلو کو مضبوطی حاصل ہوئی۔ جب اللہ کے نبی لوط علیہ السلام نے دیکھا کہ ان کی مدد کرنے والا کوئی قبیلہ نہیں ہے تو انہوں نے اپنے آپ کو معذور قرار دیا اور جن لوگوں کی طرف انہیں نبی بنا کر بھیجا گیا تھا ان سے کہا ”لَوْ اَنْ لِّیْ بِکُمْ قُوَّةٌ اَوْ اَوْیْ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ“ کاش مجھ میں تمہارے مقابلے کی طاقت ہوتی یا میں کسی مضبوط رکن کے پاس پناہ لے سکتا۔ ان کی مراد ایسے قبیلے سے تھی جو آپ کی حفاظت کر سکتا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے : ان کے بعد اللہ تعالیٰ نے جو نبی بھی بھیجا ہے وہ قوم کے صاحب ثروت لوگوں میں سے بھیجا ہے (یا ان لوگوں میں سے بھیجا ہے جن کی تعداد زیادہ تھی)۔ اور وہب کہتے ہیں : فرشتوں نے لوط سے آ کر کہا تمہارا (معمد علیہ) رکن (خدا) مضبوط اور طاقتور ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ کسی شخص کو قبیلے سے الگ تھلگ نہیں رہنے دیتے تھے تاآنکہ آپ اسے کسی قبیلے کے ساتھ نہ ملا دیتے جس میں سے اسے شہار کیا جانے لگتا۔ ان تمام باتوں میں باہمی الفت کی ترغیب پائی جاتی ہے اور علاحدہ رہنے سے منع کیا گیا ہے۔ اسی لیے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے : جس کسی نے کسی قوم کی تعداد زیادہ کی وہ انہی میں سے ہے۔ باوصف اس کے باہمی الفت کے لیے نسب کی اہمیت واضح تھی پھر بھی بعض اوقات ایسے حادثات پیش آ جاتے تھے جو اس سے مانع آتے تھے اور اس جدائی کا سبب بنتے جو الفت کے منافی ہے۔ لہذا نسب کا حال بیان کرنا ہمارے لیے ضروری ہو گیا اور ان اسباب کا ذکر کرنا ضروری ہو گیا جن سے وہ دو چار ہوتے تھے۔

بہر حال تمام کے تمام نسب تین قسموں میں منقسم ہیں۔ ایک قسم والدوں کی، ایک مولودوں کی اور ایک تعلقداروں کی۔ ہر قسم میں نیک برتاؤ اور صلہ رحمی کا ایک (بلند) رتبہ (حاصل) ہے۔ اسی طرح ایک (ایسا) حادثہ (بھی) ہے جس کے پیش آ جانے سے عموق والدین اور قطع رحمی پیدا ہوتی ہے۔ والدوں میں آباء، مائیں، اجداد اور دادیاں شامل

ہیں ، اور سلامتی احوال کے ہوتے ہوئے ان میں دو خصلتیں پائی جاتی ہیں ۔ ایک خصلت تو ان کے لیے طبعی طور پر لازم ہے اور دوسری اکتساب سے پیدا ہوتی ہے ۔ لازم بالطبع خصلت ڈر اور رحم کھانا ہے اور یہ خصلت والدین سے کسی صورت میں بھی زائل نہیں ہوتی ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا : اولاد والدین کو بخیل ، جاہل ، بزدل اور غمگین بنانے کا سبب بنتی ہے چنانچہ آپ نے بتا دیا ہے کہ اولاد کے بارے میں جو خطرہ ہوتا ہے وہ والدین میں یہ اوصاف مترتب کر دیتا اور یہ اخلاق پیدا کر دیتا ہے اور چونکہ یہ خصلت انسان میں طبعی طور پر لازماً ہوتی ہے اور اس کا پیدا ہونا ضروری ہوتا ہے ۔ لہذا اس حالت کو ناپسند کرتے ہوئے جسے وہ اپنی ذات سے دور نہیں کر سکتا ۔ بعض لوگ اولاد کی خواہش کو ہی ناپسند کرتے ہیں ۔ یحییٰ بن زکریا علیہما السلام سے کسی نے کہا : آپ اولاد کو کیوں ناپسند کرتے ہیں ؟ تو فرمایا : میرا اولاد سے کیا تعلق ۔ اگر زندہ رہے گی تو مجھے تھکا [۱۸۳ : ۳] دے گی اور اگر مر گئی تو مجھے تباہ کر دے گی ۔ کسی نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے پوچھا ، آپ شادی کیوں نہیں کرتے ؟ تو فرمایا : صرف آخرت میں کثرت تعداد پر فخر کرنا پسند کیا جائے گا اور جو اکتساب کے ذریعے پیدا ہو وہ ایسی محبت ہے جو وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتی ہے اور حالات کے بدلنے سے بدلتی ہے ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا : اولاد دل کے ساتھ خوب معلق ہو جاتی ہے ” مراد یہ ہے کہ اولاد کی محبت رگ دل کے ساتھ چمٹ جاتی ہے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے فرمایا : ” ہر چیز کا پھل ہوتا ہے اور دل کا پھل اولاد ہے ” اگر کوئی باپ اپنی اولاد کی محبت سے منہ پھیر لیتا ہے تو یہ اولاد سے دشمنی کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ یہ اس خنکی کی وجہ سے ہوتا ہے جو اولاد کی نافرمانی یا کوتاہی کی وجہ سے پیدا ہو جاتی ہے مگر اس کے باوجود احتیاط اور رحمہندی باقی رہتی ہے اور یہ دونوں نہ اس سے زائل ہوتی ہیں اور نہ منتقل ۔

امجد بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں : اللہ تعالیٰ بیٹوں کی خاطر آباء پر خوش ہے ۔ اسی لیے تو ان کے اندر ڈر پیدا کر دیا اور ان کو ثابت قدم بنا دیا ۔ ان کو اولاد کے متعلق کوئی نصیحت نہیں کی ، لیکن آباء کے لیے اللہ تعالیٰ بیٹوں پر خوش نہیں ۔ لہذا اولاد کو آباء (کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا) حکم دے دیا ۔ بدترین اولاد وہ ہے جس کی اپنی کوتاہی والدین کی نافرمانی کا سبب بنے اور بدترین باپ وہ ہے جو اولاد کے نیک سلوک کی وجہ سے حد سے زیادہ ان سے محبت کرنے لگے ۔ مائیں زیادہ رحمدل ہوتی ہیں اور ان کی محبت بھی زیادہ ہوتی ہے اس کی وجہ وہ تکالیف ہوتی ہیں جو انہوں نے اولاد کی پیدائش میں جھیلی ہوتی ہیں اور وہ رنج ہوتے ہیں جو انہوں نے ان کی تربیت میں اٹھائے ہوتے ہیں اس لیے کہ ان کے دل زیادہ رقیق اور ان کے نفس زیادہ نرم ہوتے ہیں اسی اعتبار سے تو ہم پر واجب ہے ہم ان پر زیادہ مہربان ہوں ۔ ان کے فعل کی جزا اور ان کے حق کا بدلہ دیں ۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے نیک سلوک کرنے میں دونوں کو برابر کا شریک قرار دیا ہے اور حکم میں دونوں کو اکٹھا کر دیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا

ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ نیک برتاؤ کرنے کا حکم دیا ہے

روایت ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا : سیری ماں ہے جس کا میں فرمانبردار ہوں ۔ میں اسے اپنی پیٹھ پر بٹھاتا ہوں ، اس سے منہ نہیں پھیرتا ، اپنی تمام کھائی لا کر اسی کو دیتا ہوں ۔ کیا میں نے اس کی جزا دے دی ہے ؟ آپ نے فرمایا : نہیں بلکہ اس کی ایک آہ کا بھی بدلہ نہیں دیا ۔ اس شخص نے

۱ - محمد بن علی سے مراد ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب ہیں جو امام محمد باقر کے نام سے مشہور ہیں ۔ ۵۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۸ھ میں وفات پائی ۔

کہا : یہ کیوں ؟ آپ نے فرمایا : یہ اس لیے ہے کہ یہ جب تیری خدمت کرتی تھی تو چاہتی تھی کہ تو زندہ رہے اور تو اس کی خدمت تو کر رہا ہے مگر یہ چاہتا ہے کہ وہ مر جائے۔ حسن بصری فرماتے ہیں : والد کا حق بہت بڑا ہے اور والد کے ساتھ نیک برتاؤ کرنا بہت لازم ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا : میں تمہیں اپنی ماؤں سے بدسلوکی کرنے سے منع کرتا ہوں۔ لڑکیوں کو درگور کرنے سے بھی اور ابخل کرنے اور بھیک مانگنے سے بھی۔ خالد بن معدان نے مقدم سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے : میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے سنا : اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری ماؤں (کے ساتھ نیک برتاؤ کرنے کا) حکم کرتا ہے ، پھر جو ان کے بعد قریب تر ہو ، پھر جو ان کے بعد قریب تر ہو۔

اب رہے مولود تو یہ اولاد اور اولاد الاولاد ہیں۔ عرب بیٹے کے بیٹے کو صفوہ کہتے ہیں۔ حالات کی سلامتی کے ہوتے ہوئے ان میں دو [۳ : ۱۸۵] خاص خصلتیں پائی جاتی ہیں۔ ایک طبعی طور پر لازم ہے اور ایک منتقل ہوتی رہتی ہے۔ لازم یہ ہے کہ انسان آباؤ اجداد کی خاطر غیرت میں آئے کہ کوئی ان پر ظلم نہ کرے اور نہ ہی ان کو گمنامی میں جانے دے اور بیٹوں میں اس غیرت کا ہونا اس شفقت کے مقابلے میں ہے جو آباء میں ہوتی ہے۔ ابو تمام طائی نے اپنے اس شعر میں اسی معنی کو ملحوظ رکھا ہے :

فَأَصْبَحْتُ يَلْقَانِي الزَّمَانُ لِأَجْلِهِ
بِأَعْيَظَامِ مَوْلُودٍ وَأَشْفَاقِ وَالِدٍ

پھر میری وہ حالت ہو گئی جس کی وجہ سے زمانہ مجھ سے ملتا تو اس طرح تعظیم کرتا جس طرح اولاد کرتی ہے اور اس طرح شفقت کرتا جس طرح ایک والد کرتا ہے

۱۔ اسے یوں پڑھیں : وَمَنْعٍ وَهَاتٍ۔ مَنْعٌ : نہ دینا یا روکے رکھنا
مراد بخل ہے اور ہاتٍ : لاؤ مراد سوال کرنا یا بھیک مانگنا ہے۔

اب رہی منتقل ہونے والی خصلت تو یہ ناز ہے۔ یہ بچے کی ابتدائی حالت ہوتی ہے اور یہ ناز جو اولاد میں ہوتا ہے اس محبت کے مقابلے میں ہے جو آباء میں ہوتی ہے کیونکہ محبت آباء کے ساتھ زیادہ مخصوص ہے اور ناز کا تعلق اولاد کے ساتھ زیادہ ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا وجہ ہے ہم اپنی اولاد پر رحم کھاتے ہیں اور وہ ہم پر رحم نہیں کھاتی؟ آنحضرت نے فرمایا: یہ اس لیے ہے کہ ہم نے ان کو جنا ہے۔ انہوں نے ہم کو نہیں جنا۔ اس کے بعد یہ ناز جو اولاد میں ہوتا ہے عمر کے بڑھنے سے ان دو باتوں میں سے ایک کی طرف منتقل ہو جاتا ہے یا والدین کے ساتھ نیک سلوک اور ان کی تعظیم کی طرف یا بدخلقی اور نافرمانی کی طرف۔ اگر بیٹا ہدایت یافتہ ہو یا باپ نیک اور سہرابان ہو تو یہ ناز بھی نیک سلوک اور تعظیم بن جاتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے جریر بن عبداللہ سے فرمایا: بیٹے کے ذمے باپ کا یہ حق ہے کہ باپ کی ناراضگی کے وقت اس کے سامنے عاجزی کرے اور تھکان اور بھوک کے وقت اسے اپنے آپ پر ترجیح دے کیونکہ جزا دینے والا رشتہ داری کے تعلقات کو ملانے والا نہیں کہلا سکتا بلکہ واصل (ملانے والا) تو وہ ہے کہ اگر تو تعلقات توڑے تو وہ ملا دے۔

اور اگر بیٹا گمراہ ہو یا اگر باپ سختی کرنے والا ہو تو یہ ناز قطع تعلق اور نافرمانی بن جاتا ہے اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: خدا اس شخص پر رحم کرے جو اپنی اولاد کی خود اپنے سے نیک برتاؤ کرنے میں مدد کرتا ہے۔

عمر بن الخطاب کو بچہ پیدا ہونے کی خوشخبری دی گئی تو فرمایا: یہ ایک ناز بو ہے جسے میں سونگھوں گا پھر تھوڑے عرصے کے بعد یا تو نیکو کار بیٹا ہوگا یا ضرر رساں دشمن۔

اب لیجیے تعلق داروں کو، تو آباء اور ابناء کے سوا اور لوگ بھی ہیں جن کا تعلق یا تو جماعت کے لحاظ سے ہوتا ہے یا قرابت داری

کی وجہ سے - ان میں جو خاص بات پائی جاتی ہے وہ ایسی حمیت ہے جو مدد کرنے پر اکساتی ہے اور یہ غیرت کا کم سے کم درجہ ہے ، اس لیے کہ غیرت ظلم کیے جانے سے روکتی ہے - غیرت کا گمنامی کو ناپسند کرنے میں کوئی حصہ نہیں ہے - البتہ اگر اس کے ساتھ کوئی ایسی بلت مل جائے جو الفت کا باعث بنے تو (پھر گمنامی ناپسند کرنے میں اس کا حصہ ہو سکتا ہے) اور ان تعلق داروں کی حمیت صرف دور کے اور اجنبی لوگوں کے خلاف مدد کرنے کی موجب ہے - یہ نزدیکوں اور قرابت داروں کے حسد کا شکار ہو جاتی ہے ، اور اس کا دار و مدار اس بات پر ہے کہ کوئی کس کو کس پر ترجیح دیتا ہے - لہذا اگر باہمی ملاپ اور باہمی مہربانی سے اس کی نگرانی کی جائے تو اس کے روابط قوی ہو جاتے ہیں - نسبی حمیت کے ساتھ خالص باہمی دوستانہ بھی شامل ہو جاتا ہے اور یہ الفت کا مضبوط ترین سبب ہے - قریش کے کسی [۳ : ۱۸۶] آدمی سے کہا گیا : تمہیں کون شخص زیادہ محبوب ہے ؟ بھائی یا دوست ؟ جواب دیا : بھائی جب وہ دوست بھی ہو -

مسلمہ بن عبدالملک کہتا ہے : زندگی (کا مزہ) تین باتوں میں ہے - فراخ مکان ، بہت سے خادم اور گھر والوں کی موافقت -

کسی اہل علم کا قول ہے : دور کا آدمی اپنی دوستی کی وجہ سے قریب ہوتا ہے اور قریبی رشتہ دار اپنی عداوت کی وجہ سے دور ہوتا ہے - اور اگر تو نسب کی رشتہ داری پر اعتماد کرتے ہوئے اور قرابت داری کی حمیت پر بھروسہ کرتے ہوئے باہمی نسبت رکھنے والوں کی حالت کو نظر انداز کر دے تو اس پر حسد کی نفرت اور ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کے جھگڑے غالب آ جائیں گے جس سے نسبت داری عداوت اور قرابت داری دوری بن جائے گی -

الکندی نے اپنے کسی رسالے میں کہا ہے : باپ رب ہے ، اولاد غم ، بیٹائی جال ، چچا غم ، خالو وبال اور قرابت دار بچھو -

انہی معنوں میں ابن المعتز کہتا ہے :

لَتَجُومُوهُمْ، لَتَجِيئِي وَهُمْ يَا كُفُّونَ،
وَمَا دَاهِيَاتُ الْمَرْءِ إِلَّا أَقَارِبُهُ

میرا گوشت ان کے لیے (کھانے کا) گوشت ہے چنانچہ وہ اسے کھاتے
ہیں انسان کی مصیبتیں تو اس کے رشتہ دار ہیں

اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے قرابت داری کے تعلقات کو ملائے رکھنے
کا حکم دیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں -

وَالَّذِينَ يَتَّبِعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ أَنْ يُوصَلَ وَ يَتَخَشَّوْنَ
رَبَّهُمْ وَ يَتَخَفُونَ سُوءَ الْعِيسَابِ

اور وہ لوگ جو اس رشتہ داری کے تعلقات کو ملائے رکھتے ہیں
جس کے ملائے رکھنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور وہ اپنے رب سے ڈرتے
ہیں اور برے محاسبے سے بھی ڈرتے ہیں

مفسرین کہتے ہیں یہ رحم ہی ہے جس کے ملانے کا اللہ نے حکم
دیا ہے اور وہ اسے کائنات سے اللہ سے ڈرتے ہیں اور اس پر سزا کے طور پر
جو برا محاسبہ ہوگا اس سے بھی خوف کھاتے ہیں -

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے : اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں رحمٰن ہوں
اور یہی رحم ہے - میں نے اپنے نام سے اس کا نام مشتق کیا ہے لہذا جو
اسے ملائے گا میں بھی اس سے ملادوں گا اور جو اسے توڑے گا میں بھی
اس سے توڑ لوں گا -

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے : صلہ رحمی کرنا
تعداد کو بڑھانے کا سبب ہے مال کی کثرت کا سبب ہے گھر والوں میں
محبت کا سبب ہے اور موت کو پیچھے کر دینے کا سبب ہے -

اور ازدی کہتا ہے :

وَ حَسْبُكَ مِّنْ ذُلٍّ وَ سُوءٍ صَنِيعَةٌ
مُنَاوَاةُ ذِي الْقُرْبَىٰ وَ انْ قَيْسِلَ قَطَاطِيعٌ

رشتہ داروں کی دشمنی تمہارے ایسے کافی ذلت اور برا فعل ہے اگرچہ
لوگ کہتے رہیں کہ وہ قاطع رحم ہے

وَلَيْكُنْ أَوْامِيئَهُ وَ أَنْتَسِي ذُنُوبَهُ
لِيَتَرَجَّعَ يَوْمًا إِلَى الشَّرِّ وَاجِيعٌ

لیکن میں اس سے غمخواری کروں گا اور اس کے گناہوں کو بھول
جاؤں گا تا کہ کسی نہ کسی دن واپس لانے والے اسباب اسے میری
طرف واپس لے آئیں

وَلَا يَسْتَوِي فِي الْحُكْمِ عَبْدَانِ وَ أَصِيلٌ
وَ عَبْدٌ لِأَرْحَامِ الْقَرَابَةِ قَاطِعٌ

دو بندے حکم میں برابر نہیں ہو سکتے ایک تو واصلِ رحم ہے
اور دوسرا قرابت داری کے رحم کا قاطع ہے

ہمارا مقصد یہ ہے کہ عرب نسب کو محفوظ رکھنے کا بڑا اہتمام
کرتے تھے کیونکہ اس پر ان کے وہ مقاصد مترتب ہوتے ہیں جن کا ہم نے
ذکر کر دیا ہے۔ شریعت نے بھی اس دستور کی تاکید کر دی ہے جس
پر وہ کاربند تھے، شریعت نے صریح احکام سے ان کی طرف دعوت دی ہے،
برخلاف ان لوگوں کے جو یہ خیال کرتے ہیں کہ علم نسب ایک غیر مفید
علم ہے اور اس کے نہ جاننے سے کوئی نقصان نہیں۔ [۳ : ۱۸۷] ابن حزم
نے کتاب النسب کے مقدمے میں ان لوگوں کی تردید کی ہے جن کا یہ
خیال ہے کیونکہ علم نسب کا کچھ حصہ ایسا ہے جس کا جاننا ہر شخص
پر فرض ہے۔ کچھ حصہ ایسا ہے جو فرض کفایہ ہے اور کچھ مستحب۔
ابن حزم کہتا ہے: چنانچہ اس میں سے (یہ جاننا فرض ہے کہ) محمد
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عبداللہ ہاشمی کے بیٹے ہیں جس نے یہ
کہا کہ آپ ہاشمی نہ تھے وہ کافر ہے۔ نیز یہ جاننا کہ خلیفہ قریش میں
سے ہے اور یہ جاننا کہ جو شخص اس سے ملاقات کر رہا ہے قرابت داری
میں اس سے رشتہ کرنا حرام ہے تا کہ بیاہ کرنے میں ان لوگوں کی شادی
کرنے سے بچے جن سے رشتہ کرنا حرام ہے۔ نیز یہ جاننے کہ اس کے

وارثوں میں سے کون کون اس سے متصل ہیں یا کون ایسے ہیں جن سے نیکی کرنا مثلاً عطیہ دینا ، یا خرچ دینا یا مدد کرنا اس پر واجب ہے ۔ نیز یہ کہ اُمہات المؤمنین کو جانے اور یہ کہ ان سے نکاح کرنا مؤمنین پر حرام ہے اور یہ کہ صحابہ کو جانے اور یہ کہ ان سے محبت کرنا مطلوب ہے اور یہ کہ انصار کو جانے تاکہ ان سے نیک برتاؤ کر سکتے کیونکہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان سے نیک برتاؤ کرنے کی) وصیت ثابت ہے ۔ نیز اس لیے کہ ان کی محبت ایمان ہے اور ان سے بغض رکھنا منافقت ۔ وہ کہتا ہے کہ بعض فقہا نے عربوں اور عجمیوں کے درمیان جزیرے اور غلام بنانے میں فرق روا رکھا ہے لہذا علم نسب کا جاننا اور بھی ضروری ہو گیا ۔ اسی طرح بعض فقہا وہ ہیں جنہوں نے بنی تغلب اور دیگر عیسائیوں پر جزیرہ لگانے میں اور دگنی زکوٰۃ ادا کرنے میں فرق روا رکھا ہے ۔ ابن حزم کہتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیوان کو بھی قبائل کے اعتبار سے بنایا تھا اگر علم نسب نہ ہوتا تو وہ یہ کام نہ کر سکتے ۔ عثمان اور علی اور دیگر خلفا نے اس میں ان کا اتباع کیا تھا ۔

ابن عبدالبر اپنی کتاب النسب کی ابتدا میں کہتا ہے : اپنی جان کی قسم جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ علم نسب ایک غیر مفید علم ہے اور اس کا نہ جاننا مضر نہیں اس نے انصاف نہیں کیا ۔

مصنف کتاب نہایتہ الأرب فی معرفۃ قبائل العرب کہتا ہے : یہ بات کسی سے مخفی نہیں کہ علم الانساب کا جاننا ان امور میں سے ہے جنہیں طلب کیا جاتا ہے اور ان معارف میں سے جن (کے جاننے کی طرف) دعوت دی گئی ہے اس لیے کہ ان سے شرعی احکام اور دینی امور نکالے جاتے ہیں ۔ چنانچہ کئی مواقع پر شریعت مطہرہ نے انساب کا لحاظ رکھنے کا حکم دیا ہے ۔ ان میں ایک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب کا جاننا ہے اور یہ جاننا ہے کہ آپ بنی قرشی ہاشمی ہیں جو مکے میں تھے اور ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے گئے تھے کیونکہ ایمان کے صحیح ہونے کے لیے اس کا جاننا ضروری ہے اور کسی مسلمان کو اس کے نہ جاننے

پر معذور نہ سمجھا جائے گا۔ بہر حال تمہارے لیے اسی قدر کافی ہے۔ اور ان میں ایک یہ ہے لوگوں میں باہمی تعارف ہے تاکہ کوئی شخص اپنے آباؤ اجداد کو چھوڑ کر کسی اور سے اپنے آپ کو منسوب نہ کر لے اور تاکہ وہ اپنے اجداد کے سوا کسی اور طرف منسوب نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے :

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ
وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا

لوگو! ہم نے تمہیں نر و مادہ سے پیدا کیا ہے اور ہم نے تمہیں شعوب (عجمی قبائل) اور قبائل اس لیے بنایا ہے کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔

[۳ : ۱۸۸] ورثا کے احکام کا استخراج بھی اسی سے ہوتا ہے چنانچہ بعض ورثا دوسروں کو ”محبوب“ کر دیتے ہیں اور نکاح میں جو ولی بنتے ہیں ان کا استخراج بھی اسی سے ہوتا ہے چنانچہ ایک ولی کو دوسرے پر مقدم سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح وقف کے احکام ، جب وقف کرنے والا کسی ایک رشتے دار کو مخصوص قرار دے یا ایک طبقے کو دوسرے سے مخصوص کر دے اور دیت میں رشتہ داروں کے احکام تاکہ خونبہا کسی ایک قریبی رشتہ دار پر واجب کیا جائے اور ایک پر نہ اور اسی قسم کے دیگر احکام اگر انساب کا علم نہ ہوتا تو ان امور کا سمجھنا ہمارے بس کی بات نہ ہوتی اور ان تک پہنچنا مشکل ہو جاتا۔

اور ان میں ایک یہ ہے کہ نکاح کرتے وقت میاں اور بیوی کے کفو ہونے میں نسب کا لحاظ رکھا جائے۔ چنانچہ امام شافعی کے مذہب میں ہے کہ ہاشمیہ اور مطلبیہ عورت قریش کے دیگر گھرانوں کی کفو نہیں ہے اور قریشیہ عورت دیگر غیر قرشی عرب قبائل کی کفو نہیں ہے ، کنانیہ کے بارے میں دو صورتیں ہیں۔ زیادہ صحیح یہی ہے کہ دیگر قبائل جو نہ کنانی ہیں اور نہ قرشی اس کے کفو نہیں ہیں۔

عجمی کے نسب کے اعتبار میں بھی دو صورتیں ہیں ، زیادہ صحیح یہی ہے کہ اعتبار کیا جائے گا۔ امام ابو حنیفہ کے مذہب میں ہے کہ قریش ایک دوسرے کے کفو ہیں ، اور باقی تمام عرب ایک دوسرے کے کفو ہیں رہا عجمیوں میں تو ان کے نسب کا لحاظ نہ کیا جائے گا۔ لہذا جب کسی کو نسب ہی معلوم نہ ہوگی تو اس کے لیے ان احکام کا جاننا نا ممکن ہوگا۔ ان میں ایک یہ ہے کہ منکوحہ عورت میں نسبی شرافت کا لحاظ رکھا جائے۔ چنانچہ ایک صحیح حدیث میں یہ ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے : عورت سے چار باتوں کی وجہ سے شادی کی جاتی ہے : اس کے دہن کی وجہ سے ، اس کے حسب کی وجہ سے ، اس کے مال کی وجہ سے اور اس کی خوبصورتی کی وجہ سے۔ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منکوحہ عورت میں حسب کا لحاظ رکھا ہے اور حسب آباؤ اجداد کی شرافت ہی ہے۔ وغیرہ وغیرہ احکام جو اسی کے تحت آتے ہیں۔

طبقات الانساب

امام ماوردی کتاب الاحکام السلطانیہ میں کہتا ہے : عربوں کے انساب کو چھ مراتب میں مرتب کیا گیا ہے اور انہیں ان کے انساب کے طبقے قرار دیا گیا ہے ، وہ یہ ہیں : شعب پھر قبیلہ پھر عمارہ پھر بطن پھر فخذ پھر فصیلہ۔ چنانچہ شعب بعید ترین نسب ہے جیسے عدنان اور قحطان ، اسے شعب اس لیے کہا گیا کہ قبائل کی شاخیں اسی سے نکلتی ہیں۔ اس کے بعد قبیلہ آتا ہے اس میں آکر شعب کے انساب کی تقسیم ہو جاتی ہے جیسے ربیعہ اور مضر۔ اسے قبیلہ اس لیے کہا گیا کہ اس میں نسب ایک دوسرے کے بالمقابل ہوتا ہے۔ اس کے بعد عمارہ آتا ہے اور یہ وہ ہے جس میں قبائل کے انساب کی تقسیم عمل میں آتی ہے جیسے قریش اور کنانہ۔ اس کے بعد بطن آتا ہے اور یہ وہ ہے جس میں عمارہ کا نسب منقسم ہو جاتا ہے جیسے بنی عبد مناف اور بنی مخزوم۔ اس کے بعد فخذ آتا ہے اور یہ وہ ہے جس میں انساب بطن کی تقسیم ہو جاتی

ہے جیسے بنی ہاشم اور بنی امیہ - اس کے بعد فصیلہ آتا ہے یہاں آکر
فخذ کے نسب کی تقسیم ہو جاتی ہے جیسے بنی ابی طالب اور بنی عباس
لہذا فخذ میں فصیلے جمع ہوتے ہیں اور بطن میں فخذ اور عمارہ میں بطن اور
قبیلہ میں عمارے اور شعب میں قبائل اور جب انساب بعید ہو جاتی ہیں تو
قبائل شعوب بن جاتے ہیں اور عمار قبائل بن جاتے ہیں - بیان ختم ہوا -

اور الزبیر بن بکر نے کتاب النسب میں یوں تقسیم کی ہے : شعب
پھر قبیلہ ، پھر عمارۃ [عین کے نیچے زیر] پھر بطن پھر فخذ
پھر فصیلہ -

کسی اور نے شعب سے پہلے ” جذم “ کا اضافہ کیا ہے اور فصیلے
کے بعد عشیرہ کا اور بعض نے عشیرہ کے بعد اُسرہ کا اضافہ کیا ہے اس
کے بعد عترة - جذم کی مثال عدنان ہے اور شعب کی مثال ہے مُضَرَ
اور قبیلہ کی مثال کنانہ ، اور عمارہ کی مثال قریش اور اس سے نچلے درجوں
کی مثالیں واضح ہیں - وہ کہتا ہے ، ان کے بیانات میں مذکورہ بالا
تقسیم کے مترادف چیزیں آتی ہیں مثلاً ان کا کہنا : حسی ، بیت ، عقیلہ ،
أرُوسہ ، جرثومہ اور رھط وغیرہ -

اور محمد بن اسعد المعروف بالحرانی نسب دان نے ان کو مرتب
کر دیا ہے اور ان کو جمع کر کے ترتیب وار کر دیا ہے چنانچہ وہ کہتا
ہے : جزم ، پھر جمہور ، پھر شعب ، پھر قبیلہ ، پھر عمارہ ، پھر بطن ،
پھر فخذ ، پھر عشیرہ ، پھر فصیلہ ، پھر رھط ، پھر اُسرہ ، پھر عترہ ، پھر
ذُرَّیَّہ کسی اور نے اس میں تین کا اضافہ کیا ہے : بیت ، حسی ، جماع ،
لہذا زُبیر کی بیان کردہ تقسیم سے دس اور بڑھ گئے -

ابو اسحاق الزجاج کہتا ہے : عربوں کے قبائل کی وہی صورت ہے
جو بنی اسرائیل کے اسباط کی تھی - قبیلے کے معنی جماعت کے ہیں ، ہر
چیز کو جسے اپک چیز پر لا کر اکٹھا کر دیا جائے قبیلہ کہتے ہیں اور
یہ ” قبائل الشجر “ سے لیا گیا ہے اور قبائل درخت کی ٹہنیوں کو
کہتے ہیں یا یہ قبائل الرأس سے لیا ہے اور قبائل الرأس سر کے اعضا کو کہتے
ہیں - ان کے اجتماع کی وجہ سے انہیں یہ نام دیا گیا ، اور آیت میں شعوب

سے مراد دور کا نسب ہے۔ یہ مجاہد کا قول ہے اس کا ذکر طبری نے ان سے روایت کرتے ہوئے کیا ہے ، اور ابو عبیدہ نے شعب کی مثال مضر اور ربیعہ سے دی اور قبیلہ کی مثال اس سے نچلے درجوں سے ۔

اور اس نے عمرو بن احمر کا یہ شعر پیش کیا ہے :

مِنْ شَيْعِبِ هَمْدَانَ أَوْ سَعِيدِ الْعَشِيرَةِ أَوْ
خَوْلَانَ أَوْ مَذْ حَيْجِ هَاجُوا لَسَهُ طَرَابِئًا

یہ شعب ہمدان یا سعدالعشیرہ یا خولان یا مذحج میں سے ہیں جنہوں نے اس کی مسرت کو برانگیختہ کر دیا ہے

اور کہا جاتا ہے کہ آیت میں شعب سے مراد عجمیوں کے قبائل ہیں ۔ اللہ بہتر جانتا ہے ۔ جو ترتیب امام ساوردی نے دی ہے اسی کو قابل اعتماد سمجھنا زیادہ مناسب ہے ۔ عربوں نے ان کو انسانی جسم کے مطابق مرتب کیا تھا ۔ چنانچہ ان میں سے شعب کو بمنزلہ سر کی چوٹی کے رکھا تھا اور قبائل کو بمنزلہ کھوپری کی ہڈی کے اور قبائل رأس وہ ٹکڑے ہیں جو ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں جن کے ساتھ ”شون“ ملی ہوئی ہیں اور شون آنسوؤں کے جاری ہونے کے لیے نالیاں ہیں جو کھوپری کے اندر ہوتی ہیں ۔ جوہری نے ذکر کیا ہے کہ قبائل العرب کا نام قبائل الرأس کے نام پر پڑا ہے اور اس کے بعد عمارہ کو رکھا ہے تاکہ شعب کو قائم رکھا جائے ۔ قبیلے کی وہی حیثیت ہے جو بنیاد کی عمارت کے لیے ہوتی ہے اور بنیاد کے بعد ہی عمارت ہو سکتی ہے ۔ عمارہ کی وہی حیثیت ہے جو گردن اور سینے کی انسان کے لیے ہے اور

۱ - عمرو بن احمر : عمرو بن احمر بن التعمرد بن عامر بن عمرو بن عبد بن فراس - جاہلی شاعر ہے اور اسلامی زمانہ پایا اور مسلمان بھی ہوا ۔ کئی جنگوں میں رومیوں کے خلاف حصہ لیا اور حضرت عثمان کے عہد میں وفات پائی (حاشیہ البیان والتبیین ۱ : ۲۶۸) - سمط اللالی (صفحہ ۳۰۷) میں اسے اسلامی شاعر کہا گیا ہے اور اس کی کنیت ابو الخطاب بتلانی ہے ۔

بطن کو عمارہ کے بعد رکھا ہے کیونکہ گردن اور سینے کے بعد بدن انسان میں سے یہی موجود رہتا ہے اور فخذ کو بطن کے بعد رکھا ہے۔ کیونکہ انسان کی ران پیٹ کے بعد آتی ہے اور فصیلہ کو فخذ کے بعد رکھا ہے کیونکہ یہ قریب ترین نسب ہے جہاں سے انسان الگ ہوتا ہے اور یہ بمنزلہ پنڈلی اور پاؤں کے ہے کیونکہ فصیلہ سے مراد قریب کا قبیلہ ہے اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے **وَ فَصِيلَتِهِ التِّي تَسُوِيْشُهُ** (اور اس کا وہ قبیلہ جو اسے اپنے میں شامل کر لیتا ہے) یعنی اپنے ساتھ ملا لیتا ہے اور انسان کو صرف اس کا قریب ترین قبیلہ ہی اپنے ساتھ ملاتا ہے۔

یاد رکھو کہ مذکورہ بالا چھ طبقات میں سے قبیلہ اور بطن زیادہ تر لوگوں کی زبانوں پر آتے ہیں اور عمارہ ، فخذ اور فصیلہ کا ذکر بہت کم آتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ان چھ طبقوں میں سے ہر ایک کو حتیٰ کہ دیا جاتا ہے یا عموم کے طور پر مثلاً یوں کہ دیا جائے حتیٰ میں العرب (عربوں کا ایک قبیلہ ہے) یا مخصوص کر کے مثلاً یوں کہا جائے حتیٰ میں بنی فلان (بنی فلان کا ایک قبیلہ ہے)۔ مزید برآں جب عرب کسی محکمے میں نام درج کراتے تو ان کی ترتیب وہی ہوتی ہوتی جو عمر رضی اللہ عنہ نے دیوان مرتب کرتے ہوئے دی تھی کیونکہ بعض نسب تو ان کو باہم اکٹھا کرتی ہیں اور بعض جدا جدا کرتی ہیں چنانچہ ان کے قبائل کی ترتیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت کے اعتبار سے ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اصل نسب میں جو ترتیب ہے اس سے شروع کیا اور اس کے بعد اس کی شاخوں سے۔ چنانچہ عرب عدنانی ہیں اور قحطانی۔ حضرت عمر نے عدنان کو قحطان پر مقدم رکھا اس لیے کہ ان میں نبوت ہے اور عدنان ربیعہ اور مضر دونوں پر مشتمل ہے۔ پھر مضر کو ربیعہ پر مقدم رکھا اس لیے کہ ان میں نبوت ہے اور مضر قریش اور غیر قریش پر مشتمل۔ انہوں نے قریش کو مقدم رکھا کیونکہ نبوت ان میں ہے اور قریش بنی ہاشم اور غیر بنی ہاشم دونوں پر مشتمل ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے بنی ہاشم کو مقدم رکھا کیونکہ نبوت

ان میں ہے لہذا بنی ہاشم ترتیب کا محور بن گئے۔ اس کے بعد وہ لوگ آتے ہیں جو قریب ترین نسب میں سے ان کے ساتھ ملے ہوئے ہیں تاآنکہ تمام قریش کو لے لیا۔ ان کے بعد ان لوگوں کو جو نسب میں ان کے ساتھ ملے ہوئے ہیں تاآنکہ تمام کے تمام عدنان کو لے لیا اور اللہ اپنے فضل کے ساتھ جسے چاہتا ہے مخصوص کر دیتا ہے۔

علم انساب کے مطالعہ کرنے والے کے لیے کون کون سی باتیں ضروری ہیں

علم الانساب کا مطالعہ کرنے والے کے لیے چند امور کا جاننا ناگزیر ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے جس کا ذکر جوہری نے کیا ہے کہ قبیلے میں ایک ہی باپ کے بیٹے ہوتے ہیں اور ابن حزم کہتا ہے : تمام عرب قبائل بالآخر ایک ہی باپ کی طرف لوٹتے ہیں ماسوا تین قبائل کے اور وہ یہ ہیں : تَنُؤُخ ، عُنْتُق اور غَسْتَان۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک قبیلہ کئی ایک بطون سے مل کر بنا ہے۔ ہاں بعض اوقات ایک ہی باپ متعدد بطون کا باپ ہوتا ہے۔ مزید برآں یہ کہ بعض اوقات قبیلے کے باپ کی متعدد اولاد ہوتی ہے اور ان میں کسی ایک سے قبیلہ یا قبائل بن جاتے ہیں اور جو ان میں سے ہوتے ہیں وہ اسی کی طرف منسوب ہوتے ہیں ، اور بعض بغیر اولاد کے رہ جاتے ہیں۔

۱۔ بہجہ اثری کہتے ہیں : تنوخ دس قبیلوں کا ایک نام ہے۔ یہ قبائل بحرین میں ایک جگہ اکٹھے ہو کر مقیم ہو گئے تھے لہذا انہیں تنوخ کہا گیا۔ یہ تَتَنُؤُخ سے لیا گیا ہے جس کے معنی قیام کے ہیں اور عتق کچھ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی غرض سے جمع ہو گئے تھے آپ نے ان پر قابو پا لینے کے بعد ان کو آزاد کر دیا تھا لہذا یہ نام پڑا۔ اور غَسْتَان ایک چشمے کا نام ہے جہاں آزاد کے چند بطن آ کر اترے تھے لہذا ان کا یہی نام پڑ گیا۔

یا اولاد تو ہوتی ہے مگر اولاد مشہور نہیں ہوتی لہذا وہ پہلے قبیلے کی طرف منسوب ہوتا ہے ۔

ان میں سے ایک بات یہ ہے کہ جب نسب ایک اور ایک سے زیادہ طبقے پر مشتمل ہو مثلاً ہاشم اور قریش اور مضر اور عدنان جو نسب کے آخری درجے میں ہوگا اس کے لیے یہ جائز ہے کہ سب کی طرف منسوب ہو ۔ چنانچہ بنی ہاشم کو اجازت ہے کہ وہ بنی ہاشم کی طرف منسوب ہوں اور قریش کی طرف بھی اور مضر اور عدنان کی طرف بھی ۔ چنانچہ ایک ہاشمی کے متعلق کہا جائے گا کہ وہ ہاشمی ہے ، قرشی ہے مُضَرّی ہے اور عدنانی ہے ۔ بلکہ جوہری نے تو کتبہ دیا ہے کہ اعلیٰ کی طرف نسبت کرنے سے نچلوں کی طرف نسبت کرنے کی ضرورت نہ رہے گی ۔ چنانچہ کلب بن و برہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے جب تو ”الکلبی“ کہے گا تو تجھے کسی اصل کی طرف نسبت کرنے کی ضرورت نہ رہے گی ۔ اوروں نے ذکر کیا ہے کہ نسب میں سب سے اوپر کے طبقے اور سب سے نچلے کے طبقے کا باہم ذکر کر دینا جائز ہے ۔ اس کے بعد بعض اوپر کے طبقے کو پہلے لاتے ہیں اور نچلے کو بعد میں مثلاً یوں کہیں ”الاسوی“ العثماني اور بعض نچلے کو اوپر والے سے پہلے لاتے ہیں چنانچہ کہتے ہیں العثماني الاسوی ۔

اور ان میں سے ایک بات یہ ہے : بعض اوقات ایک شخص حلف اور موالات کی وجہ سے کسی اور قبیلے میں شامل ہو جاتا ہے اور انہی کی طرف منسوب ہونے لگتا ہے ، چنانچہ کہتے ہیں کہ فلان بنی فلان کا حلیف یا مولیٰ ہے ۔

اور ان میں سے ایک بات یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی ایک قبیلے میں سے ہو پھر کسی اور قبیلے میں داخل ہو جائے وہ اپنے پہلے کی طرف بھی منسوب ہو سکتا ہے اور اس قبیلے کی طرف بھی جس میں وہ داخل ہوا ہے نیز یہ کہ وہ دونوں قبیلوں کی طرف منسوب ہو مثلاً یوں کہا جائے التمیمی ثم الوائلی یا الوائلی ثم التمیمی اسی طرح اوروں میں ۔

اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ قبائل کا نام بالعموم جننے والے باپ کے نام پر رکھا گیا ہے مثلاً ربیعہ ، مضر ، اوس اور خزرج وغیرہ مگر بعض اوقات قبیلے کا نام قبیلے کی ماں کے نام پر رکھ دیا جاتا ہے جیسے خیندیف اور بُجَیْثَہ وغیرہ اور بعض اوقات کسی خصوصیت کے نام پر رکھ دیا جاتا ہے (وہ خصوصیت جو اس قبیلے کی اصل کے ساتھ مخصوص تھی) یا اسی قسم کی کوئی اور چیز بعض اوقات کسی سبب کے واقع ہونے سے قبیلے کو کوئی لقب دے دیا جاتا ہے مثلاً غَسْتَان (اور یہ اس لیے) کہ وہ ایک غَسْتَان نامی چشمے پر اترے تھے۔ یہی نام قبیلے کو دے دیا گیا۔ لوگوں نے اس کے علاوہ اور سبب بھی بیان کیا ہے جیسا کہ کتب انساب میں مذکور ہے۔

اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب قبیلے میں دو ایک جیسے نام ہوں جیسے مثال کے طور پر الحُرث اور الحُرث ، اور ان میں سے ایک دوسرے کی اولاد میں سے ہو اور بعد میں آیا ہو تو وہ پہلے گزرنے والے والد کو "الاکبر" کہہ کر پکارتے ہیں اور بعد میں آنے والے کو "الصغر"۔

قبائل کے ناموں کے ضمن میں عربوں کا طریقہ

عربوں کی اصطلاح میں قبائل کے نام پانچ طرح آتے ہیں ، اول یہ کہ قبیلے کے لیے اب (باپ) کا لفظ بولا جائے جیسے عاد ، ثمود ، اور سَدَیْن اور اسی قسم کے اور قبیلے۔ قرآن مجید میں اسی طرح آیا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان : **وَإِلٰی عَادٍ - وَإِلٰی ثَمُوْدَ - وَإِلٰی سَدَیْنٍ** مراد بنی عاد ، بنی ثمود اور بنی مدین سے ہے ، وغیرہ وغیرہ۔ ایسا بالعموم ان شعوب اور بڑے قبائل میں ہوتا ہے جو قدیم زمانے میں تھے۔ برخلاف بطون اور افخاذ وغیرہ کے (کہ ان میں ایسا نہیں ہوتا) دوسرا طریقہ یہ ہے کہ قبیلے کے لیے **بَسْمُو** کا لفظ استعمال کیا جائے

اور بنو فلان کہا جائے۔ ایسا بالعموم بطون ، افتخاد اور چھوٹے قبیلوں میں ہوتا ہے بالخصوص بعد میں آنے والے زمانے میں۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ قبیلے کا ذکر جمع اور آل کی شکل میں آئے جیسے الطَّائِلِیِّیْنَ اور الجَعْفَیْرِہ وغیرہ اور ایسا بالعموم صرف متاخرین میں ہوتا ہے۔ چوتھی صورت یہ ہے کہ قبیلے کو آل فلان سے تعبیر کیا جائے جیسے آل ربیعہ ، آل فضل اور آل علی وغیرہ اور ایسا بالعموم متاخرین کے ہاں ہوتا ہے بالخصوص شام کے عربوں میں۔ پانچویں صورت یہ ہے کہ [۳ : ۱۹۳] قبیلے کو اولاد فلان کہہ کر بولا جائے ، یہ صرف متاخرین افتخاد عرب میں پایا جاتا ہے اور وہ بھی بہت کم۔ مثلاً وہ یوں کہتے ہیں اَوْلَادُ زَعَارِعٍ اور اَوْلَادُ قُرَیْشٍ وغیرہ۔

نام رکھنے اور کنیتوں کے ضمن میں عربوں کا طریقہ

عرب بالعموم اپنے بیٹوں کے سکروہ نام رکھتے تھے مثلاً کنائب ، حَنْظَلہ ، ضِرَار ، حرب اور اسی قسم کے دیگر نام۔ اور اپنے غلاموں کے محبوب نام رکھا کرتے تھے مثلاً فلاح اور نجاح وغیرہ۔ اس کا سبب جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے یہ تھا کہ کسی نے ابو الشَّدَقِیْشِ الْکَلَابِی سے کہا : تم اپنے بیٹوں کے برے نام کیوں رکھتے ہو جیسے کلاب اور ذئب اور اپنے غلاموں کے عمدہ نام رکھتے ہو جیسے مرزوق اور رباح ؟ اس نے جواب دیا : ہم اپنے بیٹوں کے نام دشمنوں کے لیے رکھتے ہیں اور غلاموں کے نام اپنے لیے (اس کی مراد یہ ہے کہ بیٹوں کو دشمنوں کے لیے تیار کیا جاتا ہے لہذا انہوں نے ان کے لیے برے نام اختیار کیے اور غلام اپنے لیے تیار کیے جاتے ہیں لہذا انہوں نے ان کے لیے اچھے نام چنے)۔ کتاب نہایۃ العرب میں اسی طرح مرقوم ہے۔ حافظ ابن القیم نے کتاب مفتاح دار السعاده میں کہا ہے : اپنی اولاد کے نام رکھنے کے معاملے میں عربوں کے ہاں کئی طریقے مروج تھے۔ چنانچہ بعض نے

دشمن پر فتح کی نیک فال کی غرض سے نام رکھا مثلاً غالب ، غلاب ، مالک ، ظالم ، غارم ، مُنازل ، مُقاتیل ، مُعارک ، مُسہر ، سُورِق ، مُصَبِح اور طارق اور بعض نے دنیاوی حظوظ اور سعادت حاصل کرنے کی فال کی غرض سے نام رکھا مثلاً سَعْد ، سعید ، اُسْعَد مسعود ، سَعْدی اور غانم وغیرہ اور بعض نے سخت اور کھردرے قسم کے جسموں والا نام رکھا تاکہ اس سے طاقت کی فال لی جائے مثلاً حجر ، صخر ، فہر ، اور جَمَدل اور بعض ایسے تھے کہ بیوی درد زہ میں مبتلا ہوتی تو گھر سے نکل جاتا اور جو کچھ بھی اسے سب سے پہلے ملتا بچے کا نام اسی کے نام پر رکھ دیتا خواہ وہ کچھ بھی ہو مثلاً درندہ یا لومڑیا گوہ یا ہرن یا کُتّا یا گھاس یا اسی قسم کی اور چیز۔ اسلام کے آنے تک ان کا یہی دستور رہا۔ بیان ختم ہوا۔

عربوں کے اکثر نام ، جیسا کہ نہایۃ الارب میں ہے ، ان ناموں سے منقول ہیں جو ان کے خیال کے خزانے میں چکر لگاتے رہتے تھے اور یہ وہ چیزیں ہوتی جن میں ان کا اٹھنا بیٹھا ہوتا اور جو ان کے آس پاس رہتی تھیں یا حیوان جیسے اسد اور نَمِر (چیتا) یا نباتات جیسے نبت اور حنظلہ ، یا حشرات الارض جیسے سانپ اور کیڑے یا زمین کے اجزا میں سے جیسے فہر (پتھر) اور صخر (چٹان) وغیرہ۔ وہ مقام جہاں الزبیر بن العوّام قتل ہوئے میں نے اس کی وادی السباع کی وجہ تسمیہ اس طرح دیکھی ہے (وادی السباع کوفی کے نواح میں بصرے اور مکے کے درمیان واقع ہے) کہ اسماء بنت دُرَیم بن القَیّس بن اہشود بن بَہراء کو اُمّ الاُسبع کہا جاتا تھا۔ اُس کی اولاد بنو وَاَبْرہ بن تغلب بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ ہیں جنہیں السباع (درندے) کہا جاتا ہے۔ وہ یہ ہیں : کلب ، اُسد ، ذئب ، فَمَہْد ، نَزْک (نون پر فتح) اور

۱۔ لسان العرب اور قاسوس دونوں میں نَزک نون کی کسرہ کے ساتھ ہے اور اس کے معنی نیولے یا گوہ کے آلہ تناسل کے کیے ہیں اور لکھا ہے کہ نر گوہ کے دو آلہ تناسل اور مادہ کے دو رحم ہوتے ہیں۔

راء ساکن ، اسی کو حَرِيشُ بھی کہتے ہیں ، اسے کرکندن بھی کہتے ہیں ، اس کا ایک سینگ ہوتا ہے اور یہ اپنے سینگ پر ہاتھی کو اٹھا لیتا ہے جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے (اور خنعم (اور یہ بجٹو ہے) اور فزُر (اور یہ ببر ہے - بجو کی ایک قسم - اس کا جسم چیتے سے چھوٹا ہوتا ہے مگر یہ اس سے زیادہ قوی اور زیادہ دلیر ہوتا ہے) اور عنزہ^۲ (یہ ایک جانور ہے جس کی تھوتھنی لمبی ہوتی ہے اور بڑی قسم کے درندوں میں شمار ہوتا ہے - اونٹنی کے پاس آ کر اپنی تھوتھنی پیچھے سے داخل کر کے جو کچھ اس کے پیٹ میں ہوتا ہے سب کھا جاتا ہے ، اونٹ کے پاس آ کر اس کی آنکھیں نکال لیتا ہے - بِلَا اور بجٹو اور سَمْع (سین کی کسرہ کے ساتھ ، یہ بجو کے پیٹ سے بھیڑیے کی اولاد ہے) اور دَیْسَم (اور وہ لومڑ ہے - بعض کہتے ہیں کہ یہ بھیڑیے کا بچہ ہے) اور نِمْس (یہ نیولے سے بڑا ہوتا ہے - گوشت کھاتا ہے اس کا رنگ سیاہ ہوتا ہے جس میں سفید داغ ہوتے ہیں) اور عِيفَر (ببر کی ایک جنس ہے) اور بھیڑیا اور خارپشت اور ظَرَبان (یہ ایک جانور ہوتا) جو بلی کی شکل کا ہوتا ہے) اور اس کی گوز بدبودار ہوتی ہے) اور وعوع (یہ

۱ - لسان العرب میں یوں ہے : الحَرِيشُ دابة لها مخالب كمخالب الأسد و قرن واحد في وسط هامتها - زاد الجوهري : يسميها الناس الكرکندن..... وقيل : الحَرِيشُ دُوَيْبَةُ أكبر من الدودة على قدر الأصبع لها قوائم كثيرة وهي التي تسمى دخالة الأذن (کنکھجورا) -

۲ - لسان العرب میں یوں ہے : العنزة أيضا ضرب من السباع بالبادية دقيق الخطم يأخذ البعير من قبيل دبره - وهي فيها كالسلوقية - و قَلَمَايُرى - وقيل : هو على قدر ابن عرس يدنو من الناقة وهي باركة ثم يشب فيدخل في حياؤها فينشد ميص فيه حتى يصل الى الرحم فيشجتذبها فتسقط النلقة فتدوت - قال الازهرى : العنزة عن العرب من جنس الذئاب -

بڑے جسم والا گیدڑ ہے) یہ عورت اپنی اولاد کے ساتھ اس وادی میں اتر کر تھی لہذا اس وادی کو اس کی اولاد کے غلبے کے خیال سے وادی السباع کہا گیا کیونکہ سباع سبوع کی جمع ہے اور سبع اس جانور کو کہا جاتا ہے جس کے تیز دانت ہوں اور انسانوں اور جانوروں پر حملہ کرتا ہو اور شیر ، بھیڑیے ، شکاری چیتے اور چیتے کی طرح ان کا شکار کرتا ہو۔ رہا لومڑ اگرچہ اس کے دانت تیز ہوتے ہیں مگر وہ درندہ نہیں ہے اس لیے کہ وہ کسی پر حملہ نہیں کرتا۔ یہی حال بچو کا ہے۔

ابن حبیب کہتا ہے : وائل بن قاسط کا گزر اسی اسماء نامی عورت کے پاس سے ہوا جو و بصرہ کی اولاد کی ماں تھی۔ یہ ایک خوب صورت عورت تھی ، اس کے بیٹے اس کے پاس جانوروں کو چرا رہے تھے ، اس کے دل میں برا خیال آیا تو اسماء نے کہا : شاید تو نے اپنے دل میں کوئی بات کہی ہے ؟ اس نے کہا : ہاں۔ اس نے کہا : اگر تو باز نہیں آئے گا تو میں تمہارے خلاف اپنے درندوں سے فریاد کروں گی۔ وائل نے کہا : مجھے تو وادی میں کوئی نظر نہیں آ رہا۔ اسماء نے کہا : اگر میں اس وادی کے درندوں کو پکاروں تو وہ ضرور مجھے تجھ سے بچا لیں گے اور تمہارے خلاف میری مدد کریں گے۔ وائل نے کہا : کیا درندے تمہاری زبان سمجھتے ہیں؟ اسماء نے کہا : ہاں ، پھر بلند آواز سے کہا : اے کتے ، اے بھیڑیے ، اے چیتے ، اے ریچھ ، اے سرخان [۳ : ۱۹۵] (بھیڑیا) یہ سب دوڑتے ہوئے آگئے اور کہنے لگے : کیا بات ہے اے ماں !؟ کہنے لگی یہ تمہارا سہمان ہے اس کی اچھی طرح ضیافت کرو۔ اس نے اپنے بیٹوں کے سامنے اپنے آپ کو رسوا کرنا نہ چاہا : چنانچہ انہوں نے اس کے لیے جانور ذبح کیا اور اسے کھلایا۔ اس پر وائل نے کہا : یہ تو درندوں کی وادی (وادی السباع) ہے اور اس کا یہی نام پڑ گیا۔ بیان ختم ہوا۔

اس قصے کا ذکر قاموس میں اختصار سے کیا گیا ہے۔

عربوں میں سے بعض لوگ اپنا نام عبدالعزیزی ، عبد ود ، عبد مناة

وغیرہ رکھا کرتے تھے جن میں ان کے کسی ایک بت کی طرف بندگی کی نسبت ہوتی تھی۔ بعض کا نام کسی شعر وغیرہ کے نام پر پڑ جاتا تھا، بہر حال یہ بحث لمبی ہے۔

رہی کنشیتیں تو یہ قدیم زمانے میں بھی اور آج کل بھی ان کے کلام میں آئی ہیں اس سے عربوں کا مقصد تعظیم کرنا ہوتا کیونکہ بعض لوگ اپنے نام سے مخاطب کیے جانے سے نفرت کرتے ہیں اسی لیے اکرام اور احترام کے موقعے پر اسے انسان کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جیسا کہ شاعر کے اس شعر سے اس بات کی طرف اشارہ ہوتا ہے :

اُكْتَشِيَتْهُ حَيْثُ اُنْتَادِيَتْهُ لَا كِرْمَةً
وَلَا اَلِقَبُّهُ وَالسَّوْءَةَ اَللَّقَبَا

جب میں اسے بلاتا ہوں تو اس کی تعظیم کی خاطر میں اس کی کنیت پکارتا ہوں میں لقب کی برائی کے سبب سے اسے لقب سے نہیں پکارتا

کنیت کا لفظ دراصل کنایہ سے لیا گیا ہے اور کنایہ یہ ہے کہ تو ایک چیز بول کر کوئی اور چیز مراد لے (اس کا معاورہ یوں بولا جاتا ہے کُنْشِيَتْ (یعنی ناقص یائی) اور كُنْشَوْتُ (ناقص واوی) بِكَنْذًا (یعنی بصلہ با) وَعَنْ كَنْذًا (بصلہ عن) كُنْشِيَةً وَكُنْشِيَةً (میں نے اس کی فلان کنیت رکھی) اور جمع کنی ہے اور اِكْتَشِيَتْ (باب افتعال سے) فُلَانٌ بِكَنْذًا اور يُكَنْشِيْ بِكَنْذًا (فلان نے اپنی فلان کنیت رکھ لی) وَ كُنْشِيَتْهُ اَبَا كَنْذًا اور بِاَبِي كَنْذًا (یعنی باب تفعیل سے بھی آتا ہے) مُخَفَّفٌ اور مُثَقَّلٌ (یعنی مجرد اور باب تفعیل) دونوں طرح

۱ - بہجۃ اثری لکھتے ہیں : ابو تمام نے مختار اشعار قبائل العرب میں اس شعر کو بعض الفزارین کی طرف منسوب کیا ہے اور قائل کا نام نہیں لکھا اور اس کے بعد یہ شعر نقل کیا ہے :

كَذَلِكَ اُدْبَتْ حَتَّى صَارَ مِنْ خُلُقِي
اَنِيسِي وَجَدْتُ بِاَلِكِ الشَّيْمَةَ اَلْاَدْبَا

آتا ہے لیکن مجرد میں اس کا استعمال زیادہ ہے اور فُلَانٌ كِنِيٌّ فُلَانٍ جب دونوں کی ایک ہی کنیت ہو (یعنی ہم کنیت ہوں) جیسا سَمِيئَةُ کہا جاتا جب وہ نام میں اس کا شریک ہو (یعنی ہم اسم ہو)۔

اور عربوں کے ہاں کنیت رکھنے کی وجہ یہ ہوئی کہ کسی قدیم بادشاہ کے یہاں ایک بچہ پیدا ہوا جس میں اس نے نجابت کی علامات کو محسوس کیا۔ بادشاہ کو اس سے بہت محبت ہو گئی۔ جب وہ بڑا اور جوان ہوا اور اس قابل ہو گیا کہ اسے شاہی آداب سکھانے جائیں تو بادشاہ نے یہ چاہا کہ اس کے لیے ایک الگ جگہ مقرر کی جائے جو آبادی سے دور ہو اور جہاں وہ رہ کر استادوں سے آداب سیکھے اور جہاں وہ ایسے لوگوں سے میل جول نہ رکھ سکے جو اس کا وقت ضائع کریں چنانچہ بادشاہ نے اس کے لیے جنگل میں ایک عمارت تعمیر کر دی، اسے وہاں منتقل کر دیا اور اس کے لیے ایسے اشیخاص مقرر کر دیے جو اسے علمی [۳ : ۱۹۶] اور شاہی آداب سکھائیں، وہاں اس کے لیے تمام دنیاوی ضروریات بھی رکھ دیں۔ پھر وہ لوگ جو اس کے ہم پلہ یا اس جیسے تھے مثلاً اس کے چچا کی اور امراء کی اولاد ان کو اس کے ساتھ مانوس رکھنے اور اس کے آداب سیکھنے کے لیے اس کے ساتھ وہاں شامل کر دیا، نیز اس لیے کہ وہ اس سے موافقت کر کے ادب سیکھنے کی محبت اس کے دل میں ڈال دیں۔ بادشاہ ہر سال کے اختتام پر اپنے بیٹے کے پاس جاتا اور اپنے ان مصاحبوں کو ساتھ لے لیتا جن کے بیٹے بادشاہ کے بیٹے کے ساتھ ہوتے تاکہ وہ بھی اپنی اولاد کو دیکھ لیں۔ یہ لوگ جب وہاں پہنچتے تو بادشاہ کا بیٹا ان لوگوں کے متعلق دریافت کرتا جو اس کے باپ کے ساتھ آئے ہوتے تاکہ وہ ہر ایک سے تعارف حاصل کر لے۔ چنانچہ بادشاہ کہتا : هَذَا أَبُو فُلَانٍ (یہ فلان کا باپ ہے) و هَذَا ابو فلان (اور یہ فلان کا باپ ہے) ان کی مراد ان بچوں کے باپوں سے ہوتی جو اس کے ساتھ وہاں ہوتے۔ اس طرح شہزادہ ان کے بیٹوں کی طرف نسبت کرنے سے ان کو پہچان جاتا۔ یہیں سے عربوں کے یہاں کنیتوں کا ظہور ہوا۔ اس کے بعد یہ عام ہو گئیں اور ان کا وسیع

استعمال ہونے لگا یہاں تک کہ ہر انسان کی کنیت اس کے بیٹے نام پر رکھ دی گئی اس کے بعد اس کا استعمال اور بھی وسیع ہوتا گیا اور جس کا بیٹا نہ ہوتا اور بیٹی ہوتی تو بیٹی کے نام پر ہی کنیت رکھ دیتے جیسا کہ مسروق بن اجدع کو ابو عائشہ کہا جاتا ہے اور جس کا نہ بیٹا ہوتا اور نہ بیٹی - اس کی اس شخص کے نام پر کنیت رکھ دی جاتی جو اس کا قریب ترین شخص ہوتا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن الزبیر کی کنیت بچپن ہی میں ابوبکر رکھ دی تھی اور ابوبکرؓ عبد اللہ کے نانا ہوتے ہیں کیونکہ عبد اللہ کی والدہ ابوبکرؓ کی بیٹی اسماء ہیں - اس کے بعد جب عبد اللہ کے ہاں لڑکا پیدا ہوا تو انہوں نے اس کا نام خُبَیْث رکھا اور اس کے نام پر کنیت رکھ لی - اس طرح ان کی دو کنیتیں ہو گئیں - اور عورتوں کی کنیت رکھنے میں "أم" کا لفظ استعمال کر کے یہی طریقہ اختیار کیا گیا لہذا جہاں اپنی اولاد کے نام پر کنیت رکھی گئی وہاں "أم" سلمة اور "أم" زینب کہا گیا اور عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کنیت "أم" عبد اللہ رکھی اور عبد اللہ سے مراد عبد اللہ بن الزبیر لی جاتی تھی جو ان کی ہم شیرہ اسماء کے بیٹے تھے - عائشہؓ کے اپنی اولاد نہ تھی - مزید برآں چونکہ انسان اور دیگر حیوانات اولاد کے ہونے میں برابر کے شریک ہیں لہذا جانوروں کی کنیت بھی "اب" اور "أم" کے لفظ سے رکھ دی گئی مثلاً گیدڑ کی کنیت "أبو مُعَاوِيَةَ" اور بچو کی "أم" عامر - کنیت کے معاملے میں انہیں انسانوں کی طرح سمجھا گیا - لفظ ابن اور بنت کو اضافت کے ساتھ اسی طرح استعمال کیا گیا تاکہ ان کا اپنا نام ترک کر کے آباء کی طرف منسوب کرنے سے ان کی تعظیم و تکریم پائی جائے چنانچہ

۱ - مسروق بن اجدع : مسروق بن اجدع بن مالک الہمدانی - کوفہ کے عبادت گزار لوگوں اور کبار محدثین میں سے تھے - زیاد نے انہیں سلسلہ کا حاکم مقرر کر دیا تھا - وہیں ۶۳-۵ میں تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی -

ابن عباس اور ابن عمر کہا گیا - حسین علیہ السلام کو ابن بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا جاتا تھا یہ ان کی والدہ کی تعظیم کی خاطر تھا - انسانوں کے علاوہ دیگر حیوانات وغیرہ کے ساتھ بھی یہی طریقہ اختیار کیا گیا چنانچہ سانپ کو ابن 'قتشہ' کہا گیا اور حجاز کی ایک قسم کی بکری کو بنت حذف کہا گیا - اب چونکہ وسعت استعمال سے کنیت اور اَب کے ساتھ استعمال کرنے میں حیوانات کو انسانوں کی طرح سمجھا گیا تھا لہذا بعض جمادات کو اسی پر محمول کر کے ان کے ساتھ بھی یہی طریقہ اختیار کیا گیا - چنانچہ روٹی کو اَبُو جَابِر کہا گیا اور آفت کو اُمّ قار ، صبح کو ابن 'ذ' کناء ، کنکر کو بنت الارض ، [۳ : ۱۹۷] اس کے بعد کنیت رکھنے کا ایک ہی طریقہ نہ رہا چنانچہ اب کے لفظ سے بھی کنیت رکھی گئی تاکہ اصل طریقے کی یاد قائم رہے لہذا بھیڑے کو ابو جَعْدَة اور چیتے کو ابو جہل کہا گیا اور جمادات میں جو چیزیں مؤنث ہیں ان کی بھی کنیت " اَب " کے لفظ سے رکھی گئی چنانچہ آگ کو اَبُو سَرِيح اور ابو حُبَابِ حَب کہا گیا - اسی طرح ان کنیتوں کے بارے میں کیا گیا جو لفظ ام سے بنائی جاتیں ، چنانچہ قوس کو اُمّ السہام اور ایک مشہور پہاڑ کو ام سَخْل کہا گیا - ابن اور بنت کے ساتھ شروع ہونے والی کنیتوں کے ساتھ بھی یہی طریقہ اختیار کیا گیا - کتوے کو ابن دَايَة اور ایک مشہور پرندے (کونج مرغابی وغیرہ) کو بَيْنَتِ المَاء کہا گیا -

ناموں اور کنیتوں کے رکھنے میں عربوں کے دو طریقے ہیں ، ایک عام طریقہ ہے اور ایک نادر - عام طریقہ یہ ہے کہ اولاد کے نام پر کنیت ہو اور نادر یہ ہے جیسے علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی کنیت ابو تراب - یہی طریقہ عربوں نے ذو اور ذات کے استعمال میں اختیار کیا ہے چنانچہ عام طریقہ میں سے ذوالجلال اور ذات البُرُوج ہے اور نادر میں سے ذوالنون اور ذات النطاقین ہیں -

کنیتوں اور ان لفظوں میں سے جو ابن کے لفظ کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں بعض ایسے ہیں جنہیں مسمیٰ کے لیے اسم علم بنا دیا گیا ہے

اور اسم علمیت میں معنوں کا لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ بعض کو معنی کے اعتبار سے صفت بنا دیا جاتا ہے۔ اس قسم کے اسماء، کنایات اور اضافتوں میں جو نام رکھے جاتے ہیں ان کی تین قسمیں ہیں۔ پہلی قسم کے ساتھ الف اور لام (أَلْ) کا لانا ضروری ہوتا ہے مثلاً ابو الحُرث شیر کا اسم علم ہے اور ابو الحصین لومڑ کا، اور دوسری قسم وہ ہے جس پہ أَلْ نہیں آتا مثلاً ابو جَعْدَة (بھیڑیا)، ابن دَايَة اور بِنْتُ طَبَقِ سَابِ کے لیے۔ تیسری قسم وہ ہے کہ جس پر أَلْ لاتے بھی ہیں اور نہیں بھی لاتے مثلاً گھوڑے کے لیے ابو مضاء اور شتر مرغ کے لیے أمّ رثال اور مائی پرندے کے لیے ابن ماء۔ عربوں نے أمّ کے لفظ کو آب کے مقابلے زیادہ وسعت سے استعمال کیا ہے اور لفظ ابن اور بنت کو أمّ سے بھی زیادہ وسعت سے۔ حتیٰ کہ شعروں کے قصیدے کو ابْنَة لَيْسَلِيهَا کہا جاتا ہے اور فلان ابن بَطِينَه (جسے ہر وقت کھانے کا خیال لگا رہے) اور فلان ابن فَرَجِيه (جسے ہر وقت شہوانی خواہش کا خیال لگا رہے) جب کسی انسان کا سارا غم انھی دو کے لیے ہو۔ اور (فلان) ابن يَسْوَمِه یعنی وہ آئندہ کے متعلق سوچتا ہی نہیں۔ اور عرب کہتے ہیں یہ لوگ ابناء فارس (ایرانی) ہیں اور (ابناء) الشُّروم (رومی) ہیں اور ابناء مَكَّة و خراسان، ان معنوں میں آب اور أمّ کا استعمال نہیں ہوتا۔ عربوں نے اس وسعت استعمال کو خاص طور پر انھی ناموں تک محدود نہیں رکھا بلکہ اور لفظوں میں بھی وسعت استعمال (کا قانون) جاری رکھا ہے چنانچہ جو شخص کسی چیز کی صحبت میں رہے یا اس میں لگا رہے یا اسے کثرت سے استعمال کرتا ہو تو کہتے ہیں هو أخوه۔ ہی آختہ۔ انھی معنوں میں شاعر کا یہ قول ہے :

أَخَا الْحَرَبِ لَبَّاسًا إِلَيْهَا جِيْلَانَهَا
وَلَيْسَ بِيَوْلَايَجِ الْخَوَالِفِ أَعْقَلَا

یہ بڑا جنگجو ہے، جنگ کی زره پہن کر جنگ کے لیے نکلتا ہے، یہ خوف کی وجہ سے گھبرا کر گھر میں گھسنے والا نہیں ہے

[۳ : ۱۹۸] اور شراب اور نبیذ کے بارے میں ابو الاسود نثلی کا

یہ شعر ہے :

فَالَا يَكُنْهُمَا أَوْ تَكُنْهُ فَأِنَّهُ
أَخُوهُمَا غَدَتَهُ أُمَّهُ بِلَيْبَانِيهَا

اگر نبیذ شراب نہیں ہے یا شراب نبیذ نہیں تو نبیذ یقیناً شراب کا بھائی ہے۔ اس کی ماں نے شراب کو جو دودھ پلایا تھا وہی نبیذ کو بھی غذا کے طور پر دیا گیا ہے

بعض لوگ ایسے ہیں کہ ان کا نام تو ہے مگر کنیت نہیں ہے۔ اور ایسا بالعموم ہوتا ہے اور بعض لوگوں کا نام بھی ہوتا ہے اور کنیت بھی، اس کا اتنا کثرت سے استعمال نہیں جتنا پہلے کا۔ اور بعض کا علم ہوتا ہے کنیت بھی ہوتی ہے اور اسم جنس بھی۔ جیسے اُمامہ (اسم علم) ابو الحارث (کنیت) اور اُسد (اسم جنس)۔ اور بعض کی کنیت ہے اور وہی نام بھی ہے جیسے اَبُو بَرَّاقِش ایک مشہور حیوان کا نام ہے اور ام رباح۔ براء موحّدہ کے ساتھ۔ مٹیالے رنگ کے ایک پرندے کی کنیت ہے جس کے دونوں پر اور پیٹھ سرخ ہوتی ہے اور انگور کھاتا ہے۔ اور بعض ایسے ہیں جن کی دو مختلف حالتوں میں دو کنیتیں ہیں مثلاً عامر بن الطفیل کہ صلح کے زمانے میں اس کی کنیت ابو علی اور جنگ کے زمانے میں ابو عقیل تھی۔ اور بعض کی ایک ہی حالت میں دو یا دو سے زیادہ کنیتیں ہوتی تھیں اور یہ کثرت سے ہے۔ امام ثعالبی نے کنیتوں اور ان کے مناسبات کے بارے میں ایک مفصل کتاب لکھی ہے اور یہ ایک جلیل القدر کتاب ہے۔ خدا ہی توفیق دینے والا ہے۔

۱ - یہ حیوان نہیں بلکہ ایک پرندہ ہے جس کے اوپر کے پر مٹیالے، درمیانی سرخ اور نچلے سیاہ ہوتے ہیں، جب جوش میں آتا ہے تو کئی رنگ بدلتا ہے۔ متلون مزاج آدمی کو اس کے ساتھ تشبیہ دی جاتی ہے۔

عربوں میں سے جو لوگ نسب جاننے میں مشہور ہوئے

چونکہ عرب نسب کی حفاظت کرنے کا بہت زیادہ اہتمام کیا کرتے تھے اس لیے انہیں اس کا علم بھی سب سے زیادہ تھا۔ کوئی قبیلہ ایسا نہ تھا جس میں کوئی ایسا نسب دان نہ ہو جو فروع کو اصول سے ملا دے اور ایسے لوگوں کو باہر نکال نہ دے جو قبیلے میں سے نہ ہوں یہاں تک کہ تقریباً سب میں یہ صفت پائی جاتی تھی۔ ان تمام کا یہاں ذکر کرنا ممکن نہ ہوگا مگر ہم ان لوگوں کا ذکر کریں گے جو اس معاملے میں ضرب المثل بن گئے تھے۔

بنی شیبان کا دغفل بن حنظلہ السدوسی

عربوں کی امثال میں سے ایک مثل ہے 'فُلَانٌ اَنْشَبُ مِّنْ دَغْفَلٍ' (فلاں دغفل سے بھی زیادہ نسب دان ہے) یہ بنی ذہل بن ثعلبہ بن عکابہ کا ایک فرد تھا جو اپنے زمانے کا بہترین نسب دان تھا۔ لوگوں کا خیال ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے [۳ : ۱۹۹] اس سے چند باتیں پوچھی تھیں تو اس نے بتا دی تھیں۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تو نے یہ کیسے معلوم کیں؟ تو اس نے جواب دیا: سوال کرنے والی زبان اور عقلمند دل کے ذریعے مزید برآں^۳ علم کو آفت آتی ہے، علم کو ضائع کیا جاتا ہے، اس کا

۱ - جاحظ (البيان والتبيين ۱ : ۳۲۲) کہتا ہے: ومن رؤساء النسبائين دغفل بن حنظلة احد بنی عمرو بن شیبان لم يدرك النشأه مثله لساناً و علماً و حيفظاً۔

۲ - معاویہ نے جو سوال کیے تھے ان کے لیے ملاحظہ ہو امالی القالی : ۳ : ۲۵-۲۷۔

۳ - البيان والتبيين (۱ : ۲۷۳) میں علی کا لفظ نہیں ہے وہاں یوں ہے ان للعلم اربعة۔

فیضان^۱ کم ہو جاتا ہے اور اس سے سیری نہیں ہوتی - چنانچہ نسیان علم کی آفت ہے اور اس کا ضائع کرنا یہ ہے کہ تو نا اہل شخص سے اس کا ذکر کرے اور اس سے سیر نہ ہونا یہ ہے کہ صاحب علم حریص ہوتا ہے وہ اس سے سیر^۲ نہیں ہوتا اور اس کے فیضان کا کم ہونا یہ ہے کہ اس میں جھوٹ بولا جائے۔

بعض کہتے ہیں کہ یہ دغفل بن حنظلہ السدوسی ہے ، اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا مگر آپ سے اس نے کوئی حدیث نہیں سنی۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اس وقت معاویہ کے پاس قدامہ بن جراد القریعی تھا۔ دغفل نے اس کا نسب نامہ بیان کیا تاآنکہ اس باپ تک پہنچا جس سے جراد پیدا ہوا تھا۔ پھر کہا: جراد کے ہاں دو شخص پیدا ہوئے: ایک احمق شاعر ہے اور دوسرا ناسک (عبادت گزار) ہے۔ تو کونسا ہے؟ اس نے کہا: میں سفید شاعر ہوں، تو نے میرا نسب بیان کرنے میں اور میرے متعلق جو کچھ کہا ہے درست کہا ہے۔ تجھ پر میرا باپ قربان ہو مجھے یہ بتا کہ میں کب مروں گا۔ دغفل نے کہا: اس کا علم میرے پاس نہیں ہے۔ بہر حال اسے ازرقہ نے قتل کیا۔

میدانی نے عربوں کے قول "إنَّ البلاءَ سؤُ کُئِلٌ بالمنطِق" (ہماری اپنی کہی ہوئی باتیں ہی مصیبت کا باعث بنتی ہیں) پر بحث کرتے ہوئے کہا ہے: المفضل سے مروی ہے کہ یہ مثال سب سے پہلے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہی جیسا کہ ابن عباس نے ذکر کیا ہے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ مجھ سے علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

- ۱ - معاورہ ہے تَکْیِدَاتِ البئر : قیل " ماؤہ یمہاں سے مراد، کم فیض ہے۔
- ۲ - فرمان نبوی ہے: منہومان لایشبعان منہوم العلم و منہوم المال (دو قسم کے حریص سیر نہیں ہوتے، علم کا حریص اور مال کا حریص)
- ۳ - ملاحظہ ہو العقد الفرید : ۳ : ۲۳۸ - ۲۳۹ - العقد الفرید میں دفعنا الی مجلس کی بجائے رفعنا الی چھپا ہے وہ غلط ہے۔

کو اللہ کی طرف سے حکم ہوا کہ آپ قبائل کے سامنے اپنے آپ کو پیش کریں اس وقت میں اور ابوبکر رضی دونوں آپ کے ساتھ تھے۔ ہم چلتے چلتے عربوں کی ایک مجلس میں پہنچے۔ ابوبکر رضی نے جو کہ بہت نسب دان تھے آگے بڑھ کر سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ اس کے بعد ابوبکر رضی نے پوچھا: تم کس قبیلے میں سے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: ربیعہ میں سے۔ ابوبکر رضی نے پھر کہا: تم ربیعہ کے اشراف میں سے ہو یا درمیانے طبقے کے لوگوں میں سے۔ انہوں نے کہا: ان کے عظیم شرفا میں سے۔ کہا: تم کون سے عظیم شرفا میں سے ہو۔ انہوں نے کہا: ذہل اکبر میں سے۔ کہا: کیا تمہیں میں سے وہ عوف نامی شخص ہوا ہے جس کے متعلق کہا جاتا لا حُرْبَ بَوَادِرِيْ عَوْفٍ (عوف کی وادی میں کوئی آزاد شخص نہیں ہے)؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ کہا: کیا تمہیں میں سے جبسہ اس بن مرہ تھا جو اپنے عہد کی حمایت کرنے والا تھا اور پناہ گزین کی حفاظت کرتا تھا؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ کہا: کیا تم ہی میں سے الحوفزان گزرا ہے جو بادشاہوں کا قاتل اور ان کی جانیں سلب کرنے والا تھا؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ کہا: کیا تم ہی میں سے آگے بڑھنے والا پگڑی والا فردہ تھا؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ کہا: کندی بادشاہوں کے [۳: ۲۰۰] ماموں تم ہی میں سے تھے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ کہا: کیا تم ہی میں سے وہ لوگ تھے جو لخم کے بادشاہوں کے داماد تھے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ کہا: پھر تم ذہل اکبر نہیں ہو، تم تو ذہل اصغر ہو۔ یہ سن کر ایک لڑکا کھڑا ہوا جس کے منہ پر ابھی سبزہ اگا ہی تھا جسے دغفل کہا جاتا تھا اور اس نے کہا:

إِنَّ عَلِيَّ سَأَلِنَا أَنْ نَسْأَلَهُ
وَالْعَيْبُ إِلَّا تَعْرِفُهُ، أَوْ تَحْمِلُهُ

ہمارا حق ہے کہ ہم بھی اپنے سائل سے کچھ سوال کریں اور جب تک

۵۔ لسان العرب میں ہے: أَمِنْ هَامِهَا أَمْ مِنْ لِهَامِهَا أَيْ مِنْ أَشْرَافِهَا
انت او من اوساطها۔

تو خود بوجھ نہ اٹھا لے تو اسے جان نہیں سکتا (کہ کتنا بوجھ ہے)

اے میاں ! تو نے ہم سے سوال کیا اور ہم نے تجھ سے کوئی چیز نہیں چھپائی - تو کن لوگوں^۱ میں سے ہے ؟ کہا : میں قریش کا ایک فرد ہوں - کہا : بہت خوب ، یہ تو شرف اور ریاست والے لوگ ہیں - تو قریش کی کس شاخ میں سے ہے ؟ کہا : تیم بن مُرہ میں سے - بولا : خدا کی قسم تو نے تیر انداز کو گردن^۲ کے گڑھے پر تیر مارنے کا موقع دیا ہے ، کیا قُصَی بن کلاب جس نے فہر کے قبائل کو جمع کیا اور جسے مُجَمِّع کہا جاتا تھا تمہی میں سے تھا ؟ جواب دیا : نہیں - بولا : کیا وہ ہاشم جس نے اپنی قوم کو ٹرید بنا کر کھلایا حالانکہ مکے کے لوگ قحط زدہ اور دہلے ہو رہے تھے تمہی میں سے تھا ؟ جواب دیا : نہیں - کہا : شیبۃ الحمد (عبدال مطلب) آسمان کے پرندوں کو کھانا کھلانے والا اور جس کا چہرہ تاریک رات میں چاند کی طرح چمکتا تھا تمہی میں سے تھا ؟ جواب دیا : نہیں - بولا : تو کیا تم اہل رقادہ^۳ میں سے ہو ؟ جواب دیا : نہیں - بولا : تو کیا اہل حجابت میں سے ہو ؟ جواب دیا : نہیں - بولا : تو کیا اہل سقایہ میں سے ہو ؟ جواب دیا : نہیں - علی رضی فرماتے ہیں کہ اس پر ابوبکر رضی نے اپنی اونٹنی کی سہار کھینچ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلے آئے - اس وقت دغفل نے کہا :

- ۱ - بلوغ الارب میں فمن الرجل ہے اسے فمِیْمَن الرجل پڑھیں جیسا کہ العقد الفرید میں ہے -
- ۲ - بلوغ الارب میں صفا الشجرة ہے اسے سواء الشجرة پڑھیں جیسا کہ العقد الفرید میں ہے -
- ۳ - رقادہ حجابت اور سقایہ کی تشریح دوسری جلد میں گزر چکی ہے ملاحظہ ہو بلوغ الارب : ۲ : ۲۸۳ ، ۲۸۵ -

اصَادِفَ دَرَاءِ السَّيْلِ دَرَاءُ يَدٍ فَتَعُهُ
يَتَهَيَّضُهُ حَيْثُنَا وَحَيْثُنَا يَصْدُ عُهُ

ایک طغیانی ریلے کا ٹکراؤ دوسرے ریلے سے ہو گیا جس نے اسے
دھکیل دیا وہ کبھی اسے توڑتا اور کبھی پھاڑتا تھا

خبردار! خدا کی قسم ، اے قریش کے آدمی اگر تو ٹھہرا رہتا تو
تجھے بتا دیتا کہ تو قریش کے ادنیٰ لوگوں میں سے ہے ، شرفا میں سے
نہیں ہے — کیا میں دغفل نہیں ہوں! راوی کہتا ہے: رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے۔ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں
نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: یہ بدوی کیا تھا، تجھے تو ایک بلا سے واسطہ
پڑ گیا۔ کہا: ہاں۔ ایسے کو تیسرا مل ہی جاتا ہے اور انسان کی گفتار ہی
اس کے لیے مصیبت کا سبب بنتی ہے۔

جس طرح عربوں کے نسب جاننے میں اس شخص کی طرف سب کی
انگشت نمائی ہوتی ہے اسی طرح یہ [۳ : ۲۰۱] انواء اور آسمان کے علم
اور قبائل کے حالات میں بھی ماہر تھا۔

ہیثم بن عدی نے عوانہ سے روایت کیا ہے ، وہ کہتا ہے : زیاد نے
دغفل سے عربوں کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا : جاہلیت کا زمانہ
یمن کے لیے تھا ، اسلام کا زمانہ مضر کے لیے ہے ، ان دونوں کے
درمیان ۲ کا زمانہ ربیعہ کے لیے ہے۔ کہا : مضر کے متعلق بتاؤ۔ جواب
دیا : کنانہ کی وجہ سے فخر کرو ، تمیم کی وجہ سے غلبہ حاصل کرو

۱۔ صَادِفَ دَرَاءِ السَّيْلِ دَرَاءُ يَصْدُ عُهُ ایک مثال جس کا اردو
میں بالمقابل ایسے کو تیسرا ہے۔ العقد الفرید میں صَادِفَ دَرَاءِ السَّيْلِ
دَرَاءُ ہے اور وہ غلط ہے۔

۲۔ اسے الفَيْثَةُ بَيْنَهُمَا لَرَبِيعَةَ پڑھیں جیسا کہ العقد الفرید (۳ : ۲۵۰)
میں ہے ، بلوغ الارب میں الفتنۃ لربیعۃ ہے۔ غلط ہے۔

۳۔ بلوغ الارب میں کَآيِرٌ ہے مگر العقد الفرید میں کَآثِرٌ ہے۔

اور قیس کی مدد سے جنگ کرو کیونکہ انہی میں شہسوار اور بہادر^۱ ہیں۔ رہا قبیلہ^۲ اسد تو یہ ذلیل^۳ اور مکار ہیں۔

کسی نے اس سے پوچھا : تو بنی عامر بن صعصعہ کے متعلق کیا کہتا ہے ؟ تو کہا : ان کی گردنیں تو ہرنوں کی سی ہیں اور کولھے عورتوں کے سے۔ اچھا تو بنی اسد کے بارے میں کیا کہتا ہے ؟ کہا : یہ لوگ فال نکالنے والے اور قیافہ شناس اور سب کے سب فصیح ہیں۔ اچھا تو بنی تمیم کے بارے میں کیا کہتا ہے ؟ کہا : کھردرا پتھر ہے ، اگر تو سامنے آ جائے گا تو تجھے دکھ دے گا اور اگر تو اسے چھوڑ دے گا تو تجھے معاف^۴ کر دے گا۔ اچھا تو خزاعہ کے بارے میں کیا کہتا ہے ؟ جواب دیا : بھوک ہے اور باتیں۔ اچھا تو یمن کے بارے میں کیا کہتا ہے ؟ جواب دیا : سردار^۵ (بھی ہیں) اور احق بھی۔ نصر بن^۶ سیار کہتا ہے :

اَوْنًا وَهَذَا الْحَيُّ مِّنْ يَّمَنٍ
عِنْدَ الْفَخَّارِ أَعِزَّةٌ أَكْفَاءُ

- ۱ - بلوغ العرب میں النجوم ہے اسے الانجماد پڑھیں جیسا کہ العقد الفرید میں ہے۔
- ۲ - بلوغ العرب میں ذل وکید ہے مگر العقد الفرید میں دل و کبر ہے۔
- ۳ - بلوغ العرب اور العقد الفرید دونوں میں اعفانک ہے مگر البیان والتبیین (۲ : ۸۰) میں ختلاک ہے۔
- ۴ - اسے مَسِيْدٌ وَاَنْشُوكُ پڑھیں جیسا کہ البیان والتبیین (۱ : ۲۴۷ ، ۲ : ۸۰ اور ۲ : ۲۵۳) میں ہے۔ بلوغ العرب میں سیود ایوک ہے۔
- ۵ - نصر بن سیار : بہادر اور خراسان کا حاکم تھا۔ ہشام نے ۵۱۲ میں اسے وہاں کا حاکم مقرر کیا تھا۔ ۵۱۳ میں وفات پائی۔ نصر بنی لیت بن بکر میں سے تھا۔ اس کا شمار خطبا شعرا میں ہوتا ہے (البیان والتبیین : ۱ : ۴۷) ان اشعار کے لیے ملاحظہ ہو العقد الفرید : ۳ : ۲۵۱۔

ہم اور یمن کا یہ قبیلہ مفاخرت کے وقت طاقتور اور ایک دوسرے کے ہمسر ہیں

قَوْمٌ لَّهُمْ فَيَسْتَأْتِنَا دِمَاءُ جَمَّةٍ
وَلَسْنَا لِدَايَتِهِمْ لِحِنَّةٍ ۗ وَدِمَاءُ

یہ ایسی قوم ہے جن کے بہت سے خون ہمارے ذمے ہیں ، ہمیں بھی ان سے کئی عداوتوں اور خونوں کا بدلہ لینا ہے

وَرَبِيضَةُ الْأَذْنَابِ فِيهِمَا بَيْضَانَا
لَهُمْ لَنَا سِيَاهٌ وَلَا أَعْدَاءُ

اور ربیعة الاذنب ہم دونوں کے درمیان ایسے ہیں کہ ہماری نہ ان سے صلح ہے نہ دشمنی ہے

إِن يَنْصُرُونَنَا لَا نَعِزُّ بِمَنْصُرِهِمْ
أَوْ يَخْذُلُونَنَا فَالَسَّمَاءُ سَمَاءُ

اگر وہ ہماری مدد کریں تو ہم ان کی مدد سے طاقتور نہ بن سکیں گے اور اگر وہ ہمیں چھوڑ دیں تو یہ آسمان جب بھی آسمان ہی رہے گا

ابن الاعرابی^۲ سے مروی ہے ، وہ کہتا ہے کہ مجھے خبر ملی ہے کہ (انصار کی) ایک جماعت دغفل نَسَّابہ کے پاس اس کے نا بیٹا ہو جانے کے بعد آئی اور انہوں نے اسے سلام کیا ۔ اس نے کہا : تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے کہا : یمن کے سردار ۔ اس نے کہا : کیا اس کی قدیم بزرگی اور اس کی وسیع شرافت کندہ میں سے ہو؟ انہوں نے جواب دیا : نہیں ۔ اس نے کہا : پھر تم لمبی گردنوں والے اور خالص نسب والے

۱ - بلوغ الارب اور العقد الفرید دونوں میں أجنۃ ہے مگر اس سے کوئی

معنی نہیں بنتے میں نے لِحِنَّة پڑھ کر ترجمہ کیا ہے ۔

۲ - ملاحظہ ہو العقد الفرید : ۳ : ۲۳۹ -

بنو عبد المدان ہو ؟ انہوں نے کہا : نہیں - کہا : پھر تم کثیر التعداد فوجوں کی خوب قیادت کرنے والے اور (دشمن کی) صفوں کو خوب چیرنے والے اور تلواروں سے خوب مارنے والے عمرو بن معدیکرب کا کنبہ ہو ؟ انہوں نے کہا : نہیں - کہا : پھر تم حاتم بن عبد اللہ الطائی کے کنبے کے وہ لوگ ہو جن کا 'سامان ضیافت پر وقت موجود رہتا ہے ، جن کے صحن پاکیزہ ہیں اور جو جنگ کے موقعے پر بہت قوی ہوتے ہیں - انہوں نے کہا : نہیں - کہا : پھر کیا تم کھجور کے درخت لگانے والے ، قحط سالی میں لوگوں کو کھانا کھلانے والے اور عدل و انصاف کی بات کہنے والے انصار ہو ؟ انہوں نے کہا : ہاں -

ذرا اس سمجھ اور ذکا پر غور فرمائیے ---

اور ان میں سے ایک

ورقاء الاشعر

[۳ : ۲۰۲] یہ بھی ان لوگوں میں سے تھا جو عربوں کے انساب کا علم رکھنے میں ضرب المثل ہو گئے تھے چنانچہ عربوں کی ایک مثال ہے اَنْشَبُ مِّنْ اَبْنِ لِسَانِ الْجُمُرَةِ - ابن لسان الجُمُرہ سے بھی زیادہ نسب دان - یہ بنی تیم اللات بن ثعلبہ کا ایک فرد تھا اور اپنے زمانے کے علما میں سے تھا ، اس کا نام ورقاء الاشعر ہے اور کنیت ابو کلاب -

۱ - اس عبارت کو یوں پڑھیں : اَحْضَرُهَا قَرَاءً وَاَطْيَبُهَا فِينَاءً وَاَشَدُّهَا لِقَاءً جیسا کہ العقد الفرید میں ہے -

۲ - ابن لسان الجُمُرہ بنی تیم اللہ بن ثعلبہ کا ایک بدوی تھا - جب مغیرہ بن شعبہ بخ کوفہ کے گورنر تھے تو یہ کوفہ آیا ، انہوں نے اس سے قبائل عرب کے طبائع اور عورتوں کے اخلاق کے متعلق چند سوال کیے ، اس نے عمدہ جوابات دیے (البیان والتبیین :

۳ : ۱۶۲) -

میدانی کہتا ہے : یہ عربوں کا سب سے بڑا نسب دان تھا اور بڑائی کے اعتبار سے بھی سب سے بڑا تھا - قاموس میں ہے : ابن لسان الحمّره - مسکّره کی طرح - فصیح و بلیغ خطیب ہے ، نسابہ ہے ، اس کا نام عبداللہ بن حصین یا ورقاء بن الاشعر ہے -

اور ان میں سے ایک

زید بن الکیس النمری

ہے - یہ بنی عوف بن معد بن تغلب بن وائل میں سے تھا - قاموس میں ہے : یہ نسب دان تھا - ابو عبیدہ کہتا ہے : زید الکیس ان عربوں میں سے تھا جو علم نسب میں دغفل کے قریب آ جاتے ہیں - اسی زید اور دغفل کے بارے میں مسکین^۲ بن عامر کہتا ہے :

فَجِيكُمُ دَغْفَلًا وَاْرْحَلًا اِلَيْهِ
وَلَا تَدْعِ الْمَطِيَّ مِّنَ الْكِلَالِ

دغفل کو ثالث بناؤ اور کوچ کر کے اس کے پاس جاؤ ، تھکان کے سبب سواری کو نہ چھوڑ دو

اَوْ اِبْنَ الْكَيْسِ النَّمْرِيَّ زَيْدًا
وَلَوْ اَمْسَى بِمُنْخَرَقِ الشَّمَالِ^۳

یا زید بن الکیس النمری کو ثالث بنا لو خواہ وہ ایسی جگہ چلا گیا ہو جہاں باد شمال چلتی ہے

-
- ۱ - کتاب المعارف میں اعظمہم بصیراً ہے -
 - ۲ - مسکین لقب ہے - اصلی نام ربیعہ بن عامر بن أنیف ہے - فرزدق کا معاصر تھا اور بہادر شاعر تھا -
 - ۳ - یہ شعر البیان والتبیین (۱ : ۳۲۲) میں یوں ہے :
وَعِنْدَ الْكَيْسِ النَّمْرِيَّ عَيْلُمٌ
وَلَوْ اَمْسَى بِمُنْخَرَقِ الشَّمَالِ

اور ان میں سے ایک

النخار بن اوس بن الحرث بن ہذیم القضاعی

ہے۔ یہ شخص بھی علم نسب میں مُقَدِّم لوگوں میں مانا جاتا تھا۔ ابو عبیدہ کہتا ہے: یہ سب عربوں سے زیادہ نسب دان ہے۔ قاموس اور شرح قاموس میں ہے شَدَّاد کی طرح النَّخَّار بن أَوْس بن أَبِیْرِ الْقِضَاعِی ہے۔ یہ تمام عربوں سے بڑا نسب دان تھا اور یہ سعد ہذیم کی اولاد میں سے ہے۔ یہ دھاری دار چوغہ پہن کر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو انہوں نے اسے بنظر حقارت دیکھا۔ اس پر وہ بولا: میرا چوغہ تو تم سے بات نہیں کرتا۔ بیان ختم ہوا۔

اور ابوبکر بن درید^۳ سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ ابو حاتم نے ابو عبیدہ سے روایت کرتے ہوئے ہم سے بیان کیا [۳ : ۲۰۳] کہ ابو زرارہ بَجَّال بن حاجب العلقمی جو علقمہ بن زرارہ کی اولاد میں سے تھا، کہتا ہے کہ یزید^۴ بن شیبان بن علقمہ حج کے لیے روانہ ہوا۔ جب شہر نظر

۱ - یہ جمیل شاعر کا ہمعصر تھا، اسے نَخَّار اس لیے کہا گیا کہ تقریر کرتے کرتے جب یہ جوش میں آتا تو ناک میں سے آواز نکالتا تھا (البیان والتبیین : ۱ : ۲۵ اور ۱۰۵)۔

۲ - البیان والتبیین : ۱ : ۲۳۷ مگر وہاں نَخَّار کا جواب یوں ہے: یا امیر المؤمنین ان العباءة لا تُكَلِّمُكَ و انما یکلمک من فیہا۔

۳ - ملاحظہ ہو امالی قالی : ۲ : ۲۹۸ - ۲۹۹۔

۴ - یہاں پر بلوغ الارب کی عبارت درست نہیں ہے۔ عبارت یوں ہے: کان ابو زرارۃ بَجَّال بن حاجب العلقمی من ولد علقمة بن زرارۃ خرج یرید بنی شیبان بن علقمہ حاجًا اسے یوں پڑھیں: قال ابو زرارۃ

باقی حاشیہ صفحہ ۲۳۶ پر

آنے لگا تو اس نے دیکھا کہ ایک بوڑھے آدمی کو کچھ لوگوں نے گھیرا ہوا ہے جو اصل اونٹوں پر سوار تھے۔ ان کے پالان مہیش درخت کی لکڑی کے بنے ہوئے تھے جن پر رنگی ہوئی کھالیں پڑی ہوئی تھیں۔ وہ کہتا ہے : میں اس طرف کو ہو لیا اور ان کو سلام کیا۔ سلام پہلے میں نے کیا اور کہا : یہ کون شخص ہے ؟ اور یہ کون لوگ ہیں ؟ لوگ خاموش رہے اور اس بوڑھے کی ہیبت کی وجہ سے اس کی طرف دیکھتے رہے۔ بوڑھے نے جواب دیا : میں مسہرہ بن حسیدان بن عمرو بن الجاف بن قضاہ کا ایک فرد ہوں۔ میں نے کہا : خدا تمہیں زندہ رکھے ، اور واپس چلنے لگا۔ اس پر بوڑھے نے کہا : اے میاں ! تو نے ہم سے ہمارا نسب پوچھا اور ہم نے تجھے بتا دیا ، پھر بغیر کلام کہنے واپس چلنے لگا ہے۔ ابوبکر کہتا ہے : السکن بن سعید بن محمد بن عبّاد نے یوں روایت کیا ہے : تو نے ہمیں اس طرح سونگھا جس طرح بھیڑیا بھیڑ بکریوں کو سونگھتا ہے اور پھر واپس چلنے لگا ہے۔ میں نے کہا : میں نے کسی برائی کے باعث تجھ سے منہ نہیں موڑا ، البتہ میں نے تجھے اپنے قبیلے کا آدمی سمجھا تھا تا کہ میں بھی تیرے ساتھ شریک ہو جاؤں مگر تو نے اپنا ایسا نسب بیان کیا جسے میں نہیں جانتا اور میرا خیال نہیں کہ وہ بھی مجھے جانتا ہوگا۔ راوی کہتا ہے کہ اس پر اس نے منہ سے کپڑا ہٹایا اور اپنی پگڑی اتاری اور کہا : اپنی جان کی قسم اگر تو عربی اصلوں میں کسی ایک اصل کا بھی ہوگا تو میں تجھے ضرور پہچان جاؤں گا۔ میں نے کہا : میں اس کی معزز ترین اصل میں سے ہوں۔

صفحہ ۱۳۵ کا بقیہ حاشیہ

بَجَّال بن حاجب العلقمی - من ولد علقمة بن زرارة - خرج یزید بن شیبان بن علقمة حاجًا جیسا کہ امالی قالی میں ہے۔ اس کی تائید العقد الفرید (۳ : ۲۴۹) کے اس بیان سے ہوتی ہے۔ ذکر روا ان یزید بن شیبان بن علقمة بن زرارة بن عدس قال : خرجت حاجًا۔

اس نے کہا : عربوں کی بنا چار ارکان پر ہے ربیعہ ، مضر ، یمن اور قُضاعہ تو ان میں سے کس کے ساتھ تعلق رکھتا ہے ؟ میں نے کہا : مضر کے ساتھ ۔ اس نے کہا : کیا تو ارحاء میں سے ہے یا شہسواروں میں سے ؟ میں سمجھ گیا کہ ارحاء سے مراد قبیلہ خینذف ہے اور شہسوار قیس ہیں ۔ میں نے کہا : ارحاء میں سے ۔ اس نے کہا : پھر تو خینذف میں سے ہو ؟ میں نے کہا : ہاں ۔ اس نے کہا : کیا تو ان کی ناک کی نوک میں سے ہے یا کھوپری میں سے ۔ میں سمجھ گیا کہ ارنبة (ناک کی نوک) سے مراد مُدْرکہ ہے اور جمجمہ سے مراد طابخہ لہذا میں نے کہا : جمجمہ میں سے ۔ اس نے کہا : پھر تو طابخہ میں سے ہو ؟ میں نے کہا : ہاں ۔ اس نے کہا : کیا تو ان کے خالص لوگوں میں سے ہے یا رذیل لوگوں سے ؟ میں سمجھ گیا کہ خالص تمیم ہیں اور رذیل رباب ۔ میں نے کہا : خالص لوگوں میں سے ۔ اس نے کہا : پھر تو تمیم میں سے ہو ؟ میں نے کہا : ہاں ۔ اس نے کہا : کیا اَحْلَمِین (زیادہ حلم والوں) میں سے یا اَکْثَرَمِین (زیادہ عزت والوں) میں سے یا اَقْلَمِین (کم تعداد والوں) میں سے ؟ میں سمجھ گیا کہ اَحْلَمِین عمرو بن تمیم ہیں اور اَکْرَمِین زید مناة اور اَقْلَمِین الحارث بن تمیم ۔ میں نے کہا : اَکْرَمِین میں سے ۔ اس نے کہا : پھر تو زید مناة میں سے ہو ؟ میں نے کہا : ہاں ۔ اس نے کہا : تو کیا جدود (نہر کے کناروں) میں سے ہو یا بحور (سمندروں) میں سے یا ثَمَاد (کم پانی) میں سے ۔ میں سمجھ گیا کہ جدود مالک [۳ : ۲۰۴] ہے بحور سعد اور ثَمَاد امرؤ القیس بن زید مناة ۔ میں نے کہا : جدود میں سے ۔ اس نے کہا : تب تو تو بنی مالک میں سے ہے ؟ میں نے کہا : ہاں ۔ اس نے کہا : کیا چوٹیوں (ذری) میں سے یا ارداف (چوتڑوں) میں سے ؟ میں سمجھ گیا کہ ذری سے مراد حنظلہ سے ہے اور ارداف سے مراد ربیعہ اور معاویہ اور یہ کندھے کے دو سُہرے ہیں ۔ میں نے کہا : ذری میں سے ۔ اس نے کہا : پھر تو بنی حنظلہ میں سے ہو ؟ میں نے کہا : ہاں ۔ اس نے کہا : کیا تو بُدُور (چاندوں) میں سے ہے یا شہسواروں میں سے یا جُر میں سے ؟ میں سمجھ گیا کہ بدور سے مراد

مالک ہے اور شہسوار یربوع ہیں اور جڑ براجم - لہذا میں نے کہا : بدور میں سے - اس نے کہا : پھر تو بنی مالک بن حنظلہ میں سے ہوؤا ؟ میں نے کہا : ہاں - اس نے کہا : کیا ناک کی نوک میں سے یا جڑوں میں سے یا گُدسی میں سے ؟ میں سمجھ گیا کہ ناک کی نوک (ارنبہ) دارم ہیں دو جہڑے (لحیٰئین) طُہیٰئہ اور عَدَوِیٰئہ اور قفا (گُدسی) ربیعہ بن مالک بن حنظلہ - میں نے کہا : میں ارنبہ میں سے ہوں - اس نے کہا : پھر تو دارم میں سے ہوؤا ؟ میں نے کہا : ہاں - اس نے کہا : کیا لُباب (گُدے) میں سے ہے یا ہضاب (ٹیلوں) میں سے یا شہاب (ستارے) میں سے ؟ میں سمجھ گیا لُباب عبد اللہ ہے ، ہضاب مجاشع اور شہاب نمشل - میں نے کہا : لُباب میں سے - اس نے کہا : پھر تو بنی عبد اللہ میں سے ہوؤا ؟ میں نے کہا : ہاں - اس نے کہا : کیا تو بیت (گھرانے) میں سے ہے یا زوافر (مددگاروں) میں سے ؟ میں سمجھ گیا کہ بیت بنو زرارہ ہیں اور زوافر اَحْلاف - میں نے کہا : بیت میں سے - اس نے کہا : پھر تو بنی زرارہ میں سے ہوؤا ؟ میں نے کہا : ہاں - اس نے کہا : زرارہ کے دس بیٹے تھے ، حاجب ، لَقِیْط ، عَلْقَمہ ، مَعْبَد ، خُزَیْمہ ، لَسْبِید ، ابو الحُرث ، عمرو ، عبد مناة اور مالک ، ان میں سے تو کن میں سے ہے ؟ میں نے کہا : علقمہ کے بیٹوں میں سے - اس نے کہا : علقمہ کے ہاں شیبان کے سوا کوئی اولاد نہیں ہوئی - شیبان نے تین عورتوں سے شادی کی - مہْدَد بنت حُمُران بن بشر بن عمرو بن مرثد جس سے یزید پیدا ہوؤا اور اس نے عِکْرشہ بنت حاجب بن زرارہ بن عُدَس سے شادی کی جس سے مامور پیدا ہوؤا اور نے عَمْرہ بنت بشر بن عمرو بن عُدَس سے شادی کی جس سے مَقْعَد پیدا ہوؤا - ان بیویوں میں سے تو کس کی اولاد میں سے ہے ؟ میں نے کہا : مہْدَد کی - اس نے کہا : بھتیجے جب بھی دو گروہ مُدْرکہ کے بعد جدا جدا ہوئے تو تو ان کے افضل گروہ میں سے ہوؤا تاآنکہ تیرے دو بھائیوں نے تجھے تنگ کیا اور وہ دونوں ایسے ہیں کہ میرے نزدیک اگر ان کی ماں میری ماں ہوتی تو میں اسے زیادہ پسند کرتا بہ نسبت اس کے کہ تمہاری ماں

میری ماں ہوتی - بھتیجے ! کیا حال ہے ؟ کیا میں تجھے پہچان گیا ؟
میں نے کہا : ہاں - تمہارے باپ کی قسم بہت خوب پہچانا -

[۳ : ۲۰۵] اس نسب دان کے کیا کہنے اور اس علم کے کیا کہنے ، جس میں وہ اس مرتبے کو پہنچا - نیز لوگوں کے حالات کو جاننے کے معاملے میں وہ کسی حد تک پہنچا تھا - خواہ اپنا ہی باپ کیوں نہ ہو پھر بھی کسی نہ کسی حالت میں اختلاف آ ہی جاتا ہے اور عرب تو اس کثرت سے ہیں - ان کی اتنی بڑی تعداد ہے - لیکن اللہ تعالیٰ کے عطیے اور اللہ تعالیٰ کی عنایت جب کسی کو توفیق عطا کرتی ہے تو اس کے لیے مشکل کام بھی آسان ہو جاتے ہیں اور وہ اس حد تک پہنچ جاتا ہے جس تک بڑی کوشش کرنے والا نہیں پہنچ سکتا خواہ مدتوں تک کوششوں میں لگا رہے -

اور ان میں سے ایک

صعصعہ بن صوحان

ہے - یہ صَعَصَعَةُ عربوں کے نسب جاننے کے معاملے میں شہرت پانے والے لوگوں میں سے تھا - عہد جاہلیت میں اپنی قوم کے حالات جاننے کے سلسلے میں جو لوگ مُقَدَّم تھے اسے بھی ان میں شمار کیا جاتا تھا - اس نے اسلامی زمانہ بھی پایا ہے -

کتاب الامالی^۱ میں ہے : ابو بکر کی اپنی سند سے لے کر شعبی تک سے مروی ہے : شعبی کہتے ہیں صعصعہ بن صوحان جب پہلی بار معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا : تو کن لوگوں میں سے ہے ؟ اس نے کہا : میں نزاز کا ایک فرد ہوں - معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا : نزاز کیا ہے ؟ اس نے کہا : جب وہ کسی پر چڑھائی کرتا ہے تو دشمن کو گھیرے میں لے لیتا ہے - جب واپس آتا ہے تو تیزی

۱ - ملاحظہ ہو امالی قالی : ۲ : ۲۲۴ - ۲۲۵ -

سے واپس آتا ہے اور جب کسی سے (جنگ میں) ملتا ہے تو وسیع میدان میں ملتا ہے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تو اس کی کس اولاد میں سے ہے؟ کہا: ربیعہ میں سے۔ کہا: ربیعہ کیا ہے؟ جواب دیا: وہ گھوڑ سواروں کو لے کر چڑھائی کیا کرتا تھا اور رات کو غارت ڈالا کرتا اور جو کچھ حاصل کرتا اسے از رہ سخاوت دے دیتا تھا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تو اس کی کس اولاد میں سے ہے؟ جواب دیا: اسد میں سے۔ کہا: اسد کیا ہے؟ جواب دیا: وہ کہ جو کسی چیز کو تلاش کرتا تو اس تک پہنچ جاتا اور جب حاصل کر لیتا تو لوگوں کو خوش کرتا اور جب واپس آتا تو کپڑے پہن کر پرانے کر دیتا۔ کہا: تو اس کی کس اولاد میں سے ہے؟ جواب دیا: جدیلہ میں سے۔ پوچھا: جدیلہ کیا ہے؟ جواب دیا: وہ قد آور تھا، عمدہ گھوڑے تیار رکھتا تھا اور عمدہ تیغ زن تھا۔ کہا: تو اس کی کس اولاد میں سے ہے؟ جواب دیا: دُعمی میں سے۔ کہا: دُعمی کیا ہے؟ جواب دیا: وہ اوپر کو اٹھنے والی آگ تھا، کاٹ دینے والی جنگ تھا اور نفع رساں نیکی تھا۔ کہا: تو اس کی کس اولاد میں سے ہے؟ جواب دیا۔ اَفْصٰی میں سے۔ کہا: اَفْصٰی کیا ہے؟ جواب دیا: وہ چھوٹے پہاڑوں پر اترتا کرتا تھا۔ کثرت سے غارتگری کیا کرتا تھا اور پڑوسنوں کی حفاظت کیا کرتا تھا۔ کہا: تو اس کی کس اولاد میں سے ہے۔ [۳: ۲۰۶] جواب دیا: عبدالقیس میں سے۔ کہا: عبدالقیس کیا ہے؟ جواب دیا: وہ (دشمن کو) پیچھے دھکیلنے والے بہادر ہیں۔ سردار اور قائد ہیں۔ شرفا اور رئیس ہیں۔ پوچھا: تو اس کی کس اولاد میں سے ہے؟ جواب دیا: اَفْصٰی میں سے۔ کہا: اَفْصٰی کیا ہے؟ جواب دیا: وہ ایسے نیزوں والا تھا جو (دشمن کی طرف) سیدھے کیے

۱ - اِفْتَرَشَ : تَوَسَّعَ وَالْفَرَشُ الْفَضَاءُ الْوَاسِعُ لَا جَبَلٌ فِيهِ وَلَا شَجَرٌ (سمط اللآلی: ۸۳۹)۔

۲ - قارہ: چھوٹا پہاڑ جو دوسرے پہاڑوں سے الگ تھلگ ہو۔

رہتے تھے - اس کی ہنڈیا بھری رہتی تھی اور پیالے خالی ہوتے تھے - کہا :
 تو اس کی کس اولاد میں سے ہے ؟ جواب دیا : لُککیز میں سے - پوچھا :
 لُککیز کیا ہے ؟ جواب دیا : بذات خود جنگ میں جاتا بہادروں سے
 گتھم گتھا ہوتا اور مال (لوگوں میں) بکھیرتا - کہا : تو اس کی
 کس اولاد میں سے ہے ؟ جواب دیا : عجل میں سے - پوچھا : عجل کیا
 ہے ؟ جواب دیا : سخت طاقتور شیر ہیں اور چوٹی کے بادشاہ ہیں اور
 پرانے سردار چلے آتے ہیں - پوچھا : تو اس کی کس اولاد میں سے ہے ؟
 جواب دیا کعب میں سے - پوچھا : کعب کیا ہے ؟ جواب دیا : جنگ کی
 آگ بھڑکاتا تھا اور عمدہ ضرب لگاتا تھا اور مصیبت کو دور کر دیتا تھا -
 پوچھا : تو اس کی کس اولاد میں سے ہے ؟ جواب دیا : مالک کی - پوچھا :
 مالک کیا ہے ؟ جواب دیا : خود بھی بہادر اور سخی ہے اور بہادر اور
 سخی کی اولاد ہے ، خود بھی سردار اور بہت عطیے دینے والا ہے اور
 سردار اور بہت عطیے دینے والے کی اولاد ہے - معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا : خدا
 کی قسم تو نے اس قبیلہ قریش کے لیے کچھ باقی نہیں چھوڑا - اس نے
 جواب دیا : بلکہ میں نے بیشتر حصہ اور وہ حصہ چھوڑا ہے جو مجھے
 زیادہ محبوب ہے - پوچھا : وہ کیا ہے ؟ جواب دیا : میں نے قریش کے لیے
 اونٹوں کی پشم (والے) اور شہروں کے رہنے والے یعنی بدوی اور حضری
 اموال اور سونا چاندی چھوڑا ہے ، صنعا اور شعائر حج ، گنبد اور قابل
 فخر باتیں ، تخت اور منبر اور قیامت تک حکومت چھوڑی ہے - معاویہ رضی
 اللہ عنہ نے کہا : یاد رکھو اللہ کی قسم تجھے خطیباً دیکھ کر مجھے غصہ آتا
 تھا - اس نے جواب دیا - خدا کی قسم مجھے بھی یہ بات بری معلوم ہوتی
 تھی کہ تمہیں امیر (المومنین) دیکھوں ازاں بعد وہ نکلا اور چل دیا -
 مگر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے واپس بلایا اسے انعام دیا اور اس کی عزت افزائی کی -
 اس صعصعہ کے بہت سے واقعات ہیں جن کا ذکر کرنا طول کا باعث ہوگا -

۴ - بلوغ الارب میں اسیراً ہے مگر امالی میں خطیباً ہے - میمن نے "اثیراً"
 تجویز کیا ہے -

اور ان میں سے ایک

عبداللہ بن عبدالحجر بن عبدالمدان

ہے۔ یہ مشہور نسب دان اور بڑا صاحب فہم شخص تھا ، ابوبکر سے مروی ہے کہ سکن بن سعید نے محمد بن عباد سے روایت کرتے ہوئے بتایا اور محمد بن عباد نے عباس بن ہشام کے حوالے سے بیان کیا۔ عباس کہتا ہے کہ (ملکی) معاملات درست ہو جانے کے بعد معاویہ رض نے عبداللہ بن عبدالحجر بن عبدالمدان سے سوال کیا اور عبدالحجر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا تو آپ نے اس کا نام عبداللہ رکھا تھا۔ چنانچہ انہوں نے پوچھا : تجھے اپنی قوم کے متعلق کیسی معلومات حاصل ہیں ؟ جواب دیا : (مجھے ان کے متعلق) اسی قدر علم ہے جس قدر اپنے متعلق ہے۔ کہا : تو مراد کے متعلق کیا کہتا ہے ؟ جواب دیا : یہ لوگ (دشمنوں سے) انتقام لینے والے اور اپنی عزت و آبرو کو بچانے والے ہیں ، بلند رتبے اور شرف کو حاصل کرنے والے ہیں۔ کہا : تو نَسَخ کے بارے میں کیا کہتا ہے ؟ جواب دیا : یہ اپنے جانوروں کی حفاظت کرنے والے ، جنگ کو بھڑکانے والے اور مصیبتوں کو دور کرنے والے ہیں۔ کہا : تو بنی الحارث بن کعب کے متعلق کیا کہتا ہے ؟ جواب دیا : یہ (میدان جنگ میں) انبوہ^۲ کو کشادہ کر دینے والے ، سرکے کے شہسوار ، انبوہ مردم^۳ کو چمٹ^۴ جانے والے اور (بوقت صلح) مراپا صلح ہیں۔ کہا : تو سعد العشیرہ کے متعلق کیا

۱ - اس کے مزید موال و جواب کے لیے ملاحظہ ہو العقد الفرید: ۱: ۱۶۳

۲ : ۳۱۰ ؛ ۳ : ۲۷۵ ، ۲۸۳ ؛ ۷ - ۹۹ ، ۱۰۰-۱ : ۱۰۸

۲ - اللکاک : الزحام -

۳ - الضمکاک مثل اللکاک سواءً -

۴ - لیزازر : يقال فلان لیزازر و لیزازر شری ای لصیق شر لا یُقیلع

عنہ -

کہتا ہے ؟ جواب دیا : یہ ظلم سے روکنے والے ، درجوں^۱ (زینوں) کی بنا ڈالنے والے اور پیاس کو بجھانے والے ہیں - کہا : تو جُعیسی کے متعلق کیا کہتا ہے ؟ جواب دیا : یہ صبح کے شہسوار ، ہتھیاروں کو استعمال^۲ کرنے والے اور ہوا^۳ سے بھی آگے نکل جانے والے ہیں - کہا : تو بنی زبید کے بارے میں کیا کہتا ہے ؟ جواب دیا : یہ لوگ مسلح اور بہادر ہیں ، سردار اور اشراف ہیں ، (دشمنوں کو) دھکیلنے کے وقت صاحب وقار ہوتے ہیں اور دشمن کے ریلے کے مقابل ثابت قدم رہنے والے ہیں - کہا : تو جنسب کے بارے میں کیا کہتا ہے ؟ جواب دیا : یہ ایسے بچانے والے ہیں جو اپنے گھر بار اور عزت کو محفوظ رکھتے ہیں اور مصیبت زدہ کی مصیبت کو دور کرنے والے ہیں - کہا : تو صداء کے بارے میں کیا کہتا ہے ؟ جواب دیا : یہ دشمنوں کے لیے زہر ہیں اور جنگ کو خوب بھڑکانے والے ہیں - کہا : تو رہاء کے بارے میں کیا کہتا ہے ؟ جواب دیا - یہ (دشمن کے) شہسواروں کی تیزی کو روکنے والے اور موت پر اس طرح ٹوٹ پڑتے ہیں جس طرح وہ اونٹ^۴ پانی پر ٹوٹ پڑتے ہیں جو تین دن کے بعد پانی پینے آئے ہوں - کہا : تو اپنی قوم کو خوب جانتا ہے^۵ -

- ۱ - السَّریم : السَّدرَجَہ^۱ (سیڑھی) قال ابو عمرو بن العلاء : أتیت دار قوم فی الیمن أسأل عن رجل فقال لی رجل : أسمک^۲ فی الریہ^۳ ای أعل^۴ فی الدرجه -
- ۲ - بلوغ الأرب میں مُعْمِلُوا ہے اور یہی درست ہے مگر امالی القالی (۱ : ۱۵۷) میں مُعْلَمُوا ہے -
- ۳ - بلوغ الأرب میں مُبَارِزُوا ہے اسے مُبَادِرُوا پڑھیں جیسا کہ امالی میں ہے - بِمَادَرَ فُلَانًا الشئی والیہ : سَبَقَهُ -
- ۴ - خواس وہ اونٹ جو گھاٹ سے جانے کے بعد تین دن چرتے رہے ہوں - چوتھے دن گھاٹ پر آئیں -
- ۵ - اس بیان کے لیے ملاحظہ ہو امالی قالی : ۱ - ۱۵۷ - ۱۵۸ -

عربوں کی ایک مثال ہے أنسب من کثیر

یہاں أنسب کا لفظ نَسِيب سے لیا گیا ہے اور نَسِيب یہ ہے کہ شاعر کسی عورت کے حسن کا ذکر کرے اور یہ بتائے کہ اس کے عشق نے اس پر کیسے تسلط جا رکھا ہے۔ نَسِيب غزل نہیں غزل تو یہ ہے کہ کوئی شخص عورتوں کی محبت اور ان کی طرف میلان رکھنے کی وجہ سے مشہور ہو جائے۔ نَسِيب میں انہی باتوں کا ذکر و بیان ہوتا ہے۔ ربا عربوں کا کہنا أنسب من کثیر (فلاں کثیر سے بھی اچھی نَسِيب کہہ لیتا ہے) تو یہ شاعر کے اس شعر سے لیا گیا ہے :

وَكَاَنَّ قُسًا فِي عِكَظٍ يَخْطُبُ
وَ ابْنُ الْمُقَفَّعِ فِي الْيَتِيمَةِ يُسْهِبُ

ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ عکاظ میں قس خطبہ دے رہا ہے اور ابن المقفّع اپنی کتاب الدرۃ الیتیمہ میں لمبی بحث کر رہا ہے

[۲۰۸ : ۳] وَ كَاَنَّ لَيْلَى الْاَخِيْلِيَّةَ تَنْشُدُ
وَ كُثَيْرَ عَزَّةَ يَوْمَ بَيْتِنِ يَنْسِيبُ

اور گویا لیلیٰ اخیلیہ نوحہ کر رہی ہے اور کثیر عزہ جدائی کے دن عشقیہ اشعار کہہ رہا ہے

جُمَحِي کہتا ہے : عشقیہ اشعار کہنے کے معاملے میں کثیر کو وافر جوہر عطا ہوا تھا۔ اسے فنون شعر میں وہ قدرت حاصل تھی جو جمیل کو حاصل نہ تھی۔ اس کا نام [کاف پر ضمہ ثاء مثلثہ پر فتحہ اور یاء مشدّدہ تحتانیہ کے نیچے کسرہ ہے] اور وہ کثیر بن عبدالرحمن بن ابی جُمَعہ بن الّاسود بن عامر ہے۔ لَخَمِي کہتا ہے : یہ کثیر بن ابی جمعہ ہے اور اس کی والدہ جُمَعہ اشیم کی بیٹی تھی اور اشیم کی

۱ - یہ دونوں شعر ابو تمام کے ہیں جو اس نے حسن بن وہب کے بارے میں کہے تھے۔

کنیت اسی بیٹی کے نام پر تھی اسی لیے کثیر بن ابی جُمعہ کہا گیا ہے۔ یہ خُزَاعی ہے اور ابو خزاعہ کا نام الصلت بن النضر بن کنانہ ہے۔ اسی کے بارے میں کُشَیْر کہتا ہے :

أَلَيْسَ أَبِي بِيالنَّضْرِ أُمُّ لَيْسَ وَ الْيَدِي
لِيَكُلَّ نَجِيْبٍ مِّنْ خُزَاعَةَ أَزْهَرَا

کیا نضر میرا باپ نہیں ہے اور کیا میرا باپ خزاعہ کے روشن اور شریف لوگوں کی اولاد نہیں ہے

چنانچہ کُشَیْر نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ قریش میں سے ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ ازدی ہے اور قحطان کی اولاد میں سے ہے۔ کُشَیْر حجازی اور اموی دور کا شاعر ہے۔ اس کی کنیت ابو صخر ہے ، وہ کُشَیْر عَزَّہ کے نام سے مشہور ہو گیا تھا۔ عَزَّہ اس کی محبوبہ ہے اس کے اکثر اشعار میں اسی کے ساتھ تشبیب کہی گئی ہے اور عَزَّہ ، ابن کلبی کے بیان کے مطابق ، عَزَّہ بنت حُمَيْد (حاء مہملہ پر ضمہ) بن حَفْص ہے اور بنی حاجب بن غِفَار میں سے تھی اور کنیت اُم عمرو اور یہ ضمیر ہے جو قبیلہ ضمہ کی طرف نسبت ہے۔ اس کی نسبت کو جَدِّ اَعْلَىٰ کی طرف لوٹاتے ہوئے اکثر حَاجِبِيَّة بھی کہا جاتا ہے جیسا کہ کُشَیْر ایک قصیدے میں کہتا ہے :

حَاجِبِيَّةٌ إِنِّ الْحَاجِبِيَّةَ طَلَحَتْ
قُلُوبُ صَيِّكُمَا وَ نَاقَتِي قَدَّ أَكَلَتْ

میرے دو دوستو! حاجبہ نے تمہاری جوان اونٹنیوں کو تھکا دیا ہے اور میری اونٹنی بھی تھک گئی ہے

ابن قتیبہ کتاب الشعرا میں کہتا ہے : عائشہ بنت طلحہ بن عبد اللہ نے کثیر کو کہلا بھیجا : اے ابن ابی جُمعہ تو عَزَّہ کے متعلق جو [۳ : ۲۰۹] عشقیہ اشعار کہتا ہے کس لیے کہتا ہے حالانکہ وہ اس قدر خوبصورت نہیں ہے جس قدر تو بیان کر رہا ہے ؟ اگر تو چاہتا تو تو اس

عشق کو کسی اور عورت کی طرف پھیر دیتا جو اس کی زیادہ مستحق ہوتی مثلاً میں یا میرے جیسی کوئی دوسری عورت اور میں صرف اس کو آزمانا چاہتی تھی - اس پر کثیر نے کہا :

إِذَا وَصَلْتُنَا خُلَّةً كَسَىٰ تَزِيلُهَا
أَبَيْنَا وَ قُلْنَا الْحَاجِبِيَّةُ أَوْ ل

جب کوئی دوست عورت ہم سے اس لیے تعلق قائم کرے کہ حاجبہ کو زائل کر دے تو ہم انکار کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حاجبہ پہلے (پھر کوئی اور)

لَهَا مَهْلٌ لَا يُسْتَطَاعُ دِرَاكُهُ
وَ مَسَابِقَةُ مِاجِبٍ لَا تَسْجَوُلُ

اس میں وہ متانت پائی جاتی ہے جسے کوئی حاصل نہیں کر سکتا اور محبت میں وہ افضلیت ہے جو بدل نہیں سکتی

سَنُو لِيْكَ عُرْفًا اِنْ اَرَدْتِ وِصَالِنَا
وَ نَحْنُ لِيْكَ الْحَاجِبِيَّةُ اَوْ صِلْ

اگر تو ہم سے تعلقات قائم کرنا چاہتی ہے تو ہم تجھ سے بڑا اچھا سلوک کریں گے مگر اس حاجبہ کے ساتھ ہمارے تعلقات تم سے زیادہ قائم رہیں گے

اس پر عائشہ نے کہا : اللہ کی قسم تو نے مجھے اپنی دوست کہا ہے حالانکہ میں تیری دوست نہیں ہوں ، تو نے اپنا تعلق مجھ سے قائم کرنا چاہا ہے حالانکہ میں نہیں چاہتی ، تو نے جمیل کی طرح کیوں نہیں کہا :

يَأْرُبُ عَارِضَةً عَلَيْنَا وَ صِلْتَهَا
بِالْجِدِّ تَخْلِطُهُ بِقَوْلِ الشَّازِلِ

کئی عورتیں ہمیں اپنا وصل پیش کرتی ہیں اس سنجیدگی کے ساتھ جس میں ہنسی کی بات بھی ملی ہوتی ہے

فَأَجَبْتُهَا بِإِلِرْفُوقٍ بَعْدَ تَسْتُرٍ
حُبِّيُّ بُشَيْئَةَ عَنِّ وَصَالِكِ شَاغِلِي

میں نے کچھ عرصہ چھپے رہنے کے بعد اس کو نرمی سے جواب دیا کہ
جو محبت بشینہ کی میری دل میں ہے اس نے مجھے تمہارے وصل سے
روک رکھا ہے

لَوْ كَانَ فِي قَلْبِي كَقَدْرِ قَلَامَةٍ
وَصَلَّتْكَ كُتُبِي أَوْ أَتَتْكَ رَسَائِلِي

اگر میرے دل میں ناخن کے تراشے کے برابر بھی (تمہاری محبت)
ہوتی تو میری چٹھیاں یا پیغامات تمہارے پاس آتے

اور قالی نے اپنی امالی^۱ میں عتبی کی روایت سے بیان کیا ہے۔ وہ
کہتا ہے : عَزَّهٗ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مِرْوَانَ كَيْ يَأْتِيَ تُو عَبْدِ الْمَلِكِ نِي اس
سے کہا : کیا تو ہی کُشَيْرِ والی عزه ہے ؟ اس نے جواب دیا : ہاں ۔
عبدالملک نے اس سے کہا : کیا تو کُشَيْرِ کے ان اشعار کی روایت
کرتی ہے ؟

وَقَدْ زَعَمْتُ أَنِّي تَغْيِرْتُ بَعْدَهَا
وَمَنْ ذَا الَّذِي يَاعَزُّهُ لَا يَتَغْيِرُ؟

اس کا خیال ہے کہ اس کے بعد مجھ میں تغیر آ گیا ہے ۔ اے عزه
کون ہے جس میں تغیر نہ آتا ہو

تَغْيِرَ جِسْمِي وَالْخَلَائِقَةَ كَالَّتِي
عَهْدتِ ۚ وَ لَمْ يُخْبِرْ بِسِرِّكَ مُخْبِرٌ

میرا جسم تو متغیر ہو چکا ہے مگر مزاج وہی ہے جو تو نے دیکھا
تھا تیرے راز کی کسی کو خبر نہیں دی گئی

عزه نے کہا : میں یہ روایت نہیں کرتی لیکن یہ کرتی ہوں :

۱ - ملاحظہ ہو امالی قالی : ۲ : ۱۰۴ - ۱۰۵ -

كَأَنِّي أَنَادِيُ صَخْرَةَ حَبِيبِ أَعْرَضَتْ
مِنَ الصَّمِّ لَو تَمَشَيْ بِهَا الْعُصْمُ زَلَّتْ

جب اس نے مجھ سے منہ پھیر لیا تو میری یہ حالت تھی کہ گویا
میں ایک ٹھوس چٹان کو پکار رہا ہوں کہ اگر پہاڑی بکرے بھی اس
پر چلیں تو پھسل جائیں

صَفْوُحًا فَمَا تَلَقَّاكَ إِلَّا بِخَيْلَةٍ
فَمَنْ مَلَّ مِنْهَا ذَلِكَ التَّوَصُّلُ مَلَّتْ

یہ مجھ سے اعراض کرتی ہے۔ تو جب بھی اس سے ملے گا اسے بخیل
پائے گا اگر کسی کے وصل سے کوئی اکتاتا ہوتا تو اس سے
اُکتاتا

ابن فقیہ نے کتاب الشعرا میں روایت کیا ہے کہ عائشہ بنت
طلحہ نے عزہ سے کہا : کیا تو نے کُشیر کا یہ شعر دیکھا ہے

قَضِي كَيْلُ ذِي دَيْنٍ فَوَقَى غَرِيْمَهُ
وَاعْرَضَهُ مَطْوُولٌ مُعَنَّي غَرِيْمَهُ

ہر قرض دار نے قرضخواہ کو پورا پورا قرض ادا کر دیا ہے مگر
عزہ کے قرضخواہ کو دکھ دیا جاتا ہے اور قرض کی ادائیگی میں
لیت و لعل کیا جاتا ہے

[۳ : ۲۱۰] یہ قرض کیا تھا ؟ اس نے کہا : میں نے بوسے کا
وعدہ تو کیا تھا مگر پھر میں اس گناہ سے اجتناب کرتی رہی۔ عائشہ نے
کہا : (قرض) ادا کر دو اور یہ گناہ میری گردن پر۔

کُشیر کے نام کو مُصَغَّر اس لیے کیا گیا کہ یہ انتہائی کوتاہ
قد اور حقیر معلوم ہوتا تھا۔ وقاصی کہتا ہے : میں نے کُشیر کو
خانہ کعبہ کا طواف کرتے دیکھا ہے۔ اگر کوئی تجھ سے کہے کہ
اس کا قد تین بالشت سے زائد تھا تو اسے سچا نہ سمجھنا۔

الحَزِينُ^۱ الکنانی اس کی ہجو میں کہتا ہے :

قَصِيْرُ القَمِيْصِ^۲ فَاحِيْشٌ عِيْنِدَ بَيْتِيْهِ
يَعْضُ القُرَادُ بِاسِيْتِهِ وَهُوَ قَتَائِمٌ

چھوٹی سی قمیص پہنے ہوئے ہے اور گھر کے پاس ہو تو بد خلق ہوتا ہے (اس کا قد اتنا چھوٹا ہے کہ) چیچڑ باوجود اس کے کہ یہ کھڑا ہوتا ہے اس کی نشست کو کاٹ لیتا ہے

کُثَيْر کی وفات یزید بن عبدالملک کی خلافت کے دور میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔ وہاں کے رہنے والے پر افضل ترین درود اور اکمل ترین سلام ہو۔

جویریہ^۳ بن اسماء کہتا ہے: کُثَيْر اور ابن عباس کے آزاد کردہ غلام عیكرمه کی وفات ایک ہی دن ہوئی تو لوگوں نے کہا: آج ایک بہترین فقیہ اور ایک بہترین شاعر مرا ہے اور کوئی مرد یا کوئی عورت نہ تھی جو ان دونوں کے جنازے پر نہ آئی ہو۔ یہ ۱.۵ یا ۱.۷ھ کی بات ہے۔ کُثَيْر کے جنازے پر زیادہ تر عورتیں تھیں۔ اصمہانی نے اغانی میں اس کے لمبے چوڑے حالات نقل کیے ہیں۔ بہارا یہاں مقصد یہ ہے کہ ضرب المثل میں اَنْسَب کا لفظ نَسَب سے لیا گیا ہے نَسَب سے نہیں۔ اسی طرح عربوں کا اَنْسَب مِنَ القَطَا کہنا ”نسبت“ سے ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جب بھٹ تیتر بولتا ہے تو خود اپنی نسبت ہی

۱ - بلوغ الارب میں الحر بن الکنانی ہے اسے الحَزِينُ الکنانی پڑھیں۔ حَزِين لقب ہے اس کا نام عمرو بن عبید ہے۔ عہد اموی کا شاعر ہے۔ حجازی اور ہجو گو تھا اور اس کا ذریعہ معاش اس کے اشعار ہی تھے۔

۲ - تصحیح اغانی (۹ : ۷) سے کی گئی ہے۔ بلوغ الارب میں قمیص ہے۔

۳ - بلوغ الارب میں جویریہ ہے جو غلط ہے۔

کچھ بیان کرتا ہے اس لیے کہ یہ پرندہ خود اپنا نام پکارتا ہے اور قطا قطا کہتا ہے۔ قطاۃ ایک مشہور پرندہ (بھٹ تیترا) ہے۔ یہ پرندہ تیزی پرواز کی وجہ سے مشہور ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے۔

عربوں کا علم تاریخ

جو شخص عربوں کے اشعار کو تلاش و جستجو کرے ، جو مثالیں عربوں نے کہی ہیں ان سے واقفیت حاصل کرے اور ان کا پوری طرح جائزہ لے لے تو اس پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ عربوں کا گزشتہ استوں کے حالات ، ان کے اخلاق ، سیرت ، ان کی حکومتوں اور ان کی سیاست کی معرفت کے ضمن میں قدم کتنا راسخ تھا اور مہارت کتنی قابل قدر تھی ، بالخصوص عربوں کے اشعار تو ان کے اخلاق کا رجسٹر ہیں۔ ان کے معارف کا خزانہ ہیں ان کے علوم کا ذخیرہ ہیں۔ ان کے آداب کے محافظ ہیں اور ان کے حالات کی کان ہیں۔ جب جنگ کے موقع پر یا نسب کے متعلق ان میں اختلاف پڑ جائے تو پھر وہ شعر ہی کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اسی لیے تو الشعر دیوان العرب (شعر عربوں کا رجسٹر ہے) کہا گیا ہے اسی بنا پر کسی نے کہا ہے

الشِّعْرُ بِحِفْظِ مَا أُوْدِيَ الزَّمَانُ بِهِ
وَالشِّعْرُ أَفْخَرُ مَا يُنْبِئُ عَنِ الْكَرَمِ

جن چیزوں کو زمانہ فنا کر دیتا ہے اشعار انہیں محفوظ کر دیتے ہیں۔ شرف و کرم کی خبر دینے والوں میں شعر سب سے عمدہ (شے) ہے

لَوْلَا مَقَالُ زُهَيْرٍ فِي قَصَائِدِهِ
مَا كُنْتَ تَعْرِفُ جُودًا كَانَتْ فِي هَرَمِ

اگر زہیر کا کلام اس کے قصیدوں میں نہ ہوتا تو تجھے اس سخاوت کا پتا ہی نہ چلتا جو ہرم میں پائی جاتی تھی

انہی کے اشعار سے تو لوگوں نے عربوں کے واقعات اور جنگوں کو مرتب کیا ہے مثلاً ابو عبیدہ اور ابو الفرج اصبہانی وغیرہ نے ابو حاتم نے کتاب المَعْتَمَرین کی تالیف بھی انہی کے اشعار سے کی ہے اور جنہوں نے ان کے متقدمین شعرا کے حالات کو جمع کیا ہے وہ بھی انہی کے اشعار سے جیسے کتاب الشعر والشعرا از ابن قتیبہ اور جنہوں نے جزيرة العرب کے بارے میں لکھا ہے انہوں نے بھی ان ہی کے اشعار سے لے کر لکھا ہے۔ چنانچہ انہوں نے شہروں ، پہاڑوں وادیوں اور نشیبی زمینوں کا ذکر کیا ہے جو جزيرة العرب میں پائے جاتے ہیں۔ عربوں کے بادشاہوں اور ان کے حالات کے متعلق بھی جو کتابیں لکھی گئیں وہ بھی ان ہی کے اشعار سے لکھی گئیں۔ حیوانات اور نباتات کے متعلق جو کچھ لکھا جا چکا ہے وہ بھی ان کے اشعار سے ہی لیا گیا ہے مثلاً جاحظ کی کتاب الحيوان اور ابو حنیفہ الدینوری کی کتاب النبات۔ عربوں کے حالات ، ان کے مذاہب اور عہد جاہلیت کے رسم و رواج کے متعلق جو کتابیں لکھی گئیں وہ بھی ان ہی کے اشعار سے لے کر لکھی گئیں۔ ان ہی کے اشعار سے معلوم ہوا کہ یہ کہنا کہ ذوالقرنین عربوں میں سے تھا وزنی قول ہے کیونکہ عربوں نے اسی کا ذکر کثرت سے کیا ہے۔ اعشی بنی ا قیس بن ثعلبہ کہتا ہے :

وَ الصَّعْبُ ذُو الْقَرْنَيْنِ اَمْ سَلَى ثَاوِيًا
بِالْحَيْنُوِ فِيْ جَدَاثِ هُنَّاكَ مُقْسِيًا

صعب ذوالقرنین حینو کے مقام پر ہی ایک قبر میں مقیم ہو گیا اور ربیع بن ضبیع^۳ کہتا ہے :

- ۱ - بلوغ الارب میں : اعشی بن ثعلبہ ہے۔
- ۲ - حینو : عراق میں حینو قرافر ایک مقام ہے جہاں ذوالقرنین مرا۔
- ۳ - بلوغ الارب میں ضبیع ہے۔

وَ الصَّعْبُ ذُو الْقَرْنَيْنِ عَمَّرَ مُلْكَهُ
أَلْفَيْنِ أَمْسَى بَعْدَ ذَاكَ رَمِيحًا

صعب ذوالقرنین نے اپنا ملک دو ہزار سال آباد رکھا اور اس کے بعد وہ بوسیدہ ہو گیا

اور قس بن ساعدہ کہتا ہے :

وَ الصَّعْبُ ذُو الْقَرْنَيْنِ أَصْبَحَ ثَاوِيًا
بِالْمَجْدِ بَيْنَ مَلَأَعِيبِ الْأَرِيحِ

اور صعّب ذوالقرنین اس جگہ قبر نشین ہو گیا جہاں ہوائیں اٹکھیلیاں کرتی ہیں

[۳ : ۲۱۲] اور تربع الحمیری کہتا ہے :

قَدْ كَانَ ذُو الْقَرْنَيْنِ قَبْلِي مُسْلِمًا
مَلِكًا تَدْرِيْنُ لَهُ الْمُلُوكُ وَ تَحْشُدُ

مجھ سے پہلے ذوالقرنین مسلمان ہوا ہے وہ ایسا بادشاہ تھا جس کی دوسرے بادشاہ اطاعت کرتے اور اس کی آواز پر لبیک کہتے تھے

مِنْ بَعْدِهِ الْبِلَاقِيْسُ كَأَنْتَ عَمَّتِي
مَلِكًا كَتَبْتَهُمْ حَتَّى أَتَاهَا الْهُدَاهِدُ

اس کے بعد میری پھوپھی بلقیس ہوئی ہے جو ہد ہد کے آنے تک ان پر حکومت کرتی رہی ہے

حارثیوں میں سے ایک شخص مضر کے کچھ لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے اس بات پر فخر کر رہا ہے کہ ذوالقرنین یمن میں سے تھا -

سَمُّوْا لَنَا وَ أَحِدًا مِنْكُمْ فَتَنْعُرِفَهُ
فِي الْجَاهِلِيَّةِ لَا سَمَّ الْمَلِكِ مُجْتَمِعًا

اپنے کسی ایک کا بھی نام لو جو عہد جاہلیت میں بادشاہت کے نام کا متحمل ہو سکتا تھا تاکہ ہم بھی پہچان لیں

كَالتَّشْبَعِيِّينَ وَذِي الْقَرْنَيْنِ يَتَشَبَّهُهُ
أَهْلُ الْحِجَا وَأَحَقُّ الْقَوْلِ مَا قُبِلَا

جیسے (اصغر اور اکبر) دونوں تبع اور ذوالقرنین جسے عقلمند لوگ
قبول کر لیں اور حق بات وہی ہوتی ہے جو قبول کر لی جائے
اور نعمان بن بشر الانصاری کہتا ہے :

وَمَنْ ذَا يُعَادِيَنَا مِنْ النَّاسِ مَعَشَرَ
كِرَامٍ وَذُو الْقَرْنَيْنِ مِينَا وَحَاتِمٍ

ہے کوئی جو ہم سے عداوت رکھتا ہو ہم تو معزز لوگ ہیں
ذوالقرنین اور حاتم ہمیں میں سے تھے

ذوالقرنین کا ذکر امرؤ القیس ، اوس بن حجر اور طرفہ بن العبد
وغیرہم کے اشعار میں بھی آیا ہے ۔ ان میں سے بیشتر شواہد
سے یہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ امر راجح یہی ہے کہ ذوالقرنین کا نام
صَعْبٌ تھا ۔

اور ان ہی کے اشعار سے ہمیں قس بن ساعدہ کا حال معلوم ہوا اور
یہ بھی معلوم ہوا کہ عرب کا اس میں کس حد تک اعتقاد تھا حتیٰ کہ
انہوں نے اس کی حد درجہ تعظیم کی ۔ ان کے شعرا نے اس کی دانائی کی
مثالیں بیان کیں ۔ کتاب الاصابہ میں اس کے شواہد پائے جاتے ہیں ۔
یہی حال لقمان بن عاد الاکبر اور الاصغر اور لُقَيْمِ بْنِ لُقْمَانَ کا تھا ۔
کیونکہ عرب شرافت ، بلند مرتبہ ، علم ، دانائی ، زبان اور حلم کی وجہ
سے ان کی بڑی تعظیم کیا کرتے تھے اور یہ دونوں وہ لقمان نہیں ہیں
جن کا ذکر قرآن مجید میں آتا ہے جیسا کہ مفسرین کہتے ہیں ۔ اس کے
بلند مرتبے اور بڑی شان کی وجہ سے ہی النمر بن تولب کہتا ہے :

لُقَيْمُ بْنُ لُقْمَانَ مِّنْ أُخْتِهِ
فَتَكَانَ ابْنُ أُخْتٍ لِّهِ وَابْنُ مَآ

لُقَيْمُ بْنُ لُقْمَانَ اس کی بہن سے پیدا ہوا تھا لہذا وہ اس کا بھانجا
بھی ہوا اور بیٹا بھی

لَيَالِي حُمَيْقٍ فَاسْتَحْضَنْتُ
عَلَيْهِ فَغُرٌّ بِهَا مَظْلِمًا

یہ ان راتوں کی بات ہے جب اسے شراب پلا کر بدست کر دیا گیا اور وہ اس کے پاس اسی طرح آئی جیسے بیوی خاوند کے پاس آتی ہے اور تاریکی میں اس کی غفلت کی حالت میں وہ اس کے پاس رہی

فَغُرٌّ بِهَا رَجُلٌ مُّحِيكٌ
فَجَاءَتْ بِهٖ رَجُلًا مُّحَكَمًا

[۳ : ۲۱۳] ایک دانا آدمی کو اس طرح دھوکا دیا گیا جس کے نتیجے کے طور پر لُقْمِمْ دانا پیدا ہوا

قصہ یوں ہوا کہ لقمان کی بہن نے لقمان کی بیوی سے کہا : میں احمق بچے جننے والی عورت ہوں اور لقمان عقلمند اور نجیب اولاد پیدا کرنے والا ہے ، میں اس وقت حیض سے پاک ہوں لہذا مجھے اپنی رات بہہ کر دے۔ وہ مان گئی لہذا اس نے رات لقمان کی بیوی کے گھر گزاری۔ لقمان اس سے ہم آغوش ہوا ، وہ لُقْمِمْ سے حاملہ ہو گئی۔ یہی وجہ ہے کہ نمر بن تولب نے ایسا کہا ہے اور جب کوئی احمق بچے جننے تو اسے مُحْمِمْقَة کہتے ہیں اور یہ اسی وقت معلوم ہو سکتا ہے جب ایک عورت یہ دیکھے کہ اس کے خاوند کے وہ بچے جو دوسری بیوی سے پیدا ہو رہے ہیں عقلمند ہیں۔ جاحظ نے کتاب البیان میں لُقْمَان اور لُقْمِمْ کے متعلق لمبی بحث کی ہے ، اس نے اس کے حالات کے متعلق عربوں کے شواہد پیش کیے ہیں۔

۱ - جاحظ (البیان والتبیین : ۱ : ۱۸۴) کہتا ہے : لقمان کی بہن نے لقمان کی بیوی سے کہا : میرے ہاں احمق اولاد پیدا ہوتی ہے اور لقمان دانا اور نجیب اولاد پیدا کرتا ہے لہذا تو اپنی رات مجھے بہہ کر دے اس نے مان لیا اور لقمان کی بہن لقمان کی بیوی کے گھر اس رات رہی جس سے استقرار حمل ہوا اور لُقْمِمْ پیدا ہوا۔

ان کے اشعار ہی سے وہ کتابیں مدون کی گئی ہیں جو مسلمانوں اور شہسواروں وغیرہ کے متعلق ہیں۔ علامہ ہمدانی نے اپنی کتاب الوشی المرقوم میں اس سے بھی زیادہ مبالغہ کیا ہے چنانچہ وہ کہتا ہے : عرب و عجم کے حالات اگر لوگوں کو معلوم ہوئے ہیں تو صرف عربوں ہی کے ذریعے ہوئے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو لوگ مکے میں رہتے تھے انہیں عرب عاربہ کے حالات کا پورا علم ہوتا تھا ، اہل کتاب کے حالات کا بھی پتا ہوتا تھا کیونکہ یہ لوگ تجارت کے لیے مختلف شہروں کو جاتے اور لوگوں کے حالات معلوم کر لیتے تھے۔ اسی طرح جو لوگ حیرہ میں رہتے اور ایرانیوں کے پڑوس میں تھے انہیں ان کے حالات کا علم ہوتا تھا اور حمیر کے عہد کا بھی پتا ہوتا تھا اور یہ کہ وہ ان علاقوں میں کیسے زندگی گزارتے تھے۔ اسی طرح جو شام میں رہتے تھے وہ رومیوں ، بنی اسرائیل ، یونان ، بحرین اور عمان کے رہنے والوں کے حالات معلوم کر لیتے تھے چنانچہ انہی کے ذریعے سندھ اور فارس کی بھی خبریں آتی تھیں۔ جو یمن میں رہتا تھا وہ تمام امتوں کے حالات جانتا تھا کیونکہ یہ لوگ سیاح بادشاہوں کے زیر سایہ رہتے تھے۔ رفتہ رفتہ وہ کہتا ہے : عرب عمدہ حافظے والے اور اعلیٰ راوی ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ عرب (جیسا کہ کبھی بھی اس شخص پر مخفی نہیں ہے جو ان کے اقوال اور اشعار کی گہرائیوں میں اترتا ہے) کو تاریخ کی روایت کرنے میں بہت بڑا کمال حاصل تھا ، اور جو کتابیں عربوں کی امثال کے متعلق لکھی جا چکی ہیں ان کا اگر کوئی مطالعہ کرے تو اسے بہت سا ایسا تاریخی مواد ملے گا جو ہر طرح کے شک و شبہ سے پاک ہو گا۔

عربوں کا علم تاریخ عہد جاہلیت میں

[۳ : ۲۱۴] یہ تو ہم نے بہ تفصیل بیان کر دیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں عربوں کو لوگوں کے حالات روایت کرنے ، گزشتہ صدیوں کے جاننے ، گزشتہ امتوں کے حالات معلوم کرنے اور سابقہ قوموں کی

سیرت کے علم میں دیگر امتوں پر سبقت حاصل تھی جیسا کہ ان کے اشعار، ان کی امثال اور دیگر اقوال سے پتا چلتا ہے۔ اب اس کے بعد ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ تاریخ کے ضمن میں ان کا طریق عمل کیا تھا، اور وہ واقعات اور حادثات کے مبدأ کو کس طرح ضبط کرتے تھے۔ امام ابوبکر الصولی (م ۳۳۵ھ) کی کتاب ادب الکتاب میں اس کا خلاصہ مرقوم ہے۔ یہ کتاب اپنے فن میں یکتا کتاب ہے۔ چنانچہ میں عرض کرتا ہوں، مدد اللہ ہی کی طرف سے ہے :

ہر چیز کی تاریخ وہ غایت اور وقت ہے جہاں آ کر وہ ختم ہوتی ہے اسی سے یہ قول ہے : فلان تاریخ قومہ فی الجود یعنی (اس کی قومی) سخاوت کی انتہا اس پر ہوتی ہے۔ ایک لغت دان سے پوچھا گیا کہ اس (لفظ) کے معنی کیا ہیں؟ اس نے کہا : اس کے معنی تاخیر کے ہیں۔ ایک اور نے کہا : اس کے معنی ثابت کرنے کے ہیں۔ محاورے میں یوں بولا جاتا ہے وَ رَخِئْتُ الْكِتَابَ تَوْرِيْخًا اور یہ تمیم کا محاورہ ہے۔ اسی طرح اَرَخِئْتُهٗ تَأْرِيْخًا ہے جو قیس کا محاورہ ہے اور تاریخ (تشبیہ) تاریخان (اور جمع) تواریخ اور اَرِخْ كِتَابَكَ وَ رَخِئْهُ (اپنی کتاب کی تاریخ بتا)

ہر نبوت اور حکومت کی تاریخ ہے۔ اب عربوں کو لیجیے تو وہ قدیم زمانے میں ستاروں (کے اعتبار) سے تاریخ مقرر کیا کرتے تھے اور یہی اصل ہے۔ اسی وجہ سے منشی یوں کہنے لگے کہ میں نے فلان کے لیے اتنے ستارے مقرر کر دیے تاکہ وہ اتنے ستاروں (قسطوں) میں ادا کر دے اور انجمۃ نجوم کی جمع ہے، عرب النجم سے خاص طور پر ثریا مراد لینے ہیں۔ اسی سے ان کا یہ قول ہے :

طَلَعَ النَّجْمُ غُدِيَّهٗ
فَابْتَغَى الرَّاعِي كُسَيْيَهٗ

ثریا صبح کو طلوع ہوئی تو چرواہے نے کپڑا طلب کیا

اس کے علاوہ نجم کا لفظ تمام ستاروں کے لیے بولا جاتا ہے۔

مفرد سے جمع مراد لی جاتی ہے جس طرح کہا جاتا ہے *أَهْلَكَ النَّاسَ* (لوگوں کو درہم و دینار نے تباہ کر دیا) مراد جنس درہم اور جنس دینار ہوتی ہے۔ اسی بنا پر ابو عمرو بن العلاء نے یوں پڑھا ہے : (وَسَيَعْلَمُ الْكَافِرُ^۱ لِمَنْ^۲ عُقِبَتِ السَّادِرُ) (کافروں کو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ دار آخرت کن کا ہے) اور نجم اس نباتات کو بھی کہتے ہیں جو نکل آئی ہو اور (نَجْمَ الرَّأْيِ) وہ رائے جو ظاہر ہو۔ مگر یہ معنی وہ نہیں ہیں (جو ہم بیان کر رہے ہیں)۔

عرب ہر اس سال سے تاریخ مقرر کیا کرتے تھے جس میں کوئی مشہور اور متعارف واقعہ پیش آیا ہو۔ چنانچہ انہوں نے ہاتھیوں والے سال سے تاریخ مقرر کی اور اسی سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی یہ واقعہ کسری انوشیروان کی حکومت کے اڑھتیسویں سال میں رونما ہوا تھا (ہاتھیوں کا قصہ جزء اول کی ابتدا میں مکہ شرفہا اللہ تعالیٰ کے ذکر میں بیان ہو چکا ہے)۔ عربوں نے عام خنان (خنان کے سال) سے بھی تاریخ مقرر کی کیونکہ اس میں کثرت سے اموات ہوئیں اور یہ ان کے لیے بڑی مصیبت تھی، چنانچہ نابغہ جعدی کہتا ہے :

فَمَنْ^۱ يَكُ سَائِلًا عَنِّي^۲ فَمَا نِيْسِي^۳
مِنْ الشُّبَّانِ أَيَّامِ الْخُنَّانِ

[۳ : ۲۱۵] اگر کوئی مجھ سے پوچھے تو میں (بتاؤں گا کہ) ایسام

خنان^۱ میں جوانوں میں سے تھا

- ۱ - مراد یہ ہے کہ کافر مفرد بول کر جنس کُفَّار مراد لی گئی ہے۔
- ۲ - ایام خُنَّان : خُنَّان دراصل ایک بیماری ہے جو اونٹ کے نتھنوں میں لگ جاتی اور اس سے اس کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ اس قسم کی بیماری المنذر بن ماء السماء کے عہد میں لوگوں کو لگی اور کثرت سے اموات واقع ہوئیں۔

مَصْنَعَتْ مِائَةً لِعِصَامَ وَوَلِدَتْ فِيهِ
وَ عَشْرًا بَعْدَ ذَلِكَ وَ حَجَّتَانِ

جس سال میں پیدا ہوا اس سے اب تک ایک سو سال اور دس سال
اور پھر دو سال (یعنی کل ۱۱۲ سال) گزر چکے ہیں

قریش نے ہشام بن المغیرہ المخزومی کی بزرگی کی وجہ
سے اس کی وفات سے تاریخ مقرر کی اسی لیے ان کا شاعر کہتا ہے :

وَ أَصْبَحَ بَطْنُ مَكَّةَ مُقَشَّعِيرًا
كَأَنَّ الْأَرْضَ لَيْسَ بِهَاتَا هِشَامَ

تمام وادی مکہ میں لرزہ پڑ گیا جیسا کہ وہاں ہشام ہی نہیں ہے

زہری اور شعبی سے مروی ہے کہ بنی اسمعیل نے اس زمانے سے
تاریخ شروع کی جو نار ابراہیم سے لے کر اس زمانے تک تھا۔ جب انہوں
نے اسمعیل کے ساتھ مل کر خانہ کعبہ تعمیر کیا تھا اور بنی اسمعیل
نے بنائے کعبہ سے لے کر معد کے منتشر ہو جانے تک کے زمانے سے
تاریخ شروع کی (چنانچہ جب کوئی قوم نکل کر جاتی تو اپنے نکلنے کے
وقت سے تاریخ شروع کرتی۔ بنی اسمعیل میں سے جو لوگ تمہامہ میں
رہ گئے تھے وہ معد، نہد، جہینہ اور بنی زید کے جہینہ کے تمہامہ سے
نکلنے سے تاریخ شروع کرتے تھے)۔ اس کے بعد وہ ایک ایک چیز لے کر
تاریخ مقرر کرتے رہے تاآنکہ کعب بن لؤی کی موت واقع ہوئی۔ اس کے
بعد انہوں نے عام الفیل (ہاتھیوں والے سال) سے تاریخ شروع کی تاآنکہ
عمر بن الخطاب نے ہجرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تاریخ مقرر
کر دی۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ابو موسیٰ اشعری نے ان کی طرف لکھا :
ہمارے پاس امیر المؤمنین کی طرف سے چٹھیاں آتی ہیں جن پر تاریخ
نہیں ہوتی۔ ہم یہ نہیں سمجھ سکتے کہ کس پر عمل کرین (اور کس

۱ - بہجہ اثری لکھتے ہیں کہ یہاں بنی اسمعیل کی بجائے بنی اسحاق
ہونا چاہیے۔

پر نہ کریں) یہ بھی مروی ہے کہ انہوں نے ایک دستاویز پڑھی جس کی مدت شعبان تک کی تھی تو کہا : یہ کونسا شعبان ہے ؟ گزشتہ یا آئندہ ؟ پھر کسی نے کہا کہ عام الفیل سے تاریخ رکھو ، کسی نے بعثت سے شروع کرنے کو کہا ، پھر ہجرت پر سب کا اتفاق ہو گیا [۳ : ۲۱۶] اور یہی وجہ ہجرت سے تاریخ مقرر کرنے کی ہوئی اور کہا : ابتداء کہاں سے ہو ؟ بعض نے رمضان کا مہینہ بتلایا ، بعض نے رجب کیونکہ یہ ماہ حرام ہے اور عرب اس کی تعظیم بھی کرتے ہیں ۔ پھر محرم پر سب کا اتفاق ہو گیا اور کہا : یہ ماہ حرام ہے لوگ اس ماہ میں حج کر کے واپس جاتے ہیں ۔ یہ حرام مہینوں میں سے آخری مہینہ تھا مگر اب اسے پہلا بنا دیا گیا کیونکہ عربوں کے ہاں یہ تین تو مسلسل آتے تھے ذوالقعدہ ، ذوالحجہ اور محرم اور رجب کا مہینہ تنہا تھا ۔ اس طرح یہ چار ماہ دو سالوں میں آتے تھے مگر جب محرم کو پہلا بنا دیا گیا تو پھر چاروں ماہ ایک ہی سال میں آ گئے ۔

صولی کہتا ہے کہ میں نے ابو ذکوان سے آرْخَتْ اور وَرْخَتْ کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا : یہ اسی طرح ہے جس طرح اُكْدَتْ الْاَمْرَنَاءُ كِيداً اور وَاكْدَتْهُ تَوَكِيداً (میں نے بات کی تاکید کر دی) تمیم کے محاورے میں آتا ہے اور قرآن مجید اسی لغت کے مطابق نازل ہوا : وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا (قسموں یا معاہدوں کے پختہ ہو جانے کے بعد انہیں توڑنا نہ کرو) رہا (لفظ) تاریخ تو یہ قیس کی لغت ہے اور امی کو لوگ بھی استعمال کرتے ہیں ۔ رہا تو ریخ (کا لفظ) جو تمیم کی لغت ہے تو اسے کبھی کسی تحریر کنندہ نے استعمال نہیں کیا اگرچہ عربوں کے استعمال میں آتا تھا ۔ عربوں نے تاریخ (کے ملحوظ رکھنے) میں راتوں کو دنوں پر غالب قرار دیا ہے اس لیے کہ مہینے کی (پہلی) رات (پہلے) دن سے پہلے آتی ہے ۔ رات دن سے پیدا نہیں ہوتی بلکہ دن رات سے پیدا ہوتا ہے ۔ نیز اس لیے بھی کہ چاند راتوں کے لیے ہوتے ہیں ، دن کے لیے نہیں ہوتے اور راتوں ہی میں مہینہ داخل ہوتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں کہیں ان

دونوں کا ذکر کیا ہے تو رات کا ذکر پہلے کیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

وَ وَاَعَدْنَا مُوسَىٰ ثَلَاثِينَ لَيْلَةً وَاَتَمَمْنَاهَا بِعِشْرِينَ
فَتَمَّ مِيقَاتُ رَبِّهِ اَرْبَعِينَ لَيْلَةً

ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ کیا اور دس اور ان کے ساتھ ملا کر ان کو مکمل کر دیا لہذا اللہ تعالیٰ کا چالیس راتوں کا وعدہ پورا ہو گیا

اور فرمایا : سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَتَمَّ نِيْمَةً
اَيَّامٍ حُسُوْمًا (اللہ نے ان پر اسے سات راتیں اور آٹھ منحوس دن
مسلط کیے رکھا) اور فرمایا : يُؤَلِّجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ
وَيُؤَلِّجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ (رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور
دن کو رات میں) اور اللہ جل اسمہ فرماتا ہے : سَيَّرُوا فِيهَا لَيَالِيًا
وَ اَيَّامًا اَمِنِيْنَ (اس میں کئی راتیں اور کئی دن تک امن سے
چلتے پھرو) اور عرب رات کا لفظ ان چیزوں میں استعمال کرتے ہیں
جن میں رات کے ساتھ دن بھی شریک ہو (اور وہاں) دن کا لفظ استعمال
نہیں کرتے کیونکہ عرب رات کو تکلیف دہ سمجھتے ہیں چنانچہ کہتے ہیں
اَدْرُكْنِي اللَّيْلُ بِمَوْضِعِ كَذَا (فلان جگہ پر پہنچ کر مجھے
رات ہو گئی) اور یہ رات کی ہیبت کی وجہ سے ایسا بولتے ہیں اور نابعد
کہتا ہے :

فَاِنَّكَ كَاللَّيْلِ الَّذِي هُوَ مُدْرِكِي
وَ اِنَّ خَيْلَتُ اَنَّ الْمُنْتَهَىٰ عِنْدَكَ وَ اَسِيْعُ

تو تو اس رات کی طرح ہے جو (جہاں کہیں بھی میں ہوں گا)
مجھے آدبوچے گی خواہ میں (اپنے دل میں) یہ خیال کرتا رہوں
کہ میرے اور تیرے درمیان وسیع فاصلے حائل ہیں

اور عرب کہتے ہیں صُمْنَا عَشْرًا مِّنْ شَهْرٍ رَمَضَانَ

(ہم نے ماہ رمضان کی دس راتوں کا روزہ رکھا) حالانکہ روزہ دن کا ہوتا ہے لیکن عربوں نے اسے جائز سمجھا ہے کیونکہ ماہ رمضان کی ابتدا رات سے ہوتی ہے اور ابو عبیدہ نے یہ شعر پیش کیا ہے :

فَصَامَتْ ثَلَاثًا مِّنْ مَّخَافَةِ رَبِّهَا
وَلَوْ مَكَثَتْ خَمْسًا هُنَّ لَصَلَّتْ

یہ اپنے مالک کے خوف سے تین راتیں وہاں ٹھہری رہیں اور اگر پانچ راتیں ٹھہرتیں تو پیاس کے مارے ان کی انتڑیاں خشک ہو جاتیں

سوائے جمادی الاولیٰ اور جمادی الاخریٰ کے تمام مہینے مذکور ہیں اور لکھتے ہیں : من شہر کذا (فلان مہینے کی) سوا تین مہینوں کے (کہ ان کے ساتھ شہر کا لفظ لانا ضروری ہے) چنانچہ لکھتے ہیں فی شہر رَمَضَانَ (ماہ رمضان میں) اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :
إِنَّ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ - شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ (اگرچہ تم جانتے ہو ماہ رمضان تو وہ مہینہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا) اور کہتے ہیں شہر ربیع الاول اور شہر ربیع الآخر (یعنی شہر [۳ : ۲۱۷] کے لفظ کے ساتھ) کیونکہ ربیع تو سال کا ایک وقت (موسم بہار) ہے لہذا اگر وہ صرف مین ربیع کہتے اور شہر کا لفظ ساتھ استعمال نہ کرتے تو اس بات کا خطرہ تھا کہ کوئی اسے موسم ربیع سمجھ لے - راعی کہتا ہے :

شَهْرِي رَبِيعٍ مَا تَذُوقُ لُبُؤُهُمْ
إِلَّا حَمُوضًا وَخَمَّةً وَذَوِيَّ شَلَا

ربیع کے دونوں مہینوں میں ان کی دودھ دینے والی اونٹنیاں ناموافق آنے والی حمضہ بوٹی اور خشک نباتات کے سوا کچھ نہ کھاتی تھیں

۱ - صَلَّى الْاِبِلُ : يَبْسَتُ اِمْعَاؤُهَا مِنْ الْعَطَشِ فَيَسْمَعُ لَهَا صَوْتًا
عِنْدَ الشَّرْبِ كَالْبُحَّةِ -

ہر وہ نباتات جو ٹوٹ کر سیاہ ہو چکی ہو ذویل کہلاتی ہے ۔

پھر جب عرب پہلی رات کا چاند دیکھتے تو یوں لکھتے : وَكُتِبَ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ غُرَّةَ كَذَا وَ مُسْتَهْلٌ كَذَا وَ مُهْلٌ شَهْرَ كَذَا (یہ تحریر جمعے کی رات فلان ماہ کا چاند دیکھ کر لکھی گئی) کیونکہ عرب یوں بولتے ہیں : اُسْتَهْلُ الْهَيْلِ اور اُهَيْلُ الْهَيْلِ اور یوں نہیں کہتے : هَلٌّ اور نہ اَهَلٌّ اور نہ اَسْتَهْلٌ ، جو اس طرح کہتا ہے غلط کہتا ہے اور اِسْتَهْلَالُ کے معنی آواز نکلنے اور چیخنے کے ہیں ۔ اسی سے پیدائش کے وقت بچے کے چیخنے اور رونے کو اِسْتَهْلَالُ الْاَصْبِيءِ کہتے ہیں ، نیز یہ کہ عرب مہینے کی ہر پہلی رات کو چاند دیکھ کر اللہ اکبر کہا کرتے تھے ۔ اسی طرح دیگر مہینوں کے شروع میں کیا کرتے تھے اس لیے کہ جو وقت گزر گیا ہوتا اس کے گزر جانے کی وجہ سے حج کا وقت قریب آ رہا ہوتا تھا اور موسم حج سے انہیں خوشی ہوتی تھی ۔ لہذا انہوں نے رُؤْيَةَ هَيْلٍ کو اپنے فعل (اللہ اکبر کہنے) کی طرف منسوب کرتے ہوئے کہا : اِسْتَهْلٌ اور اَهَلٌّ ۔ چاند کا نام بھی انہی معنوں کے اعتبار سے ہلال رکھا ۔ اہل مکہ دیگر مہینوں کی ہر پہلی رات اکٹھے ہو کر آگ جلاتے تھے ۔ ان کے بچے اور غلام آگ کے پاس کھیلا کرتے کیونکہ انہیں حج کا وقت قریب آنے کی خوشی ہوتی ۔ جس رات وہ چاند دیکھتے اسے یوں لکھتے : لَيْلَةُ غُرَّةِ كَذَا (فلان ماہ کی پہلی رات) وہ یوں نہیں لکھتے تھے : لَيْلَةُ خَلَّتْ اور نہ لَيْلَةُ مَضَّتْ (البتہ جب رات گزر جاتی اور) دن آتا تو پھر اس طرح لکھتے تھے کیونکہ اب رات گزر چکی ہوتی اور اگر جمعہ کے دن لکھتے تو کہتے اوّل یومٍ مِّنْ شَهْرِ كَذَا (فلان ماہ کے پہلے دن) مُسْتَهْلٌ اور مُهْلٌ نہ لکھتے تھے اس لیے کہ چاند تو رات کے وقت دکھائی دیتا ہے اور دوسرے دن یوں لکھتے : لَيْلَةُ مَضَّتْ مَضَّتَا جب اس سے بھی گزر جاتے تو لکھتے : لَيْلَاتُ خَلَّتْ اور اَرْبَعٌ مَضَّتْ مَضَّتَا اِسْتَهْلٌ : لَيْلَاتُ خَلَّتْ (آٹھ راتیں گزر کر) (ثمانی کی) یاء کو حذف کر دیتے اور تحریر میں (ثمانی) کا

الف لکھتے - پھر جب رات کی طرف اضافت کرتے تو اضافت کی وجہ سے یاء لکھتے کیونکہ اضافت کے ہوتے ہوئے تنوین نہیں آسکتی اور یاء تو تنوین کی خاطر گری تھی لہذا الف کو تحریر کے وقت گرا دیتے ہیں اور یوں لکھتے : ثَمْنِيَّ لَيْيَالٍ - بعض لوگ الف کو لکھ بھی لیتے ہیں - دس تک بولنے میں عربوں نے مؤنث الفاظ اس لیے استعمال کیے کہ راتیں دن سے پہلے آتی ہیں - جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے - پھر دس سے بڑھ جائیں تو یوں کہتے ہیں : لِأَحَدَى عَشْرَةَ لَيْلَاتٍ خَلَّتْ وَمَضَّتْ وَلَا ثِنْتِيَّ عَشْرَةَ لَيْلَاتٍ اور یہاں (بجائے خَلَّتْ اور مَضَّتْ کے) خَلَّتْ اور مَضَّتْ اس لیے کہا کہ مراد لیلۃ ہوتی ہے - لہذا فعل مفرد لایا گیا اور یوں لکھتے ہیں : لِإِحْدَى عَشْرَةَ لَيْلَاتٍ خَلَّتْ اور اگر چاہیں تو یوں بھی لکھ سکتے ہیں : لِلنِّصْفِ مِنْ شَهْرٍ كَذَا اور یوں نہیں لکھتے : لِإِحْدَى عَشْرَةَ لَيْلَاتٍ بَقِيَّتْ - اسے انہوں نے [۲۱۸ : ۳] ناپسند کیا ہے کیونکہ یہ استثنا کے مشابہ ہے اور استثنا کا مستثنیٰ منہ سے کم ہونا ضروری ہے لیکن آدھا ماہ گزر جانے کے ایک دن بعد یوں لکھتے ہیں : لِأَرْبَعِ عَشْرَةَ لَيْلَاتٍ بَقِيَّتْ مگر پرہیزگار لوگ اسے ناپسند کرتے ہیں - انہیں مہینے میں کمی یا پورا ہونے کی وجہ سے یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ کتنا باقی رہ گیا ہے لہذا وہ یوں لکھتے ہیں : لِأَحَدَى وَعِشْرِينَ لَيْلَاتٍ خَلَّتْ مگر (عام) منشی اس طریقے پر عمل نہیں کرتے - پھر جب مہینے کی آخری رات ہوتی ہے تو سَلَخَ كَذَا لَكْهْتِ كَيْونكہ عرب کہتے ہیں : إِشْلَخَ الشَّهْرُ إِشْلَاخًا وَسَلَخَتْ أَشْهُرٌ كَذَا سَلَاخًا وَسَلُوخًا (مہینہ ختم ہو گیا اور فلاں مہینے ختم ہو گئے) اور اگر کوئی لکھنے والا یوں لکھے : فِي رَبِيعِ الْأَوَّلِ اور وہ فی شہر (ربیع الاول) نہ لکھے یا فِی رَمَضَانَ لکھے اور فِی شَهْرِ (رمضان) نہ لکھے تو یہ جائز ہوگا لیکن ایسا لکھنا پسند نہیں کیا جاتا - شاعر کہتا ہے :

جَارِيَةٌ فِي رَمَضَانَ الشَّمَاظِيَّةُ
تُقَطِّعُ الْحَدِيثَ بِإِلَّا يَمَاضٍ

گزشتہ رمضان میں (جب ہم باتیں کر رہے تھے) تو ایک لڑکی نے
آنکھ سے اشارہ کر کے ہماری گفتگو کاٹ دی

محرم کے سوا کسی مہینے کے نام کے ساتھ الف اور لام نہیں لایا
جاتا ، یہ اس لیے ہے کہ یہ سال کا پہلا مہینہ ہے ، لہذا انہوں نے اسے
معرفہ بنا دیا ۔ گویا یوں کہا گیا کہ یہ وہ مہینہ ہے جو ہمیشہ سال کے
شروع میں آتا ہے ۔ جیسا کہ جب ابھی رات چل رہی ہو تو اس کے لیے
لَيْلِيَّةٌ خَلَّتْ نہیں لکھا جاتا ۔ اسی طرح لَيْلِيَّةٌ بَقِيَّتْ نہیں لکھتے
جب رات ابھی گزر رہی ہو ۔ عرب مہینے کی پہلی رات کو لَيْلِيَّةٌ الْبَرَاءِ
کہتے ہیں اس لیے کہ چاند سورج سے خلاصی پا چکا ہوتا ہے ۔ اسے نَجْوِيَّةٌ
بھی کہا جاتا ہے کیونکہ چاند اس کے سامنے آ جاتا ہے یعنی رات کی
ابتدا میں دکھائی دیتا ہے ۔ ابن احمر کہتا ہے :

ثُمَّ اسْتَمَرَّ عَلَيَّهَا وَآكِفٌ هَمَعٌ
فِي لَيْلِيَّةٍ نَحَرَتْ شَعْبَانَ أَوْ رَجَبًا

پھر اس پر مسلسل برسنے والا بادل برستا رہا اس رات جو یا تو شعبان
کی پہلی رات تھی یا رجب کی

نَحَرَتْ شَعْبَانَ سے مراد یہ ہے کہ وہ اس کے سینے اور چھاتی میں
تھی اس لیے کہ یہ پہلی رات تھی ۔ جس طرح کہ چاند جب رات کی ابتدا
میں دکھائی دیتا ہے تو کہتے ہیں : نَحَرَتْهَا الْهَيْلَالُ ۔ اور نَجْوِيَّةٌ کا
لفظ نَحَرَتْ سے فعيلة کا وزن ہے جیسے قَتَلْتُ سے قَتِيلَةٌ ۔ صَوْلِي

۱ - لسان العرب (رمض) میں اس کی تشریح یوں کی گئی ہے : أي اذا ابتسمت
قَطَّعَ النَّاسُ حَدِيثَهُمْ وَنظَرُوا إِلَى ثَغْرِهَا قَالَ أَبُو مَطْرُزٍ : هَذَا خَطَأُ الْإِيْمَاضِ
لَا يَكُونُ فِي الْفَمِ إِنَّمَا يَكُونُ فِي الْعَيْنَيْنِ وَذَلِكَ أَنَّهُمْ كَانُوا يَحْدِثُونَ
فَنظَرَتْ إِلَيْهِمْ فَأَمْتَعَلُوا بِحَسَنِ نَظَرِهَا عَنِ الْحَدِيثِ وَمَضَتْ ۔

[۳ : ۲۱۹] کہتا ہے : کسی کاتب کا قول ہے : تاریخ یقین کا ستون ہے اور شک کو دور کرنے والی ہے اور اسی کے ذریعے حقوق معلوم کیے جاتے اور معاہدوں کی حفاظت کی جاتی ہے ۔ وہ کہتا ہے : سرکاری چٹھیوں میں خواہ چٹھی افسر کی طرف سے ہو یا ماتحت کی طرف سے تاریخ چٹھی کے آخر میں واقع ہوتی ہے ۔ ہم مرتبہ لوگ اور خادم ذاتی چٹھیوں میں تاریخ شروع میں لکھ دیتے اور یوں بولتے ہیں : الکتاب بغیر تاریخ (لفظ تاریخ) معرفہ نہیں لایا جاتا بلکہ نکرہ لاتے ہیں ۔ (الکتاب) غُفْل بغیر سیمۃ (چٹھی پر کوئی تاریخ نہیں ہے) ایک شاعر ایک مرنے والے کی تاریخ میں کہتا ہے :

وَكَانَ يُؤَرِّخُ عِيْلَهُمَ الْقُرُونُ
فَهَا هُوَ ذَا الْيَوْمِ قَدْ أُرِّخَا

وہ امتوں کی تاریخ لکھا کرتا تھا اور آج خود اس کی تاریخ لکھی گئی ہے اب جو مستوغر بن ربیعہ سے مروی ہے تو اس کے یہ اشعار ہیں ۔ اس زمانے میں اتنی عمر کا ہونا ایک عجیب بات ہے :

وَلَقَدْ سَأِمْتُ مِنَ الْحَيَاةِ وَطُوْلِيهَا
وَازْدَدْتُ مِنْ عَدَدِ السِّنِّيْنَ مِئَتَيْنَا

میں زندگی اور زندگی کے لمبا ہونے سے اکتا گیا ہوں اور میں نے سالوں کی تعداد میں کئی سالوں کا اضافہ کر لیا ہے

مِائَةٌ أَتَتْ مِنْ بَعْدِهَا مِائَتَانِ لِي
وَازْدَدْتُ مِنْ عَدَدِ الشُّهُورِ مِئَتَيْنَا

ایک سو سال گزرے اور ان کے بعد دو سو سال اور مہینوں کی تعداد میں میں نے سینکڑوں کا اضافہ کیا

۱ - مستوغر بن ربیعہ جب معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو اس وقت اس کی عمر تین سو سال تھی (العقد الفرید : ۲ : ۳۲۸)

هَلْ مَسَابِقِيْ اِلَّا كَمَّآ قَدَّ فَاتَنِيبِيْ
 يَوْمٌ يَكُوْرُ وَلَيْلَاةٌ تَحْدُوْنَا

جو باقی رہ گیا ہے وہ اسی قدر ہے جس قدر کہ پہلے گزر چکا ہے
 دن بار بار آتا ہے اور رات ہمیں ہانک کر لے جاتی ہے

عربوں کے اجتماعات پر بحث کرتے ہوئے ہم نے مہینوں کے وہ نام
 بیان کر دیے ہیں جو عرب عاربہ کے زمانے میں مستعمل تھے اور وہ نام بھی
 جو عرب مستعربہ کے یہاں استعمال میں آتے تھے ، اس کے علاوہ اور نام
 بھی جو وہاں مناسب تھے ۔ اس کے بعد صولیبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایام
 اور مہینوں کے تشبیہ اور جمع بیان کرنے کے بارے میں طویل بحث کی ہے
 نیز دیگر فوائد کا بھی ذکر کیا ہے جو اس بحث سے تعلق رکھتے تھے
 (تاہم) اس نے بہت سی ان تاریخوں کا ذکر نہیں کیا جن سے عرب تاریخ
 کو شروع کیا کرتے تھے ۔ یمن ، حجاز اور نجد کے لوگوں کے یہاں بہت
 سی تاریخیں تھیں جو قدیم سے ان کے ہاں متعارف چلی آتی تھیں ۔ ہر گروہ
 ان حادثات سے تاریخ شروع کرتا تھا جو ان کے یہاں مشاہدے میں آتے
 تھے ۔ چونکہ ان سب کا ذکر کرنا باعث طوالت ہوگا لہذا میں صرف اسی
 ایک واقعے پر اکتفا کرتا ہوں جو ان سب کے یہاں بہت مشہور تھا اور
 وہ زمن الفِطْحَل ہے ۔ لہذا ضروری ہے کہ اس پر تفصیلی بحث کی جائے ۔
 اللہ ہی توفیق دینے والا ہے ۔

زمن الفطحل

ہر وہ چیز جو بہت ہی پرانی ہو چکی ہو اور اس پر کئی زمانے بیت
 چکے ہوں عرب اس کی تاریخ زمن الفِطْحَل سے بیان کرتے تھے ۔ ائمہ لغت
 کے یہاں اس کی تشریح میں اختلاف پایا جاتا ہے ۔ چنانچہ خلیل کہتا ہے :
 یہ وہ زمانہ ہے جب ابھی انسان پیدا ہی نہیں ہوئے تھے ۔ بعض ائمہ لغت
 کہتے ہیں : یہ نوح علیہ السلام کا زمانہ ہے ۔ بعض کہتے ہیں : یہ وہ زمانہ
 ہے جب پتھر ابھی تر تھے اور جب ہر چیز بولتی تھی ۔ جب [۳ : ۲۲۰]
 رؤبہ سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو اس نے یہی جواب دیا تھا ۔

صحاح میں ہے : جرّی کہتا ہے : میں نے ابو عبیدہ سے اس کے متعلق دریافت کیا تو اس نے کہا : بدوی کہتے ہیں کہ یہ وہ زمانہ ہے جب پتھر ابھی تر تھے ۔ بعض نے اس قول کا یہی مطلب لیا ہے کہ فِطْحَل کا زمانہ وہ زمانہ ہے جب پتھر تر تھے ۔ ابو حنیفۃ الدینوری کہتا ہے : تو کہے گا اَتَيْتُكَ عَامَ الْفِطْحَلِ وَالْهَدْمِ یعنی میں (تمہارے پاس) فارغ البالی کے زمانے میں (آؤں گا) ۔ ابو عبیدہ نے رؤبۃ بن العجاج کے یہ اشعار پیش کیے ہیں ۔ رؤبہ کسی چشمے پر اترتا تھا اور وہاں اس نے ایک عورت سے شادی کرنا چاہی تھی ۔ اس نے اس سے کہا : تمہاری کیا عمر ہے ؟ تمہارا کیا مال ہے ؟ فلاں کیا ہے ؟ اس پر رؤبہ نے یہ اشعار کہے تھے :

لَمَّا ازْدَرَّتْ نَقْدِي وَقَلَّتْ اِبْلِي

تَسَأَلْتِ اِيَّيَّ وَاَتَصَلَّتْ بِيَعُكُلِ

جب اس نے میرے پیسوں کو حقیر سمجھا اور میرے اونٹ بھی کم تھے تو وہ بگڑی اور قبیلہ عکل کو فریاد کے لیے پکارا

تَسَأَلُ لُنِي عَنِ السِّنِّيْنِ كَمِ اِي

فَقُلْتُ لَوْ عُمِرْتُ عُمُرَ الْحِسْلِ

وہ مجھ سے میری عمر دریافت کرتی ہے میں نے کہا اگر مجھے گاوہ کے بچے جتنی عمر دی جائے

اَوْ عُمُرَ نُوْحٍ زَمَنَ الْفِطْحَلِ

وَالصَّخْرُ مُيْتَلٌ كَطَيْسِنِ الْوَحْلِ

یا فطحل کے عہد سے مجھے نوح کی عمر ملتی درآنحالیکہ پتھر دلدل کی مٹی کی طرح تر تھے

۱ - بلوغ الارب میں اسی طرح ہے اور مجد بہجہ اثری نے اس کی یوں تشریح کی ہے : تَلَوْتِ و تَغَيَّرْتِ و يَجُوزُ اَنْ يَرِيْدَ تَنْكَرْتِ و تَخْبَثُ مِنْ قَوْلِهِمْ اِمْرَاةٌ اَلِيْقَةُ - بكسر اللام - لِلخَبِيثَةِ الصَّخْرَةِ الْمُنْكَرَةِ - مگر سمط اللآلی (۵۳۳) میں تَسَأَلْتِ ہے ۔

أَوْ أَنْشَنِيْ أَوْ تَيْتُ عِيَالِمَ الْحُكُلِ
عِيَالِمَ سُلَيْمَانَ كَلَامَ النَّمْلِ

یا مجھے بے زبان جانوروں (کی زبان جاننے) کا علم دیا جاتا ، میری
مراد سلیمان کا علم ہے جس سے وہ چیونٹی کا کلام جان لیتے

كُنْتُ رَهِيْنًا هَرَمٍ أَوْ قَتَلِ

جب بھی میں یا بڑھاپے میں مبتلا ہوتا یا قتل ہو جاتا

حُكُلُ : [ضمہ کے ساتھ] وہ حیوان جن کی آواز سنائی نہیں دیتی مثلاً
چیونٹی اور چیونٹا - بعض ائمہ لغت کہتے ہیں : حُكُلُ بے زبان پرندوں
اور چوہایوں کو کہتے ہیں - اور لیث کہتا ہے : رُؤْبُهُ كَرَجُزٍ فِي حُكُلِ
سَلِيْمَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَتْ هِيَ - چنانچہ وہ کہتا ہے :

لَوْ أَنْشَنِيْ أَوْ تَيْتُ عِيَالِمَ الْحُكُلِ
عِيَالِمَ سُلَيْمَانَ كَلَامَ النَّمْلِ

اگر مجھے حُكُلُ کا علم دیا جاتا تو میں اس سے باطنی عیب معلوم
کر لیتا

عِيَالِمَ سُلَيْمَانَ كَلَامَ النَّمْلِ
مَارُودٌ أَرُوِيْ أَبَدًا عَنِ عَذْلِ

جس طرح سلیمان علیہ السلام کو چیونٹیوں کے کلام کا علم تھا تو
ملاست کے بعد کوئی بھی پہاڑی بکرا (اپنے اصلی وطن کو) کبھی
نہ لوٹتا

امام ثعالبی قاضی عبدالمحسن سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں : عربوں
کا یہ کہنا : أَيْسَامُ كَانَتْ الْحِجَارَةُ رَطْبَةً (جس زمانہ میں پتھر تر تھے) اور

۱ - اسی قسم کا فرزدق کا یہ شعر ہے :

وَالَّتِي سُلَيْمَانَ الَّذِي سَكَنَتْ
أَرُوِي الْهَيْضَابِ لَهَا مِنْ الذُّعْرِ

إِذْ كُلُّ شَيْءٍ يَنْطِقُ (جب ہر چیز گفتگو کرتی تھی) یہ دونوں باتیں ان امور میں سے ہیں جن کا ذکر جاہل لوگوں میں عام ہوتا رہتا ہے اور یہ [۳ : ۲۲۱] بات نکمے عربوں میں ظاہر ہے۔ یہ بات اسی طرح ہے حالانکہ امیہ بن ابی الصلت جو عربوں کے داناؤں میں سے تھا اور روایت کے اعتبار سے عربوں میں ممتاز مقام کا مالک تھا۔ کہتا ہے :

وَإِذْ هُمْ لَا لَبُؤُسَ لَتَهُمْ عُرَاةٌ
وَإِذْ هُمْ الصِّبَالِ لَتَهُمْ رِطَابُ

جب وہ ننگے تھے اور ان کا کوئی لباس نہ تھا اور جب ان کے ٹھوس پتھر تر تھے

بِيَايَتِهِ قَامَ يَنْطِقُ كُلُّ شَيْءٍ
وَخَانَ أَمَانَةَ الدِّيكِ الْغُرَابُ

اس کی نشانی یہ ہے کہ ہر شے بول سکتی تھی اور جب کوئے نے مرغ کی امانت میں خیانت کی تھی

مقاتل بن سلیمان سے مروی ہے کہ وہ کہا کرتا تھا : وہ زمانہ جب پتھر نرم تھے ، اور اگر ابراہیم علیہ السلام کے پاؤں کا نشان پتھر میں پڑ گیا تھا تو اسی وجہ سے کہ اُس دور میں ابھی پتھر نرم تھے ۔

ثعالبی کہتا ہے : مقاتل نے یہ بات جو بیان کی ہے تو اس کا عندیہ ان لوگوں کے عندیے کی طرح نہیں ہے جنہوں نے ان پتھروں کو زمین کے وہ اجزا قرار دیا ہے جو سخت بھی ہو جاتے ہیں اور ٹوٹ بھی جاتے ہیں اور (پھر) پتھر بن جاتے ہیں ۔ ان کا خیال ہے کہ نمی کے بعد یہ خشک ہو جاتے ہیں اور نرم ہونے کے بعد یہ سخت ہو جاتے ہیں ۔ اگر ان کی یہ مراد ہوتی تو ان کے لیے کہنے کی بڑی گنجائش تھی ۔ لیکن جن اوہام نے چوپایوں کو ہمارے سامنے اس صورت میں پیش کیا ہے کہ یہ بولتے تھے اور ان میں عقل تھی اور معدان نامی بوٹی کی شاخیں نرم و ملائم ہوتی تھیں ۔ اور کانٹے دار جھاڑی کی ٹہنیاں سر سبز اور نازک ہوتی تھیں ۔ انھی اوہام

نے تو انہیں یہاں تک پہنچایا ہے اور یہ بھی بعید نہیں کہ جب انہوں نے دیکھا کہ داناؤں نے لوگوں کے خیالات کو حکمت کی طرف مائل کرنا چاہا ہو تو انہوں نے یہ مثالیں گھڑ لی ہوں اور ان کی آرائش کے لیے قدرے ہزلیتہ باتیں شامل کر لی ہوں اور ہنسی کی باتوں میں سنجیدہ باتیں داخل کر لی ہوں ، تاکہ ان کے دلوں کو ان کا برداشت کرنا گراں معلوم نہ ہو اور ان کی توجہ جلدی سے ان مثالوں کی طرف ہو جائے۔ مگر اس سے ان لوگوں نے جن کی عقل کامل نہ تھی جانوروں کے متعلق یہ سمجھ لیا ہو کہ وہ بول سکتے ہیں ، اپنا مافی الضمیر ظاہر کر سکتے ہیں ، اپنے دل کی بات کو بیان اور واضح کر سکتے ہیں۔ لہذا انہوں نے قصے گھڑ کر ان مثالوں کے ساتھ ان کا اضافہ کر دیا۔ عربوں کے یہاں یہ بات خصوصیت سے پائی جاتی ہے۔ اسی وجہ سے یہ دیگر امتوں پر فائق ہوئے کیونکہ ان میں بات کہنے کا سلیقہ پایا جاتا ہے اور انہیں گفتار میں تصرف کرنے کی قدرت حاصل ہے۔ لہذا انہوں نے ان کہانیوں کو نظم کر لیا اور ان کے لیے سجع کے الگ الگ ٹکڑے بنا لیے مثلاً انہوں نے گوہ کی زبانی بیان کیا ہے کہ اس نے عرصے تک پانی پینے کے بغیر رہنے پر صبر کرنے کے متعلق ارشاد فرمایا ہے۔ عربوں کے نزدیک گوہ تمام ذی روح وجودوں کے مقابلے میں زیادہ عرصے تک پانی کے بغیر رہ سکتی ہے:

۱۔ لسان العرب (ع ن ك ث) میں یوں تفصیل منقول ہے: عرب جو قصے جانوروں کی زبانی بیان کرتے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ مینڈک اور گوہ آپس میں جھگڑ پڑے۔ مینڈک نے کہا: میں تم سے زیادہ عرصے تک پانی پیے بغیر رہ سکتا ہوں۔ گوہ نے کہا: میں زیادہ عرصہ تک صبر کر سکتی ہوں۔ مینڈک نے کہا: او چل کر گھاس چریں تاکہ معلوم ہو جائے کہ کون زیادہ صابر ہے۔ دونوں دن بھر گھاس چرتے رہے ، اب مینڈک کو سخت پیاس لگی اور کہنے لگا: اری گوہ چلو چل کر پانی پیئیں۔ اس پر گوہ نے مذکورہ بالا اشعار کہے۔ عربوں کے یہاں ایک مثل ہے حتی یرد الضب (جب تک گوہ پانی پینے نہ آئے) اور عربوں کے خیال میں گوہ عمر بھر پانی نہیں پیتی۔

أَصْبَحَ قَلْبِيَّ صَرْدًا
لَا يَشْتَهِي أَنْ يَرِدَا

میرا دل ٹھنڈا ہو گیا ہے یہ گھاٹ پر پانی پینے کے لیے آنا
نہیں چاہتا

إِلَّا عِرَادًا ۱ عَرْدًا
وَصَلْيَانًا ۲ بَرْدًا

سوا عرادہ اور صلیان کی ٹھنڈی بوٹیوں کے کچھ اور کھانا نہیں چاہتا

وَعَنْكَشًا ۳ مُلْتَبِدًا

اور سوا عنکث بوٹی کے جس کے پتے خوب نکل آئے ہوں

[۳ : ۲۲۲] بعض لوگ اسے یوں روایت کرتے ہیں :

آلَيْتُ أَنْ لَا أَرِدَا
إِلَّا عَرَادًا عَرْدًا

۱ - لسان العرب (ع ر د) میں ہے : رأيت العرادة في البادية وهي صلبة العود منتشرة الأغصان لا رائحة لها قال : والذي أراد الليث العرادة فيما أحسب وهي بهار البئر و عَرَادٌ عَرْدٌ على المبالغة.....
و انما اراد عارداً و بارداً فحذف للضرورة.....عَرْدَ النبت : خَرَجَ و اشتدَّ و انتصب -

۲ - الصليان نبت له سَنَمَةٌ عظيمة كأنها رأس القصبية اذا خرجت اذنا بها تجذبها الأبل و العرب تسميه خبزة الأبل -

۳ - تصحيح لسان العرب سے کی گئی ہے بلوغ الارب میں عكمنما ہے عنكث : ضرب من النبت قال ابن الاعرابي : هو شجر يشبه الضب فيسججها بدنبه حتى تنجات فيأكل المتجات اور
إلتبّد الورقُ اي تلبّد بعضه على بعض و التبتت الشجرة : كثرت اوراقها -

میں نے قسم کھالی ہے کہ سوا عرادہ بوٹی کے کچھ نہ کھاؤں گی
(اور نہ پانی پیوں گی)

وَ صَلِيَّتَانَا صَرْدَا
وَ عَنكَشَا مُلْتَبِيدَا

اور سوا ٹھنڈی صلیان اور بہت پتوں والی عنکت کے

عربوں کا خیال ہے کہ بھٹ تیترا نے تیترا سے کہا : اے میاں تیترا !
تو خوف کے مارے پہاڑوں میں بھاگا پھر رہا ہے ۔ اس پر تیترا نے کہا :
اے میاں بھٹ تیترا ! میں دیکھتا ہوں کہ تیری گدی پر کوئی
بال نہیں ہے ۔ تیرے صرف دو انڈے ہیں اور میرے دو سو ہیں ۔
روایت اسی طرح ہے اور امثال اپنے اصلی الفاظ ہی کے مطابق
بولی جاتی ہیں ۔ بہر حال جو وجہ ثعالبی نے بیان کی ہے یہی وجہ
ہو سکتی ہے ۔

اسی قسم کی اور باتیں ان کے کلام اور محاورات میں کثرت سے
پائی جاتی ہیں اور ادب کی کتابوں میں ان کا ذکر آتا ہے ۔ اس سلسلے کی
وہ حکایات ہیں جن کا ذکر اصحاب لغت نے بعض ستاروں کی وجہ تسمیہ
بیان کرتے ہوئے کیا ہے اور انہوں نے ان کو عربوں کی جھوٹی داستانوں
اور خرافات میں شمار کیا ہے حالانکہ اصل وجہ وہی ہے جس کو ثعالبی
نے اختیار کیا ہے کہ یہ قصے خاص اغراض کی بنا پر گھڑے گئے تھے ۔
چنانچہ وہ کہتے ہیں : شِعْرِي دُو سْتَارِي ہيں ایک شِعْرِي عَبُور اور
دوسرا شِعْرِي غُمَيْصَاء ۔ عبور تو جوزاء کے ستاروں میں سے ہے جسے
کاب الجبار کہا جاتا ہے ۔ اس کا عبور نام اس لیے پڑا کہ یہ اور
غُمَيْصَاء اور سُمَيْل اکٹھے ہو کر تھمے ۔ سُمَيْل اتر کر نیچے کو
چلا گیا اور یمانی ستارہ بن گیا ۔ عبور اس کے پیچھے ہو لیا اور اس نے
کہکشان کو عبور کر لیا ، مگر غُمَيْصَاء اپنی جگہ پر ہی پڑ رہا ۔ لہذا
اس نے سُمَيْل کو نہ پا کر رونا شروع کر دیا یہاں تک کہ اس کی
آنکھوں میں گد آ گئی ۔ ظاہر ہے کہ گد کا آنا آنکھوں کی کمزوری اور

نقص کا سبب ہے۔ غمیضا کی روشنی عبور کے مقابلے میں کم ہے اور یہ ”ذراع مبسوطہ“ کے ستاروں میں سے ہے۔ اس کے اور عبور کے درمیان کہکشان واقع ہے۔ صورتیں بنانے والے اسے ”کلب اکبر“ کی صورت میں شمار کرتے ہیں۔ یہ آسمان کو عرض میں طے کرتا ہے کوئی اور ستارہ ایسا نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان وَاَنْتَ هُوَ رَبُّ الشَّعْرَى (وہی شاعر کا بھی رب ہے) میں یہی مراد لیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا خاص طور پر اس لیے ذکر کیا ہے کہ قبیلہ خزاعہ اس کی عبادت کیا کرتا تھا۔ سب سے پہلے اس کی عبادت کو ابو کبشہ اور وہب بن عبد مناف کے دادا جزء بن غالب نے شروع کیا تھا۔

الدبران اور العیوق کی وجہ تسمیہ میں عرب کہتے ہیں کہ جب دبران نے ثریا کے پاس سہر بھیجا تو راستے میں عیوق نے روکا۔ ثریا چھوٹے چھوٹے ستارے ہیں جو یکجا جمع ہیں۔ عیوق ہمیشہ ان سے رشتہ مانگنے کی غرض سے ان کے پیچھے پیچھے آتا ہے اور دبران اسے روکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عربوں نے ان ستاروں کا نام قلاص (اونٹنیاں) رکھا ہے۔ اسی بنا پر شاعر کا یہ شعر ہے :

أَمَّا ابْنُ طَوْقٍ فَقَدْ أَوْفَى بِذِي سَيْتِهِ

كَمَا وَفَى بِقِلَاصِ النَّجْمِ حَادِيْهَا

ابن طوق نے اپنی ذمہ داری کو پورا کیا جس طرح ستاروں کو ہانک کر لے جانے والے دبران نے ستاروں کی ادائیگی کو پورا کیا تھا

[۳ : ۲۲۳] اگر ہم اس قسم کی باتوں کو جن کا ہم نے ذکر کیا ہے اور جس سے عربوں کا مقصد صرف شاعرانہ معانی ہیں اور انہوں نے حقیقت مراد نہیں لی تلاش کرنا شروع کر دیں تو بحث لمبی ہو جائے گی۔

۱۔ یہ شعر طفیل غنوی کا ہے اور قلاص النجم وہ بیس ستارے ہیں جنہیں عربوں کے خیال کے مطابق دبران ثریا کی سنگنی کے لیے ہانک کر لے گیا تھا۔

جس قدر ہم نے بیان کر دیا ہے اس سے ہمارا مقصد پورا ہو جاتا ہے۔

آسمان اور عالم فضا کے بارے میں عربوں کا مبلغ علم

ہر وہ شخص جو قدیم عربوں کے اشعار کی چھان بین کرے گا اور ان امثال اور اقوال کا جائزہ لے گا جن کی صحت عربوں کے بارے میں ثابت ہو چکی ہے اسے معلوم ہو جائے گا کہ عربوں نے اجرام علوی اور فضائی آثار کے متعلق جستجو کی تھی۔ وہ ستاروں کو دیکھنے، ستاروں کی حرکات کو جاننے ان کے طلوع اور غروب ہونے کے متعلق معلومات حاصل کرنے میں مشغول رہے تھے۔ بالخصوص وہ امور جن سے ان کی کوئی غرض وابستہ تھی اور جن کی انہیں حاجت رہتی تھی۔ گزشتہ زمانے میں جو ائمہ لغت ہو گزرے ہیں انہوں نے ان امور کے متعلق مفید کتابیں تالیف کی ہیں جن کا عربوں کو علم تھا۔ چنانچہ انہوں نے ان تالیفات میں تمام وہ معلومات جمع کر دی ہیں جو عربوں کو آسمان کے متعلق حاصل تھیں۔ ان تالیفات کی تعداد بہت ہے ان میں سے ایک کتاب ”کتاب الانواء“ ابو فید مؤرج^۱ بن عمر النجوی کی تالیف ہے۔ ایک اور کتاب ابوبکر محمد بن^۲ حسن المعروف با بن دُرَید اللغوی کی تالیف ہے۔ ایک اور ابو عبد اللہ^۳ محمد بن زیاد المعروف بابن الاعرابی کی تالیف ہے۔ ایک اور

۱ - اسے مؤرج جیم کے ساتھ پڑھیں۔ بلوغ العرب میں مؤرخ ہے ۱۹۵ھ میں وفات پائی۔

۲ - ابوبکر محمد بن الحسن بن دُرَید البصری، ادیب، شاعر، لغوی، نحوی اور نسابہ تھا بصرے میں ۲۲۳ھ میں پیدا ہوا اور ۳۲۱ھ میں بغداد میں مرا۔

۳ - ابو عبد اللہ محمد بن زیادہ المعروف بابن الاعرابی۔ یہ لغوی، نحوی، نسابہ اور قبائل کے اشعار کا راویہ تھا۔ اس نے دواوین کا سماع المفضل الضببی سے کیا اور اصمعی نے اس سے علم حاصل کیا۔ ۱۵۰ھ میں پیدا ہوا اور ۲۳۱ھ میں سُرَّمَسَن رآی میں مرا۔

ابو الحسن النضر بن شُمَیل النحوی کی ہے۔ ایک اور ابو اسحاق ابراہیم بن محمد الزجاج النحوی کی ہے۔ ان تمام کتابوں میں عربوں کے مذاہب اور اعتقادات کے متعلق مفید مسائل پائے جاتے ہیں۔ ان سب سے زیادہ مفید کتاب ابو حنیفہ الدینوری کی کتاب ہے۔ کیونکہ اس کتاب میں آسمان ، انواء ، ہواؤں کے چلنے کی جہتوں اور زمانوں کی تفصیل وغیرہ کے متعلق وہ تمام معلومات بہم پہنچائی گئی ہیں جو عربوں کو حاصل تھیں۔ میں اللہ سے مدد طلب کرتے ہوئے اس جگہ پر چند ایک باتوں کا ذکر کروں گا۔ میں جس بحث کا خلاصہ پیش کروں گا اسے اس کے اصل مقام کے حوالے کے ساتھ پیش کروں گا۔ یہ وہ معلومات ہیں جو مجھے اس فن کی کتابوں سے حاصل ہوئیں۔ میرا مقصد یہ ہے کہ اس کتاب کی گردن ان قیمتی اور یکتا موتیوں سے (مزین ہونے سے) عاری نہ رہنے پائے۔

سماوات و افلاک

[۳ : ۲۲۴] عربوں کے نزدیک ہر وہ چیز جو تمہارے اوپر ہو اور تم پر سایہ کرے سماء ہے اسی لیے چھت ، بادل اور گھوڑے کے اوپر کے حصے کو سماء کہتے ہیں۔ آسمان کے ناموں میں سے ایک نام جَرَبَاء (خارش زدہ) ہے اس لیے کہ اس میں ستارے ایک دوسرے کے اندر گھسے ہوئے ہیں اور جب ستارے دکھائی نہ دیں تو اسے خَلْأَاء مَلْأَاء رَقِیْع اور جَرَبَاءَةُ النُّجُوم کہتے ہیں۔ ایک شاعر کہتا ہے :

۱۔ ابو الحسن النضر بن شُمَیل البصری۔ یہ ادیب ، نحوی ، لغوی اور شاعر تھا۔ ۵۱۲۲ میں پیدا ہوا اور ۵۲۰۴ میں مرا۔ اس نے الشمس و القمر کتاب لکھی۔

۲۔ ابو اسحاق ابراہیم بن السری الزجاج۔ یہ نحوی ، لغوی اور مفسر تھا۔ مبرد کا سب سے قدیم شاگرد یہی تھا۔ ۵۳۱۱ میں مرا۔

و خَوَاتٍ ۱ جِرَابَةُ النُّجُومِ فَمَا تَشْرَبُ
بُ اُرْوِيَّتُهُ بِمَرِي الْجَنُوبِ

آسمان سے پانی نہ برسا لہذا پہاڑی بکرے باد جنوب کی
اس کوشش کے باوجود کہ بادلوں سے پانی نکالا جائے
پانی نہیں پی سکتے

جِرَابَةُ کے اصلی معنی اس زمین کے ہیں جہاں نہ پانی ہو نہ درخت ۔
آسمان کے متعلق ان کا اعتقاد وہی تھا جو کسی بھی اہل ملت کا ہو
سکتا ہے ۔ وہ عرش و کرسی کو بھی مانتے تھے ۔ وہ سب سے نچلے آسمان
کو التَّرْقِيعِ کہتے تھے ۔ تیسرے کو الصاقوره اور الحاقوره ، چوتھے کو
الخضراء اور آسمان کی جو جہت ہماری طرف ہے اسے بطن السماء کہتے ،
مخالف جہت کو ظہر السماء ، جو ہوا آسمان اور زمین کے درمیان ہے
اسے فترق ، السُّكَاك ، السُّكَاكَاة اور لُؤْح کہتے ۔ جب ہم آسمان کی
طرف دیکھتے ہیں تو جو کچھ ہمیں دکھائی دیتا ہے وہ عَيْنَانُ السماء
ہے اس کے رنگ کو العَوَّهَق کہتے ہیں ۔ جہاں ستارے چکر کاٹتے ہیں
اور جس کے اندر یہ ہیں اسے فلک کہتے ہیں ۔ آسمان پر جو (لکیر نظر
آتی ہے) جیسے گھسیٹنے کے نشانات پڑے ہوں ۔ وہ سَجَرَةٌ ہے اور اسے
أُمُّ النُّجُومِ (کہکشاں) بھی کہتے ہیں ۔

اور آسمان کے ستاروں میں سے ایک ”شمس“ ہے ۔ اور یہ نام
ہار کے شمسہ^۲ سے تشبیہ کی وجہ سے دیا گیا ہے اور اسے ذُكَاة ، إِلاَهَةَ ،
الضَّحْ ، انجَوْنَةُ ، الغَزَالَةُ ، الجَارِيَّة ، السِّرَّاج ، بُوْح (اور يُوْح
بھی) ، بَرَّاح ، سَهَاة اور شَرَّقِ بھی کہا جاتا ہے البتہ غَاب الشَّرَّقِ
اور غَابَتِ الغَزَالَةُ کہنا درست نہیں ۔

۱ - أَخْوَاتٍ و خَوَاتٍ : أَسْحَلَّتْ و قِيلَ : خَوَاتٍ و أَخْوَاتٍ و ذَلِكَ
إِذَا سَقَطَتْ وَلَمْ تُمْطِرْ فِي نَوَّهَا (لسان العرب) ۔

۲ - شمس اور شمسہ ہار کا وہ دھاگا جس کے ذریعے اسے گلے میں لٹکایا
جاتا ہے ۔

ایک شاعر کہتا ہے :

اترَوْحُنَا مِن اللُّعْبَاءِ قَصْرًا
وَ أَعْجَلْنَا إِلهَةً أَنْ تَوُؤُوبَنَا

ہم مقامِ لعباء سے شام کے وقت روانہ ہوئے اور سورج کے چلے جانے
یعنی غروب ہونے سے پہلے ہی منزل مقصود پر پہنچ گئے

ایک اور شاعر کہتا ہے :

ثُمَّ يَجْلُو السَّيْلَامَ رَبُّ رَحِيمٌ
بِمَهَاةٍ شُعْنَا عَنْهَا مَنَشُورٌ

پھر رب رحیم تاریکی کو اس سورج کے ذریعے دور کر دیتا ہے جس
کی شعاعیں ہر جگہ پھیلی ہوتی ہیں

سورج کے گرد جو حلقہ ہوتا ہے اسے طُفَاوَة کہتے ہیں۔ اس کی
روشنی کو اِيَاة کہتے ہیں اور سخت گرمی میں جو چیز تار عنكبوت کی
[۳ : ۲۲۵] طرح آسمان سے اس طرح اترتی ہوئی دکھائی دیتی ہے جس
طرح حیوان (کے منہ) سے لعاب ، اسے لُعَاب الشَّمْس کہتے ہیں۔

اور بولتے ہیں شَرَقَتِ الشَّمْسُ وَ ذَرَّتْ ذَرُّورًا یعنی سورج
طلوع اور روشن ہوا یعنی اس کی روشنی پھیل گئی۔ اور كَسَفَتِ (الشمس)
اس کی روشنی جاتی رہی۔ جو سایہ زوال کے بعد ہو اسے فَيَسِيٌّ کہتے ہیں

۱۔ تَرَوْح شام کے وقت نکلنا ، لعباء : جگہ کا نام ہے قصرًا :
ای عَشِيًّا : شام کے وقت اور أَعْجَل الشَّيْئِي : سَبَقَهُ -
اور تَوُؤِب یعنی تذهب یہ شعر مَيْتہ بنت ام عتبہ بن الحارث کا ہے :
ابن بری کہتا ہے : عبد الحارث اليربوعي کی بیٹی کا ہے اور
بعض کہتے ہیں کہ عتبہ بن الحارث کی نوحہ کرنے والی کا ہے
اور ابو عبیدہ کہتا ہے : یہ ام البنین بنت عتبہ بن الحارث
کا ہے جو اس نے اس کے مرثیے میں کہا تھا (لسان العرب)۔

اور جس سائے کو سورج زائل نہ کرے اسے ظیل^۱ دَوْم^۲ کہتے ہیں۔ غروب ہونے لگے تو طَفَلَتْ^۳ اور جَنَسَتْ^۴ بولتے ہیں اور دَنَقَتْ^۵ بھی کہتے ہیں۔ جب سورج غروب ہو گیا ہو اور صرف تھوڑا سا رہتا ہو تو أَشْفَتْ^۶ کہتے ہیں اور وَجَبَتْ^۷ غروب ہو گیا اور دَلَّتْ^۸ : غائب ہونے کے وقت زرد ہو گیا ، جب عین دوپہر کے وقت سورج ساکن ہو جائے اور یوں معلوم ہو کہ یہ ٹھہر گیا ہے اور زوال میں دیر محسوس ہو تو صَامَتْ الشَّمْسُ بولتے ہیں اور دَوَّسَتْ^۹ بھی ذوالرسم^{۱۰} کہتا ہے :

مُعْرَوْرِيًّا رَمَضَ الرِّضْرَاضِ يَرْكَضُهُ
وَالشَّمْسُ حَيْرِيًّا لَهَا فِي الْجَوِّ تَدْوِيمٌ

یہ (ٹڈی) سخت گرم کنکری پر سوار ہو کر اسے ڈانگیں مار رہی تھی جب کہ سورج حیران تھا اور فضا میں ٹھہرا ہوا معلوم ہو رہا تھا

قَرْنُ الشَّمْسِ اور حَاجِبُ (الشَّمْسِ) سورج کا وہ حصہ ہے جو سب سے پہلے دکھائی دیتا ہے۔ طلوع ہونے کی جگہ کو مشرق اور غروب ہونے کی جگہ کو مغرب کہتے ہیں اور یہی دو مشرق اور دو مغرب ہیں۔ مَشْرِقُ الصَّيْفِ سورج کی وہ جگہ ہے جہاں سے وہ سال کے سب سے لمبے دن طلوع ہوتا ہے اور مشرق الشتاء وہ پست ترین مطلع ہے جہاں سے سورج سال کے سب سے چھوٹے دن طلوع ہوتا ہے۔ اسی طرح دونوں مغرب ہیں۔ بڑے ستاروں کو دَرَارِي کہا جاتا ہے۔

۱۔ لسان العرب (دوم) میں ہے : دَوَّسَتْ الشَّمْسُ : دارت فی السماء۔ پھر ذوالرسم کا یہی شعر دے کر لکھا ہے : كَأَنَّهَا لَا تَمْضِي - ای قد ركب حر الرضراض - والرَّمَضُ شدة الحر - یركضه : تضربه برجله و كذا يفعل الجندب - قال ابوالهیشم معنی قوله : "و الشمس حیری" تَقْرِيفُ الشَّمْسِ بِالْهَاجِرَةِ عَنِ الْمَسِيرِ -

ان میں سے ایک

قمر

ہے ۔ جس رات یہ دکھائی دیتا ہے اس سے لے کر تیسری رات تک کے چاند کو ہلال کہتے ہیں ۔ اس کے بعد (آخر تک) یہ چاند ہی کہلاتا ہے ۔ حتیٰ کہ دوبارہ طلوع ہو ۔

ایک شاعر کہتا ہے :

ثُمَّ اسْتَمَرَّتْ كَشِقَّةِ الْقَمَرِ الْبَدَّ
رِخْفُوقُ الْاَجْشَاءِ وَالْكَبِيدِ

(یہ گائے) اس کے بعد بدستور چاتی رہی اور (تیر انداز کے ڈر سے) اس کا پیٹ اور جگر دھڑک رہا تھا اور یہ (اپنے سفید رنگ کی وجہ سے) آدھے چاند کی طرح دکھائی دے رہی تھی

کہا جاتا ہے کہ پہلی رات کے چاند سے لے کر مہینے کے ختم ہونے تک ہر تین راتوں کے لیے ایک نام (مقرر) ہے چنانچہ پہلی تین راتیں غُرَّرَا ۳-۱ ہیں پھر نُفَل ۶-۳ پھر تُسَع ۹-۶ پھر عُسْر ۱۰-۱۲ پھر بِيض ۱۳-۱۵ ہیں پھر دُرْع ۱۶-۱۸ پھر ظُلَم ۱۹-۲۱ پھر حَسَادِ ۲۲-۲۳ پھر دَادِي ۲۴-۲۵ ۔ اس کا مفرد دَادَاءُ ہے اور پھر مُحَاق ۲۸-۳۰ ۔ کسی نے ان کو نظم کر کے کہا ہے :

ثُمَّ لَيْلِي الشَّهْرِ قِدْمًا عَرَفُوا
كُلُّ ثَلَاثٍ بِصِفَاتٍ تُعْرَفُ

[۳ : ۲۲۶] عربوں نے قدیم زمانے سے مہینے کی راتوں کو پہچان رکھا ہے اور ہر تین راتیں خاص صفت کے ساتھ معرف ہیں

فَغُرَّرٌ وَ نُفَلٌ وَ تُسَعٌ
وَعُسْرٌ فَالْبِيضُ ثُمَّ الدُّرْعُ

چنانچہ غُرر ، نُفَل ، تُسَع اور عَشْر ہیں پھر بیض پھر
دُرَع

و ظُلْم حَنَّادِسْ دَادِي
ثُمَّ الْمُحَاقُ لِأَنَّهُ حَاقٌ بِدَادِي

اور ظُلْم حَنَّادِس اور دَادِي ہیں پھر محاق کیونکہ یہ واضح ہے
کہ ان راتوں میں چاند دکھائی نہیں دیتا

اور جس رات کامل چاند ہوتا ہے اسے لیلۃ السواء کہتے ہیں ، یہ
پوری تیرہ راتیں ہیں ۔ اس کے بعد لیلۃ البدر آتی ہے اور نصف ماہ
(پندرہویں) کی رات مَسْهِسَان کہلاتی ہے ۔ محاورے میں یوں کہیں گے
أَسْوَيْشَنَا (ہم لیلۃ السواء میں چلے) اور أَبْدَرْنَا (ہم لیلۃ البدر میں
چلے) اور أَنْهَضْنَا (ہم پندرہویں رات کو چلے) یعنی ہم ان میں چلے ۔
یہی تین راتیں بیض کہلاتی ہیں اس کے بعد يَدْرَعُ الشَّهْرِ یعنی
راتوں کے ابتدائی حصے تاریک ہوتے ہیں اور یہ شَاةٌ دَرْعَاءُ کے محاورے
سے لیا گیا ہے یعنی بکری جس کا اگلا حصہ سیاہ اور باقی حصہ سفید ہو ۔
اس کے بعد چاند گھٹتا جاتا ہے تاآنکہ مٹ جاتا ہے ۔ یہ اس لیے ہے
کہ چاند سورج کے ساتھ طلوع ہونے کی وجہ سے جل جاتا ہے ۔ اٹھائیسویں
رات کو السَّعْجَاءُ کہتے ہیں اس کے بعد کی رات السَّهْمَاءُ ہے تیسویں
رات لَيْشَاءُ ۔ مِحَاقُ کے دو دن جن میں چاند چھپا رہتا ہے اَبْشَنَا
جَمِيشْر کہلاتے ہیں ۔ مہینے کی آخری رات کو البَرَاءُ کہتے ہیں کیونکہ
اس رات چاند سورج سے نجات پا لیتا ہے ۔ اسی رات کو سِرَّار کہتے
ہیں ۔ بعض کہتے ہیں کہ يَرَاءُ مہینے کا پہلا دن ہے ۔ اسی طرح انہیں
نَسَاحِر اور نَحْيِير بھی کہتے ہیں ۔

کہا جاتا ہے کہ چاند کو یوں کہا جاتا ہے : تو ایک رات کا
چاند کیا ہے ؟ (تمہاری بقاء صرف اس قدر ہوتی ہے کہ) کچھ لوگ
رُءْيَاہ کے مقام پر اترے (اور وہاں بکرے نے لایلا دیا اور) لیلے نے
ماں کا دودھ پیا (لہذا تمہاری بقاء اتنی مدت تک ہے جتنی مدت میں

یہ لیلا دودھ پی لے۔ تو دو رات کا چاند کیا ہے؟ (اتنی مدت تک ہے کہ) دو لونڈیاں (بیٹھ کر) جھوٹی باتیں کریں۔ تو تین رات کا چاند کیا ہے؟ (تمہاری بقاء اتنی ہے کہ) نوجوان لڑکیاں (باہم اکٹھی ہو کر) کچھ دیر باتیں کر کے بغیر الفت کے واپس چلی جائیں۔ تو چار رات کا چاند کیا ہے؟ تو بچے والی اونٹنی کی تاریکی ہے کہ بچہ نہ بھوکا ہے اور اسے دودھ پلایا گیا ہے۔ تو پانچ رات کا چاند کیا ہے؟ (تیری بقاء صرف اتنی ہے کہ) حاملہ اونٹنیاں جن کا پیٹ نکلا ہوا ہو رات کا کھانا کھا لیں، تو چھ رات کا چاند کیا ہے؟ (صرف اس قدر ہے) کہ رات کو چل اور رات گزار لے۔ تو سات رات کا چاند کیا ہے؟ بچو کی تاریکی۔ تو آٹھ رات کا چاند کیا ہے؟ تو روشن چاند ہے۔ نو رات کا چاند کیا ہے؟ (اتنا روشن ہے کہ اگر سلیمانی مہروں کا ہار ٹوٹ جائے تو) مہرے چن لیے جائیں۔ تو دس رات کا چاند کیا ہے؟ ایک تمہائی مہینہ۔ [۳: ۲۲۷] کہا گیا ہے کہ اس کے بعد کے (اقوال) من گھڑت ہیں اور بہت سی ادبی کتابوں میں ان کا ذکر کیا گیا ہے۔

چاند کے گرد کے حلقے کو ہالۃ کہتے ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں حَلَقَ الْقَمَرِ (چاند نے ہالہ بنایا) (اور یوں بھی کہتے ہیں) الْقَمَرُ اللَّيْلَةُ فِي الْهَالَةِ (آج رات چاند ہالے میں ہے) اور حَجَرٌ اس وقت بولتے ہیں جب چاند کے گردا گرد لکیر ہو۔ چاند کو زَبْرَقَان، اَزْهَر، شَمْر اور سَاهُور بھی کہا جاتا ہے بعض کہتے ہیں کہ سَاهُور اس غلاف کو کہتے ہیں جس میں چاند گرہن کے وقت چھپتا ہے اور آخری نو راتوں میں بھی اسے سَاهُور کہا جاتا ہے۔ امید بن ابی الصلت کہتا ہے:

لَا نَقْصَ فِيْهِ غَيْشَرَانٌ خَبِيْثٌ
قَمَرٌ وَ مَاهُورٌ يُسْمَلُ وَ يُغْمَدُ

اس میں صرف یہ عیب ہے کہ جب یہ چھپ جاتا ہے تو چاند اور

اس کا غلاف ہوتا ہے جس سے کھینچ کر اسے باہر بھی نکالا جاتا ہے اور اس کے اندر بھی داخل کر دیا جاتا ہے

اور شامہ : چاند کی سیاہی کو کہتے ہیں۔ اسی کے متعلق کسی کی یہ بجاہارت ہے :

وَمَا شَامَةٌ سَوْدَاءُ فِي حُرٍّ وَجْهِهِ
مُجَلَّلَةٌ لَا تَنْجِلِي لِيَزْمَانَ

اس کے چہرے کے سامنے کے حصے میں وہ سیاہ داغ کیا ہے جو اس کے چہرے پر چھایا ہوا ہے اور کسی وقت بھی دور نہیں ہوتا

وَيُدْرِكُ فِي تِسْعٍ وَخَمْسٍ شَبَابَهُ
وَيَهْرِمُ فِي سَبْعٍ مَعَاوِ ثَمَانَ

جو چودہ راتوں میں جوانی کو پہنچتا ہے اور پھر فوراً ہی پندرہ دن میں بوڑھا ہو جاتا ہے

اور محاورے میں بولتے ہیں اَضَاءَاتِ الْقَمَرَاءِ (چاندنی رات روشن ہوئی) اُولِيَاءَاتِ قَمَرَاءِ وَضَحِيَّاتِ وَضَحِيَّاتِ وَبَيْضَاءِ (چاندنی رات) اور لَيْسَالِي بَيْضِ (تیرھویں ، چودھویں اور پندرھویں) کو الْمُحْمِقَاتِ کہتے ہیں کیونکہ اس میں آسمان پر بادل چھا جانے سے چاند دکھائی نہیں دیتا مگر روشنی دکھائی دیتی ہے جس سے تو یہ خیال کرتا ہے کہ صبح ہو گئی ہے حالانکہ ابھی رات ہوتی ہے۔ محاورے میں کہتے ہیں غَرَّيْنِي غُرُورًا لِمُحْمِقَاتِ (اس نے مجھے مُحْمِقَاتِ کی طرح دھوکا دیا) اور بَتَزَعِ الْقَمَرِ : چاند طلوع ہوا۔ اور أَفَلٌ : غروب ہوا اور فَخْتُ : چاندنی کو کہتے ہیں۔ یوں بولتے ہیں جَلَسْنَا فِي الْفَخْتِ (ہم چاند کی چاندنی میں بیٹھے) کہا جاتا ہے کہ دَأَاءِ اس رات کو کہتے ہیں جس کے متعلق شک ہو کہ آیا یہ گزرنے والے مہینے کی رات ہے یا آنے والے کی اور لَيْلَةُ غُمُيْ اس رات کو کہتے ہیں جس میں (تاریکی) چاند کے سامنے حائل ہو جاتی ہے

ان کے کسی شاعر نے کہا ہے :

وَلَيْلَةٌ مُّشْتَبِهَةٌ أَهْوَا لُهَا
لَيْلَةٌ غَمِّي طَامِسٌ هِيَ لُهَا

بہت سی ایسی راتیں تھیں جن کی ہولناکیاں مشتبہ تھیں مہینے کی
آخری رات میں جبکہ چاند دکھائی نہ دیتا تھا

اور عربوں نے بہت سے ستاروں کے نام رکھے ہوئے ہیں جن کی
تفصیل طویل ہے لہذا ہم نے دو بڑے ستاروں کے ذکر پر ہی اکتفا
کی ہے۔

منازل قمر اور ان کے انواع

[۳ : ۲۲۸] مَنَازِلُ مَنَزِلٍ كِي جَمْعُ هِيَ۔ اس سے مراد وہ مسافت
ہے جسے چاند ایک دن اور ایک رات میں طے کرتا ہے۔ اہل ہند کے
یہاں ستائیس منزلیں ہیں کیونکہ چاند فلک البروج کو ستائیس دن اور
ایک تمہائی دن میں طے کرتا ہے لہذا انہوں نے ایک تمہائی کو چھوڑ دیا
کیونکہ یہ آدھے سے کم ہے جیسا کہ منجمین کے یہاں دستور ہے عربوں
اور بدویوں کے یہاں منزلیں اٹھائیس ہیں۔ یہ اس لیے نہیں ہے کہ
انہوں نے ایک تمہائی کو مکمل کر کے ایک شمار کر لیا ہے جیسا کہ
بعض کا قول ہے بلکہ اس لیے کہ چاندوں کو محسوب کرنے کی وجہ
سے ان کے سال مختلف اوقات میں شروع ہوتے ہیں کیونکہ کبھی سال
کی ابتدا موسم گرما کے وسط میں ہوتی ہے اور کبھی موسم سرما کے
وسط میں۔ اسی طرح ان کی تجارت اور عیدوں کے زمانے بھی (مختلف
اوقات میں آتے ہیں) لہذا انہیں اس بات کی ضرورت پڑی کہ سال کی
مختلف فصلوں کو جاننے کے لیے شمسی سال کو محفوظ کر لیا جائے تاکہ
ہر فصل کے آنے سے پہلے ہی وہ ان امور میں مشغول ہو جائیں جو ان
کے نزدیک اس فصل میں اہم ہیں مثلاً اپک چراگاہ سے دوسری چراگاہ کو
منتقل ہونا وغیرہ۔ لہذا انہوں نے ان کے محفوظ کرنے کا طریقہ سوچا

تو پہلے انہوں نے چاند پر غور کیا اور دیکھا کہ یہ تقریباً تیس دن میں اپنے اس مقام پر لوٹ آتا ہے جو اسے سورج کی نسبت سے حاصل ہے اور مہینے کی آخری دو راتیں یا اس سے کم یا زیادہ چھپا رہتا ہے۔ لہذا انہوں نے ایک ماہ کی مدت میں سے دو دن کم کر دیے تو اٹھائیس دن باقی رہ گئے یہ وہ زمانہ ہے جو ماہ کی ابتدا میں پہلی رات کا چاند بن کر راتوں کو ظاہر ہونے سے شروع ہونے اور صبح کے وقت آخری بار دکھائی دینے اور پھر آخر میں چھپ جانے کا درمیانی عرصہ ہے۔ لہذا انہوں نے دور فلک کو اس زمانے پر تقسیم کیا تو ہر حصہ تقریباً بارہ درجے اور اکون دقیقہ کا ہوا۔ اور یہ $6/7$ درجے ہوتا ہے۔ اس میں سے ہر برج کے حصے میں $2\frac{1}{3}$ منزل آتا ہے۔ جب اس تقسیم سے دور فلک کو ضبط کر لیا گیا تو انہوں نے شمسی سال کے ضبط کرنے کی تدبیر کی کہ یہ ان منازل کو کیسے طے کرتا ہے۔ لہذا انہوں نے دیکھا کہ تین منزلوں میں یہ ہمیشہ چھپا رہتا ہے۔ جس منزل میں ہوتا اس میں تو یہ اپنی شعاع کی وجہ سے چھپا رہتا ہے اور جو اس سے قبل ہے اس میں صبح کی روشنی کی وجہ سے اور بعد کی منزل میں سورج کی روشنی سے۔ وہ یہ دیکھتے رہے کہ چھپا ہوا صبح کی روشنی کے ذریعے ظاہر ہوتا ہے۔ پھر اس کی شعاع سے پھر شفق کی روشنی سے۔ لہذا انہوں نے ہر دو منزلوں کے ظاہر ہونے کا درمیانی زمانہ تقریباً تیرہ دن پایا۔ لہذا تمام منزلوں کے تین سو چوسٹھ دن بنتے ہیں۔ لیکن سورج ان سب کو تین سو پینسٹھ دن میں طے کرتا ہے۔ اس پر انہوں نے ”غفر“ کی منزل میں ایک دن کا اضافہ کر دیا۔ خواہ اس منزل میں اپنی کسی اصطلاح کی وجہ سے اضافہ کیا خواہ اس منزل کے شرف کی وجہ سے جیسا کہ انشاء اللہ تو سننے گا کبھی دو دن کے اضافے کی ضرورت پڑ جاتی ہے تاکہ اٹھائیس منزلیں سال کے ساتھ ہی ختم ہو جائیں اور [۳ : ۲۲۹] بات پھر سے پہلے ستارے کی طرف لوٹ آئے۔ یاد رکھیں کہ عربوں نے ان اٹھائیس قسموں کی علامات ان ستاروں کے لحاظ سے مقرر کر رکھی ہیں جو ظاہر ہیں اور منطقے کے قریب ہیں یعنی وہ ستارے

چاند کی گزرگاہ میں راستے سے قریب ہیں یا چاند کے بالمقابل ہیں۔ لہذا چاند ہر رات ان میں سے کسی ایک کے قریب اترتا ہوا دکھائی دیتا ہے اور اس اعتبار سے کہ یہ ستارے ان منازل کے بالمقابل واقع ہوئے ہیں ان منزلوں کے ستاروں کے حالات ان منزلوں کے ساتھ اسی طرح ہیں جس طرح ہیئت دانوں کے یہاں کے ستاروں کے اور برجوں کے ساتھ ہیں۔ اور یہ فلک الافلاک ہے۔ جب چاند تیزی سے چلتا ہے تو کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ درمیان میں کسی منزل کو خالی چھوڑ دیتا ہے اور اگر سست رفتاری سے چلے تو کبھی ایک منزل میں دو راتیں بھی رہ جاتا ہے۔ دونوں راتوں کی ابتدا میں منزل کی ابتدا میں ہوتا ہے اور آخر میں منزل کے آخر میں۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی رات چاند دو منزلوں کے درمیان دکھائی دیتا ہے اور مہینوں کے بارے میں جو یہ کہا جاتا ہے کہ ہر رات چودہ منزلیں ظاہر ہوتی ہیں اور اتنی ہی مخفی رہتی ہیں۔ نیز یہ کہ جب کوئی منزل طلوع کرتی ہے تو اس کی رقیب منزل غائب ہو جاتی ہے اور یہ طالع سے پندرہویں منزل ہے اس کا یہ نام اس لیے پڑا کہ اسے اس رقیب سے تشبیہ دی گئی ہے جو اسے تازہ رہا ہو کہ جونہی کہ یہ مشرق سے ظاہر ہو تو وہ مغرب میں غروب ہو جائے۔ اس کا غلط ہونا ظاہر ہے۔ اس لیے کہ یہ منازل عین منطقہ پر واقع نہیں ہیں اور نہ ہی ان کا درمیانی فاصلہ مساوی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کبھی سولہ یا سترہ منزلیں ظاہر ہوتی ہیں اور کبھی تیرہ مخفی ہوتی ہیں۔

اور ان منازل کے انواء میں جن کے متعلق علما میں اختلاف پایا جاتا ہے ہم یہاں اس بیان کا خلاصہ پیش کرتے ہیں جو ابوالقاسم عبدالرحمن بن اسحاق الزجاجی نے اپنی اس کتاب میں جو اس نے انواء

۱ - ابو القاسم عبدالرحمن بن اسحاق البغدادی النہاوندی الزجاجی - بغداد میں رہا اور وہیں نشو و نما پایا۔ یہ علی بن ابراہیم السری الزجاجی کا شاگرد تھا اسی لیے الزجاجی کہلایا۔ ابن درید، نبطویہ او ابوالحسن الاخفش سے روایت کی۔ ۵۳۳ء میں دمشق میں وفات پائی۔

کے متعلق لکھی ہے تحریر کیا ہے الزجاجی کہتا ہے : سال کے چار جزء ہیں - ہر جزء کے سات انواء ہیں - ہر نَوَّء کے تیرہ دن - سوا نَوَّء الجبہہ کے کہ اس کے چودہ دن ہوتے ہیں (سال کو پورے تین سو پینسٹھ دن کا بنانے کی غرض سے ایک دن کا اس میں اضافہ کر دیا گیا ہے) یہی وہ مقدار ہے جس میں سورج فلک کے بارہ برجوں کو طے کرتا ہے - ہر برج کی ۲۱ منزلیں ہیں اور جب سورج ان منازل میں سے کسی ایک منزل میں اترتا ہے تو اسے ڈھانپ لیتا ہے کیونکہ سورج تیس درجوں کو ڈھانپتا ہے - پندرہ درجے اس کے پیچھے ہوتے ہیں اور اتنے ہی اس کے آگے اور جب یہاں سے منتقل ہوتا ہے تو ظاہر ہو جاتا ہے - زجاجی نے اسی طرح کہا ہے -

لہذا جب اتفاق سے ایسا واقع ہو کہ صبح کے وقت ان منازل میں سے کوئی ایک منزل طلوع ہو اور اس کی رقیب منزل غروب ہو تو یہ نوہ ہے اور سال بھر میں ہر منزل کو صرف ایک بار ایسا اتفاق پیش آتا ہے اور نَوَّء کا لفظ نَاءَ یَنْوُءُ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں بھاری بوجھ کی وجہ سے آہستہ آہستہ اور مشقت کے ساتھ اٹھنا اور عرب نوہ کا لفظ غروب ہونے والی منزل کے لیے بولتے ہیں اس لیے کہ یہ غروب ہونے کے لیے مشکل سے اٹھتی ہے انہی معنوں میں ان کے اکثر اشعار پائے جاتے ہیں - اور اللہ تعالیٰ کے فرمان :

مَا اِنْ مَفَاتِحِهٖ لَتَنْوُءُ بِالْعُصْبَةِ اُولٰٓئِی الْقُوَّة

(جن کی چابیاں بڑے طاقتور قبیلے کو بھی زمین کی طرف جھکا دیں) کی تفسیر بعض علما نے یوں کی ہے اَیْ تُمِیٔلُ بِیْہِمُ اِلٰی الْاَرْضِ (یعنی ان کو زمین کی طرف جھکا دیں) اور یہ تفسیر اس تفسیر کے مقابلے میں جس میں یہ کہا گیا ہے کہ یہاں عبارت 'مقلوب ہے زیادہ قرین قیاس ہے -

۱ - ان علما کے قول کے مطابق اصل عبارت یوں ہوئی مَا اِنْ مَفَاتِحِهٖ لَتَنْوُءُ الْعُصْبَةُ بِیْہِمَا -

زجاجی کہتا ہے : اور بعض علما نوہ کو منزل طالع بتاتے ہیں اور یہ منجمین کا مذہب ہے کیونکہ طلوع ہونے والے میں تاثیر بھی ہے اور قوت بھی اور غروب ہونے والی منزل تو ساقط ہوتی ہے اس میں نہ قوت ہے نہ تاثیر ۔

مبرد کہتا ہے : نوہ کا لفظ در حقیقت طلوع ہونے والے ستارے کے لیے بولا جاتا ہے نہ کہ غروب ہونے والے کے لیے اور ان تمام منازل کو فلک ہر دن اور ہر رات مشرق سے طلوع کراتا ہے اور مغرب میں غروب ۔

اور یہ فلک کا ایک دور ہے ۔

سال کا پہلا چوتھائی حصہ ربیع (موسم بہار) ہے

اس کی ابتدا آذار کے انیسویں دن سے ہوتی ہے اور بعض بیسویں دن سے بتاتے ہیں ۔ اس وقت رات اور دن برابر ہوتا ہے ۔ دوسری صبح کو ” فترغ اللہ لوالاسفل “ طلوع ہوتا ہے ۔ اسی کو مؤخر بھی کہتے ہیں ۔ العواء غروب ہوتا ہے اور عواء ہی کی طرف نوہ کو منسوب کیا جاتا ہے ، عواء کو ممدود بھی اور مقصور (عَوَّی) بھی پڑھا جاتا ہے اور اس کی شکل یہ ہے کہ پانچ ستارے ایسے دکھائی دیتے ہیں جیسے الف کی دم کو بائیں جانب سوڑ دیا گیا ہو اور اس کا یہ نام اسی وجہ سے پڑا ۔ جب تو کسی چیز کو موڑ دے تو عرب عَوَّیْتُ الشَّیْءَ بولتے ہیں ۔ دیگر علما کہتے ہیں : بلکہ یہ اس طرح ہے جیسے پانچ کُتے شیر کے پیچھے بھونک رہے ہوں ۔ ابن دُرَیْد کہتا ہے : بلکہ اس کے معنی ہیں : شیر کا پچھلا حصہ اور عربوں کے ہاں عَوَّاء پچھلے حصے کو کہتے ہیں ۔

دوسری نوہ ” السَّمَاك ” ہے اور یہ دو ہیں ۔ ایک (سماک) اعزل ۔ اور یہ بہت چمکدار ستارہ ہے اسے اعزل انسان کے ساتھ تشبیہ دی گئی

۱ ۔ آذار : مارچ

اور اعزل اس شخص کو کہتے ہیں جس کے پاس کوئی ہتھیار نہ ہو اور یہ چاند کی منزل ہے دوسرا (سہاک) ایک ستارہ ہے جس کے آگے ایک اور ستارہ ہوتا ہے اور اسے نیزے (رُمح) کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ یہ دونوں ”اسد“ کی دوپنڈلیاں ہیں۔ اسے سہاک اس کی بلندی کی وجہ سے کہا گیا ہے اس کے موا کسی اور ستارے کو خواہ وہ بلند ہی کیوں نہ ہو سہاک نہیں کہا جاتا۔ سیبویہ نے اسی طرح کہا ہے جیسا کہ الزجاجی نے ابو اسحاق الزجاج سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا ہے۔ مگر اس نے (سہاک) اعزل کے متعلق یوں کہا ہے: بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسے اعزل اس لیے کہا گیا کہ چاند اس میں نہیں اترتا اور یہ قول تمام لوگوں کے قول کے خلاف ہے۔

تیسری نَوء الغفَر ہے اور یہ تین ایسے ستارے ہیں جو چمکدار نہیں ہیں اسی لیے یہ نام پڑا اور یہ اس محاورے سے لیا گیا ہے غَفَرَتْ الشَّيْءُ إِذَا غَطَّيْتَهُ (میں نے چیز کو ڈھانپ دیا) اور غِفَارَةٌ جو پہنی جاتی ہے اس کا یہ نام بھی اسی لیے پڑا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس کا غفر نام اس لیے پڑا کہ یہ غفرہ سے لیا گیا ہے اور غَفْرَةٌ ان بالوں کو کہتے ہیں جو شیر کی دم کی ایک طرف ہوتے ہیں اور ابو عبیدہ کہتا ہے: ہر وہ بال جو چھوٹا ہو بڑا نہ ہو وہ غَفْرٌ ہے۔ [۳: ۲۳۱] اسی طرح پروں میں ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں۔ یہ لفظ مرض کے دوبارہ عود کر آنے سے لیا گیا ہے محاورہ ہے أَغْفَرَ الْمَرِيضُ جب اس کی بیماری پھر عود کر آئے۔ گویا بیماری کے عود کر آنے سے اس کی عافیت ڈھانپ دی گئی ہے۔

چوتھی نَوء الشُّبَّانَانِ ہے اور یہ دو الگ الگ ستارے ہیں اور یہ ”عقرب“ کے دو سینگ ہیں۔ بعض اس کے دو ہاتھ بتاتے ہیں انہیں

- ۱ - لہذا اسے سہاک رَامِحِ کہا جاتا ہے۔
- ۲ - غفارہ وہ زرہ جسے فوجی ٹوپ کے نیچے پہنتا ہے یا وہ کپڑا جسے عورت اوڑھنی کو بچانے کے لیے برقع کے نیچے رکھتی ہے۔

زُبَّانَانِ اس لیے کہا گیا کہ ان میں سے ہر ایک اپنے ساتھی سے دور ہے یہ عربوں کے اس محاورے سے لیا گیا ہے زَبْنَتٌ : کَذَا جب تو اسے دور ہٹانے کے لیے دھکا دے - اسی سے زبانیہ کا لفظ مشتق ہے - کیونکہ (یہ فرشتے) دوزخیوں کو دوزخ کی طرف دھکیل کر لے جائیں گے - پانچویں نَوَّءُ الْاَكْلِيلِ ہے - یہ رَأْسِ عَقْرَبِ پر تین ستارے ہیں اسی لیے اسے اکلیل (تاج) کہا گیا -
چھٹی نَوَّءُ الْقَلْبِ ہے یہ ایک سرخ چمکدار ستارہ ہے جسے تشبیہ کے طور پر عَقْرَبِ کا دل بتاتے ہیں -

ساتویں نَوَّءُ الشَّوْءِ ہے - یہ دو ستارے ہیں جن میں سے ایک دوسرے کے مقابلے میں زیادہ چھپا ہوا ہے اور یہ دونوں ”عقرب“ کی دُم ہیں - چونکہ عقرب (بچھو) کی دم ہمیشہ اٹھی رہتی ہے لہذا اس کے ساتھ تشبیہ دی گئی - یہ بعض کا قول ہے - بعض ”شولہ“ اس سوئی (ڈانگ) کو کہتے ہیں جو عقرب (بچھو) کی دم میں ہوتی ہے - اس قول کے قائل اہل حجاز ہیں ، یہ بات ان لوگوں کے عندیے کے مطابق جن کا خیال ہے کہ یہ صرف دو ستارے ہیں - زیادہ درست ہے -

دوسرا چوتھائی حصہ صیف (موسم گرما) ہے

اس کی پہلی نَوَّءُ النَّعَائِمِ ہے اور یہ آٹھ روشن ستارے ہیں - ان میں سے چار مجترہ (کہکشان) میں ہیں جنہیں الْوَارِدَاتُ کہا جاتا ہے ، چار مجترہ سے باہر ہیں ، جنہیں الصَّادِرَاتُ کہا جاتا ہے - انہیں ان لکڑیوں سے تشبیہ دی گئی ہے جو کنوئیں کے اوپر ہوتی ہیں اور ان پر چرخی اور ڈول لٹکایا جاتا ہے -

موسم گرما کی دوسری نَوَّءُ الْبَلَدَةِ ہے اور یہ لطیف کھلی ہوئی جگہ ہے جس کے اندر کوئی چیز نہیں پائی جاتی لیکن اس کے پڑوس میں ستارے ہیں جنہیں قلاذہ کہا جاتا ہے - اس ”فَرْجِہ“ (کھلی ہوئی جگہ) کو ”بلدہ“ اس فرجہ کے ساتھ تشبیہ کی وجہ سے کہا گیا جو دو

ابروں کے درمیان ہوتی ہے بشرطیکہ دونوں ابرو مقرون (باہم ملے ہوئے) نہ ہوں۔ انہی معنوں میں کہا جاتا ہے رَجُلٌ أَيْبَلَدُ بعض لوگ کہتے ہیں کہ بلدة وہ اندرونی حصہ ہے جو انگھوٹھے اور انگشت شہادت کے درمیان ہوتا ہے۔

تیسری نوء سَعْدُ السَّابِحِ ہے اور یہ دو چھوٹے ستارے ہیں ایک شمال کی جانب اوپر کو اٹھا ہوا ہے اور اس کے ساتھ ایک اور ستارہ ہے جسے اس کی وہ بکری کہا جاتا ہے جسے ذبح کیا جاتا ہے اور دوسرا ستارہ جنوب کی جانب نیچے کو جا رہا ہوتا ہے۔

موسم گرما کی چوتھی نوء سَعْدُ بُلْعِ ہے یہ مجرہ (کہکشان) میں دو ایک جیسے چھوٹے ستارے ہیں انہیں اس سنہ سے تشبیہ دی گئی ہے [۳ : ۲۳۲] جو کھلا ہوا ہو اور کوئی چیز نگلنا چاہتا ہو۔ کہ اسے بُلْعِ اس لیے کہا گیا کہ اس نے اپنی بکری کو نگل لیا تھا اور بُلْعِ کا لفظ غیر منصرف ہے۔ کیونکہ یہ بالع سے معدول ہے جس طرح زفر (زَافِرِ سے) اور قُشْمِ (قَثَائِمِ سے) معدول ہے اور سعد مضاف الیہ ہے۔

موسم گرما کی پانچویں نوء سَعْدُ السُّعُودِ ہے اور یہ دو ستارے ہیں۔ ان میں سے ایک دوسرے کے مقابلے میں زیادہ روشن ہے، اسے یہ نام اس لیے دیا گیا کہ یہ اس وقت طلوع ہوتا ہے جب کھیتوں اور ان نباتات کا کھال شروع ہوتا ہے جن پر حیوانات کی زندگی کا دار و مدار ہے۔

موسم گرما کی چھٹی نوء سَعْدُ الْاَخْبِيَةِ ہے۔ اور یہ ”خباء“ کی شمالی جانب دو ستارے ہیں۔ اَخْبِيَةِ چار ستارے ہیں ان میں سے ایک ان کے وسط میں ہے جسے ”خباء“ کہا جاتا ہے اس لیے کہ یہ خباء (خیمے) کی شکل میں ہے۔ ابن قُتَيْبَةَ کا خیال ہے کہ اسے یہ نام اس لیے دیا گیا کہ یہ اس وقت طلوع ہوتا ہے جب سانپ اور کیڑے مکوڑے

پھیل جاتے ہیں اور وہ کیڑے جو پہلے چھپے ہوئے ہوتے ہیں نکل آتے ہیں۔

موسم گرما کی ساتویں نوء ”فَرَعُ السُّدُو الْاَعْلٰی“ ہے اور یہ اگلا حصہ ہے۔ بعض اسے العَرَقُوۃ الْعُلٰیَا کہتے ہیں کیونکہ اسے ڈول کے عَرَقُوۃ (ڈول کی وہ لکڑی جو اسے پکڑنے کے لیے اس کے اندر اگی ہوتی ہے) سے تشبیہ دی گئی ہے۔ یہ دو روشن اور الگ الگ ستارے ہیں۔ اسے فرغ اس لیے کہا گیا کیونکہ اس میں بڑی بارشیں آتی ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ نہیں بلکہ یہ نام اس لیے دیا گیا کہ یہ دونوں ڈول کی اس صلیبی لکڑی کی طرح ہیں جس سے پانی انڈیلا جاتا ہے۔

تیسرا چوتھائی حصہ خریف ہے

اس کی پہلی نوء فَرَعُ السُّدُو الْاَسْفَلِ ہے۔ اس کی شکل دو روشن ستاروں کی سی ہے جن کے درمیان کافی فاصلہ ہے اور یہ دونوں ستارے العَرَقُوۃ کے پیچھے پیچھے آتے ہیں۔

اس کے بعد حُوٓث ہے اور یہ ایک روشن اور چمکدار ستارہ ہے جو ”سمکہ“ کے وسط میں سر کے متصل واقع ہے اور اسے قلب السمکہ بھی کہا جاتا ہے۔

اس کے بعد الشَّرْطَان ہے۔ یہ دو الگ الگ ستارے ہیں ان میں سے جو شمالی جانب واقع ہے اس کے ساتھ ایک اور ستارہ ہے جو اس سے چھوٹا ہے۔ انہیں شرطان اس لیے کہا گیا کہ ان کا غروب ہونا اس بات کی علامت ہے کہ بارش شروع ہوگی اور مسلسل ہوگی، پھر ہر وہ شخص جو اپنی کوئی خاص نشانی لگا لے اس کے لیے اَشْرَطَ کا لفظ بولا جاتا ہے۔ اسی محاورے سے الشَّرْطَ (پولیس) کا لفظ نکلا ہے اس لیے کہ ان کی خاص علامات ہوتی ہیں جن سے وہ پہچانے جاتے ہیں۔

اس کے بعد البُطَيِّن ہے اور یہ بغیر روشنی کے تین مخفی ستارے ہیں اور یہ بطن الحمل (لیلے کا پیٹ) ہے مگر یہ چھوٹا ہے۔

اس کے بعد الثُّرَيَّا ہے اسی کو النُّجْم کہتے ہیں۔ اس کی شکل یہ ہے کہ یہ چھ ستارے ہیں جو ایک دوسرے سے اتنے قریب ہیں کہ معلوم ہوتا ہے آپس میں مل جائیں گے۔ اکثر لوگ انہیں سات بتاتے ہیں اور اشعار میں دونوں قول مذکور ہیں۔ اسے ثُّرَيَّا اس لیے کہا گیا کہ اس کی بارش سے فراوانی ، اضافہ مقدار اور کثرت دولت پیدا ہوتی ہے۔ ثُّرَيَّا ثَرَوٰی کی تصغیر ہے۔ یہ لفظ ہمیشہ مُصَغَّر ہی بولا جاتا ہے۔

اس کے بعد الدَّبْرَان ہے۔ یہ ایک چمکدار ستارہ ہے جو ان چند ستاروں کے پیچھے پیچھے آتا ہے جن کا نام القِيْلَاص ہے۔ اسے دَبْرَان اس لیے کہا گیا کہ یہ ثُّرَيَّا کے پیچھے پیچھے آتا ہے۔ اسے تشبیہ کے [۳ : ۲۳۳] طور پر الشَّرَاعِي ، التَّالِي اور الحَادِي بھی کہا جاتا ہے۔

اس کے بعد المہنعہ ہے۔ اس کا یہ نام اس دائرے کے ساتھ تشبیہ کی وجہ سے پڑا جو گھوڑے کے پہلو میں پچھلی طرف ہوتا ہے۔ اس کی صورت تین ستاروں کی ہے جو ایک دوسرے کے ایسے قریب دکھائی دیتے ہیں جیسے تین انگلیوں کے سروں کے نمناک زمین میں پڑے ہوئے نشان۔ یعنی جب درمیانی انگلی ، انگشت شہادت اور انگوٹھے کو جمع کر کے نشان لگایا جائے اور رأس الجوزاء بھی یہی ہے۔

چوتھا چوتھائی حصہ موسم سرما ہے

یہ سال کا آخری چوتھائی حصہ ہے۔ اس کی پہلی نَوَّء المہنعہ ہے۔ اس کا یہ نام اس لیے پڑا کہ یہ دو ساتھ ملے ہوئے ستارے ہیں اور ہر دو ایک دوسرے کی طرف مڑے ہوئے ہیں اور یہ اس محاورے سے لیا گیا ہے هَنَعَتْهُ اِذَا عَطَفَتْ بِعَضَّةِ عَلِيٍّ بَعْضُ جَبْتِ اِسْمِ اِيكٍ دُوسَرِے كِي طَرَفِ مَوْرُ دِے تُو هَنَعَتْهُ بُولْتِے هِيں۔ يِه دُونُوں اِيكٍ دُوسَرِے كِے سَاتِه جُو زَاءِ اُوْر ذِرَاعِ مَقْبُوضِے كِے دَرَمِيَانِ مَسْجَرَّةِ مِيں مَلْتِے هِيں۔ دُوسَرِي نَوَّءِ ذِرَاعِ الْاَسَدِ الْمَقْبُوضِے هِيں۔ اِسْمِ مَقْبُوضِے اِس لِيے كِهَا

گیا کہ یہ ذراع مبسوط کی سمت سے سکڑی ہوئی ہے۔ مقبوضہ دو روشن ستارے ہیں جن کے درمیان چھوٹے چھوٹے ستارے ہیں جنہیں اظفار کہا جاتا ہے۔ اسد کی جو انواع ہیں وہ سب سے زیادہ قابل تعریف ہیں اسی لیے عربوں کے ہاں ان کا ذکر اشعار میں کثرت سے آیا ہے۔ شاعر (فرزدق) کہتا ہے :

يَا مَن رَأَى عَارِضًا أُسْرًا بِه
بَيْتَنَ ذِرَاعِيٍّ وَجَبْهَتَهُ الْأَسَدُ

ہے کوئی جس نے ذراع الاسد المقبوضہ اور ذراع الاسد المبسوطہ اور جبہۃ الاسد کے درمیان ایسا بادل دیکھا ہو جس سے مجھے خوشی ہو

دونوں ذراع اور جبہہ منازل میں سے ہیں۔ دونوں ذراع چار ستارے ہیں۔ ہر دو ستارے ایک ذراع ہیں۔ ابو اسحاق کہتا ہے : ذراع الاسد المقبوضہ دو روشن ستارے ہیں جن کے درمیان کئی چھوٹے چھوٹے ستارے ہیں جنہیں اظفار کہا جاتا ہے۔ یوں سمجھو جیسے یہ شیر کے ناخنوں کی جگہ پر واقع ہیں اسی لیے انہیں اظفار کہا جاتا ہے۔ اسے ذراع مقبوضہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ دوسرے ذراع کی جہت میں واقع نہیں ہے اور یہ اس کی طرف سے سکڑا ہوا ہے اور اس کی نوہ کا نون ثانی (جنوری) کی دو راتیں گزر جانے کے بعد ہوتی ہے۔ ذراع صبح کے وقت مغرب میں غروب ہو جاتا ہے اور البلدة اور النسر الطائر مشرق میں صبح کے وقت طلوع ہو جاتے ہیں۔ اور اسی نوہ میں پانی جم جاتا ہے اور سردی شدت کی ہو جاتی ہے۔

[۳ : ۲۳۳] جبہہ چار ستارے ہیں جن میں کجی ہے۔ ان میں سے ایک بَرّاق ہے اور یہی یمنی (ستارہ) ہے۔ اس کا نام جبہہ اس لیے پڑا کہ یہ شیر کی پیشانی (کاسا) ہے۔ اس کی نوہ ماہ شباط (فروری) کی دس راتیں گزر جانے پر ہوتی ہے۔ جبہہ مغرب میں صبح کے وقت گر جاتا ہے اور مشرق سے صبح کے وقت معد السعود طلوع کرتا ہے۔ اسی نوہ میں

جمرہ ثالثہ گرتا ہے اور ابتدائی گھاس (اگنے کے لیے) حرکت میں آتی ہے۔ پرندے آواز نکالتے ہیں۔ درختوں کے پتے نکل آتے ہیں اور خوب بارش برستی ہے۔ اسے نَوءُ اسد اس لیے کہا جاتا ہے کہ جبہۃ الاسد میں بہت سے ستارے اس کے ساتھ آ کر مل جاتے ہیں۔ شاعر نے ان دو منزلوں کا خاص طور پر اس لیے ذکر کیا ہے کہ جو بادل منازلِ اسد کی کسی بھی نَوءُ سے پیدا ہوتے ہیں ان کی بارش بہت زیادہ ہوتی ہے اسی لیے وہ اس سے خوش ہو رہا ہے۔

الاعلم کہتا ہے : شاعر نے سامنے آنے والے بادل کا ذکر کیا ہے جو نوء الذراع اور نوء الجبہ کے درمیان حائل ہو گیا۔ یہ دونوں اسد کی انشاء میں سے ہیں۔ اسد کی انواء سب سے زیادہ قابل تعریف انواء ہیں۔ شاعر نے دونوں ذراع کا ذکر کیا ہے حالانکہ نوء تو صرف ذراع مقبوضہ کی ہے اور یہ اس لیے کیا ہے کہ یہ دونوں اعصابِ اسد میں مشترک ہیں۔ اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے :

يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ

(ان دونوں میں سے موتی اور مرجان نکلتے ہیں)

اللہ تعالیٰ کی دونوں سمندروں سے مراد کھاری پانی کا سمندر اور میٹھے پانی کا سمندر ہے حالانکہ موتی صرف کھاری سمندر سے نکلتے ہیں۔ دونوں سے نہیں نکلتے۔ بنی سعد کا ایک شاعر کہتا ہے :

۱۔ لسان العرب (اون) میں ان شعروں کو ذوالرمہ کی طرف منسوب کیا گیا۔ لسان میں یوں تشریح کی ہے : الاوْن : أحد جا بنی الخرج و هذا خرج ذو أونین و هما كالعدلين قال ابن بربی : وقال ذوالرمة وهو من ابیات المعانی۔ پھر یہی اشعار دے کر یوں لکھا ہے : خيفاء : یعنی أرضاً مختلفة ألوان النبات قد مُطِرَتْ بنَوءِ الاسد فَسَرَّتْ من له مَشِيَّةٌ و مَسَاءَتٌ مَنَّ كَانُ مُصْرِمًا لا ابل له و الدرماء الارنب يقول سمعت حتى سحبت قصبها كأن بَطْنَهَا بطن حبلی مُتَشِيمٍ۔ پھر دوسری جگہ (درم) یوں لکھا ہے : يصف روضة كثيرة النبات تمشى بها الارنب ساجبة قصبها حتى كأن بَطْنَهَا بطن حبلی۔

وَخَيْفَاءُ الْقَيْ اللِّيْثُ فِيْهَا ذِرَاعَةٌ
فَسَرَّتْ وَّمَسَاءَتٌ كُؤْلٌ مَّاشٍ وَّمُصْرِمٌ

ایک زمین پر جس میں رنگ برنگ کی نباتات اگی ہوئی تھی نوہ ذراع
الاسد نے بارش برسا دی جس سے مویشیوں کے مالکوں کو خوشی
ہوئی اور جن کے پاس کوئی اونٹ نہ تھا وہ غمناک ہو گئے

تَمْشِيٌّ بِهَا الدَّرْمَاءُ تَسْحَبٌ قُصْبَتُهَا
كَأَنَّ بَطْنُ حُبْلَى ذَاتُ أَوْثَيْنٍ مُتَشِيمٍ

خرگوش (اس قدر موٹا ہو گیا تھا کہ) وہاں اپنی انتڑیاں گھسیٹتا ہوا
چلتا تھا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کا پیٹ ایک حاملہ عورت کا پیٹ
ہے جو دو جڑووں بچوں سے حاملہ ہو

الغَيْفَاءُ : وہ باغ جس میں خشک گھاس بھی ہو اور تر گھاس
بھی اور یہ سبز اور زرد دو رنگ ہوئے۔ جہاں کہیں دو دو رنگ ہوں گے
خیف کہلائے گا۔ جب گھوڑے کی ایک آنکھ سرمیلی ہو اور دوسری نیلی
تو اسے خیفاء کہتے ہیں اور خَيْفٌ کو خیف اس لیے کہا گیا کہ اس میں
سیاہ و سفید پتھر پائے جاتے ہیں۔ رہا اس کا الْقَيْ اللِّيْثُ فِيْهَا ذِرَاعَةٌ
کہنا تو گویا وہ کہتا ہے : یہاں نوہ ذراع کی وجہ سے بارش ہوئی اور یہ
ذراع الاسد ہے۔ چنانچہ اس نے ماشی یعنی مویشیوں کے مالکوں کو
خوش کیا اور مُصْرِمٌ۔ جس کے پاس کوئی مال نہیں، کو غمناک کیا۔
کیونکہ مویشیوں والا یہاں اپنے مویشی چرائے گا اور جس کے پاس مال
نہیں جب یہاں کی خوبصورتی دیکھے گا اور یہ دیکھے گا کہ اس کے پاس
چرانے کے لیے کوئی جانور نہیں ہے تو اسے حسرت ہوگی۔ رہا اس کا تَمْشِيٌّ
بِهَا الدَّرْمَاءُ کہنا۔ تو مقصود ہے خرگوش۔ اسے درماء اس لیے کہا
گیا کہ اس کے قدم چھوٹے چھوٹے اٹھتے ہیں اور یہ اپنے نشان قدم کو
مخفی رکھتا ہے تاکہ کوئی اس کے نشان پر اس کے پیچھے نہ آسکے لہذا
درماء کہا گیا۔ مناسب یہ تھا کہ اسے دَارِمَةٌ کہتے اور اس کا تَسْحَبٌ
قُصْبَتُهَا کہنا۔ یہ ایک مثال ہے اور قُصْبٌ کے معنی مِعِيٌّ (انتڑی)

- مقصور - کے ہیں اور جمع اقصاب آتی ہے - اس نے قصب سے استعارۃً پیٹ مراد لیا ہے - وہ کہتا ہے : کہ خرگوش کا پیٹ گھاس کھا کھا کر بڑا اور [۳ : ۲۳۵] موٹا ہو گیا ہے جیسے کوئی حاملہ ہو اور اوانان : دو بوریاں - کہہ رہا ہے کہ یہ دونوں پہلوؤں کے باہر کو نکلے ہوئے اور پھولے ہوئے ہونے کی وجہ سے یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے اس کے اوپر دو بوریاں پڑی ہوئی ہیں - جب کوئی جانور اتنا پانی پی لے کہ اس کے دونوں پہلو پھول جائیں تو اَوْنِ الْحِمَارُ وغیرہ بولتے ہیں - اور مُتَّئِم اسم فاعل ہے - محاورہ ہے اَتَّأَمَّتِ الْمَرْأَةُ جب وہ ایک پیٹ سے دو بچے جنے اور عورت کو مُتَّئِم کہا جاتا ہے - اور اس کے متعلق بہت سے اشعار کہے گئے ہیں -

موسم سرما کی تیسری نوء النَشْرَہ ہے - یہ دو ستاروں کے درمیان بادل کا سا ٹکڑا ہے اور یہ اسد کے سنہ اور ناک کے درمیان واقع ہے - نثرہ انسان کے جسم میں وہ کشادگی ہے جو ناک کی نوک کے بالمقابل دو موچھوں کے درمیان ہے - اسے نثرہ اس لیے کہا گیا ہے کہ یہ بادل کے اس ٹکڑے کی طرح دکھائی دیتا ہے جسے بکھیر دیا گیا ہو - چوتھی نوء ” طَرْف ” ہے اور یہ ” اسد ” کی دونوں آنکھیں ہیں - یہ دو چھوٹے ستارے ہیں جن کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جو نگاہ میں قد آدم جتنا دکھائی دیتا ہے -

پانچویں نوء ” جبہہ ” ہے - یہ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے یمانی میں چار ٹیڑھے اور چمکدار ستارے ہیں اور یہی ان کے ہاں جبہۃ الاسد کہلاتا ہے -

چٹھی نوء ” زُبْرَہ ” ہے - اور زُبْرَہ الاسد میں دو روشن ستارے ہیں - زبرہ الاسد شیر کے دونوں کندھوں کا وہ مقام ہے جہاں بال اُگتے ہیں - انہیں خراتان بھی کہا جاتا ہے گویا یہ سوراخ کر کے اسد کے پیٹ تک چلے گئے ہیں - یہ لفظ خرت سے مشتق ہے جس کے معنی سوراخ کے ہیں - بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ شیر کا پچھلا حصہ ہے - مگر مشاہدہ اس خیال کو باطل قرار دیتا ہے جیسا کہ الزجاجی نے کہا ہے -

ساتویں نوع ” صرّافہ “ ہے۔ یہ ایک بہت روشن ستارہ ہے جس کے پاس بے نور ستارے ہیں۔ اس کا یہ نام اس لیے پڑا کہ جب یہ غروب ہو جاتا ہے تو سردی چلی جاتی ہے۔ اس کے طلوع ہونے سے گرمی چلی جاتی ہے۔

یہ منزلوں کی تعداد اور ان کی تعریف ہے۔ انہیں چاند کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ سورج کی طرف نہیں کیا گیا حالانکہ دونوں کا حصہ یکساں ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ انواء چاند کے ساتھ ظاہر ہوتے ہیں۔ انہیں ” نجوم الاخذ “ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ زمین ان سے بارش کی برکتیں حاصل کرتی ہے۔ بعض تو کہتے ہیں کہ ان کا نام نجوم الاخذ اس لیے پڑا کہ سورج اور چاند اپنی گردش میں ان کے رخ پر چلتے ہیں۔

عربوں کے نزدیک انواء کی اقسام اور ان کے ایام

یاد رکھیں کہ عربوں نے ان منازل کو اس نسبت کے اعتبار سے جو انہیں انواء کے ساتھ ہے۔ سات قسموں میں تقسیم کیا ہے۔ یہ تقسیم اس طرح نہیں ہے جسے ہم نے ابو اسحاق الزجاج سے نقل کر کے پہلے بیان کیا بلکہ اس سے مختلف ہے۔

انواء کی پہلی قسم بدری ہے اور یہ ایلول (ستمبر) کی آٹھ تاریخ سے لے کر تشرین اول (اکتوبر) کی سترہ تاریخ تک انتالیس دن ہوتے ہیں۔ ان لوگوں کے خیال کے مطابق جو نوع کی تعریف یوں کرتے ہیں کہ نوع صبح کے وقت مغرب میں ستارے کے ڈوبنے کو کہتے ہیں۔ فرغ الدلو والمقدم ، فرغ الدلو المؤخر اور حوت کا گرنا اس کی نوع ہے۔

[۳ : ۲۳۶] دوسری قسم وسمی ہے۔ یہ باون دن ہیں۔ یہ سترہ تشر بن اول (اکتوبر) سے لے کر کانون اول (دسمبر) کی نو تاریخ تک رہتی ہے اور شُرطین ، بَطّین ، ثُریتا اور دبران کا ساقط ہونا اس کی نوع ہے۔ تیسری قسم ولی ہے۔ اس کے ایک سو تیس دن ہیں اس کی ابتدا کانون اول (دسمبر) کی ۹ تاریخ سے ہوتی ہے اور اٹھارہ نیسان (اپریل) تک

جاتی ہے اور اس کی نوء المہقعہ ، المہنعہ ، الذراع ، النثرہ ، الطرف ، الجبشہ ، الزبرۃ ، الصرفہ ، العواء اور السماک کا ساقط ہونا ہے ۔

چوتھی قسم الغمیر والمد ہے ۔ یہ دونوں ایک دوسرے کے اندر گھسی ہوئی ہیں ۔ یہ باون دن تک رہتی ہیں یعنی اٹھارہ نisan (اپریل) سے لے کر نو حذیران (جون) تک ہے ۔ اس کی نوء الغفائر ، الزبانی ، الاکلیل اور القلب کا ساقط ہونا ہے ۔

پانچویں قسم البسری ہے اور چھبیس دن تک رہتی ہے یعنی ۹ حذیران (جون) سے لے کر پانچ تموز (جولائی) تک ۔ عوام اسے النفخ کہتے ہیں کیونکہ اس میں کچی کھجوریں بڑی ہو کر پکنے کے قریب ہو جاتی ہیں ۔ یہی حال دیگر میوہ جات اور مچھلیوں کا ہوتا ہے ۔ اس کی نوء شولہ اور نعائم کا گرنا ہے ۔

چھٹی قسم بارح القیظ ہے ۔ اسے ریح القیظ الشدیدۃ یعنی باد مسموم بھی کہا جاتا ہے ۔ اور عوام اسے الطباخ کہتے ہیں کیونکہ اس میں بسری (کچی کھجور) جسے ” البسری “ موٹا کر دیتی ہے پک کر تازہ کھجور بن جاتی ہے ۔ یہ انتالیس دن تک رہتی ہے ۔ بعض تموز (جولائی) کی پانچ تاریخ سے لے کر تیرہ آب (اگست) تک ۔ اس کی نوء بلسدہ ، سعیدہ بلسعہ اور سعد الذابح کا ساقط ہونا ہے ۔

ساتویں قسم إحراق المہوی ہے ۔ یہ چھبیس دن تک رہتی ہے یعنی تیرہ آب (اگست) سے لے کر آٹھ ایلول (ستمبر) تک ۔ اور اس کی نوء سعد السعود اور سعد الاخبیہ کا ساقط ہونا ہے ۔

منازل کا درمیانی فاصلہ

یاد رکھیں کہ شرتین سے بطنین تک کا درمیانی فاصلہ بارہ درجے ہے ۔ بطنین سے ثریا تک تیرہ درجے ، اور ثریا سے دببران تک پندرہ درجے ۔ دببران سے ہقعہ تک چودہ درجے اور ہقعہ سے ہنعہ تک سولہ درجے ۔ اتنا ہی ہنعہ سے ذراع تک ہے ۔ ذراع سے نثرہ تک تیرہ درجے اور طرف سے جبہہ تک دس درجے ۔ جبہہ سے زبرہ تک چودہ درجے اور

[۳ : ۲۳۷] زبرہ سے صرفہ تک تیرہ درجے اور صرفہ سے عوٰء تک سولہ درجے - عوٰء سے معاک تک بارہ درجے ، اتنا ہی فاصلہ سماک غفر تک ہے - اسی قدر غفر سے زبانی تک - انہیں ”متساویۃ الابعاد“ کہا جاتا ہے - زبانی سے اکیل تک چودہ درجے ہیں اور اکیل سے قلب تک پندرہ درجے - قلب سے شولہ تک سولہ درجے اور شولہ سے نعائم تک بیس درجے اور نعائم سے بلدہ تک ۹ درجے - یہ ”اوسط الابعاد“ ہیں - بلدہ سے سعد الذابح تک گیارہ درجے اور سعد ذابح سے سعد بُلَع تک دس درجے اور سعد بُلَع سے سعد السعود تک اسی قدر - اور اسی قدر سعد السعود سے سعد الاخبیہ تک - سعد الاخبیہ سے فرغ مُقَدَّم تک اسی قدر - یہ چار ”متساویۃ الابعاد“ ہیں - اور فرغ مُقَدَّم سے فرغ مؤخر تک انیس درجے -

طلوع کواکب و منازل کے بارے میں عربوں کے اقوال

ابن قتیبہ کتاب الانواء میں کہتا ہے : عربوں کا مجمع گو کہتا ہے : جب شَرَطَان طلوع ہوتا ہے تو زمانہ مساوی ہو جاتا ہے - لوگ وطنوں کو آ جاتے ہیں اور پڑوسی ایک دوسرے کو تحفے پیش کرتے ہیں - جب بَطْنین طلوع ہوتا ہے تو قرض کا مطالبہ کرتا ہے (لوگوں میں) زینت و جمال ظاہر ہو جاتا ہے اور لوگ عطار اور لوہار کے پیچھے پڑ جاتے ہیں - جب النجم یعنی ثریا طلوع ہوتا ہے تو گرمی بہت سرعت سے آتی ہے - گھاس ٹوٹنے لگ جاتی ہے اور جنگلی گدھے ایک دوسرے کو کاٹنے لگتے ہیں - جب دَبْرَان طلوع ہوتا ہے تو سنگلاخ زمینیں خوب تپ جاتی ہیں ، لوگ آگ کو پسند نہیں کرتے اور مکھیاں پھیل جاتی ہیں ، جوہڑ سوکھ [۳ : ۲۳۸] جاتے ہیں اور بچے جہاں چاہتے ہیں اپنے آپ کو پھینک دیتے ہیں - جب ہقعہ طلوع ہوتا ہے تو لوگ کوچ کرنے کے لیے آنا جانا شروع کر دیتے ہیں - گھاس تلاش کر کے واپس آتے ہیں - اس کے بعد ”ہقعہ“ آتا ہے - جب جوزاء طلوع ہوتا ہے تو پتھریلی زمین تپ جاتی ہے - ہرن

اپنے کناس (ہرن کے رہنے کی جگہ) میں گھس جاتے ہیں ، گردن کے پٹھے پسینہ پسینہ ہو جاتے ہیں اور لوگ خیموں میں جانا چاہتے ہیں ۔ جب عذرہ طلوع ہوتا ہے تو عُمَّان میں کوئی کھجور کچی نہیں رہتی وہ تازہ کھجور یا چھوہارہ بن جاتی ہے ۔ جب ذراع طلوع ہوتا ہے تو سورج منہ سے نقاب ہٹا کر (پورے زور سے) چمکتا ہے ۔ اَفُق میں شعاعیں اٹھنے لگتی ہیں اور ہر ہموار اور پست زمین میں سراب حرکت کرنے لگتا ہے ۔ جب شِعْرٰی طلوع ہوتا ہے تو نمناک زمین خشک ہو جاتی ہے اور جوہڑوں کے پانی کا رنگ و ذائقہ بدل جاتا ہے اور کھجوروں کے درختوں کا مالک اپنی کھجوروں کو دیکھنے لگتا ہے ۔

جب نشرہ طلوع ہوتا ہے تو کھجوریں خوب سرخ ہو جاتی ہیں اور کھجوروں کو صبح سویرے کاٹ لیا جاتا ہے اور مویشی ایک طرف ہو کر آرام کرتے ہیں اور کسی دودھ دینے والے جانور میں (دودھ دوہ کر) ایک قطرہ دودھ کا رہنے نہیں دیا جاتا ۔ جب طَرْفہ طلوع ہوتا ہے تو میوہ جات^۲ جلدی حاصل ہو جاتے ہیں ۔ جھاؤ کی کثرت ہو جاتی ہے اور مہمان کی خاطر داری آسان ہو جاتی ہے ۔ جب جبہہ طلوع ہوتا ہے تو غمناک (اونٹنیاں) غمناک آواز نکالتی ہیں ۔ اور بیوقوف لوگ ایک دوسرے پر غلبہ پانا چاہتے ہیں ، زمین میں رحم کم ہو جاتا ہے ۔ جب صَرْفہ طلوع ہوتا ہے تو ہر پیشہ ور دوڑ دھوپ کرتا ہے اور نر جانور

۱ - الصبری : الماء الذی طال استنقاعہ وقال ابو عمرو : اذا طال مکثہ و تغیر ۔ قال ذوالرمة :

صَرِيٌّ آجِينٌ يَتَزَوِي لهُ الْمَرْءُ وَجَهْمُهُ
اِذَا ذَاقَهُ ، ظَمَّانٌ فِي شَهْرِنَا جِرِّ

ولہ :

وماء صَرِيٌّ عَافِي الشَّيْءِ كَأَنَّه
مِنَ الْاَجْنِ اَبْوَالُ الْمَخْضِ الضَّوَارِبِ

۲ - المخرقة : ما يُجْتَنِي مِنَ الْفِتْوَا كِيهِ ۔

مادہ جانوروں سے قرین ہونے سے [۳ : ۲۳۹] سے باز رہتے ہیں۔ پانی کا قُرب چھوڑ دیا جاتا ہے۔ جب عتواء طلوع ہوتا ہے تو خیمے گڑ دیے جاتے ہیں، ہوا خوشگوار ہو جاتی ہے اور کھلے میدان میں رہنا پسند نہیں کیا جاتا اور مشکیزے (استعمال نہ کیے جانے کی وجہ سے) خشک ہو جاتے ہیں۔ جب سماک طلوع ہوتا ہے تو گرمی جاتی رہتی ہے اور چشموں پر ازدحام کم ہو جاتا ہے۔ جب غفّر طلوع ہوتا ہے تو مسافر بکھر جاتے ہیں زمین کی تر و تازگی جاتی رہتی ہے اور نگاہوں کو انگارے اچھے لگنے لگتے ہیں۔ جب زُبّانی طلوع ہوتا تو ہر عیالدار کے لیے ایک خاص حالت پیدا کر دیتا ہے اور سویشیوں کے ہر سالک کو ذلیل کر دیتا ہے اور لوگ کثرت سے باتیں بنانے لگ جاتے ہیں۔ لہذا تو اپنے گھر والوں کے لیے سال جمع کر لے اور سُستی نہ کر۔ جب اکیلے طلوع ہوتا ہے تو نر اونٹ جوش میں آ جاتے ہیں اور وہ دامن چن لیتے ہیں اور جاری پانی آہستہ آہستہ کم ہوتے جاتے ہیں۔ جب قلب طلوع ہوتا ہے تو موسم سرما کتنے کی طرح (لپک کر) آتا ہے اور بادیہ نشین تکلیف میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور نر اونٹ صرف چربی والی اور موٹی اونٹنی پر قابو پا سکتا ہے۔ جب شولہ طلوع ہوتا ہے تو بوڑھے آدمی کا پیشاب کرنے سے پہلے^۱ ہی نکل جاتا ہے اور عیالدار کے لیے ان کی خوراک وغیرہ کی کفالت^۲ کرنا مشکل ہو جاتا ہے اور لوگ کہنے لگ جاتے ہیں کیا عجیب^۳ سردی ہے۔ جب عقرب طلوع ہوتا ہے تو نالوں کا پانی جم جاتا ہے اور سفید بالوں والا (بوڑھا)^۴ درد کمر کی شکایت کرنے لگتا ہے، ٹڈیاں مر جاتی ہیں اور کٹھ پھوڑا آواز نکالنا بند کر دیتا ہے۔ جب نعائم طلوع ہوتا ہے تو چوپائے باردار

- ۱ - أَعْجَلَهُ الشَّيْئِي : مَبَقَّة -
- ۲ - الْعَوْلَةُ : قُوتُ الْعِيَالِ -
- ۳ - شَتْوَةٌ ذَوْلَةٌ : عَجِيْبَةٌ فِي بَرْدِهَا وَ شَيْئٌ نَهَا -
- ۴ - قَرَبُ الرَّجُلِ : اشْتَكَى قُرْبَهُ أَي خَاصَرْتَهُ -

ہو جاتے ہیں اور ہر سونے والے کو خوب نیند آتی ہے اور چوپائے آپس میں ایک دوسرے کی چغلیاں کھاتے ہیں۔ جب بلدہ طلوع ہوتا ہے تو جعدہ بوٹی پھر سے اُگنے لگتی ہے اور مکھن کھایا جاتا ہے اور (ہر شخص) سردی کو کہتا ہے ذرا کم ہو جا۔ جب سعد الزابح طلوع ہوتا ہے تو کتا گھر والوں کی حفاظت کرتا ہے، آمد و رفت کرنے والا گھر والوں کو فائدہ پہنچاتا ہے اور چرواہا صبح تک سویا رہتا ہے اور قبلے میں پنیر مایہ نظر آنے لگتا ہے۔ [۳ : ۲۴۰] جب سعد بُلُوعِ طلوع ہوتا ہے تو اونٹنی کا وہ بچہ جو موسم ربیع میں پیدا ہوا ہوتا ہے قوت پکڑ لیتا ہے، موسم گرما میں پیدا ہونے والا بچہ دبللا ہو جاتا ہے، مُرَع (تیتر کی قسم کا ایک پرندہ) کا شکار کیا جاتا ہے اور زمین میں گھاس کی ٹکڑیاں دکھائی دینے لگتی ہیں۔ جب سعد السعود طلوع ہوتا ہے تو ٹہنیاں تروتازہ ہونے لگ جاتی ہیں۔ کھال نرم ہو جاتی ہے اور سورج میں بیٹھنا پسند نہیں کیا جاتا۔ جب سعد الاخیبہ طلوع ہوتا ہے تو مشکیزوں کو تیل لگا دیا جاتا ہے لوگ ان گھروں میں اترتے ہیں جو ایک جگہ اکٹھے اور پاس پاس ہوں جب دلو طلوع ہوتا ہے تو لوگ انگاروں سے خوف کھاتے ہیں، گدھے کے بچے کے بال گرنے کا وقت آ جاتا اور کنوارا شادی کا خواہاں ہوتا ہے۔ جب سمکہ طلوع ہوتا ہے تو حرکت کرنا ممکن ہو جاتا ہے اور سعدان بوٹی کے کانٹے کپڑوں کے ساتھ چمٹ جاتے ہیں (پرندوں کو پکڑنے کے لیے) جال پھیلا دیے جاتے ہیں اور عابدوں کے لیے زمانہ خوشگوار ہو جاتا ہے۔

عربوں کے یہاں دیگر کواکب اور ان کی انواء کے متعلق اور سجع بھی ہیں جن کا تفصیلی ذکر ان کتابوں میں موجود ہے جو خاص

۱ - حَمَمَ الرَّأْسِ : نَبَتَ شَعْرَهُ بَعْدَ مَا حَلِقَ -

۲ - لَحِيقَ : ضَمْرًا -

۳ - الْخَيْلُو : الْخَالِي أَي مِنْ لَا زَوْجَةَ لَهُ (کنوارا) اور اللہو : عورت یا

نکاح یعنی کنوارا شادی کرنا چاہتا ہے۔

اسی موضوع پر لکھی گئی ہے --

منزلوں کا طالع ، غارب اور رقیب

[۳ : ۲۴۱] یاد رکھیں کہ منزلیں اٹھائیس ہیں ان میں سے تیرہ افق اعلیٰ میں ظاہر ہوتی ہیں اور تیرہ افق اسفل میں ۔ اور طالع طلوع کے حکم میں ہے اور غارب غروب کے ، جب تو طالع کو پہچان لے تو اس کا رقیب پندرہویں منزل ہوگا اور غارب کو رقیب اس لیے کہا جاتا ہے کہ اسے رقیب کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو اس کی گھات میں بیٹھا ہے تاکہ جب یہ مشرق میں ظاہر ہو تو یہ مغرب میں غروب ہو جائے ۔ جس طرح افق اعلیٰ کے لیے طالع اور غارب شمار کیے جاتے ہیں اسی طرح انہیں افق اسفل کے لیے بھی شمار کیا جاتا ہے ۔ اور باقی تیرہ ظاہر ہونے والوں میں سے ایک متوسط ہے ، جو وسط آسمانی میں ہوتا ہے اور چھ مشرقی جہت میں ہوتے اور چھ مغربی جہت میں ۔ اسی طرح تیرہ سفلیہ بھی ہیں جب ایک منزل غروب ہوتی ہے تو مشرق سے ایک اور طلوع ہو جاتی ہے اسی طرح متوسط کے بعد کی منزل کو درمیان میں لے آتے ہیں ۔ طالع خواہ کوئی ہو غارب ضرور پندرہواں ہوگا اور آٹھواں متوسط ۔

فلک کے بارہ برج

عربوں نے فلک کو بارہ حصوں میں تقسیم کیا ہے اور ہر حصے کا نام برج رکھا ہے اور وہ یہ ہیں : حَمَل ، ثَوْر ، جَوَزَاء (اسے تو اَمین بھی کہتے ہیں) ، سِرطَان ، اَسَد ، سُنْبُلہ (اسے عذراء بھی کہتے ہیں) یہ چھ شمالی برج ہیں ۔ اور مِيزَان ، عَقْرَب ، قَوْس (اسے رَامِی بھی کہتے ہیں) جَدُی ، دَلْشُو (اسے ساکب الماء اور دالی بھی کہتے ہیں) حوت (اور اسے سَمَكَتَيْن بھی کہتے ہیں) اور یہ چھ جنوبی ہیں ۔ انہوں نے ہر تین برجوں کو سالی کی چار فصلوں میں سے کسی نہ کسی

فصل کے لیے مقرر کر رکھا ہے۔ کسی نے ان برجوں کو اس ترتیب میں جو عربوں کے یہاں معتبر ہے نظم کر دیا ہے چنانچہ کہا ہے :

حَمَلٌ التَّوْرُ جَوْزَةٌ السَّرَطَانُ
وَرَعَى اللَّبِيثُ سُنْبُلُ المِيزَانِ

بیل (ثور^۱) نے سرطان^۲ کا اخروٹ (جوزاء^۳) اٹھا لیا (حمل^۴) اور شیر (اسد^۵) نے میزان^۶ کے مٹے (سنبل^۷) کو کھا لیا

وَرَسَىٰ عَقْرَبٌ بِقَوْسٍ جُدِيًّا
نَزَحَتْ دَلْوُهُمَا بِيرُكَّةَ الحَيِّثَانِ

اور عقرب^۸ نے پہلے (جدی^۹) کو قوس^{۱۰} سے تیر مارا اور دلوا^{۱۱} نے مچھلیوں (حوت^{۱۲}) کا تالاب پانی سے خالی کر دیا۔ یہ مذکورہ بالا نام ان ثوابت (غیر متحرک) ستاروں کی موہوم شکلوں سے لیے گئے ہیں جو منطقہ میں واقع ہیں اور موہوم دھاگوں میں پروئے ہوئے ہیں۔ ان برجوں کے نام رکھنے کے وقت اسی شکل اور ترتیب میں واقع ہوئے تھے۔ چنانچہ حمل کے تیرہ ستارے ہیں جو ایک مینڈھے کی شکل میں ہیں جس کے دو سینگ ہیں اس کا اگلا حصہ مغرب کی جانب ہے اور پچھلا حصہ مشرق کی جانب۔ اس کی پیٹھ [۳ : ۲۴۲] شمال کی طرف ہے اور دونوں ٹانگیں جنوب کی طرف اور یہ پیچھے کی طرف منہ کیے ہوئے ہے۔ ثور کے بتیس ستارے ہیں جن کی شکل بیل کے اگلے حصے کی سی ہے جو ناف سے کٹا ہوا ہو اور اس نے اپنا سر نیچے کو کیا ہوا ہے اس کا اگلا حصہ مشرق کی جانب ہے اور پچھلا حصہ مغرب کی جانب۔ الثریا اور دبیران اسی کے دو ستارے ہیں۔ توأمین (جوزاء) کے اٹھارہ ستارے ہیں جن کی

۱ - بہجتہ اثری لکھتے ہیں کہ بلوغ الارب میں اسی طرح ہے مگر اس شعر کی صحیح روایت یوں ہے :

وَزَنُّوا عَقْرَبًا وَقَوْسًا بِجَدِيٍّ
وَمِنَ الدَّلْوِ مَشْرَبُ الحَيِّثَانِ

شکل دو ننگے بچوں کی سی ہے جو وسط آسمان میں واقع ہیں اور ایک دوسرے سے معانقہ کیے ہوئے ہیں ، ان دونوں کے سر شمال اور مشرق کی جانب ہیں یعنی ایک شمال کی جانب ہے اور دوسرا مشرق کی جانب اور ان کے پاؤں مغرب اور جنوب کی طرف - سرطآن کے نو ستارے ہیں ان کی شکل بھی سرطان (کیکڑے) کی سی ہے جس کا اگلا حصہ مشرق اور شمال کی طرف ہے اور پچھلا حصہ مغرب اور جنوب کی طرف - اُسد کے ستائیس ستارے ہیں جو اسی کی شکل پر ہیں - اس کا چہرہ مغرب کی جانب ہے اور پیٹھ شمال کی جانب ، ان میں جو ستارہ روشن ہے وہ قلب الاسد ہے - ان میں سے ایک ”ہلبہ“ ہے - اور یہ چند یکجا اور ساتھ ساتھ ملے ہوئے ستارے ہیں جن میں سے ایک ”ضفیرہ“ ہے - عذراء کے چھبیس ستارے ہیں اور یہ ایک لڑکی کی شکل پر ہیں جس کے دو بازو ہیں اور اس نے اپنا دامن لٹکا رکھا ہے - اس کا سر مغرب اور شمال کی جانب ہے - اس کے دونوں قدم مشرق اور جنوب کی جانب - اور اس نے اپنا بایاں ہاتھ اپنے پہلو کے ساتھ چھوڑ رکھا ہے دایاں ہاتھ دونوں کندھوں کے برابر تک اٹھا رکھا ہے اور اس نے اس ہاتھ میں ایک خوشہ پکڑ رکھا ہے - جو روشن ستارہ اس کی بائیں ہتھیلی پر ہے وہ سماکِ اعْزَل ہے - میزان کے آٹھ ستارے ہیں جو ایک ترازو کی شکل میں ہیں جس کے دونوں پلڑے مغرب کی جانب ہیں اور ڈنڈی مشرق کی جانب - عقرب کے اکیس ستارے ہیں ، عقرب (بچھو) ہی کی شکل پر ہے ، اس کا سر شمال کی جانب ہے اور اس کا ڈنگ جنوب اور مشرق کی جانب اس میں جو سرخ سی چیز ہے وہ ”قلب العقرب“ ہے - رامی کے اکتیس ستارے ہیں اور اس کی شکل ایک جانور کے اس جسم کی سی ہے جو گردن تک ہو اور وہ مشرق میں ہے - پھر گردن کی جڑ سے نصف آدمی نکلتا ہے جو کولھے تک ہوتا ہے اس کے اوپر ایک عمامہ ہوتا ہے جس کے کئی شملے لٹکے ہوئے ہوتے ہیں ، اس نے کمان میں تیر رکھا ہوتا ہے اور مغرب کی جانب منہ کر کے کمان کو پورے زور سے تان رکھا ہوا ہے - جدی کے اٹھائیس ستارے ہیں اور اس کی شکل

سینگوں والے مینڈھے کے آدھے اگلے حصے کی طرح ہے۔ اس کا سر اور دونوں ہاتھ مغرب کی جانب ہیں۔ اور پیٹھ شمال کی جانب اور باقی حصہ مچھلی کی دم تک مچھلی کے پچھلے حصے کی طرح ہے۔ ساکب الماء کے بیالیس ستارے ہیں جو ایک کھڑے آدسی کی شکل میں ہیں جس کا سر شمال میں ہے اور دونوں ٹانگیں جنوب میں اور اس کا چہرہ مشرق کی جانب ہے، [۳ : ۲۳۳] اس نے دونوں ہاتھ پھیلا رکھے ہیں ایک ہاتھ میں آبخورہ ہے جسے اس نے اوندھا کر رکھا ہے اور پانی اس کے پاؤں کی جگہ پر گرا پڑا ہے اور وہاں سے بہتا ہوا "حوت" کے منہ تک چلا گیا ہے۔ سَمَكْتَيْش کے چوتیس ستارے ہیں جو دو مچھلیوں کی شکل پر ہیں ایک کی دم دوسری کی دم کے ساتھ ایک لمبے دھاگے کے ساتھ ملائی ہوئی ہے یہ دھاگا ستاروں کا ہے جو ایک طرف جھکا ہوا ہے جسے خیط الکتان کہتے ہیں۔ ان دونوں مچھلیوں میں سے ایک کا سر یعنی اس مچھلی کا سر جو آگے بڑھ کر ہے مغرب کی جانب ہے دم مشرق کی جانب ہے۔ دوسری کا سر شمال کی جانب ہے اور دم جنوب کی جانب۔ یہ نہ بھول جائیں کہ یہ ستارے جو برجوں کے پاس ہیں آٹھویں فلک کی حرکت کے ساتھ یہ بھی حرکت کرتے ہیں لہذا ضروری ہے کہ ان اقسام میں یہ صورتیں اپنی جگہ سے منتقل ہوتی رہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عربوں کے عندیے کے مطابق سال کی فصلیں اور اس ضمن میں ان کا اختلاف رائے

یاد رکھو کہ عربوں نے سال کو چار حصوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ چنانچہ وہ پہلے جزء کو صَفْرِيَّة کہتے ہیں اور اس کی بارش کو وَسْمِيَّة۔ اس کی ابتدا ان کے ہاں دَلْشُو سُفْلِي کے عرقوہ کے سقوط سے ہوتی ہے اور انتہا ہَقْشَع کے سقوط پر۔ انہوں نے دوسرا جزء شتاء (سرما) مقرر کر رکھا ہے۔ اس کی ابتدا ہَنْعہ کے گرنے سے ہوتی ہے

اور انتہا صرفہ کے گرنے پر - تیسرا جزء صیف (گرما) مقرر رکھا ہے - اس کی ابتدا عتواء کے گرنے سے ہوتی ہے اور انتہا شولہ گرنے پر - انہوں نے چوتھا جزء قیظ مقرر کر رکھا ہے اور وہ اس کی بارش کو خریف کہتے ہیں - اس کی ابتدا نعائم کے گرنے سے ہوتی ہے اور انتہا عرقوۃ الدلو العلیا کے گرنے پر - کتاب دُرِّ اللالی میں اسی طرح مرقوم ہے -

ابن قتیبہ باب "ما یضعہ الناس فی غیر موضعہ" (وہ چیزیں جنہیں لوگ بر محل استعمال نہیں کرتے) میں کہتا ہے اور یہ اس کی کتاب ادب الکاتب کی ابتدا میں ہے : ان میں سے ایک لفظ "ربیع" ہے لوگ خیال کرتے ہیں کہ ربیع وہ فصل ہے جو سرما کے بعد آتی ہے اور جس میں گلاب اور کلیاں نکلتی ہیں ، وہ ربیع صرف اسی کو جانتے ہیں - مگر عرب اس ضمن میں مختلف الرائے ہیں چنانچہ بعض عرب ربیع اس فصل کو قرار دیتے ہیں جس میں پھل پکتے ہیں اور وہ خریف ہے - اس کے بعد موسم سرما آتا ہے پھر صیف (گرما) سرما کے بعد یہی وہ وقت ہے جسے عوام ربیع کہتے ہیں - پھر فصل قیظ آتی ہے اور یہی وہ موسم ہے جسے عوام موسم گرما کہتے ہیں - بعض عرب اس فصل کو جس میں پھل پکتے ہیں اور وہ خریف ہے ربیع الاول نام دیتے ہیں اور وہ فصل سرما کے بعد آتی ہے اس میں کھمبی اور کلیان نکلتی ہیں ، ربیع الثانی نام دیتے ہیں - اور سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ خریف ہی ربیع ہے [۳ : ۲۴۴] اس کا شارح ابن السید کہتا ہے : ربیع کے متعلق جو عوام کا طریقہ ہے وہی متقدمین کا طریقہ ہے کیونکہ وہ اس زمانے کو جس میں سورج رأس الحمل میں اترتا ہے زمانے کی ابتدا اور اس کا شباب قرار دیتے ہیں - لیکن عرب اس وقت کو جس وقت سورج رأس المیزان میں اترتا ہے سال کی چار فصلوں میں سے پہلی فصل قرار دیتے ہیں اور اسے ربیع کہتے ہیں - لیکن جب سورج رأس الحمل میں اترتا ہے تو بعض لوگ اسے ربیع ثانی کہتے لہذا عربوں کے طریقے کے مطابق سال میں ایک ہی ربیع ہوتا ہے رہے وہ دو ربیع جو مہمنے ہیں تو اس میں کسی کو بھی اختلاف نہیں ہے کہ یہ دو ہی ہیں ربیع الاول اور ربیع الآخر -

مرزبانی نے اس کتاب میں جو اُس نے انواء کے متعلق لکھی ہے کہا ہے - اور اس نے اس کتاب میں بہت سے فوائد کا ذکر کیا ہے - یہ کتاب ایک سو جزؤں میں ہے : بعض عرب سال کو دو نصفوں میں تقسیم کرتے ہیں اور موسم سرما سے شروع کرتے ہیں کیونکہ یہ مذکور ہے اور دوسرا نصف موسم گرما ہے اور مؤنث ہے - وہ کہتا ہے : کہ عربوں نے اسے مادہ اس لیے کہا ہے کہ اس زمانے میں نباتات ظاہر ہوتی ہے - اس کے بعد موسم سرما کو دو نصفوں میں تقسیم کیا جاتا ہے - پہلے حصے کو سرما اور آخری نصف کو ربیع کہتے ہیں - گرما کے بھی دو نصف کر دیے جاتے ہیں ، پہلے نصف کو صیف اور آخری نصف کو خریف کہتے ہیں -

بعض شروع میں ہے کہ بعض عرب سال کے چھ زمانے بناتے ہیں - پہلا ”وسمی“ اس کے حصے میں سال کے دو مہینے آتے ہیں اور ستاروں میں سے چار ستارے - پہلا ستارہ عواء ہے - دوسرا زمانہ شتاء (سرما) ہے اس کے حصے میں سال کے دو ماہ آتے ہیں اور ستاروں میں سے $\frac{2}{3}$ ستارے - تیسرا زمانہ ربیع ہے - اس کے حصے میں دو ماہ آتے ہیں اور ستاروں میں $\frac{2}{3}$ ستارے - چوتھا زمانہ صیف (گرما) ہے - اس کے حصے میں دو ماہ آتے ہیں اور ستاروں میں $\frac{2}{3}$ ستارے - پانچواں حمیم (سخت گرمی کا زمانہ) - اس کے حصے میں دو ماہ آتے ہیں اور $\frac{2}{3}$ ستارے - چھٹا خریف ہے اور اس کے حصے میں دو ماہ اور $\frac{2}{3}$ ستارے آتے ہیں -

لیکن عربوں کی اکثریت یہی کہتی ہے کہ فصلیں چار ہیں اور یہ وہی ہیں جو لوگوں میں مشہور ہیں اور سال کی ہر فصل کے حصے میں سات منزلیں آتی ہیں - چنانچہ ربیع کے حصے میں شرطان سے ذراع تک ہے - صیف کے حصے میں نثرہ سے سماک تک - خریف کے حصے میں غفتر سے بلدہ تک اور شتا کے حصے میں سعد الذابح سے رشا تک -

قدیم اطبا اگرچہ سال کو چار حصوں میں تقسیم کرتے تھے مگر وہ صیف اور شتاء کا زمانہ ربیع اور خریف کے مقابلے میں زیادہ لمبا بتاتے ہیں - چنانچہ وہ شتاء چار ماہ اور چار ہی ماہ صیف کے گنتے - ربیع اور خریف کے [۳ : ۲۴۵] چار ماہ - ہر ایک کے دو دو - اس لیے کہ یہ دونوں گرمی

اور سردی کے درمیان ہیں گویا یہ شتاء اور صیف کو ملانے کا ذریعہ ہیں ۔
ہم نے اس خیال سے کہ بحث لمبی نہ ہونے پائے ان اشعار کے ذکر
کرنے سے احتراز کیا ہے جو ہر عندیے کے مطابق بطور استشہاد پیش کیے
جاتے ہیں ۔

جمرات اور ان کا گرنا ، آیا یہ کوکب ہیں یا نہیں ؟

بعض مؤلفین جنہوں نے انواء پر بحث کی ہے کہتے ہیں : جب بدویوں
کے یہاں جاڑا کڑا کے کا پڑنے لگتا تو وہ پہاڑوں میں وسیع غاروں کے اندر
چلے جاتے اور اپنے ساتھ اپنی بھیڑ بکریاں اور مویشی مثلاً اونٹ ، گائے
بھیڑ بکری وغیرہ بھی لے جاتے ۔ وہ وہاں ایک جگہ اپنے لیے مقرر کر
لیتے ، ایک جگہ بھیڑ بکریوں کے لیے اور گائے وغیرہ کے لیے اور پھر ہر
ایک کے لیے سردی کی شدت کو روکنے کے لیے آگ جلاتے ۔ پھر جب وہ
یہ محسوس کرتے کہ سردی ختم ہونے لگی ہے تو آگوں کو ایک ایک
کر کے بجھاتے جاتے تاآنکہ تینوں کو بجھا دیا جاتا ۔ اسے وہ ” سقوط
جمرات ” یعنی ہر آگ کے بجھا دیے جانے کو جمرہ کے گرنے سے تعبیر
کرتے تھے ۔

اسی طرح کی ایک اور بات کہی جاتی ہے کہ مغل بادشاہوں اور ان
کی طرح ان لوگوں کے یہاں جو شہروں میں رہا کرتے تھے جب شدت کی
سردی پڑتی تو وہ اپنی مجالس میں تین انگیٹھیاں جلاتے تھے ۔ پھر جب وہ
محسوس کرتے کہ سردی ختم ہو رہی ہے تو ایک ایک کر کے ان انگیٹھیوں
کو اٹھا دیتے تھے اور اس کو سقوط جمرہ سے تعبیر کرتے تھے ۔ پھر ان کا
استعمال ان دونوں فریقوں کے علاوہ عام لوگوں میں بھی پھیل گیا اور
یہ کنایہ ہے پانی ، ہوا اور مٹی میں سردی کی شدت کے ٹوٹ جانے سے ۔
میرے نزدیک یہ وجہ نہایت بعید از قیاس ہے کیونکہ یہ لفظ عربی زبان
کا ہے اور اس زمانے میں مغلوں کی عادات کا عربوں کو علم نہ تھا ۔ اس

سلسلے میں میں نے ایک محقق کا بیان دیکھا ہے جو غور سے سننے کے لائق ہے کہ جمرات سے مراد تین ستارے ہیں ” رأس الحیة “ یہ ” طرف “ کے ستاروں میں سے ایک ستارہ ہے اور ” ذراع شامی “ اور یہ ” ہنعمہ “ کے ستاروں میں سے ایک ستارہ ہے ۔ اور ” قلب الاسد “ اور یہ ” جبہہ “ کے ستاروں میں سے ایک ستارہ ہے ۔ ان کا جمرات نام ان کی چمک اور سرخی مائل ہونے کی وجہ سے پڑا اور ان کے سقوط (گرنے) سے مراد غروب ہونے کے لیے مائل ہونا ہے ۔ اللہ کی یہ عادت چلی آئی ہے کہ رأس الحیہ کے ماقط ہونے پر صبح کے وقت سات فروری کو اور اسی وقت غروب ہونے کے لیے مائل ہونے پر پانی میں حرارت کا اثر ظاہر ہو جاتا ہے اور صبح ہی کے وقت ذراع شامی کے گرنے سے چودہ فروری کو ہوا میں حرارت کا [۳ : ۲۴۶] اثر ظاہر ہو جاتا ہے اور اسی وقت اکیس فروری کو ” قلب الاسد “ کے ماقط ہونے سے مئی میں حرارت کا اثر ظاہر ہو جاتا ہے ۔ اسی مناسبت سے پہلے کو جمرۃ الماء ، دوسرے کو جمرۃ المہواء اور تیسرے کو جمرۃ التراب کہتے ہیں ۔ کبھی جنتریوں میں یہ معاملہ اس ترتیب سے دیا ہوتا ہے ۔ جمرۃ الماء کا گرنا ، پھر جمرۃ التراب کا گرنا پھر جمرۃ المہواء کا گرنا ۔ بعض جنتریوں میں یوں ہے ۔ جمرۃ المہواء کا گرنا ، پھر جمرۃ الماء کا پھر جمرۃ التراب کا ۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ (مختلف لوگوں کے یہاں) حرارت کے اثر کا ظہور اس ترتیب سے ہوتا ہو ۔

اور ان جمرات کے ماقط ہونے کے ساتھ ” صبح “ کی قید جو لگا دی گئی ہے اس سے ایک اعتراض اٹھ جاتا ہے جس کا طالع اور غارب جاننے والوں کو علم ہے اور وہ یہ ہے کہ ” صبح “ سے مراد ایک عام وقت ہے جو سورج طلوع ہونے سے زوال تک رہتا ہے ۔ یوں بھی کہا گیا ہے کہ اگر صبح سے طلوع شمس کا وقت ہی مراد لیا جائے پھر بھی بات آسان ہے ۔ اس بنا پر کہ مثال کے طور پر ” قلب الاسد “ اپنے برج کے چوبیسویں درجے میں ہے ۔ منجمین معاملات کی بنا ترتیب پر رکھتے ہیں ۔ جیسا کہ ان لوگوں کو معلوم ہے جو علم نجوم کی کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں اور ذی فہم لوگ ہیں ۔ انواء کی کتابوں میں اس قسم کے

مطالب کی اور زیادہ تفصیل مرقوم ہے ۔

انواء میں عربوں کے بارش برسائے والے بادل

چونکہ عرب زمانہ جاہلیت میں تنگی کی زندگی گزارتے تھے ، ضروریات کی چیزوں کی (بہمہرسانی) انہیں تکلیف دیتی تھی ۔ ایشیا کی سخت کمیابی تھی ۔ اس لیے بارشی مقامات کی تلاش میں لگے رہتے تھے ۔ چنانچہ وہ وادیوں کے اندر تک جا گھسے اور انہوں نے درختوں کے اگنے کی جگہوں کو طے کیا ۔ تاکہ وہ اپنی ضروریات کو پورا کر سکیں اور اپنی خوراک کی چیزوں کو تلاش کر سکیں اور ان چیزوں کو تلاش کر سکیں جو ان کے چوپایوں کے لیے چارے کا اور ان کے اونٹوں اور دیگر مویشیوں کے لیے چراگاہ کا کام دے سکیں ۔ ان کے ملک میں اکثر قحط پڑ جایا کرتا تھا ۔ دریا اور چشمے نہایت کم تھے ۔ لہذا اپنے مقصود اور مطلوب کو حاصل کرنے کی علامات کا مطالعہ کرنے کی غرض سے ان کی گردنیں آسمان کی طرف اٹھی رہتی تھیں ۔ چنانچہ ان کے یہاں سچے انواء کے بارش برسائے والے بادل بھی تھے جو کبھی جھوٹے ثابت نہیں ہوتے تھے ۔ لہذا انہوں نے بارش برسائے والے اور نہ برسائے والے بادل کو پہچانا اور نہ بارش برسائے والی بجلی اور بارش والی بجلی میں امتیاز کیا ۔ انہوں نے بارش کی تمام اقسام کا وصف بیان کیا ۔ ہواؤں اور ان کے خواص سے مطلع ہوئے ۔ اور بغیر کسی آلے کی مدد کے جو ان سے کئی صدیوں بعد ایجاد ہوئے انہوں نے ان حادثات کو معلوم کر لیا جو ان کے بعد رونما ہوتے ہیں ۔ انہوں نے اس کو ان علامات کے ذریعے سمجھا جو ان کے لیے ظاہر ہوئیں اور ان علامات کے جاننے میں ان کا چھوٹا اور بڑا ، نر اور مادہ سب برابر تھے ۔ ان کے اشعار اور ان کی نثر میں اس امر کے شواہد پائے جاتے ہیں [۳ : ۲۴۷] جو ان لوگوں کو حیرت زدہ کر دیتے ہیں جو ان کی طرف دیکھتے ہیں ۔ کیونکہ ان لوگوں کو اللہ نے فصاحت گفتار : فصاحت زبان ، شیریں بیانی اور کلام کا وسیع حصہ عطا کر رکھا تھا ۔ لیکن میں اس میں

سے اس کلام کا ذکر کروں گا جس کا ذکر امام ابوبکر محمد بن الحسن المعروف بہ ابن درید الازدی نے کتاب المطر و السحاب میں کیا ہے اور اختصار کی غرض سے تشریح الفاظ کا حوالہ بھی اسی کتاب کا ہوگا۔ یہ ایک جلیل القدر کتاب ہے جس میں اس نے بارش اور بادلوں کے بارے میں وہ تمام بیان جمع کر دیے ہیں جن کا ذکر عربوں نے جاہلیت اور اسلام میں کیا۔ نیز ان زمین کے ٹکڑوں کا ذکر بھی کر دیا ہے جن کی تعریف ان عربوں نے کی ہے جو گھاس اور پانی کی تلاش میں نکلتے تھے۔ ساتھ ہی ان کے الفاظ کی مبسوط شرح بھی درج کر دی ہے۔

ابوبکر بن درید نے اپنی سند سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتا ہے : ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ بادل کا ایک ٹکڑا اٹھا۔ صحابہ نے کہا : یا رسول اللہ ! یہ بادل ہے۔ آپ نے فرمایا : تم اس کے نچلے حصے کو کیسا پاتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا : کیا ہی اچھا ہے اور کیا ہی خوب وقار سے چل رہا ہے۔ فرمایا : تم اس کے درمیانے حصے کو کیسا پاتے ہو؟ عرض کیا : کیا ہی اچھا ہے اور کس قدر گول ہے۔ فرمایا : تم اس کے اوپر حصے کو کیسا پاتے ہو؟ عرض کیا : کیا ہی اچھا ہے اور کس قدر پائیدار ہے۔ پھر فرمایا : تم اس کی بجلی کو کیسا پاتے ہو؟ کیا یہ ہلکی سی چمک ہے یا کمزور سی بجلی ہے یا خوب پھاڑتی ہے؟ عرض کیا : خوب پھاڑتی ہے۔ فرمایا : تم اس کے سیاہ بادل کو کیسا پاتے ہو؟ عرض کیا :

- ۱ : اس حدیث اور تشریح الفاظ کے لیے ملاحظہ امالی قالی : ۱ : ۸ - ۱۰
- ۲ - قواعدہا : اسفلھا (نچلے حصے) اس کا مفرد قاعدہ ہے۔
- ۳ - رحاها : وسطها و مِعْظَمُهَا۔
- ۴ - بوامقها : ماعلا منها و ارتفع ، اس کا مفرد بامقہ ہے۔
- ۵ - الوَسِيْطُ : اللامع الخفي^۳ و الخفسي : البرق الضعيف۔
- ۶ - جونھا : اسودھا۔ یہاں یہی معنی مراد ہیں اور جون اضداد میں سے ہے سیاہ اور سفید دونوں معنوں میں آتا ہے۔

کیا ہی اچھا ہے اور کس قدر سخت سیاہ ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا : بارش (ہوگی)۔ صحابہ نے عرض کیا : ہم نے آپ سے زیادہ فصیح کسی کو نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا : مجھے اس سے کونسی چیز مانع ہو سکتی ہے قرآن میری زبان یعنی عربی اور واضح زبان میں نازل ہوا ہے۔

ابن درید نے اپنی سند کے ساتھ اصمعی سے روایت کیا ہے : وہ کہتا ہے : ایک دن ^۱ مُعَقِّر بن حمار البارقی نکلا ، اس وقت وہ نابینا ہو چکا تھا اور اس کی بیٹی اسے پکڑ کر لیے جا رہی تھی۔ اس نے بجلی کی کڑک سنی تو بیٹی سے کہا : تو کیا دیکھتی ہے۔ اس نے جواب دیا : میں دیکھتی ہوں کہ ایک ^۲ سیاہ بادل ہے جو اپنا پانی ^۳ بہا چکا ہے جیسے اونٹنی کی وہ جھلی ^۴ ہو جس میں سے بچہ نکلتا ہے۔ اس کی رفتار سست ہے اور سینہ قریب ہے۔ مُعَقِّر نے کہا : چلتی جا کوئی ڈر کی بات نہیں ہے اس کے بعد اس نے بجلی کی ایک اور کڑک سنی تو کہا : تو کیا دیکھ رہی ہے ؟ بیٹی نے جواب دیا : میں دیکھ رہی ہوں کہ یہ اس گوشت کی طرح ہے جس کا رنگ (پکانے میں) بدل ^۵ چکا ہو چنانچہ اس کا کچھ حصہ تو ایسا ہے کہ ایک جزو دوسرے جزو کو پکڑے ہوئے ہے اور کچھ

- ۱ - تصحیح سمط اللالی (۴۸۳) سے کی گئی ہے۔ بلوغ الارب میں معقر بن حماد ہے۔ معقر کا اصلی نام عمرو یا عامر ہے۔ جاہلی شاعر ہے۔
- ۲ - لسان العرب (ع ق ق) میں یہ سجع یوں ہے : أرى سحابة سحماء عتاقة كأنها حيولاء ناقة ذات هيدب دانٍ و سيرٍ وانٍ قال : اى بنية و ائلى الى قفلة فأنها لا تنبت إلا بيمين سجاةٍ من السيل حماء اور سحماء دونوں کے معنی ”سیاہ بادل“ کے ہیں۔
- ۳ - لسان العرب میں ہے : سحابة عتاقة اذا دفعت ماءها و يقال سحابة عتاقة : منشفة بالماء۔
- ۴ - لسان العرب میں یوں تشریح مرقوم ہے : شبهة السحابة بحولاء الناقة فى تشققها بالماء كتشقق الحولاء وهو الذى يخرج منه الولد۔
- ۵ - نمت اللحم : تغیر۔

[۳ : ۲۴۸] حصہ ایسا ہے کہ گل ۱ کر گرنے کو ہے ۔ مُعْتَقِر نے کہا : جلدی کر اور مجھے ایک خشک درخت جسے قفلہ کہتے ہیں کے پاس لے چل کیونکہ یہ ایسی جگہ اگتا ہے جہاں پانی کے بہاؤ سے بچ سکے ۔

اس طرح اس نے اپنی سند کے ۲ ساتھ اصمعی سے روایت کیا ہے : اصمعی کہتا ہے کہ ایک بدوی سے بارش کے متعلق پوچھا گیا تو اس نے کہا : تاریکی کے پھیل جاتے ہی ایسا بادل ۳ اٹھا جو تمام آفاق پر چھا گیا ۔ پھر اوپر ۴ کو اٹھا ، مزید اوپر کو اٹھا ۔ اس کے بعد اس کے اطراف گھنے ہوتے گئے ، اس کا درسیانی حصہ کالی گھٹا بن گیا ۔ اس کی الگ الگ ٹکڑیاں منتشر ہو گئیں اور اس کی بجلیاں کوندنے لگیں ۔ بارش سے بھرے ہوئے بادل ادھر ادھر پھیل گئے ۔ وہ حصے جو ایک دوسرے سے ہٹے ہوئے تھے ایک دوسرے کے ساتھ مل گئے اور زمین کی طرف لٹکے ہوئے حصے ڈھیلے ہو گئے اور اس (بادل کے) پستان پُر ہو گئے ۔ پچھلے حصے اوپر کو اٹھے اور اطراف کے حصے پھیل گئے ۔ لہذا کڑک کی آواز آتی اور بجلی آنکھوں کو چندھا دیتی ۔ پھر پانی پھوٹنے لگا ، جس نے جوہڑوں کو بھر دیا ہے اور (قبروں اور بجوؤں کے رہنے کی جگہ کو گرا کر) ان کی مٹی باہر نکال لی ۔ (اور اس زور سے برسا کہ) پہاڑی بکروں کو (پہاڑ سے نیچے اتار کر) گائے کے ریوڑوں کے ساتھ ملا دیا ۔ اسی طرح گایوں اور شتر مرغ کے بچوں کو باہم ملا دیا ۔ اب وادیوں سے اونٹوں کے بلبلانے کی سی آواز آنے لگی ۔ نیز پتھریلی زمینوں سے پانی کے چلنے کی آواز اور بالائی زمینوں سے چلانے کی آواز ۔ اس بارش نے نَسَبُح درخت اور پہاڑی زیتون کو پہاڑوں کی بلند چوٹیوں سے گرا کر میدانی سرخ زمینوں پر لا پھینکا ۔

۱ - هَرَّتَ اللَّحْمُ : اَنْضَجَتْ ، وَ طَبَخَتْ ، حَتَّى تَهْرَسَ ۔

۲ - بلوغ العرب میں : ” اِلَى عَمِّ الْاِصْمَعِيِّ ” ہے اسے عَنِ الْاِصْمَعِيِّ پڑھیں

اس بحث کے لیے ملاحظہ ہو امالی قالی : ۱ : ۱۶۹ - ۱۷۱ ۔

۳ - سِد : وَه بَادِلٌ جُو تَمَامِ اَسْمَانٍ پَر چھا جائے ۔

۴ - قالی نے شصا اور احزأل دونوں کے معنی ارتفع کے دیے ہیں ۔

[۳ : ۲۴۹] چنانچہ پہاڑ کی چوٹیوں پر صرف وہی رہ گئے جو پہاڑوں کو مضبوطی سے پکڑ کر (وہیں) سکڑ گئے یا پھر وہ تھے جو آخری دموں پر تھے اور پچھاڑے ہوئے ہونے کی وجہ سے اڑیاں رگڑ رہے تھے اور یہ (سب کچھ) اپنے مجرم بندوں پر رب العالمین کا فضل^۱ تھا۔

اسی نے اپنی سند کے ساتھ اصمعی سے (یہ بھی) روایت کیا ہے کہ میں نے بنی عامر بن صعصعہ کے ایک بدوی سے اس بارش کے متعلق سوال کیا جو ان کے ہاں ہوئی تھی۔ تو اس نے کہا: یہ آسمان کے افق پر بادل بن کر پیدا ہوا پھر اٹھتے ہوئے اوپر کو گیا، پھر بجلیاں چمکائیں، پھر ہر طرف زمین کے قریب ہوا اور زمین کو اوپر سے چھیل ڈالا اور تمام آفاق میں پھیل کر اس پر چھا گیا۔ پھر آواز نکالی اور شیر کی طرح چنگھاڑا۔ پھر بجلی کی کڑک^۲ سنائی دی اور تاریکی چھا گئی۔ اور پھر پھوہار^۳ اور بوندا باندی^۴ شروع ہو گئی اور ہلکی سی بارش ہوئی اس کے بعد موسلا دھار بارش ہوئی اور کثرت سے ہوئی۔ پھر لگاتار بارش ہوتی رہی اور دیر تک ہوتی رہی۔ پھر رک^۵ گئی، پھر جلدی سے برسنے لگی پھر زور کی بارش ہوئی کہ پانی بہنے لگا اور خوب موسلا دھار بارش ہوئی۔ چنانچہ اس نے ٹیلوں کو ڈبو دیا اور پانی پہاڑ کی چوٹیوں تک جا پہنچا۔ مسلسل سات دن تک بارش جاری رہی۔ بادل پھٹنے کو نہ آتے تھے۔ یہاں تک کہ جب پتھریلی زمینیں میراب ہو گئیں اور ہموار زمینوں پر پانی جمع ہو گیا تو تیرا رب اسے ہانک کر جہاں چاہا لے گیا جیسے جہاں سے چاہا تھا اسے

- ۱ - محمد بہجہ اثری نے جو شرح دی ہے وہ تمام کی تمام امالی قالی سے لی گئی ہے۔
- ۲ - دوئی: دَوَّی السَّحَابُ: اسمع دَوَّی الرعد و الدَوَّی الصوت۔
- ۳ - آرک: پھوہار برسانا۔
- ۴ - دث: بوندا باندی یا ترشح ہونا۔
- ۵ - رکتد: سکن اور اٹھجم۔ اَجْشُمَ السماء: أسرع مطرھا۔
- ۶ - بلوغ الارب میں مایزید ہے اسے مایرید پڑھیں۔

کھینچ کر لایا تھا ۔

اسی طرح اس نے اپنی سند کے ساتھ عبدالرحمن سے روایت کرتے ہوئے اور عبدالرحمن نے اپنے چچا سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے : ایک عرب سے ایک بارش کے متعلق جو مدت کی بندش کے بعد ہوئی تھی پوچھا گیا تو اس نے کہا : ایسا بادل بن کر اٹھا جو تمام افق پر چھا گیا ۔ اس کے اطراف دور دور تک پھیلے ہوئے تھے ۔ اور ہر طرف سیاہ ہی سیاہ دکھائی [۳ : ۲۵۰] دیتا تھا ۔ اس کا درمیانی حصہ چمک رہا تھا ، بادل تہ بہ تہ تھے ۔ اس کی کڑک اضطراب (کے عالم) کی سی آواز نکال رہی تھی ۔ غضبناک شیر کی طرح چنگھاڑ رہی تھی ۔ اس کی بجليوں میں شعلہ تھا اور کڑک میں اضطراب ۔ اس کے ابتدائی حصے پہاڑ کی چوٹیوں سے ٹکرا رہے تھے اور پچھلے حصے اونچی زمینوں پر سوار تھے ۔ اس کے بعد اس نے اپنا بار اتارا اور اپنا بوجھ نیچے پھینک دیا ، چمکا ، کڑکا ، پانی بہایا اور خوب بہایا ۔ پھر پھٹ گیا اور چل دیا ۔ تالابوں کو بھرا اور پست زمینوں کو زرخیز بنا دیا ۔ یہ ملک کے لیے عطیہ اور بندوں کے لیے رزق تھا ۔

اسی طرح اس نے اپنی سند کے ساتھ اصمعی سے روایت کیا ہے : میں نے قبیلہ غنی کے ایک بدوی کو ایک بارش کا ذکر کرتے ہوئے سنا جو ان کے علاقے پر خشک سالی کے بعد ہوئی ۔ اس نے کہا : تمہارے رب نے اپنی مخلوق پر رحم کھایا ۔ درآنحالیکہ سخت قحط پڑ رہا تھا ۔ امید جاتی رہی تھی اور ناامیدی نے گھر کر لیا تھا ۔ دم گھٹے جا رہے تھے ۔ مویشیوں والا بے مال ہو گیا اور مالدار محتاج ہو گیا تھا ۔ لوگوں نے اپنی بیویوں سے قطع تعلق کر لیا ، شریف زادیوں سے خدمت لی گئی ، اس کے بعد اللہ نے ایک بادل پیدا کیا جو ڈھیری بن کر اٹھا ۔ جس کے

۱ - الماشی : صاحب الماشیة ۔

۲ - المُتَشَرِّبُ : الغنی الذی لہ المال مثل التراب لکثرة یقال : أَتَشَرَّبُ

الرجل اذا استغنی و تَرَب اذا افتقر کأنه لصق بالتراب ۔

۳ - جَفَا صَاحِبِیْہِ ، ضِدُّہُ و اصَلَّہُ و اَنَسَّہُ ،

ٹکڑے پہاڑ کی طرح تھے اور زور سے برسنے والا تھا۔ اس کی بجلیاں چمک رہی تھیں اور رعد کڑک رہی تھی۔ پھر اس نے بغیر وقفے کے تین دن اطمینان کے ساتھ پانی بہایا۔ اس کے بعد تیرے رب نے باد شمال کو حکم دیا تو اس نے اس کے ڈھیر کو اٹھا کر دور پھینک دیا اور اس بادل کو جو بارش برسا چکا تھا منتشر کر دیا۔ لہذا یہ بڑے مستحسن انداز میں پھٹا۔ اس نے لوگوں کو زندہ کر دیا اور مالدار بنا دیا تھا اور بارش [۳ : ۲۵۱] برسا کر خوب سیراب کر دیا تھا۔ شکر ہے اس خدا کا جس کی نعمتوں کا کوئی شمار نہیں۔ نہ اس کی تقسیم ختم ہوتی ہے، نہ اس کا سائل ناکام ہوتا ہے اور نہ ہی اس کے عطیے کم ہوتے ہیں۔

اسی طرح اس نے اپنی سند کے ساتھ اصمعی سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ایک بوڑھا بدوی اپنے خیمے میں تھا اور اس کی ایک بیٹی صحن میں تھی کہ اس نے گرج کی آواز سنی اور بولا : بیٹی ! تو کیا دیکھتی ہے ؟ بیٹی نے کہا : میں اسے سیاہ دیکھتی ہوں ، ماتھے پر سفیدی ہے جیسے سبزی مائل سفید گدھی کی کمر ہو۔ اس کے بعد اس نے ایک اور گرج سنی پھر کہا : تو کیا دیکھتی ہے ؟ اس نے کہا : میں اسے بہت مضطرب دیکھتی ہوں اس کے اطراف ایک دوسرے پر گر رہے ہیں ، اس کی بجلی جب چمکتی ہے تو دو بار کوندتی ہے۔ باپ نے کہا : کدال لاؤ اور خیمے کے گرد خندق کھود دو۔

اصمعی سے یہ بھی مروی ہے۔ وہ کہتا ہے : ایک بدوی ابوالمکتون نحوی کے پاس آ کر ٹھہر گیا جبکہ وہ اپنے حلقہ (درس) میں تھا۔ بدوی نے اس سے کچھ مانگا تو اس نے کہا : صبر کرو تاآنکہ میں فارغ ہو جاؤں۔ پھر اس نے دعا کی ، دعا بارش کے لیے تھی پھر کہا : یا اللہ ! اے ہمارے رب اور خدا اور آقا ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج اور جو ہمیں دکھ پنہچانا چاہے تو اس دکھ کو اسی کے گرد اس طرح رکھ دے جس طرح ہار بچوں کی سینے کی ہڈیوں کا

۱۔ اس سجع کے لیے ملاحظہ ہو امالی قالی : ۱ : ۱۷۱ - ۱۷۳۔

احاطہ کیے ہوتے ہیں ، پھر اسے اس طرح راسخ کر دے جس طرح کنکر اصحاب الفیل کے اوپر راسخ ہو گئے تھے ۔ خدایا ہم پر ایسی بارش برسائے کہ سفید بادل ہوں اور وہ تمام ملک پر برسیں ۔ ملک میں سرمبزی پیدا کرے ، وہ بارش مکمل ہو ، گزجنے والی ہو ، کثرت سے ہو ، شور کرنے والی ہو ، خوب بہنے والی ہو ، بہت پانی والی ہو ، اور روی زمین کو بھر دینے والی ہو ۔ راوی کہتا ہے کہ بدوی نے منہ پھیرا اور چل دیا ۔ [۳ : ۲۵۲] ابو المکنون نے کہا : ٹھہر جا تا کہ میں تمہاری حاجت روائی کروں ۔ اس نے کہا : ربؑ کعبہ کی قسم ۔ طغیانی آ رہی ہے میں اپنے عیال کو پہاڑ میں جگہ بنا دوں تاکہ وہ پانی سے بچ سکیں ۔

اسی طرح اس نے سند کے ساتھ اصمعی سے روایت کیا ہے ۔ وہ کہتا ہے میں چند بدوی بچوں کے پاس سے گزرا جو ایک جوہڑ میں غوطے لگا رہے تھے ۔ میں نے ان سے کہا : تم میں سے جو بارش کے اوصاف بیان کرے گا میں اسے ایک درہم دوں گا ۔ وہ سب نکل کر میرے پاس آ گئے اور کہنے لگے : ہم سب وصف بیان کریں گے ، وہ تین لڑکے تھے ۔ میں نے کہا : بیان کرو جس کا بیان مجھے پسند آئے گا میں اسے ایک درہم دوں گا ۔ اس پر ان میں سے ایک نے کہا : شام کے وقت ایک بادل ہمارے روبرو نظر آیا ، جسے بادصبا پیچھے سے ہانک رہی تھی اور باد جنوب آگے سے لیے جا رہی تھی ۔ (یہ بادل اپنے بوجھ کی وجہ سے) یوں رینگ کر چل رہا تھا جس طرح ریت کے ٹیلے پر اونٹ چلتا ہے ، یہاں تک کہ جب اس کا اگلا حصہ سیدھا اٹھ گیا اور درمیانی حصہ دُبلا ہو گیا اور اس کی آواز بار بار آنے لگی اور اس کی چنگھاڑنے کڑک پیدا کی اور اس کا وجود اوپر کو اٹھا اور اس کے کشادہ حصے ایک دوسرے کے ساتھ مل گئے اور اس کے اضطراب کی حرکات بار بار ہونے لگیں اور اس کے عمود اونچے کر دیے گئے اور اس کی طنابیں لمبی ہو گئیں تو اس سے لگانار بارش برسنے لگی اور بجلی چمکنے لگی اور پچھلے حصے دھکیلے گئے ۔ اس کے مشکیزوں سے پانی بہ گیا تو اس نے نمناک

زمین کو تر کر دیا اور سخت زمین کو نمناک بنا دیا - اور خشک^۱ ریت کو تو بر^۲ تو بنا دیا - کھڑے پانی کو ایک دوسرے کے ساتھ متصل کر دیا - اور پہاڑی راستے پھٹ کر گرنے^۳ والے ہو گئے -

دوسرے نے کہا : اطراف سے بارش برسانے والے بادل دکھائی دیے جو دس ماہ کی گابھن اونٹنیوں کی طرح آواز نکال رہے تھے اور آگ کے شعلے پھینک رہے تھے - ان کے نچلے حصے ایک دوسرے کے ساتھ چمٹے ہوئے تھے اور اوپر کے حصے بجلیاں چمکا رہے تھے - اس کے اطراف دور تک پھیلے ہوئے تھے اور پچھلے حصے ایک دوسرے کے پیچھے آ رہے تھے اور ان کے درمیانی حصے تو بر تو تھے - چنانچہ انہوں نے مغرب کو مشرق کے ساتھ ملا دیا - اور زور کی بارش کو عام بارش کے ساتھ - پھر یہ مسلسل برستے رہے ، لگاتار ایک کے بعد دوسری بوچھاڑ [۲۵۳ : ۳] چلی آ رہی تھی - چنانچہ سخت زمینوں پر پانی کھڑا ہو گیا اور ہموار زمینوں پر نہریں بہنے لگیں - سخت^۴ زمینوں کو حوض بنا دیا پھر یہ بارشیں رک گئیں ان کے آثار قابل تعریف تھے اور نرم^۵ زمینیں دل آویز تھیں -

تیسرے نے کہا : خدا کی قسم میرا خیال نہیں کہ وہ ابھی پانچ برس کی عمر کا بھی ہوا ہوگا - بولا : ایک درہم نکالو میں بیان

- ۱ - الحث : المتر قرق من الرمل -
- ۲ - العقید و العقد ما تعقد و تراکم من الرمل -
- ۳ - تداعیہ : تداعی العیظان : تہادست و تصدعت من غیر أن تسمقط -
- ۴ - اصائف : اصائف کی جمع ہے - وہ سخت زمین جہاں کچھ نہ اگتا ہو - نجد بہجتہ اثری نے صائفاء کی جمع لکھا ہے - وہ غلط ہے -
- ۵ - بلوغ الأرب میں خیار یا کے ساتھ ہے جس کے یہاں کوئی موزوں معنی نہیں بنتے - میں نے خیار بائے موحده کے ساتھ پڑھ کر ترجمہ کیا ہے - خبار نرم زمین -

کرتا ہوں۔ میں نے کہا : جب تک تو بھی ان کی طرح نہ کہے (اس وقت تک درہم نہ ملے گا)۔ اس نے کہا : میں وصف بیان کرنے میں ان دونوں پر غالب آ جاؤں گا اور انہیں بے چین اور بے قرار کر دوں گا۔ میں نے کہا : کہو جو کہتے ہو ، خدا تمہارا بھلا کرے ، چنانچہ اس نے کہا : جب ایک بڑا قبیلہ^۳ مایوسی اور حیرانی کے عالم میں تھا ، محتاجی کے ڈر سے ان پر خوف طاری ہو چکا تھا ، بارش ہو نہیں رہی تھی ، غم نے (ان پر) اپنے پر پھیلا رکھے تھے ، دلوں پر ناامیدی غالب آ چکی تھی لوگ بکثرت گناہوں سے توبہ کر رہے تھے۔ تو تیرے^۴ رب نے اپنے بندوں کو مصیبت سے نجات دلائی ، سفید بادل پہاڑ کی طرح کا اٹھا ، جو توبہ تو ہوا پھر سیاہ ہوا ، پھر اوپر کو اٹھا ، اور اٹھتا چلا گیا۔ یوں ہو گیا جیسے آسمان کے روبرو ایک اور آسمان ہو۔ یا اس زمین کی طرح تھا جسے فضا^۵ میں پھیلا دیا گیا ہو۔ اس نے اس کے بعد ہموار میدانوں پر زور دار بارش برسا دی۔ پست زمینوں کو پُر کر دیا۔ امید کو زندہ کر دیا اور قحط^۶ کو مار ڈالا یہ سب رب العالمین کی مہربانی تھی۔

۱ - بَدَّهٖ غَسَبَهُ و فَاقَتَهُ -

۲ - بلوغ الارب میں رصف صاد مہملہ کے ساتھ ہے۔ میں نے رصف ضاد معجمہ کے ساتھ پڑھ کر ترجمہ کیا ہے۔ رصف : گرم اور تپے ہوئے پتھر۔ محاورہ ہے ہو علی الرصف وہ بے چین و بے قرار ہے۔ لفظی ترجمے میں ان دونوں کو تپتے ہوئے پتھروں پر کھڑا کر دوں گا۔

۳ - الحاضر : الحسی العظیم - وهو جمع كما يقال حاجٌ للحُجَّاج -

۴ - اِرْتَحَّ اللهُ لَهُ بِرَحْمَتِهِ : اَنْقَذَهُ مِنْ بَلِيَّةٍ -

۵ - اسے لُـوَح - لام پر پیش پڑھیں - اللوح السہواء بیـن السَّمَاءِ و الْاَرْضِ -

۶ - الضَّرَاءُ : الْقَحْطُ -

اصمعی کہتا ہے : خدا کی قسم اس بچے نے میری تسلی کر دی ۔ میں نے ہر ایک کو ایک درہم دیا اور ان کا کلام لکھ لیا ۔

ابو حاتم اصمعی سے روایت کرتا ہے یعنی اصمعی کہتا ہے کہ میں نے ایک بدوی سے اس بارش کے متعلق سوال کیا جو خشک سالی کے بعد ان پر نازل ہوئی تھی ، تو اس نے کہا :

تمہارے رب نے ہمیں مصیبت سے نجات دلانی ۔ بعد اس کے کہ کئی قسم کے گمان مجھ پر غالب آچکے تھے اور دل میں مایوسی جاگزیں ہو چکی تھی ۔ لہذا اللہ نے نوعِ جبہہ کے وقت مشرق کی جہت سے ڈھال جتنا چھوٹا سا بادل کا ٹکڑا پیدا کیا پھر سورج کے اوپر اٹھنے تک یہ اکٹھا ہو گیا ۔ اس وقت سہینے کا آخر تھا ۔ یہاں [۳ : ۲۵۴] تک کہ جب یہ اوپر کو اٹھتے ہوئے اُفق پر بلند ہوا تو اس نے اپنی مطیع باد جنوب کو حکم دیا تو وہ آہستہ آہستہ چلنے لگ پڑی ، پھر اس کے بھی اطراف پھیل گئے ، اس کے کنارے سیاہ ہو گئے ، اس کا وجود اوپر کو اٹھا ، پھر درمیانی حصہ سیاہ ہو گیا ، پھر بادل میں سے پانی ٹپکنے لگا اور پچھلے حصے نے پہلے حصے کو اکسایا ، اس کے بعد اس کی بجلیاں منتشر ہو گئیں اور بجلیوں والے بادل یکے بعد دیگرے آنے لگے اور ان کی گرج کی آواز آنے لگی اس کے بعد اس کے اطراف (پانی کی کثرت کی وجہ سے) ڈھیلے پڑ گئے ۔ بہنے والے بادلوں نے ایک دوسرے کو دعوت دی ان کے پانی کے منبعے پھوٹ پڑے چنانچہ زمین ایک طبق کے مانند ہو گئی ۔ اس نے پانی اور بارش برسائی ۔ یہ بارش عام تھی ، اتنی ہوئی کہ کافی ہوئی ۔ اس نے دوبارہ ہموار زمینوں کو پانی دیا اور پست زمینوں پر پانی کھڑا کر دیا ۔ بادل پہاڑوں کے تنگ دروں کو بہا کر لے گیا اور

۱ - العین : الشمس -

۲ - تَرَجَّلَ : ارتفع -

۳ - نَسَمَتِ الرِّيحُ هَبَّتْ هَبْوِيَا رُوَيْدًا -

نالے بھر دیے۔ لہذا شکر ہے اس خدا کا جس نے ہماری بدی کا بدلہ نیکی سے دیا اور ہمارے ظلم کی جزاء مغفرت سے دی۔

اسی طرح اس نے عبد الرحمن سے اور عبد الرحمن نے اپنے چچا سے روایت کیا ہے ، وہ کہتا ہے : میں نے بنی عامر بن لؤی بن صعصعہ کے ایک بدوی کو بارش کی تعریف کرتے ہوئے سنا۔ اس نے کہا : نَوَّءِ غَفْرٍ مِیْنِ شَامِ كَے وقت ایسا بادل اٹھا جو زمین سے قریب اور افق کی جانب تھا۔ ہنستا ہوا اور چمکتا ہوا ، پھر نہایت تیزی کے ساتھ کیا ہوا کہ ہوا کے تمام اطراف اس سے پُر ہو گئے اور اس نے آسمان کو چھپا دیا۔ اس کے بعد یہ گھنا ہوا ، پھر تو برتو ہو گیا۔ اس کے ڈھیر بنے اور پھر سیاہ ہو گیا اور اوپر کو اٹھا اور پھیل گیا۔ اس کے بعد ہوا نے اسے ہانکا تو اس نے آواز [۳ : ۲۵۵] نکالی۔ چنانچہ بجلی پے در پے (چمکنے لگی) گرج کی آواز آنے لگی۔ بادل پھٹنے لگا اور تین دن تک مسلسل متحیر ہو کر زور سے برستا رہا۔ اس کے پستان پُر تھے ، بوچھاڑ بڑی تیز تھی ، اس بادل کے حصے ایک دوسرے کے ساتھ ٹکرا رہے تھے۔ پھر ختم ہوتے ہوئے اس نے الوداع کہا ، مگر پھر برسنا بند کر کے تہامہ کی جانب روانہ ہو گیا۔ اس کی آزمائش قابل تعریف تھی ، حوض پُر ہو چکے تھے۔ اس کے احسان کا شکر یہ ادا کیا گیا اور یہ (سب کچھ) خدا کی مہربانی سے ہوا۔

اسی طرح اس نے اپنی سند کے ساتھ بنی الحارث بن کعب کے شیخوں سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں : مذحج کے علاقے میں خشک سالی ہوئی تو انہوں نے گھاس اور پانی تلاش کرنے والے روانہ کر دیے

- ۱ - إِذْ لَمَّتِ الضُّحَى : انْبَسَطَتْ -
- ۲ - هَثَّتِ السَّحَابَةَ بِقَطْرِهَا : أَرْسَلَتْهُ شَدِيداً -
- ۳ - دَفَعَهُ ، الدَّفْعَةُ : الدَّفْقَةُ مِنَ الْمَطَرِ -
- ۴ - أَنْجَمَتِ الْحَرْبَ : أَنْتَهَتْ -
- ۵ - ملاحظہ ہو امالی قالی : ۱ : ۱۷۸ - ۱۸۰ -

ہر قبیلے میں سے ایک آدمی تھا - چنانچہ بنو زبید نے ایک رائد (گھاس اور پانی کی تلاش کرنے والا) بھیجا - جُعِيفَتِي نے بھی ایک رائد بھیجا نزع نے بھی ایک رائد بھیجا ، جب یہ رائد واپس آئے تو بنی زبید کے رائد سے کہا گیا : کیا خبر ہے ؟ اس نے کہا : میں نے ایک ایسی زمین دیکھی ہے جس کے خطوں میں گھاس اگنا شروع ہو گیا ہے - جہاں ۲ جہاں پانی جمع ہو گیا ہے اور ٹپک رہا ہے ، وہاں کی پست زمینیں گھاس سے ڈھکی ہوئی ہیں اور اس کے پانی کے بہنے کی جگہیں بنس رہی ہیں - یہ وعدہ کرتی ہے اور اپنے وعدے کو پورا کرنے کی خوب اہل ہے ، یہاں کی زمین یہاں کی بارش سے خوش ہے - جُعِيفَتِي کے رائد سے پوچھا گیا : کیا خبر ہے ؟ اس نے جواب دیا : میں نے ایسی زمین دیکھی ہے جہاں بارش ۳ نے اس کے تمام اطراف کو مجتمع کر دیا ہے - پھر وادی کے اطراف میں گھاس اگ آیا ہے ، وہاں کی سخت زمینیں نرم ہو گئیں لہذا اس کے گہرے علاقے نرم دار ۴ ہیں اور اونچے علاقوں میں بھی بہت پانی ہے ، وہاں کے باغات باقاعدہ منظم ہیں - وہاں کی نرم زمین بہت ہی نرم ہے ، جو وہاں چلے گا اس کے پاؤں دھس جائیں گے - [۲۵۶ : ۳] وہاں کا مویشیوں کا مالک خوش ہے - جس کے پاس کم

۱ - أوشمت الارض : اذا بدا فيها نبات -

۲ - نِقَاع : اس کا مفرد نَقَع ہے والنقع : محبس الماء والنقع : الارض الحُرَّة الطين يستنقع فيها الماء -

۳ - السماء : المطر ها هنا : يرید ان المطر جاد بها فطال النبات فصار المطر كأنه قد جمع اطرافه -

۴ - نرم دار ہونے سے مراد یہ ہے کہ صحت مند نہیں - اسے جَوَّخَ الْاَضْوَجَ پڑھیں - بلوغ الارب میں خَوْخ ہے : جَوَّخَ السَّيْلُ الْوَادِي تَجْوِيحًا اِذَا كَسَرَ جَنَّ بَتِّيَّهٖ وَهِيَ الْوَادِي وَخَوْخُ الْوَادِي مَنَعَطْفَهٗ..... وَ قَيْلٌ : هُوَ اِذَا كُنْتَ بَيْنَ جَمَلَيْنِ مُتَضَائِقَيْنِ ثُمَّ اتَّسَعَ -

مال ہے وہ کف افسوس مل رہا ہے ۔ نخعی سے پوچھا گیا : کیا خبر ہے ؟ اس نے کہا : طغیانی کی وجہ سے زمین چھٹی ہو گئی ہے ، سبزے کی کثرت کی وجہ سے (یوں تاریک معلوم ہو رہی ہے) جیسے رات اور آب رواں مسلسل رواں ہیں ۔ وہ مقامات بھی جہاں بارش نہیں ہوئی سیراب ہو گئے ہیں ، وہاں کی سخت زمینیں نرم ہو گئی ہیں ۔ وہاں کی ریت جم گئی ہے ، چنانچہ جو رائد وہاں جاتا ہے اسے پسند کرتا ہے اور جو چرواہا وہاں جاتا ہے اسے بدبضمی ہو جاتی ہے (گھاس کی کثرت کی وجہ سے) وہاں نہ کوئی کنکر (دکھائی دیتا) ہے اور نہ پتھر تپتے ہیں ، جو چرواہا جانوروں کو لے کر دور چلا جائے اسے کوئی ڈر نہیں ہوتا اور جو وہاں آتا ہے اسے دوٹی روک نہیں سکتا ۔ لہذا جو جگہ نخعی نے تلاش کی تھی انہوں نے اسی کو پسند کر لیا ۔

اس نے اپنے چچا سے اور چچا نے ابن الکلبی سے روایت کیا ہے کہ ابنة الخس ایادیہ کی قوم کے تین شخصوں نے اس سے شادی کرنا چاہی ۔ ابنة الخس کو ان کا نسب اور خوبصورتی پسند آئی ۔ مگر اس نے ان کی عقلوں کی گہرائی معلوم کرنا چاہی لہذا اس نے کہا : میں چاہتی ہوں کہ تم میرے لیے چراگاہ تلاش کر لاؤ ، جب وہ (تلاش کر کے) آ گئے تو اس نے ان میں سے ایک سے کہا : تو نے کیا دیکھا ہے ؟ اس نے جواب دیا : میں نے لمبی گھاس بھی دیکھی ہے اور چھوٹی گھاس بھی ۔ کثرت سے بہتا ہوا پانی بھی دیکھا ہے کہ (اس کی سر سبزی کی وجہ سے) جاہل اسے رات خیال کرنے لگے ۔ ابنة الخس نے کہا : تو سر سبز زمین میں گیا ہے ۔ دوسرے نے کہا : میں نے دیر تک رہنے والی بارش کے بعد ایک اور دیر تک رہنے والی بارش دیکھی ہے جو ان مقامات پر پڑی ہے جہاں حال ہی میں موسم بہار کی پہلی بارش ہو چکی تھی چنانچہ

۱ - العہاد : مواقع الوسمی من الارض و قال بعضهم : العہاد :
الحدیثۃ من الامطار (لسان عہد) ۔

بوڑھی اونٹنی بکری کے لیلے سے پہلے ہی سیر ہو جاتی ہے۔ تیسرے نے کہا: میں نے بہتات سے ترو تازہ گھاس دیکھی ہے جس کی ایک دوسرے کے اوپر کئی تھیں لگی ہوئی ہیں اور وہ اتنی ہوئی ہیں جتنی بنی سعد کی عورتوں کی رائیں، بوڑھی اونٹنی دوڑتی دوڑتی ہی اس سے سیر ہو جاتی ہے۔ [۲۵۷: ۳] ابو حاتم سے روایت ہے اور اس نے ابو عبیدہ سے روایت کیا ہے وہ کہتا ہے کہ نعمان ایک دن بارش کے بعد نکلا تو اسے ایک اونٹنی پر سوار ایک بدوی ملا۔ نعمان کے حکم سے اس بدوی کو لایا گیا نعمان نے اس سے پوچھا: تو اپنے پیچھے زمین کو کس حالت میں چھوڑ کر آیا ہے؟ بدوی نے کہا: کھلی زمینیں سر سبز ہیں۔ بعض جگہوں پر پانی بہ رہا ہے، بعض دشوار گزار ہیں، یہ اپنے پہاڑوں کی وجہ سے اپنی جگہ پر قائم ہیں اور اپنے بوجھوں کو اٹھائے ہوئے ہیں، نعمان

۱ - الفطیمة : الشاة اذا فطمت - کیونکہ گھاس بڑی ہے اس لیے اونٹنی تو ایک ہی جگہ پر کھڑی کھڑی چرتی رہتی ہے اور سیر ہو جاتی ہے مگر لیلہ چھوٹی گھاس تلاش کرتا رہتا ہے۔ لسان العرب میں ہے: فَسَّرَهُ، ثَعْلَبٌ فَقَالَ مَعْنَاهُ: هَذَا النَّبْتُ قَدْ عَلَا وَطَالَ فَلَ تَدْرِكُهُ الصَّغِيرَةُ لَطْوَاهُ وَبَقِيَ مِنْهُ اسَافِلُهُ فَنَالَتْهُ الصَّغِيرَةُ۔

۲ - فَيَسَّحُ - محمد بہجہ اثری نے اسے فَيَسَّحُ کی جمع فیح سمجھ کر اس کے معنی ”الوامعة“ تحریر کیے ہیں مگر یہاں صحیح لفظ فَيَسَّحُ ہے۔ لسان العرب میں ہے: الفَيَسَّحُ خِصْبُ الرَّبِيعِ فِي سَعَةِ الْبِلَادِ وَالْجَمْعُ فَيَسُّوحٌ۔

۳ - بلوغ الارب میں منشوطہ بجمہالہا ہے اسے منشوطہ (ثناء کے ساتھ) پڑھیں۔ لسان العرب (ن ث ط) میں ہے: وَ فِي الْحَدِيثِ: كَانَتْ الْأَرْضُ تَمُوجُ وَ تَمِيدُ فَوْقَ الْمَاءِ فَتَشْطُّهَا اللَّهُ بِالْجِبَالِ فَصَارَتْ لَهَا أَوْتَاداً وَ فِي الْحَدِيثِ أَيْضاً كَانَتْ الْأَرْضُ هَيْفَةً فَتَنْشَطُّهَا اللَّهُ بِالْجِبَالِ أَيْ أَثْبَتَتْهَا وَ ثَقَّلَتْهَا - - - وَ نَشَطَّ الشُّيْ نَشُوطاً: مَكَنَ وَ نَشَطَّتْهُ: سَكَنَتْهُ، - ابن الأعرابي: النَّشَطُ: التَّثْقِيلُ وَ مِنْهُ خَبْرُ كَعْبٍ: إِنْ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَمَّا مَدَّ الْأَرْضَ مَاوَتَ فَتَنْشَطُّهَا بِالْجِبَالِ أَيْ شَقَّهَا فَصَارَتْ كَالْأَوْتَادِ لَهَا وَ نَشَطَّتْهَا بِالْأَكَامِ فَصَارَتْ كَالْمَثْقَلَاتِ هَاهُنَا

نے کہا : میں نے تو تجھ سے سماء (بارش) کے متعلق پوچھا ہے ، بدوی نے کہا : سماء (آسمان) بلند ہے ، اور ستونوں اور طنابوں کے بغیر ہی اوپر کو اٹھا ہوا ہے ، اس کے دن اور رات یکے بعد دیگرے آتے ہیں اور سورج اور چاند باری باری نکلتے ہیں ۔ نعمان نے کہا : میں تم سے یہ نہیں پوچھ رہا ۔ بدوی نے کہا : جو چاہو پوچھ لو ۔ نعمان نے کہا : کیا زمین پر بارش برسی ہے ؟ اس نے کہا : ہاں ، بارش مسلسل تین دن ایک ہی حالت میں برستی رہی ، چنانچہ اس نے زمین کو تر^۲ کیا اور خوب^۳ تر کیا ، اور اتنی بارش ہوئی کہ ٹخنوں تک پانی آ گیا ۔ اس کے بعد میں اپنی قوم کے علاقے سے نکل کر اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا دیکھا تو بارش مسلسل ہو چکی تھی اور درمیان میں کوئی ایسی زمین نہ تھی جہاں بارش نہ ہوئی ہو ۔ تا آنکہ میں عشار کے مقام پر جا کر اترا ، اب تمام اطراف سے بادل جمع ہو گئے ، اور ایسا سیلاب آیا کہ جس کا بڑا شور اور زور دار آواز تھی چنانچہ اس نے تمام نشانات مٹا دیے ۔ کنوئیں بھر دیے بلند درختوں کو کاٹ ڈالا (جس کی وجہ سے) گھروں میں رہنے والے گھروں کے اندر بند ہو گئے اور مسافر سفر کرنے سے رک گئے پھر جب بادل پھٹے تو (پتا چلا کہ) اس نے کسی کو نفع پہنچایا تھا اور کسی کو نقصان ۔ اس کے بعد جب مجھے ہموار زمینیں سیدھی^۴ دکھائی دیں اور پست زمینوں میں راستے واضح ہو گئے اور آسمان کے اطراف سے

- ۱ - لسان میں ہے : أغمطت السماء و اغبطت : دام مطرھا ۔ رھوآ : افعل هذا رھوآ ای سا کنا علی ہینتک ۔
- ۲ - تَرَى التربة بَلَّهًا و تَرِيَّتُ الموصنع تثرية اذا رششته بالماء و كل ما نَدَّيْتَهُ ، فقد تَرِيَّتَهُ ۔
- ۳ - أَرزَغَ المَطَرُ الارض اذا بَلَّهًا و بالغَ ولم يَسِيلْ و أَرزَغَ المَطَرُ كان منه ما يبطل الارض ۔
- ۴ - إِتْلَابُ الشئى إِتْلَابًا : استقام و قيل : انتصب ، و اتْلَابُ الشئى و الطريق : امتدَّ و استوى ۔

بادل غائب ہو گیا تو مجھے غاروں کے سوا کوئی جائے پناہ نہ ملی ۔ پھر بچو کو گھسیٹنے والی (بارش) غائب ہو گئی ، اس نے میدانوں کو سمندر بنا دیا جس میں موجیں تھپیڑے کھا رہی تھیں ، سخت زمینیں گھاس پھوس سے ڈھکی ہوئی تھیں ، وحشی جانور ہر طرف گرے پڑے [۳ : ۲۵۸] تھے ۔ چنانچہ ان مقامات میں چلتا رہا جہاں بارش ہوئی تھی اور پانیوں میں گھستا رہا یہاں تک کہ تمہارے علاقے میں آ گیا ۔

ابو حاتم سے روایت ہے اور ابو حاتم ابو عبیدہ سے روایت کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ ایک بدوی کچھ حاجیوں کے پاس جا کر ٹھہر گیا اور کہا : اے میری قوم ! میری حالت ظاہر ہے ۔ جس بات نے مجھے تم سے مانگنے پر مجبور کیا ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں کچھ عرصہ تک بارش نہ ہوئی پھر بادل امنڈ آئے اور سفید بادل اُٹھے ۔ پھر بغیر پانی کے بادل سیاہ ہوئے اس کے ابتدائی حصے گرجے ، ہم نے کہا : اب کے سال موسم بہار کی پہلی بارش جلد ہی آگئی ہے اور اس کی بارش قابل تعریف ہے ۔“ پھر اس پر باد شمال چلی اور بادلوں کی ٹکڑیاں بلند ہوئیں اور تو بر تو بادلوں کے ٹکڑے پھٹ گئے ۔ اس کے بعد مسلسل بجلی چمکتی رہی چنانچہ ہم اپنی آنکھوں سے اسے دیکھتے اور دیکھنے والے اسے پانے تھے ۔ باد جنوب نے اس کا پانی نکال لیا چنانچہ ہمارے قبیلے نے بہت سرعت سے خیمے اکھیڑ کر اس جانب رخ کیا ہم نے اپنے اونٹوں کو چرنے کے لیے وہاں چھوڑ دیا ، یہ مقام مضر صحت تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اونٹ ہلاک ہو گئے ، ہمارا برا حال ہو گیا ، لہذا اللہ اس شخص پر رحم کرے جو خوراک کی سخاوت کرے یا نیکی کی طرف رہنمائی کرے ۔

ابو حاتم نے العتبی سے روایت کیا ہے وہ کہتا ہے کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ حجاج نکل کر ہمارے اس علاقے میں آ گیا ، وہاں اسے کچھ بدوی ملے جو خوراک لینے کے لیے وہاں آئے

۱ - الظہر : طریق البر ۔

تھے - حجاج نے پوچھا : تم نے اپنے پیچھے کیسی بارش چھوڑی ہے - اس پر ان کے آدمی نے کہا : جب ہم مشلل کے مقام پر تھے تو بارش اتر آئی - بارش کے قطرے اس قدر بڑے تھے - جس قدر زمین پر پاؤں کے پڑنے کی جگہ ہو اور یہ وہ جگہ تھی جہاں سے آگے ریت کا درخت نہیں اُگ سکتا (یعنی میدانی علاقہ ختم ہو گیا تھا) اور اس کے ساتھ ہلکی ہلکی مگر [۳ : ۲۵۹] مسلسل بارش تھی جس میں آواز تھی - اس کے باوجود اس کی نمی^۱ سینڈھ تک پہنچ گئی تھی اور اس میں پاؤں ڈوب^۲ جاتے تھے - اس کے بعد اور بارش آئی جو اس سے قدرے بہتر تھی اس کا پانی نرم اور ان اونچی زمینوں پر بہتا جو پانی کو کم^۳ جذب کرتی ہیں - پھر جب ہم حضر کے بالمقابل پہنچ گئے تو بہت عمدہ بارش آئی جس نے جوہڑ^۴ بھر دیے - اس پر حجاج زیاد بن عمرو العتکی کی طرف متوجہ ہوا اور کہا : یہ بدوی کیا کہہ رہا ہے ؟ زیاد نے کہا : مجھے کیا معلوم کہ یہ کیا کہہ رہا ہے ، میں تو صرف تلوار اور نیزہ چلانا جانتا ہوں - حجاج نے کہا : بلکہ

۱ - بہجہ اثری نے یعضد کے معنی یکسر و یصرم کیے ہیں مگر میرے نزدیک یہ معنی یہاں چسپاں نہیں ہوتے - لسان العرب میں ہے :
أَعْضَدَ الْمَطَرُ وَعَضَّدُ : بَلَغَ ثَرَاهِ الْعَضْدُ (وَعَضْدُ كُلِّ شَيْءٍ مَا شُدَّ حِوَالِيهِ مِنَ الْبِنَاءِ وَغَيْرِهِ كَالصَّفَائِحِ الْمَنْصُوبَةِ حَوْلَ شَفِيرِ الْحَوْضِ) -

۲ - أَصَابَ الْأَرْضَ مَطَرٌ فَرَسَّغَ أَيْ بَلَغَ الْمَاءُ الرُّسْغَ - - - - وقيل رَسَّغَ الْمَطَرُ : كَثُرَ حَتَّى غَابَ فِيهِ الرُّسْغُ -

۳ - الزهيدة : محمد بہجہ اثری نے اس کے معنی حقیرہ کیے ہیں اور یہ معنی غلط ہیں - لسان العرب میں ہے : وادٍ زهيد قليل الاخذ من الماء - - - - ابن شميل : الزهيد من الأودية القليل الاخذ للماء -

۴ - بلوغ العرب میں الاخذ دال سہملہ کے ساتھ ہے - اسے الاخذ ذال معجمہ کے ساتھ پڑھیں : لسان العرب میں ہے : والاخذ : الغدُر وقيل : الاخذ واحد والجمع آخذ نادر -

تو تو چپو چلانا اور (جہاز کے) رے باندھنا بھی جانتا ہے۔ زمین کو کھودو^۱۔ زیاد زمین کو کریدنے لگا اور وہ یہ کہے جا رہا تھا : میں نے وہ وقت بھی دیکھا ہے جب مصعب مجھے ایک لاکھ (درہم) دے رہا تھا اور اب میں حجاج کے سامنے زمین کھود رہا ہوں۔

عبدالرحمن سے مروی ہے اور وہ اپنے چچا سے روایت کرتا ہے ، وہ کہتا ہے کہ ابو مجیب کا بیان ہے اور وہ بنی ربیعہ بن مالک کا ایک بدوی تھا۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ ہم ایک ایسی زمین میں تھے جہاں بارش^۲ نہ ہوئی تھی۔ خشک سالی^۳ کا دور دورہ تھا۔ درخت سوکھ رہے تھے ، یہ زمین سخت اور مرتفع علاقے میں تھی۔ ابھی ہم اسی حالت میں تھے کہ یکایک اللہ تعالیٰ نے بادل بنا دیے جو ابتدا میں گولائی میں تھے ، جن کے سونہوں سے پانی ٹپک رہا تھا۔ جن کے قطرے موٹے تھے اور خوب برس رہے تھے۔ یہ بارش نشو و نما دینے والی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ہارے لیے رزق بنا کر نازل کیا تھا۔ اس سے ہارے اونٹ زندہ ہو گئے اور ہارے راستے ایک دوسرے سے مل گئے۔ جب بارش نازل ہوئی تو ہم ایسی بلند جگہ پر تھے جہاں پانی نہ پہنچ سکتا تھا۔ اس جگہ کے اطراف دور تک چلے گئے تھے۔ یہ بارش کثرت سے برسی یہاں تک کہ ہم نے دیکھا کہ ہم پانی آسماں اور مقام طلح کے حوضوں کے

۱۔ بلوغ الارب میں : اسبح ہے میں نے اسبح پڑھ کر ترجمہ کیا ہے :
حَفَرُوا فَأَسْبَخُوا : بلغوا السباخ ، تقول حَفَرٌ بِيْرًا فَأَسْبَخَ
إذا انتهى إلى سَبِيخَةٍ۔

۲۔ عجناء : جہاں بارش نہ ہوئی ہو۔ بہجہ اثری نے اس کے معنی :
لانبات بها دے ہیں اور یہ معنی یہاں غلط ہیں۔

۳۔ بلوغ الارب میں اعسم ہے اسے اعشم شین معجمہ کے ساتھ پڑھیں
لسان العرب (ع ج ف) میں ہے ومنه قول الرائد و جدت ارضاً
عجناء و شجراً اعشم قد شارف اليبس والبيود۔

۴۔ بلوغ الارب میں غیر السماء والماء ہے مگر لسان العرب (ہرمع) میں
مانرى عين السماء من الماء ہے۔

سوا کچھ نہ دیکھ سکتے تھے - سیلاب بلند زمینوں سے ٹکرایا اور وادیوں [۳ : ۲۶۰] کو پر کر دیا اور ایسا پر کر دیا کہ کوئی مقام خالی نہ رہا - ابھی صرف دس دن ہی گزرے تھے کہ ہم نے اس جگہ کو ایک شاداب باغ پایا -

عبدالرحمن سے مروی ہے اور وہ اپنے چچا سے روایت کرتا ہے - چچا کہتا ہے کہ ایک بدوی نے بجلی دیکھی اور اس نے اپنی بیٹی سے کہا : ذرا دیکھنا کہ یہ کہاں (پڑتی) دکھائی دیتی ہے - بیٹی نے کہا :

أَنَّاخُ بِيذِي بِقَرِّ بَرِّ كَهْ
كَأَنَّ عَلِيَّ عَضُدَيْهِ كِتَافًا

اس نے اپنا سینہ ذی بقر کے مقام پر جا کر رکھ دیا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے دونوں بازوؤں کو رسی سے جکڑ دیا گیا ہے

اس نے پھر کہا : لوٹ کر پھر دیکھو - تو بیٹی نے کہا :

نَجَّتْهُ الصَّبَا وَ مَرَّتْهُ الْجَنُّو
بُ وَ انْتَجَفَّتْهُ السَّمَاءُ انْتِجَافًا

باد صبا نے اسے پھیرا اور با جنوب نے اس کا پانی نکالا اور آسمان نے اس کو بالکل خالی ہی کر دیا

۱ - یہ شعر بلوغ الارب میں اسی طرح ہے اور ”مباء“ کے لفظ سے

معنی درست نہیں بنتے - لسان العرب میں مباء کی جگہ الشہال دیا ہے

اور وہی درست ہے - یہ شعر لسان العرب میں یوں ہے

مَرَّتْهُ الصَّبَا وَ رَفَّتْهُ الْجَنُّو
بُ وَ انْتَجَفَّتْهُ الشَّمَالُ انْتِجَافًا

انْتَجَفَّ الشَّيْءُ : اسْتَخْرَجَهُ يَقَالُ انْتَجَفَّ إِذَا اسْتَخْرَجَ أَقْصَى

سَا فِي الضَّرْعِ مِنَ اللَّبَنِ وَ انْتَجَفَّ الرِّيحُ السَّحَابَ إِذَا

اسْتَفْرَغَتْهُ -

اور اس نے اپنی سند سے اصمعی سے روایت کیا ہے۔ اصمعی کہتا ہے کہ ایک نابینا بدوی تھا ، اس کی بیٹی کے آگے آگے چل کر اس کی رہنمائی کر رہی تھی ، اپنی تھوڑی سی بکریاں بھی چرا رہی تھی بیٹی نے بادل دیکھا اور کہا : ابا ! بادل آگئے ، اس نے کہا : تو اسے کیسا دیکھ رہی ہے ؟ بیٹی نے کہا : جیسے کوئی سیاہ گھوڑی اپنی جل گھسیٹے جا رہی ہو۔ باپ نے کہا : اپنی بکریاں چرائے جا ، کچھ دیر تک وہ بکریاں چراتی رہی پھر کہا : ابا ! بادل آگئے۔ باپ نے کہا : تو اسے کیسا دیکھتی ہے ؟ بیٹی نے کہا : جیسے یہ اس اونٹ کی آنکھ ہو جو ایک جگہ پر نہ چرتا ہو۔ باپ نے کہا : اپنی بکریاں چرائے جا۔ وہ پھر کچھ دیر تک بکریاں چراتی رہی۔ پھر کہا ابا بادل آ گیا۔ باپ نے کہا : تو اسے کیسا دیکھتی ہے ؟ بیٹی نے کہا : یہ پھیل کر سفید ہو گیا ہے۔ باپ نے کہا : اپنی بکریوں کو کہیں داخل کر لے۔ اصمعی کہتا ہے : اس کے بعد ایسی بارش آئی جس نے کھیت کی کونپلیں نکالیں اور اسے سر سبز و شاداب کر دیا۔

اور ابو الفرج اصبہانی نے اغانی^۱ میں اپنی سند سے بیان کیا ہے، وہ کہتا ہے کہ زہیر بن جناب الکابی کا قصہ یہ ہے کہ اس نے لمبی عمر پائی یہاں تک کہ اس کی عقل جاتی رہی۔ اب وہ بادلوں کی طرح نکل جاتا اور اسے کچھ پتا نہ ہوتا کہ کہاں جا رہا ہے اس کے گھر کی کوئی عورت یا کوئی بچہ اس کے پیچھے جاتا اور اسے واپس لے آتا اور اس سے کہتا : مجھے ڈر ہے کہ کہیں تجھے بھیڑیا نہ کھا لے۔ تو کہاں جا رہا ہے ؟ چنانچہ ایک دن زہیر نکلا اور اس کے پیچھے اس کی ایک بیٹی بٹی جا پہنچی اور اسے واپس لے آئی۔ جب لوٹا تو شتر مرغ کے بچے کی طرح لڑکھڑاتا ہوا آیا۔ اور موسم گرما میں ان کے یہاں بادل آئے جس سے ہلکی سی بارش ہو گئی ، اس کے بعد زور^۲ کی بارش آئی ، اور

۱ - ملاحظہ ہو اغانی : ۱۸ : ۳۰۶ -
 ۲ - بلوغ الارب میں غیث منکر دیا ہے مگر اغانی میں منکر کا لفظ نہیں ہے۔

اس میں اس نے ایک غیر معروف سی آواز سنی تو کہا : بیٹی ! یہ کیا ہے ؟ بیٹی نے جواب دیا : ایک خوفناک بادل ہے ، اگر گھر [۳ : ۲۶۱] پہنچنے سے پہلے بارش ہو گئی تو ہم تباہ ہو جائیں گے ۔ اس نے کہا : اس کی صفت بیان کرو ۔ بیٹی نے کہا : میں اسے وسیع اور چوڑا دیکھتی ہوں وہ اب پانی کو زیادہ دیر تک برداشت نہیں کر سکتا اور منہ کے بل گرنے کو ہے ۔ اس کا دامن اڑ رہا ہے اور آوازیں آرہی ہیں یوں اوپر کو اٹھ رہا ہے جس طرح وہ پرندہ اٹھتا ہے جس کے پر ٹوٹ گئے ہوں ۔ اس پر سیاہ چادر کے ٹکڑے سے دکھائی دیتے ہیں اور یہ سیاہ رات کی طرح تاریک ہے اور آگ کے شعلوں کی طرح بجلیاں چمکا رہا ہے ۔ پرندے اس سے دور ہٹ رہے ہیں اور حشرات الارض اس سے بھاگ کر پناہ لے رہے ہیں ۔ زہیر نے کہا : بیٹی ! پیشتر اس کے کہ ہارا نام و نشان ہی باقی نہ رہے کسی پناہ گاہ میں جلدی سے لے چل ۔ اس فن کے ضمن میں بہت سے اشعار بھی منقول ہیں ہمدانی کی جزیرۃ العرب میں اس قسم کے بہت سے اشعار مرقوم ہیں ، اللہ ہی توفیق دینے والا ہے ۔

اور ان کے علوم میں سے ایک

علم القیافہ اور علم العیافہ

ہے ۔ یاد رکھیں کہ قیافہ کی دو قسمیں ہیں : قیافۃ الاثر (پاؤں کے نشان کو دیکھ کر قیافہ لگانا) ۔ اسے عیافہ بھی کہتے ہیں اور قیافۃ البشر (خد و خال وغیرہ کو دیکھ کر قیافہ لگانا) ۔ رہا عیافہ تو یہ وہ علم ہے جس کے ذریعے نقش قدم کا باہمی مقابلہ کرنے کے لیے انسان کے قدموں اور

۱ - بلوغ الارب میں ینھض نہض الکسیر ہے مگر اغانی میں ینھض نہض الطیر الکسیر ہے ۔

۲ - لسان العرب میں ہے : السیجستان : الطیۃ السود واحدھا ساج ۔

بھیڑ بکری اور گھوڑے وغیرہ کے سموں کے نشانات کی جستجو کرنے کے متعلق بحث کی جاتی ہے۔ نقش قدم وہ ہوتا ہے جو ایسی زمین میں جس میں ریت نہ ہو پاؤں کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اس علم کا نفع واضح ہے۔ کیونکہ اس علم کے ذریعے سے قیافہ شناس بھاگے ہوئے انسان اور گم شدہ جانور کو اس کے نقش قدم اور ٹانگوں کے نشان کو تلاش کر کے اپنی بینائی، خیال اور حافظہ کی طاقت کے ذریعے پا لیتا ہے۔ یہاں تک کہ بیان کیا جاتا ہے کہ بعض قیافہ شناس جوان اور بوڑھے، عورت اور مرد، باکرہ اور شادی شدہ عورت کے نقش قدم میں امتیاز کر لیتے ہیں۔

قیافۃ البشر میں دو شخصوں کے اعضاء کی ہیئت و صورت سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ دونوں شخص نسب، ولادت اور دیگر حالات اور اخلاق میں باہم شریک اور مستجد ہیں۔ ابو القاسم الاصفہانی نے کتاب الذریعہ میں اس کی مختصراً اور بھی تشریح کی ہے چنانچہ وہ کہتا ہے: قیافہ دو قسم کا ہوتا ہے ایک میں نقش قدم کی تلاش کے ذریعے قیافہ کیا جاتا ہے اور اسی نقش قدم کے ذریعے راہ رو کا پتا چلایا جاتا ہے۔ دوسرا قیافہ یہ ہے کہ انسانی ہیئت اور شکل کے ذریعے اس کے نسب کا پتا چلایا جائے۔ اور عربوں میں سے بنو مدلیج اور بنو لمہب قیافہ بشریہ کے ذریعے [۳: ۲۶۲] استدلال کرنے میں مشہور تھے۔ ان کو یہ خصوصیت ان کی طبعی مناسبت کی وجہ سے حاصل تھی، کسی تعلیم و تعالیم کی وجہ سے نہ تھی۔ اصفہانی کہتا ہے: اللہ تعالیٰ نے عربوں کو اس علم کے ساتھ اس لیے مخصوص کیا کہ ان کی عورتیں ان افعال سے باز رہیں جو ان کے نسب میں طعن، ان کے غیر خالص ہونے اور ان کے بیچوں اور کھیتوں کے فساد کا سبب بنیں۔ اس سے ان کے نسب کو محفوظ رکھنا مقصود تھا اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے نسب کو اس طریق پر محفوظ رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا (اور ہم نے تم کو شعوب اور قبائل بنایا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو) یعنی تاکہ تم ایک دوسرے کی اصل معلوم کر کے ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بیان ختم ہوا۔ اسی قسم کی بات کسی فلسفی نے بھی کہی ہے۔

یہ علم اٹکل اور تخمینے سے حاصل ہوتا ہے۔ استدلال اور یقین سے حاصل نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ علم درس و تدریس سے حاصل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نہ اب اور نہ قدیم زمانے میں اس فن میں کوئی کتاب تصنیف کی گئی۔ آج کل بھی نجد کے بعض عرب قبائل میں قیافہ پایا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ بنو مرہ کے لوگوں کو سب سے زیادہ علم قیافہ حاصل ہے۔ بعض ثقہ لوگوں نے جنہوں نے نجد کے علاقے کا سفر کیا ہے بیان کیا ہے کہ اس قبیلے کے بہت سے لوگ ایسے ہیں جو نقش قدم کو دیکھ کر کہہ دیتے ہیں کہ یہ فلاں اور فلاں کا نقش قدم ہے اور یہ فلاں اور فلاں شخص کے اونٹ کے پاؤں کا نشان ہے اور یہ نشان قدم ان لوگوں کا ہے جو فلاں علاقہ میں نہیں گئے اور یہ وہ لوگ ہیں جو فلاں و فلاں علاقہ سے آ رہے ہیں۔ اور کسی ایک بات میں بھی غلطی نہ کرتے تھے۔ میں نے سنا ہے کہ ایک بدوی کے گدھے کو چور چرا کر لے گئے اور وہ گدھے کے نشان قدم کے پیچھے پیچھے ہو لیا حتیٰ کہ وہ حیلہ میں جا پہنچا اور وہ اس کی تلاش میں تھا تاآنکہ بہت سے گدھوں کے پاؤں کے نشانات میں اسے اپنے گدھے کا نشان مل گیا۔ اسی طرح وہ متعدد شخصوں کو دیکھ کر کہہ دیتے تھے کہ فلاں فلاں کا بیٹا ہے اور فلاں فلاں کا بھائی ہے اور فلاں فلاں کا رشتہ دار ہے۔ اگر کوئی اجنبی شخص ان میں ہوتا تو وہ یہ بھی بتا دیتے کہ فلاں اجنبی ہے۔ اہل مکہ میں بھی بعض لوگ ایسے ہیں جو اس علم میں اہل نجد کے لگ بھگ ہیں، چنانچہ ان میں اکثر لوگ عراقی اور شامی، مصری اور مدنی اور عربی اور عجمی میں امتیاز کر لیتے ہیں خواہ یہ اپنے (مخصوص) لباس اور اپنی ہیئت میں نہ بھی ہوں۔ اس سلسلے میں بہت سی حکایت بیان کی جاتی ہیں اگر یہ حکایات تواتر کی حد تک نہ پہنچی ہوتیں تو ہم یہ کہہ دیتے کہ ایسا ہونا تقریباً ناممکن ہے۔ شریعت میں قیافے کے ذریعے سے بھی فیصلہ کیا جا سکتا ہے، یہ بھی حکیمانہ طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے۔ چنانچہ ایک صحیح حدیث میں [۳: ۲۶۳] ہے کہ مُجَزَّزِ اسْلَمِیُّ آیا اور اس نے اسامہ بن زید اور زید کو دیکھا۔ ان دونوں نے ایک کپڑا اوڑھ رکھا تھا اور سروں کو ڈھانپ

رکھا تھا مگر پاؤں کھلے تھے ۔ مجزز اسلمی نے ان کے پاؤں دیکھ کر کہا : یہ پاؤں ایسے ہیں جن کا ایک دوسرے سے گہرا تعلق ہے ۔ یہ سن کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوئے ۔ قیافہ ، کمال دراکی اور کمال ذکاء سے پیدا ہوتا ہے اور اس بات کی دلیل ہوتا ہے کہ قیافہ شناس میں بہت عقل پائی جاتی ہے ۔

اور ان کے علوم میں سے ایک

علم فراست

ہے ۔ اور اس علم میں انسانی ہیئت ، شکل ، رنگ اور اقوال سے اس کے اخلاق ، فضائل اور رذائل کا پتا چلایا جاتا ہے ۔ بعض اوقات یوں بھی کہا جاتا ہے کہ یہ ایک ایسی صنعت ہے جو انسانی اخلاق اور احوال کو جاننے کے لیے شکاری کا کام دیتی ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمان : **إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّأُولِيٰ لُبِّمِثٍ** (اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو قیافے سے بات معلوم کر لیتے ہیں) اور **تَعْرِفْتَهُمْ بِسَيِّئَاتِهِمْ** (آپ انہیں ان کی علامات سے پہچان جائیں گے) اور **وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ** (آپ ان کے طرز کلام سے انہیں پہچان لیں گے) میں اس علم کے سچا ہونے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ۔ اور یہ لفظ **فَرَسِ السَّبْعِ الشَّاةِ** (درندے نے بکری کا شکار کر لیا) کے مجاورے سے لیا گیا گویا فراست معرفت کو جھپٹ لینے کا نام ہے ۔ فراست کی دو قسمیں ہیں ۔ ایک قسم تو وہ ہے جو انسان کو اپنے دل و دماغ سے حاصل ہوتی ہے ۔ اس کا کوئی سبب معلوم نہیں ہوتا ۔ یہ ایک قسم کا الہام ہوتا ہے ۔ نہیں ، بلکہ یہ ایک قسم کی وحی ہوتی ہے ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرمان : **الْمُؤْمِنُ يَنْظُرُ بَيْنُورِ اللَّهِ** (مومن اللہ کے نور سے دیکھتا ہے) سے یہی مراد لیا ہے ۔ یہی وہ علم ہے جس کے جاننے والے کو **مُرْوَع** اور **مُجَدِّث** کہا جاتا ہے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے : **إِنَّ كَانَ فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ مُجَدِّثٌ فَهُوَ عُمَرُ** (اگر اس امت میں کوئی مجدث ہے تو وہ عمر ہے) اور

اللہ تعالیٰ کے فرمان :

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُشْكَرَ لِلَّهِ إِلَّا وَحْيًا أَوْ
مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا

(کسی انسان کو یہ بات حاصل نہیں کہ اللہ اس سے (بالمشافہہ بات کرے) مگر اس طرح کہ اس کی طرف وحی بھیجے یا پردے کے پیچھے سے بات کرے یا کوئی قاصد فرشتہ بھیج دے)

کے متعلق کہا گیا ہے کہ یہ وحی دل میں بات ڈال دینے سے ہوتی تھی ، اور یہ بات انبیا کا حق ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :
نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ عَلَيَّ قَلْبًا مِّنْ رَّبِّي (روح الامین نے اسے آپ کے دل پر اتارا ہے) کبھی ایسا بیداری کے عالم میں بھی الہام کے ذریعے ہوتا ہے۔ کبھی خواب میں الہام بخش دیا جاتا ہے ، اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے : الرُّوْحُ الْوَيْسُ الصَّادِقَةُ جُزْءٌ مِّنْ سِتِّئَةٍ وَأَرْبَعِيْنَ جُزْءًا مِّنَ النَّبُوَّةِ (رؤیای صادقہ نبوت کے چھیالیس جزؤں میں سے ایک جزء ہے)

فراست کی دوسری قسم فن اور تعلیم کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔ یہ مختلف رنگوں ، شکلوں ، مختلف مزاجوں ، اخلاق اور طبیعی افعال میں امتیاز کرنے کی معرفت کا نام ہے۔ جس شخص کو ان امور کا علم حاصل ہو جائے وہ فراست میں فہم رسا کا مالک ہو جائے گا۔ اس فن میں بہت سی کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ جو شخص ان میں سے مناسب کتابوں کی جستجو کرے گا اسے معلوم ہو جائے گا کہ جو کچھ ان کتابوں میں مرقوم ہے ، سچ ہے۔ فراست ایک قسم کا گمان ہے اور یہ عقل کے تابع ہے۔ [۳ : ۲۶۴] جس قدر عقل زیادہ کامل ہوگی فراست بھی اسی قدر قوی ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ عربوں کو اس میں اوروں کے مقابلے میں زیادہ وافر حصہ ملا تھا۔ اس سلسلے میں بہت سے عجیب و غریب واقعات بیان کیے جاتے۔ ان میں سے ایک واقعہ وہ ہے جس کا ذکر امام ماوردی نے کتاب اعلام النبوه میں کیا ہے : ماوردی کہتا ہے کہ پہلا شخص جس

نے عدنان کی بزرگی کی بنیاد ڈالی اور جس نے ان کے نام کو بلند کیا معد بن عدنان تھا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب بختنصر نے اسے منتخب کر لیا تھا۔ بخت نصر اس وقت تک دنیا کے کئی ملکوں کا مالک بن چکا تھا۔ بختنصر نے ممالک عرب پر چڑھائی کے وقت معد بن عدنان کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ لیکن اس کے عہد کے ایک نبی نے تنبیہ کر دی کہ (ایسا نہ کرنا) اس لیے کہ اس کی اولاد میں نبوت ظہور پزیر ہونے والی تھی۔ چنانچہ بختنصر نے اسے زندہ رہنے دیا۔ اس کی عزت افزائی کی اور اسے تقویت بخشی، ازاں بعد معد تمہامہ پر اپنی زبردست قوت اور نافذ ہونے والے حکم کی وجہ سے قابض ہو گیا۔ اسی کے متعلق مہملہل کہتا ہے :

غَنِيَّتٌ دَارُنَا تِهَامَةَ بِيَالاً
مُسِرٌّ وَفِيئَهَا بَنُو مَعَدٍ حُلُولاً

گزشتہ زمانے میں ہمارے گھر تمہامہ میں واقع تھے جبکہ وہاں بنو معد نے ڈیرا ڈال رکھا تھا

اس کے بعد اس کے بیٹے نزار کی وجہ سے ان کی قوت اور بڑھ گئی۔ اس کے ہاتھ اور پھیل گئے، ایرانی بادشاہوں کے یہاں بھی اسے سردار مانا جاتا تھا۔ ایرانی بادشاہ گشتا سب نے اسے بہت پسند کیا۔ نزار کا اصلی نام خلدان تھا جس کا جسم پتلا دبلا تھا، لہذا بادشاہ نے کہا : (نجیف الجسم) کیا بات ہے؟ ایرانیوں کی زبان میں نزار کے معنی دبلے کے ہیں۔ چنانچہ یہ نام اس پر غالب آ گیا اور نزار اس کا نام پڑ گیا۔ اسی کے متعلق قمعہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان کہتا ہے :

جَدِيْسًا خَلْفَانًا ۱ وَطَسْمًا بِيَارِضِيْمٍ
فَتَا كَثْرِمٌ بِنَاعِيْنَدَ الْفِيخَارِ فِيخَارًا

۱ - بلوغ العرب میں طمسا چھپا ہے اسے طسما پڑھیں۔ لیکن ابن دُرَيْسَد (الاشتقاق : : ۳۰) کہتا ہے : واشتقاق نزار من الشئ النزر وهو القليل من قولهم : اعطاه عطاءً نَزْرًا وَاَنْزَرَتْ لَهُ الْعَطَاءَ اِي اَقْلَلْتَهُ وَمَاءٌ مَنْزُورٌ اِي قَلِيلٌ -

ہم طسم اور جدیس کی زمینوں میں ان کے جانشین بنے مفاخرت کے
وقت ہم کس قدر بزرگ فخر والے ہیں

فَتَنَحْنُ بَنُو عَدْنَانَ خَلْدَانَ جَدُّنَا
فَسَمَاءَهُ تَسْتَشْفِيهِ الْهُمَامُ نِزَارًا

ہم عدنان کی اولاد ہیں ، خلدان ہمارا دادا ہے ، بادشاہ گشتاسپ نے
اس کا نام نزار رکھا تھا

فَسُمِّيَ نِزَارًا بَعْدَ مَا كَانَ اسْمُهُ
لَدَى الْعَرَبِ (خَلْدَانَ) بَنُو خَيْبَارًا

ازاں بعد کہ عربوں کے یہاں اس کا نام خلدان تھا اسے نزار کہا
جانے لگا ، اس کے بیٹے نیک تھے

نزار کے چار بیٹے تھے ، مُضَر ، رَبِيعَة ، اَيَاد اور انمار ۔ جب نزار کی
وفات کا وقت آ گیا تو اس نے اپنے بیٹوں کو وصیت کرتے ہوئے کہا :
بیٹو ! یہ سرخ خیمہ اور جو کچھ اس کے مشابہ ہے مُضَر کا ہے اور یہ
سیاہ خیمہ اور جو اس کے مشابہ ہے رَبِيعَة کا ہے اور یہ خادسہ اور جو اس
کے مشابہ ہے اَيَاد کا ہے اور مشورہ گاہ اور مجلس اور جو کچھ اس کے
مشابہ ہے انمار کا ہے ۔ اگر کوئی بات تمہاری سمجھ میں نہ آئے اور تم
میں اختلاف پڑ جائے تو تم نجران میں افعی جُرہُمی کے پاس چلے جانا ۔
چنانچہ تقسیم کے بارے میں ان میں اختلاف پڑ گیا اور وہ افعی جُرہُمی
کی طرف روانہ ہو گئے ۔ چلتے چلتے مُضَر نے دیکھا کہ گھاس کو کسی
جانور نے کھایا ہے تو کہا : جس اونٹ نے یہ گھاس کھائی ہے وہ کانا
ہے ۔ رَبِيعَة نے کہا : اس کا سینہ ایک طرف کو جھکا ہوا ہے ۔ اَيَاد بولا :
وہ دم کٹا ہے ۔ انمار نے کہا : وہ بدکا ہوا ہے ۔ ابھی تھوڑی دور ہی
[۳ : ۲۶۵] گئے تھے کہ انہیں ایک شخص ملا جو اپنی سواری کو تیزی
سے لیے جا رہا تھا ۔ اس شخص نے ان سے اونٹ کے متعلق دریافت کیا ۔
مُضَر نے کہا : کیا وہ کانا ہے ؟ اس شخص نے کہا : ہاں ۔ رَبِيعَة نے

کہا : کیا اس کا سینہ ایک طرف کو جھکا ہوا ہے ؟ اس نے کہا : ہاں ۔
ایاد نے کہا : کیا وہ دم کٹا ہے ؟ اس نے کہا : ہاں ۔ انمار نے کہا :
کیا وہ بدکا ہوا ہے ؟ اس نے کہا : ہاں ۔ اللہ کی قسم ! میرے اونٹ کی
یہی صفات ہیں مجھے اس کا پتا بتا دو ۔ انہوں نے کہا : اللہ کی قسم !
ہم نے تو اسے دیکھا ہی نہیں ۔ اس نے کہا : تم نے اس کی صفت تو
صحیح بیان کر دی ہے پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تم نے اسے دیکھا
نہ ہو ۔ چنانچہ وہ بھی ان کے ساتھ نجران جا پہنچا ، یہاں تک کہ وہ افعی
جرہمی کے پاس جا اترے ۔ اونٹ والے نے اسے پکار کر کہا ان لوگوں نے
میرا اونٹ لے لیا ہے ۔ انہوں نے اس کی صفات تو بیان کر دی ہیں مگر
کہتے ہیں کہ ہم نے اسے دیکھا ہی نہیں ۔ افعی جرہمی نے کہا : اونٹ
کو دیکھے بغیر تم نے اس کی صفات کیسے بیان کر دیں ؟ مضر نے جواب
دیا : میں نے دیکھا کہ وہ ایک ہی طرف کی گھاس کھا رہا ہے لہذا میں
سمجھ گیا کہ وہ کانا ہے ۔ ربیعہ نے کہا : میں نے دیکھا کہ اس کی ایک
اگلی ٹانگ کا نشان تو پورا دکھائی دیتا ہے اور دوسری کا نشان بگڑا ہوا
ہے لہذا میں سمجھ گیا کہ اس کا سینہ ایک طرف کو جھکا ہوا ہے ۔ ایاد
نے کہا کہ میں نے اس کی مینکنیوں کو ساتھ ملا ہوا دیکھا جس سے میں
سمجھ گیا کہ وہ دم کٹا ہے ۔ انمار نے کہا : میں نے دیکھا کہ وہ ایسی
جگہ چر رہا ہے جہاں گھاس گھنی ہے مگر پھر وہاں سے آگے نکل کر
ایسی جگہ چر رہا ہے جہاں گھاس گھنی نہیں ہے ۔ لہذا میں سمجھ گیا
کہ وہ بدکا ہوا ہے ۔ یہ بیانات سن کر جرہمی نے اونٹ والے سے کہا
کہ ان لوگوں نے تمہارا اونٹ نہیں لیا ۔ کسی اور سے جا در مطالبہ کرو ۔
اس کے بعد جرہمی نے ان سے پوچھا : تم دونوں ہو ؟ انہوں نے اسے بتایا
کہ وہ نزار بن سعد کے بیٹے ہیں ۔ جرہمی نے کہا : تمہاری اس دانشمندی
کے ہوتے ہوئے جسے میں نے دیکھا لیا ہے تمہیں میری ضرورت ہے ؟ اس
کے بعد اس نے ان کے لیے کھانا منگوایا ، انہوں نے بھی کھایا اور اس
نے بھی ۔ پھر شراب منگوائی جسے انہوں نے بھی پیا اور اس نے بھی ۔
مضر نے کہا : میں نے آج جیسی عمدہ شراب کبھی نہیں دیکھی صرف

نقص یہ ہے کہ (اس کی بیل) قبر پر اُگی ہے۔ ربیعہ بولا : میں نے آج جیسا عمدہ گوشت نہیں دیکھا صرف نقص یہ ہے کہ اس کی پرورش کتے کے دودھ سے ہوئی ہے۔ ایاد نے کہا : میں نے آج جیسا سردار نہیں دیکھا صرف نقص یہ ہے کہ اس کی نسبت باپ کی طرف نہیں کسی اور کی طرف ہے اور انمار نے کہا : میں نے آج جیسا کلام نہیں دیکھا جو ہماری حاجت میں ہمارے لیے زیادہ مفید ثابت ہو سکے۔ جرہمی نے ان کی باتیں سنیں اور اسے ان کی باتوں پر تعجب ہوا۔ پھر وہ اپنی ماں کے پاس آیا۔ اس سے دریافت کیا۔ ماں نے بتایا کہ وہ ایک بادشاہ کی بیوی تھی، اس کے یہاں کوئی اولاد نہ تھی، مجھے یہ بات پسند نہ آئی کہ حکومت ہمارے ہاتھ سے چلی جائے لہذا ایک آدمی کو جو بادشاہ کے یہاں مہمان تھا میں نے اسے اپنی ذات پر قدرت دے دی (کہ جو چاہے کرے) اس نے انتہات کیا، حمل قرار پا گیا۔ جس سے جرہمی پیدا ہوا۔ پھر اب جرہمی نے کارندے سے شراب کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا یہ اس انگوروں کی بیل سے تیار کی گئی ہے جو میں نے تمہارے باپ کی قبر پر لگائی تھی۔ پھر اس نے چرواہے سے گوشت کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا : یہ اس بکری کا گوشت تھا جسے میں نے کتیا کے دودھ پر پرورش کیا تھا کیونکہ جب بکری نے بچہ دیا تھا تو خود مر گئی تھی اور اس کے علاوہ کوئی اور بکری نہ تھی جس نے بچہ دیا ہو، مضر سے کہا گیا : تو نے یہ کیسے معلوم کر لیا کہ شراب اور اس کی بیل قبر پر تھی۔ اس نے جواب دیا : مجھے اس کے پینے کے بعد سخت پیاس لگی۔ ربیعہ سے پوچھا گیا کہ تو [۲۶۶ : ۳] نے یہ کیسے معلوم کر لیا کہ بکری کی پرورش کتیا کے دودھ پر ہوئی ہے۔ اس نے جواب دیا : مجھے اس سے کتے کی بو آئی تھی۔ ایاد سے پوچھا گیا کہ تو نے یہ کیسے معلوم کر لیا کہ اس شخص کو اپنے باپ کی طرف منسوب نہیں کیا جاتا کسی اور کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ اس نے جواب دیا : کیونکہ میں نے اسے دیکھا کہ جو کام بھی وہ کرتا ہے اس میں تصنیع پایا جاتا ہے۔ اس کے بعد جرہمی ان کے پاس آیا اور کہا : اپنا قصہ بیان کرو۔ چنانچہ انہوں نے اپنے باپ نزار کی وصیت

بیان کر دی ۔ اس پر اس نے یہ فیصلہ دیا کہ سرخ خیمہ ، دینار اور سرخ اونٹ تو مضر کے ہیں ۔ چنانچہ انہیں مُضِرَ الْحَمَّاءِ کہا گیا ۔ ربیعہ کو سیاہ خیمہ اور سیاہ گھوڑے دینے کا فیصلہ دیا ۔ لہذا انہیں ربیعہ الفَرَسِ کہا گیا ۔ ایاد کو سفید بالوں والی خادمہ اور وہ جانور دینے کا فیصلہ دیا جن کی رانوں تک سفیدی ہو اور انمار کو زمین اور درہم دینے کا فیصلہ دیا ۔

یہ فراست جو نزار کی اولاد سے ظاہر ہوئی یہ ان کی ذکاوت اور تیزی فہم کی وجہ سے تھی اور یہ اس بات کی تمہید تھی کہ وہ اپنی فضیلت میں ممتاز ہوں اور وافر عقل کے ساتھ مخصوص ہوں ۔ یہ ان اعزازات کا پیش خیمہ تھا جن کا اللہ نے انہیں عطا کرنے کا ارادہ کیا تھا ۔ ماوردی کا بیان ختم ہوا ۔

ذرا اس فراست پر غور کریں جو معجزے کی حد تک پہنچنے کو تھی ۔ یہ فراست چھپی ہوئی حقیقتوں تک پہنچنے کا قوی ترین ذریعہ تھی ۔ ان عربوں کے کیا کہنے یہ تو ہر عجیب بات کے مظہر تھے ۔

اسلام کے انوار ان کے دلوں پر چمکنے کے بعد یہ فراست ان میں اور زیادہ ہو گئی ۔ چنانچہ انہوں نے اللہ کے اس نور کے ذریعے جو ان کی بصیرت کی آنکھوں میں ودیعت کیا گیا تھا ان غیب کی باتوں کو دیکھ لیا جو ان سے مخفی تھیں ۔ چنانچہ ابن القیثم نے اپنی کتاب مفتاح دار السعاده میں ذکر کیا ہے کہ امام شافعی قرشی کو اس کا وافر حصہ ملا تھا ۔ چنانچہ حکایت ہے کہ امام شافعی اور امام محمد بن الحسن دونوں نے ایک شخص کو دیکھا ۔ محمد نے کہا : یہ بڑھئی ہے اور شافعی نے کہا : یہ لوہار ہے ۔ اس کے بعد دونوں نے اس شخص سے پوچھا کہ تمہارا دیا پیشہ ہے ۔ اس نے جواب دیا : پہلے لوہار کا کام کیا کرتا تھا مگر اب بڑھئی کا کام کرتا ہوں ۔ اور تو اور آج بھی بہت سے بدوی بادیہ نشین ایسے ہیں جنہیں اس فراست میں سے حصہ میسر ہے ۔ میں نے سنا ہے کہ بہت سے بادیہ نشین ایسے ہیں کہ جب وہ اس بادل کو جس نے اپنا پانی بہا دیا ہو دیکھ کر ہی بتا دیتے ہیں کہ فلاں فلاں علاقے میں بارش

ہوئی ہے - فلاں فلاں وادی میں پانی بہ آیا ہے - فلاں علاقے میں بارش نہیں ہوئی - ابتدا فلاں علاقے سے ہوئی - اور فی الواقع ایسا ہی ہوتا - فراست کی دوسری قسم میں یمنی عربوں کو دیگر عربوں کے مقابلے میں زیادہ وافر حصہ ملا ہے - امام شافعی نے یہ علم انہی سے حاصل کیا تھا - اس فن میں ان سے عجیب و غریب واقعات ظہور پزیر ہوئے - چنانچہ مفتاح دار السعاده میں ہے کہ امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں فراست کی کتابوں کی تلاش میں نکلا اور یمن پہنچ گیا - آخر میں نے ان کو لکھا اور جمع [۳ : ۲۶۷] کیا - پھر جب وہاں سے لوٹا تو راستے میں میرا گزر ایک شخص کے پاس سے ہوا جو اپنے صحن میں دو زانو بیٹھا تھا اور اپنی دونوں پنڈلیوں اور کمر کو کپڑے سے باندھ رکھا تھا - اس کی آنکھیں نیلی اور آگے کو بڑھی ہوئی پیشانی تھی - میں نے اس سے پوچھا : کیا تمہارے پاس اترنے کے لیے کوئی جگہ ہے ؟ اس نے کہا : ہاں ہے - شافعی فرماتے ہیں کہ اس قسم کی صفات فراست کی خبیث ترین قسم ہوتی ہے - اس نے مجھے اپنے یہاں اترنے کو جگہ دی اور میں نے اسے نہایت شریف آدمی پایا - اس نے میرے پاس رات کا کھانا بھیجا - عطریات بھیجیں - جانوروں کے لیے چارہ بھیجا ، بستر اور لحاف بھیجا - میں تمام رات کروٹیں بدلتا رہا (اور بے چینی کی حالت میں کہتا) کہ ان کتابوں کو کیا کروں - صبح ہوئی تو میں نے لڑکے سے کہا : گھوڑے پر زین ڈالو - اس نے زین ڈال دی اور میں سوار ہو کر اس شخص کے پاس پہنچا اور کہا : جب تو سکے آئے اور ذی طوی سے گزرے تو محمد بن ادريس الشافعی کے متعلق لوگوں سے پوچھ لینا - اس پر اس شخص نے کہا : کیا میں تمہارے باپ کا غلام ہوں ؟ میں نے کہا : نہیں - کہنے لگا : کیا مجھ پر تمہارا کوئی احسان تھا ؟ میں نے کہا : نہیں - اس نے کہا : یہ سب کچھ جو گزشتہ رات میں نے تمہارے ساتھ کیا ہے وہ کہاں ہے ؟ میں نے کہا : وہ کیا ہے ؟ اس نے کہا : میں نے تمہارے لیے دو درہم کا کھانا خریدا - اتنے کا سالن خریدا - تین درہم کا عطر خریدا اور دو درہم کا تمہارے جانوروں کے لیے چارہ خریدا ، اسی طرح دو درہم بستر اور لحاف کا کرایہ ہوا - میں

نے کہا : کیا کوئی چیز باقی رہ گئی ہے ؟ اس نے کہا گھر کا کرایہ کیونکہ میں نے خود تو تنگی میں گزارا کیا اور تمہارے لیے وسیع جگہ چھوڑ دی ۔ اس وقت میرا دل ان کتابوں کی وجہ سے خوش ہو رہا تھا ۔ اور جو کچھ اس نے مانگا تھا وہ اسے دے دینے کے بعد کہا : کیا کچھ باقی رہ گیا ہے ؟ اس نے کہا : چلا جا ۔ خدا تجھے رسوا کرے میں نے تم سے بدتر انسان نہیں دیکھا ۔

اسی مذکورہ کتاب میں ربیع سے مروی ہے ۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے شافعی کے لیے ایک دینار کی خوشبو خریدی تو انہوں نے مجھ سے کہا : کس سے خریدی ہے ؟ میں نے کہا : اس بھورے اور نیلے رنگ والے سے ۔ انہوں نے کہا : بھورا اور نیلا ، جا اور واپس کر آ ۔

حرمہ سے مروی ہے وہ کہتا ہے : میں نے شافعی کو کہتے ہوئے سنا : ہر اس شخص سے بچتے رہو جس کے جسم میں کوئی عیب ہو کیونکہ وہ شیطان ہے ۔ حرمہ کہتا ہے میں نے ان سے پوچھا : یہ کون ہیں ؟ فرمایا : لنگڑا ، بھینگا وغیرہ ۔ بیان ختم ہوا ۔

اصفہانی ” الذریعہ “ میں کہتا ہے : علم الرؤیا بھی فراست میں سے ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے تمام الہامی کتابوں میں اس کی بڑی شان بیان کی ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا :

وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ
وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَةَ فِي الْقُرْآنِ ۔

جو خواب ہم نے آپ کو دکھایا اور وہ درخت جسے قرآن میں ملعون قرار دیا گیا ہے ہم نے ان کو لوگوں کے لیے آزمائش بنایا ہے اور فرمایا :

إِذْ يُرِيكَهُمُ اللَّهُ فِي مَنَامِكَ قَلِيلًا (الایة)

جب اللہ آپ کو خواب میں انہیں کم دکھا رہے تھے (پوری آیت) اور ابراہیم کے قصے میں فرمایا :

يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَى فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ

بیٹا ! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں

اور اللہ کا فرمان :

يَا أَبَتِ إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَتَبًا

ابا جان میں نے گیارہ ستارے دیکھے ہیں

[۳ : ۲۶۸] خواب نفس ناطقہ کا فعل ہے ۔ اگر اس کی کوئی حقیقت

نہ ہوتی تو انسان میں اس قوت کے پیدا کرنے میں کوئی فائدہ نہ ہوتا اور

اللہ تعالیٰ اس سے بلند و بالا ہے کہ وہ بے کار کام کرے ۔ خواب کی دو

قسمیں ہیں ایک اضغاث احلام (خواب پریشان) اور ردی خیالات کے ساتھ

نفس کا باتیں کرنا ۔ کیونکہ اس حالت میں نفس موجزن پانی کی طرح ہوتا

ہے اور کوئی صورت اختیار نہیں کرتا ۔ دوسری قسم صحیح (خوابوں کی)

ہے اور یہ بہت کم ہے ۔ اس کی دو قسمیں ہیں ۔ ایک قسم تو وہ ہے جس

میں کسی قسم کی تاویل کی ضرورت نہیں پڑتی ۔ اسی لیے تو تعبیر کنندہ

کے لیے مہارت کا ہونا ضروری ہے تاکہ وہ صحیح اور پریشان خواب میں

فرق کر سکے ، تاکہ وہ روحانی اور جسمانی باتوں میں امتیاز کر سکے اور

لوگوں کے مختلف طبقات میں فرق کر سکے کیونکہ بعض لوگ ایسے

ہوتے ہیں جنہیں صحیح خواب آتا ہی نہیں ۔ بعض لوگ ایسے ہیں جن کو

صحیح خواب آتا ہے ۔ پھر جن لوگوں کو صحیح خواب آتا ہے ۔ ان میں سے

بعض ایسے لوگ ہوتے ہیں جنہیں اس بات کے لیے تیار کیا جاتا ہے کہ

خواب میں انہیں عظیم اور عالی مرتبہ امور دکھائے جائیں مگر بعض کو

یہ امور عطا نہیں کیے جاتے ۔ اسی لیے یونانی کہتے ہیں : تعبیر کنندہ

کے لیے ضروری ہے کہ وہ عوام کے خوابوں کی عبارت کی طرف مشغول نہ

ہوں بلکہ داناؤں اور بادشاہوں کے خوابوں میں مشغول ہوں کیونکہ اس

خواب کو نبوت میں سے ایک حصہ حاصل ہوتا ہے ۔ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا ہے : رویای صادقہ نبوت کے چھیالیس اجزا میں سے

ایک جزو ہے ۔

اس علم میں اس علم کے طالب اور اس علم کے مابین مناسبت کا ہونا ضروری نہیں ہے - چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے دانا آدمی بھی اس علم میں مہارت حاصل نہیں کر سکتے اور کئی ایسے ہوتے ہیں کہ انہیں حکمت اور دیگر علوم میں معمولی سا حصہ ملا ہوتا ہے مگر اس علم میں انہیں عجیب قوت حاصل ہوتی ہے -

تعبیر رؤیا میں عربوں سے عجیب و غریب حکایات مروی ہیں جہاں تک کہ مولدین سے بھی مروی ہیں - ابن القیم ”مفتاح دار السعاده“ میں کہتے ہیں - حکایت ہے کہ مہدی نے ایک خواب دیکھا اور اسے بھول گیا - صبح ہوئی تو وہ اس خواب کی وجہ سے غمناک تھا - اسے ایک آدمی کا پتا دیا گیا جو زجر ، فال اور تعبیر کے فن میں مشہور تھا اور اسے کافی مہارت حاصل تھی - نام اس کا خویلد تھا - جب مہدی اس کے پاس آیا تو اس نے اپنا ارادہ اس پر ظاہر کیا - خویلد نے کہا : اے امیر المؤمنین ! زجر و فال طلب کرنے والا حرکت کرنے کو ہے - یہ سن کر مہدی کو غصہ آ گیا اور کہا : سبحان اللہ ! تمہاری لوگوں میں شہرت ہے کہ تم عالم ہو لیکن تم خواب کو سمجھ ہی نہیں سکتے اور مہدی نے اپنے ہاتھ اور منہ پر ہاتھ پھیرا اور ہاتھ ران پر مارا - (یہ دیکھ کر) خویلد نے کہا : اے امیر المؤمنین میں تمہیں بتانا ہوں کہ تمہارا خواب کیا ہے - مہدی نے کہا : بیان کرو - خویلد نے کہا : تو نے دیکھا ہے کہ جیسے تو ایک پہاڑ پر چڑھ گیا ہے - مہدی نے کہا : واہ واہ اے جادوگر تو سچ کہتا ہے - خویلد نے کہا : اے امیر المؤمنین ! میں جادوگر نہیں ہوں - بات صرف یوں ہے کہ تم نے اپنا ہاتھ سر پر پھیرا - لہذا میں نے فال نکال لی - اور جان گیا کہ سر کے اوپر آسمان کے سوا کچھ اور نہیں ہے - لہذا میں نے اس کی تاویل پہاڑ سے کی - پھر تم نے اپنا ہاتھ اپنی پیشانی تک اتارا لہذا اس سے میں نے فال نکالی کہ تم ایک ایسی زمین کی طرف اتر کر آئے ہو جہاں دو نمکین پانی کے چشمے تھے پھر تم دامن کوہ کی طرف اتر کر چلے گئے اور وہاں تمہیں اپنے قبیلے قریش کا [۳ : ۲۶۹] ایک آدمی ملا - کیونکہ اس کے بعد امیر المؤمنین نے اپنا

ہاتھ اپنی ران پر پھیرا تھا ۔ لہذا میں سمجھ گیا کہ جو شخص تم سے ملا ہے وہ تمہارا رشتہ دار ہے ۔ مہدی نے کہا : تو سچ کہتا ہے اور اسے مال دینے کا حکم دیا ۔ یہ بھی حکم دیا کہ جب بھی وہ ملنے کو آئے اسے روکا نہ جائے ۔

اس قسم کی بہت سی حکایات ہیں ۔

اصفہانی کہتا ہے : اور زکانت بھی فراست کی ایک قسم ہے ۔ زکانت یہ ہے کہ انسان کسی باطنی فعل کو کسی ظاہری فعل کے ذریعے سے موہوم طریقے پر معلوم کر لے ، قیافہ زکانت ہی کی ایک قسم ہے مگر یہ زیادہ دقیق ہے اور اس کا ذکر ہم مع اس کی دو قسموں کے پہلے کر چکے ہیں ۔ اللہ ہی ہدایت اور توفیق دینے والا ہے ۔

اور ان کے علوم میں سے ایک

علم کہانت اور عرافت

ہے ۔ زمانہ جاہلیت میں یہ علم عربوں کے یہاں عام تھا ، ان کے جھگڑوں اور تنازعات کے فیصلہ کرنے کا دار و مدار اسی علم پر تھا ۔ بہت سے اہل علم نے کہانت سے بحث کی ہے کسی نے بسط سے کام لیا ہے اور کسی نے اختصار سے ۔ ہم یہاں ان تمام بیانات کا جن کا ہمیں علم ہے خلاصہ پیش کرتے ہیں ۔ چنانچہ ہم کہتے ہیں :

کیہانت - کاف پر فتحہ اور کسرہ دونوں جائز ہیں ، بعض کہتے ہیں : کہانت علم غیب کا دعویٰ کرنے کو کہتے ہیں مثلاً ان امور کی خبر دینا جو عنقریب دنیا میں واقع ہونے والے ہوں مگر اس میں کسی نہ کسی سبب کا سہارا لیا جاتا ہے ۔ اس کی اصل یہ ہے کہ جین فرشتوں کے کلام کو چوری سے سن لیتے ہیں اور وہ اس کلام کو کاہن کے کان میں ڈال دیتے ہیں ۔ لفظ کاہن کا استعمال عرفاء کے لیے بھی ہوتا ہے ، اس شخص کے لیے بھی جو کنکریاں مار کر (باتیں بتاتا ہے) ، منجیم کے لیے بھی ۔ اس شخص کے لیے بھی جو کسی اور شخص کے کام کا ذمہ لے اور اس کی حاجت روائی کرنے کی کوشش میں لگا رہے ۔ — محکم

کا مصنف کہتا ہے : کاہن وہ ہے جو امور غیب کا فیصلہ کرے - جامع میں ہے : عرب ہر اس شخص کو جو کسی بات کے واقع ہونے سے پہلے ہی اسے معلوم کر لے کاہن کہتے ہیں - خطابی کہتا ہے : کاہن وہ لوگ ہیں جن کے ذہن تیز، نفس شریر اور طبیعت ناری ہوتی ہے ، لہذا ان امور میں مناسبت کی وجہ سے شیاطین ان سے مالوف ہو جاتے ہیں اور ہر اس امر میں جس پر انہیں قدرت حاصل ہوتی ہے یہ شیاطین ان کی مدد کرتے ہیں - ایک فاضل کہتا ہے : جاہلیت میں کہانت عام تھی بالخصوص عرب میں جس کی وجہ یہ تھی کہ ان میں نبوت منقطع ہو چکی تھی - اس کی کئی قسمیں ہیں ، ایک قسم تو وہ ہے جسے کاہن جنٹوں سے حاصل کرتے ہیں کیونکہ جن آسمان کی طرف چڑھ کر چلے جاتے یوں کہ وہ ایک دوسرے کے اوپر چڑھتے جاتے تاآنکہ سب سے اوپر والا جن اس مقام کے قریب ہو جاتا جہاں سے وہ کلام سن سکے - وہ اپنے پاس والے کو بتاتا تاآنکہ وہ جن اسے حاصل کر لیتا جو اس کو کاہن کے کانوں میں ڈال دیتا - ساتھ ہی کچھ باتیں اپنی طرف سے بھی اس میں ملا دیتا پھر جب اسلام آیا اور قرآن نازل ہوا تو آسمان کو شیاطین سے محفوظ رکھا گیا اور ان پر شعلے چھوڑے گئے چنانچہ وہ باتیں جو وہ چوری سے سن لیا کرتے تھے ان میں سے صرف اسی قدر باقی رہ گیا جسے سب سے [۳ : ۲۷۰] اوپر والا اچک لے جاتا ہے اور وہ شعلے کے لگنے سے پہلے ہی نچلے جن کو پہنچا دیتا ہے - اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں اسی بات کی طرف اشارہ

إِلَّا مَنْ خَطَفَ الْخَطْفَةَ فَأَتَشَبَعَهُ شِهَابٌ ثَاقِبٌ

ہاں جو کوئی (فرشتوں کی کسی بات کو) چوری سے جھپٹ

لینا چاہے تو جلتا ہوا انگارا اس کے پیچھے لگے گا

کیا گیا ہے - اسلام سے پہلے کثرت سے واقعات پیش آئے ہیں جن میں کاہن نے صحیح بات کو معلوم کر لیا تھا جیسا کہ ہم عنقریب شیع اور سطیح کے حالات میں بیان کریں گے - لیکن اسلام میں یہ بات بہت ہی شاذ ہو گئی حتیٰ کہ قریب قریب ناپید ہو گئی -

کہانت کی دوسری قسم وہ ہے جس میں جن اپنے مولا کو ایسی باتیں بتاتا ہے جو اوروں سے مخفی ہوتی ہیں اور وہ ایسی باتیں ہوتی ہیں جن کی بالعموم انسان کو خبر نہیں ہوتی یا صرف انہی لوگوں کو ان کی خبر ہوتی ہے جو اس سے قریب ہوں دور والوں کو نہیں ہوتی۔ تیسری قسم وہ ہے جس کی بنیاد ظن تخمینے اور اندازے پر ہے۔ بعض اوقات یوں ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ قوت کسی انسان میں ودیعت کر دیتے ہیں مگر ساتھ ہی اس میں (ان لوگوں کی طرف سے) بہت سا جھوٹ بھی شامل ہوتا ہے۔ چوتھی قسم وہ ہے جس کا دار و مدار تجربے اور عادت پر ہوتا ہے اور انسان گزشتہ واقعات کو سامنے رکھ کر ہونے والے واقعہ کا پتا لگا لیتا ہے۔ اسی آخری قسم کی بعض باتیں جادو سے مشابہت رکھتی ہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس قسم کا جاننے والا فال اور کنکر مار کر بات معلوم کرتا ہے، نجوم سے بھی مدد لے لیتا ہے۔ امام نسووی صحیح مسلم کی شرح میں لکھتے ہیں: عربوں میں کہانت تین طرح کی تھی ایک یہ کہ کسی انسان کا کوئی تابع جن ہو جو اسے ان باتوں کی خبر دے جو وہ آسمان سے چھپ کے سن لیتا ہے مگر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی ہے یہ قسم ختم ہو چکی ہے۔ دوسری قسم یہ ہے کہ یہ جن اس انسان کو پیش آنے والے حادثات اور ان واقعات کی خبر دے جو اطراف زمین میں ہونے والے ہوں نیز ان چیزوں کی خبر دے جو اس انسان سے مخفی ہیں خواہ یہ چیزیں قریب ہوں خواہ بعید، اس قسم کا وجود بعید از قیاس نہیں ہے۔ معتزلہ اور بعض متکلمین نے ان دونوں قسموں کی نفی کی ہے اور انہیں محال قرار دیا ہے حالانکہ یہ ناممکن نہیں ہیں اور نہ ہی بعید از قیاس ہیں۔ البتہ یہ لوگ سچ بھی کہتے ہیں اور جھوٹ بھی اور ان کی تصدیق کرنے اور ان کی باتوں کو سننے کے متعلق عام ممانعت کی گئی ہے۔ تیسری قسم منجموں کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس قسم کے ضمن میں بعض لوگوں کو ایک قوت عطا کر دیتا ہے لیکن اس میں بالعموم جھوٹ زیادہ ہوتا ہے اسی فن کی ایک قسم ”عرافت“ ہے جس کے جاننے والے کو عرف کہا

جاتا ہے۔ عتراف وہ ہے جو ان اسباب و مقدمات کے ذریعے جن کے علم کا اسے دعویٰ ہوتا ہے بعض امور کو معلوم کر لیتا ہے مثلاً زجر اور کنکریاں مارنا۔ ان تمام قسموں کو کہانت کہا جاتا ہے۔ شریعت نے انہیں جھوٹا قرار دیا ہے اور ان کی تصدیق کرنے اور ان کے پاس جانے سے منع کیا ہے۔ بیان ختم ہوا۔

نووی کی نہی سے مراد یہ حدیث ہے: جو شخص کاہن یا عتراف کے پاس جائے گا اور اس کی باتوں کو سچا جانے گا، اس نے ان تمام احکام سے کفر کا ارتکاب کیا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے ہیں۔ اس سے منع کرنے کی غالباً حکمت یہ ہے کہ ان کے کلام میں بالعموم جھوٹی باتیں پائی جاتیں ہیں نیز اس لیے کہ ان کی تصدیق کرنے سے وہ دروازہ کھل جاتا ہے جو دوزخ تک پہنچا دیتا ہے۔ کیونکہ بعض اوقات ان کی تصدیق کرنے [۳ : ۲۷۱] کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان شریعت کو معطل کر دیتا ہے اور اس میں طعن کرنے لگ جاتا ہے۔ عوام تو خاص طور پر اس میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور سورج اور چاند کے گرہن کی طرح کی چیزوں کو اس سے اس لیے مستثنیٰ کیا جاتا ہے کہ وہ اس میں شاذ و نادر ہی غلطی کھاتے ہیں بلکہ اگر انہیں حساب لگانے میں پوری مہارت ہو تو وہ اس میں قطعاً غلطی کھاتے ہی نہیں۔ مگر جن حادثات کی وہ خبر دیتے ہیں ان میں یہ بات نہیں ہوتی۔ کیونکہ ان کی بنیاد اس وضع یا حالت پر ہوتی ہے جو سیاروں کو یا ستاروں کو ایک دوسرے کے ساتھ ہوتی ہے اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اس مقصد کے لیے یہ کافی نہیں ہے (سیارات و ثوابت کے) تمام اوضاع اور ان کے تقاضوں کے متعلق پوری واقفیت رکھنا اللہ تعالیٰ کے سوا جو علام الغیوب ہے محالات میں سے ہے۔

ابن خلدون نے اپنے مقدمے میں غیبی مدرکات پر لمبی بحث کی ہے ان میں سے ایک کہانت ہے۔ کہانت کے متعلق اس نے جو کچھ لکھا ہے یہ ہے: کہانت بھی نفس انسانی کے خواص میں سے ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسانی نفس میں یہ استعداد پائی جاتی ہے کہ وہ بشری

لہادے کو اتار کر اس روحانیت کی طرف منتقل ہو جائے جو اس سے بالا ہے۔ نیز یہ کہ انسان کو اپنی فطرت کے اعتبار سے ایک لمحے کے لیے صنف انبیا میں شامل ہونے کا موقع مل جاتا ہے۔ اور یہ بات بھی ثابت ہو چکی ہے کہ یہ بات انہیں بغیر اکتساب کے مدرکات، تصورات یا افعال بدنہ خواہ وہ کلام کی صورت میں ہوں یا حرکات کی صورت میں، کی مدد کی بغیر ہی حاصل ہو جاتی ہے۔ کسی اور بات کی بھی مدد اس میں شامل نہیں ہوتی۔ بلکہ اس میں تو فطرۃً ایک لحظے میں جو آنکھ جھپکنے کے بہت قریب ہوتا ہے لہادہ بشریت اتار کر ملکیت کی طرف منتقل ہونا ہوتا ہے۔ جب یہ بات اسی طرح ٹھہری اور یہ استعداد طبیعت بشریہ میں موجود پائی گئی تو تقسیم عقلی سے یہاں یہ بھی پتا چل جاتا ہے کہ یہاں انسان کی ایک اور قسم بھی ہے جو صنف اول سے رتبے میں کم ہے۔ بعینہ اسی طرح جس طرح ایک ضد اپنی کامل ضد کے مقابلے میں ناقص ہوتی ہے۔ کیونکہ اس ادراک میں کسی سے مدد نہ لینا ادراک میں مدد لینے کی ضد ہے اور ان دونوں میں بہت فرق ہے۔ لہذا جب وجود کی تقسیم سے ہمیں یہ حاصل ہوگا کہ یہاں انسانوں کی ایک اور قسم بھی ہے جن میں فطری طور پر یہ بات پائی جاتی ہے کہ جب حرکت فکریہ کی خواہش انہیں اکساتی ہے تو ان کی قوت عقلیہ قصد و ارادہ سے حرکت فکری کرنے لگ جاتی ہے اور یہ جببیلی طور پر اس فعل سے ناقص ہے لہذا جب اس کی بے بسی اسے اس سے مانع آتی ہے تو یہ فطری طور پر جزئیہ محسوسہ امور کا یا متخیلہ امور کا مثلاً شفاف اجسام اور بڑے بڑے جانور اور مسجع کلام اور ان پرندوں یا حیوانات کا سہارا لیتی ہے جو اس کے سامنے آجاتے ہیں۔ اس کے بعد انسان چاہتا ہے کہ یہ احساس اور تخیل دائم رہے اور وہ اس سے اس انسانی لہادے کو اتارنے کے معاملے میں مدد چاہتا ہے جس کا یہ ارادہ کر رہا ہوتا ہے۔ اور یہ کیفیت بشریت کو الواداع کہنے کے مشابہ ہوتی ہے۔ ان میں یہ قوت جو پائی جاتی ہے یہی اس ادراک کی مبدأ بنتی ہے اور یہی کہانت ہے، پھر چونکہ یہ [۳ : ۲۷۲] نفوس

فطری طور پر ناقص ہیں اور کمال تک پہنچنے سے قاصر ہوتے ہیں لہذا ان کا ادراک بہ نسبت کالیات کے جزئیات میں زیادہ ہوتا ہے۔ اسی لیے ان میں قوت خیال نہایت قوی ہوتی ہے۔ وجہ جس کی یہ ہے کہ یہ جزئیات کا ادراک کرنے کا آلہ ہے چنانچہ خواب کی حالت ہو خواہ بیداری کی یہ جزئیات میں مکمل طور پر گھس جاتی ہے اور یہ جزئیات اس کے پاس حاضر و موجود رہتی ہیں۔ انہیں قوت خیال حاضر کرتی ہے۔ اور یہ ان کے لیے آئینے کے مانند ہوتی ہے اور اس میں ہمیشہ دیکھتی رہتی ہے۔ کاہن معقولات کا ادراک کرنے میں کمال کی طاقت نہیں رکھتا۔ کیونکہ اس کی وحی، وحی شیطانی ہوتی ہے۔ اس صنف کی بلند ترین حالت یہ ہوتی ہے کہ یہ ایسے کلام سے مدد چاہتے ہیں جس میں سجع اور وزن پایا جاتا ہو تاکہ یہ صنف حواس سے غافل ہو کر اس میں مشغول ہو جائے اور اس ناقص اتصال کی اسے کسی قدر قدرت حاصل ہو جائے اور پھر اس حرکت میں اس کے دل میں خیالات آنے لگیں۔ اس اجنبی کی طرف سے جو بات اسے تقویت دیتی ہے وہ وہ الفاظ ہوتے ہیں جنہیں یہ زبان سے بولتا ہے۔ کبھی یہ کلمات سجع اور (واقعہ کے) مطابق ہوتے ہیں اور کبھی جھوٹ۔ کیونکہ وہ اپنی کمی کو ایسی بات سے پورا کرنا چاہتا ہے جو اس کی ذات سے پنجانہ مختلف اور غیر موافق ہے۔ لہذا (اس کلام پر) صدق اور کذب دونوں وارد ہوتے ہیں اور اس پر اعتماد بھی نہیں ہونا۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کاہن ظن اور تخمینے کا سہارا لیتا ہے تاکہ اپنے زعم کے مطابق یہ کوئی بات معلوم کر سکے اور سوال کنندہ کے لیے (جواب کو) خوب صورت بنا سکے۔ انہی سجع کہنے والوں کو خاص طور پر کاہن کہا جاتا ہے کیونکہ یہ دیگر اصناف سے ارفع ہوتے ہیں۔ اسی قسم کے کلام کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: یہ تو کاہنوں کا سجع ہے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سجع کو کاہنوں کے ساتھ مختص قرار دیا ہے جیسا کہ (سجع کا کہانت کی طرف) اضافت کا تقاضا ہے۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آزمائش کے طور پر ابن صیاد کے حالات کو

واضح کرنے کے لیے سوال کیا : بات تم تک کیسے پہنچتی ہے ؟
ابن صہاد نے جواب دیا : سچی بھی آتی ہے ، جھوٹی بھی ۔ اس پر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا : تمہارے اس امر میں آمیزش پائی
جاتی ہے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ تھی کہ نبوت کا
خاصہ سچائی ہے اور اس میں کسی طرح کا جھوٹ نہیں پایا جاتا ۔ کیونکہ
نبوت میں بغیر اس کے کہ کسی اجنبی سے تقویت حاصل کرے یا مدد
طلب کرے ، نبی کی ذات کا اتصال (براہ راست) سلا اعلیٰ کے ساتھ
ہوتا ہے ۔ مگر کہانت اپنی کمزوری کی وجہ سے چونکہ تصورات اجنبیہ سے
مدد حاصل کرنے کی محتاج ہوتی ہے لہذا یہ اجنبی تصورات اس کے
ادراک میں شامل ہوتے ہیں اور جس ادراک کی طرف اس کی توجہ
ہوتی ہے ان کے ساتھ ان کا اشتباہ ہونے لگتا ہے ۔ لہذا دونوں باہم خلط
ملط ہو جاتے ہیں ۔ اسی لیے اس میں جھوٹ داخل ہو جاتا ہے ۔ بدین سبب
اس کا نبوت ہونا محال ہو گیا ۔ ہم نے جو یہ کہا ہے کہ سجع کی حالت
کاہن کی بلند ترین حالت ہوتی ہے ۔ یہ صرف اس لیے کہا ہے کہ سجع کے
معانی بمقابلہ دیگر مغیبات کے مثلاً مرئیات (وہ چیزیں جو دکھائی دیتی
ہیں) اور مسموعات (وہ باتیں جو سننے میں آتی ہیں) سہل تر اور آسان تر
ہوتے ہیں اور معنوی طور پر آسان تر ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ
فہم و ادراک سے قریب تر ہے اور اس (حالت) میں کسی چیز کے نہ
سمجھ سکنے کا امکان کم ہوتا ہے ۔

[۳ : ۲۷۳] بعض لوگوں کا خیال ہے کہ بعثت نبوی صلی اللہ
علیہ وسلم کے وقت شیاطین کو انگاروں سے رجم کیا گیا ۔ چنانچہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے یہ کہانت منقطع ہو چکی ہے ۔ شیاطین
کو رجم اس لیے کیا گیا کہ ان کو آسمانوں کی خبروں (پر مطلع ہونے)
سے روک دیا جائے ۔ جیسا کہ قرآن میں آیا ہے اور کاہن صرف شیاطین
ہی کے ذریعے آسمان کی خبریں معلوم کر سکتے ہیں لہذا اس وقت سے
کہانت ختم ہو گئی ۔ مگر اس سے کوئی دلیل قائم نہیں ہوتی ۔ ہم بیان
کر چکے ہیں کہ جہاں کاہن کا علم شیاطین کے ذریعے حاصل ہونا ہے

وہاں خود ان کی ذات سے بھی حاصل ہوتا ہے۔ مزید برآں اس آیت سے صرف اسی قدر پتا چلتا ہے کہ شیاطین کو آسمان کی خبروں کی ایک نوع سے روک دیا گیا ہے اور یہ نوع وہ ہے جس کا تعلق بعثت کی خبروں کے ساتھ ہے۔ دیگر قسم کی خبروں سے نہیں روکا گیا۔ نیز یہ کہ کہانت صرف نبوت کے آنے پر منقطع ہوئی تھی، ہو سکتا ہے کہ نبوت کے بعد یہ پھر اپنی پہلی حالت پر لوٹ آئی ہو۔ بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے، اس لیے کہ یہ تمام مدرکات بعینہ اسی طرح نبوت کے زمانے میں بچھ جاتے ہیں جس طرح ستارے اور چراغ سورج کی موجودگی میں بچھ جاتے ہیں کیونکہ نبوت وہ نور اعظم ہے جس کے ہوتے ہوئے ہر نور مخفی اور مضمحل ہو جاتا ہے۔ بعض حکما کا خیال ہے کہ کہانت نبوت سے پہلے موجود ہوتی ہے پھر ختم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ہر نبوت کے ساتھ واقع ہوتا ہے کیونکہ نبوت کے وجود کے لیے ایسی آسمانی وضع کا ہونا ضروری ہے جو اس وجود کی مستقاضی ہو اور جب یہ وضع مکمل ہوگی تو وہ نبوت بھی مکمل ہوگی جس پر یہ وضع دلالت کرتی ہے۔ پھر اگر یہ وضع مکمل نہ ہوگی بلکہ ناقص ہوگی تو یہ اس نوع کی طبیعت کے ایسے وجود کی مقتضی ہوگی جسے یہ ناقص ہی چاہتی ہے اور یہی کاہن کا مفہوم ہے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ لہذا پیشتر اس کے کہ یہ کاسل وضع پوری ہو ناقص وضع واقع ہو جاتی ہے اور کاہن کے وجود کا تقاضا کرتی ہے خواہ ایک ہو خواہ متعدد۔ پھر جب یہ وضع مکمل ہو جاتی ہے تو کاسل طور پر نبی کا وجود بھی اتمام کو پہنچ جاتا ہے اور وہ تمام اوضاع جو اس قسم کی طبیعت پر دلالت کرتے ہیں ختم ہو جاتے ہیں۔ لہذا نبی کے آنے کے بعد اس قسم کی کوئی چیز نہیں پائی جاتی۔ یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب یہ مان لیا جائے کہ بعض فلکی اوضاع اپنے کسی قدر نشانات کا تقاضا کرتے ہیں اور اس بات کو تسلیم نہیں کیا گیا۔ ہو سکتا ہے کہ وضع اپنی خاص ہیئت کی وجہ سے اس اثر کی مقتضی ہو اور اگر اس کے بعض اجزا ناقص ہوں گے تو یہ قطعاً کسی چیز کا تقاضا نہ کرے گی۔ یہ نہیں کہ یہ اس اثر کو ناقص

طور پر چاہے گی جیسا کہ حکما نے کہا ہے۔ مزید برآں جب یہ کاہن اسی زمانے میں ہوں گے جس میں نبی ہے تو یہ نبی کی سچائی کو پہچانتے ہوں گے اور اس کے معجزات کی دلالت کو بھی جانتے ہوں گے کیونکہ انہیں نبوت کا کسی قدر وجدان حاصل ہوتا ہے بعینہ اس طرح جس طرح ہر انسان کو نیند کا وجدان ہوتا ہے۔ کاہن میں اس نسبت کو سمجھنے کی قوت سونے والے سے زیادہ قوی ہوتی ہے اور اس بات سے جو چیز انہیں مانع آتی ہے اور انہیں نبی کو جھٹلانے کی ترغیب دیتی ہے وہ صرف یہ قوی خواہش ہوتی ہے کہ کاش یہ نبوت ان کے لیے ہوتی [۳ : ۲۷۴] لہذا وہ نبی کی دشمنی کرنے لگ جاتے ہیں جیسا کہ امیہ بن ابو الصلت سے ہوا کیونکہ وہ تو یہی امید لگائے ہوئے تھا کہ وہ نبی ہوگا۔ ایسا ہی ابن صیاد اور سیلمہ وغیرہ سے ہوا مگر جب ایمان غالب آجاتا ہے اور یہ آرزوئیں جاتی رہتی ہیں تو یہ نہایت اچھی طرح سے ایمان لے آتے ہیں جیسا کہ طلحہ اسدی اور سواد بن قارب کی صورت حال سے ظاہر ہے۔ فتوحات اسلامیہ کے سلسلے میں انہوں نے ایسے کارہائے نمایاں انجام دیے جو ان کے حسن ایمان پر شاہد ہیں۔ جتنا نقل کرنا مقصود تھا ختم ہوا۔

عرافہ کا بیان

کہانت کی دوسری قسم کا نام عرافہ ہے جیسا کہ بہت سے اہل علم کے بیان سے سمجھ میں آتا ہے۔ اصفہانی کتاب الذریعہ میں کہتا ہے : کہانت آئندہ آنے والے امور کے ساتھ مخصوص ہے اور عرافہ گزشتہ امور کے ساتھ۔ کسی نے اس کی یوں تعریف کی ہے : بعض گزشتہ حادثات سے آئندہ آنے والے حادثات پر کسی مناسبت کی وجہ سے یا کسی مخفی مشابہت کی وجہ سے جو ان دونوں کے درمیان ہو یا دونوں میں باہمی اختلاط کی وجہ سے یا باہمی ربط کی وجہ سے باین طور کہ دونوں ایک ہی امر کے بدلول ہوں یا وہ واقعات جو اب پیش آ رہے ہیں آئندہ آنے والے واقعات کی علت ہوں استدلال کرنے کو عرافت کہتے ہیں۔

مذکورہ بالا باہمی ربط کا مخفی ہونا شرط ہے تاکہ سوائے خاص افراد کے کوئی اس کو معلوم نہ کر سکے۔ اور یہ بات یا تو تجربے سے حاصل ہوتی ہے یا اس حالت کے ذریعے ہوتی ہے جو فطری طور پر ان میں ودیعت کی گئی ہے۔ عربوں کے یہاں عہد جاہلیت میں بھی اور اسلام میں بھی عرافت کثرت سے پائی جاتی تھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ہارون الرشید کے عہد میں ایک نابینا شخص عرافت میں مشہور تھا۔ جس بات کے متعلق اس سے دریافت کیا جاتا وہ اس کا پتا اس گفتگو سے لگا لیتا جو حاضرین سوال کے بعد کرتے۔ ایک دن رشید کے خزانے میں سے بعض چیزیں چرائی گئیں۔ رشید نے اس شخص کو بلا بھیجا اور حکم دیا کہ سوال کے بعد کوئی شخص قطعاً کوئی بات نہ کرے۔ انہوں نے اس حکم کے مطابق عمل کیا۔ نابینا کان لگائے رہا مگر اس نے کوئی بات نہ سنی۔ پھر اس نے چٹائی پر ہاتھ پھیرا تو اسے اس میں کھجور کی ایک گٹھلی ملی پھر کہا۔ تمہارا سوال سوتی، زبر جد اور یاقوت کے متعلق ہے۔ رشید نے کہا: وہ کہاں ہے؟ نابینے نے جواب دیا: کنوئیں میں۔ جیسا اندھے نے کہا تھا۔ انہوں نے ایسا ہی پایا۔ رشید اس پر حیران ہوا اور پوچھا کہ تو نے یہ کیسے معلوم کر لیا۔ اس نے کہا: مجھے کھجور کی ایک گٹھلی ملی اور کھجور کے درخت کا اندر کا گودا سفید ہوتا ہے اور وہ سوتی کی طرح ہے پھر کچی کھجور بن جانا ہے اور کچی کھجور سبز رنگ کی ہوتی ہے اور زمرد بھی سبز رنگ کا ہوتا ہے پھر وہ تازہ کھجور بن جاتا ہے اور وہ سرخ رنگ کی ہوتی ہے اور یاقوت کا بھی یہی رنگ ہے۔ اس کے بعد جب تم نے یہ سوال کیا کہ مسروقہ مال کہاں ہے تو میں نے ڈول کی آواز سنی جس سے میں سمجھ گیا کہ یہ کنوئیں میں ہے۔ رشید کو اس کا طریق استدلال اور اس کی فراست بہت پسند آئی چنانچہ اسے بہت سا مال (بطور انعام) دیا۔

حکایت ہے کہ ابو معشر اور اس کا ایک ساتھی کسی عراف کے پاس گئے اور انہوں نے اس سے کوئی بات دریافت کی عراف نے کہا:

تم مجھ سے ایک قیدی کے متعلق دریافت کر رہے ہو ان دونوں نے کہا : کیا وہ رہائی پا لے گا ؟ اس نے کہا ہاں رہائی پا لے گا۔ اس کے بعد انہوں نے اس سے پوچھا کہ تو نے یہ کیسے معلوم کر لیا ؟ اس نے جواب دیا : جب تم نے مجھ سے سوال کیا تو میری نظر پانی کے ایک مشکیزے پر پڑی جس سے میں سمجھ گیا کہ سوال قیدی کے بارے میں ہے اور جب تم نے اس کی رہائی کے متعلق سوال کیا تو میں نے دیکھا کہ مشکیزہ خالی ہو چکا ہے۔

ابن خلدون نے عرافہ اور اسی قسم کی دیگر باتوں سے بحث کی ہے جسے اہل نظر پسند کرتے ہیں شاید ہم اس کا ذکر علم زجر میں کریں۔

بعض مشہور کاہنوں اور عرافوں کے مختصر حالات

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے عرب کاہنوں اور عرافوں کے پاس حوادث کے متعلق سوال کرنے جایا کرتے تھے اسی طرح اپنے جھگڑوں کا فیصلہ کرانے کے لیے بھی ان کے پاس جایا کرتے تھے تاکہ عراف اپنے غیبی ادراک سے انہیں حق بات بتا دیں۔ اہل ادب کی کتابوں میں اس قسم کے بہت سے بیانات پائے جاتے ہیں ، عہد جاہلیت میں اس جماعت کے کچھ افراد خاصے معروف تھے۔

ان میں سے ایک

عزیٰ سلمۃ الکاهن

ہے۔ ہشام بن محمد الکلبی نے اپنے باپ سے اور اس کے باپ نے ابو صالح سے اور ابو صالح نے عقیل بن ابی طالب سے روایت کیا ہے ، وہ کہتا ہے کہ عبدالمطلب بن ہاشم حارث بن اسیہ کا ندیم تھا ناآنکہ

۱ - جاحظ (البيان و التبيين : ۱ : ۲۹۰ ، ۳۵۸) کہتا ہے : قالوا : آکهن العرب و أسجعهم سلمة بن ابی حیة و هو الذی یقال له عزیٰ سلمة۔

دونوں مفاخرت کا مقدمہ نُسَیْل بن عبدالعُزْیٰ کے پاس لے گئے۔ تو اس نے عبدالمطلب کے حق میں فیصلہ نہ دیا۔ اس پر دونوں میں جدائی ہو گئی۔ عبدالمطلب نے ایک سو بیس سال کی عمر میں وفات پائی۔ ان کی وفات حرب فجار سے پہلے اس جنگ میں ہوئی جو ہوازن کے مابین ہوئی تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ دونوں مفاخرت کا مقدمہ عزشی سلمة الکابن کے پاس لے گئے تھے۔ کہتے ہیں کہ عبدالمطلب کا طائف میں ایک چشمہ تھا جسے ذوالہشرم کہا جاتا تھا۔ ثقفیوں نے آ کر [۳ : ۲۷۶] اسے کھود ڈالا۔ عبدالمطلب اس جھگڑے کا فیصلہ کرانے کے لیے عزیٰ یا نُسَیْل کے پاس گئے۔ عبدالمطلب اپنے بیٹے الحِثْرث کو ہمراہ لے گئے۔ ان دنوں اس کے سوا ان کا کوئی اور بیٹا نہ تھا۔ ثقفی بھی اپنے ساتھی لے کر نکلے۔ حرب بن امیہ نے عبدالمطلب کی مخالفت میں ان کا ساتھ دیا، (راستے میں) عبدالمطلب کا پانی ختم ہو گیا۔ انہوں نے ثقفیوں سے پانی مانگا مگر انہوں نے نہ دیا۔ عبدالمطلب پیاس کے مارے نڈھال ہو کر موت کے قریب پہنچ گئے۔ جب عبدالمطلب اپنے اونٹ پر سوار ہونے کے لیے اسے اُکسانے لگے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی گردن کے اگلے حصے کے نیچے سے پانی کا ایک چشمہ جاری کر دیا۔ اس پر عبدالمطلب نے اللہ کا شکر یہ ادا کیا اور سمجھ گئے کہ یہ اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ چنانچہ انہوں نے بھی اور ان کے ساتھیوں نے بھی سیر ہو کر پانی پیا اور اپنی ضرورت کے مطابق ساتھ بھی لے لیا۔ پھر ثقفیوں کا پانی ختم ہو گیا اور انہوں نے عبدالمطلب سے درخواست کی کہ انہیں پانی پینے کو دے۔ عبدالمطلب نے ان پر مہربانی کی تو اس کے بیٹے الحِثْرث نے کہا: میں تو اپنی تلوار (کی نوک) پر یوں جھکوں گا کہ یہ میری پیٹھ سے باہر نکل آئے گی۔ عبدالمطلب نے کہا: میں انہیں پانی پینے کو ضرور دوں گا، تو اپنی جان کے ساتھ ایسا نہ کر۔ چنانچہ عبدالمطلب نے انہیں پانی دیا۔ پھر روانہ ہو گئے تاآنکہ کابن کے پاس پہنچ گئے۔ انہوں نے (کابن کو آزمانے کے لیے) مشکیزے کی سلائی کے سوراخ میں مکڑی کا سر چھوا رکھا تھا اور اسے اپنے کتے کے پٹے میں

ڈال رکھا تھا۔ کتے کو سوٲار کہتے تھے۔ جب کاہن کے پاس پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ دو گائیں ہیں جو ایک گو سالے کو ہانکے لیے آ رہی ہیں۔ ہر ایک کا یہی دعویٰ کہ گو سالہ اس کا ہے۔ دونوں نے ایک ہی رات بچہ دیا۔ چیتا ایک بچے کو کھا گیا لہذا دونوں باقی ماندہ بچے کو پیار کر رہی ہیں۔ جب یہ دونوں کاہن کے سامنے آ کر کھڑے ہوئے تو کاہن نے کہا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ دونوں گائیں کس بات کا ارادہ کر رہی ہیں انہوں نے کہا: نہیں۔ کاہن نے کہا: اسے (ایک چیتا) لے گیا ہے جس کا جسم سٹیلے رنگ کا ہے۔ باچھیں زرد ہیں اور دانت گاڑے ہوئے ہیں۔ چھوٹی کا بڑی کے بچے میں کوئی حق نہیں۔ لہذا اس نے بڑی کے حق میں فیصلہ دے دیا پھر کہا: تمہارا کیا کام ہے؟ انہوں نے کہا: ہم نے تمہارے لیے ایک چیز چھپا رکھی ہے پہلے اس کے متعلق بتاؤ پھر ہم تمہیں اپنا کام بتائیں گے۔ اس نے کہا: تم نے میرے (آزمائے) کے لیے ایک چیز چھپا رکھی ہے۔ جواڑ کر اونچی گئی پھر نیچے کو آ کر گر پڑی۔ اس کی وجہ سے زمین میں مختلف رنگ ہیں۔ انہوں نے کہا نہیں اور وضاحت کرو۔ اس نے کہا: وہ ایک چیز ہے جو اڑ کر پھیل گئی۔ اس کی گھسیٹنے والی دم ہے اور آرمے کی طرح پنڈلی ہے اور میخ کی طرح سر ہے انہوں نے کہا: نہیں، اور وضاحت کرو۔ اس نے کہا: اگر اب صحیح بات نہ کہہ سکوں گا تو کبھی بھی نہ کہہ سکوں گا، یہ مکڑی کا سر ہے جو ایک مشکیزے کی سلائی کے سوراخ میں رکھ کر پٹے والے سوٲار کتے کے گلے میں رکھا ہے۔ انہوں نے کہا: سچ ہے۔ اب یہ بتاؤ ہمارا جھگڑا کس بات میں ہے۔ اس نے بتا دیا۔ انہوں نے اپنا نسب بیان کیا اور اس نے ان کے درمیان اپنا فیصلہ دے دیا اور وہ اس کے فیصلے کو مان کے اپنے اپنے گھروں کو چلے آئے۔

۱۔ بلوغ الارب میں توأمان (تاء اور واؤ کے ساتھ) چھپا ہے۔ اسے تَرَأْمَان (تاء اور راء کے ساتھ) پڑھیں۔

میدانی نے اس قصے کا ذکر عربوں کے قول ”إِلَادَةٌ فَلَادَةٌ“ پر بحث کرتے ہوئے کیا ہے۔ میدانی کہتا ہے : ابن الاعرابی نے ”إِلَادَةٌ فَلَادَةٌ“ روایت کیا ہے۔ یوں بھی مروی ہے ”إِلَادَةٌ فَلَادَةٌ“ یعنی اگر تو دو نہیں دے گا تو دس بھی نہیں دے گا۔ ابو عبید کہتا ہے : یہ مثال انسان اس وقت بیان کرتا ہے جب وہ کہتا ہے کہ میں اتنا اتنا چاہتا ہوں۔ اگر اس سے کہا جائے کہ یہ تو ممکن نہیں تو وہ کہتا ہے تو پھر اتنا اتنا۔ اصمعی کہتا ہے : اس کے معنی ہیں اگر یہ بات اب نہ ہوگی تو پھر کبھی بھی نہ ہوگی ، اس نے یہ بھی کہا ہے کہ مجھے اس کی اصل معلوم نہیں۔

رؤبہ کہتا ہے :

وَ قَوْلٌ إِلَادَةٌ فَلَادَةٌ

اور کہنے والے ہیں کہ اگر آج یہ باز نہ آیا تو پھر کبھی بھی نہ آئے گا
منذری کہتا ہے : کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں : اگر یہ نہیں
تو وہ بھی نہیں۔ اس کی مراد یہ ہے کہ یہ در اصل إِلَادَةٌ فَلَادَةٌ

- ۱۔ لسان العرب میں ہے : ان لم تَسْلُكْهُ الْآنَ لَمْ تَسْلُكْهُ أَبَدًا۔
- ۲۔ لفظ ”دہ“ کے ضبط کرنے میں بہت ما اختلاف پایا جاتا ہے۔ زمخشری نے کتاب الامثال میں لکھا ہے کہ ”دہ“ یا ”دہ“ فارسی لفظ ہے جس کے معنی مارنے کے ہیں۔ عربوں نے اس لفظ کو اپنے یہاں استعمال کیا ہے۔ اصل بات یوں ہے کہ جس شخص کا کوئی عزیز مارا گیا ہوتا اور پھر اس کی ملاقات قاتل سے ہو جاتی اور وہ اسے کچھ نہ کہتا تو لوگ کہتے ”إِلَادَةٌ فَلَادَةٌ“ یعنی اگر تو اب نہ مارے گا تو کبھی بھی نہ مارے گا۔ مراد یہ ہے کہ ان لم یکن دہ فلا یكون دہ یعنی اگر اس وقت نہ مارا تو کبھی بھی نہ مار سکو گے۔ پھر کثرت استعمال سے اس شخص کے لیے بھی بولنے لگے جس کے لیے کسی کام کرنے کا موقع آ گیا ہو پھر بھی نہ کرتا ہو۔

ہے۔ [ذال معجمہ کے ساتھ] پھر اسے [دال سہملہ بنا کر] مُعْتَرَب کر لیا گیا۔ جس طرح کہتے ہیں یہود پھر مُعْتَرَب بنا کر یَتَهُود کہا گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ در اصل الادھی تھا یعنی اگر تو نہ مارے گا پھر اس پر تنوین لانے کی وجہ سے یاء گر گئی۔ اس کے پہلے اشعار یہ ہیں :

فَالْيَوْمَ قَدْ نَهْنَهْنِي تَنْهَنْهِي
وَ اَوَّلُ حِلْمٍ لَيْسَ بِالمُسْتَفْتِ

مجھے عقل کے زجر کرنے والوں نے منع کیا نیز اس عقل کے لوٹ آنے نے جسے بیوقوف نہیں کہا جا سکتا

وَ قَوْلٌ اِلَّا دَهٍ فَلَإِ دَهٍ
وَ حَقَّةٌ لَيْسَتْ بِقَوْلِ التُّرَّةِ

اور کہنے والوں کی ملامت نے (روکا) کہ اگر توبہ نہ کرے گا تو پھر کبھی بھی توبہ نہ کر سکے گا اور اس حق بات نے جو بیہودہ بات نہیں ہے

توبہ کہتا ہے : مجھے عقل کے زجر کرنے والوں نے زجر کی۔ نیز اس عقل کے لوٹ آنے نے جسے بیوقوف نہیں کہا جا سکتا اور قَوْل نے یعنی رَجوع قَوْل - مراد یہ ہے کہ کہنے والی عورتیں کہتی ہیں کہ اگر ان اسباب کے ہوتے ہوئے بھی اس نے اب توبہ نہ کی تو پھر یہ کبھی بھی توبہ نہ کرے گا اور اس کا "و حقة" کہنا مراد و قالة حقة (حق بات) ہے۔ محاورہ میں حَقٌّ اور حَقَّةٌ ایک ہی معنوں میں مستعمل ہے، جس طرح اَهْلٌ اور اَهْلَةٌ، اس کی مراد موت اور اس کا قریب آ جانا

۱ - اَلْوَسَى کا قَوْل سے مراد عورتیں لینا درست نہیں ہے کیونکہ یہ قائل کی جمع ہے اور قائل مذکر ہے۔ مزید برآں رجوع کا مضاف محذوف قرار دینا بھی درست نہیں ہے کیونکہ اس سے معنی میں خلل پڑتا ہے۔

ہے - بیان ختم ہوا -

عبدالقادر بغدادی کتاب خزائن الادب میں یہ اشعار نقل کر کے کہتا ہے : روبہ نے ان اشعار میں اپنی جوانی کا ، اور خوبصورت عورتوں کے ساتھ عشقبازی اور مسلسل آرزوؤں کا ذکر کیا ہے - پھر کہتا ہے - جس عشقبازی میں میں پڑا ہوا تھا اس سے آج چار باتیں مجھے روک رہی ہیں - پہلی تَنْهَنَّهُ ہے اور یہ مُطَاوِع ہے تَنْهَنَّهُتْہُ، عن کذا فَتَنْهَنَّتْہُ کا مراد یہ ہے کہ میں نے اسے اس بات سے روکا اور زجر کی اور وہ رُک گیا یعنی مجھے عقل کے زجر کرنے والوں نے زجر کی دوسری بات اَوَّلَ حِلْمِہُمْ ہے یعنی عقل کا لوٹ آنا جسے بیوقوفی کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا اور تیسری بات یہ کہنے والوں کی ملامت ہے کہ ان اسباب کے ہوتے ہوئے بھی اگر تو توبہ نہ کرے گا تو پھر کبھی بھی توبہ نہ کرے گا - رہا اس کا ” و قَوْل ” کہنا تو یہاں مضاف محذوف ہے ، اور چوتھی بات ” حَقَّة ” ہے یعنی خُطَّةٌ حَقَّةٌ ، حق بات یہاں موصوف محذوف ہے - اس کی مراد موت اور اس کا قریب آنا ہے - محاورے میں حَقٌّ و حَقَّةٌ دونوں طرح آتا ہے جس طرح اَهْلٌ اور [۳ : ۲۷۸] اَهْلَةٌ کہا جاتا ہے - تُرَّہُ مفرد اسم ہے جس کے معنی باطل کے ہیں - تُرَّہُ اور تُرَّہَاۃٌ دونوں طرح بولا جاتا ہے پہلے کی جمع تَرَارِیْہُ ہے اور دوسرے کی تُرَّہَاتِ اور رضی کا کہنا کہ دَہُ کی دال پر فتح اور ہاء ساکن ہے - آخر تک وہ سارا بیان ہے جو اس نے دیا ہے - یہ اللباب کے شارح اسماعیل القالی کا بیان - اس میں کسی قسم کی کمی یا بیشی نہیں کی گئی اور یہ بات واضح ہے کہ جب دَہُ بمعنی اِضْرِبِ (مار) ہو تو یہ اسم فعل ہوگا ، اسم صوت نہ ہوگا - حق بات یہ ہے کہ یہ لفظ فارسی زبان میں گھوڑے وغیرہ کو زجر کرنے کے لیے استعمال

۱ - ارجوزہ کا پہلا شعر یہ ہے :

لِللّٰهِ دَرٌّ الْغَنَائِيَّاتِ الْمُدَّہِ
سَبَّحْنَ وَاسْتَرَجَعْنَ مِّنْ تَأَلُّہِیْ

ہوتا ہے تا کہ وہ تیزی سے چلے یا چلتا جائے۔ یہ لفظ اِضْرِبُ (مار) کے معنوں میں استعمال نہیں ہوتا اور یہ بات اب تک ان کے استعمال سے ظاہر ہوتی ہے مگر علما کا اتفاق ہے کہ یہ لفظ اِضْرِبُ کے معنی میں ہے۔ اس صورت میں ان پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ یہ تو اسم فعل ہوا اسم صوت تو نہ ہوا اللباب کا مصنف کہتا ہے : جار الله (الزنجشیری) نے ذکر کیا ہے کہ دَہُ اونٹوں کو زجر کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے جس طرح ہید اور ہاد اور اس نے اپنی کتاب الامثال میں ذکر کیا ہے کہ [دَہُ - بفتح دال اور کسرہ] دال - فارسی لفظ ہے جس کے معنی مارنے کے ہیں - عربوں نے اسے اپنے کلام میں استعمال کیا ہے - اس کی اصل یہ ہے کہ جس کا کوئی عزیز قتل کر دیا گیا ہو اور اس کی ملاقات قاتل سے ہو جائے اور وہ اس سے کچھ نہ کہے تو اسے کہتے ہیں اِلَّا دَہُ فَلَآ دَہُ مراد یہ کہ اگر تو اب اسے نہیں مارے گا تو پھر کبھی بھی نہ مارے گا - دراصل یہ عبارت یوں ہے : اِن لَّمْ یَکُنْ دَہُ فَلَآ یَکُونُ دَہُ یعنی اگر اس وقت مارکا وجود نہ ہو تو پھر کبھی نہ ہوگا پھر اس کا استعمال وسیع ہو گیا اور اسے ہر اس چیز کے لیے استعمال کرنے لگ گئے جس کا وقت آ گیا ہو مگر پھر بھی آدمی اسے کرنے پہ آمادہ نہ ہو مثلاً قرض کا ادا کرنا جبکہ اس کے ادا کرنے کا وقت آ گیا ہو یا کسی حاجت کو انسان طلب کر رہا ہو اور اس کا وقت آ گیا ہو یا اسی قسم کی کوئی اور بات جس میں تاخیر کرنا مناسب نہ ہو - القصصہ یہ کہ عربوں کے قول اِلَّا دَہُ فَلَآ دَہُ کے الفاظ کے ضبط کرنے اور اس کے معنی کی تشریح میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے تمام (ایسے) اقوال میں یہی (مفہوم) تحریر ہے کہ یہ ایک فارسی لفظ ہے جسے مُعَرَّبُ کیا گیا ہے - ابو محمد عبداللہ نے جو ابن ابری المقدسی کے نام سے مشہور ہے اس بات سے انکار کیا ہے کہ اس مثل میں یہ لفظ عربی لفظ نہیں ہے اس کے خیال میں یہ لفظ دہاء سے صفت مشبہ ہے جس کے معنی سمجھ کے ہیں اور اس نے مَلَیْک النہاجۃ کے اس خیال کی کہ یہ لفظ دراصل عجمی لفظ ہے جو اسم فعل کے معنی میں ہے تردید کی ہے -

جو بیان اس نے دیا ہے وہ بہت عمدہ بیان ہے ، اس نے اپنے دعویٰ کو مراد سے بڑھ کر ثابت کر دیا ہے اور یہ قول کتاب الخزانہ میں مذکور ہے ۔

اور ان میں سے ایک

شق بن انمار بن نزار

ہے ، یہ شقی نصف انسان تھا ۔ اس کا ایک ہاتھ ، ایک ٹانگ اور ایک آنکھ تھی ۔ حافظ ابن الجوزی نے ذکر کیا ہے کہ خالد بن عبداللہ الفہری اسی شق کی اولاد میں سے تھا ۔ دراصل یہ نام ایک [۲ : ۲۷۹] حیوان کا نام ہے ، یہ شین کی زیر کے ساتھ پڑھا جاتا ہے ۔ قزوینی کہتا ہے : شق شیطانی مخلوق میں سے ہے جس کی صورت آدھے آدمی کی ہوتی ہے ۔ لوگوں کا خیال ہے کہ نسناس شقی اور آدمی سے مرکب ہو کر بنتے ہیں ۔ نسناس انسان کو سفر کے دوران میں ملتا ہے ۔ بیان کیا جاتا ہے کہ علقمہ بن صفوان بن امیہ ایک رات روانہ ہوا اور ایک جگہ پہنچا جہاں اسے شق ملا ۔ علقمہ نے کہا : اے شق میرا تم سے اور تمہارا مجھ سے کیا واسطہ ، اپنی تلوار میان میں ڈال لو کیا اس شخص کو قتل کرو گے جو تجھے قتل نہیں کرے گا ؟ شق نے کہا : او اور جو کچھ تمہاری تقدیر میں لکھا ہے اسے ہمت کے ساتھ برداشت کرو ۔ چنانچہ ہر دو نے ایک دوسرے پر تلوار سے وار کیا اور شق قتل ہو کر گر پڑا ۔

سیرت ابن ہشام میں ابن اسحاق سے مروی ہے کہ مالک بن نصر لسخمی نے ایک خوفناک خواب دیکھا تو اس نے اپنی رعیت کے تمام کاہنوں ، جادوگروں اور منجموں کو بلا بھیجا ۔ وہ آئے ۔ اس نے کہا : میں نے ایک خوفناک خواب دیکھا ہے اور اس سے اتنا ڈرا ہوں کہ اسے برداشت نہیں کر سکتا ۔ انہوں نے کہا : خواب بیان کرو ہم اس کی تعبیر تمہیں بتا دیں گے ۔ مالک نے کہا : اگر میں تمہیں خواب بتا دوں تو جو تعبیر تم اس کی بیان کرو گے میں اس پر مطمئن نہیں ہوں گا ۔

جو شخص میرے بتانے سے پہلے ہی میرے خواب کو معلوم کر لے گا میں اسی کی تعبیر کو صحیح مانوں گا۔ اس پر انہوں نے ایک دوسرے سے کہا : جو بات بادشاہ چاہتا ہے وہ اسے صرف شق اور سطح کے پاس ملے گی۔ جب انہوں نے بادشاہ کو یہ بتایا تو بادشاہ نے کسی کو بھیج کر ان دونوں کو بلا لیا۔ پھر سطح سے پوچھا ، اس نے کہا : تم نے دیکھا ہے کہ ایک کوئلہ تاریکی سے نکل کر تھامہ کی زمین میں جا پڑا ہے اور وہاں کی ہر کھوپری والی ہستی کو کھا گیا ہے۔ بادشاہ نے کہا : تم نے بالکل ٹھیک کہا ہے۔ اب تمہارے پاس اس کی کیا تعبیر ہے۔ سطح نے کہا : میں ان تمام کیڑے مکوڑوں کی قسم کھاتا ہوں جو دونوں سیاہ پتھریلی زمینوں کے درمیان ہیں کہ تمہارے ملک پر حبشی اتریں گے اور اَبِشِن اور جَرش کے تمام درمیانی علاقے پر قابض ہو جائیں گے۔ اس پر بادشاہ نے کہا : اے سطح ! تمہارے باپ کی قسم تب تو غضب ہو جائے گا ، ہمیں بہت دکھ ہوگا۔ یہ کب ہوگا ، کیا میرے ہی زمانے میں ہوگا یا میرے بعد ؟ اس نے کہا : تمہارے زمانے سے کچھ عرصہ بعد ہوگا۔ ساٹھ یا ستر سال بعد پھر انہیں قتل کیا جائے گا اور وہ بھاگ جائیں گے۔ بادشاہ نے کہا : ان کو کون قتل کرے گا اور یہاں سے نکالے گا ؟ اس نے جواب دیا ابن ذی یزن جو عدن سے نکل کر آئے گا ، اور وہ یمن میں ایک حبشی کو بھی رہنے نہ دے گا۔ بادشاہ نے پوچھا : کیا ان کی حکومت ہمیشہ کے لیے ہوگی یا منقطع ہو جائے گی ؟ سطح نے کہا : نہیں وہ تو منقطع ہو جائے گی۔ پوچھا : ان کو کون ختم کرے گا ؟ اس نے جواب دیا : [۳ : ۲۸۰] پاک نبی ختم کرے گا جس کے پاس اس کے بلند رب کی طرف سے وحی آئے گی۔ پوچھا : یہ نبی کن لوگوں میں سے ہوگا ؟ جواب دیا : غالب بن فہر بن مالک بن النضر کی اولاد میں سے۔ آخر زمانے تک اس کی قوم میں حکومت رہے گی۔ بادشاہ نے کہا : اے سطح ! کیا زمانہ بھی ختم ہو جائے گا ؟ اس نے کہا : ہاں۔ اس دن ختم ہوگا جب پہلے اور آخر کے سب لوگوں کو اکٹھا کیا جائے گا۔ نیکو کار

اس دن سعادت مند ہوں گے اور بدکار بد بخت - بادشاہ نے کہا : اے سطح ! کیا جو کچھ تو کہتا ہے ، سچ ہے ؟ اس نے کہا : ہاں قسم ہے شفق کی ، ابتدائی رات کی تاریکی کی اور صبح کی جب یہ پورے طور پر نمودار ہو کہ جو کچھ میں نے تمہیں بتایا ہے سب سچ ہے -

اس کے بعد بادشاہ نے شیق کو بلایا اور اس سے بھی اسی طرح سوال کیا جس طرح سطح سے کیا تھا - شیق نے کہا : تو نے ایک کوئلہ دیکھا ہے جو تاریکی میں سے نکل کر باغ اور ٹیلے کے درمیان جا پڑا اور اس نے ہر ذی روح کو کہا لیا - جب بادشاہ نے شق کا بیان سنا تو کہا : تو نے بالکل ٹھیک کہا ہے - اب تمہارے پاس اس کی کیا تعبیر ہے ؟ شق نے کہا : میں ان تمام انسانوں کی قسم کھاتا ہوں جو حرتین کے درمیان بستے ہیں کہ سیاہ فام لوگ تمہارے ملک میں اتریں گے اور وہ ہر نازک انگلیوں والی پر غالب آ جائیں گے - اُبشین سے لے کر نجران تک کے تمام علاقے پر مسلط ہو جائیں گے - اس پر بادشاہ نے کہا : اے شیق ! تمہارے باپ کی قسم یہ بات تو ہمیں غصہ دلانے والی اور درد مند کرنے والی ہے - یہ کب ہوگا ؟ کیا میرے ہی عہد میں یا اس کے بعد ؟ اس نے جواب دیا : بلکہ کچھ مدت کے بعد ہوگا - اس کے بعد تمہیں ایک عظیم الشان شخصیت نجات دلائے گی اور انہیں سخت ترین ذلت کا مزہ چکھائے گی - بادشاہ نے کہا : یہ عظیم الشان شخصیت کون ہے ؟ شق نے کہا : ایک بچہ ہوگا جو نہ کمینہ ہوگا اور نہ کمزور طبیعت ، جو ذی یزن کے گھرانے سے نکلے گا بادشاہ نے پوچھا : کیا یہ ہمیشہ رہے گا یا منقطع ہو جائے گا - اس نے کہا : یہ تو ختم ہو جائے گا اور رسول مرسل اسے ختم کریں گے جو اہل دین اور اہل فضل لوگوں میں حق اور عدل لے کر آئیں گے - اور قیامت تک ان کی قوم میں حکومت رہے گی - بادشاہ نے کہا : یوم الفصل کیا ہے ؟ شق نے جواب دیا : جس دن حاکمون کو جزا دی جائے گی اور آسمان سے آوازیں آئیں گی جسے زندہ اور مردہ دونوں سنیں گے اور پھر ایک مقام پر سب کو جمع کیا جائے گا - اس دن متقی لوگوں کو کامیابی

(حاصل) ہوگی اور نیکیاں ملیں گی۔ بادشاہ نے کہا؟ اے شق! کیا جو کچھ تو کہہ رہا ہے درست ہے؟ شق نے کہا: ہاں قسم ہے آسمان اور زمین کے مالک کی اور اس تمام نشیب و فراز کے مالک کی جو ان دونوں کے درمیان ہے، کہ جو کچھ میں نے تمہیں بتایا ہے سچ ہے اس میں کسی قسم کا شبہ نہیں ہے۔ اس کا بادشاہ کے دل پر اثر ہوا کیونکہ اس نے دیکھا کہ شق اور سطیح دونوں کے بیان میں مطابقت پائی جاتی ہے لہذا اس نے حبشیوں کے غلبے کے خوف سے اپنے خاندان کے لوگوں کو حیرہ روانہ کر دیا۔

اور ان میں سے ایک

سطیح^۲ بن مازن بن غسان

ہے۔ سطیح کو اسی طرح لپیٹ دیا جاتا تھا جس طرح کپڑے کو لپیٹ لیا جاتا ہے۔ اس میں کھوپری کے علاوہ کوئی ہڈی نہ تھی۔ کہا جاتا ہے کہ اس کا چہرہ اس کے سینے میں تھا۔ اس کا نہ سر تھا نہ گردن، یہ اپنے زمانے کا مشہور ترین کاہن تھا۔ تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں اس کے بہت سے حالات مندرج ہیں۔ سَطِیح اور شِقِ دونوں ایک ہی دن پیدا ہوئے تھے اور دونوں معمّرین میں سے تھے۔ بہت سے اہل سیر نے کہا ہے اور بعض ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: جب وہ رات آئی جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ہوئی تو ایوانِ کسریٰ میں زلزلہ آیا

- ۱ - ابن درید (الاشتقاق: ۵۱۷) کہتا ہے: و من رجالہم [ای رجال بیبیلہ] شق الکاهن أحد کُھان الجاہلیۃ المذکورین کان عمرہ ثلاثاً سنۃ۔
- ۲ - ابن درید (الاشتقاق: ۴۸۷) کہتا ہے: و منهم [ای من بنی حجر] سطیح الکاهن و هو ربیع بن ربیعۃ بن مسعود بن عدی بن السائب و هو الکاهن القدیم وله احادیث و عمیر ثلاثاً سنۃ، و لید فی آیام سبیل العریم و عاش حتی ادرك ابرویز وله حدیث۔

اور اس کے چودہ کنگرے گر گئے۔ اہل سلطنت کو یہ حادثہ بہت ناگوار گزرا۔ ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ یمن کے گورنر نے اسے لکھا اور بتایا کہ اسی رات ساوہ کی جھیل کا پانی خشک ہوگا، اسی طرح ساوہ کے گورنر نے لکھا کہ ساوہ کی وادی اس رات منقطع ہو گئی۔ طبریہ کے گورنر نے لکھا کہ اس رات بُجَیْثِرہ طبریہ کا پانی نہیں بہا۔ فارس کے گورنر نے لکھا کہ اس رات آتش کدے بجھ گئے حالانکہ ایک ہزار سال سے اب تک کبھی نہ بجھے تھے۔ جب اس قسم کی چٹھیاں مسلسل آنے لگیں تو اس نے اپنا تخت باہر نکالا اور اہل سلطنت کے سامنے ظاہر ہو کر انہیں سارا قصہ سنایا۔ اس پر موبدان (ایرانیوں کے قاضی) نے کہا: اے بادشاہ! میں نے اسی رات ایک خوفناک خواب دیکھا ہے۔ بادشاہ نے کہا: تو نے کیا دیکھا ہے؟ اس نے جواب دیا: میں نے اکھڑ اونٹ دیکھے ہیں جو عربی گھوڑوں کو کھینچے لیے جا رہے ہیں اور یہ کہ وہ دجلے میں گھس گئے ہیں اور ہمارے ملک میں پھیل گئے ہیں۔ بادشاہ نے کہا: تو نے بہت بڑی بات دیکھی ہے۔ اب تو بتا اس کی کیا تعبیر کرتا ہے؟ اس نے کہا: میرے پاس اس خواب اور اس کی تعبیر کے متعلق کچھ نہیں ہے لیکن آپ اپنے حیرہ کے گورنر کو پیغام بھیجیں کہ وہ اپنے یہاں کا کوئی عالم آپ کے پاس [۳ : ۲۸۲] بھیج دے کیونکہ وہ لوگ حوادث دہر سے باخبر ہیں۔ اس نے بادشاہ کی طرف عبد المسیح بن بُقَیْلَہ الغسانی کو بھیجا۔ جب وہ آیا تو

۱۔ ابن درید (الاشتقاق : ۴۸۵) نے اس کا نسب یوں بیان کیا ہے :
عبد المسیح بن عمرو بن حیّان بن بُقَیْلَہ پھر لکھا ہے : وکان
من المعمّرين جاحظ (البيان والتبيين : ۲ : ۱۴۷) نے یوں دیا ہے :
عبد المسیح بن عمرو بن قیس بن حیّان بن بُقَیْلَہ الغسانی۔ اسی
نے وہ محل تعمیر کروایا تھا جسے قصر بنی بقیلہ کہا جاتا ہے۔
اس وقت اس کی عمر تین سو پچاس سال تھی۔ اس کے بعد جاحظ نے
وہ گفتگو نقل کی ہے جو اس کے اور خالد بن الولید کے مابین ہوئی۔

کسری نے اسے سارا قصہ کہہ سنایا۔ اس نے کہا : اے بادشاہ ! خدا کی قسم میرے پاس اس خواب اور اس کی تعبیر کے متعلق کوئی چیز نہیں ہے لیکن مجھے ساز و سامان کے ساتھ میرے ماموں کے پاس جس کا نام سطیح ہے روانہ کر دیں۔ بادشاہ نے کہا : اس کا ساز و سامان تیار کر دو۔ جب عبدالمسیح سطیح کے پاس پہنچا تو وہ دم توڑ رہا تھا۔ اس نے اسے پکارا مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے اس سے بات کی مگر پھر بھی کوئی جواب نہ ملا۔ اس پر عبدالمسیح نے یہ اشعار کہے :

أَصَمَّ أُمَّ يَسْمَعُ غِطْرِيْفُ الْيَمَنِ
يَا فَاَصِيلَ الْخُطَّةِ أَعْيَتُ مَنْ وَمَنْ

کیا یمن کا سردار بہرہ ہو گیا ہے یا سن رہا ہے ، اے مشکل امور کا فیصلہ کرنے والے ، ایسے امور جنہوں نے کئی لوگوں کو عاجز کر دیا

أَتَاكَ شَيْخُ الْحَيِّ مِّنْ آلِ سَنَنِ
أَبْيَضُ فَضْفَاضُ الْبِرْدَاءِ وَالْبَدَنِ

آل سنن میں سے قبیلے کا بوڑھا آدمی تمہارے پاس آیا ہے اور وہ روشن چہرے والا وسیع چادر اور زرہ والا ہے

رَسُوْلُ قَيْلِ الْعَجْمِ يَهْوَى لِلشَّوْثَنِ
لَا يَرُ هَبُ السَّرْعَدِ وَلَا رَيْبُ الزَّمَنِ

وہ عجمیوں کے اس بادشاہ کا ایلچی ہے جو بتوں کو پوجتا ہے وہ نہ رعد سے ڈرتا ہے اور نہ حوادث زمانہ سے

اس پر اس نے سر اٹھایا اور کہا : عبدالمسیح تیز رفتار اونٹ پر سوار ہو کر سطیح کے پاس آیا ہے جبکہ وہ قبر میں جانے کو ہے۔ بنی ساسان کے بادشاہ نے تجھے ایوان کے لرزے ، آگوں کے بجھ جانے اور قاضی کے خواب کی وجہ سے بھیجا ہے ، اس نے اکھڑ اونٹ دیکھے ہیں

جو عربی اونٹوں کو کھنیچے لیے جا رہے ہیں ، یہ وادی میں گھس کر ملک میں پھیل گئے ہیں ، پھر کہا : اے عبدالمسیح ! جب تلاوت (قرآن) ظاہر ہو جائے گی اور وادی سماوہ بہنے لگے گی اور لٹھ والا غالب آجائے گا تو پھر سطح کے لیے شام شام نہ رہے گا۔ ان میں سے کچھ بادشاہ اور بیگمات ہوں گی جن کی تعداد اسی قدر ہوگی جس قدر کنگرے گرے ہیں اور جو کچھ ہونے والا ہے ہو کر رہے گا۔ اس کے بعد کہا :

إِنَّ كَدَانَ مُلْكُكُ بَنِي سَامَانَ أَفْرَطَهُمْ
فَإِنَّ ذَا السَّهْرِ أَطْوَارًا دَهَارِيَّـرُ

اگر بنی سامان کی حکومت نے انہیں سرکش کر دیا ہے (تو انہیں معلوم ہونا چاہیے) کہ یہ زمانہ کئی طور بدلتا ہے اور اس میں کئی گردشیں آتی ہیں

مِنْهُمْ بَنُو الصَّرْحِ بَهْرَامُ وَأَخْشَوْتُهُ
وَالْهَرْمَزَانِ وَسَابُورُ وَسَابُورُ

انہی میں سے محل کی اولاد بہرام اور اس کے بھائی ہیں اور دونوں ہرمز ہیں اور سابور (اول) اور سابور (ثانی) ہے

فَرُبَّمَا أَصْبَحُوا يَوْمًا بِيَمَنْزِلَةٍ
تَهَابُ صَوْلَتُهُمْ، الْإِسْدُ الْمَهَاصِيْرُ

کبھی وہ دن تھا کہ ان کی ایسی منزلت تھی کہ ان کے حملے سے شکاری شیر بھی خوف کھاتے تھے

حَشُّوا الْمَطْيِيَّ وَجَدُّوا فِي رَحَالِهِمْ
فَمَا يَقْوَمُ لَهُمْ سَرَجٌ وَلَا كُورُ

انہوں نے اپنی سواریوں کو تیز چلایا اور اپنی منازل کے حصول کی کوشش کی (مگر) اب نہ کوئی زین اپنی جگہ قائم ہے نہ پالان

وَالنَّاسُ أَوْلَادٌ عِلَالَتٍ فَمَنْ عَالِمُوا
أَنْ قَدْ أَقْلًا فَمَحَقُّوهُرٌ وَ مَهْجُوهُرٌ

(دنیا میں) لوگ سوتیلے بھائیوں کی طرح ہیں لہذا جس کے متعلق انہیں معلوم ہو جائے کہ وہ محتاج ہو گیا ہے اسے حقیر سمجھنے لگ جاتے ہیں اور اس سے جدائی اختیار کر لیتے ہیں

وَالشَّيْئِرُ وَالشَّرُّ مَقْرُونَانِ فِي قَرْنٍ
فَالشَّيْئِرُ مُتَّبِعٌ وَالشَّرُّ مَحْذُوهُرٌ

[۳: ۲۸۳] خیر اور شر دونوں ایک ہی رسی میں جکڑے ہوئے ہیں لوگ خیر کے پیچھے لگ جاتے ہیں اور شر سے بچتے ہیں

پھر جب عبدالمسیح کسری کے پاس آیا اور اسے (جو کچھ سطح نے کہا تھا) بتایا۔ تو کسری نے کہا: (اچھا) یہ سب باتیں تب جا کر ہوں گی جب چودہ بادشاہ ہو چکیں گے اور زمانہ ایک دور لگا چکا ہوگا۔ مگر سب کے سب چالیس سال کی مدت میں تباہ ہو گئے۔

فارسیوں کے ہاں ”سواۓذہ“ قاضیوں کو کہتے ہیں، اور ”ہرآبذہ“ ان قاضیوں کے جانشینوں کے مانند ہوتے ہیں۔ اَصْبَهَبْذُ: محافظ افواج اور امیر الامرا ہے، اور مدار: وزیر اعلیٰ، اور مرآزبستہ: محافظین سرحد اور والیان سلطنت۔ سیرت کی کتابوں میں اسی طرح منقول ہے۔ شق اور سطح کے ضمن میں بہت سے واقعات ہیں۔ ابن خلدون اپنے مقدمے میں کہتا ہے۔ ان دونوں سے جو حکایات مروی ہیں ان میں سے مشہور یہ ہیں: ربیعہ بن مضر کے خواب کی تعبیر اور جن امور کی انہوں نے اطلاع دی یعنی یہ کہ حبشی یمن پر قابض ہو جائیں گے اور ان کے بعد مضر اور یہ کہ قریش میں نبوت مجددیہ کا ظہور ہوگا۔ اسی طرح موبدان کا خواب اور جب کسری نے عبدالمسیح کو سطح کے پاس بھیجا تو جو تعبیر اس نے اس خواب کی بیان کی اور پھر اس نے اسے نبوت کا حال سنایا اور ایرانی سلطنت کی تباہی کی خبر دی۔ اور یہ تمام واقعات مشہور ہیں۔

اور ان میں سے ایک

طریفۃ الکاهنہ

ہے۔ یہ طریفہ اپنے عہد کے مشہور ترین کاہنوں میں سے تھی۔ اسی نے عمرو بن عامر بادشاہ یمن کو اس کی حکومت کے زوال سے آگاہ کیا تھا، اور اسے مأرب کے بند کی خرابی، بند میں طغیانی کے آنے اور باغات کی تباہی کی خبر دی تھی اور یہ سب کچھ اس علم کے مطابق تھا جو کہانت کی وجہ سے اسے حاصل ہوٹا تھا۔

عبد الملک ابن عبدون کے قصیدے کی شرح میں کہتا ہے: سبأ کا علاقہ، یمن میں ہے وہاں آبادانی اس قدر تھی کہ اس کی مسافت کو طے کرنے کے لیے ایک تیز رفتار سوار کو دو ماہ سے زائد مدت درکار تھی۔ وہاں کے باشندے ایک دوسرے سے چار ماہ کی مسافت تک آگ لے سکتے تھے۔ ابتدا میں سب سے پہلا شخص جو یمن سے نکل کر گیا وہ عمرو بن عامر بن سُزَیْقِیْمَاء تھا۔ اس کے نکلنے کا سبب یہ تھا کہ اس کی بیوی کاہنہ تھی جسے طریفۃ الخیر کہا جاتا تھا۔ اس نے خواب میں دیکھا تھا، کہ ایک بادل ان کے علاقے پر چھا گیا، پھر گرجا اور چمکا، پھر بجلی گری اور اس نے ان تمام چیزوں کو جن پر وہ پڑی جلا دیا۔ اس سے طریفہ سخت گھبرا گئی اور بادشاہ عمرو کے پاس آئی اور کہا: میں نے آج [۳: ۲۸۴] جیسا دن نہیں دیکھا۔ اس نے تو میری نیند غائب کر دی ہے۔ میں نے ایک بادل دیکھا ہے جو گرجا اور چمکا اور خوب شور مچایا اور بجلیاں گرائیں۔ جس چیز پر بھی گرا اسے جلا دیا ہے۔ جب اس نے دیکھا کہ اس کے دل پر اس قدر خوف طاری ہو چکا ہے تو اس نے اسے تسلی دی۔ اس کے بعد عمرو اپنے ایک باغ میں گیا، اس کے ساتھ دو لونڈیاں تھیں اور طریفہ کے پاس جا پہنچا۔ وہ نکل کر عمرو کے پاس آئی اور اس کے ساتھ اس کا سنان نامی ایک نوکر بھی چلا آیا۔ جب یہ گھر سے باہر آئی تو اس کے سامنے تین چھچھوندریں آئیں جو اپنی ٹانگوں پر کھڑی تھیں اور اپنے ہاتھ اپنی آنکھوں پر رکھے تھے

(اور چھچھوندریربوع کے مانند ایک جانور ہے) طریفہ وہیں کی وہیں اپنے دونوں ہاتھ اپنی دونوں آنکھوں پر رکھ کر کھڑی ہو گئی اور اپنے نوکر سے کہا : جب یہ چھچھوندریں چلی جائیں تو مجھے بتا دینا۔ جب وہ چلی گئیں تو اس نے طریفہ کو بتا دیا۔ وہ تیز تیز وہاں سے روانہ ہو گئی۔ پھر جب وہ جھیل جو عمرو کے باغ میں تھی سامنے آئی تو پانی میں سے ایک کچھوا اچھلا اور سڑک پر پیٹھ کے بل گر پڑا۔ وہ پلٹنا چاہتا تھا مگر پلٹ نہ سکتا تھا۔ وہ اپنی دم سے مدد لے رہا تھا اور اپنے پہلوؤں سے مٹی اپنے پیٹ پر ڈال رہا تھا۔ پیٹ پر پیشاب بھی خوب ڈال رہا تھا۔ جب طریفہ نے اسے دیکھا تو زمین پر بیٹھ گئی۔ جب کچھوا پانی میں واپس چلا گیا تو طریفہ بھی چل پڑی اور آخر کار عمرو کے پاس آئی۔ اس وقت آدھا دن گزر چکا تھا اور سخت گرمی پڑ رہی تھی۔ دیکھا تو درخت بغیر ہوا کے جھوم رہے تھے۔ جب عمرو نے طریفہ کو دیکھا تو شرما گیا، اس نے دونوں لونڈیوں کو ایک طرف چلے جانے کو کہا اور پھر بولا : اے طریفہ ! طریفہ نے اپنی کہانت کے ذریعے معلوم کر کے کہا : قسم ہے نور اور تاریکی کی، زمین اور آسمان کی درخت تباہ ہونے والے ہیں اور پانی دوبارہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح گزشتہ زمانے میں تھا۔ عمرو نے کہا : تمہیں یہ کس نے بتایا ہے؟ طریفہ نے کہا : مجھے چھچھوندروں نے بتایا ہے کہ سخت سال آنے والے ہیں جن میں اولاد باپ سے قطع تعلق کر لے گی۔ عمرو نے کہا : تو کیا کہہ رہی ہے؟ طریفہ نے کہا : میں نادم ہونے والے کی طرح افسوس سے کہتی ہوں کہ میں نے کچھوے کو دیکھا ہے کہ وہ مٹی چھیل رہا ہے اور خوب پیشاب پھینک رہا ہے۔ اس کے بعد میں جو باغ میں داخل ہوئی تو دیکھا کہ درخت بغیر ہوا کے جھوم رہے ہیں۔ عمرو نے کہا : تو اس میں کیا دیکھتی ہے؟ بولی : یہ تو بہت ہی سخت مصیبت (کی علامت) ہے جس میں بڑے بڑے حادثات رونما ہوں گے، بڑی ہی مصیبتیں نازل ہوں گی۔ عمرو نے کہا : تو تباہ ہو، وہ کیا ہے؟ طریفہ نے کہا : ہاں اس میں ہلاکت ہے اور تجھے اس میں سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ تباہی تو اس کی

جاو میں ہو گی جسے طغیانی لے کر آئے گی . اس پر عمرو اپنے بستر پر سے گر پڑا اور کہا : اے طریفہ ! یہ کیا ہے ؟ طریفہ نے کہا : بہت بڑی مصیبت ہے ، طویل غم ہے ، جانشین کم ہیں - عمرو نے کہا : جو بات تو بیان کر رہی ہے اس کی کیا علامت ہوگی - طریفہ نے کہا : بند پر جا اگر تو وہاں دیکھے کہ چوہے بند کو کثرت سے کھودے جا رہے ہیں اور اپنی ٹانگوں سے بڑے سے بڑے پتھر کو بھی الٹ رہے ہیں تو سمجھ لے کہ پانی بہت زیادہ جمع ہو چکا ہے اور حادثہ رونما ہونے کو ہے - [۲۸۵ : ۳] عمرو نے کہا : تو کیا کہہ رہی ہے ؟ طریفہ نے کہا : اللہ کی طرف سے وعدہ نازل ہو چکا ہے ، باطل باطل ہو گیا ہے ، اور ہم پر ایک مثالی عذاب نازل ہوا ہے - اے عمرو ! بچے مرین گے تو کسی اور کے تیرے نہیں - جب عمرو نے دیکھا تو چوہا اپنی دونوں ٹانگوں سے اتنی بڑی چٹان کو الٹ رہا تھا جسے پچاس آدمی بھی نہ اٹھا سکیں - اس پر وہ یہ کہتے ہوئے لوٹ پڑا :

أَبْصَرْتُ أَمْرًا عَادَنِي مِثْلَهُ أَلَمٌ
وَهَاجَ لِي مِثْلَهُ هَوْلُهُ بِرَحِّ السَّقَمِ

میں نے ایک ایسی بات دیکھی ہے جس کے باعث مجھے پھر سے درد ہونے لگا ہے اور اس کے خوف سے میری شدید بیماری بھڑک اٹھی ہے

مِنْ جُرْدٍ كَفَجَلٍ خِيَزَ إِثْرَ الْأَجْمِ
أَوْ كَبَشِ صَرْمٍ مِثْلَ أَفَاوِيثِ الْغَنَمِ

(میں نے) کچھ چوہے (دیکھے ہیں) جو گھنے جنگل کے نر سؤروں کی طرح ہیں یا بہترین بھیڑ بکریوں کے گلے کے مینڈھے کی طرح ہیں

يَسْتَحِبُّ قُطْرًا مِثْلَ جَلَامِيدِ الْعَرَمِ
لَهُ مَخَالِيْبٌ وَأَنْشَابٌ قَضِيمٌ

یہ چوہے بند کے پتھروں کے ایک حصے کو گھسیٹ کر لے جاتے ہیں ان کے پنچے ہیں اور کاٹنے والے دانت ہیں

مَسَافَاتِهِ، سَحَابًا مِّنَ الصَّخْرِ قَصَمَ

جو پتھر رگڑنے میں رہ جاتے ہیں اسے یہ توڑ ڈالتے ہیں

اس کے بعد طریفہ نے کہا : میں نے جس بات کا تم سے ذکر کیا ہے اس کی علامت یہ ہے کہ تو بیٹھ جائے اور حکم دے کہ ایک شیشے کا برتن تمہارے سامنے رکھ دیا جائے۔ ہوا اسے وادی کے ہموار میدان اور پتھریلی زمینوں میں سے بطحاء کی مٹی سے بھر دے گی۔ تجھے یہ بھی معلوم ہے کہ جنت مایہ دار ہوگی وہاں نہ سورج داخل ہو سکے گا اور نہ ہوا۔ اس پر عمرو نے حکم دیا اور ایک شیشے کا برتن اس کے سامنے رکھ دیا گیا۔ ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ یہ برتن مٹی سے بھر گیا۔ عمرو نے اس کی اطلاع طریفہ کو کر دی اور کہا : یہ تباہی جو بند میں پیدا ہوگی کب ہوگی؟ طریفہ نے کہا : آج سے سات سال کے اندر۔ عمرو نے کہا : کون سے سال میں؟ طریفہ نے جواب دیا : اس کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے اور اگر کوئی جانتا ہوتا تو مجھے ضرور اس کا علم ہوتا۔ ان سات سالوں میں جو رات بھی سبھ پر گزرے گی میں یہی خیال کروں گا کہ یہ بند کل صبح یا کل شام تک تباہ ہو جائے گا۔ اس کے بعد عمرو نے خواب میں بند کی طغیانی کا منظر دیکھا۔ اس سے کہا گیا کہ اس کی علامت یہ ہے کہ کھجور کے درخت کی ٹہنیوں میں تجھے کنکریاں نمودار ہوتی دکھائی دیں۔ اور جب اس نے کھجور کے درخت کو دیکھا تو اس نے ان میں کنکریاں پائیں اس سے یہ سمجھ گیا کہ اب بند کی طغیانی واقع ہونے والی ہے اور ان کا ملک ویران ہونے کو ہے۔ مگر اس نے یہ بات چھپائے رکھی، البتہ اس نے اپنی ہر اس چیز کو جو مارب کی زمین میں تھی بیچنے کا پختہ ارادہ کر لیا اور اس بات کا ارادہ کر لیا کہ وہ اور اس کی اولاد سب وہاں سے نکل جائیں گے۔ پھر اسے اس بات کا اندیشہ ہوا کہ کہیں لوگ اس سے برا نہ مانیں لہذا اس نے اپنے ایک بیٹے کو حکم دیا کہ جب وہ اسے کسی کام کے لیے بلائے تو وہ اکڑ جائے اور یہ کہ وہ

ایسا فعل بھری مجلس میں کرے اور جب باپ [۳ : ۲۸۶] اسے چپت لگائے تو وہ بھی ہاتھ اٹھا کر باپ کو چپت لگا دے۔ اس کے بعد عمرو نے ایک دعوت کی اور مارب والوں کو پیغام بھیجا کہ عمرو نے ضیافت کا اہتمام کیا ہے۔ یہ دن (اس کے لیے) بزرگی اور ناموری کا دن ہے، لہذا تم اس کے دسترخوان پر آؤ۔ جب لوگ کھانا کھانے کے لیے بیٹھ گئے تو وہ بیٹا بھی عمرو کے پاس بیٹھ گیا جسے عمرو نے حکم کر رکھا تھا۔ عمرو کوئی کام کرنے کو کہتا تو بیٹا اکڑ جاتا۔ عمرو نے ہاتھ اٹھایا اور بیٹے کو چپت لگائی۔ بیٹے نے بھی ایسا ہی کیا۔ اس بیٹے کا نام مالک تھا۔ اس پر عمرو نے چلا کر کہا: عمرو کا فخر اور خوشی کا دن ہو اور ایک بچہ اس کے چہرے پر چپت لگا دے اور قسم کھا کر کہا کہ میں تو اسے ضرور قتل کروں گا۔ لوگ التجا کرتے گئے تاآنکہ عمرو نے اسے چھوڑ دیا اور کہا: خدا کی قسم میں اس مقام پر نہ رہوں گا جہاں میرے ساتھ یہ برتاؤ کیا گیا ہو۔ میں ضرور اپنا مال بیچ ڈالوں گا تاکہ یہ میرے بعد کسی چیز کا وارث نہ بن سکے۔ لوگوں نے ایک دوسرے سے کہا: عمرو کے غصے کو غنیمت سمجھو اور بیشتر اس کے کہ وہ بیٹے سے راضی ہو جائے اس کا مال خرید لو۔ چنانچہ لوگوں نے عمرو کا وہ تمام مال خرید لیا جو مارب میں تھا۔ ہوتے ہوتے لوگوں میں بند کے پھوٹ جانے کے متعلق کسی قدر وہ باتیں بھی پھیل گئیں جن کا علم عمرو کو تھا۔ چنانچہ ازد کے کچھ لوگوں نے بھی اٹھ کے اپنا مال بیچ ڈالا۔ جب بہت سے لوگوں نے مال بیچنا شروع کر دیا تو لوگوں نے (حقیقت) کے متعلق ٹوہ لگانی شروع کر دی اور مال خریدنا بند کر دیا۔ جب عمرو کے پاس اس کا سرمایہ اکٹھا ہو گیا تو اس نے لوگوں کو طغیانی کا قصہ بتایا اور وہاں سے نکل گیا۔ اس کے نکل جانے کی وجہ سے بہت سے اور لوگ بھی وہاں سے نکل گئے اور

۱ رَغِيبَ السَّيْهَةِ : اِبْتِهَلَّ -

۱ - اسْتَنْكَرَ امْرَأً يَجْهَلُهُ : اسْتَفْهَمَهُ -

جا کر بنو عتک کی سر زمین میں ڈیرے ڈال دیے۔ بنو عتک نے ان سے جنگ کی تو یہ وہاں سے چل دیے ، پھر دونوں میں صلح ہو گئی لہذا پھر وہیں رہ پڑے تاآنکہ عمرو مر گیا۔ ہوتے ہوتے یہ لوگ مختلف شہروں میں پھیل گئے۔ بعض شام چلے گئے یہ جفنا عمرو بن عامر کی اولاد تھے۔ بعض یثرب چلے گئے یہ اوس اور خزرج قبیلوں کی اولاد تھے ، ان دونوں کا باپ حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر تھا۔ اور ازُدِ سِراة سِراة کو چلے گئے اور ازُدِ عمان عمان کو اور مالک بن فہم عراق کو چلا گیا۔ عمرو سے تھوڑا ہی عرصہ بعد طیبی بھی یمن کی زمین سے نکلے اور اجأ اور سلمی (پہاڑیوں) پر اترے۔ اور ربیعہ بن حارثہ بن عامر بن عمرو کی اولاد تمہامہ میں اتری۔ انہیں خزاعہ اس لیے کہا گیا کہ وہ اپنے بھائیوں سے کٹ گئے تھے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بند پر طغیانی نازل کر دی جس نے بند کو گرا دیا۔ اسی کے بارے میں اعشیٰ میمون بن قیس کہتا ہے :

وَفِي ذَٰلِكَ ۙ لِلْمُؤْتَسِي ۙ اُسُوَّةٌ
وَمَا رَبَّ عَفَّي ۙ عَلَيَّهَا الْعَرَمُ ۙ

اس میں تسلی حاصل کرنے والوں کے لیے تسلی ہے اور مأرب کے واقعہ میں) جسے بند کی طغیانی نے تباہ کر دیا تھا

رُخَامٌ ۙ بَنَتَتْهُ ۙ لَهُمْ ۙ حِمْيَرٌ
إِذَا جَاءَ ۙ سَوَارُهُ ۙ نَمَّ ۙ يَسْرَمُ ۙ

یہ بند سنگ مرمر کا بنا ہوا تھا اور حمیر نے اسے بنایا تھا جب موجزن طغیانی آیا کرتی تو یہ اپنی جگہ سے نہ ہٹتا تھا

۱۔ تصحیح سیرة ابن ہشام سے کی گئی ہے بلوغ الارب میں ذلک ہے۔

۲۔ العَرَم یعنی سیل العرم۔

فَتَأْرُوِي التَّرْوِعَ وَ أَعْنَا بَتَهَا
عَلَى سَعَةِ مَسَاؤُهُمْ إِذْ قُسِمَ

جب ان کا پانی وسیع پیمانے پر تقسیم ہوتا تو یہ ان کے کھیتوں اور
انگوروں کے باغات کو سیراب کرتا

فَصَارُوا أَيْادِي مَسَا يَقْدِرُوا
نَ مِينَهُ عَلَى شُرْبِ طِفْلِ فُطِيمٍ

پھر یہ سب تتر بتر ہو گئے اور انہیں اس قدر پانی پر بھی قدرت نہ تھی
جس قدر کہ وہ بچہ پیتا ہے جس کا دودھ چھڑایا گیا ہو

[۳ : ۲۸۷] ضرب المثل میں عربوں کے قول ”تَتَفَرَّقُوا أَيْادِي سَبَا“ (وہ قوم سبا کی نعمتوں کی طرح تتر بتر ہو گئے) پر بحث کرتے ہوئے میدانی نے ذکر کیا ہے کہ فروہ بن مُسَيْبِک سے روایت ہے - وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا : یا رسول اللہ ! مجھے سبا کے متعلق بتلائیں کیا وہ آدمی تھا یا عورت ؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : وہ عربوں میں سے ایک آدمی تھا جس کے دس بیٹے تھے جن میں سے چھ یمن کو چلے گئے اور چار شام کو - جو یمن کو گئے ان کے نام یہ ہیں آزُد ، کِنْدَه ، مَذْحِج ، اشعرون ، اور آنسمار اور انہی میں سے بسجیشہ بھی ہے اور جو شام کو گئے وہ عاملہ ، غسان ، لَحْم اور جُدَام ہیں - انہی لوگوں پر بند کی طغیانی نازل ہوئی تھی - واقعہ یوں

۱ - بلوغ الارب اور مروج الذهب میں ساعة ہے اس سے صحیح مفہوم نہیں بنتا - سیرة ابن ہشام میں معتہ ہے اور اسی کو لے کر ترجمہ کیا گیا ہے -

۲ - عاملہ حارث بن عدی کی بیوی کا نام تھا - جس کے زہد اور معاویہ دو بیٹے تھے مگر یہ والدہ کے نام پر مشہور ہو گئے (الاشتقاق : ۳۷۳) -

ہے کہ سبأ کی زمین میں یمن کی شیحتر نامی ایک وادی سے پانی آتا تھا ۔ انہوں نے دو پہاڑوں کے درمیان بند باندھ دیا اور پانی کو روک لیا ۔ اس بند میں انہوں نے ایک دوسرے کے اوپر تین دروازے بنائے ۔ وہ (پہلے) سب سے اوپر والے دروازے سے پانی لیتے پھر دوسرے دروازے سے پھر تیسرے سے ۔ اس سے ان کے یہاں سرسبزی اور دولت کی فراوانی ہوئی ۔ پھر جب انہوں نے رسولوں کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے چوہے بھیج دیے جنہوں نے اس بند میں سوراخ کر دیے ۔ حتیٰ کہ یہ بند ٹوٹ گیا جس سے پانی ان کے دونوں (طرفوں کے) باغوں میں گھس گیا اور انہیں غرق کر دیا اور ان کے گھر طغیانی میں دفن ہو گئے ۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان :

فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ سَيْلَ الْعَرِمِ

ہم نے بند کی طغیانی ان پر بھیجی

سے یہی مراد ہے ۔ عَرِمِ عَرِمَةَ کی جمع ہے جس کے معنی اس بند کے ہیں جو پانی کو روک دے ۔ ابن الاعرابی کہتا ہے : عَرِمِ اس طغیانی کو کہتے جس کے (مقابلہ کی) کوئی طاقت نہ رکھتا ہو ۔ اور قتادہ اور سقائل کہتے ہیں : عَرِمِ نام ہے وادی سبأ کا ۔

اس کے بعد میدانی نے ابن الکلبی سے اور ابن الکلبی نے ابو صالح سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ طریفہ کاہنہ نے اپنی کہانت سے یہ دیکھ لیا تھا کہ مارب کا بند عنقریب تباہ ہونے کو ہے اور یہ کہ عنقریب سخت سیلاب آئے گا اور دونوں (طرفوں کے) باغوں کو ویران کر دے گا ۔ اس پر عمرو بن عامر نے اپنا تمام مال بیچ ڈالا تھا اور اپنی قوم کو لے کر روانہ ہو گیا حتیٰ کہ وہ لوگ مکے پہنچ گئے اور مکے اور اس کے ارد گرد کے علاقے میں مقیم ہو گئے ۔ پھر انہیں بخار ہو گیا وہ اس سے پہلے ایسے علاقے میں تھے جہاں انہیں یہ معلوم ہی نہ تھا کہ بخار کیا چیز ہے ۔ لہذا انہوں نے طریفہ کو بلوایا اور اس کے پاس بخار کی شکایت کی ۔ طریفہ نے کہا : مجھے بھی یہی بخار ہو گیا ہے جس کی تم شکایت کر رہے ہو اور یہ ہم میں جدائی ڈالنے والا ہے ۔ انہوں نے کہا :

تو پھر تو ہمیں کیا کرنے کا حکم کرتی ہے ؟ اس نے کہا : تم میں سے جو شخص دور کا ارادہ رکھنے والا اور مضبوط اونٹ والا اور نئے مشکیزے والا ہو اسے عمان کے بلند محل کو چلے جانا چاہیے۔ یہ لوگ آزد عثمان تھے۔ پھر کہا : تم سے جو لوگ قوت برداشت رکھتے ہوں اور (اپنے اوپر) جبر کر سکتے ہوں اور زمانے کی سختیوں پر صبر کر سکتے ہوں وہ بطن سُرّہ کے اندر اراک میں چلے جائیں۔ یہ خُزاعہ کے لوگ تھے۔ پھر کہا : تم میں سے جو لوگ دلدل میں مضبوط گڑے ہوئے پہاڑوں کو چاہتے ہوں ایسے پہاڑ جو قحط سالی میں کھانا کھلائیں تو یہ لوگ یثرب چلے جائیں جہاں نخلستان ہیں۔ یہ اوس اور خزرج تھے۔ پھر کہا : تم میں سے جو لوگ شراب اور خمیری روٹی کے طالب ہوں ، ملک چاہیں۔ لوگوں کو قیدی بنانے کے خواہاں ہوں ، مخمل اور ریشم پہننا چاہتے ہوں انہیں بُصْرٰی اور غویر چلا جانا چاہیے۔ یہ دونوں علاقے شام کی زمین میں ہیں [۳ : ۲۸۸] اور جو لوگ وہاں جا کر آباد ہوئے وہ غسان کی شاخ آل جَفْشَنہ تھے۔ پھر کہا : تم میں سے جو شخص باریک کپڑے ، اصیل گھوڑے ، ازقوں کے خزانے اور بہایا ہوا خون چاہتا ہو اسے عراق کی زمین میں چلے جانا چاہیے اور جو لوگ وہاں جا کر آباد ہو گئے وہ آل جذیمۃ الابرش تھے۔ یہ وہی لوگ تھے جو حِیْرہ میں تھے اور آل مُجَرِّق (کہلاتے تھے)۔

(اس بیان سے) ہمارا مقصد یہ ہے کہ طریقہ اپنے زمانے کے مشہور کاہنوں میں سے تھی۔ اس کے بہت سے واقعات منقول اور تعجب خیز باتیں مشہور ہیں۔

اور ان میں سے ایک

زبراء الکاھنہ

ہے۔ یہ عربوں کے مشہور کاہنوں میں سے تھی۔ اس کی باتوں کا لوگوں کے دلوں پر اثر ہوتا تھا۔ اس سلسلے میں اس کے مُجَرِّق العقول واقعات بیان کیے جاتے ہیں۔

قالی نے اپنی امالی^۱ میں ابوبکر سے روایت کیا ہے وہ کہتا ہے کہ ہمیں سکن بن سعید نے محمد بن عباد سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا اس نے ابو سیخسف سے ابو سیخنف نے علمائے قضاۃ کے کچھ شیوخ سے - وہ کہتا ہے : قُضَاعہ کے تین چھوٹے قبیلے شجر اور حضر موت کے درمیان - ایک دوسرے کے پڑوس میں رہتے تھے - قبیلوں کے یہ نام ہیں : بنو ناعب ، بنو داہن ، اور بنو رثام - بنو رثام تعداد میں سب سے کم تھے مگر جنگ میں سب سے زیادہ دلیر تھے - بنو رثام کے یہاں ایک بڑھیا تھی جس کا نام خُوَیْلہ تھا - خویلہ کی زبراء نامی ایک لونڈی تھی جس کا باپ عرب مگر ماں غیر عرب تھی - خُوَیْلہ کے پاس چالیس آدمی آیا کرتے تھے اور یہ سب کے سب اس کے مسحرم تھے - کچھ بھائیوں کی اولاد میں سے تھے اور کچھ بہنوں کی - خُوَیْلہ خود بانجھ تھی - بنو ناعب اور بنو داہن دونوں بنو رثام کے خلاف ایک دوسرے کے معاون تھے - ایک روز بنو رثام ایک شادی کی تقریب میں اکٹھے ہوئے - ان کی تعداد ستر تھی اور یہ ستر کے ستر بہادر اور جنگجو تھے - انہوں نے کھانا کھایا اور شراب پینے لگے - زبراء کاہنہ تھی اس نے خُوَیْلہ سے کہا : میرے ساتھ اپنی قوم کے پاس چلو تاکہ میں انہیں آگاہ کر دوں - خویلہ زبراء پر سہارا کیے ہوئے آئی - اسے دیکھتے ہی سب لوگ تعظیماً کھڑے ہو گئے - خویلہ نے کہا : اے جگر گوشو ! اور اے بچو جو ایک دوسرے کے ہمسر ہو اور جو حاسدوں کے لیے غم کا باعث ہے یہ زبراء ہے - یہ تمہیں تاریکی کے دور ہونے سے پہلے کچھ باتیں بتانا چاہتی ہے اور بہت ہی بری مصیبت کی خبر دینا چاہتی ہے - اس کی بات کو سنو - انہوں نے کہا : اے زبراء تو کیا کہتی ہے : اس نے کہا : قسم ہے سخت تاریک رات کی ، اور خالی فضا کی ، روشن صبح کی ، رات کو طلوع ہونے والے [۳ : ۲۸۹] ستارے کی ، بارش برس آنے والے بادل کی کہ وادی کے درخت دھوکا دے رہے ہیں اور ٹیڑھے دانت پیسے جا رہے ہیں - یہ کہ ٹیلوں کے

۱ - ملاحظہ ہو امالی قالی : ۱ : ۱۲۵ - ۱۲۸ -

پتھر اولاد کی موت کی خبر دے رہے ہیں جس سے تمہیں کوئی چھٹکارے کی جگہ نہ مل سکے گی۔ ان کا ٹکراؤ ایک اترنے والی اور بد مست قوم سے ہو گیا۔ (زبراء کی گفتگو سن کر) انہوں نے کہا: تیز رفتار ہوا ہے، جس کی کشادہ جگہ کے دونوں کنارے ایک دوسرے سے دور ہیں۔ زبراء نے ایک ناممکن بات کہی ہے۔ اس پر زبراء نے کہا: اے زبردست لوگوں کے بیٹو! خدا کی قسم مجھے تو ان لوگوں کی بو آ رہی ہے جنہوں نے زربیں پہن رکھی ہیں۔ یہ سن کر ان میں سے ایک نوجوان نے جس کا نام ہذیل بن منقید تھا کہا: گندی بڑھیا تجھے اپنی بغلوں کی بو کے سوا کوئی اور بو نہیں آ رہی۔ اس پر زبراء واپس چلی گئی۔ ان کے سن رسیدہ لوگ وہم میں مبتلا ہو گئے چنانچہ چالیس آدمی وہاں سے چل دئے صرف تیس باقی رہ گئے اور وہ اسی جگہ پر سو گئے جہاں انہوں نے شراب پی تھی۔ بنو داہن اور بنو ناعب نے شبخون مار کر تمام افراد کو قتل کر دیا۔ صبح ہوئی تو خوویلہ آئی اور وہاں آ کر کھڑی ہو گئی جہاں وہ قتل کیے ہوئے پڑے تھے۔ اس کے بعد اس نے ان کی چھنگلیوں کو کاٹ کر ان کا ہار بنایا اور اپنی گردن میں ڈالا اور وہاں سے روانہ ہو گئی تاآنکہ مرضاوی بن سعۃ وہ مسہری کے پاس پہنچی۔ مرضاوی اس کا بھانجا تھا خوویلہ نے اس کے صحن میں اپنا اونٹ بٹھایا اور یہ اشعار کہے:

يَا خَيْرَ مُعْتَمِدٍ وَأَمْنَعِ مَلْجَأٍ
وَأَعَزِّ مُنْتَقِمٍ وَأَدْرَكَ طَالِبٍ

اے بہترین قابل اعتماد شخص اور سب سے زیادہ محفوظ جائے پناہ
اے قوی ترین انتقام لینے والے اور اے وہ شخص جو کینہ طلب

۱۔ نتوج: وہ جانور جو حمل کی حالت میں ہو۔ ابلق: نر ہوتا ہے۔
لہذا نر حمل کی حالت میں نہیں ہو سکتا لہذا ناممکن بات کے لئے
اسے استعمال کرتے ہیں چنانچہ کہتے ہیں:

طَلَبَ الْإِبِلَ بَلَقَ الْعَقُوقَ فَلَمَّا
لَسَمَ يَنْبَلُهُ أَرَادَ بَيْضَ الْإِنُوقِ

کرنے والوں میں سے سب سے زیادہ کینہ کو پا لینے والا ہے

جَاءَتْكَ وَافِدَةٌ الشُّكَّالِي تَغْتَلِي
بِسَوَادِهَا فَوْقَ الْفَضَاءِ النَّاضِبِ

تمہارے پاس میں ان لوگوں کی طرف سے نمائندہ بن کر آئی ہوں جن کی اولاد ساری گئی ہے اور میں اپنے جسم کو دور دراز مکان پر دور پھینک رہی ہوں (یعنی دور دراز کا سفر طے کر کے آئی ہوں)

عَيْشِرَانَّةٌ سُرُوحٌ الْيَدَايْنِ شَمِيلَةٌ
عُبْرٌ الْهَوَا جِيرٌ كَالْهَيْضِبِ الْخَاضِبِ

[۳ : ۲۹۰] (جس اونٹنی پر میں سوار ہو کر آئی ہوں وہ) گورجز کی طرح مضبوط ہے۔ اس کے دونوں ہاتھ آسانی سے چلتے ہیں ، تیز رفتار ہے دوپہر کے وقت سفر کرنے پر قادر ہے اور اس شتر مرغ کی طرح قوی ہے جس کی پنڈلیاں اور پر رنگین ہو گئے ہوں

هُذِي خَنَاصِيرٌ أُسْرَتِي مَسْرُودَةٌ
فِي الْجَيْدِ مِثْلُ سِمَطِ الْكَاعِبِ

میری گردن میں میرے خاندان کے لوگوں کی چھنگلیاں یوں پروٹی ہوئی ہیں جس طرح ایک نوجوان اور ابھرے ہوئے سینے والی لڑکی کا ہار ہو

عِشْرُونَ مُقْتَبِلًا وَ شَطْرٌ عَدِيدِهِمْ
صِيَابَةٌ مِائِقَوْمٍ غَيْرُ أَشْيَابِ

یہ بیس ابھرتی جوانی والے تھے اور اس تعداد کا نصف (یعنی دس کل تیس ہوئے) یہ لوگ خالص اس قوم میں سے تھے ، مخلوط النسب نہ تھے (خالص النسب ، عالی خاندان لوگ تھے)

طَرَقْتَهُمْ ، أُمَّ اللّٰهِيَهُمْ فَتَأْصِبَحُوا
تَسْتَنُّ فَوْقَهُمْ ذِيُولٌ حَوَاصِبِ

مصیبت نے رات کو انہیں آدبوجا اور پھر ان کی یہ حالت ہو گئی
کہ کنکر برسائے والی ہواؤں کے دامن ان پر چلتے تھے

جَزْرًا لِيَعْتَفِيَّةَ الْخَوَامِ بِتَعْدَمَتَا
كَانُوا الْغِيَاثَ مِنْ الزَّمَانِ اللَّاحِبِ

یہ لوگ خوراک تلاش کرنے والے بچوؤں کی خوراک (بن گئے) بعد
ازاں کہ یہ تباہ کار زمانے کی تباہی کے خلاف فریاد رسی کیا کرتے تھے

قَسَمَتُ رِجَالُ بَنِي أَبِيهِمْ بَيْتَهُمْ
جُرْعَ الرَّدَى بِمَخَارِصٍ وَقَوَاضِي

ان کے باپ کے بیٹوں نے ان کے درمیان نیزوں اور تلواروں کے ساتھ
ہلاکت کے گھونٹ تقسیم کیے

فَابْرِدٌ غَلِيْلٌ خُوَيْلَةُ الشَّكَاةِ الشَّتِي
رُمِيَتْ بِأَثْقَلِ مِّنْ صُخُورِ الصَّاقِبِ

لہذا تو خویلہ کے غم کی روایت کو ٹھنڈا کر جس کے آعیزہ
قتل ہو چکے ہیں اور جس پر صاقب پہاڑ کے پتھروں سے بھی زیادہ
بھاری مصیبتیں نازل ہوئی ہیں

۱ - مجد بہجۃ اثری نے امالی قالی سے نقل کرتے ہوئے "مخارص" کے
معنی اس بڑی چھری کے کیے ہیں جو درانتی کی طرح ہو اور جس سے
درخت کاٹا جاتا ہو مگر البکری نے ان معنوں کو یہاں غلط قرار
دیا ہے - البکری (التنبیہ : ۵۰ - ۵۱) کہتا ہے : انما المخارص هنا
الرساج وهي الخُرْصَانِ و واحد المخارص مِخْرَصٌ قال حميد الارقط :
بَعَضٌ مِّنْهَا الظَّلْفُ الدَّائِرِيَّةُ
عَضُّ الثَّقَافِ الْمِخْرَصِ الْخَطِيئَةُ

۲ - بلوغ الأرب میں فابرد - راء پر ضمہ ہے - اسے فابرد پڑھیں -

۳ - غلیل : حرارة الحزن او الحب -

وَتَلَاَفَ قَبْلَ الْفَوْتِ ۱ ثَارِي اِنَّهٗ
عَلِيْقٌ ۲ بِشَوْبِي ۳ دَاهِنٍ ۴ اَوْ ۲ نَاعِبٍ

ہاتھ سے موقع چلے جانے سے پہلے ہی میرے بدلے کا تدارک کر او
کیونکہ یہ داہن اور ناعب کے کپڑوں کے ساتھ لٹکا ہوا ہے

(یہ سن کر) اس نے کہا : مرضاوی پر کھانا پینا اور بیوی کے پاس
جانا نیز گوشت اور شراب اس وقت تک حرام ہے جب تک وہ داہن اور
ناعب سے اسی قدر آدمی قتل نہ کر دے جس قدر رثام میں سے قتل ہوئے
ہیں۔ اس کے بعد اس نے کہا :

اَخَالَتَنِي سِرُّ النِّسَاءِ ۱ مُحَرَّمٌ
عَلَيَّ ۲ وَتَشْهُادُ النِّدَامِي عَلَيَّ ۳ الخمر

اے خالہ ! عورتوں کی طرف متوجہ ہونا اور شراب کے (دور پر)
ندیموں کے پاس موجود ہونا مجھ پر حرام ہے

كَذَاكَ وَاَفْلَاذُ الْفَتَيْدِ ۱ وَمَا ارْتَمَتْ
بِي ۲ بَيْتِي ۳ جِئَالِيهَا الْوَيْيَّةُ ۴ مِلْوَذَرٍ

اسی طرح بھنے ہوئے گوشت کے ٹکڑے اور وہ بوٹیاں جنہیں دیگ
اپنے دونوں اطراف میں پھینکے (مجھ پر حرام ہیں)

لَتَيْنِ ۱ لَمْ ۲ اَصْبَحْ ۳ دَاهِنًا وَاَفِيْفَهَا ۴
وَنَاعِبَتَهَا ۵ جَهْرًا ۶ بِيْرَاغِيَّةِ ۷ الْبَكْرِ

اگر میں صبح کے وقت داہن اور ان کے دوستوں اور ناعب پر علی
الاعلان تباہی نہ لے اوں

- ۱ - تصحیح امالی سے کی گئی ہے بلوغ الارب میں ”الموت“ ہے -
- ۲ - یہاں پر ”اَوْ“ بمعنی ”و“ ہے -
- ۳ - تصحیح امالی سے کی گئی ہے بلوغ الارب میں ”بنی“ ہے -
- ۴ - اللفیف : الصدیق -

فَوَارِيَّ بَنَانِ الْقَوْمِ فِي غَامِضِ الشَّرِيَّ
وَصُورِيَّ إِلَيْكَ مِينَ قِنَاعٍ وَ مِينَ سَيْثَرِ

[۳ : ۲۹۱] اپنی قوم کی انگلیوں کے پوروں کو پست زمین کی سٹی
میں دفن کر دو اور برقع اور پردہ نیچے کو کر دو

فَأَنْتِي زَعِيئُهُمْ أَنْ أُرْوِيَّ هَامَهُمْ
وَأُظْمِيَّ هَامًا مَا انْشَرَى اللَّيْلُ بِالْفَجْرِ

کیونکہ میں اس بات کا ذمہ لیتا ہوں کہ میں (تمہاری قوم کے
مقتولین کی) کھوپڑیوں کو (دشمن کے خون سے) سیراب کروں گا اور
(دشمنوں کو قتل کر کے) ان کی کھوپڑیوں کو ابدال دھر تک پیاسا
چھوڑ دوں گا

اس کے بعد مرضاوی اپنی قوم میں سے گھوڑ سواروں کی ایک جماعت
لے کر نکلا اور داہن اور ناعب پر رات کو حملہ کر کے انہیں تہ تیغ کیا۔
اور ان میں سے ایک

خنافر بن التوأم الحمیری

ہے -

القالی نے اپنی امالی میں ابوبکر سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا ہے ،
وہ کہتا ہے کہ مجھ سے میرے چچا نے اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے
بیان کیا - اس نے کلبی سے اور کلبی نے اپنے باپ سے - وہ کہتا ہے : خنافر
بن توأم الحمیری کاہن تھا - اسے اللہ تعالیٰ نے بھرپور جسم اور وسیع مال
عطا کیا تھا - نیز یہ کہ یہ سرکش تھا - جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت میں یمن کے وفد آنے اور اسلام غالب آ گیا تو اس نے بنو مراد
کے اونٹوں پر حملہ کیا اور سب کو ہانک کر لے گیا - پھر اپنے مال اور
اہل و عیال کو لے کر وہاں سے نکل گیا اور شیجر چلا گیا - وہاں یہ

۱ - ملاحظہ ہو امالی قالی : ۱ : ۱۳۲ - ۱۳۵ -

جودان بن یحییٰ الفِرَضِیْمِی^۱ کا حلیف بن گیا۔ جودان سردار اور طاقتور انسان تھا۔ خنافر شِجْر کی وادیوں میں ایک ایسی وادی میں جا اترا جو زرخیز تھی اور جہاں گھنے درخت مثلاً پیلو، پیری وغیرہ اور جنگلات تھے۔

خُنَافِر کہتا ہے: میرا تابع جن جاہلیت میں کسی وقت بھی مجھ سے غائب نہ ہوتا تھا۔ جب اسلام پھیل گیا تو مدت دراز تک یہ گم رہا۔ اس سے مجھے فکر دامن گیر ہوئی۔ ایک رات جب میں اس وادی میں سویا ہوا تھا تو یہ عقاب کی طرح لپکا اور کہا: اے خنافر! میں نے کہا: شِیْصَار ہو؟ اس نے کہا: جو میں کہتا ہوں سنو۔ میں نے کہا: کہو میں سنوں گا۔ اس نے کہا: اسے یاد رکھنا تمہیں فائدہ ہوگا۔ ہر مدت کی انتہا ہے اور ہر غایت والی چیز اپنی غایت کو پہنچ جائے گی۔ میں نے کہا: ٹھیک ہے۔ پھر کہا: ہر سال و دولت ایک مدت تک رہتی ہے اس کے بعد تغیرات اس پر مقدر کر دیے جاتے ہیں۔ تمام مذاہب منسوخ ہو گئے ہیں اور تمام ملتیں اپنی حقیقت کی طرف لوٹ آئی ہیں۔ تو ایسا دوست ہے جس سے نیکی کی جاتی ہے اور میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں۔ میں [۳: ۲۹۲] نے شام کے علاقے میں آل عُدَام کے کچھ لوگ دیکھے ہیں جو حاکموں پر حاکم ہیں اور جو بڑا بارونق کلام پڑھتے ہیں۔ یہ کلام نہ تو تالیف شدہ اشعار ہیں اور نہ تکلف سے کہا گیا سجع۔ میں نے جو کان لگایا (تاکہ اسے سن سکوں) تو مجھے ڈانٹ دیا گیا۔ میں نے ایک بار پھر سننا چاہا مگر پھر مجھے روک دیا گیا۔ میں نے کہا: یہ سنسناہٹ کیسی ہے؟ اور یہ کس کی طرف منسوب ہو رہے ہیں۔ انہوں نے کہا: ایک بہت بڑا خطاب ہے جو غالب بادشاہ یعنی اللہ کی طرف سے آیا ہے۔ اے شِیْصَار سب سے سچی باتیں سنو اور واضح ترین نشانات کا اتباع کرو۔ جب تم آگ کی گرمی سے بچ سکو گے۔ میں نے کہا: یہ کیسا کلام ہے؟ انہوں نے کہا: یہ کفر اور ایمان میں فرق کرنے والا ہے۔ قبیلہ مضر سے

۱۔ الفِرَضِیْمِی: فِرَضِیْم - مثل زَبْرِج^۱ - کی طرف منسوب ہے۔ فِرَضِیْم مہرہ بن حیدان کے ایک بطن کا باپ کا تھا۔

تعلق رکھنے والے ایک رسول ہیں جو شہر کے رہنے والے ہیں۔ انہیں مبعوث کیا گیا ہے اور وہ غالب آگئے ہیں۔ اور وہ روشن کلام لے کر آئے ہیں۔ انہوں نے ان طریقوں کو واضح کر دیا ہے جو سٹ چکے تھے۔ اس کلام میں عبرت حاصل کرنے والے کے لیے نصیحت ہے اور جو برے کاموں سے باز آ جائے اس کے لیے یہ جائے پناہ ہے۔ اس کی تالیف بڑی آیتوں سے ہوئی ہے۔ میں نے کہا: قبیلہ مضر میں سے یہ مبعوث کون ہے؟ اس نے کہا: وہ خیرالبشر احمد ہیں۔ اگر تو ان پر ایمان لے آئے گا تو تجھے خیر حاصل ہوگی اور اگر تو نے مخالفت کی تو تجھے جہنم میں جھونکا جائے گا۔ اے خنافر! میں تو ایمان لے آیا ہوں اور جلدی سے تمہارے پاس آیا ہوں۔ لہذا تجھے چاہیے کہ تو ہر نجس کافر سے علاحدہ رہے اور ہر مومن طاہر کا ساتھ دے۔ ورنہ میرے اور تمہارے درمیان جدائی ہو جائے گی اور پھر ملاقات نہ ہوگی۔ میں نے کہا: میں اس دین کو کہاں ڈھونڈوں؟ اس نے جواب دیا: سیاہ پتھروں والی زمین میں اور یمانی لوگوں میں جو پانی اور مٹی والے ہیں۔ میں نے کہا: وضاحت کرو۔ اس نے کہا: یثرب جہاں نخلستان ہیں چلا جا۔ اور اس سیاہ پتھروں والے علاقے میں چلا جا جہاں کی زمین سنگلاخ ہے۔ وہاں صاحب قدرت اور صاحب فضیلت لوگ ہیں۔ غمخواری کرنے والے اور سخاوت کرنے والے لوگ ہیں۔ اس کے بعد شصت کھسک گیا۔ میں رات بھر ڈرتا رہا اور صبح کا منتظر رہا۔ جب روشنی چمکی تو میں اپنی سواری پر سوار ہوا۔ اپنے غلاموں کو خبر دی اور اپنے اہل و عیال کو لے کر روانہ ہو گیا تاآنکہ میں جتوف پہنچا۔ وہاں اونٹوں کے نر و مادہ بچوں سمیت مالکوں کو واپس کر دیے اور صنعا کا ارادہ کر کے وہاں سے چل دیا۔ وہاں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم کے امیر معاذ بن جبل سے ملا اور ان کے ہاتھ پر بیعت اسلام کی۔ معاذ نے مجھے قرآن کی چند سورتیں سکھائیں اور اللہ نے مجھ پر یہ احسان کیا کہ گمراہی کے بعد میں ہدایت پا گیا اور

۱۔ نجس کا لفظ بلوغ الارب میں نہیں مگر امالی میں موجود ہے۔

جہالت کے بعد مجھے علم حاصل ہو گیا۔ میں نے اس امر کے بارے میں یہ اشعار کہے :

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ عَادَ بِفَضْلِهِ
وَأَنْقَذَ مِنْ لَفْحِ الزَّخِيخِ خُنَافِرًا

[۳ : ۲۹۳] کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بار پھر اپنی مہربانی کی اور خنافر کو آگ میں جھلسے جانے سے بچا لیا

وَكَشَفَ لِيْ عَن جَحْمَتِيْ عَمَاهُمَا
وَأَوْضَحَ لِيْ نَهْجِيْ وَقَدْ كَانَ دَائِرًا

اور میری دونوں آنکھوں سے ان کی گمراہی کو دور کر دیا اور میرا طریقہ میرے لیے واضح کر دیا حالانکہ وہ مٹ چکا تھا

دَعَانِيْ شِصَارٌ لِيَلْتِيْ لَوْ رَفَضْتُهُمَا
لَا صَلِيَتْ جَمْرًا مِنْ لَطَى الْهَوْبِ وَاهِرًا

شصار نے مجھے اس ملت کی طرف دعوت دی جسے اگر میں چھوڑ دیتا تو میں آگ کے سخت گرم شعلوں کے انگاروں میں جھونک دیا جاتا

فَأَصْبَحْتُ وَالْأَسْلَامُ حَشْوُ جَوَانِيحِيْ
وَجَانِبْتُ مَنْ أَمْسَى عَنِ الْحَقِّ نَائِرًا

پھر میری یہ حالت ہو گئی کہ میری پسلیوں کے اندر اسلام ہی اسلام بھرا ہوا تھا اور میں ان لوگوں سے الگ رہا جو حق سے نفرت کرتے ہوں

وَكَانَ مُضِيئِيْ مَنْ هُدِيَتْ بِرُشْدِهِ
فَلَيْسَ مَغْوٍ عَادَ بِالرُّشْدِ آمِرًا

(یہ شصار) جس کی راہنمائی سے مجھے ہدایت ملی وہی (پہلے) مجھے گمراہ کرنے والا تھا ، خدا ایسے گمراہ کرنے والے کا بھلا کرے جو پھر ہدایت کا حکم کرنے والا ہو گیا

نَجَوْتُ بِحَمْدِ اللَّهِ مِنْ كُلِّ قُحْمَةٍ
تَوَرَّثُ هَلَاكًا يَوْمَ شَايَعَتُ شَاصِرًا

جس دن میں نے شاصر (شصار) کا ساتھ دیا میں بحمد اللہ ہر ایسی
مصیبت سے نجات پا گیا جو ہلاک کر دے

وَقَدْ أَمِنْتُنِي بَعْدَ ذَاكَ يُحَابِرُ
بِمَا كُنْتُ أَغْشَى الْمُشْدِيَاتِ يُحَابِرَا

مزید برآں قبیلہ یحابر نے مجھے امن دیا کیونکہ میں قبیلہ یحابر کے
ساتھ رسوا کن معاملہ کیا کرتا تھا

فَمَنْ مُبْلِغٌ فِثْيَانٍ قَوْمِي أَلُو كَتَّةً
بِأَنْبِيٍّ مِنْ أَقْتَالِ مَنْ كَانَ كَافِرًا

میری قوم کے نوجوانوں کو کون میرا یہ پیغام پہنچائے گا کہ میں
کافروں کا دشمن ہوں

عَلَيْكُمْ سَوَاءَ الْقَصْدِ لَأْفُلٍ حَدَّكُمْ
فَقَدْ أَصْبَحَ الْإِسْلَامُ لِيَلْكُفْرٍ قَاهِرًا

تم درمیانی راہ اختیار کرو خدا کرے تمہاری تیزی کند نہ ہو کیونکہ
اسلام کفر پر غالب آچکا ہے

اور انہی میں سے

مصاد بن مذعور القینی کی سہلیاں

ہیں — ابوبکر بن دُرَید سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ
عباس بن ہشام سے روایت کرتے ہوئے سکن بن سعید نے ہم سے بیان کیا
اور عباس نے اپنے باپ سے - وہ کہتا ہے : مُصَادُ بْنُ مَذْعُورِ الْقَيْنِيِّ
ایک سردار تھا یہ اپنی قوم سے ایک مدت تک مربع (مال غنیمت کا

؛ - ملاحظہ ہو امالی قالی : ۱ : ۱۳۱ - ۱۳۵ -

چوتھائی حصہ) لیتا رہا۔ یہ بڑا مال دار شخص تھا۔ اس کے کچھ اونٹ بھاگ گئے، یہ ان کی تلاش میں نکلا۔ مصاد کہتا ہے کہ جب میں ان کی تلاش میں مصروف تھا تو ایک گھنے درختوں والی وادی میں اترا، وہاں گھنا سایہ تھا۔ میں تھکان سے چُور ہو چکا تھا۔ چنانچہ اپنی اونٹنی کو ایک درخت کے سایے میں بٹھا دیا اور پالان اتار دیا، پھر اونٹ کا اگلا پاؤں باندھ دیا اور چادر لپیٹ کر لیٹ گیا۔ اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ موتیوں کی طرح (چمک دمک [۳ : ۲۹۴] کرتی ہوئی) چار لڑکیاں چوپائے چرا رہی ہیں۔ جب مجھے اونگھ آگئی تو وہ آ کر میرے قریب بیٹھ گئیں ہر ایک کے ہاتھ میں کنکریاں تھیں جنہیں وہ الٹ پلٹ رہی تھیں۔ پھر ان میں سے ایک نے لکیر کھینچی اور فال نکال کر کہا: اے عرف کی بیٹیو! اس بلند اونٹ والے، سوٹی چادر والے، ہلکے جسم والے کے متعلق کچھ کہو، پھر دوسری نے کنکر مار کر فال نکالی اور کہا: اس کے بڑی کوہانوں والے مضبوط اونٹ گم ہو گئے ہیں ان میں سے تین تو سوٹی کوہان والے ہیں اور چار کا دودھ منقطع ہو چکا ہے۔ جو لاغر ہیں ان کا دودھ کم ہو گیا ہے۔ اس کے بعد تیسری نے کنکر مار کر فال نکالی اور کہا: یہ اونٹ پہاڑ کی چوٹی پر چرتے رہے ہیں پھر اتر کر اس جوہڑ پر آئے ہیں جو جمی ہوئی ریت اور پتھریلی زمین کے درمیان واقع ہے۔ پھر چوتھی نے کہا: اسے اتر کر وسیع اور پست زمین میں چلا جانا چاہیے پھر وہاں سے اس صحرائی فضا میں جا نکلنا چاہیے جو سدیئر اور امساح کے درمیان واقع ہے، وہاں پتھریلی اور ریتلی زمین کے سوڑ پر اس کے اونٹ چر رہے ہوں گے۔ مصاد کہتا ہے میں اٹھ کر اپنے اونٹ کی طرف گیا۔ اس پر پالان باندھا اور سوار ہو گیا۔ اللہ کی قسم میں نے نہ تو ان سے یہ پوچھا کہ وہ کون ہیں اور نہ یہ پوچھا کہ وہ کس قبیلے میں سے ہیں۔ جب میں نے (روانہ ہوتے ہوئے) ان کی طرف پشت کی تو ایک نے کہا: اگر اس نے جستجو میں سرگرمی دکھائی تو پھر یہ نہایت قابل تعریف شخص ہوگا۔ اس کے سوا اس کے پاس کوئی اور مال بھی نہیں ہے اور یہ عنقریب لوٹ آئے گا۔ خدا کی قسم!

میں اس کے ان الفاظ سے گھبرا گیا اور میں نے کہا : یہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ میں اپنی وادی میں پانچ سو اونٹوں کی کثیر تعداد چھوڑ کر آیا ہوں۔ اس کے بعد میں سوار ہو کر اس سمت کو ہو لیا جس کی صفت انہوں نے بیان کی تھی حتیٰ کہ میں اس جگہ پہنچ گیا ، دیکھا تو میرے اونٹ چر رہے ہیں۔ میں نے ان کی پشتوں پر کوڑے مارے اور (انہیں لے کر) اس وادی کے قریب پہنچ گیا جہاں میرے اونٹ تھے۔ دیکھا تو چرواہے واویلا کر رہے ہیں۔ میں نے کہا : تمہیں کیا ہوا؟ انہوں نے کہا : قبیلہ بہراء نے تمہارے اونٹوں پر غارت ڈالی اور سب کے سب اونٹ لے گئے ہیں۔ لہذا خدا کی قسم جب رات ہوئی تو میرے پاس [۳ : ۲۹۵] ان اونٹوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ اللہ نے ان کی پیشانیوں میں برکت ڈال دی اور آج میں بنی القین میں سب سے زیادہ مال دار شخص ہوں۔ اسی واقعے کے متعلق میں نے یہ اشعار کہے ہیں :

هُوَ الَّذِي هَرُّ آسٍ تَارَةً تَمَّ جَارِحٌ
سَوَانِحُهُ مَبْشُوثَةٌ وَ الشُّبُورِاحُ

یہ زمانہ ہے کبھی یہ زخموں کو درست کر دیتا ، کبھی پھر سے زخم لگا دیتا ہے اس کی برکت اور نجومست دونوں لوگوں میں پھیلی ہوئی ہیں

فَبَيِّنَا الْفِتَى فِي ظِلِّ نَعْمَاءَ غَضَّةٍ
تُبَاكِرُهُ أَفْئِئَاؤُهُ وَ تُرَاوِحُ

ابھی انسان تر و تازہ نعمتوں کے مائے میں بیٹھا ہوتا ہے کہ اس کا سایہ صبح اور شام اس کے پاس آ جاتا ہے

إِلَى أَنْ رَسَتْهُ الْحَادِثَاتُ بِسَكْبَةٍ
تَضْيِيقُ بِهِ مِينَهَا التَّرْحَابُ الْفَسَائِحُ

ہوتے ہوتے حوادث اس پر ایسی مصیبت لے آتے ہیں جن کی وجہ سے وسیع میدان بھی اس شخص کے لیے تنگ معلوم ہوتے ہیں

فَمَا صَبَحَ نِيضُوا لَا يَنْوَهُ كَأَنَّمَا
بِأَعْظُمِهِ مِمَّا عَرَاهُ الْقَوَادِحُ

چنانچہ وہ لاغر ہو جاتا ہے اور اٹھ نہیں سکتا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جو مصیبت اسے لاحق ہوئی ہے اس کی وجہ سے اس کی ہڈیوں کو گھن لگ گیا ہے

فَمَا خِيلَتْ نِيَّ مِّنْ بَعْدِ عَرَجٍ عُنْكَامِيسٍ
أَقْسَمِيسٍ أَذْ وَادًا وَهُنَّ رَوَازِحُ

میرا خیال نہ تھا کہ پانچ سو اونٹوں کی کثیر تعداد کے بعد میں چند لاغر اونٹوں کو چراؤں گا

حَدَّابِيْشْرُ مَا يَنْهَضْنَ إِلَّا تَحَامُلًا
شَوَّاسِيْفُ عَوُجٍ أَسَارَتْهَا الْجَوَائِحُ

یہ اونٹ اس قدر لاغر ہو چکے ہیں کہ کبڑے ہو گئے ہیں اور نہایت مشقت سے اٹھ سکتے ہیں۔ یہ لاغر اور ٹیڑھے ہیں جو مصیبتوں کے بچے کھچے ہیں

فِيَا وَآثِقًا بِبَالِدَهْرٍ كُنْ غَيْرَ آمِنٍ
لِيَمَّا تَنْتَضِيْهِ الْبَاهِضَاتُ الْفَوَادِحُ

اے زمانے پر اعتماد کرنے والے ان بھاری حادثات کی تلواروں سے بے خوف نہ ہو کیونکہ یہ انہیں میان سے نکال لیتے ہیں

فَلَسْتُ عَلَيَّ أَيَّامِيْهِمْ بِمُحْكَمٍ
إِذَا فَعَرَّتْ فَاهَا الْخُطُوبُ الْكَوَالِحُ

۱۔ بہجہ اثری نے اقسس کے معنی اتباع بیان کیے ہیں مگر یہ معنی اس مقام پر چسپاں نہیں ہوتے یہاں قَسَّ الْأَبْلُ وَقَسَّسَتْهُمَا : أَحْسَنَ رَعِيَّتَهَا کے معنی چسپاں ہوتے ہیں اور میں نے یہی معنی کیے ہیں۔

کیونکہ جب سخت حادثات اپنا منہ کھول لیتے ہیں تو پھر اس
زمانے کے دنوں پر تیرا حکم نہیں چل سکتا

مُجِبِّئُكَ مِنْهُ الصَّبْرُ إِنْ كُنْتَ صَابِرًا
وَإِلَّا كَمَا يَهْوَى الْعَدُوُّ الْمُكَاشِحُ

اگر تو صبر کرے تو یہ صبر تجھے اُس زمانے سے پناہ دے
سکتا ہے ورنہ تو اس طرح تباہ ہو گا جس طرح عداوت رکھنے والا
دشمن تباہ ہوتا ہے

اور ان میں سے ایک

سلمی الہمدانیہ الحمیریہ

ہے - ابو علی قالی نے اپنی امالی میں ابوبکر سے روایت کیا ہے
وہ کہتا ہے : محمد بن عباد سے روایت کرتے ہوئے ہمیں سکن بن سعید
نے بتلایا اور محمد بن عباد نے ابن الکلبی سے - ابن الکلبی کہتا ہے :
مراد کے حریم نامی ایک شخص نے عمرو بن بسرّاقہ الہمدانی کے اونٹوں
اور گھوڑوں پر غارت ڈالی اور انہیں ہانک کر لے گیا - عمرو سلمی
کے پاس [۳ : ۲۹۶] آیا - سلمی ان کے سردار کی بیٹی تھی اور وہ
اسی کی رائے کے مطابق عمل کیا کرتے تھے - عمرو نے سلمی کو بتایا
کہ حریم مرادی اس کے اونٹوں اور گھوڑوں کو لوٹ لے گیا ہے - سلمی
نے کہا : قسم ہے ہلکی اور تیز چمک کی ، شفق کی جو چونے کے پتھروں
کی طرح ہو ، پہاڑ کی چوٹی کی اور دامن کوہ کی بیشک حریم بڑا طاقتور
انسان ہے - صاحب فضیلت سردار ہے ، محفوظ قلعے والا ہے - البتہ
تقدیر الہی اس کی کسی غلطی کو پکڑ لے گی جس کی تلافی دیر سے
ہو سکے گی - لہذا تو بھی غارت ڈال - حملے سے ہرگز روگرداں نہ ہو -
چنانچہ عمرو حملہ کر کے حریم کی ہر چیز ہانک کر لے آیا - اس کے بعد
حریم عمرو کے پاس یہ درخواست لے کر آیا کہ عمرو اسے لوٹے ہوئے

مال کا کچھ حصہ واپس کر دے مگر عمرو نے ایسا نہ کیا اور حریم واپس چلا گیا۔ اس پر عمرو نے ایک قصیدہ کہا جس کا ایک شعر یہ ہے :

تَقُولُ سُلَيْمَى لَا تَعْرَضُ لِتَلْفَةِ
وَلَيْسُكَ عَنَّا لَيْسُ الصَّعَالِيكِ نَائِمٌ

سُلیمسی کہتی ہے کہ ہلاکت کے منہ میں نہ جا جب کہ تو رات بھر سویا رہتا ہے اور ڈاکوؤں کی رات سے غافل ہے اور ان میں سے ایک

عفیراء الکاهنہ الحمیریہ

ہے۔ عربوں کے حالات بیان کرنے والوں نے اس عَفَیراء کے حیرتناک اور عجیب و غریب واقعات بیان کیے ہیں ان میں سے ایک وہ ہے جس کا ذکر محمد بن ظفر نے اپنی کتاب ”خبر البشر بخیر البشر“ میں کیا ہے وہ کہتا ہے : روایت ہے کہ مرثد بن عبد کلال ایک جنگ سے بہت سا مال غنیمت حاصل کر کے لوٹا۔ عربوں کے سردار ، شعرا اور خطیب اسے مبارکباد دینے کے لیے آئے۔ اس نے آنے والوں کو باریاب کیا اور بہت سا مال بھی دیا۔ ان کے آنے سے اسے بہت خوشی ہوئی ، ابھی یہ خوشی سنائی ہی جا رہی تھی کہ وہ ایک دن جو سویا تو اس نے ایک ڈراؤنا خواب دیکھا ، خواب کے عالم میں بہت ڈرا۔ مگر جب بیدار ہوا تو خواب بھول گیا اور ایک بات بھی خواب کی یاد نہ رہی مگر اس خواب کا خوف اس کے دل میں قائم رہا جس سے اس کی

۱ - عمرو بن بَرّاقہ یا ابن براق جیسا کہ اغانی میں ہے۔ عربوں کے تیز دوڑنے والوں میں سے تھا۔ تابط شراً نے اپنے ایک قصیدے میں اس کا ذکر کیا ہے :

لَيْسَةَ صَاحِبًا وَاعْتَرَابِي سِرَاعَهُمْ
بِالْعَيْكَتَيْنِ لَدَى مُعَيْدِي ابْنِ بَرَّاقِ

خوشی غم میں بدل گئی اور آنے والوں سے چھپ کر بیٹھ گیا۔ یہاں تک کہ آنے والوں کو اس کے متعلق بدگمانی ہونے لگی۔ اس کے بعد اس نے کاہنوں کو اکٹھا کیا۔ ایک ایک کر کے ہر کاہن کے ساتھ خلوت میں بات کی اور کہا: پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ میں تم سے کیا پوچھنا چاہتا ہوں۔ کاہن جواب دیتا کہ میرے پاس اس کا علم نہیں ہے یہاں تک کہ کوئی بھی ایسا کاہن نہ تھا جسے وہ جانتا ہو اور اس نے اس سے یہ سوال نہ کیا ہو۔ اس سے اس کی بے چینی دگنی ہو گئی اور وہ عرصے تک بے خوابی کی حالت میں رہا۔ مرثد کی والدہ کاہنہ تھی۔ ماں نے کہا: اے بادشاہ! [۳: ۲۹۷] خدا کرے تجھ سے ایسی بات مرزد نہ ہو جس کی وجہ سے لوگ تجھے لعنت کریں۔ کاہن عورتیں تمہارے سوال کو بہتر طور سے معلوم کر سکتی ہیں کیونکہ جو جین کاہن عورتوں کے تابع ہوتے ہیں وہ ان جنتوں کے مقابلے میں جو کاہن مردوں کے تابع ہوتے ہیں زیادہ مہربان اور زیادہ سمجھ دار ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس نے کاہن عورتوں کو بلانے کا حکم دیا۔ اس نے ان سے بھی اسی طرح سوال کیا جس طرح کاہنوں سے کیا تھا، مگر جس بات کا علم یہ چاہتا تھا اس کا علم اس نے ان کے پاس بھی نہ پایا۔ جب یہ اپنی جستجو میں مایوس ہو گیا تو اسے تسکین ہو گئی۔ اس کے بعد (ایک روز) یہ شکار کے لیے گیا اور شکار کی تلاش میں دور نکل گیا، اپنے ساتھیوں سے الگ ہو گیا۔ وہاں پہاڑی مکانات میں سے کچھ مکانات اسے دکھائی دیے۔ یہ دوپہر کی گرمی سے جھلس چکا تھا لہذا ان گھروں کی طرف ہو لیا اور ایک الگ تھلگ گھر کا رخ کیا۔ اس گھر سے ایک بڑھیا نکلی اور کہا: فراخی و وسعت، امن اور آرام کے ساتھ اترو اور اس پیالے کے ساتھ اترو جسے خوب اچھی طرح ہلا کر بھرا گیا ہو اور دودھ سے بھرے ہوئے چمڑے کے کپڑے کے ساتھ اترو۔ بہر حال یہ اپنے گھوڑے سے اتر کر گھر میں داخل ہو گیا۔ جب یہ دھوپ سے سائے میں آیا گیا اور اس پر ہوائیں چلیں تو اسے نیند آ گئی۔ پھر جب اٹھا تو دوپہر ختم ہو چکی تھی۔ یہ بیٹھ کر آنکھیں ملنے لگا۔ کیا دیکھتا ہے کہ اس کے سامنے ایک

نوجوان لڑکی ہے کہ اس جیسا قد اور حسن دیکھنے میں نہ آیا تھا ۔ اس نے کہا : اے عظیم بادشاہ ! خدا کرے تجھ سے ایسی بات سرزد نہ ہو جس کی وجہ سے تو لعنت کا سزاوار بنے کیا تجھے کھانے کی اشتہا ہے ؟۔ جب اس نے دیکھا کہ اس نے اسے پہچان لیا ہے تو یہ سخت ڈرا اور اسے جان کے لالے پڑ گئے مگر خاموش رہا ۔ لڑکی نے کہا : ڈرنے کی کوئی بات نہیں ، تم پر تمام مخلوق مہربان ہو ۔ تمہاری بزرگی عالیشان ہے اور تمہاری وجہ سے ہمارا بھی وافر حصہ ہو گا ۔ اس کے بعد اس لڑکی نے ٹرید ، سوکھا گوشت اور حیس (کھجور ، پنیر اور گھی سے بنا ہوا کھانا) پیش کیا اور کھڑی مکھیاں ہٹاتی رہی تاکہ اس نے کھانا کھا لیا ۔ اس کے بعد اس نے اسے خالص دودھ اور دہی پینے کو دیا ۔ اس نے جتنا دل چاہا پیا اور یہ اسے آتے اور جاتے ہوئے غور سے دیکھنے لگا ، لڑکی نے اپنے حسن سے اس کی آنکھیں اور دل عشق سے معمور کر دیا ۔ چنانچہ اس نے کہا : اے لڑکی ! تمہارا کیا نام ہے ؟ اس نے جواب دیا : میرا نام عَفِیراء ہے ۔ اس نے پھر کہا : اے عَفِیراء تم نے مسلک ہمام کسے کر کس کو پکارا ہے ؟ اس نے جواب دیا : عظیم الشان مرثد کو جس نے کاہن عورتوں اور کاہن مردوں کو ایک سخت مشکل کام کے لیے اکٹھا کیا ۔ جس تک جینٹوں کی بھی رسائی نہ تھی ۔ اس نے کہا : اے عَفِیراء ! کیا تم اس مشکل کو جانتی ہو ؟ اس نے کہا : اے بادشاہ ! ہاں جانتی ہوں یہ ایک خواب ہے جو بیہودہ خواب نہیں ہے ۔ بادشاہ نے کہا : اے عَفِیراء ! تم نے بات کو پا لیا ہے ۔ یہ خواب کیا ہے ؟ اس نے کہا : تم نے بگولے [۳ : ۲۹۸] دیکھے ہیں جو یکے بعد دیگرے آ رہے تھے ۔ ان میں چمکدار شعلے تھے ، ان کا دھواں اٹھ رہا تھا ، ان کے پیچھے پیچھے ایک زور سے بہنے والا دریا آ رہا تھا ، جو باتیں تم نے سنیں ان میں سے ایک پکارنے والے ، علی الاعلان کہنے والے کو یہ صدا دیتے ہوئے سنا ہے کہ گھاٹ کی طرف آؤ ۔ چنانچہ جس نے گھونٹ گھونٹ پیا وہ سیر ہو گیا اور جس نے منہ لگا کر پیا غرق ہو گیا ۔ بادشاہ نے

کہا : یہی میرا خواب ہے ، اے عفیراء اس کی کیا تعبیر ہے ؟ اس نے جواب دیا : بگولے قوم تَبَع کے بادشاہ ہیں ، نہر سے مراد وسیع علم ہے ۔ داعی شفاعت کرنے والا نبی ہے ۔ گھونٹ بھرنے والے سے مراد تابعداری کرنے والا دوست ہے ، کارع : جھگڑنے والا دشمن ۔ اس پر بادشاہ نے کہا : اے عفیراء ! کیا یہ نبی امن کا نبی ہو گا یا جنگ کا ۔ اس نے جواب دیا : میں آسمان کو بلند کرنے والے اور بادلوں سے پانی برسانے والے خدا کی قسم کہا کر کہتی ہوں کہ وہ خونوں کو رائیگاں کر دے گا اور شریف زادیوں کو لونڈیوں کی طرح کمر بند پہنائے گا ۔ بادشاہ نے کہا : یہ نبی کن امور کی طرف دعوت دے گا ۔ اے عفیراء ! اس نے جواب دیا : نماز اور روزے کی طرف ، صلہ رحمی کی طرف ، بتوں کو توڑنے کی طرف ، جوئے کے تیروں کو معطل کرنے کی طرف اور گناہوں سے پرہیز کرنے کی طرف ۔ پھر بادشاہ نے کہا : اے عفیراء ! جب یہ اپنی قوم کو قتل کر دے گا تو اس کے مددگار کون ہوں گے ؟ اس نے جواب دیا : اس کے مددگار یعنی سردار ہوں گے جو اس نبی کی بدولت خوش قسمت ہو جائیں گے ۔ وہ نبی انہیں چڑھائی کرنے کا حکم دے گا اور یہ چڑھائی کر دیں گے اور وہ نبی ان مددگاروں کے ذریعے سخت زمین کو بھی نرم زمین بنا دے گا ۔ وہ لوگ اس کے انصار کہلائیں گے ۔ اس پر بادشاہ سر نیچا کر کے دل میں اس لڑکی سے شادی کرنے کے متعلق سوچنے لگا ، تو لڑکی نے کہا : اے بادشاہ ! خدا کرے تجھ سے ایسی بات سرزد نہ ہو جس کی وجہ سے تو لعنت کا مستوجب ہو میرا تابع جن بڑا غیرت مند ہے اور میرے حکم کو برداشت کرتا ہے ۔ مجھ سے شادی کرنے والا تباہ ہو جائے گا ، مجھ سے عشق کرنا ہلاکت ہے ۔ یہ سن کر بادشاہ اٹھا ، اپنے اصیل گھوڑے کی پشت پر کود کر بیٹھ گیا اور روانہ ہو گیا ۔ ازاں بعد اس نے عفیراء کے پاس ایک سو بڑی کوہان والی اونٹنیاں بھیجیں ۔

محمد بن ظفر کہتا ہے : أَوْغَلَ فِي طَلَبِ الصَّيْدِ : یعنی پورا زور لگایا اور دور نکل گیا ، اور وُغِرَ : کسی چیز میں زور سے داخل

ہونا ہے اور ذَرَّی جَبَل ، [ذال معجمہ پر فتحہ]۔ مکان ، اور المَدَّعِدَّة : جسے زور سے بھر دیا گیا ہو پھر اسے ہلایا جائے تاکہ جو چیز اس میں ڈالی گئی ہو بیٹھ جائے اور اس برتن کو پھر سے بھر دیا جائے عُلْبَةُ : [عین مہملہ پر ضمہ اور لام ساکن]۔ کھال سے بنا ہوا برتن ۔ الا رُوح : ہوائیں ، صَرِيف : خالص دودھ جو دوہتے وقت نکلتا ہے جو پستانوں سے نکلتے ہی پینے والے کو دے دیا جائے۔ ضَرِيب : جما ہوا دودھ (دہی)۔ و بَعْدَ عَنْهَا الْجَانَّ : یعنی اس سے علاحدہ رہے اور اس کی تاب نہ لا سکے اور اَعْتَصِرِ زَوَابِع : یہ وہ ہوائیں ہوتی ہیں جو مٹی [۳ : ۲۹۹] اڑاتی ہیں اور پھر اسے ہوا میں اوپر کو لے جا کر اسے چکر دیتی ہیں اور ساطع : یعنی اوپر کو اٹھنے والا۔ و دعاء ذی جرس صادع : جرس : آواز اور المشارع : دریا کے کنارے کا وہ مقام جہاں سے دریا میں داخل ہوتے ہیں۔ و جارح : یعنی جس نے گھونٹ گھونٹ کر کے پیا اسن میں رہا۔ و کارع : یعنی جس نے زیادہ پیا غرق ہو گیا۔ اور تبابع تَبَعٌ کی جمع ہے اور تَبَعٌ یمن کے بادشاہوں کا لقب ہے اور یہ لفظ اتَّبَاع سے لیا گیا ہے اس لیے کہ ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ کے بعد آتا تھا۔ العاء : بادل کو کہتے ہیں۔ مُنْطَبِقِ الْعَقَائِلِ : عقائل : شریف زادیاں یعنی وہ انہیں قیدی بنا لے گا اور وہ لونڈیوں کی طرح خدمت گزاری کے لیے اپنی کمروں پر کمر بند باندھ لیں گی۔ الاعضاد سے مراد انصار ہیں۔ الغطاريف : سردار ، اور تغطف کے معنی تکبر کے ہیں اور یدمٹ : ہموار کر دے گا ، ویؤامر نفسه : اس سے مراد دل میں دو متضاد راؤں کا ایک دوسرے کی مدد کرنا ہے ، و جال فی صهوة جواده : جال : یعنی کودا اور الصهوة : گھوڑے کی پیٹھ کی وہ جگہ جہاں سوار بیٹھتا ہے ، اور الکوماء : بڑی کوہان والی اونٹنی ۔

۱۔ بلوغ الارب میں الداخل چھپا ہے اسے المد داخل پڑھیں ۔

اور ان میں سے ایک

سواد بن قارب الدوسی

ہے - ابو بکر بن دُرَید^۱ روایت کرتا ہے - وہ کہتا ہے : مجھ سے میرے چچا حسین نے اپنے باپ ابن الکلبی سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا - اس نے ذیّال بن نقر سے ، اس نے الطرمّاح بن حکیم سے ، طیرمّاح کہتا ہے : قبیلہ طی میں سے پانچ صاحب عقل و صاحب رائے لوگ نکلے ہیں انھی میں سے بُرج^۲ بن مُسمّر تھا اور یہ مُعمرین میں سے تھا - اَنیف^۳ بن حارثہ بن لأم ، حاتم طائی کا باپ عبداللہ بن سعد بن الحشرج اور عتّارق شاعر ، اور مرّة بن عبد رُضیّ - یہ سب سواد بن قارب کے پاس اس کے علم کا امتحان لینے جا رہے تھے - جب سرّاء کے قریب پہنچے تو انہوں نے کہا : ہم میں سے ہر شخص کوئی نہ کوئی چیز چھپا لے اور ساتھی تک کو نہ بتائے (کہ کیا چیز چھپا رکھی ہے) تاکہ ہم اس سے اُس چیز کے متعلق سوال کر سکیں - اگر اس نے صحیح بتایا تو ہمیں اس کے علم کا پتا چل جائے گا اور اگر غلط بتایا تو چلے آئیں گے - چنانچہ ہر شخص نے کوئی نہ کوئی چیز چھپالی اور پھر سواد کی طرف روانہ ہو گئے اور انہوں نے اسے اونٹ اور حیرہ کے عجائبات بطور تحفہ کے پیش کیے - سواد نے ان کے لیے ایک خیمہ نصب کیا اور ان کے لیے اونٹ ذبح کئے - تین راتیں گزرنے کے بعد اس نے انہیں بلایا - وہ آئے - برج نے گفتگو شروع کی ، وہ ان میں عمر میں سب سے بڑا تھا ، چنانچہ

- ۱ - ملاحظہ ہو اسالی قالی : ۲ : ۲۹۰ - ۲۹۳ اور الروض الانف : ۱ :
- ۱۳۹ - ۱۴۱ - سہیلی کہتا ہے کہ ابن الکلبی کے سوا دوسرے لوگوں نے سواد بن قارب کو السدوسی کہا ہے -
- ۲ - بُرج بن مسمّر بن بن السّجلاس - معمرین میں سے تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا -
- ۳ - یہ اوس بن حارثہ بن لأم کا بھائی ہے -

اس نے کہا : خدا کرے بادل بارش برسائیں تمہارے صحن میں فارغ البالی ہو ، اور تمہیں وسیع نعمتیں کثرت سے حاصل ہوں ۔ ہم بڑے خوش بخت ہیں ، باغات اور جاری پانیوں کے مالک ہیں ۔ بہت سے چوپایوں کے والی ہیں ، ہم بادشاہوں کے قرابت دار ہیں اور میدان جنگ کے شہسوار ۔ اس کی مراد بطریق توریہ بکر بن وائل سے تھی ۔ اس کے بعد سواد نے کہا : قسم ہے آسمان اور زمین کی ، کثیر پانی اور قلیل پانی کی ، قرض اور ہبہ کی ، بیشک تم لوگ طول طویل ٹیلوں والے ہو اور طویل نخلستانوں والے ہو ۔ ٹھوس پتھروں والے ہو ، لمبے اجا پہاڑ سے اور لمبی گردن والے سلمیٰ پہاڑ سے ہو ، انہوں نے کہا ہم ایسے ہی ہیں ۔ ہم میں سے ہر ایک نے تمہارے امتحان کے لیے ایک چیز چھپا رکھی ہے ۔ تم اس شخص کا نام مع چھپائی ہوئی چیز کے بتاؤ ۔ سواد نے برج سے کہا : میں روشنی اور تاریکی کی ، ستاروں اور آسمان کی سورج کے طلوع اور غروب ہونے کی قسم کہا کر کہتا ہوں کہ تو نے سرخ درخت کے گالے میں جو جوجے کا ناخن پالان کی ایک جانب کے تسمے کے نیچے چھپایا ہے ۔ اس نے کہا : تو نے اس بیان میں کوئی غلطی نہیں کھائی ، اب بتاؤ میں کون ہوں ؟ اس نے کہا : تو برج بن مسہر ہے ، تو محتاجوں کی پناہ ہے اور ان لوگوں کا فریاد رس ہے جو تنگی میں ہوں ۔ اس کے بعد انسیف بن حارثہ اٹھا اور اس نے کہا : جو چیز میں نے چھپا رکھی ہے وہ کیا ہے اور میرا نام کیا ہے ؟ اس نے جواب دیا : میں بادل اور مٹی کی ، پست اور اونچی زمینوں کی اور کثیر التعداد چوپاؤں کی قسم کہا کر کہتا ہوں کہ تو نے تراشہ ناخن کا ایک ٹکڑا اور تیر کا پر سوکھی ہوئی نہر کے مٹی کے ڈھیلے میں چھپا رکھا ہے ۔ اس نے کہا : تو نے ذرا بھر بھی غلط نہیں کہا : میں کون ہوں ؟ اس نے جواب دیا : انسیف جو مہمان کی ضیافت کرنے والا ، تلوار کو کام میں لانے والا اور موسم سرما کے ساتھ ملا دینے والا ہے ۔ اس کے بعد عبداللہ بن سعد [۳ : ۳۰۱] اٹھا اور کہا : وہ کیا چیز ہے جسے میں نے چھپا رکھا ہے اور میرا نام کیا ہے ؟ سواد نے کہا : میں ان اونٹوں کی قسم کھاتا

ہوں جو دور چر رہے ہوں اور قریب رہنے والی بھیڑ بکریوں کی ، سخت اور ہموار زمین پر سوار ہو کر چلنے والے کی اور کوشش سے لڑنے والے کی ، کہ تو نے ٹہنی کا وہ چھلکا جسے منہ میں چبا کر پھینک دیا جاتا ہے ایک نرم اور پرانے کوڑے میں یا نرم چمڑے میں چھپا رکھا ہے ۔ اس نے کہا : تو نے ایک حرف بھی غلط نہیں کہا ۔ اب یہ بتاؤ کہ میں کون ہوں ؟ اس نے کہا : تو سخی سعد کا بیٹا ہے ۔ تیرے عطیے بہت ہیں ، تیری جنگ سخت ہوتی ہے اور تیرا ستون طویل ہوتا ہے (خیمہ اونچا ہوتا ہے) اور تمہارے گھرانے کو کوئی نہیں پہنچ سکتا ۔ اس کے بعد عارق اٹھا اور کہا : وہ کیا چیز ہے جو میں نے چھپا رکھی ہے اور میرا نام کیا ہے ؟ سواد نے کہا : میں قسم کھاتا ہوں زمین اور آسمان کی درمیانی ہوا کی ، بہائے ہوئے پانی اور وسیع فضا کی کہ تو نے سرخی مائل سفید ہرن کے بچے کی کھال کو سرخ چمڑے کے ٹکڑے میں رکھ کر لاغر اور زخمی اونٹ کے ٹاٹ کے نیچے چھپایا ہے ۔ اس نے کہا : تو نے کوئی بات بھی غلط نہیں کہی ۔ اب بتا میں کون ہوں ؟ اس نے کہا تو عارق ہے جس کی زبان تیز ہے اور دل ذکی ہے ، جس کی دھار کاٹنے والی ہے ، اپنے جانوروں کی حفاظت کرنے والا ہے ، اور لوٹ مار کو جائز قرار دینے والا ہے ۔ اس کے بعد مرثہ بن عبد رضى اٹھا اور کہا : میں نے کیا چیز چھپا رکھی ہے اور میرا کیا نام ہے ؟ سواد نے کہا : میں آسمانوں اور زمینوں کی ، برجوں اور انواء کی تاریکی اور روشنی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تو نے ایک جوں کو بوسیدہ ہڈی میں رکھ بالوں کی چھوٹی کنگھی کے نیچے چھپا رکھا ہے اس نے کہا : تو نے کوئی بات غلط نہیں کہی اب بتا میں کون ہوں ؟ اس نے کہا : تو مرثہ ہے جو (حملہ کرنے کے لیے) بہت جلد

۱ - قطع : کوڑا ، چمڑے کا کوڑا ۔ محمد بہجہ اثری نے قطع کی یوں تشریح کی ہے القطیع : الطائفہ من الغنم والنعم مگر میرے نزدیک یہ معنی یہاں چسپاں نہیں ہوتے ۔

پلٹتا ہے ، اور جو دیر میں بھاگتا ہے اور مستحکم قوت کا مالک ہے ۔ ان سب نے کہا : اب بتا ہم نے تمہارے پاس آتے ہوئے راستے میں کیا دیکھا ہے ؟ اس نے کہا : قسم ہے اس ناظر (خدا) کی جو ہمیں وہاں سے [۳ : ۳۰۲] دیکھتا ہے جہاں سے ہم اسے نہیں دیکھ سکتے اور جو مناجات سے پہلے ہی سن لیتا ہے اور جو ان باتوں کو بھی جانتا ہے جن کی ہمیں سمجھ نہیں، ایک گھنے درخت کی ٹہنیوں میں سفید دم والا عقاب تمہارے سامنے آیا تھا ۔ جو ایک عضو اٹھائے ہوئے تھا ۔ تمہیں شک گزرا کہ یہ عضو ہاتھ ہے یا ٹانگ ۔ انہوں نے کہا : ایسا ہی ہے ، اس کے بعد کیا ہوا ؟ اس نے کہا : سورج طلوع ہونے سے پہلے تمہارے سامنے ایک پانی پر جہاں اونٹوں نے پیشاب کر دیا تھا ۔ ایک لمبا بھیڑیا آیا تھا ۔ انہوں نے کہا : پھر کیا ہوا ؟ اس نے کہا : ایک بکرا جس کے دونوں سینگ ایک دوسرے سے دور دور تھے ۔ پتھریلی زمین کی طرف گیا اور ایک نیلے بچے نے اسے تیر مارا جو اسے کندھے اور کہنی کے درمیان لگا انہوں نے کہا : تو سچ کہتا ہے ۔ اور تو ان تمام لوگوں سے بہتر علم رکھتا ہے جنہیں زمین اٹھائے ہوئے ہے اس کے بعد وہ اس کے پاس سے چلے آئے ، اسی عالم میں عارق نے یہ اشعار کہے :

أَلَا لِلَّهِ عِشْمٌ لَا يُجَارَى
إِلَى الْغَايَاتِ فِي جَنَابِي سَوَادِ

سواد کے دونوں پہلوؤں کے درمیان جو علم ہے اس کے کیا کہنے
منتہائے مقصود کو پہنچنے کے معاملے میں اس کے علم کا کوئی
مقابلہ نہیں کر سکتا

أَتَوَسَّاهُ نُسَائِلُهُ امْتِحَانًا
وَنَحْسَبُ أَنْ سَيَعْمُدُ بِالْعِنَادِ

ہم امتحان کے طور پر کچھ باتیں پوچھنے کے لیے اس کے پاس آئے
اور ہم یہ خیال کرتے تھے کہ وہ ہماری مخالفت کا ارادہ کرے گا

فَأَبْشَدَى عَنَّا خَفِيًّا مُخْبِتَاتٍ
فَأَضْحَى سِرُّهَا لِلنَّاسِ بَادِيًّا

اس نے چھپائی ہوئی چیزوں کے راز ظاہر کر دیے ، اُن کا بھید لوگوں پر ظاہر ہو گیا

حُسَامٌ لَا يَلِيْشِقُ وَلَا يُشَأْتِي
عَن الْقَصْدِ الْمُيْتَمِّمِ وَالسَّدَادِ

وہ ایک تلوار ہے جو کسی کو نہیں چھوڑتی اور نہ ہی اسے اس بات سے جس کا وہ ارادہ کر لے ہٹایا جا سکتا ہے اور نہ ہی حق بات سے

كَأَنَّ خَبِيْثَتَنَا لَمَّا انْتَجَيْتَنَا
بِعَيْنَيْهِ يُصْرِحُ أَوْ يُنَادِي

یوں معلوم ہوتا ہے کہ جب ہم نے آپسٹہ سے کان میں بات کہی اس وقت ہماری چھپائی ہوئی چیز اس کی آنکھوں کے سامنے تھی اور وضاحت سے بات کہہ رہی تھی یا پکار رہی تھی

فَأُقْسِمُ بِالْعَتَائِرِ حَيْثُ فَلَسُ
وَمِنْ نَسْكَ الْأُقْيَصِرِ مِلْعَبَادِ

میں بتوں کے نام پر ذبح کیے ہوئے جانوروں کی قسم کھاتا ہوں اس مقام پر جہاں فلس بت ہے اور ان جانوروں کی جنہیں مخلوق اُقیصر بت کے لیے ذبح کرتے ہیں

لَقَدْ حُزَّتِ الْكُهَّانَةُ عَن سَطِيحِ
وَشِيقِ وَالْمُرْفِئِلِ مِئِنِ اِيَادِ

کہ تو نے یقیناً سطیح کی ساری کہانت حاصل کر لی ہے اور شق کی اور قبیلہ ایاد کے مرفئل کی

سواد بن قارب کے اسلام لانے کا سبب اور اس کی عجیب و غریب داستان

سواد بن قارب اپنے وقت کا سب سے بڑا عالم اور کہانت اور شاعری میں سے زیادہ مشہور تھا اور بزرگیوں کے تمام کاموں میں سے زیادہ قدرت رکھتا تھا۔ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر [۳: ۳۰۳] ہوا اور اسلام لایا۔ اس کا خادم جن تین راتیں اونگھنے کے حالت میں اس کے پاس آ کر ٹھوکر مارتا اور کہتا تھا: اے سواد بن قارب اٹھو اور عقل سے کام لو اگر تم میں عقل ہے، قبیلہ لؤی بن غالب میں سے ایک نبی مبعوث ہوا ہے۔ ثقہ لوگوں کی ایک جماعت نے اس قصے کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔ ان میں سے امام ماوردی نے بھی اپنی کتاب اعلام النبوه میں اس کا ذکر کیا ہے۔ ماوردی اپنی سند سے کہتے ہیں: ایک دن جب عمر بن الخطاب بیٹھے ہوئے تھے تو ایک آدمی آپ کے پاس سے گزرا۔ [کسی نے آپ سے کہا: اے امیر المؤمنین کیا آپ اس شخص کو جو گزر گیا ہے جانتے ہیں؟] آپ نے فرمایا: یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: یہ سواد بن قارب ہے جو اہل یمن میں سے ہے۔ اس کا ایک خادم جن ہوا کرتا تھا۔ عمر نے اسے بلا بھیجا۔ (جب وہ آیا تو) کہا: کیا تو سواد بن قارب ہے؟ اس نے جواب دیا: ہاں اے امیر المؤمنین! پھر کہا: کیا تو ہی وہ شخص ہے جس کے پاس خادم جن نے آ کر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ظاہر ہونے کی خبر دی تھی؟ اس نے کہا: ہاں، اے امیر المؤمنین! ایک رات میں خواب اور بیداری کی درمیانی حالت میں تھا کہ میرا خادم جن میرے پاس آیا، مجھے ٹھوکر ماری اور کہا: اے سواد بن قارب اٹھو اور میری بات سنو، اگر تم میں عقل ہے تو عقل سے کام لو۔ لؤی بن غالب میں سے ایک رسول مبعوث ہوا ہے جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کی عبادت کی طرف بلاتا ہے اور اس نے یہ اشعار کہے:

عَجِبْتُ لِلْجِنِّ وَ تَطُّلًا بِهَا
و شَدَّهَا الْعَيْشَ بِأَقْتَابِهَا

مجھے جنٹوں پر اور ان کی تلاش پر تعجب ہوتا ہے اور ان کے پالانوں
کے ساتھ اونٹوں کو باندھنے پر

تَهَوَّىٰ إِلَىٰ مَكَّةَ تَبَغِي الْهُدَىٰ
مَا صَادِقُ الْجِنِّ كَكَذَّاءِ بِهَا

یہ ہدایت کی تلاش میں تیزی سے مکے کو جا رہے ہیں سچے جن
جھوٹے جنوں کی طرح نہیں ہو سکتے

فَارْحَلْ إِلَىٰ الصَّفْوَةِ مِّنْ هَاشِمٍ
لَيْسَ قَدْ آمَاهَا كَأَذْنَانَا بِهَا

لہذا تم کوچ کر کے بنی ہاشم کے چیدہ لوگوں کی طرف چلو۔ ان
کے اگلے پر (یعنی سردار) ان کی دُموں (تابع لوگوں) کی طرح
نہیں ہو سکتے

میں نے اس سے کہا : مجھے چھوڑ دو کیونکہ مجھے اونگھ آ رہی
ہے ، غرضیکہ اس کے کہنے پر میں نے سر نہ اٹھایا۔ جب دوسری رات
آئی تو وہ پھر آیا مجھے اپنے پاؤں سے ٹھوکر ماری اور کہا : اے سواد بن
قارب ! اٹھو اور میری بات سنو اور اگر تم میں عقل ہے تو اس سے کام
لو ، لؤی بن غالب میں سے ایک رسول مبعوث ہوا ہے جو اللہ تعالیٰ
اور اس کی عبادت کی طرف دعوت دیتا ہے ، پھر اس نے یہ کہنا
شروع کیا :

عَجِبْتُ لِلْجِنِّ وَ تَخْبَارِهَا
و شَدَّهَا الْعَيْشَ بِأَكْشَوَارِهَا

مجھے جنوں پر اور ان کے بیان پر تعجب آتا ہے اور پالانوں کے ساتھ
اونٹوں کو باندھنے پر

تَهْوِيْ اِلَى مَكَّةَ تَبْغِي الْهُدَى
مَا مُؤْمِنُو الْجِنِّ كَكُفَّارِهَا

یہ مکے کی جانب ہدایت کی تلاش میں تیزی سے جا رہے ہیں مومن
جن کافر جنٹوں کی طرح نہیں ہیں

فَارْحَلْ اِلَى الصَّفْوَةِ مِنْ هَاشِمٍ
بَيْتِنَ رَوَا بَيْتُهَا وَ اَحْجَارِهَا

تو کوچ کر کے بنی ہاشم کے چیدہ لوگوں کی طرف چل جو ٹیلوں
اور پتھروں کے درمیان رہتے ہیں

میں نے کہا : مجھے چھوڑ دو کیونکہ مجھے اونگھ آ رہی ہے اور اس
بات پر میں نے سر نہ اٹھایا۔ جب تیسری رات ہوئی تو وہ پھر آیا اور
مجھے اپنے پاؤں سے ٹھوکر ماری اور کہا : اے سواد بن قارب اٹھو اور
میری بات سنو اور اگر تم میں عقل ہے تو اس سے کام لو ، لؤی بن
غالب میں سے ایک رسول مبعوث ہوا ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کی عبادت
[۳ : ۳۰۴] کی طرف دعوت دیتا ہے ، پھر اس نے یوں کہنا شروع کیا :

عَجِبْتُ لِلْجِنِّ وَ تَجَسَّأَ سِيهَا
وَ شَدَّهَا الْعَيْشَ بِأَحْلَاسِيهَا

مجھے جنٹوں پر اور ان کا خبروں کو معلوم کرنے پر تعجب ہوتا ہے
نیز اونٹوں کو مع ان کے ٹاٹوں کے باندھنے پر تعجب ہوتا ہے

تَهْوِيْ اِلَى مَكَّةَ تَبْغِي الْهُدَى
مَا خَيْرٌ وَالْجِنِّ كَأَنْجَاسِيهَا

ہدایت کی تلاش میں یہ مکے کی طرف تیزی سے جا رہے ہیں نیک اور
پلید جن ایک جیسے نہیں ہو سکتے

فَارْحَلْ اِلَى الصَّفْوَةِ مِنْ هَاشِمٍ
وَ اسْمُ بَعِيْثِيْكَ اِلَى رَاسِيهَا

لہذا تو کوچ کر کے بنی ہاشم کے چیدہ لوگوں کے پاس جا اور
آنکھیں اٹھا کر ان کے سردار کو دیکھو

سواد کہتا ہے کہ صبح ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے میرے دل کو اسلام
کے لیے صاف کر دیا تھا میں نے اپنی اونٹنی پر پالان ڈالا اور مدینے پہنچا۔
دیکھا تو وہاں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب
موجود تھے۔ میں نے عرض کیا : یا رسول اللہ ! میرا بیان سنئے۔ آپ
نے فرمایا : کہو ، اس پر میں نے یوں کہنا شروع کیا :

أَتَانِي رَيْبِي بَعْدَ هَدْيٍ وَرَقْدَةٍ
وَلَمْ أَكُ فِيهِمَا قَدًا بَلَوْتُ بِكَ ذِيبَ

میرا خادم جین میرے پاس سکون چھا جانے اور سوتا پڑ جانے کے
بعد آیا ، جس چیز کا میں نے تجربہ کیا ہے اس ضمن میں میں جھوٹ
نہیں بولنے کا

ثَلَاثَ لَيَالٍ قَوْلُهُ كَلِّ لَيْلَتِي
أَتَاكَ رَسُولٌ مِّنْ لَّوِيٍّ بِنِ غَالِبِ

وہ تین راتیں آتا رہا ہر رات یہی کہتا رہا کہ لوئی بن غالب میں
سے ایک رسول تمہارے پاس آیا ہے

فَشَمَّرْتُ عَنْ ذَيْلِي الْأَزَارَ وَوَسَطْتُ
بِي التَّدْعَلِبِ الْوَجْشَاءُ بَيْنَ السَّبَاسِبِ

لہذا میں نے (اس بات کے لیے) دامن چن لیا اور ایک تیز رفتار
مضبوط اونٹنی مجھے لے کر بیابانوں میں گھس گئی

فَتَأَشْهَدُ أَنْ اللَّهَ لَأَشْتِي غَيْرُهُ
وَأَنَّكَ مَسْمُونٌ عَلَى كَلِّ غَائِبِ

لہذا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ہی خدا ہے کوئی اور چیز خدا
نہیں اور یہ کہ آپ ہر غائب بات پر معتمد علیہ ہیں

وَ اَنْتَكَ اَدُنْتِ الْمُرْسَلِيْنَ وَ سِيْلَةً
اِلَى اللّٰهِ يَا اِبْنَ الْاَكْرَمِيْنَ الْاَطْيَابِ

اور یہ کہ آپ تمام انبیا کے مقابلے میں اللہ تک پہنچنے کا قریب ترین وسیلہ ہیں اے ذی عزت اور پاک لوگوں کی اولاد

فَمُرْنَا بِمَا يَأْتِيكَ يَا خَيْرَ مُرْسَلٍ
وَ اِنْ كَانَ فَيَمَّا جِئْتِ شَيْبُ الذَّوَابِ

اے بہترین مُرسل جو احکام (اللہ کی طرف سے) آپ کے پاس آتے ہیں ان (کے کرنے کا) ہمیں حکم دیجیے خواہ ان میں ہمارے بال بھی کیوں نہ سفید ہو جائیں

وَ كُنْ لِيْ شَفِيْعًا يَوْمَ لَا ذُو شَفَاعَةٍ
بِمُغْنٍ فَتِيْلًا عَنِّ سَوَادِ بَنِ قَارِبِ

یا رسول اللہ ! آپ اس دن میرے شفیع ہونا جس دن کوئی اور

سفارشی سواد بن قارب کو ذرہ بھر بھی فائدہ نہ پہنچا سکے گا

(الرئی : خادم جین : الہدء : سکون : الذعلب : [ذال کے نیچے کسرہ عین ساکن اور لام کے نیچے کسرہ] : تیز رفتار اونٹنی : التوجناء : مضبوط : السباسب : سبب کی جمع ، بیابان میرے ان اشعار کو سن کر رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ بہت خوش ہوئے یوں کہ خوشی کے آثار ان کے چہروں پر دکھائی دے رہے تھے - راوی کہتا ہے : حضرت عمر اچھل کر ان سے چمٹ گئے اور کہا : میں چاہتا تھا کہ یہ قصہ تم سے سنوں - کیا آج بھی تمہارا خادم جین تمہارے پاس آتا ہے ؟ اس نے جواب دیا : جب سے قرآن پڑھنا شروع کیا ہے وہ نہیں آتا - ان جنوں کے عوض میں اللہ کی کتاب بہت اچھا عوض ہے -

اس کے حالات کے متعلق مفصل بحث الاستیعاب اور اصابہ میں

مرقوم ہے -

اور ان میں سے ایک

فاطمہ بنت مر الخشمیہ

[۳ : ۳۰۵] ہے - یہ ایک کاہنہ تھی جو مکے میں رہا کرتی تھی - کہانت کے بارے میں اس کے حوالے سے عجیب عجیب باتیں بیان کی جاتی ہیں - عربوں کے یہاں مشہور ضرب الامثال میں سے ایک مثل یہ ہے :

قَدْ كَانَ ذَلِكْ مَرَّةً فَالْأَيَّامِ لَا

یہ بات کبھی تھی مگر آج نہیں ہے

میدانی کہتا ہے : یہ مثل سب سے پہلے فاطمہ بنت مر الخشمیہ نے کہی - وہ کہتا ہے : اس نے کتابیں پڑھ رکھی تھیں - (ایک بار) عبدالمطلب آئے - ان کے ساتھ ان کا بیٹا عبداللہ بھی تھا - عبدالمطلب عبداللہ کی شادی آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب کے ساتھ کرنے کا ارادہ رکھتے تھے - ان کا گزر فاطمہ کے پاس سے ہوا اور یہ مکے میں تھی - اس نے عبداللہ کے چہرے میں نور نبوت دیکھ لیا تو عبداللہ سے کہا : اے نوجوان تو کون ہے ؟ انہوں نے جواب دیا : میں عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم ہوں - اس نے کہا : کیا تو مجھ سے ہم آغوش ہوگا - میں تجھے ایک سو اونٹ دوں گی - عبداللہ نے جواب دیا :

أَمَّا الْحَرَامُ فَالْمَمَاتُ دُونَهُ

وَالْحَيْلُ لَا حَيْلُ فَاسْتَبِيحْنَاهُ

مر جاؤں گا مگر حرام کام نہ کروں گا ، حلال تو اس وقت حلال نہیں کہ اس کی وضاحت چاہوں

فَكَتَيْفَ بِالْأَمْرِ السَّيِّئِ تَنْتَوِيصْنَاهُ

لہذا جس بات کا تو ارادہ کرتی ہے وہ کیسے ہو سکتی ہے

اور وہ اپنے باپ کے ساتھ چل دیے - انہوں نے اس کی شادی آمنہ سے کر دی - عبداللہ آمنہ کے پاس ایک دن اور رات رہے اور وہ نبی اکرم صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ماں بننے لگیں۔ اس کے بعد عبداللہ واپس چلے آئے۔ ان کے دل نے انہیں اونٹوں کا لالچ دیا اور فاطمہ کے پاس آئے مگر انہوں نے دیکھا کہ اب اسے وہ خواہش نہیں ہے۔ انہوں نے اس سے کہا: کیا جو بات تو نے کبھی کہی تھی اس کی خواہش اب بھی ہے۔ فاطمہ نے جواب دیا: یہ بات کبھی تھی مگر آج نہیں ہے اور اس نے یہ الفاظ ضرب المثل بنا دیے۔ یہ مثل ندامت اور جرم کرنے کے بعد توبہ کرنے کے موقع پر بولی جاتی ہے۔ اس کے بعد اس نے کہا: تو نے میرے پاس سے چلے جانے کے بعد کیا کچھ کیا؟ عبداللہ نے کہا: میرے باپ نے میری شادی آمنہ بنت وہب سے کر دی۔ لہذا میں اس کے پاس تھا۔ اس پر فاطمہ نے کہا: میں نے تمہارے چہرے میں نور نبوت دیکھا تھا لہذا میں نے چاہا کہ یہ مجھ میں آجائے مگر اللہ نے نہ مانا اور اسے وہاں رکھا جہاں اللہ نے پسند کیا اور کہا:

بَنِي هَاشِمٍ قَدَّ غَادِرَاتُ مِينَ أَخِيكُمْ
أَسَيْئَتَهُ إِذْ لِيَلْبَاهِ يَعْثَلِجَانِ

اے بنی ہاشم آمنہ نے تمہارے ایک فرد سے بچہ لے لیا درآنحالیکہ دونوں عالم شوق میں بے قراری کے ساتھ ہمکنار تھے

كَمَا غَادِرَ الْمِصْبَاحِ بَعْدَ خُبُوهِ
فَتَائِلُ قَدَّ مَيْشَتَ لِهَ بِيْدِهَانَ

جس طرح چراغ کے بجھ جانے کے بعد اسے بتیاں چھوڑ جاتی ہیں جنہیں تیل میں بھگویا گیا ہوتا ہے

وَمَا كُفُّ مَانَالِ الْفَتَى مِّنْ نَّصِيْبِهِ
بِحَزْمٍ وَلَا مَافَاتِهِ بِتَوَانِ

انسان جو کچھ اپنے نصیبے میں سے حاصل کرتا ہے وہ اس کی دانشمندی کی وجہ سے نہیں ہوتا اور نہ ہی جو کچھ اس کے ہاتھ سے نکل جاتا ہے اس کی ہستی کی وجہ سے نکلتا ہے

فَتَا جَمِيلٌ إِذَا طَالَ بَتٌ أَمْراً فِيمَا نَسَّهْ
سَيَكْفِيكَهْ جَدَّانِ يَتَصَطَّرِ عَنَانِ

لہذا جب کوئی چیز مانگے تو احسن طریقے پر مانگ کیونکہ اس کام کو دو بخت تمہاری طرف سے کر دیں گے جو باہم کشتی لڑ رہے ہیں

نیز اس نے کہا :

أَنِيسِي رَأَيْتُ مَخِيْلَةَ نَشَاتٍ
فَتَلَا لَاتٍ بِيَحْنَاتِيهِمِ الْقَطْرِ

میں نے دیکھا کہ ایک بادل اٹھا اور بارش کے سیاہ بادلوں میں چمکا

لِلَّهِ مِمَّا زُهِرِيَّةٌ سَلَبَتِ
مِنْكَ التَّدِي امْتَلَبَتِ وَمَا تَدْرِي

[۳ : ۶۰۶] اس چیز کے کیا کہنے جسے تم سے قبیلہ زُہرہ کی (آمنہ نامی) عورت نے چھین لیا ہے اور اسے اس کا علم ہی نہیں ہے

امام ماوردی نے بھی اپنی کتاب اعلام النبوة میں یہ قصہ بیان کیا ہے اور اس میں کسی قدر اضافہ بھی کیا ہے۔ اس کے ”بعد خبوة“ کہنے کا مفہوم ہے : بچھنے کے بعد ، المخيلة : وہ بادل جس سے بارش کی امید ہو۔ صحاح کا مصنف کہتا ہے : وقد خَالَتِ السَّحَابَ وَأَخْيَلَّتْ وَأَخْيَلَّتْ جب اس سے بارش کی امید ہو اور جب تو اسے دیکھے کہ یہ بادل بارش برسانے والا ہے تو کہیں گے : قد أَخْيَلَّتْ السَّحَابَ وَأَخْيَلَّتْ اور حنم : سیاہ بادل : کیونکہ عربوں کے ہاں سیاہی سے سبزی مراد ہوتی ہے اور حنم : سبز سٹکا۔ اور زهرية : زہرہ کی طرف منسوب ہے جو قریش کا ایک قبیلہ ہے اور یہ کلاب بن مُرہ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر کی ایک عورت کا نام ہے جس کی طرف اس کی اولاد منسوب ہوئی۔ یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خالو قبیلہ ہے۔

کاہن بہت سے ہیں۔ ان کا بالامتیاع ذکر کرنے اور ان حالات کہ

جو ان کے متعلق مروی ہیں مفصل بیان کرنے اور جو مجمع اور رجز انہوں نے کہے ان سب کے لیے ایک بڑی کتاب کی ضرورت ہے۔ اصفہانی کہانت پر بحث کرتے ہوئے کہتا ہے: یہ علم عربوں میں بہت تھا اور آخری شخص جو کاہن پائے گئے اور جن کے متعلق عجیب و غریب حالات بیان کیے گئے۔ سطیح اور سواد بن قارب تھے۔ وہ کہتا ہے: عربوں کے یہاں کہانت کا وجود نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات کا ایک سبب بنا۔ ان واقعات کے اعتبار سے جن کی خبر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیا کرتے تھے۔ اور جو واقعات یہ ترغیب دیتے ہیں کہ ان کا اتباع کیا جائے۔

عرّاف

ابن خلدون اپنے مقدمے میں کہتا ہے: رہے العرافون۔ تو عربوں میں بہت سے عرّاف تھے۔ جن کا ذکر شعرا نے اپنے اشعار میں کیا ہے۔ ایک کہنے والا کہتا ہے:

فَقُلْتُ لِعِرَّافِ الْيَمَامَةِ دَاوِنِي
فَأَنْتَ إِذَا دَاوَيْتَنِي لَطِيبٌ

میں نے یمامہ کے عرّاف سے کہا: میرا علاج کرو کیونکہ اگر تو نے میرا علاج کر دیا تو تو طیب سمجھا جائے گا

ایک اور کہتا ہے:

جَعَلْتُ لِعِرَّافِ الْيَمَامَةِ حُكْمًا
وَعِرَّافِ نَجْدٍ إِنَّهُمَا شَفِيَانِي

میں نے عرّاف یمامہ اور عرّاف نجد سے کہا کہ حکم دو کہ مجھے کیا کرنا چاہیے اگر وہ دونوں مجھے شفا دے سکتے ہیں

فَقَالَ: شَفَاكَ اللَّهُ! وَاللَّهِ مَا لَنْتَا
بِمَا حَمَلْتُمَا مِنْكَ الضُّلُوعُ يَدَانِ

ان دونوں نے کہا : خدا تمہیں شفا دے ۔ خدا کی قسم جو بیماری تمہاری پسلیوں کے اندر ہے اس کا علاج کرنے کی ہم میں طاقت نہیں ہے
[۳ : ۳۰۷] عرف الیمامہ کا نام رباح بن عجلہ ہے ۔ اور عرف نجد کا الابلق الاسدی ۔ بیان ختم ہوا ۔

بعض عرب کاہن کو عرف بھی کہتے ہیں ۔ بعض اس لفظ کو طبیب کے لیے بھی استعمال کرتے ہیں ۔ الخطابی سنن ابی داؤد کی شرح میں کہتا ہے : کاہن وہ شخص ہے جو علم غیب کے مطالعے کا مدعی ہو اور لوگوں کو ہونے والے امور کی خبر دیتا ہو ۔ عربوں میں کاہن پائے جاتے تھے جن کا یہ دعویٰ ہوتا تھا کہ وہ بہت سی باتیں جانتے ہیں ۔ بعض ان میں سے یہ خیال کرتے تھے کہ ان کا ایک خادم اور تابع جن ہے جو انہیں خبریں بتاتا ہے ۔ اور بعض کا یہ دعویٰ تھا کہ وہ معاملات کو اس فہم کے ذریعے جو انہیں دیا گیا ، پا جاتے ہیں ۔ خطابی کہتا ہے : ان میں سے بعض کو عرف کہا جاتا تھا اور عرف وہ شخص ہوتا جس کا یہ دعویٰ ہوتا کہ وہ بعض اسباب کے ذریعے باتوں کو جان لیتا ہے اور ان کے ذریعے ان کے محل وقوع کا پتا چلا لیتا ہے ۔ مثلاً کوئی چیز جو چرائی گئی ہو ۔ چنانچہ عرف جس شخص پر چوری کا گمان ہوتا اس کو پہچان جاتا ۔ اور کسی عورت کو بدکاری سے متہم کیا جاتا تو عرف بدکار کو معلوم کر لیتا ، اسی قسم کے اور امور ۔ بعض عرب منجم کو بھی کاہن کہتے تھے اور حدیث میں ان تمام لوگوں کے پاس جانے کی ممانعت پائی جاتی ہے ، نیز ان کے قول کی طرف رجوع کرنے اور ان امور کی جن کا انہیں دعویٰ ہے تصدیق کرنے کی ممانعت پائی جاتی ہے اور بعض عرب ، طبیب کو بھی کاہن کہتے تھے اور بسا اوقات اسے عرف کہہ کر پکار لیتے تھے ۔ ابو ذؤیب کہتا ہے :

يَقُولُونَ لِي : لَوْ كَانَ بِالرَّمْلِ لَمَّ يَمُوتُ
نَشِيبَةً وَالْكُهَّانُ يَكْذِبُ قِيَاهُهَا

وہ لوگ مجھ سے کہتے ہیں : اگر رمل میں ہوتا تو نشیبہ نہ مارتا

حق یہ ہے کہ کاہنوں کی بات جھوٹی ہوتی ہے
ایک اور شاعر کہتا ہے :

جَعَلْتُ لِعِزِّهِ الْيَمَامَةَ البیت

یہ ان امور میں شامل نہیں جن سے منع کیا گیا ہے۔ صرف نام کا
مغالطہ ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طب کو
(حق) ثابت کیا ہے اور علاج اور دوا کرنا جائز قرار دیا ہے۔

اور ان کے علوم میں سے ایک

علم الزجر و العیافہ

بھی ہے۔ حیوانات کی آوازوں ، ان کی حرکتوں اور دیگر احوال کی
مدد سے حوادث پر استدلال کرنے اور غائب چیزوں کو معلوم کرنے کا
نام علم الزجر و العیافہ ہے۔ ابن خلدون کہتا ہے : کسی پرندے کے
سامنے آنے یا کسی جانور کے سامنے آ جانے سے اور پھر ان کے غائب ہو
جانے کے بعد ان میں غور کرنے سے جو غیب کی باتیں بعض لوگوں سے
ظاہر ہوتی ہیں وہ زجر ہے۔ یہ نفس کے اندر کی ایک طاقت ہوتی ہے ، جو
ان مرنی یا مسموع چیزوں کے بارے میں جن کو وہ معلوم کرنا چاہتا ہے
مشائق ہونے اور فکر کرنے پر برانگیختہ کرتی ہے۔ اس کی قوۃ متخیلہ
زور دار ہوتی ہے ، اور ان چیزوں کی مدد سے جنہیں اس نے دیکھا یا سنا
[۳ : ۳۰۸] ہو کر اپنے پر اکساتی ہے جس سے یہ کسی قدر ادراک
حاصل کر لیتا ہے جس طرح کہ نیند میں قوۃ متخیلہ کرتی ہے اور جب
حواس ساکن ہو جاتے ہیں تو یہ بیداری کے عالم میں محسوس اور مرنی
کے درمیان واسطہ بنتی ہے اور ان چیزوں کے ساتھ اسے اکٹھا کر لیتی ہے
جنہیں اس نے سمجھا ہو ، اسی سے خواب آتے ہیں۔ بیان ختم ہوؤا۔

اس علم کو عرب سب سے بہتر جانتے تھے اور اسی پر ان کے افعال
کا دار و مدار تھا۔ اور یہی ان کی حرکات و سکنات کا قانون تھا۔ اس

سلسلے میں ان سے وہ روایات بیان کی جاتی ہیں جو عقلمندوں کو حیران کر دیں۔

ابن القیم کتاب مفتاح دارالسعاده میں کہتا ہے : بنی تغلب کی جنگ کے بارے میں مروی ہے کہ تیم اللات نے اپنے بیٹوں کو اپنے مال کی تلاش میں بھیجا۔ جب شام ہوئی تو اس نے ہوا کی سرسراہٹ سنی تو بیوی سے کہا : دیکھو بادل کہاں سے ابھرے ہیں اور یہ ہوا کہاں سے اٹھی ہے ؟ بیوی نے واقعہ بتایا۔ اس نے کہا : اللہ کی قسم میں دیکھ رہا ہوں کہ ہوا پتھروں کو لڑھکا رہی ہے ، نشان کو مٹا رہی ہے۔ جب اس کے بیٹے اس کے پاس آئے تو اس نے ان سے کہا : تمہیں کیا کچھ ملا ؟ انہوں نے کہا : ہم تمہارے پاس سے روانہ ہوئے۔ جب شعثمین کے ریت کے ٹیلے پر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ سرخی مائل سفید ہرن ریت کے ٹیلے پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ پھر کہا : تمہاری ہوا کونسی تھی ؟ ناطح تھی یا دابر ، یا بارح یا سانح ؟ انہوں نے کہا : ناطح۔ (سامنے سے آنے والی) تھی۔ اس کے بعد اس نے اپنے دل سے بات کرتے ہوئے کہا : اے تیم اللات ! شعثمین کا ریت کا ٹیلا۔ (شعثم بہت بوڑھے آدمی کو کہتے ہیں) اور تو بنی بکر کا شعثم ہے اور وہ پھر ریت میں بیٹھنے والیاں اور پھر ہوا سامنے سے آئی اور بائیں ہاتھ کو نکل گئی۔ اس نے کہا : پھر کیا ہوا ؟ انہوں نے کہا : اس کے بعد ہم نے ایک بھیڑیا دیکھا جس نے اپنے منہ سے زبان نکال رکھی تھی وہ اکڑ رہا تھا اور اس کے بال کھڑے تھے۔ اس پر اس نے کہا : اکڑنے والا ، بھڑکنے والا ، ملامت کرنے والی زبان والا اپنی پشت کا محافظ اس کا ارادہ خون بہانے کا ہے اور وہ کورڈیالے سانپوں کا کورڈیالہ سانپ ہے اس کی مراد مہلہل سے تھی۔ کہا : پھر کیا ہوا ؟ انہوں نے جواب دیا : پھر ہم نے ہوا اور بادل دیکھا۔ اس نے کہا : کیا بارش بھی ہوئی ؟ انہوں نے کہا : ہاں ہوئی۔ اس نے کہا : کیا بجلی کے ساتھ ؟ انہوں نے کہا : ایسا ہی ہوا۔ پھر کہا : کیا پانی بہا تھا ؟ انہوں نے کہا : ہاں۔ اس پر اس نے کہا : یہ بہنے والا خون اور تیز تلواریں ہیں۔ اس نے کہا : پھر کیا ہوا ؟ انہوں نے کہا : اس

کے بعد ہم صنعاء کے قلعے پر چڑھ گئے پھر فاران کے ٹیلے سے نیچے اترے۔ اس نے کہا : کیا تم برابر تھے یا کم و بیش ؟ انہوں نے کہا : برابر ہی تھے۔ اس نے پوچھا : تمہارا آسمان کیسا تھا ؟ انہوں نے جواب دیا : ابر آلود۔ کہا تمہاری ہوا کونسی تھی ؟ انہوں نے جواب دیا : سامنے آنے والی۔ کہا : جس فوج سے تمہاری مڈ بھیڑ ہوئی اس کا کیا ہوا ؟ انہوں نے کہا : ہم نے بھاگ کر اپنی جان بچالی اور وہ ہمارے پیچھے دوڑے۔ کہا : پھر کیا ہوا ؟ انہوں نے کہا : ہم نے دیکھا کہ ایک عقاب ایک دوسرے عقاب پر جھپٹا پھر دونوں گتھم گتھا ہوئے اور زمین پر آ گئے۔ اس نے کہا : یہ ایک فوج ہے جس نے دوسری فوج کا قصد کیا وہ ضرور ان سے ملیں گے۔ کہا : پھر کیا ؟ انہوں نے جواب دیا : ہم نے ایک درندے کو دوسرے درندے پر سوار دیکھا اور وہ اسے دانتوں سے کاٹ رہا تھا اور اس میں جان باقی تھی مرا نہ تھا۔ اس پر اس نے کہا : مجھے چھوڑ دو۔ یاد رکھو خدا کی قسم یہ بنی وائل کا ایک قبیلہ ہے جو طاقت اور محافظت کے بعد پچھاڑا جائے گا، کھایا جائے گا قتل کیا جائے گا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہی تیم اللات ایک دن خارش [۳: ۹] زدہ اونٹ کے پاس سے گزرا، اونٹ پر تین کومے بیٹھے تھے۔ اس نے اپنے بیٹوں سے کہا : عنقریب تم ایک مقتول کے پاس جا کر کھڑے ہو گے۔ پھر ایسا ہی ہوا اور تھوڑے عرصے کے بعد وہ مارا گیا۔ علقمہ کے وہ الفاظ جو اس نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ چلتے ہوئے کہے تھے اسی طرح کے ہیں۔ وہ رات کے وقت ایک بوڑھے شخص کے پاس سے گزرے تھے تو انہوں نے کہا : تمہاری ملاقات ایک شیخ فانی سے ہوئی ہے۔ جو زمانے پر غالب آنا چاہتا ہے اور زمانہ اس پر۔ یہ تمہیں یہ بتا رہا ہے کہ تمہاری ملاقات عنقریب ایک ایسی قوم سے ہوگی جو ضعیف و کمزور ہوگی۔ اس کے بعد اس کی ملاقات ایک درندے سے ہوئی یہ بہت بے دھڑک تھا۔ اس پر کوئی غالب نہیں آسکتا تھا۔ اس کے بعد اس نے ایک کوا دیکھا جو اپنا سینہ جھاڑ رہا تھا۔ اس پر اس نے کہا : تمہیں خوشخبری ہو۔ کیا تم نہیں دیکھ رہے کہ یہ تمہیں بتا رہا ہے کہ تم

اپنے گھر میں مطمئن ہو کر بیٹھ گئے ہو؟ اور ایسا ہی ہوا۔

اور مدائنی نے ذکر کیا ہے وہ کہتا ہے: قبیلہ لیسب کا ایک فرد گھر سے اپنے کسی کام کے لیے نکلا، یہ قبیلہ لیسب اُفال نکالنے میں ماہر تھا۔ اس شخص کے پاس دودھ کا ایک مشکیزہ بھی تھا۔ وہ شخص دن کے ابتدائی حصے میں چلتا رہا پھر اسے پیاس لگی تو اس نے دودھ پینے کے لیے اپنے اونٹ کو بٹھایا، دیکھا تو ایک کوا کائیں کائیں کر رہا ہے۔ اس پر اس نے اپنے اونٹ کو اٹھایا اور روانہ ہو گیا۔ پھر جب پیاس نے اسے نڈھال کر دیا تو اس نے اونٹ کو بٹھایا تاکہ دودھ پی لے۔ کوا نے پھر کائیں کائیں کی اس نے پھر اپنی سواری کو اٹھایا۔ پھر تیسری بار کوا بولا اور مٹی میں الٹا پلٹا ہونے لگا۔ اس پر اس نے مشکیزے پر اپنی تلوار ماری دیکھا تو اس کے اندر ایک بڑا سیاہ ناگ تھا۔ ازاں بعد وہ روانہ ہو گیا۔ دیکھا کہ ایک بیری کے درخت پر کوا ہے۔ اس نے کوا کو آواز ماری کوا اڑ کر سلمہ (ایک خار دار درخت) پر جا بیٹھا۔ اس نے پھر آواز ماری اور وہ پتھر پر جا بیٹھا۔ یہ پتھر کے پاس گیا، دیکھا تو درخت کے نیچے خزانہ تھا۔ جب یہ شخص اپنے باپ کے پاس لوٹ کر آیا تو اس نے ہوچھا: تو نے کیا کچھ کیا؟ اس نے کہا: میں دن کے ابتدائی حصے میں چلتا رہا اس کے بعد میں نے (دودھ) پینے کے لیے اونٹ کو بٹھایا، دیکھا تو ایک کوا کائیں کائیں کر رہا تھا۔ باپ نے کہا: اونٹ کو اٹھا دے ورنہ تو میرا بیٹا نہیں ہے۔ بیٹے نے کہا: میں نے اسے اٹھایا پھر پینے کے لیے بٹھایا۔ کوا پھر بولا اور مٹی میں پلٹنے لگا۔ باپ نے کہا: مشکیزے پر تلوار مار ورنہ تو میرا بیٹا نہیں ہے۔ بیٹے نے کہا: میں نے ایسا ہی کیا، دیکھا تو ایک بڑا کالا ناگ تھا۔ باپ نے کہا: پھر کیا ہوا؟ بیٹے نے کہا: اس کے بعد میں نے ایک بیری کے درخت پر ایک کوا بیٹا دیکھا۔ باپ نے کہا: اسے اڑا دے ورنہ تو میرا بیٹا نہیں ہے۔

۱ - ابن دُرَیْد (الاشتقاق : ۴۹۱) کہتا ہے : ومنہم بنو لیسب وہم

اعیف العرب و از جرہم للطیر ۔

اس نے کہا : میں نے اسے اڑا دیا اور وہ سلمہ کے درخت پر جا بیٹا ۔ باپ نے کہا : اسے اڑا دے ورنہ تو میرا بیٹا نہیں ہے ۔ بیٹے نے کہا : میں نے اسے اڑا دیا تو وہ ایک پتھر پر جا بیٹھا ۔ باپ نے کہا : مجھے بتا کہ تجھے کیا ملا ، بیٹے نے بتا دیا ۔

مدائنی نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ ایک بدوی کے کچھ اونٹ اور ایک خادم گم ہو گیا اور وہ ان دونوں کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا ۔ حتیٰ کہ جب سورج تیز ہو گیا اور دن گرم ہو گیا تو اس کا گزر ایک آدمی کے پاس سے ہوا جو اونٹنی دوہ رہا تھا ۔ وہ کہتا ہے : میرا خیال ہے کہ وہ بنی اسد میں سے تھا ۔ اس نے اس سے اپنی گم شدہ چیز کے متعلق پوچھا ۔ اس نے کہا : نزدیک آ جاؤ اور دودھ پیو اور میں تمہیں تمہاری گمشدہ چیز کا بھی پتا دے دوں گا ۔ وہ کہتا ہے : اس نے (دودھ) پی لیا ۔ اس کے بعد اس نے کہا : جب تو گھر سے نکلا تھا تو کیا کچھ سنا تھا ؟ اس نے کہا : بچوں کا رونا اور کتوں کا بھونکنا ، مرغوں کا [۳ : ۳۱۰] آواز نکالنا اور بکریوں کا ممانہ ۔ اس نے کہا : (یہ باتیں) تجھے گھر سے روانہ ہونے سے منع کر رہی ہیں ۔ پھر کیا ہوا ؟ کہا : پھر دن چڑھا تو ایک بھیڑیا سامنے آیا ۔ اس نے کہا : کمانے والا اور فتحیاب ہے ۔ پھر کیا ہوا ؟ کہا : اس کے بعد ایک مادہ شتر مرغ سامنے آئی ۔ اس نے کہا : پروں والی ہے اور اس کا نام اچھا ہے ۔ کیا تو گھر میں کوئی مریض چھوڑ آیا ہے جس کی عیادت کی جا رہی ہو ؟ کہا : ہاں ! اس نے کہا : گھر واپس جاؤ تمہارے اونٹ اور خادم ان کے پاس موجود ہیں ۔ اس پر یہ واپس چلا آیا اور ان دونوں کو وہاں پایا ۔

ابو خالد القیمی نے ذکر کیا ہے ۔ وہ کہتا ہے : میں ضمانت پر اونٹ لے کر بصرے کے باہر انہیں چرایا کرتا تھا ۔ کوئی انہیں ہانک کر لے گیا میں ان کے نشان قدم پر پیچھے پیچھے ہو لیا یہاں تک کہ قادمیہ پہنچ گیا ۔ پھر نشانات غلط سلط ہو گئے تو میں نے کہا : اگر کوفہ چلا جاؤں اور وہاں ان کو ڈھونڈوں (تو شاید مل جائیں) ۔ چنانچہ میں کناسہ پہنچ گیا ۔ دیکھا تو لوگ عراف یمامہ کے پاس اکٹھے ہو رہے ہیں ۔ لہذا میں

بھی ٹھہر گیا۔ اس کے بعد میں نے اسے کہا : میری حاجت بیان کرو۔
تو اس نے کہا :

بِعَيْشِدَةِ أَشْطَاتَانِ الْهَوَىٰ جَمْعٌ مِثْلِيهَا
عَلَى الشَّعَائِرِ الْبَاغِي الْغِنَى ذُو تَكَثُفٍ

ان کی خواہش کی رسیاں بہت دور جا چکی ہیں اس قدر اونٹوں کا
ایک کہ زور آدمی کے پاس ہونا جو مالدار بننا چاہتا ہو بڑی چیز ہے

تجھے واپس جانا چاہیے۔ وہ کہتا ہے کہ مجھے یہ اونٹ شام میں
اپنے ایک چچازاد بھائی کے پاس مل گئے پھر میں نے ان اونٹوں کے متعلق
ان کے مالکوں سے مصالحت کر لی۔

اور مدائنی کہتا ہے : سواد عراق میں ایک زاجر تھا جسے سہر کہا
جاتا تھا۔ ایک گورنر کو اس کی خبر دی گئی تو وہ اس کے زجر کی
تکذیب کرنے لگا۔ اس کے بعد اس گورنر نے زاجر کو بلا بھیجا جب وہ
آ گیا تو اس نے کہا : میں نے فلاں جگہ اپنی بھیڑ بکریاں بھیجی ہیں
ذرا دیکھو ! آیا وہ وہاں پہنچی ہیں یا نہیں ؟ اور گورنر کو پہلے ہی سے
معلوم تھا کہ ان بکریوں اور گھاس کے درمیان ایک مرحلے کا فاصلہ ہے۔
زاجر نے اپنے لڑکے سے کہا : باہر جاؤ اور دیکھو تجھے کیا چیز سنائی دیتی
ہے۔ مدائنی کہتا ہے : اور گورنر اپنے نوکر سے کہہ رہا تھا کہ وہ گھر
کی ایک جانب چھپا رہے اور گیدڑ کی طرح چلائے۔ زاجر کا نوکر آواز
سننے کے لیے باہر گیا تو گورنر کا نوکر چیخا۔ لہذا وہ زاجر کے پاس واپس
چلا آیا اور جو کچھ اس نے سنا تھا اسے بتا دیا۔ زاجر نے گورنر سے
کہا : یہ مال تمہارے ہاتھوں سے چلا گیا۔ ان پر ڈاکہ ڈالا گیا ہے اور
ڈاکو انہیں ہانک کر لے گئے ہیں۔ راوی کہتا ہے : اس پر گورنر ہنسا
اور کہا : میرے پاس تو یہ خبر آئی ہے کہ یہ اپنے مقام پر پہنچ گئی
ہیں اور چیخنے والا تو دراصل میرا نوکر ہے۔ زاجر نے کہا : اگر چیخنے
والا گیدڑ تھا تب تو بھیڑ بکریاں جاتی رہی ہیں اور اگر چیخنے والا تمہارا
نوکر تھا تو پھر چرواہا بھی جاتا رہا ہے۔ وہ کہتا ہے : اس کے بعد اسے

خبر ملی کہ بھیڑ بکریاں جاتی رہی ہیں اور چرواہا قتل کر دیا گیا ہے ۔
العکلی نے ذکر کیا ہے کہ وہ نو آدمیوں کی ایک جماعت کے ساتھ
روانہ ہوا ۔ وہ خود دسواں تھا تا کہ صحیح راستہ پا لیں ۔ اس نے بکائن کے
درخت پر کوا دیکھا تو کہا : لوگو ! اس سفر میں تمہیں قتل کر دیا
جائے گا ۔ لہذا باز آؤ ، لوٹ جاؤ ، انہوں نے اس کی بات نہ مانی یہ اپنی
کمان لے کر واپس چلا آیا ، وہ نو کے نو قتل کر دیے گئے ۔ چنانچہ اس
نے یہ اشعار کہے :

رَأَيْتُ غُرَابًا وَأَقْبَعًا فَوْقَ بَنَانَةٍ
يُنْشِئُشِيشَ أَعْلَى رَيْشِيهِ وَيُطَايِرُهُ

[۳ : ۳۱۱] میں نے بکائن کے درخت پر ایک کومے کو اترتے
ہوئے دیکھا وہ اپنے اوپر کے حصے کے پروں کو زور سے حرکت دے
رہا تھا اور اڑنے کا طور اختیار کر رہا تھا

فَقَالَتْ : غُرَابٌ فَاغْتَرَابَ مِنْ النَّوَى
وَبَانٌ فَبَيَّنَّ سِنَّ حَبِيْبٍ يُجْتَاوِرُهُ

میں نے کہا : غراب سے مراد دور دراز کے سفر کی غربت ہے اور
بان سے مراد پاس کے دوست کی جدائی ہے

فَمَا أَعْيَفَ الْعُكْلِيَّ لَا دَرْدَرُهُ
وَأَزْجَرَهُ لِبَلْطَيْشِرٍ لَاعَزَزْ نَصِيْرُهُ

خدا اس عکلی کا بھلا نہ کرے یہ کس قدر (صحیح) فال نکالنے والا
ہے اور پرندوں کو اڑا کر کس قدر صحیح قیافہ لگاتا ہے خدا کرے
اس کا مددگار قوی نہ ہو

کُشَيْرٌ عَزَّهٗ كَمَا مَتَّعَ ذَكَرَ كَمَا كَانَتْ هِيَ كَمَا وَهَّ مَصْرَ جَانِ كَمَا
ارادے سے روانہ ہوا ۔ اس لیے کہ عَزَّهٗ مصر میں تھی ۔ اسے نہد کا ایک
بدوی ملا تو اس نے کہا : کہاں کا ارادہ ہے ؟ اس نے کہا : مصر میں
عَزَّهٗ کے پاس جا رہا ہوں ۔ اس نے کہا : تو نے اپنے سامنے کیا دیکھا

تھا؟ اس نے کہا : میں نے ایک کوئے کو بکائن کے درخت پر اترے دیکھا اور وہ اپنے پر نوچ رہا تھا۔ اس پر اس نے کہا : عَزَّہ مر چکی ہے۔ یہ اس سے رخصت لے کر روانہ ہو پڑا اور مصر جا پہنچا، اس وقت لوگ عزہ کے جنازے سے واپس آ رہے تھے۔ اس پر کُشیر نے یہ اشعار کہے :

فَتَأْتِيَا غُرَابًا فَاغْتِيرَابًا وَ غُرَابَةً
وَبَانًا فَبَيِّنًا مِّنْ حَبِيبِيبٍ تَعْمَاشِيرُهُ

غراب سے مراد وطن سے جدائی اور مسافرت ہے اور بان سے مراد اس محبوب کی جدائی ہے جس سے تمہارا میل جول ہے

کُشیر کے متعلق یہ بھی مروی ہے کہ عزہ کے بعد وہ اپنی قوم کی ایک عورت پر عاشق ہو گیا جسے أم الحُوَيْرِث کہا جاتا تھا۔ یہ عورت نہایت خوبصورت اور بڑی مالدار تھی۔ اس عورت نے کُشیر سے کہا : جا اور جا کر مال حاصل کر جب میں تم سے شادی کروں گی۔ کُشیر یمن کی طرف چلا گیا وہاں کا حاکم بنی مخزوم کا ایک شخص تھا یہ ابھی راستے ہی میں تھا کہ اس کے سامنے سے ہرنوں کی ایک ڈار گزری۔ یہ چلتا گیا۔ اس کے بعد کائیں کائیں کرتا ہوا ایک کوا سامنے آیا۔ یہ کوا مٹی کرید کر اپنے سر پر ڈالتا تھا۔ پھر کُشیر آزاد پھر بنی لیبہ کے ایک قبیلے کے پاس آیا اور لیبہ عرب بھر میں فن زجر میں ماہر ترین ہیں۔ ان کے یہاں ایک بوڑھا آدمی تھا جس کے دونوں ابرو اس کی آنکھوں پر گر چکے تھے۔ اس نے تمام واقعہ اس کے سامنے بیان کیا۔ اس نے کہا : اگر تو سچ کہتا ہے تو یہ عورت مر چکی ہے یا اس نے بنی کعب کے کسی شخص سے شادی کر لی ہے۔ اس سے کُشیر مغموم ہوا اور اسے استسقا کی بیماری لاحق ہو گئی اور یہی اس کی موت کا باعث بن گئی۔ پھر اس نے اس واقعے کے متعلق یہ اشعار کہے :

تَيَمَّمْتُ لِيَهْبًا أَبْتَغِي الْعَيْلِمَ عِنْدَهُمْ
وَقَدْ رُدَّ عَيْلِمُ الْعَائِفِيْنَ إِلَيَّ لِيَهْبٍ

میں نے معلومات حاصل کرنے کے لیے بنی لہب کا قصد کیا تمام
فال نکالنے والوں کا علم بنی لہب کو دے دیا گیا ہے

فَيَمَّمْتُمْ شَيْخًا مِنْهُمْ، ذُوْ اَمَانَةٍ
بَصِيْرًا بِزَجْرِ الطَّيْرِ مُنْحَنِي الصُّلْبِ

پھر میں ان کے ایک امانت دار بوڑھے کے پاس گیا جو پرندوں سے
فال نکالنے میں ماہر تھا اور اس کی پشت ٹیڑھی ہو چکی تھی

فَقُلْتُ لَهُ: مَاذَا تَرَى فِي سَوَاحِجِ
وَصَوْتِ غُرَابٍ يَفْحَصُ الْاَرْضَ بِالتُّرْبِ

میں نے اس سے کہا: تمہارا سامنے آنے والے جانوروں کے متعلق کیا
خیال ہے اور کوئے کی آواز کے متعلق جو زمین سے بٹی کرید رہا تھا

فَقَالَ: جَرَى الطَّيْرِ السَّنِيحُ بِبَيْئِنِيهَا
وَنَادَى غُرَابٌ بِالفِرَاقِ وَبِالسَّلْبِ

اس نے کہا: سامنے آنے والا پرندہ اس کی جدائی کا حکم لے کر چلا
ہے اور کوئے نے فراق اور لٹ جانے کی آواز دی ہے

فَاِنْ لَمْ تَكُنْ مَانَتٌ فَقَدْ حَالَ دُونَهَا
سِوَاكَ حَالِيْلٌ بِاطْنِ مِّنْ بَنِي كَعْبِ

اگر یہ مری نہیں تو بنی کعب میں سے تمہارے سوا کوئی اور پیارا
خاوند تمہاری راہ میں حائل ہو گیا ہے

بنی اسد کا ایک شخص کہتا ہے: میں نے اپنی چچا زاد بہن سے
شادی کی۔ اس کے بعد میں اس کے پاس جانے کے ارادے سے گھر سے
نکلا تو مجھے کتے کی سی ایک چیز ملی جس کی زبان منہ کی ایک جانب
[۳: ۳۱۲] باہر لٹک رہی تھی۔ میں نے کہا: رب کعبہ کی قسم! تو
نے مجھے ڈرا دیا ہے اس کے بعد میں ان لوگوں کے پاس آیا مگر بیوی
تک نہ پہنچ سکا۔ اس کے گھر والوں نے مجھ سے جھگڑا کیا۔ میں ان

کے پاس سے چلا آیا اور تین دن انتظار کیا ۔ پھر خیال آیا اور میں (دوبارہ) ان کی طرف چل پڑا ۔ راستے میں مجھے ایک کتیا ملی جس کے پستانوں سے دودھ ٹپک رہا تھا ۔ اس پر میں نے کہا : رب کعبہ کی قسم ! میں نے اپنا مقصد پا لیا ۔ میں اپنی بیوی کے پاس گیا اور وہ حاملہ ہو گئی جس سے ایک لڑکا پیدا ہوا ۔ پھر اور حمل ، پھر اور ۔ یہاں تک کہ اس نے بہت سے بچے جنے ۔

اس سلسلے میں جو حکایات ثقہ لوگوں نے روایت کی ہیں (وہ اس قدر ہیں) کہ اس قسم کی مختصر کتابیں (ان کے بیان کی) متحمل نہیں ہو سکتیں ۔

عربوں کے یہاں پرندوں سے فال لینے کی کیفیت

ابن قیثم اپنی کتاب مفتاح دار السعاده میں سانح ، بارح ، اور ناطح پرندوں کو ماننے والوں سے بحث کرتے ہوئے کہتا ہے : اس کی حقیقت یہ ہے کہ عرب پرندوں اور وحشی جانوروں کو فال لینے کی غرض سے آواز دیتے اور ان کو اڑاتے تھے چنانچہ جو دائیں جانب کو ہو لیتا وہ اس کا نام سانح رکھتے ۔ جو بائیں جانب کو جاتا اسے بارح کہتے ، جو سامنے سے آتا وہ ناطح کہلاتا اور جو پیچھے سے آتا وہ قعید کہلاتا ۔ بعض بارح کو منجوس خیال کرتے ہیں اس لیے کہ جب تک اس کی طرف مڑا نہ جائے اسے تیر مارنا ممکن نہیں ہے ۔ سانح کو برکت والا سمجھتے ، مگر بعض عرب اس کے برعکس خیال کرتے ہیں ۔

مدائنی کہتا ہے : میں نے رؤبہ بن العجاج سے سوال کیا : سانح کیا ہے ؟ اس نے کہا : جو اپنی دائیں جانب کو تمہاری طرف کر لے ۔ وہ کہتا ہے : میں نے کہا : پھر بارح کیا ہے ؟ اس نے جواب دیا : جو اپنی بائیں جانب کو تمہاری طرف کر لے ۔ وہ کہتا ہے : جو تمہارے سامنے سے آئے وہ ناطح اور نطیح ہے ، اور جو تمہاری پشت کی طرف سے آئے وہ قاعد اور قعید ہے ، المفضل الضبی سے منقول ہے کہ بارح وہ ہے جو تمہاری دائیں جانب سے تمہارے پاس آئے اور تمہاری

بائیں جانب کو جانا چاہتا ہو اور سانح جو بائیں جانب سے آئے اور دائیں جانب سے گزر جائے۔ عربوں کا اختلاف صرف ان کے مراتب اور طریقوں میں ہے اس لیے کہ یہ سب محض تخیلات ، اٹکل اور تخیمنے ہیں جن کی کوئی اصل نہیں۔ جو شخص کسی چیز سے برکت حاصل کرے گا وہ اس کی تعریف کرے گا اور جو کسی چیز کو منحوس سمجھے گا وہ اس کی مذمت کرے گا۔ پرندوں سے بد فالی لینے کے مسئلے پر بحث کرتے ہوئے ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ اہل یمن سانح کو بابرکت اور بارح کو منحوس سمجھتے ہیں۔ مگر اہل عالیہ اس کے برعکس ہیں۔ ابن الاثیر کی کتاب النہایہ میں ہے : پرندوں کو اڑانا یہ ہے کہ ان سے برکت یا نحوست کا شگون لیا جائے۔ اور ان کے اڑنے سے فال لی جائے مثلاً سانح اور بارح [۳ : ۳۱۳] یہ بھی کہانت اور عیافت کی ایک قسم ہے۔ میں کہتا ہوں کہ زجر کہانت کی قسم نہیں ہے بلکہ کہانت کی طرح کی ایک چیز ہے اور اس کی ظاہری عبارت سے یہ وہم گزرتا ہے کہ یہ اور عیافت دونوں مترادف الفاظ ہیں۔ اس کی یہ بات بھی تسلیم نہیں کی جاتی۔ ہر پرندے سے فال لی جاتی ہے سوا گدھ کے۔ کمیت ایک شخص کی ہجو میں کہتا ہے :

أَنْشَاتَ تَنْطِيقُ فِی الْأُمُو
رِکُوَ اغِدِ الرَّخْمِ الدَّوَائِرُ

تو نے معاملات میں چکر لگانے والے گدھوں کے خادم کی طرح گفتگو کرنی شروع کر دی ہے

إِذْ قِيْلَ يَسَارَخَمُ أَنْطِيقُ
فِی الطَّيْرِ إِنَّكَ شَرُّ طَائِرٍ

جب کہا گیا : اے گدھ پرندوں کے بارے میں بولو تو ایک بُرا پرندہ ہے

فَأَتَتْ بِيْمَاهِي أَهْلُهُ
وَالْعِيُّ مِنْ شَلَلِ الْمُجَاوِرِ

اُس نے وہی کام کیا جس کا وہ اہل تھا اور غیر قادر الکلام ہونے کا سبب پڑوسی کے کاشل ہونا ہوتا ہے

ایک مثال ہے اِنْشَطِقِيْ يٰا رَخْمٍ اِنْشَكِبْ مِّنْ طَيِّرِ اللّٰهِ (اے گدھ بول کیونکہ تو اللہ کے پرندوں میں سے ہے) کہا جاتا ہے کہ اس کی اصل یہ ہے کہ کسی پرندے نے آواز پیدا کی تو گدھ نے بھی آواز نکالی - استہزاءً اس سے کہا گیا : تو اللہ کے پرندوں میں سے ہے لہذا تو بھی بول - یہ مثال اس شخص کے لیے بولی جاتی ہے جس کی طرف نہ کوئی متوجہ ہو اور نہ کوئی اس کی بات مننا چاہتا ہو - رخمہ خلقت میں گدھ سے ملتا جلتا ایک پرندہ ہے جس کے جسم پر نقطے ہوتے ہیں - اسے اَنْوَقٌ بھی کہا جاتا ہے جمع اس کی رَخْمٌ آتی ہے اور یہ کلمہ جنس کے لیے استعمال ہوتا ہے -

عربوں میں سے جو لوگ زجر اور

عیافت میں مشہور تھے

عربوں کی ایک جماعت اس فن میں مشہور تھی ، مثلاً عتراف الیمامہ ابلق الاسدی ، الاجلح ، اور عروہ بن یزید وغیرہ جن کا شمار نہیں ہو سکتا - اسی فن کے ذریعے وہ فیصلہ کیا کرتے تھے ، اسی کے ذریعے کام کرتے ، ان تمام امور میں جن میں وہ رد و بدل کرتے تھے اسی فن کے ذریعے کرتے تھے ، پیش قدمی کرتے خواہ پیچھے ہٹتے - امن ، خوف ، فراخی ، تنگی ، جنگ اور صلح کی حالت میں بھی اسی کے ذریعے تصرف کرتے - اگر ان کی فال سے کامیابی ہوتی تو ان کی تعریف کرتے اور اس امر پر ہمیشہ کاربند رہتے اور اگر اس میں ہلاک ہو جاتے تو اسے چھوڑ دیتے اور اس کی مذمت کرتے - جو شخص عربوں کے یہاں عمدہ فال نکالنے اور اس کے طریقوں میں مشہور ہو جاتا یہاں تک کہ لوگ اپنے حادثات کے متعلق ان سے سوال کرنے کے لیے آتے اور ان کاموں کے متعلق دریافت کرنے کو آتے جن کی انہیں امید ہوتی ، اسے عائف اور عتراف کہا

جاتا - اسی طرح اسے زاجر بھی کہا جاتا تھا - میں اس مقام پر اللہ تعالیٰ کی قوت کی مدد سے بعض ان لوگوں کے کچھ حالات مختصر طور پر بیان کروں گا جن تک میری رسائی ہو سکتی ہے -

ان میں سے ایک

حسل بن عامر بن عمیرۃ الہمدانی

ہے - اس کا قصہ یہ ہے کہ عامر نے اپنے دو بیٹوں حسل اور عجاجینہ کو تجارت کے لیے بھیجا - حسل سے بنی اسد کے کچھ لوگوں کی ملاقات ہوئی جنہوں نے اس کا مال لے لیا اور اسے قید کر دیا - عجاجینہ کچھ دن سفر میں رہا پھر اسے [۳ : ۳۱۴] تجارت کے مقام پر پہنچنے سے پیشتر راستے ہی میں کچھ مال مل گیا ، یہ اسے لے کر واپس چلا آیا اور اس کے متعلق یہ اشعار کہے :

كَفَّانِي اللَّهُ بَعْدَ السَّيْرِ إِتْسَى
رَأَيْتُ الْخَيْرَ فِي السَّفَرِ الْقَرِيبِ

سفر میں روانگی کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے سفر کی مصیبت سے بچا دیا کیونکہ میں نے قریب ہی کے سفر میں مال دیکھ لیا

رَأَيْتُ الْبُعْدَ فِيهِ شَقَى وَنَأَى
وَوَحْشَةَ كُؤُلٍ مُنْفَرِدٍ غَرِيبِ

میں نے دیکھا کہ دور کے سفر میں بدبختی اور جدائی ہے اور ہر اکیلے مسافر کے لیے تنہائی ہے

فَتَأَسَّرَعْتُ الْإِيَّابَ بِخَيْرِ حَالٍ
إِلْسَى حَوْرَاءَ خُرْعَبَةَ لَعُوبِ

میں اچھی حالت میں جلدی سے خوب صورت سیاہ آنکھوں والی نازک اندام اور شوخ ادا بیوی کے پاس چلا آیا

وَ اِنِّیْ لَیْسَ یَسْتَنِیْ اِذَا مَآ
رَحَلْتُ سَنُوْحٌ شَحَّاجٌ نَعُوْبٌ

جب سفر کو نکلتا ہوں تو مجھے شور مچانے والے کائیں کائیں
کرنے والے کتوے کا سامنے آ جانا اپنے ارادے سے موڑ نہیں
سکتا

(صحاح میں ہے : حَوْرٌ : آنکھ کی سفیدی کا خوب سیاہ ہونا اور
امرأة حوراء : وہ عورت جس میں یہ وصف واضح طور پر پایا جاتا ہو
اور جاریة خُرْعُبَّةٌ و خُرْعُوْبَةٌ : باریک ہڈیوں والی نازک اندام
لڑکی ، اور بعیرٌ سَحَّاجٌ : جو اپنے پاؤں سے زمین کو چھیل ڈالے)

جب یہ گھر واپس پہنچا تو گھر والوں نے خوشی سنائی اور
حسب کا انتظار کرنے لگے۔ جب وہ وقت آ گیا جس وقت اس کے آنے کا
دستور تھا اور وہ نہ پہنچا تو انہیں اس کے متعلق شک گزرنے لگا۔
اس کے باپ نے اس کا ایک بھائی جس کا نام شا کر تھا اور اس کی

۱ - آلوسی نے یہ لفظ سَحَّاجٌ [سین مہملہ کے ساتھ] لکھا ہے اور اسی
کو درست سمجھتے ہوئے آگے چل کر اس کی تشریح یوں کی ہے :
بعیر سَحَّاجٌ : یَسْحَجُ الْاَرْضَ بِخَفَّةِ اِیْ یَقْشِرُ۔ اس سے
صاف ظاہر ہے کہ آلوسی شعر کا مطلب نہیں سمجھ سکا اور پھر
نَعُوْبٌ کے لفظ کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے ورنہ آلوسی یہ
تشریح نہ کرتا۔ درست لفظ سَحَّاجٌ ہے۔ [سین معجمہ کے ساتھ]۔
اور نعوب کا لفظ اس کی تائید کرتا ہے۔ تعجب کی بات ہے کہ
آلوسی نے جہاں کہیں بھی اشعار کی اپنی تشریح پیش کی ہے
ضرور ٹھوکر کھائی ہے جس سے آلوسی کی زبان دانی پر شبہ
گزرتا ہے۔

۲ - ذرا ملاحظہ ہو کہ ان معنوں کو اصل معنی کے ساتھ کیا مناسبت
ہے۔ عرب کتوے کی کائیں کائیں سے نیک و بد فال لیتے ہیں نہ
کہ اونٹ کے زمین کو چھیلنے سے۔

(حقیقی) ماں میں سے نہ تھا اس کی تلاش میں اور اس کے متعلق دریافت کرنے کے لیے بھیجا۔ جب شاکر اس علاقے کے قریب پہنچا جہاں حیسٹل تھا اور حسل عائف تھا پرندوں سے فال لیا کرتا تھا تو اس نے کہا :

تُخَيَّبِرُنِي بِالنَّجَاةِ الْقَطَاةِ
وَقَوْلِ الْغُرَابِ بِهَاتَا شَاهِدِ

بھٹ تیر مجھے نجات پانے کی خبر دے رہا ہے اور کتوے کے الفاظ اس کے شاہد ہیں

يَقُولُ : أَلَا قَدْ دَنَا نَزَاحُ
فِدَاءً لَّهُ الْطِيرُفُ وَالتَّالِدُ

وہ کہہ رہا ہے کہ دور کا آدمی قریب آ گیا ہے اس پر میرا جدید و قدیم مال قربان ہو

أَخْ لَمْ تَكُنْ أُمَّنَا أُمُّهُ
وَلِيَكُنْ أَبُونَا أَبٌ وَوَحِيدُ

یہ ایک بھائی ہے جس کی ماں ہماری ماں نہیں ہے لیکن ہمارا باپ تو ایک ہی ہے

تَدَارَكُنِي رَأْفَةُ حَاتِمِ
فَتَنِعِمَّ السُّرْبُ وَالشُّوَالِدُ

حاتم نے رحمت کی وجہ سے مجھے بچا لیا وہ اچھا تربیت کرنے والا اور اچھا والد ہے

اس کے بعد شاکر نے اس کے متعلق لوگوں سے پوچھا اور اسے

۱۔ بلوغ الارب میں ”حاتم“ ہی ہے حالانکہ پہلے ”عامر“ دے چکا ہے۔ اس صورت میں فرائد اللال کی روایت کہ اس کا نام حاتم بن عمیرہ ہے درست ہونی چاہیے۔

اس کی جگہ کا پتا دیا گیا تو اس نے قید کرنے والے سے اسے چالیس اونٹ دے کر خرید لیا۔ جب وہ اسے لے کر واپس آیا تو اس کے باپ نے اس سے کہا :

إِسْحَ بِيَجْدَكَ لَا بِيَكْتَدَكَ

اپنے بخت اور نصیب کے ساتھ کوشش کر اور اپنی کد و کاوش کے ساتھ کوشش نہ کر

اور یہ الفاظ ضرب المثل بن گئے

اور ان میں سے ایک

ابو ذؤیب المہدلی الشاعر

ہے۔ اس کا احوال جو اسی کی روایت سے بیان کیا جاتا ہے یہ ہے کہ وہ کہتا ہے : ہمیں خبر ملی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیمار ہیں۔ اس سے مجھے سخت غم لاحق ہوا اور میں نے ایک لمبی رات گزاری جس کی تاریکی کا پردہ چاک [۳ : ۳۱۵] ہونے میں نہ آتا تھا۔ اور جس کا نور طلوع ہی نہ ہوتا تھا۔ میں رات بھر اس کی لمبائی کی تکلیف جھیلتا رہا یہاں تک کہ جب سحر کا وقت ہوا اور میری آنکھ لگ گئی تو ایک غیبی آواز دینے والے نے مجھے آواز دی۔ وہ یہ کہہ رہا تھا :

خَطْبُ أَجَلٍ أُنَاخَ بِإِلَاسْلَامِ

بَيْنَ النَّخِيلِ وَمَقْعَدِ الْإِطَامِ

ایک بہت بڑی مصیبت اسلام پر نازل ہوگئی ہے نخلستان اور محلات کے بیٹھنے کی جگہ کے درمیان

قُبَيْضَ النَّبِيِّ مُحَمَّدٌ فَعُيُوهُ نُنَا

تَزْرِيُ الشُّسُوعَ عَلَيْهِ بِإِلَاسْجَامِ

نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے اور ہماری آنکھیں ان پر کثرت سے آنسو بہا رہی ہیں

ابو ذؤیب کہتا ہے : میں گھبرا کر نیند سے اٹھا اور آسمان کی طرف دیکھا ، مجھے سعد الذابح کے سوا کوئی اور ستارہ دکھائی نہ دیا ۔ اس کی تاویل میں نے یہ کی کہ عربوں میں قتل واقع ہو گا اور مجھے معلوم ہو گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا تو وفات پا چکے ہیں یا بیماری کی وجہ سے پانے والے ہیں ۔ چنانچہ میں اپنی اونٹنی پر سوار ہوا اور چل دیا ۔ جب صبح ہوئی تو میں نے تلاش کیا کہ کوئی چیز مل جائے تاکہ میں اس سے فال نکال سکوں آخر ایک خارپشت (شیہم نر خارپشت کو کہتے ہیں) سامنے آیا اس نے ایک سانپ کو پکڑ رکھا تھا (صیل سے مراد سانپ ہے) سانپ خارپشت کو لپٹا جا رہا تھا اور خارپشت اسے دانتوں سے کاٹ رہا تھا یہاں تک کہ اس نے اسے کھا لیا ۔ اس سے میں نے فال نکالی اور کہا : شیہم ۔ شیہم (اہم شے) ہے اور سانپ کا لپٹنا یہ ہے کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کے جانشین کے خلاف ہو کر حق سے پھر جائیں گے ۔ اس کے بعد میں نے سانپ کو خارپشت کے کھا جانے کی تاویل نکالی کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد جانشین بنے گا وہ اس معاملے پر غالب آ جائے گا ۔ اس پر میں نے اپنی اونٹنی کو تیز کیا یہاں تک کہ جب میں غابہ میں پہنچا تو میں نے ایک پرندے کو اڑا کر فال لی ، اس نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کی خبر دی اور دائیں جانب سے جانے والا کٹوا چٹلایا ، اس نے بھی اسی قسم کی بات کہی ، میں نے اللہ سے ان چیزوں کے شر سے پناہ مانگی جو راستے میں میرے سامنے آئی تھیں ۔ پھر میں مدینے آیا اور وہاں لوگ اس طرح زور زور سے رو رہے جس طرح حاجیوں کا احرام باندھتے ہوئے تلبیہ کرتے وقت شور ہوتا ہے ۔ میں نے کہا : کیا بات ہے ؟ انہوں نے کہا : رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وفات پا گئے ہیں ۔ میں مسجد کی طرف آیا اور اسے خالی پایا ۔ پھر میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھر کے دروازے پر آیا

میں نے دروازہ بند پایا اور کہا گیا : آپ پر کپڑا ڈال دیا گیا ہے اور آپ کے گھر والے آپ کے پاس ہیں۔ میں نے پوچھا : لوگ کہاں ہیں ؟ کہا گیا : بنی ساعدہ کے چہر میں ہیں اور انصار کے پاس گئے ہیں۔ میں چہر میں پہنچا ، وہاں میں نے ابوبکر ، عمر ، ابو عبیدہ بن جراح اور قریش کے کچھ لوگوں کو پایا ، میں نے انصار کو بھی دیکھا ، ان میں سعد بن عبادہ تھے ، انہی میں ان کے شاعر حسان بن ثابتؓ اور کعب بن مالکؓ تھے۔ پھر میں قریش سے جا ملا۔ انصار نے تقریر کی اور لمبی چوڑی تقریر کی ، اس کا جواب بھی لمبا ملا۔ پھر ابوبکرؓ نے تقریر کی۔ اس شخص کے کیا ہی کہنے۔ یہ لمبی بات نہیں کرتے اور انہیں اس بات کا علم ہے کہ قطعی باتیں کس کس محل پر کہی جاتی ہیں۔ خدا کی قسم آپ نے ایسی تقریر کی کہ جو کوئی بھی سن لیتا آپ کا مطیع ہو جاتا اور آپ کی طرف مائل ہو جاتا۔ اس کے بعد عمر نے [۳ : ۳۱۶] ان سے کم تقریر کی۔ پھر ابوبکر سے کہا : اپنا ہاتھ بڑھائیے تاکہ میں آپ کی بیعت کروں۔ آپ نے ہاتھ بڑھایا اور عمر نے بیعت کی ، دوسرے لوگوں نے بھی بیعت کر لی۔ اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس چلے آئے اور میں بھی آپ کے ساتھ واپس چلا آیا۔ ابو ذؤیب کہتا ہے : میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز جنازہ میں موجود تھا اور دفن کے وقت بھی موجود تھا۔

اور ان میں سے ایک

جابر بن عمرو المازنی

ہے۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ ایک دن یہ راستے میں چلا جا رہا تھا کہ اس نے دو آدمیوں کے پاؤں کے نشان دیکھے ، جابر قال نکالنے والا اور قیافہ شناس تھا۔ چنانچہ اس نے کہا : میں دو آدمیوں کے پاؤں کے نشان دیکھ رہا ہوں ان کا حرص شدید ہے اور ان کا لٹوٹا ہوا مال بہت ہے ، ”تلوار کی میان لے کر بھاگ جانا عقلمندی ہے“ اس کے بعد وہ وہاں سے چل دیا یعنی جو بھاگ نکلتا ہے اور اس کے ساتھ اس کی تلوار کی میان ہوتی ہے حالانکہ تلوار اس کے ہاتھ سے کھوئی جا چکی ہے ، زیادہ

عقلمند ہے بہ نسبت اس شخص کے جو میان بھی کہو دے! - شاعر کہتا ہے :

أُقَاتِلُ حَتَّى لَا أَرَى لِي مُقَاتِلًا
وَأَنْجُو إِذَا لَمْ يَنْجُ إِلَّا الْمَكِيْسُ

میں اس وقت تک جنگ کرتا رہتا ہوں جب تک کوئی لڑنے والا نہ رہے اور میں اس وقت بھاگ کر نکل جاتا ہوں جب صرف دانا ہی بھاگ کر نکل جاتا ہے

اور ان میں سے ایک

جندب بن العنبر بن عمرو بن تمیم

ہے - المفضل کہتا ہے : یہ جُنْدُب نہایت بد صورت مگر بہادر شخص تھا ، یہ اور سعد بن زید مناة دونوں شراب پینے کے لیے بیٹھے ، جب شراب کا اثر دونوں پر ہوا تو جندب نے سعد کو مزاح کے طور پر کہا : اے سعد ! دودھ والی اونٹنی کا دودھ پینا ، دیر تک ہمکنار رہنا ، اور خوب مزاح کرنا تمہیں جنگ کرنے ، نیزوں سے لڑنے اور مضبوط سموں والے گھوڑوں کو دوڑانے کی نسبت زیادہ پیارا ہے - سعد نے کہا : اللہ کی قسم تو جھوٹ کہہ رہا ہے میں تو نیزے کی بھال کو کام میں لاتا ہوں اور بھر پور جوان اونٹ کو ذبح کرتا ہوں اور کہنے والے کو خاموش کر دیتا ہوں - جُنْدُب نے کہا : تجھے معلوم ہے کہ اگر تو خوفزدہ ہوگا تو فوراً مجھے بلانے گا اور میرے بدلے میں کسی اور کو نہ چاہے گا [۳ : ۳۱۷] اور تو مجھے یقیناً بہادر پائے گا - میں بڑے

۱ - بلوغ الارب میں طباعت کی غلطی سے بقراب کیس چھپا ہے - اسے بقراب اکیس پڑھیں - پھر من أیقیت البقراب چھپا ہے - اسے من یفیت البقراب پڑھیں - طباعت میں اکیس کا الف نیچے کی سطر میں چلا گیا ہے -

مشکل کاموں کو کر گزرتا ہوں ، شریف زادی کی حفاظت کرتا ہوں اور ان تمام امور کی حفاظت کرتا ہوں جن کی حفاظت کرنا مجھ پر لازم ہے ۔ اس پر سعد کو غصہ آ گیا اور اس نے کہا :

هَلْ يَسُوْدُ الْفَتَىٰ إِذَا قَبِحَ الْوَجْهُ
وَ اَمْسَىٰ قِيْرَاهُ غَيْرُ عَتِيْدٍ

جب کوئی انسان بد صورت ہو اور اس کی ضیافت بھی لوگوں کے لیے تیار نہ ہو تو کیا ایسا شخص سردار بن سکتا ہے

وَ إِذَا النَّاسُ فِي النَّدَىٰ رَأَوْهُ
نَاطِقًا قَالَ قَوْلَ غَيْرِ سَدِيْدٍ

اور جب لوگ اسے مجلس میں بولتے ہوئے دیکھ لیں تو یہ نا درست باتیں کہے

جُنْدُب نے جواب دیا :

لَيْسَ زَيْنُ الْفَتَى الْجَمَالُ وَ لَكِنْ
زَيْنُهُ الضَّرْبُ بِالْحُسَامِ التَّلِيْدِ

انسان کی زینت خوب صورتی نہیں ہے بلکہ اس کی زینت یہ ہے کہ وہ موروثی قاطع تلوار چلائے

إِنَّ يُنِيْلَكَ الْفَتَى فزَيْنُ، وَ إِلاَّ
رُبَّمَا ضَنْ بِالسَّيْرِ الْعَتِيْدِ

اگر انسان تجھے کچھ عطا کرے تو یہ اس کے لیے زینت ہے ورنہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ انسان معمولی سی موجود چیز پر بھی بخل کرتا ہے

سعد نے کہا اور وہ عائف بھی تھا : یاد رکھو اللہ کی قسم عَرِيْثُہ اور دَهِيشَہ کے درمیان تجھے نیزے کے زخم لگا کر قید کر لیا جائے گا۔ میرے پرندوں نے مجھے خبر دی ہے کہ میرے سوا کوئی اور شخص

تمہاری فریاد کو نہ آئے گا۔ اس پر جنذب بولا : ایسا ہرگز نہ ہوگا ، تو تو بزدل ہے ، تو نیزوں کی جنگ کو ناپسند کرتا ہے۔ گانے والی لونڈیوں سے محبت رکھتا ہے۔ اس پر دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ دونوں نے کچھ عرصہ گزارا اس کے بعد جنذب اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر شکار کی تلاش میں نکلا اور بنی تمیم کی ایک لونڈی کے پاس پہنچا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ دراصل جرہم میں سے تھی۔ اس نے اس سے کہا : تجھے برضا و رغبت مجھے اپنے اوپر قدرت دینی چاہیے ورنہ تجھے مجبور کر کے مغلوب کر لیا جائے گا۔ لونڈی نے کہا : ذرا ٹھہر جاؤ ، کیونکہ انسان اپنی حماقت کی وجہ سے اس مشکیزے میں سے پینا چاہتا ہے جس کا سنہ اس نے نہیں باندھا۔ ہوتا۔ اس کے بعد وہ اپنے گھوڑے سے اتر کر بے باکانہ اس کی طرف گیا۔ جب اس کے قریب پہنچا تو اس نے ایک ہی ہاتھ کے ساتھ اس کے دونوں ہاتھوں کو پکڑ لیا اور سرڑونے لگ پڑی حتیٰ کہ ان کی یہ حالت کر دی کہ وہ انہیں ہلا بھی نہ سکتا تھا۔ اس کے بعد اس نے اس کے گھوڑے کی باگ سے اس کی مشکیں باندھ دیں اور اپنی بکریوں سمیت اسے لے کر روانہ ہو گئی۔ ساتھ ہی ساتھ گانا بھی گائے جا رہی تھی ، جس کے بول تھے :

لَا تَأْمَنَنَّ بَعْدَهَا الْوَلَائِدَا

فَسَوْفَ تَلْتَقِي بِأَمِيلًا مَوْرِدَا

اس واقعہ کے بعد لونڈیوں سے بے خوف نہ ہونا کیونکہ تو عنقریب ایک بہادر اور سرکش سے ملاقات کرے گا

وَحَيَّةٌ تَضْحِكِي لِجِي رَاصِدَا

اور ایک سانپ سے ملے گا جو دوسرے سانپ کی گھات میں ہو گا

راوی کہتا ہے : پھر وہ سعد کے پاس سے گزرا ، سعد اس وقت اپنے اونٹوں میں تھا اور کہا : اے سعد ! میری مدد کرو سعد نے کہا : بزدل فریاد کو نہیں آیا کرتا۔ جنذب نے کہا :

يَا أَيُّهَا الشَّمْرَاءُ الْكَتْرِيثِمُ الشَّمَشَكُومُ
أَنْضُرُ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْطَاوُمُ

[۳: ۳۱۸] اے کریم انسان جسے نیک جزا دی گئی ہے تو اپنے بھائی کی ہر حالت میں مدد کر خواہ وہ ظالم ہو خواہ مظلوم

اس پر سعد اس کی طرف آیا اور اسے چھڑا لیا۔ پھر کہا: اگر لوگ یہ نہ کہتے کہ اس نے ایک عورت کو قتل کیا ہے تو میں تمہیں قتل کر دیتا۔ اس لونڈی نے جواب دیا: ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ تمہاری فال جھوٹی نہیں ہو سکتی، تمہارے سوا دوسرے شخص سچے نہیں ہو سکتے۔ اس نے کہا: تو سچ کہتی ہے۔

اس کا انصراخاک الخ کہنا یہ ایک مثل ہے۔ مراد یہ ہے کہ اگر تو اس کا مخالف ہے تو ظالم ہونے کی صورت میں تو اس کی مدد کر اور اگر وہ اپنے مقابل کی طرف سے مظلوم ہے جب بھی اس کی مدد کر یعنی خواہ تو کسی حالت میں بھی ہو اس کی مدد نہ چھوڑ۔

اور ان میں سے ایک

مرة الاسدى

ہے۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ اس کی بیوی اپنے زمانے کی خوب صورت ترین عورتوں میں سے تھی۔ مگر وہ اس کے پاس سے کئی سال تک غیر حاضر رہا۔ چنانچہ وہ اپنے ایک مہیاہ فام غلام کو جو اس کے جانور چرایا کرتا تھا چاہنے لگ گئی۔ جب اس نے غلام کا رخ کیا تو اپنی ذات کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگی: اے نفس! جوانی کی امنگ میں کوئی بھلائی نہیں کیونکہ یہ شریف زادی کو رسوا کرتی اور عار کا سبب بنتی ہے۔ لہذا کچھ عرصے تک اس نے اس سے منہ موڑے رکھا۔ ازاں بعد پھر اس کی طرف متوجہ ہوئی مگر پھر کہنے لگی: اے نفس! وہ موت جو راحت دلائے رسوائی اور برائی کے ارتکاب سے بہتر ہے۔

عار اور بدناسی کے لباس سے پرہیز کر ، اندرونی لباس کی برائی سے اور بیرونی لباس کی ذلت سے پرہیز کر۔ اس کے بعد پھر وہ اس کی طرف راغب ہوئی اور کہا : اگر ایک بار ہو جائے (تو کوئی مضائقہ نہیں) کیونکہ بری خصلت کی اصلاح بھی تو کی جا سکتی ہے۔ لوٹ آنے والے کی بھی عزت کی جاتی ہے۔ اس کے بعد وہ ارادے کے ضمن میں جرأت کر کے غلام سے کہنے لگی : آج رات میرے گھر آنا۔ غلام آیا اور اس نے رات اس کے یہاں بسر کی۔ اس کا خاوند بڑا فائق عائف تھا ، ایک عرصے تک غیر حاضر رہنے کے بعد واپس آ گیا۔ اب جس وقت وہ کھانا کھا رہا تھا تو ایک کٹوے نے کائیں کائیں کی اور اس نے بتایا کہ اس کی بیوی نے آج تک بدکاری نہیں کی اور اگر کرے گی تو صرف آج کی رات کرے گی۔ مرہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور تیزی سے چلا اس امید پر کہ اگر اسے یہ معلوم ہو گیا تو وہ بیوی کو کبھی نہ چھوڑے گا ، چنانچہ وہ وہاں پہنچ گیا اس وقت غلام (شب وصل گزار کے) اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اور عورت کو ندامت کا احساس تھا اور وہ کہہ رہی تھی ”خیر قلیل و فِضَحَاتُ نَفْسِي“ تھوڑی سی خوشی کے لیے میں نے اپنے آپ کو رسوا کر دیا ہے) مرہ نے یہ الفاظ سن لیے۔ اب مرہ اس کے پاس آیا اور وہ غصے کے مارے کانپ رہا تھا۔ بیوی نے کہا : تو کیوں کانپ رہا ہے۔ مرہ نے اس خیال سے کہ اسے بتا دے کہ اسے معلوم ہو گیا ہے ، کہا : ”خَيْرٌ قَلِيلٌ الْمَثَلُ“۔ بیوی نے ایک آہ بھری اور مر گئی اس پر مرہ نے کہا :

لَسَحَىٰ اللَّهُ رَبُّ النَّاسِ فَاقِيرٌ مَيِّتَةٌ

وَأَهْوَىٰ بَهَا مَسْفُودَةٌ حَيْثُنَ تَفْقَدُ

خدا جو لوگوں کا رب ہے فاقرہ پر جو مر چکی ہے لعنت کرے اور اب جب یہ کھو گئی ہے تو ہمارے لیے یہ نہایت ہی ذلیل و حقیر کھو جانے والی عورت ہے

لَعَمْرُكَ مَا تَعْتَادُنِي مَيْتِكِ لَوَاعَةٌ

وَلَا أَنَا مَيِّنٌ وَجَدِ عَلَيَّكَ مُسَهَّدٌ

[۳: ۳۱۹] تمہاری جان کی قسم تمہارے عشق کی سوزش
دوبارہ مجھ کو نہ ہوگی اور نہ ہی میں تمہارے عشق میں بیدار
رہوں گا

اس کے بعد اٹھ کر غلام کی طرف گیا اور اسے قتل کر دیا۔
فاقرہ^۱ کے معنی مصیبت و بلا کے ہیں۔

اولحا اللہ : خدا برا کرے ، خدا لعنت کرے اور العارذ^۲ کے معنی
سرکش کے ہیں۔

عربوں میں سے وہ لوگ جو زجر اور فال کے منکر ہیں

عربوں میں بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو زجر اور اس قسم کی باتوں
کا اپنی عقل کے اعتبار سے انکار کرتے ہیں۔ اپنی دور بینی کی وجہ سے
اس کے اثر کو باطل قرار دیتے ہیں ، اور ان لوگوں کو برا کہتے ہیں
جو اس سے دھوکا کھائیں یا اپنے معاملات میں اس پر بھروسا کریں
اور اس کی تاثیر کا خیال کریں ، ان میں سے ایک ضابٹی بن الحدیث ہے
اور اس نے اس امر کے متعلق یہ اشعار کہے :

وَمَسَاعَا جِلَاتُ الطَّيْرِ تُدْئِي مِّنَ الْفَتَى
نَجَّاحًا وَلَا عَن رَّيْثِيْنِ يَخِيْبُ

جلدی سے اڑنے والے پرندے کامیابی کو انسان کے قریب نہیں

۱ - محمد بہجہ اثری نے یہاں خود ہی اپنے استاد کی غلطی کی طرف
اشارہ کر دیا ہے کہ فاقرہ مُرَّہ کی بیوی کا نام ہے اور
شعر میں تـرخیم واقع ہوئی ہے۔ داہیہ کے معنی یہاں درست
نہیں ہیں۔

۲ - یہاں سارد بمعنی فائق کے ہیں مَرْدَ : جَاوِذٌ حَدَّ امْشَالِہ
او بلغ غايةً یخرج بها من جملتهم۔

کر دیتے اور نہ ہی ان کے دیر کر دینے کی وجہ سے وہ ناکام ہوتا ہے

وَرُبُّ أُمُورٍ لَا تَضِيئُ رُكَّ ضَيَّرَةٌ
وَلِلْقَلْبِ مِمَّنْ مَخْشَاتِهِنَّ وَجِيئِبْ

اور بہت سے امور ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے خوف سے تمہارا دل دھڑک رہا ہوتا ہے مگر وہ تمہیں قطعاً کوئی نقصان نہیں پہنچاتے

وَلَا خَيْرَ فِيهِمْ مَنْ لَا يُوْطِنُ نَفْسَهُ
عَلَى نَائِبَاتِ الدَّهْرِ حِينِ تَنْوُبْ

جو شخص زمانے کی مصائب پر جب وہ نازل ہو جائیں اپنے آپ کو ان کے برداشت کرنے کے لیے آمادہ نہیں رکھتا اس میں کوئی بھلائی نہیں ہے

اس کا وماعاجلات الطير الخ کہنے کا مطلب ، مبرد ، کامل میں کہتا ہے ۔ شاعر کہتا ہے : جب نیک فال کے پرندے جلدی نہ کریں تو اس کی وجہ سے بھلائی اس سے دور نہیں ہو سکتی اور نہ ہی یہ کہ جب یہ دیر کر دیں تو وہ ناکام ہو ۔ لہذا نہ تو جلدی کرنے والا بھلائی لے کر آتا ہے اور نہ دیر سے آنے والے نیکی کو اس سے دور کر دیتے ہیں ۔ اسے وہی ملتا ہے جو اس کی تقدیر میں ہوتا ہے ۔ عرب سانح کو فال کے لیے اڑاتے ہیں اور اسے برکت والا سمجھتے ہیں ۔ بارح کو ناپسند کرتے اور منحوس سمجھتے ہیں ، سانح وہ پرندہ ہے جو تمہاری بائیں جانب ہو اور شکاری کو (نشانہ نہ لگانے کا) موقع دے اور بارح وہ ہے جو تمہاری دائیں جانب سے آئے اور شکاری کو موقع نہ دے ہاں اگر اس طرف مڑے (تب موقع مل سکتا ہے) ۔

شاعر کہتا ہے :

لَا يَعْزَلَمُ الشَّمْرَاءُ لَيْسَلًا سَائِيُصَبِّحُهُ
إِلَّا كَوَازِبُ مِمَّا يُخْبِرُ الْفَقَالَ

انسان کو رات کے وقت یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ صبح کو اس پر کیا گزرے گی سوا ان جھوٹی خبروں کے جس کی خبر فال دیتی ہے

وَالشَّفَالُ وَالزَّجْرُ وَالْكُهْتَانُ كُتْلُهُمْ
مُضَلَّلُونَ وَدُونِ الْغَيْبِ آفْسَالُ

فال زجر اور کاہن سب گمراہ ہیں اور امور غیب کے سامنے تو تالے لگے ہوئے ہیں

اور ابن خلف کہتا ہے : جب انسان اپنے گھر سے نکلے اور پرندوں سے فال لینا چاہے تو جو پرندے دیکھتے ہی گزریں گے وہ عاجلات الطیر کہلائیں گے اور اگر پرندے دیر کر دیں اور یہ ان کا انتظار کرتا رہے تو کہیں گے رَأَتْ یعنی انہوں نے دیر کر دی - پہلی قسم کو عربوں کے ہاں محمود سمجھا جاتا ہے اور دوسری کو مذموم - شاعر کہتا ہے : پرندے کے جلدی سے اڑ جانے میں کامیابی نہیں پائی جاتی جیسا کہ [۳۲۰ : ۳] وہ لوگ کہتے ہیں جو پرندوں سے فال لیتے اور نہ ہی ان کے دیر کر دینے میں ناکامی مضمحل ہے -

ان اشعار میں عربوں کے عقیدے کی تردید کی گئی ہے اور ان میں سے ایک المُرْقِيش ہے اور یہ ایک قدیم شاعر ہے - اس کے اشعار میں سے یہ شعر ہیں :

وَلَقَدْ غَدَوْتُ وَ كُنْتُ لَا
أَغْدُو عَمَلِي وَ آقِ وَ حَاتِمُ

میں صبح کے وقت نکلا اور میں کٹوے اور کالے فراق کے کٹوے کے ہوتے صبح کو نہ نکلا کرتا تھا

۱ - بلوغ الارب میں الطائر الطیر الطیران چھپا ہے اسے الطائر الطیران پڑھیں -

فَاِذَا الْاَشْأَائِمْ كَتَا لَا يَآ
مِنَ وَالَا يَآ مِّنْ كَا لَا شَآئِمْ

مگر میں نے دیکھا کہ منحوس پرندے برکت والے پرندوں کی طرح
ہیں اور برکت والے منحوسوں کی طرح

وَ كَذَاكَ لَا خَيْرَ وَلَا
شَرَّ عَلَيَّ أَحَدٍ بَدَائِمْ

اسی طرح کوئی بھلائی یا کوئی شر کسی انسان کے لیے ہمیشہ
نہیں رہتی

لَا يَتَمَنَّعَنَّكَ مِّنْ بِنَا
ءِ الْخَيْرِ تَعْتَادُ التَّمَائِمْ

تعویذوں کا باندھ دینا تمہیں نیکی یا مال و دولت کی تلاش سے نہ
روک رکھے

قَدْ خُطَّ ذَاكَ فِي السُّطُو
رِ الْاَوْلِيَّاتِ الْقَدَائِمْ

یہ بات ابدی اور قدیم سطروں میں لکھی جا چکی ہیں
ان میں سے ایک ”جہم الہذلی“ ہے۔ وہ اپنے ایک قصیدے
میں جس میں وہ پرندوں سے دو فال لینے والے اشخاص کی تردید کرتا
ہے کہتا ہے :

يَنْظُنُّانِ ظَنًّا مَّرَّةً يُخْطِئَانِيهِ
وَأَخْرَى عَلَيَّ بَعْضِ السَّذِيِّ يَصِيفَانِ

کبھی تو وہ خیال کرتے ہیں اور اس میں وہ غلطی کہا جاتے ہیں
اور دوسری مرتبہ واقعہ کسی قدر ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ وہ
بیان کرتے ہیں

قَضَى اللَّهُ أَنْ لَا يَعْلَمَ الْغَيْبَ غَيْرُهُ
فَفَيْسَى أَيَّ أَمْرِ اللَّهِ يَمْتَرُ يَانِ

اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ کر رکھا ہے کہ اس کے سوا کسی کو
غیب کا علم نہ ہوگا اب یہ اللہ کے کس حکم میں شک کرتے ہیں
انہی میں سے ایک ضابطی بن الحارث البُرجمی ہے چنانچہ وہ اپنے
اشعار میں کہتا ہے :

وَمَا أَنَا مِمَّنْ يَزُجُرُ الطَّيْرَ هَمَّهْ
أَصْحَاحَ غُرَابٍ أُمَّ تَعَرَّضَ ثَعْلَابُ

میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو پرندوں سے فال لیتے ہیں
اور ان کا اہتمام اسی میں ہوتا ہے کہ آیا کٹوا چلا یا ہے یا لوسٹ
سامنے آیا ہے

وَلَا السَّانِحَاتُ الْبَارِحَاتُ عَشِيَّةً
أَمَرَ سَلِيمُ الْقَرْنِ أُمَّ مَرَأَ عَضَبُ

(اور نہ ان لوگوں میں سے ہوں جن کا اہتمام) شام کے وقت سانح
اور بارح پرندے ہوں اور نہ یہ کہ آیا سالم سینگ والا گزرا ہے
یا سینگ کٹا

ایک اور کہتا ہے اور وہ لبید ہے :

لَعَمْرُكَ مَا تَدْرِي الطَّوَارِقُ بِالْحِصَالِ
وَلَا زَاجِرَاتُ الطَّيْرِ مَا اللَّهُ صَانِعُ

تمہاری جان کی قسم کنکر مار کر فال نکالنے والیاں اور پرندوں
سے فال نکالنے والیاں یہ نہیں جانتیں کہ اللہ کیا کرنے والا ہے

اور انہی میں سے الرقاص الکلبی ہے - یہ زجر کا منکر تھا اور
اسے باطل خیال کرتا تھا - اسی کا یہ شعر ہے - بعض کہتے ہیں کہ یہ شعر
خثیم بن عدی کا ہے :

وَجَدْتُ أَبَاكَ الْخَيْشَرَ بَحْرًا بِنَجْدَةٍ
بِنَاهَا لَهْ مَجْدًا أَشْمُ قُمَاقِمُ

میں نے تمہارے نیک باپ بجر کو اس بہادری کی صفت کا مالک پایا جس کی بنیاد بزرگی کے طور پر اونچی ناک والے ایک سردار نے اس کے لیے رکھی تھی

وَلَيْسَ بِبِهَيْبٍ إِذَا شَدَّ رَحْلَهُ
يَقُولُ عَدَانِي الْيَوْمَ وَقِي وَحَاتِيمُ

[۳ : ۳۲۱] اور جب (سفر کے لیے) وہ اپنا پالان باندھ لیتا ہے تو ڈرتا نہیں ہے اور نہ ہی وہ یہ کہتا ہے کہ آج میرے آگے سے کتوا اور وہ بھی جدائی کا کتوا گزر گیا ہے

وَلَكِنَّهُ يَمْضِي عَتَى ذَاكَ مُقَدِّمًا
إِذَا صَدَّ عَنْ تِلْكَ الْهِنَاةِ الْخُشَارِمِ

لیکن وہ اس کے باوجود آگے بڑھتا چلا جاتا ہے خواہ کوئی فال لینے والا شخص ان چیزوں سے روک ہی کیوں نہ رہا ہو

خُشَارِمِ کا لفظ عَلَابِطِ کی طرح ہے جس کے معنی فال لینے والے کے ہیں

انہی میں سے ایک النَّابِغُ ہے - چنانچہ روایت ہے کہ وہ اور زیاد بن سیار کسی پر چڑھائی کرنے کے ارادے سے نکلے - زیاد نے مکڑی دیکھی تو کہا : رنگ برنگ کی جنگ ہوگی اور واپس چلا گیا - نابغہ نے سفر جاری رکھا - جب غنیمت کا مال لے کر لوٹا تو کہا :

يُلَاحِظُ طَيْرَةَ أَبَدًا زِيَادُ
لَيْتُ خُبِيرَهُ وَمَا فِيهَا خَبِيرُ

زیاد ہمیشہ پرندوں کو دیکھتا رہتا ہے تاکہ وہ اسے کچھ بتائیں حالانکہ ان میں کوئی بھی جاننے والا نہیں ہے

أَقَامَ كَأَنَّ لُقْمَانَ بْنَ عَادٍ
أَشَارَ لَهُ بِحِكْمَتِهِ مُشِيرُ

یہ اپنے گھر ہی میں ٹھہرا رہا جیسے کہ لقمان بن عاد کو کسی
مشیر نے دانائی کی بات کا مشورہ دیا ہو

تَعَلَّمْ أَتَّهْ، لَا طَيْرَ إِلَّا
عَلَى مُتَطَيَّرٍ وَهُوَ الشَّبُورُ

یاد رکھو کہ جو پرندہ ہے وہ فال لینے والے ہی کے خلاف جاتا ہے
اور یہی ہلاکت ہے

بَلَى شَيْئٌ يُوَافِقُ بَعْضَ شَيْءٍ
أَحْيَايِنَاً وَبَاطِلُهُ كَثِيرٌ

البتہ بعض اوقات کچھ باتیں کسی قدر واقع کے مطابق ہو جاتی ہیں
مگر غلط باتیں تو بہت ہوتی ہیں

شریعت مجددیہ نے امت کو فال کے متعلق تسلی بخش احکام بتا دیے
ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شگون کے متعلق سوال
کیا گیا تو آپ نے فرمایا: یہ ایک ایسی چیز ہے جسے تم میں سے بعض
انسان محسوس کرتے ہیں مگر ایسا نہ ہو کہ یہ ان کو اپنے مقصد سے
روک دیں۔ شارحین حدیث نے بیان کیا ہے کہ پرندے کے دائیں یا
بائیں جانب سے آنے میں کوئی ایسی بات نہیں پائی جاتی جو ان امور کی
مقتضی ہو جن پر ان کا اعتقاد ہے۔ یہ تو ایسی چیز میں جس کی کوئی
حقیقت نہیں اس میں لگ جانے سے اپنے آپ کو تکلیف دینا ہے کیونکہ
پرندہ نہ تو بول سکتا ہے اور نہ اس میں کوئی عقل ہے کہ اس کے کسی
فعل سے کسی مقصد کے مفہوم پر استدلال کیا جائے اور ان مقامات سے
علم کو تلاش کرنا جہان علم کا وہم و گمان ہی نہیں ہو سکتا ایسا
کرنے والے کی جہالت ہے۔ زمانہ جاہلیت کے بھی بعض عقلمند افراد
شگون کے منکر تھے۔ اور فال نہ لینے کو اپنے لیے باعث فخر
سمجھتے تھے۔ بیشتر عرب شگون لیا کرتے اور اس پر اعتماد کیا
کرتے تھے۔ بالعموم یہ فال درست نکل آتی تھی کیونکہ شیطان اسے

خوب صورت بنا کر پیش کرتا تھا۔ بہت سے مسلمانوں میں اس کے آثار اب تک باقی ہیں۔ بدشگون اور نیک شگون کے معاملے سے بحث کرنا اور اس بات سے بحث کرنا کہ ان دونوں میں کیا فرق ہے ، ابھی باقی ہے ، اور ایک کے حرام ہونے اور دوسرے کے جائز ہونے کا سبب حدیث کی کتابوں کی شرحوں میں مرقوم ہے۔ عرب قبائل کے یہاں عہد جاہلیت میں ایک عجیب بات یہ پائی جاتی تھی کہ وہ اپنی لڑکیوں کی شادی صرف ان لوگوں سے کرتے تھے جن میں چند صفتیں پائی جاتی ہوں۔ مثلاً یہ کہ وہ زجر اور عیافت کا علم رکھتا ہو کیونکہ یہ علم ان کے یہاں اعلیٰ صفت سمجھی جاتی تھی۔ چنانچہ میدانی کی مجمع الامثال میں المفضل الضبی سے مروی ہے کہ ابن اروی الکلاعی یمن سے شام کی طرف تجارت کی غرض سے گیا اور کچھ دنوں تک چلتا رہا۔ اس کے بعد وہ اپنے ساتھیوں سے ایک طرف ہٹ گیا اور ایک بے آب [۳ : ۳۲۲] و گیاه بیابان میں اکیلا رہ گیا۔ ہوتے ہوتے وہ ایک ایسی قوم کے پاس جا پہنچا جن کے متعلق اسے معلوم نہیں تھا کہ وہ کون ہیں۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ قبیلہ ہمدان میں سے ہیں۔ یہ ان کے یہاں اتر پڑا۔ یہ خوش رو اور ظریف انسان تھا۔ ان کی ایک عورت جسے عمرہ بنت سُبَیْع کہا جاتا تھا اس پر عاشق ہو گئی۔ یہ بھی اس پر عاشق ہو گیا۔ ابن اروی نے اس کے گھر والوں سے اس کا رشتہ مانگا۔ ابن اروی کا نام الضب تھا۔ قبیلہ ہمدان شاعر یا عائف یا اس شخص کے سوا جو پانی کے چشموں سے واقف ہو کسی اور سے شادی نہ کیا کرتے تھے۔ انہوں نے اس سے ان امور کے متعلق پوچھا مگر اسے کوئی چیز نہ آتی تھی۔ لہذا انہوں نے شادی سے انکار کر دیا۔ یہ اپنی درخواست پر مصر رہا تاآنکہ وہ مان گئے اور اس نے عمرہ سے شادی کر لی۔ اس کے بعد عربوں کے ایک قبیلے نے ان پر غارت ڈالنے کا ارادہ کیا ، اور انہوں نے الضب سے بدشگونی لی اور اسے اور اس کی بیوی کو ایٹام کے دوران میں نکال باہر کیا۔ دونوں روانہ ہو گئے ، الضب کے پاس پانی کا ایک مشکیزہ تھا۔ یہ ایک دن اور ایک رات چلتے رہے۔ آگے ایک چشمہ تھا ان کا خیال

تھا کہ صبح ہوتے ہی وہاں پہنچ جائیں گے۔ عمرہ نے کہا، یہ مشکیزہ مجھے غسل کرنے کے لیے دے دو کیونکہ ہم چشمے کے قریب تو پہنچ ہی چکے ہیں۔ اس نے مشکیزہ اسے دے دیا۔ عمرہ نے جس قدر پانی مشکیزے میں تھا اس سے غسل کیا مگر پانی کافی نہ ہوا۔ پھر صبح کو چشمے پر جو پہنچے تو اسے خشک پایا، انہیں پیاس لگ رہی تھی اس پر الضب نے کہا:

لَا مَاءَ لَكَ أَبْقَيْتِ وَلَا حَيْرَكَ أَنْقَيْتِ

نہ ہی تو نے پانی باقی چھوڑا اور نہ اندام پاک کیے
اس کے بعد وہ چشمے کے بالمقابل ایک درخت کے سایے میں بیٹھ
گئے، اب الضب نے یہ اشعار کہے:

تَاللَّهِ مَا طَلَّتْ أَصَابَ بِيهَا
بَعْلًا سَيَوَى قَوَارِعِ الْعَطْبِ

خدا کی قسم! وہ بیوی جس کی آفت کو زمانہ خاوند پر لے آئے
ہلاک کرنے والی مصیبتوں کے سوا کچھ اور نہیں ہو سکتی

وَأَيُّ مَهْرٍ يَكُونُ إِثْقَلَ مِيمًا
طَابَ بُوهُ إِذْنُ مِيْنِ الضَّبِّ

جو مہر انہوں نے الضب سے طلب کیا اس سے بھاری مہر اور
کیا ہو سکتا ہے

أَنْ يَتَعْرِفَ الْمَاءَ تَجَحَّتْ صُمُّ الصَّفَا
وَيُسَخِّبِرَ النَّاسَ مِنْطِيقَ الْخُطْبِ

یہ کہ وہ ٹھوس پتھروں کے نیچے پانی کو معلوم کر سکتا ہو اور
لوگوں کو کبوتروں کی بولیاں بتاتا ہو

أَخْرَجَنِي قَوْمُهَا بِأَنْ الشَّرْحَى
دَارَتْ بِشُؤْمٍ لِهْمُ عَسَى الْقُطْبِ

اس کی قوم نے مجھے نکال باہر کیا ہے کیونکہ (جنگ کی) چکی
قطب کے گرد نجوست کے ساتھ گردش کرنے لگی ہے

جب اس کی بیوی نے اشعار منے تو خوش ہوئی اور کہا : میری
قوم کی طرف واپس چل کیونکہ تو شاعر ہے ۔ لہذا دونوں واپس روانہ
ہو گئے جب وہاں پہنچے تو قوم ان کی طرف بڑھی تاکہ دونوں کو مارے
اور واپس کر دے ۔ الضب نے کہا : پہلے میرے اشعار سن لو پھر
مجھے قتل کر دینا ۔ چنانچہ اس نے انہیں اپنے اشعار سنائے اور قتل سے
بچ گیا اور پھر ان کے یہاں خود ان کے بعض لوگوں سے زیادہ محبوب
ہو گیا ۔

فرزدق کہتا ہے :

وَ كُنْتُمْ كَذَاتِ الْحَيْضِ لَمْ تَبْقِ مَاءَ هَا
وَ لَاهِي مِّنْ مَّاءِ الْعَدَابَةِ طَاهِرٍ

میری مثال اس ایٹام والی عورت کی سی تھی جس نے نہ تو پانی
بچایا اور نہ ہی پانی سے پاک ہوئی

کنکروں کو ایک دوسرے سے مارنا اور لکیر کھینچنا وغیرہ امور

[۳ : ۳۲۳] عربوں کے یہاں بہت سی باتیں ایسی پائی جاتی تھیں
جن کے ذریعے وہ اپنے خیال کے مطابق امور غیبیہ معلوم کر لیتے تھے
مثلاً کنکروں کو ایک دوسرے سے ٹکراتا ، لکیر کھینچنا اور دانے وغیرہ ۔
یہ تمام امور کہانت میں شمار ہوتے ہیں جیسا کہ اہل علم نے ثابت
کیا ہے ۔ طرق (کنکریوں کا مارنا) کے مخصوص طریقے ہیں ۔ کیونکہ جب
کاہن سے کسی حادثے کے متعلق سوال کیا جاتا ہے تو وہ کچھ کنکریاں
جو اس نے اپنے پاس تیار رکھی ہوتی ہیں نکالتا ہے اور انہیں ایک
دوسرے سے ٹکراتا ہے ، اس سے اس پر کچھ ایسے امور ظاہر ہو جاتے جن

سے وہ سائل کا جواب معلوم کر لیتا ۔

خط کا طریقہ جیسا کہ ابن الاعرابی نے نقل کیا ہے یہ ہے وہ کہتا ہے :
 کاہن بیٹھ جاتا ہے اور ایک لڑکے کو جو اس کے سامنے ہوتا ہے حکم
 دیتا ہے اور وہ ریت یا مٹی پر کچھ خطوط کھینچ دیتا ہے ۔ وہ یہ کام
 بڑی بھرتی اور جلدی سے کرتا ہے تاکہ یہ خطوط گنے اور شمار نہ کیے
 جا سکیں ۔ اس کے بعد وہ اسے حکم دیتا ہے اور وہ دو دو کر کے خطوط
 مٹاتا جاتا ہے ، ساتھ ساتھ یہ الفاظ کہتا جاتا ہے ” اِبْنَتِيْ عِيَّانُ
 اُسْرَعَتَا الْبِيَّانُ “ (اے سعینہ کے دو بیٹو جلدی سے بیان کرو) اگر
 آخر میں دو خط بیچ جائیں تو یہ کامیابی کی علامت ہے اور اگر ایک خط
 باقی بچے تو یہ ناکامی اور محرومی کی علامت ہے ۔ میں نے کسی ادب
 کی کتاب میں دیکھا ہے کہ کسی راجز نے جنڈب اور یہ ایک قسم کی
 مکڑی ہے ۔ کی صفت میں کہا ہے :

يَتَحْجِيلُ فِيْهَا مِثْلُ الْحَجْوَلِ
 بَغِيًّا عَتَلِي شِقِيْهٍ كَالْمَشْكُوْلِ

یہ مکڑی گھر کے اندر ایک ٹانگ پر کودتی ہے اور یہ بہت ہی
 کودنے والی اور ایک ٹانگ پر چلنے والی ہے درآنحالیکہ یہ ایک
 پہلو پر اس طرح اکڑ کر چلی ہے جس طرح وہ چلتا ہے جس کی
 ٹانگیں دھاگے سے باندھ دی گئی ہوں

يَخْطُ لَامَ اَلْفٍ مَوْصُوْلٍ
 وَالزَّايَ وَالرَّايِمَا تَهْلِيْلٍ

یہ لام اور الف ملا ہوا لکھ رہی ہے اور زاء اور راء اور یہ کیا ہی
 عمدہ خط ہے

خَطُّ يَدِ الْمُسْتَطْرِقِ الْمُسْتُوْلِ

جیسے اس کاہن کا ہاتھ خط کھینچتا ہے جس سے کوئی بات پوچھی گئی ہو

۱ ۔ هَلَّلَ الْكَاتِبُ : كَتَبَ الْكِتَابَ ۔

یعنی یہ لام الف اس طرح کہینچتا ہے جس طرح وہ کاہن کہینچتا ہے جس سے کسی غیب کی بات کا سوال کیا گیا ہو اور المستطرق اس شخص کو کہتے ہیں جو غیب کی باتیں معلوم کرتا ہے چنانچہ جب اس سے کوئی بات پوچھی جاتی ہے تو وہ مٹی میں لکیریں کہینچ کر دیکھتا ہے۔ بعض کہتے ہیں: مستطرق اس کاہن کو کہتے ہیں جو کنکروں کو ایک دوسرے سے ٹکراتا ہے۔

سنن ابی داؤد میں عطاء بن یسار سے مروی ہے اور وہ معاویہ بن الحکم السلمي سے روایت کرتے ہوئے کہتا ہے: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم میں سے (بعض افراد) خط کہینچتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ایک نبی خط کہینچا کرتے تھے جس کا خط اس نبی کے خط کے مطابق ہو گیا تو یہ وہی ہے۔ اس سے ایک احتمال یہ نکلتا ہے کہ اس کے معنی زجر کے ہیں تاکہ لوگ اس سے باز رہیں۔ کیونکہ جو لوگ اس نبی کے بعد ہوں گے ان کی لکیریں اس نبی کی لکیروں [۳: ۳۲۴] کے مطابق نہیں ہو سکتیں اور نہ ہی ان میں ویسی صحت پائی جا سکتی ہے جو نبی کی لکیروں میں تھی۔ کیونکہ یہ تو اس نبی کا معجزہ اور آیت تھی۔ بعد کے آنے والے لوگوں کو یہ حق حاصل نہیں ہوتا کہ وہ اس خصوصیت کو حاصل کرنے کی خواہش میں ایسا طریقہ اختیار کریں۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان:

أَوْثَارَةَ سِنِّ عِيسَىٰ

(یا کوئی علم جس کی روایت چلی آئی ہو)

کی تشریح میں بعض مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ اس علم سے مراد وہ علم ہے جسے آج کل علم الرمل کہتے ہیں اور یہ سب کچھ کہانت میں شامل ہے۔

ابن خلدون اپنے مقدسے میں کہتا ہے: ہم نوع انسانی میں ایسے لوگوں کو دیکھتے ہیں جو ہونے والے امور کی اطلاع وقوعہ سے پہلے دے دیتے ہیں وہ ایسا اس طبیعت کی وجہ سے کر سکتے ہیں جس کی بنا پر ان کی صنف دیگر انسانوں سے ممتاز ہوتی ہے۔ اس کام کے لیے وہ نہ تو کسی

صنعت کو اختیار کرتے ہیں اور نہ ہی اس پر وہ کسی علم کے ذریعے استدلال کرتے ہیں۔ مثلاً علم نجوم وغیرہ۔ ہم اس بات میں ان کے حواس کو اس فطرت کے عین مطابق پاتے ہیں جس پر ان کی تخلیق ہوئی ہے۔ اس کی مثال عارفین کی ہے اور ان لوگوں کی سی جو شفاف اجسام میں سے دیکھتے ہیں مثلاً آئینہ اور پانی کا طشت اور وہ لوگ جو حیوانات کے دل، جگر اور ہڈیوں کو دیکھتے ہیں۔ نیز پرندوں اور درندوں سے شگون لینے، اور کنکر (باہم) ٹکرانے والے اور دانوں مثلاً گندم اور گٹھلیوں سے فال نکالنے والے۔ یہ تمام باتیں عالم انسان میں موجود ہیں کسی کے لیے ان سے انکار کرنے اور نہ ماننے کی گنجائش نہیں۔ اسی طرح دیوانوں کا حال ہے کہ ان کی زبان پر غیب کی چند باتیں چڑھا دی جاتی ہیں اور وہ آگے لوگوں کو بتا دیتے ہیں۔ یہی حال سوئے ہوئے شخص کا ہے ابتدائی نیند میں مردوں کا بھی جو ابھی تازہ ہوں، وہ بھی غیب کی باتیں بتا دیتے ہیں۔ اسی طرح صوفیا میں سے اہل ریاضت لوگ ہیں، امور غیب میں انہیں خاص حِس حاصل ہوتی ہے اور یہ کرامت کے طور پر لوگوں میں مشہور ہے۔ ابن خلدون کہتا ہے:

ہم ان تمام ادراکات سے بحث کریں گے۔

ہم کہانت سے شروع کرتے ہیں پھر ایک ایک کر کے آخر تک سب کا ذکر کریں گے اور پیشتر اس کے کہ ان سے بحث کریں مقدمے کے طور پر نفس انسانی کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ یہ ان تمام قسموں میں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے کسی طرح غیب کے ادراک کی استعداد پیدا کر لیتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نفس انسانی ایک روحانی ذات ہے جو دیگر روحانیات میں سے بالقوہ موجود ہے اور یہ قوہ سے فیعل کی طرف بدن اور بدن کے احوال کے ذریعے آتی ہے۔ اس قدر بات کا ادراک تو ہر کوئی کر لیتا ہے اور ہر وہ چیز جو بالقوہ ہو اس کا مادہ اور اس کی صورت ہوتی ہے۔ اس نفس کی وہ صورت جس سے اس کا وجود مکمل ہوتا ہے وہی ادراک اور تعقل ہے۔ لہذا یہ پہلے تو بالقوہ پائی جاتی ہے اور اس میں ادراک اور

کلی اور جزئی صورت کے قبول کرنے کی استعداد ہوتی ہے ، اس کے بعد اس کا نشو و نما اور وجود بدن اور ان چیزوں کی مصاحبت کی وجہ سے جو اسے مدرکات محسوسہ کا عادی بناتی ہیں بالفعل مکمل ہو جاتا ہے نیز ان کلی معانی کی مصاحبت کی وجہ سے جنہیں وہ ان ادراکات سے حاصل کرتی ہے لہذا وہ بار بار صورت کو معلوم کر لیتی ہے یہاں تک کہ اسے [۳۲۵ : ۳] ادراک اور تعقل کبھی بالفعل حاصل ہو جاتا ہے اور اس کی ذات کی تکمیل ہو جاتی ہے ۔ نفس پیولبی کی طرح باقی رہ جاتا ہے اور صورتیں ایک ایک کر کے اس پر ادراک کے ساتھ باری باری آتی ہیں ۔ اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ بچہ ابتدائے آفرینش میں اس ادراک کی قدرت نہیں رکھتا جو بذات خود نفس میں پایا جاتا ہے نہ خواب کے ذریعے ، نہ کشف کے ذریعے اور نہ کسی اور طریقے سے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نفس کی صورت جو درحقیقت اسی کی ذات ہے ۔ اور یہی ادراک اور تعقل ہے ۔ ابھی تک مکمل نہیں ہوئی ہوتی ۔ بلکہ یہ ابھی کلیات کا بھی پوری طرح انتزاع نہیں کر سکتی ہوتی ۔ اس کے بعد جب اس کی ذات کی تکمیل بالفعل ہو جاتی ہے تو جب تک یہ بدن کے ساتھ رہتی ہے اسے دو قسم کا ادراک حاصل ہوتا ہے ایک وہ ادراک جو آلات جسم کے ذریعے حاصل ہوتا ہے اور اسے بدنی حواس کی طرف لے جاتا ہے اور دوسرا وہ ادراک جسے یہ بذات خود اور بغیر کسی واسطے کے حاصل کرتا ہے اور یہ نفس بدن حواس اور ان چیزوں میں گھسے ہوئے ہونے کی وجہ سے جو اسے اپنی طرف مشغول کیے رکھتی ہیں اس سے چھپا رہتا ہے ۔ کیونکہ حواس اس جسمانی ادراک کی وجہ سے جس پر اس کی تخلیق ہوئی ہے اسے ہمیشہ ظاہر کی طرف کھینچتے رہتے ہیں اور بعض اوقات ظاہر سے باطن کے اندر جا گھستے ہیں ۔ اس سے ایک لمحظے کے لیے بدن کا حجاب اٹھ جاتا ہے اور یہ یا تو اس خاصیت کی وجہ سے ہوتا ہے جو عام انسانوں میں پائی جاتی ہے مثلاً نیند یا اس خاصیت کی وجہ سے ہوتا ہے جو بعض (خاص) انسانوں میں پائی جاتی ہے مثلاً کہانت یا کنکروں کو (باہم) مار کر فال نکالنا ، یا ریاضت کی وجہ سے ہوتا ہے جس طرح صوفیا

کو ہوتا ہے۔ اس وقت نفس کی توجہ ملا اعلیٰ کی ان ذاتوں کی طرف ہوتی ہے جو اس سے بالا ہیں اور یہ اس لیے ہوتا ہے کہ اس کے اور ان کے افق کے وجود میں اتصال پایا جاتا ہے اور ملا اعلیٰ کی یہ ذاتیں روحانی ہیں۔ یہ محض ادراک اور بالفعل عقول ہیں۔ ان میں موجودات کی صورتیں اور ان کے حقائق پائے جاتے ہیں۔ لہذا ان صورتوں میں سے کچھ صورتوں کا ظہور نفس میں ہو جاتا ہے اور نفس ان کے علوم اخذ کر لیتا ہے۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ان صورتوں کو جو ادراک میں آتی ہیں قوت خیالیہ کے سامنے پیش کی جاتی ہیں اور پھر یہ قوت خیالیہ انہیں ایسے سانچوں میں ڈھال لیتی ہے جن کی وہ عادی ہو چکی ہوتی ہے۔ اس کے بعد جو کچھ حیس نے حاصل کیا ہوتا ہے خواہ وہ سُجرد ہو خواہ سانچوں میں یہ ان کی طرف رجوع کرتی ہے اور ان کو خبر دیتی ہے۔ اس ادراک غیبی کے لیے نفس کی استعداد کی یہی تشریح ہے۔۔۔ ابن خلدون کہتا ہے: جو وعدہ ہم نے کیا تھا کہ ہم اس کی صنفوں کی تشریح کریں گے۔ اب ہمیں اس کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ جو لوگ شفاف اجسام میں دیکھتے ہیں مثلاً آئینہ، پانی کے طشت، حیوانات کے دل، ان کے جگر اور ہڈیاں اور وہ لوگ جو کنکر مارنے والے ہیں اور دانے پھینکنے والے ہیں یہ سب کانوں کے زمرے میں شمار ہوتے ہیں مگر ان کا کہانت کے اعتبار سے اپنی اصل خلقت میں رتبہ کم ہے، اس لیے کہ کان کو حیس کا پردہ اٹھانے میں زیادہ زور لگانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ برخلاف ان لوگوں کے کہ انہیں زور لگانا پڑتا ہے کیونکہ تمام مدارک حسیتہ ایک نوع کے اندر منحصر ہو کر رہ جاتی ہیں۔ ان مدارک حسیتہ میں سب سے افضل بصر ہے۔ یہ بصر بسیط مرئی چیز پر لگی رہتی ہے یہاں تک کہ اس کا وہ مدرک ظاہر ہو جاتا ہے جو اسے اس مرئی چیز کی خبر دیتا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ان امور کا مشاہدہ ان چیزوں [۳ : ۳۲۶] کی وجہ سے ہوتا ہے جسے یہ آئینے کی سطح میں دیکھتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے بلکہ یہ مسلسل آئینے کی سطح میں دیکھتے رہتے ہیں تاآنکہ یہ بصر سے غائب

ہو جاتے ہیں۔ پھر ان کے اور آئینے کی سطح کے درمیان بادل کی طرح کا ایک پردہ ظاہر ہوتا ہے جس میں ان کی صورتوں کی تصویر آ جاتی ہے اور یہی وہ چیزیں ہیں جن کا وہ ادراک کرتے ہیں۔ پھر ان امور کی وجہ سے جن کی معرفت کی طرف یہ توجہ دیتے ہیں خواہ وہ نفی میں ہو خواہ اثبات میں یہ لوگوں کو مقصود کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں۔ گویا جس صورت میں خود انہوں نے ادراک کیا ہوتا ہے اسی صورت میں اوروں کو بتا دیتے ہیں۔ رہا آئینہ اور وہ صورتیں جن کا آئینے میں ادراک ہوتا ہے ان کا ادراک یہ اس حالت میں نہیں کر سکتے۔ بلکہ اس سے ان کے لیے ادراک کی ایک اور قسم پیدا ہوتی ہے۔ اور وہ ایک نفسانی چیز ہوتی ہے جس کا ادراک بصر سے کوئی تعلق نہیں ہوتا بلکہ حِس کا سد رک نفسانی اس کی شکل اختیار کر لیتا ہے جیسا کہ مشہور ہے۔ اسی قسم کی حالت ان لوگوں کے سامنے پیش آتی ہے جو حیوانات کے دلوں، ان کے جگروں کو دیکھتے ہیں اور وہ جو پانی اور طشت اور اسی قسم کی اور چیزوں کو دیکھتے ہیں۔ ابن خلدون کہتا ہے: ان لوگوں میں سے ہم نے ایسے افراد کو بھی دیکھا ہے جو حِس کو صرف دھونی کے ساتھ مشغول کر لیتا ہے اور پھر منتروں کے ساتھ تاکہ ان میں استعداد پیدا ہو جائے اس کے بعد اپنے ادراک کے مطابق اوروں کو بتاتا ہے اور لوگوں کا خیال ہے کہ یہ لوگ ہوا میں ان مجسم صورتوں کو دیکھ لیتے ہیں جو مثال اور اشارے کے طور پر ان حالات سے مشابہت رکھتی ہیں۔ جن کے ادراک کی طرف یہ توجہ دیتے ہیں۔ یہ لوگ جب حواس سے غائب ہو جاتے ہیں تو یہ حالت پہلے لوگوں کے مقابلے میں ان کے لیے زیادہ خفیف و لطیف ہوتی ہے۔ دنیا ایک اَعْجُوبُہ ہے، اس کے بعد اس نے زجر کا ذکر کر کے بیان کیا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ دیوانے غیب کی باتیں بتا دیتے ہیں۔ پھر کہتا ہے: اب لیں ان عرافوں کو جن کا تعلق اس ادراک کے ساتھ ہوتا ہے حالانکہ انہیں یہ اتصال حاصل نہیں ہوتا تو یہ اپنے تخیل کو اس بات پر مسلط کر دیتے ہیں جس کی طرف یہ توجہ دیتے ہیں اور اس اتصال اور ادراک کی ان مبادی پر بنا

رکھتے ہوئے جن کا خیال ان کے ذہن میں آتا ہے وہ ظن اور تخمینہ لگانا شروع کر دیتے ہیں اور اس طریقے سے غیب دانی کا دعویٰ کرتے ہیں ، حالانکہ یہ غیب دانی نہیں ہے ۔ بہر حال ان امور کے حاصل کرنے کا یہی طریقہ ہے ۔ ابن خلدون کہتا ہے : المسعودی نے مروج الذهب میں ان امور سے بحث کی ہے لیکن وہ نہ تو حقیقت تک پہنچا ہے اور نہ صحیح بات کہی ہے ۔ مسعودی کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ علوم میں راسخ القدم ہونے سے بہت دور تھا چنانچہ جو کچھ اس نے اہل و نااہل لوگوں سے سنا ہوتا ہے نقل کر دیتا ہے ۔ اس کے بعد اس نے ذکر کیا ہے کہ عرب ان علوم کو کس قدر معتبر سمجھتے اور ان پر کس قدر زور صرف کیا کرتے تھے ۔ نیز ان لوگوں کا بھی ذکر کیا ہے جو عربوں میں ان امور کے سلسلے میں مشہور تھے ۔ رہا یہ کہ جو کچھ متصوفہ سے صادر ہوتا ہے وہ کیا ہے تو اس کی حقیقت کا بیان بہت لمبا ہے ۔

اور ان کے علوم میں سے ایک

علم الطب

[۳ : ۳۲۷] ہے ۔ عربوں کو علم طب میں وافر دستگاہ حاصل تھی ۔ یہ علم بالعموم اُس تجربے پر موقوف تھا جو چند اشخاص تک محدود تھا اور جو قبیلے کے بوڑھے مردوں اور بوڑھی عورتوں سے وراثتاً ان کے پاس چلا آتا تھا ۔ بعض لوگ جڑی بوٹیوں ، نباتاتی دواؤں اور غذاؤں کے ذریعے صحت یاب ہو جاتے تھے ، اکثر لوگوں کو ان چیزوں کے استعمال سے فوری صحت ہو جاتی مگر یہ طریق علاج نہ تو کسی طبعی قانون پر مبنی تھا اور نہ سزاج کی مطابقت پر ۔ آج بھی بادیہ نشین عربوں کے یہاں اس قسم کے بہت سے لوگ پائے جاتے ہیں ۔ اس سلسلے میں ہم تک ان کے متعلق عجیب و غریب باتیں پہنچی ہیں ۔ جس کی روایت ان معتبر لوگوں نے کی ہے جنہوں نے اس کا مشاہدہ کیا ہے ۔ یہی صورت زخموں اور آفت زدہ لوگوں کے علاج کی ہے ۔ بعض لوگ وہ ہیں جو بیماریوں کا علاج ” داغ “ دینے سے کرتے ہیں اور انہیں کم سے کم وقت میں

بیماری سے صحت حاصل ہو جاتی ہے - اسی طرح عربوں کو چوپایوں مثلاً گھوڑے ، خچر ، گدھے ، اونٹ وغیرہ کے علاج کا مکمل علم حاصل تھا اور انہیں ان کی تربیت کرنے کا بہترین طریقہ معلوم تھا کہ دیگر اقوام اس علاج میں ان کی برابری نہیں کر سکتیں - یہ سب کچھ عربوں کے متعلق مشہور اور مسلم ہے - ان فنون میں سے جو کچھ متقدمین کے پاس عربوں سے پہنچا ہے اس کو انہوں نے بہت سی کتابوں میں مدون کر دیا ہے - جاہلیت میں عربوں کے بہت سے طبیب ایسے تھے جو اس علم میں مہارت کی وجہ سے مشہور تھے اور اس فن میں سرکردہ ہونے کی وجہ سے موصوف تھے ، ماسوا ان طبیبوں کے جو یمن میں اور تَبَابِعَہ کے پاس تھے کیونکہ ان کی تعداد اس قدر ہے کہ ان کا شمار کرنا ممکن نہیں - لقمان کا مقام اور جس مہارت کو وہ پہنچا ایک مشہور بات ہے - ہم صرف ان طبیبوں کا ذکر کریں گے جو اسلام کے آنے سے تھوڑا عرصہ پہلے مُضَر اور ان کے پڑوسیوں کے یہاں تھے -

ہم انشاء اللہ ان میں سے چند ایک کا ذکر اور ان کے کسی قدر حالات اور اس فن میں مختصر سی باتیں بیان کریں گے تا کہ یہ باتیں ان لوگوں کے لیے جو اس امر کے بارے میں متردد ہیں اور اسے ناممکن سمجھتے ہیں ایک طرح کا نمونہ اور واضح دلیل بن جائیں - (ظاہر ہے کہ) اللہ کا فضل کسی ایک شخص تک محدود نہیں ہے -

مشہور عرب اطبا

[۳ : ۳۲۸] ان میں سے

المحرث بن کلدة الثقفی

ہے - ابن ابی اصیبعۃ (م ۶۶۹ھ) اپنی کتاب عمیون الانبیاء

۱ - ملاحظہ ہو کتاب الاشتقاق مع حاشیہ کے : ۳۰۵ او کسدہ کو کاف اور لام کی زبر کے ساتھ پڑھیں -

۲ - بلوغ العرب میں ابن اصیبعۃ ہے اسے ابن ابی اصیبعۃ پڑھیں -

فی طبقات الاطبا میں کہتا ہے : یہ حُرث طائف کا رہنے والا تھا اس نے کئی ملکوں کا سفر کیا - علم طب سیکھا اور بیماری اور اس کا علاج معلوم کیا ، یہ ساز بھی بجایا کرتا تھا اور اس فن کو اس نے فارس اور یمن میں سیکھا تھا - یہ رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ، ابوبکر رضی ، عمر رضی ، عثمان رضی ، علی بن ابی طالب رضی اور امیر معاویہ کے زمانے تک زندہ رہا - معاویہ نے اس سے کہا : حارث ! طب کیا چیز ہے ؟ اس نے جواب دیا : اَزْم یعنی بھوک - اس امر کا ذکر ابن جلجل نے کیا ہے - جوہری صحاح میں کہتا ہے : ازم کے معنی رکنے کے ہیں محاورے میں کہتے ہیں اَزْمَ الرَّجُلُ عَنِ الشَّيْءِ : وہ آدمی اس چیز سے رک گیا ، اور ابو زید کہتا ہے : اَزْمُ اس شخص کو کہتے ہیں جو بات کرتے وقت اپنے دونوں ہونٹوں کو ملا دے - عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے الحُرث بن کَلَدہ سے بیماری کے متعلق دریافت کیا تھا تو اس نے کہا تھا : الاَزْم یعنی پرہیز کرنا - ابن ابی اصیبعہ کہتا ہے کہ یہ عربوں کا طبیب تھا -

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک بار وہ مکے میں بیمار پڑ گئے - رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عیادت کے لیے تشریف لائے تو آپ نے فرمایا : اس کے لیے الحُرث بن کَلَدہ کو بلاؤ - وہ طبیب ہے ، جب الحُرث عیادت کے لیے آیا اور اس نے غور کرنے کے بعد کہا : اسے کوئی تکلیف نہیں اس کے لیے فَرِيقَہ^۲ تیار کرو اور فریقہ عجوه قسم کی کھجور اور میتھی دونوں کو ملا کر اور پکا کر تیار کیا جائے - اسے سعد نے گھونٹ گھونٹ کر کے پیا اور صحت یاب ہو گئے - حارث نے بہت سے لوگوں کا علاج کیا - اسے عربوں کی عادات اور ان چیزوں کا علم تھا جن کی علاج میں ضرورت ہوتی ہے - اور علم طب وغیرہ کے متعلق اس کے اقوال عمدہ ہیں -

- ۱ - بلوغ الارب میں داء (بیماری) ہی ہے - اسے میرے نزدیک دواء ہونا چاہیے کیونکہ ”پرہیز“ بیماری نہیں ہے بلکہ علاج ہے -
- ۲ - کھجور اور میتھی سے تیار کیا ہوا کھانا -

ان میں ایک یہ ہے کہ یہ کسری انو شروان کے پاس گیا ، اس نے حاضر ہونے کی اسے اجازت دی جب اس کے سامنے سیدھا کھڑا ہوا کسری نے کہا : تو کون ہے ؟ اُس نے جواب دیا : میں الحارث بن [۳۲۹ : ۳] کَلْدَةَ الثَّقَفِي ہوں ۔ اس نے کہا : تیرا پیشہ کیا ہے ؟ اس نے کہا : طب ۔ اس نے کہا : کیا تو بدوی ہے ؟ اس نے کہا : ہاں خالص بدوی اور ان میں سے افضل گھرانے کا ہوں ۔ اس نے کہا : عرب اپنی جہالت ، ضُعیف ، عقل اور بری غذاؤں کی موجودگی میں طبیب کو کیا کریں گے ؟ اس نے جواب دیا : اے بادشاہ ! جب عربوں کی یہ صفات ٹھہریں تو انہیں اس شخص کی زیادہ ضرورت ہے جو ان کی جہالت کی اصلاح کرے ، ان کی کجی کو سیدھا کرے ، ان کے بدنوں کی (درستی کی) تدبیر کرے اور ان کے جنسی میلان کو اعتدال میں رکھے ، اس لیے کہ عقلمند تو بذات خود ان امور سے واقف ہوتا ہے ۔ کسری نے کہا : جو چیزیں تو ان عربوں کے پاس لاتا ہے انہیں یہ کیسے پہچان لیتے ہیں ؟ اگر یہ حلم سے آگاہ ہوتے تو جہالت کی طرف منسوب نہ ہوتے ؟ اس نے کہا : بچے سے پہلے پیار کی باتیں کی جاتی ہیں ۔ پھر اس کا علاج کیا جاتا ہے ، سانپ پر پہلے منتر پڑھا جاتا ہے ، پھر اسے پکڑا جاتا ہے پھر کہا : اے بادشاہ ! عقل بھی اللہ کی تقسیم ہے اللہ تعالیٰ نے اسے بندوں میں رزق کی طرح تقسیم کر رکھا ہے لہذا ہر ایک نے اپنی قسمت حاصل کر رکھی ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کو خصوصیت بخشی اور انہیں زیادہ دیا چنانچہ بعض لوگ مالدار ہیں اور بعض مفلس ، بعض جاہل ہیں اور بعض عالم ، بعض عاجز ہیں اور بعض دانشمند اور یہ (سب کچھ) طاقتور اور جاننے والے خدا کا اپنا اندازہ ہے ۔ کسری کو اس کا کلام پسند آیا ۔ پھر کہا : تجھے عربوں کے کون سے اخلاق اچھے لگتے ہیں ؟ اور ان کے کون سے طریقے اور کون سی خصلتیں پسند ہیں ؟ حارث نے جواب دیا : اے بادشاہ ! ان کے نفس سخی ، دل جریؔ لغت فصیح ، زبان بلیغ ، نسب صحیح اور حسب شریف ہیں ۔ ان کے منہ سے گفتگو اس طرح نکلتی ہے جس طرح تیرا انداز

کی نبتہ درخت کی بنی ہوئی کہان سے تیر نکل کر جاتا ہے۔ یہ کلام ربیع کی ہوا سے زیادہ شیریں اور جاری اور نفیس پانی سے زیادہ ملائم ہے (یہ لوگ) قحط سالی میں کھانا کھلاتے ہیں اور جنگ میں کھوپریاں اڑاتے ہیں، نہ ان کی عزت (کو بٹہ لگانے) کا قصد کیا جا سکتا ہے، نہ ان کے پناہ گزین پر ظلم کیا جا سکتا ہے۔ نہ کوئی ان اشیا کو لوٹ سکتا ہے جو ان کی زیر حفاظت ہیں اور نہ ان کے شریف آدمی کو ذلیل کیا جا سکتا ہے۔ وہ لوگوں کی کسی فضیلت کو تسلیم نہیں کرتے سوا اس بڑے بادشاہ کے جس کے ساتھ کسی اور کا قیاس نہیں کیا جا سکتا اور جس کا ہم پلہ نہ رعایا میں سے کوئی شخص ہو سکتا ہے اور نہ کوئی بادشاہ۔

راوی کہتا ہے: اس پر کسری سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور جو کلام اس نے الحارث سے سنا تھا اس کی وجہ سے ریاضت حلم کی تابندگی اس کے چہرے پر جلوہ گر ہو پڑی۔ چنانچہ اپنے ہم نشینوں سے کہا: میں نے اس شخص کو ٹھوس پایا ہے۔ یہ اپنی قوم کا مدح خواں ہے۔ ان کی فضیلت بیان کرتا ہے اور جو الفاظ یہ کہہ رہا ہے سچ ہیں۔ حق یہ ہے کہ عقلمند شخص وہی ہوتا ہے جسے تجربوں نے پختہ کار بنا دیا ہو۔ اس کے بعد کسری نے اسے بیٹھ جانے کا حکم دیا اور وہ بیٹھ گیا۔ پھر کہا: طب میں تمہاری کہاں تک نظر ہے؟ اس نے کہا: کافی۔ اس نے کہا: طب کی جڑ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: پرہیز، اس نے کہا: پرہیز کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: دونوں ہونٹوں کو قابو میں رکھنا اور ہاتھوں کے ساتھ نرمی کرنا۔ اس نے کہا: تو نے صحیح کہا ہے (اب بتاؤ) بدترین بیماری کیا چیز ہے؟ اس نے جواب دیا: کھانے پر کھانا داخل کرنا یہی وہ بات ہے جو مخلوق کو فنا کرتی ہے اور جنگل کے اندر درندوں کو ہلاک کرتی ہے۔ اس نے کہا:

۱۔ بلوغ الارب میں باطفا - [باء تحتانیہ کے ساتھ چھپا ہے] - اسے نَسَاطِقًا [نون فوقانیہ کے ساتھ] پڑھیں۔

وہ کون سا انگارا ہے جس سے بیماریاں بھڑک اٹھتی ہیں؟ اس نے جواب دیا: یہ بد ہضمی ہے۔ اگر پیٹ میں رہ جائے تو مار ڈالتی ہے اور اگر حل ہو جائے تو بیمار کر دیتی ہے۔ بادشاہ نے کہا: تو سیج کہتا ہے۔ تو سینگھیاں لگوانے کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ اس نے کہا: (سینگھیاں اس وقت لگوانی چاہئیں جب) چاند ناقص ہو رہا ہو اور ایسے دن (لگوانی چاہئیں جس دن) مطلع صاف اور ابر نہ ہو اور طبیعت اچھی ہو، رگیں ساکن ہوں۔ ایسے وقت جب تجھے فوری خوشی حاصل ہوئی ہو اور غم تجھ سے دور ہو۔ کسریٰ نے کہا: حمام میں جانے کے متعلق تو کیا کہتا ہے؟ حارث نے جواب دیا: سیری کی حالت میں حمام میں نہ جانا، نہ بیوی سے مستی کی حالت میں ہمکنار ہونا، نہ رات کے وقت ننگا کھڑا ہونا، نہ غصے کی حالت میں کھانا کھانے کے لیے بیٹھنا، اپنی ذات سے نرسی کرنا اس سے حالت اچھی رہے گی۔ کم کھانا کھانا، مزے کی نیند آئے گی، اس نے کہا: تو دواء کے متعلق کیا کہتا ہے؟ جواب دیا: جب تک تو تندرست ہے دوا سے پرہیز کر، اور اگر کوئی بیماری زور پکڑ جائے تو اسے ایسی دوا سے کاٹ جو اسے جڑ پکڑ جانے سے پہلے ہی روک دے کیونکہ بدن کی مثال زمین کی ہے اگر تو اس کی اصلاح کرے گا تو یہ آباد ہوگی اور اگر چھوڑ دے گا تو ویران ہو جائے گی۔ اس نے کہا: تو شراب کے متعلق کیا کہتا ہے؟ اس نے جواب دیا: سب سے عمدہ شراب وہ ہے جو خوشگوار ہو، اور سب سے رقیق وہ ہے جو زود ہضم ہو، اور شیرین ترین وہ ہے جو زیادہ لذیذ ہو، خالص شراب نہ پینا ورنہ یہ سر درد بھی پیدا کرے گی اور دیگر کئی قسم کی بیماریاں بھی پیدا کرے گی۔ کہا: پھر کون سا گوشت بہترین ہے؟ جواب دیا: جوان دُنْبے کا اور سوکھا ہوا نمکین گوشت کھانے والے کے لیے مہلک ہے اونٹنی اور گائے کے گوشت سے پرہیز کرنا،

۱۔ بلوغ الارب میں تصطلم ہے۔ اس سے کوئی معنی نہیں بنتے اسے تصطرم پڑھیں۔

اس نے کہا : میوہ جات کے متعلق تو کیا کہتا ہے ؟ اس نے جواب دیا : جب ان کا موسم آ رہا ہو اور ان کا اصل وقت ہو تو کھا اور جب ان کا موسم جا رہا ہو اور پیٹھ پھیر دے اور ان کا زمانہ گزر جائے تو چھوڑ دے۔ بہترین پھل انار اور لیمون ہے اور بہترین خوشبودار پھول گلاب اور بنفشہ ہے۔ بہترین ترکاری کاسنی اور خمس (کاپو) ہے۔ کسری نے پوچھا : تم پانی پینے کے متعلق کیا کہتے ہو ؟ حارث نے جواب دیا : یہ تو بدن کی حیات کا سبب ہے اسی سے بدن کا قیام ہے جو ضرورت کے مطابق پیا جائے وہ مفید ہے اور نیند کے بعد پانی پینا نقصان دہ ہے۔ بہترین پانی وہ ہے جو خوشگوار ہو اور رقیق ترین وہ ہے جو صاف ترین ہو اور بڑے اور ٹھنڈے خالص پانی کے دریاؤں میں سے لیا گیا ہو اُس میں گھنے، جنگلوں اور ٹیلوں کا پانی نہ ملا ہو، دریاؤں کی ہموار زمین سے اترتا ہو، کنکریوں اور بڑے سنگریزوں میں بہتا ہو بلند زمینوں میں جاتا ہو۔ کسری نے کہا : اس کا ذائقہ کیا ہونا چاہیے، اس نے جواب دیا : اس کا ذائقہ وہم میں نہیں آ سکتا مگر یہ حیات سے مشتق ہے۔ کسری نے کہا : اس کا کیا رنگ ہے ؟ حارث نے کہا : اس کا رنگ لوگوں کی آنکھوں میں مشتبہ ہے کیوں کہ جس برتن یا مقام میں یہ ہوتا ہے وہی رنگ اختیار کر لیتا ہے، کسری نے کہا : بتاؤ انسان کی اصل کیا ہے۔ حارث نے جواب دیا : انسان کی اصل وہی ہے [۳ : ۳۳۱] جہاں سے پانی پیتا ہے یعنی اس کا سر۔ کسری نے کہا : آنکھوں میں جو نور پایا جاتا ہے یہ کیا چیز ہے ؟ حارث نے جواب دیا : یہ تین چیزوں سے مرکب ہے، سفیدی چربی ہے اور سیاہی پانی ہے اور جو چیز دیکھتی ہے وہ ہوا ہے۔ اس نے کہا : یہ بدن کتنی چیزوں

۱۔ محمد بہجہ اثری نے آجام کے معنی ”قلعے“ دیا ہے مگر یہ معنی یہاں چسپاں نہیں ہوتے یہاں آجام جمع الجمع ہے اَجْمَعَة کی۔ بہجہ اثری نے اسے اَجْم کی جمع سمجھا ہے اسی لیے غلطی کھائی ہے۔

پر پیدا کیا گیا ؟ اس نے جواب دیا : چار طبیعتوں پر - مرة السوداء پر اور یہ بارد اور یا بس ہے مرة الصفراء پر اور یہ گرم اور خشک ہے - اور خون پر اور یہ گرم اور تر ہے اور بلغم پر اور یہ سرد اور تر ہے کسری نے سوال کیا : انسان کی ترکیب ایک ہی طبیعت سے کیوں نہیں ہوئی ؟ اس نے جواب دیا : اگر انسان ایک ہی طبیعت سے بنایا گیا ہوتا تو یہ نہ کھاتا ، یہ نہ پیتا - نہ بیمار ہوتا اور نہ ہلاک ہوتا - کہا : اور دو طبیعتوں سے کیوں نہیں بنایا گیا ؟ اگر انہی دو پر ہی اکتفا کی جاتی ؟ جواب دیا : یہ نہیں ہو سکتا - کیونکہ یہ ایک دوسرے کی ضد ہیں جو باہم لڑتی رہتی ہیں - کہا : پھر تین سے ؟ جواب دیا : یہ بھی درست نہیں کیونکہ دو موافق اور ایک مخالف میں صلاحیت نہیں ہو سکتی چار طبیعتوں کا ہونا ہی اعتدال ہے اور اسی سے بدن کا قیام ہے - کسری نے کہا : حار اور بارد کو جامع الفاظ میں مختصراً بیان کرو ؟ اس نے جواب دیا : ہر میٹھی چیز گرم ہے ، ہر ترش چیز ٹھنڈی ہے اور ہر تیز ذائقے والی چیز گرم ہے اور ہر کڑوی چیز معتدل ہے ، اور کڑوی چیزوں میں گرم بھی ہیں اور ٹھنڈی بھی - کسری نے کہا : وہ کونسی بہترین چیز ہے جس سے مرة الصفراء کا علاج کیا جائے ؟ حارث نے جواب دیا : ہر ٹھنڈی اور نرم چیز - کہا : مرة السوداء کا ؟ کہا : ہر گرم اور نرم چیز - کہا : بلغم کا ؟ کہا : ہر گرم اور خشک چیز - کہا : پھر خون کا ؟ جواب دیا : جب زیادہ ہو جائے تو اس کا نکال دینا اور جب گرم ہو جائے تو ٹھنڈی اور خشک اشیا کی ذریعے اسے مدہم کرنا - کہا : تو ریح کا ؟ جواب دیا : نرم حقن سے اور گرم اور نرم تیلوں سے - کہا : کیا تو حقن کا حکم دیتا ہے ؟ کہا : ہاں میں نے حکما کی کسی کتاب میں پڑھا ہے کہ حقنہ پیٹ کو صاف کر دیتا ہے اور بیماریوں کو اس سے دور کر دیتا ہے - اس شخص پر تعجب ہوتا ہے جس نے حقنہ کیا ہو اور پھر وہ بوڑھا ہو جائے ، یا اس کے یہاں اولاد نہ ہو ، اور تمام تر جہالت یہ ہے کہ انسان وہ چیز کھائے جس کی مضرت کا اسے علم ہو اور

وہ اس چیز کی خواہش کو اپنے بدن کے آرام پر ترجیح دیتا ہو۔ کہا : پرہیز کیا چیز ہے ؟ کہا : ہر بات میں میاں روی ، کیونکہ مقدار سے زیادہ کھانے سے روح کا میدان تنگ ہو جاتا ہے اور اس سے روح کے مسام بند ہو جاتے ہیں۔ کہا : تو عورتوں اور عورتوں کے پاس جانے کے متعلق کیا کہتا ہے ؟ کہا : کثرت ہم آغوشی بری چیز ہے ، من رسیدہ عورت کی ہم آغوشی سے پرہیز کرو کیونکہ اس کی مثال ایک پرانے اور بوسیدہ مشکیزے کی سی ہے ، جو تمہاری قوت کو کھینچ لیتی ہے اور تمہارے بدن کو بیمار کر دیتی ہے ، اس کا پانی سم قاتل ہے ، اور اس کا سانس فوری موت۔ وہ تم سے سب کچھ لے لیتی ہے ، اور تمہیں تھوڑا سا بھی نہیں دیتی ، نوجوان عورت کا پانی میٹھا اور خوش گوار ہوتا ہے اس سے بغل گیر ہونا دل خوش کن ادا ہے اس کا منہ ٹھنڈا ہے اور اس کا لعاب دہن میٹھا اور خوشبو عمدہ ہے۔ اندام تنگ ہے ، جو تمہاری قوت میں اضافہ اور نشاط میں مزید نشاط پیدا کرتی ہے۔ کہا : عورتوں میں سے کس کی طرف دل زیادہ مائل ہوتا ہے اور کسے دیکھ کر آنکھ زیادہ خوش ہوتی ہے ؟ کہا : جب تو اسے پا لے تو وہ لمبے قد والی ، بڑے سرو والی چوڑے ماتھے والی ، تھوڑی سی جھکی ہوئی ناک والی ، سرمیلی آنکھوں والی ، سیاہی مائل ہونٹوں اور مسوڑھوں والی ، صاف رخسارے والی ، چوڑے سینے والی ، جس کا سینے سے اوپر کا حصہ خوبصورت ہو۔ جس کے رخسارے پتلے اور ہونٹ سیاہی مائل ہوں ، جس کے دونوں ابرو باہم ملے ہوئے ہوں ، پستان ابھرے ہوئے ہوں ، پتلی کمر اور پتلے پاؤں ہوں ، سفید ہو ، بھرپور اور گھنگریلے بال ہوں ، تر و تازہ اور پتلی اور نازک کھال والی ہو جسے تو تاریکی میں چمکدار چاند خیال کرے ، مسکرائے تو گل بابونہ کی طرح دانت ظاہر ہوں ، ہونٹ ارغوانی رنگ کے ہوں۔ ایسی معلوم ہوتی ہو جیسے کوئی چھپایا ہوا انڈا ہو ، مکھن سے زیادہ نرم ہو ، شہد سے زیادہ شیریں ہو ، فردوس اور خُساد سے بھی زیادہ پاک و صاف ہو۔ یاسمین اور گلاب سے بھی زیادہ تیز خوشبو ہو۔ تجھے اس کے قریب جانے سے فرحت حاصل ہو اور اس کے

ساتھ ہم خلوت ہونا خوشی کا باعث ہو۔ راوی کہتا ہے : اس پر کسری ہنسا۔ یہاں تک کہ اس کے دونوں کندھے پھڑکنے لگ پڑے۔ کہا : ملاقاتِ خلوت کا کونسا وقت بہتر ہوتا ہے ؟ کہا : جب رات واپس جا رہی ہو اور پیٹ زیادہ خالی ہو ، نفس زیادہ پر سکون ہو ، دل زیادہ خواہشمند ہو ، رحم زیادہ گرم ہو اور اگر تو دن کے وقت اس سے حظ اٹھانا چاہے تو تمہاری آنکھیں اس کے چہرے کی خوبصورتی کے مزے لیتی رہیں گی۔ تمہارا منہ اس کے حسن کے پھلوں کو چنتا رہے گا۔ تمہارے کان اس کے الفاظ کی شیرینی کو محفوظ رکھیں گے اور تمام کے تمام جوارح اس کی طرف مائل ہو کر سکون پائیں گے۔ کسری نے کہا : اے بدوی ! بہت خوب ، تجھے اللہ نے علم دیا ہے اور تجھے اللہ نے حاضر فہم و ذکا سے نوازا ہے۔ کسری نے اسے خوب خوب انعام دیا ، اور حکم دیا کہ جو باتیں اس نے کہی ہیں ان کو لکھ لیا جائے۔

اور الواثق باللہ اپنی کتاب ”البستان“ میں کہتا ہے : کہ العذرث بن کلدہ ایک قوم کے پاس سے گزر رہا تھا ، وہ لوگ اس وقت دھوپ میں کھڑے تھے۔ حارث نے کہا : سایے میں ہو جاؤ کیونکہ سورج کپڑے کو بوسیدہ کرتا اور بدبو پیدا کرتا ، رنگ بدل دیتا اور پوشیدہ بیماری کو برانگیختہ کر دیتا ہے۔

حارث کے ملفوظات میں سے ہے : اٹھونس کر کھانا بیماری کا گھر ہے ، پرہیز ہر دوا کی اصل ہے۔ ہر بدن کو اس چیز کا عادی بناؤ جس کا [۳ : ۳۳۳] وہ عادی ہو سکے۔

بعض کہتے ہیں کہ یہ الفاظ عبدالملک بن ابجر نے کہے تھے۔ بعض لوگوں نے یہ الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیے ہیں اور اس کے ابتدائی الفاظ یوں ہیں : المِعدۃ بیت الداء (معدہ بیماری کا

۱۔ بلوغ الارب میں تنقل ہے اسے تَسْتَفِيلٌ (ت ف ل) پڑھیں۔ اَتَشْفَلِسَ :

صَيَّرَ رِيْحَهُ، مُنْشَتِيْنَا

۲۔ ایک روایت یوں ہے : المِعدۃ بیت الداء۔

گھر ہے) اور یہ بطنہ کے لفظ کے مقابلے میں زیادہ بلیغ ہے۔

امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: جو زندہ رہنا چاہتا ہو حالانکہ (انسان کے لیے) بقاء نہیں ہے تو اسے اچھی غذا رکھنی چاہیے۔ رات کے کھانے کے بعد چلنا چاہیے اور رات آنے سے پہلے ہی بیت الخلاء سے ہو آنا چاہیے۔ ٹھونس کر کھانے کے بعد حام میں جانا بدترین بیماری ہے۔ موسم گرما میں ایک بار حام میں چلا جانا موسم سرما میں دس بار جانے سے بہتر ہے۔ رات کے وقت سوکھا ہوا گوشت کھانا فنا کا مددگار ہے اور بوڑھی عورت سے ہم خلوت ہونا زندہ لوگوں کی عمروں کو تباہ کر دیتا ہے۔

اس مقولے کے بعض الفاظ حارث بن کادہ سے بھی مروی ہیں اور ان میں یوں بیان کیا گیا ہے: جو درازی^۱ عمر کا بمسرت خواہاں ہو۔ یہ الگ بات ہے کہ درازی^۲ عمر کوئی چیز نہیں اسے رات کا کھانا دیر^۱ سے کھانا چاہیے اور صبح^۲ کا کھانا جلدی کھانا چاہیے اور قرض کم رکھنا چاہیے اور عورتوں سے کم کم ملنا چاہیے اور فلیکٹر^۳ کے معنی فلیؤخر (تاخیر کرنے) اور رداء سے مراد قرض ہے۔ قرض کو رداء اس لیے کہا گیا کہ عربوں کا کہنا ہے ہو فی عنقی و فی ذمّتی (وہ میری گردن میں ہے اور میرے ذمے ہے) چونکہ گردن چادر کی جگہ ہے اس لیے دین (قرض) کو رداء^۳ کہا گیا۔

۱۔ بلوغ الارب میں فساہیکٹر ہے اور آلوسی نے خود اس کی تشریح فلیؤخر سے کی ہے۔ اس صورت میں یہ آکثری الاکثر: آخرہ سے لیا گیا ہے مگر میرے نزدیک درست لفظ فساہیبکیر یا فساہیبکیر ہے۔ پہلے وقت میں کوئی کام کرنا اور یہاں پہلے وقت میں کھا لینا مراد ہے۔

۲۔ بلوغ الارب میں الغذاء۔ [ذال معجمہ کے ساتھ] ہے اسے الغداء۔ [ذال مہملہ کے ساتھ] پڑھیں۔ غداء: صبح کا کھانا۔

۳۔ الرداء: الدین و العیال^۱ يقال هو خفیف الرداء ای قلیل الدین و العیال۔ آلوسی نے صرف آدھا مفہوم دیا ہے۔

یہ مقولہ ایک اور طریقے پر بھی مروی ہے اور اس میں ”تعجیل العشاء“ ہے (رات کا کھانا جلدی کھا لینا) ہے اور یہ زیادہ درست ہے۔ اور ابو عوانہ نے یوں روایت کیا ہے: **وَلِشُعْبَةَ الْعَشَاءِ وَالْخَفِيفِ الرَّدَاءِ وَالْثِقِيلِ الْجِمَاعِ** (اسے شام کا کھانا جلدی کھا لینا چاہیے، قرض اور عیال کم ہونا چاہیے اور ہم آغوشی کم کرنی چاہیے)۔ حرب بن محمد نے روایت کیا ہے وہ کہتا ہے کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا۔ وہ کہتا ہے کہ حارث بن کلدہ نے کہا: چار چیزیں بدن کو گرا دیتی ہیں۔ ٹھونس کر کھانے کے بعد ہمنکار ہونا، پیٹ بھر کر کھانا کھانے کے بعد حمام میں جانا، سوکھا ہوا گوشت کھانا اور بوڑھی عورت کے ساتھ ہم خلوت ہونا۔

داؤد بن رشید نے عمرو بن عوف کے حوالے سے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے کہ جب الحارث بن کلدہ کی وفات کا وقت آ گیا تو لوگ اس کے پاس اکٹھے ہو گئے اور کہا: ہمیں حکم کر جاؤ تا کہ تمہارے بعد ہم اس پر عمل پیرا رہیں۔ اس نے کہا: نوجوان عورت کے سوا کسی عورت سے شادی نہ کرنا اور پھلوں کو صرف اسی وقت کھانا جب ان کے پکنے کا وقت ہو، اور جب تک تمہارا بدن بیماری کو برداشت کر سکے علاج نہ کرنا اور ہر ماہ چونہ استعمال کیا کرنا کیونکہ اس سے بلغم پگھل جاتی ہے۔ میرہ کو ہلاک کرتا ہے اور گوشت اگاتا ہے۔ جب تم صبح کا کھانا کھا لو تو کھانے کے بعد سو جاؤ اور شام کا کھانا کھا لو تو چالیس قدم ضرور چلو۔

حارث کا یہ بھی کلام ہے: جب تک تم دور ہٹا سکو دوا کو دور ہٹائے رکھو اور صرف مجبور ہو کر پیو کیونکہ دوا اگر ایک چیز کی

۱۔ مگر فلیبکر جیسا کہ میں نے تجویز کیا ہے۔ پڑھنے سے دونوں روایتیں ہم معنی ہوں گی۔

۲۔ بلوغ الارب میں تغذی ہے اسے تغذی پڑھیں اسی طرح علی اثر غدائہ پڑھیں یعنی دونوں جگہ دال مہملہ کے ساتھ۔

اصلاح کرتی ہے تو اسی قدر کوئی خرابی بھی پیدا کر دیتی ہے -
 سلیمان بن جاجل کہتا ہے : ہمیں حسن بن حسین نے بتایا وہ کہتا ہے ہمیں سعید بن الاموی نے بتایا وہ کہتا ہے ہمیں سعید بن عبدالملک بن عمیر نے بتایا وہ کہتا ہے : بنی ثقیف کی شاخ بنی [۳۳۳ : ۳] کُنتہ کے دو بھائی تھے جنہیں ایک دوسرے سے محبت تھی ان سے بہتر الفت کسی میں نہ دیکھی گئی تھی بڑا سفر کر گیا اور چھوٹے کو اپنی بیوی کے متعلق بہت کچھ تلقین کر گیا - ایک روز اتفاقاً اس کی نگاہ اس بیوی پر پڑ گئی تو وہ اس پر عاشق ہو گیا اور اس مرض عشق کے باعث لاغر ہو گیا - اس کا بھائی آیا اور اس نے طبیبوں کو بلایا مگر کسی کو اس کے مرض کا پتا نہ چلا یہاں تک کہ وہ الحارث بن کاندہ کو لے آیا - حارث نے کہا : میں دیکھ رہا ہوں کہ اس کی آنکھیں چھپی ہوئی ہیں - میں نہیں جانتا کہ یہ کونسی بیماری ہے - میں ابھی اس کا تجربہ کرتا ہوں اسے نبیذ پلا دو جب نبیذ نے اس پر اثر کیا تو اس نے کہا :

أَلَا رِفْقًا أَلَا رِفْقًا
 قَلْبِي شَلًّا مَّا أَكُونَنَّ

مجھ پر مہربانی کرو ، مہربانی کرو تھوڑی دیر کے لیے - خدا کرے میں ہوتا ہی نہ

أَلَمْ يَأْتِ بِيْ عَالِي الْأَبْيَا
 تِ بِالْخَيْفِ أَرْزُهُنَّ

مجھے لے کر ان گھروں پر جا کر اترو جو خیف میں ہیں تاکہ میں ان کی زیارت کر لوں

غَزَا أَلَا مَّا رَأَيْتُ الشَّيْءَ
 مَ فِي دُورِ بَنِي كُنْتَه

میں ہرنی (کی زیارت کر لوں) جسے میں نے آج بنی کنہ کے گھروں میں نہیں دیکھا

أَسِيْثُلُ الْخَدْرِ مَرْبُوبٌ
وَفِيْهِ مَسْنَطِقِيْمٌ غُنْتَهْ

یہ لمبے رخسارے والی ہے - پرورش کردہ ہے ، اس کی گفتار میں
غُنْتَهْ (ناک کی آواز) پایا جاتا ہے

اس پر لوگوں نے کہا : تو عرب بھر کا سب سے بڑا طبیب ہے -
پھر کہا : اسے اور نبیذ دو - جب نبیذ نے اثر کیا تو کہا :

أَيْهَتَا الْجِيْرَةَ اسْلِمُوْا
وَقِفُوْا كَسَى تَكَلِّمُوْا

اے پڑوسیو ! تم سلامت رہو ٹھہر جاؤ تاکہ تم بات کر سکو

وَتَقْتَضُوا لُبَّانَةَ
وَتُحْيِيُوْا وَتُنْعِمُوْا

اور تم اپنی مراد اور حاجت کو پورا کر سکو تم سلام کر لو اور
اَنْعِمِمْ صَبَاحاً كَسَى لَو

خَرَجَتْ مُزْنَةٌ مِّنْ
الْبَحْرِ رِيًّا تُجْمَعُجِمُ

سمندر میں سے ایک بادل اٹھا جو پانی سے پر تھا وہ کچھ کسہ رہا
تھا مگر اس کی بات سمجھ میں نہ آ رہی تھی

هِيَ مَا كُنْتِيْ وَتَزُ
عَمُ أَنْسِيْ لَهَا حَمُوْ

یہ میری بھاوجہ ہے اور وہ خیال کرتی ہے کہ میں اس کا دیور ہوں

اس پر اس کے بھائی نے اسے طلاق دے دی اور کہا : بھائی اس سے
شادی کر لو ، اس نے جواب دیا : خدا کی قسم میں اس سے شادی نہ
کروں گا ، چنانچہ وہ مر گیا اور اس نے اس سے شادی نہ کی -

حُرْثُ بْنُ كَلْدَةَ كِي طَب فِيْ اِيْكَ كِتَابِ كِتَابِ الْمَجَاوِرِ هِيْ جَس فِيْ

ان سوالات و جوابات کا ذکر ہے جو اس کے اور کسری انوشروان کے مابین ہوئے تھے -

اور ان میں سے ایک

النضر بن الحرث بن کلدۃ الثقفی

[۳ : ۳۳۵] ہے - النضر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خالہ کا بیٹا تھا - اس نے اپنے باپ کی طرح کئی ملکوں کا سفر کیا تھا - مکے اور دیگر مقامات میں فضلا اور علما سے ملا تھا - یہودی علما اور کاہنوں سے بھی اس کا میل جول رہا تھا - اس نے علوم قدیمہ میں مشغول ہو کر جلیل القدر باتیں حاصل کر لی تھیں اور اسے علوم الفلاسفہ اور حکمت کے اجزا کے متعلق بھی معلومات حاصل تھیں - اس نے اپنے باپ سے طب وغیرہ علوم جن کا اسے علم تھا سیکھے تھے - نضر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت میں ابو سفیان کا ساتھ دیا کرتا تھا - اس لیے کہ یہ ثقفی تھا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے : قریش اور انصار باہم حلیف ہیں - بنو امیہ اور ثقیف باہم حلیف ہیں - نضر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہت ایذا دیا کرتا ، آپ سے حسد کرتا تھا اور آپ کے متعلق بہت سی باتیں دہتا رہتا تھا تا کہ اہل مکہ کے سامنے آپ کی تحقیر کرے اور تا کہ اپنے زعم کے مطابق جو کلام و احکام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں انہیں باطل کر دے - اسے اپنی بدبختی کی وجہ سے یہ معلوم نہ تھا کہ نبوت بہت بڑی چیز ہے ، سعادت زیادہ قدر و قیمت والی ہے - اللہ تعالیٰ کی عنایت بہت بڑی ہے ، وہ امور جو تقدیر میں لکھے جا چکے ہیں زیادہ پائیدار ہیں - نضر کا یہ خیال تھا کہ وہ اپنی معلومات ، اپنے فضائل اور حکمت کی وجہ سے نبوت کی مخالفت کر سکتے گا - کجا رام رام کجا ٹائیں ٹائیں ، کجا پستی اور کجا بلندی ، کجا بدبخت اور کجا سعادت مند -

جب بدر کا دن آیا اور مسلمان اور مشرکین قریش آمنے سامنے ہوئے

تو مشرکین کا سالار ابو سفیان تھا اور ان کی تعداد نو سو سے ہزار کے درمیان تھی۔ مسلمان اس دن تین سو تیرہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کی مدد کی اور نبی علیہ الصلوٰۃ و السلام کو فتح دی۔ مشرکین کو شکست ہوئی اور قریش کے کئی سردار قتل ہو گئے۔ مشرکین کی ایک جماعت قید ہو گئی۔ پھر بعض نے تو (فدیہ ادا کر کے) اپنے آپ کو آزاد کرا لیا اور بعض کے قتل کر دینے کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دے دیا۔ قیدیوں میں عقبہ بن ابی معیط اور نضر بن الحارث بن کلدہ بھی تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر سے واپسی پر ان دونوں کو قتل کر دینے کا حکم دیا۔ کہا جاتا ہے کہ عقبہ بن ابی معیط کو قید ہی میں قتل کر دیا گیا۔ آپ نے عاصم بن ثابت بن ابی الافلح کو حکم دیا تھا اور اس نے اس کی گردن اڑا دی تھی۔ پھر بدر سے آئے اور جب صفراء پہنچے تو النضر بن الحارث بن کلدہ الثقفی کو جو بنی عبدالدار میں سے تھا قتل کیا۔ آپ [۳: ۳۳۶] نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو اس کی گردن اڑانے کا حکم دیا تھا۔ اس پر اس کی بہن قتیلہ بنت الحارث نے یہ اشعار کہے تھے:

أَيَّارَ أَكْبَبًا إِيَّانَ الْأَثِيلِ مَظِينَةَ
مِنْ صُبْحِ خَمِيسَةٍ وَأَنْتَ مُوَفَّقٌ

اے سوار ہمارا خیال ہے کہ پانچویں رات کی صبح کو اٹیل پہنچ جائیں گے بشرطیکہ خدا تجھے توفیق دے

بَلَّغْ بِهِمْ مَيْثًا فَإِنَّ تَحِيَّةَ
مَسَا إِنْ تَزَالَ بِهِمَا الرَّكَائِبُ تَخْفِقُ

جو میت وہاں ہے اسے میرا سلام پہنچا دو کیونکہ سواریاں ہمیشہ سلام لے کر حرکت کرتی رہتی ہیں

مِنْ نَسِيٍّ إِلَيْهِمْ وَعَبْرَةٌ مَسْفُوحَةٌ
جَادَاتٌ لِيَمَائِحِيهَا وَأَخْرَى تَخْفِقُ

اور بہانے ہوئے آنسو (پہنچا دو) (ایک آنکھ تو) پانی بہرنے والے کے لیے پانی کی سخاوت کرتی ہے اور دوسری اپنے مقصد میں ناکام رہتی ہے

فَلَا يَسْمَعَنَّ النَّضْرُ إِنْ نَادَيْتَهُ
إِنْ كَانَ يَسْمَعُ مَيِّتٌ أَوْ يَنْطِقُ

اگر تو اسے پکارے گا تو نضر ضرور سنے گا بشرطیکہ مردہ سنتا اور بولتا ہو

ظَلَّتْ مَيُّوفٌ بَنِيَّ أَبِيهِ تَنُوشُهُ
لِلَّهِ أَرْحَامٌ هُنَاكَ تَمَزُّقٌ

اس کے باپ کے بیٹوں کی تلواریں دن بھر اسے نوچتی رہیں ان رشتہ داروں کے کیا کہنے جو وہاں ٹکڑے ٹکڑے ہو رہی تھیں

صَبْرًا يُقَادُ إِلَى الْمَنِيَّةِ مُتَعَبًا
رَسْفَ الْمُقَيَّدِ وَهُوَ عَانٍ مُوْتَقٍ

اسے قید کر کے موت کی طرف لے جایا جا رہا تھا حالانکہ وہ تھکا ہوا تھا اور وہ اس طرح (آہستہ آہستہ) چل رہا تھا جس طرح وہ قیدی چلتا ہے جس کے پاؤں میں بیڑیاں ہوں اور اسے رسیوں سے جکڑا گیا ہو

أَمْحَمَّدٌ وَلَا نَشْتِ نَسْلٌ نَجِيْبَةٌ
فِي قَوْمِيهَا وَالْفَحْلُ فَحْلٌ مُعْرِقٌ

اے محمد ! تو یقیناً قوم کی شریف زادی کا بیٹا ہے اور (اس شریف زادی کا) خاوند بھی خاندانی خاوند ہے

مَا كَانَ ضَرَّكَ لَوْ مَنَنْتَ وَرُبَّمَا
مِنَ الْفِتْنَى وَهُوَ الْمَغِيْظُ الْمُحَنِيقُ

آپ کا کیا حرج ہوتا اگر آپ احسان کر دیتے بعض اوقات انسان غصے اور کینے سے بھرے ہونے ہونے کے باوصف احسان کر دیتے ہیں

۱ - بلوغ الارب مُحَنِيقٌ - بفتح نون - ہے اسے مُحَنِيقٌ - بالكسر - پڑھیں - يقال : أَحَنِقَ الرَّجُلُ : حَقِدَ حَقْدًا لَا يَنْجِلُ - لهذا مُحَنِيقٌ آنے کا -

وَالنَّضْرُ أَقْرَبُ مَنَ أَخَذَتْ بِيَزَلَّةٍ

وَأَحَقُّهُمْ إِنْ كَانَ عَيْتَقُ، يُعْتَقُ

جن لوگوں کو آپ نے غلطی کی وجہ سے پکڑا ہے ان میں سے
نضر سب سے زیادہ قریب تھا (کہ آپ اسے پکڑیں) اور اگر کسی کو
آزاد کیا جانا تھا تو وہ آزاد کیے جانے کا سب سے زیادہ حق دار تھا

لَوْ كُنْتُمْ قَابِلِينَ فِدْيَةً لَفَدَيْتُمُوهُ

بِأَعَزِّ مَا يَفْدِي بِهِم مِّنْ يُنْفِقُ

اگر آپ فدیہ قبول کرتے تو میں اس کے فدیے میں ہر وہ عزیز ترین
چیز پیش کرتی جسے خرچ کرنے والا فدیے میں پیش کرتا ہے

ابو الفرج اصیبہانی کہتا ہے : ہمارے پاس یہ خبر پہنچی ہے کہ
نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا : ”اگر اسے قتل کرنے سے
پہلے میں یہ اشعار سن لیتا تو اسے قتل نہ کرتا۔“ چنانچہ کہا جاتا ہے
کہ قتیلہ کے اشعار نہایت شریفانہ اور پارسایانہ تھے۔ آبرو کو محفوظ
رکھنے والے اور حلیمانہ تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت علیہ
الصلوة والسلام نے النضر بن الحارث کے قتل کرنے میں تاخیر کر دی ،
تاآنکہ آپ صفراء پہنچ گئے۔ تو اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ اس امر پر
غور کرنا چاہتے تھے۔ پھر جب آپ نے مناسب یہی سمجھا کہ اسے قتل
کر دیا جائے تو آپ نے اسے قتل کرا دیا۔

اور ان میں سے ایک

ابن حذیم

[۳ : ۳۳۷] ہے۔ ابن حذیم کو علم طب میں یدِ طُولیٰ حاصل
تھا ، اسے اس فن میں بڑی مہارت حاصل تھی ، زمخشری المستقصیٰ میں
کہتا ہے : ابن حذیم ایک شخص ہے جو اطیباء عرب میں سے تھا۔

۱ - بہجہ اثری لکھتے ہیں کہ جرجسی زیدان نے اسے ابن حذیم
[زاء کے ساتھ] لکھا ہے اور یہ غلط ہے۔ ابن دُرَید (الاشتقاق : ۱۱۸)
کہتا ہے : وَالْحِذْيَمُ فِعْيَلٌ۔

اور ابو الندی کہتا ہے : ابن حذیم تیم الرباب کا ایک شخص ہے ۔ اور یہ عربوں کا سب سے بڑا طبیب تھا ۔ طب میں اس کا رتبہ الحارث بن کلدہ سے بھی بڑا تھا ۔ اور ابن الاثیر المرصع میں کہتا ہے : حذیم قدیم زمانے میں ایک شاعر تھا ۔ کہا جاتا ہے کہ وہ ایک ماہر طبیب تھا ۔ جو طب میں ضرب المثل بن گیا ۔ چنانچہ کہا جاتا ہے داغ کے ذریعے علاج کرنے کے معاملے میں ابن حذیم سے بھی زیادہ ماہر ۔ میدان عربوں کے قول اَطَبُّ مِنْ حِذْيَمٍ سے بحث کرتے ہوئے کہتا ہے : یہ شخص طب میں اپنی مہارت کی وجہ سے مشہور تھا ۔ اس نے ابو الندی کا وہ قول نقل کیا ہے جس میں اس نے اسے ابن کلدہ پر فضیلت اور ترجیح دی ہے ۔ اہل لغت بھی یہی کہتے ہیں ۔ شعرا نے اپنے اشعار میں اس کا ذکر کیا ہے اور اس کی بڑی تعریف کی ہے ۔ ان شعرا میں سے ایک اوس بن حجر ہے کیونکہ اس نے اس کا ذکر اپنے ایک قصیدے میں کیا ہے جو اس نے بنی الحارث بن سدوس بن شیبان کے متعلق کہا تھا ۔ بنی الحارث دیہات کی ایک بستی کے رہنے والے تھے اور اہل دیر نے اس کی بکریاں آپس میں تقسیم کر لی تھیں ۔ بعض کہتے ہیں کہ بنو حنیفہ اور بنو سحیم نے تقسیم کی تھیں ۔ اوس بن حجر نے عمرو بن المنذر بن ماء السماء کو ان کے خلاف اکسایا تھا اور بعد میں جب ان کے پڑوس میں جا کر رہنے لگا تو انہوں نے اس کی بکریاں آپس میں تقسیم کر لیں ۔ اس کے کلام میں سے ذیل کے شعر بھی ہیں ۔

فَهَلْ لَكُمْ فِيهَا إِلَىٰ فَانَسِي
طَبِيبٌ بِمِثَابِ أَعْيَانِ النَّطَامِ سِي حِذْيَمًا

کیا تم ان بکریوں کو مجھے واپس دینے کا ارادہ رکھتے ہو کیونکہ میں ان بیماریوں کو سمجھنے میں ماہر ہوں جو حذیم جیسے ماہر طبیب کو بھی عاجز کر دیں

فَاُخْرِجَكُم مِّنْ ثَوْبٍ شَهْطَاءٍ عَارِكٍ
مُسْتَهْرَةٍ بَلَّتْ أَسْفِلُهُ دَمًا

[۳ : ۳۳۸] تا کہ میں تمہیں سفید بالوں والی مبتلائے ایٹام کے
کپڑوں سے نکال لوں ایسی عورت جس کا معاملہ لوگوں پر واضح
ہو چکا ہے اور اس کے کپڑوں کا نچلا حصہ خون آلود ہو

وَلَوْ كَانَ جَارٌ مِّنْكُمْ، فَيُؤْتِي عَشِيرَتِي
إِذَا لَرَأَوْا لِأَجْرٍ حَقًّا وَسِحْرًا

اور اگر تمہارا پناہ یافتہ شخص میرے قبیلے میں ہوتا میرے قبیلے
والے اس پناہ یافتہ کے حق اور حرمت کا لحاظ رکھتے

وَلَوْ كَانَ حَوْلِي مِّنْ تَمِيمٍ عِصَابَةٌ
لَمَّا كَانَ مَالِي فَيُشْكُمُ مُتَقَسِّمًا

اور اگر میرے گرد بنی تمیم کی کوئی جماعت ہوتی تو میرا مال تم
میں تقسیم نہ ہوتا

أَلَا تَتَّقُونَ اللَّهَ إِذْ تَعْلِفُونَ نَهَهَا
رَضِيخَ النَّوَى وَالْعُضَّ حَوْلًا مَّجْرَمًا

کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے جب تم میری بکریوں کو کوٹی ہوئی
گٹھلیاں اور جو سال بھر چارہ کے طور پر دیتے رہے

وَأَعْجَبِكُمْ فِيهَا أَغْرٌ مُّشْهَرٌ
تِلَادٌ إِذَا نَامَ الرَّبِيضُ تَغْمَغَمًا

اور تمہیں ان میں سے ایک سفید بکرا جو سب سے نمایاں تھا
اور قدیم مال میں سے تھا پسند آ گیا جب بکریاں سو جاتیں تو یہ
غیر واضح آواز نکالتا رہتا

اس کا فہل لکم فیہا الخ کہنا - مفضل بن سلمہ الفاخر میں اور
ابن الانباری الزاھر میں کہتا ہے : طب کے معنی سمجھ اور مہارت کے

ہیں۔ طبیب کو طبیب کہا گیا اس کے علم اور مہارت کی وجہ سے۔
 اس امر پر اس نے یہی شعر پیش کیا ہے۔ اور اَعْشِيَاهُ الشُّبْحُ اس وقت
 بولتے ہیں جب کسی کو صحیح صورت کا پتا نہ چل سکے اور النطاسی۔
 [بکسر نون]۔ ابن السکیت کہتا ہے : وہ عالم شخص جس کی نگاہ معاملات
 کے ضمن میں تیز ہو۔ ابو عبیدہ کہتا ہے : اور النَطَّاسِي - [نون پر زبر
 کے ساتھ]۔ بھی مروی ہے۔ جوہری کہتا ہے : تَنْطَاطِسُ کے معنی پاک
 ہونے میں مبالغہ سے کام لینا ہے اور وہ شخص جو معاملات میں دقیق
 نظر کا مالک ہو اور ان کا پورا پورا علم رکھتا ہو۔ اسے مُتَنْطَاطِسٌ
 کہتے ہیں۔ اسی لیے معالج کو نِطَّيْسٌ بَرُوزَنٌ فِيسْتَيْقُ - کہا جاتا ہے۔
 نطاسی کی نون پر زبر بھی ہے اور زیر بھی۔ مراد یہ ہے کہ میں
 ماہر طبیب ہوں اور اس بیماری کو سمجھتا ہوں جس کی دوا اور علاج
 کرنے سے اطبا عاجز آ گئے ہوں۔ اور فیہا کی ضمیر کا مرجع مِعْزَايُ
 ہے۔ یہاں مضاف محذوف ہے یعنی عبارت یوں ہے فَهَلْ لَكُمْ
 مَهْلٌ فِي رَدِّ الْمِعْزَايِ إِلَيَّ (کیا تمہیں ان بکریوں کو
 مجھے واپس دینے کی خواہش ہے) اور اس کا کہنا : فَهَلْ لَكُمْ فِي
 ثَوْبِ شَمِطَاءِ الْخِ - شمطاء وہ عورت جس کے سر میں شَمِطٌ ہو،
 شمط۔ [شین اور میم دونوں پر زبر]۔ سر میں سفید و سیاہ بالوں کا ملا جلا
 ہونا۔ مرد کو اشمط کہتے ہیں اور عَارِكٌ : ایٹام والی عورت،
 شہرہ : کسی بات کا واضح ہونا۔ شاعر کہتا ہے : کیا تمہارا میری
 بکریاں واپس دینے کا کوئی ارادہ ہے تاکہ میں تمہیں ایک ایسی بری عار
 سے نکال لوں جو تمہاری عزتوں کو اس طرح آلودہ اور میلا کر رہی ہے
 جس طرح ایٹام والی عورت اپنے کپڑے کو خون آلود کر لیتی ہے۔
 اور پھر میں اس کپڑے کو دھو ڈالوں، یہ مثال کے طور پر کہا ہے۔
 اور اس کا اَلَا تَتَّقُونَ اللَّهَ الْخِ کہنے سے مراد یہ ہے کہ اگر تم نے ان کو

۱۔ شعر میں : فاخر حکم من ثوب شمطاء ہے۔ فہل لکم فی ثوب شمطاء

نہیں ہے۔

چرایا نہیں ہے تو پھر تم انہیں کیوں چارا ڈال رہے ہو مراد یہ ہے کہ [۳۳۹ : ۳] انہیں واپس کر دو اور چارا نہ ڈالو۔ اور رَضِيْشُخْ - ضاد اور خاء دونوں معجمہ ہیں۔ کوٹا ہوٹا۔ یوں کہتے ہیں : رَضِيْشُخْ الحَصِيْ و النوى : میں نے کنکر اور گٹھلی کو توڑا۔ اور العَضْ - عین مہملہ پر ضمّہ اور ضاد معجمہ مشدّد۔ ابن السکیت کہتا ہے یہ برسیم کی قسم کا جانوروں کا چارا ہے۔ جوہری کہتا ہے : یہ شہریوں کا چارا ہے مثلاً کھلّی اور کوٹی ہوئی گٹھلیاں۔ اور مُجَرَّم - [جیم کے ساتھ]۔ بروزن اسم مفعول۔ پورا، کامل، اور اس کا وَأَعْجَبَكُمْ فِيهَا أَغْرُ الخ کہنا۔ ابن السکیت کہتا ہے : اغر کے معنی سفید کے ہیں اور تلاد : قدیم مال اور رَبِيْشُخْ سے یہاں مراد بکریاں ہیں۔ اس کے تغمغما کہنے سے اس کی مراد سفید (بکرے سے) ہے، اور غمغمه : اس کی چستی، مراد یہ ہے کہ یہ بکرا سوتا نہیں ہے۔ شاعر تعریضا ان لوگوں پر بہتان لگا رہا ہے۔

ابن ابی اَصْبِعَةَ نے اپنی کتاب طبقات میں بہت سے عرب طبیبوں کا ذکر کیا ہے۔

ان چند بیماریوں کے نام جن کا ذکر عربوں نے کیا ہے

جو شخص لغت کی کتابوں میں تلاش کرے گا اسے بہت سی ایسی بیماریاں مل جائیں گی جن کا ذکر قدیم عربوں نے کیا ہے اور ان کے لیے انہوں نے بہت سے نام وضع کر رکھے ہیں۔ ہم یہاں صرف چند ایک کا ذکر کریں گے تاکہ یہ اس بات کی دلیل ہو کہ عربوں کو اس فن میں کس قدر معلومات حاصل تھیں۔

الجُمُئِي (بخار)۔ اُمّ میلدّم کنیت۔ یہ وہ حرارت ہوتی ہے جو

۱۔ یہاں پر پھر آلوسی نے ابن اصیبعہ دیا ہے۔ حالانکہ صحیح نام ابن ابی اصیبعہ ہے۔

اخلاط کے تعفن سے پیدا ہوتی ہے۔ جب تو حُمّ حُمّی وَاَحَدَة کہے گا تو حُمّی پر تنوین نہیں آئے گی۔ جسے بخار ہو اسے مَحْمُوم کہیں گے اور حُمّ حُمّیّینِ وَثَلَاثًا (اسے دو یا تین بار بخار ہووا ہو) حُمّی کی کئی قسمیں ہیں۔ بولتے ہیں: فُلَانٌ یُحَمُّ الغیب^۱ (فلان کو باری کا بخار ہو گیا ہے) جب ایک دن بخار آئے اور ایک دن نہ آئے۔ اور ربیع یہ ہے کہ ایک دن بخار ہو اور دو دن نہ ہو اور جسے چوتھے دن کا بخار ہو وہ مَرَبُوع ہے، بعض اوقات اُرْبَع بھی بولتے ہیں اسے ربیع کے سپرد کر دیا گیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حُمّی الرّبیع وہ بخار ہے جو پہلی باری اور دوسری باری میں دو دن کا وقفہ ڈالتا ہے اور پھر چوتھے دن ہوتا ہے اور جو لوگ باری کے دن اور آرام کے دن کو ایک مستقل دور شمار کرتے ہیں وہ اسے (ربیع کی بجائے) المثلثہ کہتے ہیں اور (فُلَانٌ) یُحَمُّ الصّالیب یعنی وہ بخار جس کے ساتھ سر درد بھی ہو۔ نَافِض اور رَاجِف اس بخار کو کہتے ہیں جو لرزے کے ساتھ آئے (اس کے لیے یوں بولتے ہیں) قَدَّ نَفَضْتَهُ الحُمّی (اسے لرزے کے ساتھ بخار آیا) اور (کہتے ہیں) (فُلَانٌ) یُحَمُّ حُمّی مُغْبِطَة و مُرْدِمَة یعنی دائمی بخار جو ٹوٹتا ہی نہیں۔ اسے الحُمّی المَطْبِقَة بھی کہا جاتا ہے۔ بخار کی ایک قسم حُمّی الشّروح اور حُمّی الیدق ہے۔

سُبَبَات : یہ ہے کہ بیمار کو بخار میں غشی آ جائے لہذا اس حالت میں اسے المَغْمَمی علیہ اور مَغْشِی علیہ کہیں گے اور اگر بخار کے ساتھ برسام (pleurisy) بھی ہو تو مریض کو مُمّ کہیں گے۔ وَعْشک بھی بخار کو کہتے ہیں اور (فُلَانٌ) قَدَّوْ عِکْت (فلان کو بخار ہو گیا ہے)۔ مریض کو ”مَوَّءُوك کہیں گے۔ اسی طرح وُرْد ہے۔ مریض مَوَّرُود ہے۔ وِرْد : بخار کا دن اور قِلْد وہ باری کا دن جس

۱۔ بلوغ الارب میں الغیب [باء کی ضمہ کے ساتھ] ہے۔ حالانکہ فلان مفعول ما لم یسم فاعلہ ہے اور الغیب مفعول۔

روز چوتھے کا بخار آئے۔ کہتے ہیں قَدْ غَبَّتِ الْجُمُشِي (باری سے بخار آیا) اور فلان شاك اور بيہ شَكَاةٌ (فلان بیمار ہے) اور (فُلَانٌ) مُوَصِّمٌ : وہ شخص جو بدن ٹوٹتا ہو یا محسوس کرے۔ وَصِيبٌ (مريض) جسے درد ہوتا ہو۔ مَنَّهُهُوْكَ : جسے مرض نے لاغر کر دیا ہو۔ مُشَبَّتٌ : جو صاحب فراش ہو گیا ہو۔ نَضِيبٌ : جسے بیماری کی وجہ سے نیند نہ آتی ہو۔ الْمُسْتَهَاضُ : جو رُوبصحت ہو جانے کے بعد پھر سے بیمار ہو جائے۔ سب سے پہلے جب بخار محسوس ہوتا ہے تو اسے مَسَّ الْجُمُشِي اور رَسَّ الْجُمُشِي کہتے اور اگر ساتھ سردی بھی محسوس ہو تو اسے عُرْوَاءُ کہتے ہیں۔ اور اگر بخار میں پسینہ آئے تو رُحَضَاءُ کہتے ہیں اور وَجَدَرْتَهُضَةً و سَلَيْلَةً (وہ جلن محسوس کر رہا ہے اور اس کا بدن ٹوٹ رہا ہے) جان اور اعضاء شکنی کی وجہ سے۔

بیماریوں میں سے ایک بیماری یرقان ہے ، یہ ایک ایسی بیماری ہے جس سے انسان کا رنگ زرد ہو جاتا ہے۔ صُدَاعٌ : سر درد ، شَقِيْقَةٌ : آدھے سر کا درد ، سَعَالٌ : سینے کا درد (کھانسی) اور زكام : دماغ کے دو زائد ٹکڑوں سے جو فضلات ٹپکتے ہیں ان کا باہر نکلنا ، یہ نزلہ کی نسبت خاص چیز ہے کیونکہ مطلق طور پر جو (پانی) بہتا ہے اسے نزلہ^۲ کہتے ہیں۔ زَحِيْرٌ (پیچش) : یہ انٹریوں کی بیماریوں میں سے ہے اور یہ مِيعَتِي مُسْتَقِيْمٌ کی حرکت ہوتی ہے جو اضطراری طور پر بُرَاز کو نکالنے پر مجبور ہوتی ہے۔ الْجُصْرُ (قبض) : پیٹ کا رک جانا اور یہ پیشاب^۳ کی نالی میں پتھر کی طرح کی ایک چیز ہوتی ہے۔ حَكَّةٌ (خشک خارش) : جلد کی سطح کا چھونے میں متغیر ہو جانا جس کے ساتھ جان بھی ہو اور جب کھجلا یا جائے تو لذت محسوس ہو۔ بعض لوگ

- ۱ - یرقان کی ایک قسم میں جسم سیاہ بھی ہو جاتا ہے۔
- ۲ - لیکن اطبا نے اس کی تعریف اور طرح سے کی ہے۔
- ۳ - یہ بات میری سمجھ میں نہیں آ سکی۔

حُكَّة اور جرب (خارش) میں امتیاز نہیں کرتے۔ حَصْف (گرمی دانے) :
یہ کانٹے دار مختلف شکل کی پھنسیاں ہیں۔ حَصْبَة (خسرہ) چیچک
کی طرح کی ایک بیماری ہے جس سے کھال سرخ ہو جاتی ہے۔

حُمْرَة : (سرخ باد) گرم شفاف اور چمکیلا ورم ہوتا ہے جسے آسانی سے دبایا
جا سکتا ہے اور دبانے سے اس کی رنگت سفید ہو جاتی ہے اور پھر سرخ
ہو جاتا ہے۔ جُدْرِي (چیچک) یہ عام وبائی امراض میں سے ہے اور اس
کی صورت یہ ہے کہ یہ ایک اُبھار ہوتا ہے جو بالعموم گول ہوتا ہے پھر
مدھم پڑ جاتا ہے۔ چیچک کی ایک قسم میں دانے متصل ہوتے ہیں اور
ایک میں منفصل (الگ الگ) شری : (پتی اچھلنا) یہ کھال اور گوشت
کے درمیان کی پھنسی ہوتی ہے ، بولنے میں شَرِي شَرِي بولیں گے۔
حُمَاق : موتیا و سیتلا چیچک کی طرح کی ایک چیز ہوتی ہے جو انسان
کو لگ جاتی ہے۔ حُمَيْقِ اسے حُمَيْقَاء کی بیماری لگ گئی۔ فُؤَبَاء :
(داد) ایک پھنسی ہے جس کے اوپر سے کھال پھٹ جاتی ہے یعنی جڑ سے
ہی کٹ جاتی ہے۔ ثُوْلُوْل : (مَسَّي) جو جلد کے اوپر نکل آتے ہیں اور
جلدی سے درست نہیں ہوتے۔ ثُوْلُوْل کی جمع ثَالِيْل ہے۔ جَرَب :
(خارش) یہ ان عام امراض میں سے ہے جو جلد کی سطح میں ظاہر ہوتی ہیں۔
عَرَّ : سفید خارش ، جُدَام : مشہور بیماری ہے اور یہ لفظ جذم سے لیا
گیا ہے جس کے معنی کانٹے کے ہیں۔ اس کا یہ نام اس لیے پڑا کہ یہ عضو
کو کاٹ ڈالتی ہے یا نسل کو کاٹ ڈالتی ہے یا عمر کو ، اسے داء الاسد
بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں انسان کی شکل شیر کی سی ہو جاتی ہے
[۳ : ۳۴۱] یا اس لیے کہ یہ بیماری شیر کو لگی ہے یا اس لیے کہ یہ
بیماری شیر کے بدن پر حملہ کرتی ہے۔ داء الثعلب : بالوں کا کم ہو

۱۔ حُمَاق ، حَمَاق ، حَمَقِيْق ، حُمَيْقِي اور حُمَيْقَاء سب ایک
ہی چیز ہیں۔

۲۔ جذام کو اردو میں کوڑھ کہتے ہیں۔ اسے داء السَّبْع ، سرطان
عام اور مرض کبریٰ بھی کہا جاتا ہے۔

جانا یا بالوں کا جانا رہنا یا بالوں کے اگنے کی جگہ کا فاسد ہو جانا۔ اسے داء الحیثیہ بھی کہتے ہیں۔ اس مرض کا یہ نام اس لیے پڑا کہ یہ بیماری انھی دو جانوروں (لومڑ اور سانپ) کو لگتی ہے یا اس لیے کہتے ہیں کہ لومڑ کھیت میں پلٹ پلٹ کر اسے خراب کر دیتا ہے۔ اسی طرح یہ بیماری بالوں کا حال کرتی ہے اور بال بدن کا کھیت ہے۔ داء الفیل : (ہاتھی پوڑ) یہ ایک بیماری ہے جو ٹانگوں کو لگ جاتی ہے اور ٹانگیں گھٹنے سے لے کر آخر تک سوج جاتی ہیں۔ اس کا یہ نام اس لیے پڑا کہ یہ ہاتھی کو لگتی ہے یا اس لیے کہ اس بیماری میں انسان کی ٹانگ ہاتھی کی ٹانگ کی طرح ہو جاتی ہے۔ دُوَّار (چکر آنا) دوار یہ ہے کہ انسان یہ خیال کرتا ہے کہ وہ اپنے جملہ اجزا کے ساتھ چکر لگا رہا ہے یا یہ کہ جگہ اس کے گرد چکر لگا رہی ہے۔ وَبَاء : ہوا میں تغیر پیدا ہو جانا جس کی وجہ سے یہ صحت کے اعتدال سے نکل جاتی ہے اور مرض پیدا کرتی ہے۔ پیضہ : اسے فضجہ بھی کہتے ہیں۔ یہ پیٹ کی بیماریوں میں سے ایک بیماری ہے جس سے قیئی اور اسہال ہو جاتا ہے۔ جوہری کہتا ہے : ہاضنسی الشئی جب وہ چیز تمہیں تمہاری بیماری کی طرف لوٹا دے اور کہا جاتا ہے : بِالرَّجُلِ هَيْضَةٌ جب اسے قیئی اور دست آتے ہوں۔ نَمَلٌ : یہ چھوٹی چھوٹی پھنسیاں ہوتی ہیں جن میں تھوڑا سا ورم بھی پایا جاتا ہے۔ پھر یہ قرحہ بن جاتا ہے اور آگے بڑھتا ہے اور پھیلتا جاتا ہے۔ اطباء اسے ذباب کہتے ہیں۔ سجوسی کہتے ہیں : جب کسی کے یہاں بہن سے بچہ پیدا ہو پھر وہ نملہ کے بیمار پر خط کھینچے تو مریض شفایاب ہو جاتا ہے۔ شاعر کہتا ہے :

وَلَا عَيْبَ فَيَسْنَا غَيْرُ عِرْقٍ لِمَعَشَرَ
كِرَامٍ وَإِنَّا لَا نَخْطُ عَسَى النَّمَلِ

ہم میں اگر کوئی عیب ہے تو صرف یہی ہے کہ ہم شریف قوم کے

خاندان میں سے ہیں نیز یہ کہ ہم نملہ کے بیمار پر لکیر نہیں کھینچتے^۱
 نملہ گھوڑے کے عیبوں میں سے ایک عیب کا نام ہے۔ یہ گھوڑے
 کے سم کا ایک چیر ہوتا ہے جو سم کے اوپر سے شروع ہو کر سم کے
 اگلے حصے تک چلا جاتا ہے اور جب گھوڑا چین سے نہ رہے تو بولتے
 ہیں : فَرَسٌ نَمِيلٌ الْقَوَائِمِ۔ جنون : ایک بیماری ہے جس سے عقل
 زائل ہو جاتی ہے یا جس سے عقل چھپ جاتی ہے یہاں تک کہ ناقص ہو
 جاتی ہے یا انسان تمیز اور شعور کھو بیٹھتا ہے۔ یہ یا تو مسلسل رہتی
 ہے یا کبھی کبھی منقطع ہو جاتی ہے۔ مقررہ میعاد کے لیے یا غیر مقررہ
 وقت کے لیے۔

بَيْضُصَهٗ : درد سر کی ایک قسم ہے۔ ایک قول کے مطابق یہ تمام
 سر کا درد ہوتا ہے اور ایک قول کے مطابق خاص طور پر وہ درد جو صرف
 سر کے درمیانی حصے میں ہو۔

خَذْر (بے حیس ہو جانا) فالج اور افلاج یہ سب قریب قریب
 بیماریاں اور مشہور ہیں۔

بُشُور (پھنسیاں) اس کا مفرد بُشُورۃ ہے۔ اس سے مراد کھال کا
 گل سڑ جانا یا مخصوص صورت میں اس کا ابھر آنا ہے۔
 حَزَّاز (بِنَفَا۔ یا۔ بُھوسی جھڑنا) یہ سر کے ظاہری امراض میں سے
 ہے یہ کھردرا پن ہوتا ہے جو الگ الگ ہوتا ہے اور بُھوسی کی طرح
 چھلکے بن کر سر سے جھڑتا ہے۔ بعض اوقات اسے قوباء کی مختلف قسموں
 کے لیے بھی بولا جاتا ہے۔

حَدَابَهٗ : مہرہ ہائے پشت میں بعض مہروں کا اپنی اصلی حالت سے
 کسی خلط وغیرہ کی وجہ سے باہر نکل آنا اور پھر ظاہر ہو جانا۔

- ۱۔ کیونکہ نملہ پر لکیر کھینچنے والے وہی ہو سکتے ہیں جو حقیقی
 ہمشیرہ کے ساتھ شادی کرے اور ہمشیرہ کے ساتھ شادی کرنے
 والے صرف مجوسی ہی ہیں لہذا مراد یہ ہے کہ ہم مجوسی نہیں ہیں۔
- ۲۔ اسے خودہ بھی کہتے ہیں۔

طَرَش : قُوَّتِ سَمَعِ كَا نَاقِصٌ يَآ زَائِلٌ هُوَ جَانَا - صَمَمٌ كِى بَهى يَهى كِىفِيَتِ هِىَ -

طَلَقُ : (دردِ زه) وَضَعِ حَمَلِ كِى ارَادِى كِى وَقْتِ مَزَاجِ كَا بَدَلِ جَانَا -
جُشَاءُ : (ڈكار) جَبِ مَعْدِى كِى كَوْنِى حَالَتِ اِپْنِى اَصْلِى حَالَتِ پَرِ نَه رَهْى تُو اس وَقْتِ يَه مَعْدِى كَا اِيك مَرَضِ هُوْتَا هِىَ -

بَسُورُ : يَه غَيْرِ فَطْرِى بڑھوترى هُوْتِى هِىَ جَسْى ضَعِيفِ قُوَّتِى غَيْرِ طَبِيعِى طَرِيقِى پَرِ جَذْبِ كِرْكَى اِنْدِرُونِى پَسْتِ مَقَامَاتِ كِى طَرَفِ لِى جَاتِى هِىَ -
مِثْلًا نَاكُ ، رَحْمِ اُورِ مَقْعَدِ كَا اِنْدِرُونِى حَصَّه - جَبِ اسْى بَغَيْرِ اِضَافَتِ كِى بُولَا جَانَا هِىَ تُو اس سِى بِالْعَمُومِ مَرَادِ بَاسُورِ الْمَقْعَدِ (بِوَاسِىرِ) لِى جَاتِى هِىَ اُورِ اِگْرِ دُوسْرِى قَسْمِ مَرَادِ هُو تُو اسْى مَقْيَّدِ كِرْكَى بُولَا جَانَا هِىَ (مِثْلًا بِوَاسِىرِ الْاَنْفِ ، بِوَاسِىرِ الرَّحْمِ) -

نَمَسُورُ : اِيك رِگِ هِىَ جَسِ مِىنِ سِى دَائِمِى طُورِ پَرِ زَخْمِ پَهْئَا رَهْتَا هِىَ -
بَسَهَقُ : يَه بَرَصِ كِى طَرَحِ كِى اِيك بِيْمَارِى هُوْتِى هِىَ - سِيَاهِ بَهَقِ كُو بَهْتِ سِى لُوكِ قِوَابِى ، حَزَاذِ اُورِ تَعَطِيشِ كَهْتِى هِىَ اُورِ سَفِيْدِ بَهَقِ (چَهِيْپِ) كُو وَضَحِ كَهْتِى هِىَ - اِبْتِدَائِى كِتَابُوں مِىنِ هِىَ : وَ بَه بَسَهَقُ يَعْنِى نَكْتَه كِى طَرَحِ غَيْرِ خَالِصِ سَفِيْدِى هِىَ اُورِ بَرَصِ اس وَقْتِ هُوْتِى هِىَ جَبِ كِهَالِ سِى چَهْلِكِى اَتْرِيں اُورِ خَالِصِ سَفِيْدِ كِهَالِ هُو - جَبِ بَرَصِ كِى طَرَحِ سَفِيْدِى هُو تُو يُوں بُولْتِى هِىَ : بَسَه بَرَشُ - بَرَصِ كِى يُوں تَشْرِيْحِ كِى گِى هِىَ كَه يَه رَنَگِ كَا بَدَلِ كِرْ غَيْرِ طَبِيعِى طُورِ پَرِ سَفِيْدِ وَ سِيَاهِ هُونَا هِىَ -

كَسَلْفِ : (چَهَائِيں) وَه گَدَلَا پَنِ جُو چَهْرِى پَرِ چَهَا جَانَا هِىَ -

سَغَسُ اُورِ سَغَصُ : اِنْتَرِيُوں مِىنِ دَرْدِ اُورِ تُبْسِ كَا اِئْهِنَا -

ذُبْحَاةُ ، خُنَاقُ - يَه خُونِ كَا جُوشِ مَارِنَا اُورِ اس كَا غَلْبَه هِىَ -

اِسْتِسْقَاةُ - يَه جِگْرِى اِي تَلِى كِى بِيْمَارِيُوں مِىنِ سِى هِىَ اُورِ يَه نَامِ اِنِ اِخْلَاطِ

كُو دِيَا جَانَا هِىَ جُو خَرَابِ هُو جَائِيں -

اِغْمَاءُ - يَه اِنْدِرُونِى اِمْرَاضِ مِىنِ سِى هِىَ اس كِى دُو قَسْمِىں هِىَ عَامِ اُورِ

خَاصِ - دَرْحَقِيْقَتِ يَه بَدَنِى اِي كَسِى عَضُو كَا اِپْنِى مَعْمُودِ فَعْلِ سِى عَاجِزِ آ جَانَا

ہے۔ مثلاً تھکان اور یہ اس چیز کی وجہ سے ہوتا ہے جو اس پر آ کر گرتی ہے۔

إختلاج - یہ عضو یا بدن کی غیر ارادی حرکت ہوتی ہے جس کا سبب کوئی فاعل ہوتا اور یہ فاعل بخارات بھی ہوتے ہیں۔ یا یہ فاعل مادی ہوتا ہے۔ مثلاً تبخیر پیدا کرنے والی غذا، یا یہ فاعل صوری ہوتا ہے اور یہ دونوں کا اجتماع ہے۔ یا یہ فاعل اصلاح کرنے والا ہوتا ہے اور یہ مادہ کا خارج ہونا ہے۔

بسخّر - یہ منہ کی بو یا بدن کی بو کا متغیر ہو جانا ہے جس کا سبب اخلاط کا متعفن ہونا ہے۔

فُواق : وہ حالت جو نزع کے وقت انسان پر طاری ہوتی ہے۔ اسی طرح یہ لفظ اس ہوا کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے جو سینے سے اوپر [۳: ۳۳۳] کو چڑھتی ہے (ہچکی)۔

ثُوباء - (جہائی) اس طرح سانس لینا کہ تو انگڑائی لیتے ہوئے اور مستی کے ساتھ منہ کو کھولے۔

جُشاءہ (ڈکار) - پیٹ بھر کر کھانے سے یا پانی سے سیر ہوتے ہوئے سینے سے سانس آنا۔

قَلَس - وہ قے جو امتلاء کے ہوتے ہوئے حلق سے باہر آ جاتی ہے۔

وغیرہ وغیرہ امراض جن کا بالاستیعاب ذکر کرنا طوالت کا باعث ہوگا۔ عرب ان بیماریوں اور اسی قسم کی دوسری بیماریوں کا علاج ان جڑی بوٹیوں کے ذریعے کیا کرتے تھے جو ان کے تجربے میں آ چکی تھیں یا داغ دینے کے ذریعے کرتے یا منتر سے کرتے تھے اور کتاب ”زاد المعاد“ اور ”الداء و الدواء“ میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ جس قدر ہم نے نقل کر دیا ہے اس سے ہمارا مقصد یہ بتانا ہے کہ عرب اس جلیل القدر علم سے بھی غافل نہ تھے۔ البتہ انہیں اس فن میں پختہ کاری حاصل نہ تھی اور یہی ہر اس شخص کی حالت ہوتی ہے جو شہریت تک اور اس

کے تقاضوں کی گہرائیوں تک نہ پہنچا ہو۔ مقدسہ ابن خلدون میں اس موضوع سے مفید بحث کی گئی ہے۔ اللہ ہی ان امور کی توفیق دینے والا ہے جو اسے راضی کر دیں۔

اور ان کے علوم میں سے ایک

علم الریافہ

ہے۔ ایسے علامات کے ذریعے جو پانی کے وجود پر دلالت کریں۔ زمین سے پانی نکالنے کی معرفت کا نام علم الریافہ ہے۔ چنانچہ انسان محض مٹی کو سونگھ کر پانی کا قریب یا بعید ہونا معلوم کر لیتا ہے یا کسی اس نباتات کو سونگھ کر جو اس مٹی میں ہو۔ یا کسی خاص حیوان کی حرکت کے ذریعے اور یہ علم فراست کی ایک شاخ ہے اور یہ فراست اب بھی نجد کے بعض بدویوں میں پائی جاتی ہے۔ بعض معتبر آدمیوں نے سمجھے بتایا ہے کہ اس نے بعض ایسے لوگوں کو دیکھا ہے، وہ کہتا ہے: یہ لوگ اپنا کان زمین پر رکھ کر پانی کے پائے جانے یا نہ پائے جانے، پانی کے قریب ہونے یا بعید ہونے کے متعلق جو کچھ بھی انہیں معلوم ہوتا بتا دیتے، اور جب کھودا جائے تو بعینہ اسی طرح نکلتا ہے جس طرح انہوں نے بیان کیا تھا۔ جن لوگوں کو یہ علم آتا ہے انہیں عرب آج کل نَصَبَات کہتے ہیں۔ جن لوگوں میں اس قوت کی استعداد نہیں پائی جاتی ان کے لیے اس کا انکار کرنا مناسب نہیں ہے کیونکہ ہر امت، ہر قبیلے اور ہر فرد کو بعض معاملات میں خصوصیت عطا کی گئی ہے، جو اللہ کی دین ہے اور اس کا ان پر فضل و احسان ہوتا ہے۔ خواہ وہ علوم ہوں، صنائع ہوں، معرفت ہو، اخلاق ہوں، سیرت ہو، محاسن ہوں یا قبائح ہوں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہزاروں انسان ایک ہی فن کو حاصل کرنا چاہتے ہیں اور ایک ہی علم کا مطالعہ کرتے ہیں مگر ان میں سے ایک آدھ ہی اس فن میں مہارت حاصل کرتا ہے ہر شخص پر اس کی استعداد کے مطابق ہی اللہ کا فیضان ہوتا ہے۔

اور ان کے علوم میں سے ایک

صحراؤں میں راستہ معلوم کرنے کا علم

[۳ : ۳۴۴] ہے - یہ ایک ایسا علم ہے کہ بدون اس کے کہ کوئی محسوس علامات ظاہری یا مخفی طور پر اس پر دلالت کر رہی ہوں - جگہوں کے حالات صرف قوتِ شامتہ کے ذریعے معلوم کیے جاتے ہیں - اس علم کو سوا ان لوگوں کے جنہیں اس کی مشق ہو کوئی نہیں جان سکتا مثلاً مٹی کی بو ، ثابت ستاروں کی سمت اور منازلِ قمر سے استدلال کرنا - کیونکہ ہر علاقے کی زمین کی خاص بو ہوتی ہے اور ہر ستارے کی ایک سمت ہوتی ہے جس سے راستہ معلوم کیا جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُْ النُّجُومَ لِتَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ

(خدا وہ ہے جس نے تمہارے لیے ستارے بنائے تاکہ تم خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں راستہ معلوم کر سکو)

اور اس علم کا بہت بڑا اور واضح فائدہ ہے ورنہ قافلے ہلاک ہو جاتے - فوجیں راستے سے بھٹک جاتیں اور صحراؤں اور چٹیل میدانوں میں تباہ ہو جاتیں - چونکہ عربوں کو معرفتِ کواکب ، انواء ، ہواؤں کے چلنے کے راستوں اور ان کی صفات کا پورا علم حاصل تھا اور چونکہ یہ صحراؤں اور چٹیل میدانوں میں رواں رہتے تھے ، اس لیے انہیں تمام لوگوں سے بڑھ کر اس علم کی معرفت حاصل تھی - یہاں مثال کا دینا ضروری ہے تاکہ ان لوگوں کو جو اس موضوع کا مطالعہ کریں عربوں کے راستے معلوم کرنے اور استدلال کرنے کی کیفیت معلوم ہو جائے - چنانچہ جب کوئی شخص مکے کی طرف سفر کرنے کا ارادہ کرتا تو وہ اس ستارے کو دیکھتا جس کی رہنمائی سب سے زیادہ مضبوط اور قوی ہے یعنی قطب شمالی کو ، اس لیے کہ یہ ستارہ اپنی جگہ

سے نہیں ہٹتا۔ اور ہر شخص اسے پہچان سکتا ہے لیکن ہر ملک کے اعتبار سے اس کے جاننے کا طریقہ مختلف ہوتا ہے۔ چنانچہ جو مسافر عراق اور ماوراء النہر سے مکے کا قصد کرے وہ اسے اپنے دائیں کان کے پیچھے رکھے گا اور مصر میں بائیں کان کے پیچھے اور یمن میں اپنے سامنے مگر بائیں جانب کی طرف اور شام میں اپنے پیچھے۔ بعض کہتے ہیں کہ دمشق اور اس کے قریبی علاقوں میں تھوڑا سا مشرق کی جانب ہٹ جائے گا قطبی ستارے کے بعد جدی اور فرقدان آتے ہیں۔ قطب شمالی مخفی ستارہ ہے جس کے گرد ستارے چکر لگاتے ہیں جس طرح چکی کی کیل ہوتی ہے یا جس طرح سچھلی ہوتی ہے اس کی ایک جانب فرقدان ہوتے ہیں اور دوسری جانب جدی، اور فراشہ کے وسط میں قطب ہوتا ہے جو اپنی جگہ سے نہیں ہٹتا اور تاریک رات میں اسے صرف وہی شخص دیکھ سکتا ہے جس کی بینائی تیز ہو۔ قطب کا پتا جدی اور فرقدان سے چلتا ہے کیونکہ یہ ان دونوں کے درمیان ہوتا ہے اور جدی وہ ستارہ ہے جو بنات نعش الصغریٰ کی ایک جانب ہوتا ہے۔ بنات نعش الصغریٰ کے سات ستارے ہیں، چار تو ٹیڑھی سی شکل کے ہیں جنہیں نعش کہا جاتا ہے۔ ان میں سے دو ستارے جو چمکدار ہیں وہ فرقدان کہلاتے ہیں۔ تین ٹیڑھی لکیر پر ہیں اور بنات کہلاتے ہیں۔ ان تینوں کے ایک کنارے پر ایک چمکدار ستارہ ہے جس کا نام جدی ہے لہذا قطب جدی اور فرقدان کے درمیان ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے۔

[۳ : ۳۴۵] اور جو عرب مکے کو جانے کا ارادہ رکھیں وہ مجرہ (کہکشاں) سے راہنمائی حاصل کر سکتے ہیں کیونکہ موسم سرما میں یہ ابتدائی رات میں آسمان پر انسان کے بائیں کندھے پر شرقاً و غرباً پھیلی ہوئی ہوتی ہے بشرطیکہ وہ مشرق کی جانب متوجہ ہو۔ پھر آخری رات میں انسان کے دائیں کندھے پر شرقاً و غرباً پھیل جاتی ہے۔ لیکن موسم گرما میں یہ وسط آسمان پر ہوتی ہے لیکن اس کی راہنمائی مذکورہ بالا ستاروں کی راہنمائی کے مقابلے میں کمزور ہے۔ اور مجرہ (کہکشاں) (the milky way) کثیر التعداد چھوٹے چھوٹے ایک دوسرے کے

قریب اور جمگھٹا بنے ہوئے ستارے ہیں جن میں حس کے ذریعے امتیاز نہیں کیا جا سکتا بلکہ ان کے چھوٹے اور نہایت کثیف ہونے کی وجہ سے یہ ایسے دکھائی دیتے جیسے بادل چھائے ہوئے ہوتے ہیں بعض نے کسی اور طرح بھی ان کی تشریح کی ہے -

جن ستاروں سے کعبے کی راہ معلوم کی جاتی ہے ان میں سے سورج اور چاند ہیں - ان دونوں کی اٹھائیس منزلیں ہیں - اسی طرح ان منزلوں سے بھی راہنمائی حاصل کی جا سکتی جو ان کے ساتھ ملی ہوئی یا قریب ہیں اس لیے کہ یہ سب کی سب مشرق سے طلوع ہوتی اور مغرب میں غروب ہوتی ہیں - چنانچہ ہلال ابتداءئے ماہ سے تین راتوں تک سورج غروب ہونے کے وقت مکے کو جانے والے کی دائیں جانب ہوگا - تیسری رات غروب شمس کے وقت سامنے ہوگا - دسویں رات عشا کے وقت اور سرخی کے غروب ہو جانے کے بعد کعبے کی سمت میں ہوگا اور بائیسویں رات طلوع فجر کے وقت بھی کعبے کی سمت میں ہوگا - یہ تمام تقریبی بیان ہے (تحقیقی نہیں) -

اور جن چیزوں سے راہ معلوم کی جاتی ہے ان میں سے ہوائیں ہیں - صحراء میں ان سے راستے کا پتا چلانا مشکل ہوتا ہے - رہا پہاڑوں اور مکانات کے درمیان تو وہاں ہوائیں چکر لگاتی اور سمت بدلتی رہتی ہیں لہذا ان سے راستے کا پتا نہیں چل سکتا -

اور بڑے پہاڑ بھی ان چیزوں میں سے ہیں جن سے کعبے کی راہ معلوم کی جاتی ہے یہ سب کے سب مکے کو جانے والے کے دائیں سے بائیں تک پھیلے ہوئے ہیں - ان کی راہ نمائی قوی اور حس کے ذریعے حاصل کی جا سکتی ہے لیکن چونکہ مکے کو جانے والے کو شبہ ہو جاتا ہے کہ ان پھیلے ہوئے پہاڑوں کو پیچھے کی طرف رکھے یا سامنے کی طرف اس لیے یہ دلالت کمزور پڑ جاتی ہے - لہذا دو لحاظ سے راہنمائی ہوتی ہے اور دو لحاظ سے شبہ پڑتا ہے - یہ اس صورت میں ہے کہ جب اسے پہاڑ کی جہت معلوم نہ ہو اور اگر جانتا ہو تو اسے پہاڑوں کو پشت کی جانب رکھنا چاہیے اس لیے کہ پہاڑوں کا منہ کعبے کی طرف ہے اور

پہاڑ کا منہ پہاڑ کا وہ حصہ ہے جس طرف اس کی چڑھائی ہو وغیرہ وغیرہ۔
یہ راہ نمائی حاصل کرنے کے ماسور ہیں۔ خواہ انسان کسی بھی جہت کا
ارادہ رکھتا ہو۔

عربوں میں سے جو لوگ راستوں سے ناوافق ہوتے ان کے لیے یہ
چیز بہت بڑا عیب سمجھی جاتی تھی اور ایسے لوگوں کو وہ برا سمجھتے تھے۔
یہ سب امور اس لیے تھے کہ وہ اپنے دشمنوں کے غلبے اور ان کی
دست درازی سے بچاؤ کر سکیں۔ سیدھی راہ کی طرف اللہ ہی راہ نمائی
کرنے والا ہے۔

گھوڑوں کی بیماریوں ، ان کی دواؤں ، ان کے عیوب اور محاسن کے متعلق عربوں کا علم

[۳ : ۳۳۶] اس کتاب کے جزو ثانی کے آخر میں ہم اس کے متعلق
مختصر سی بحث کر چکے ہیں اور چونکہ ہم ان کے علوم شمار کر
رہے ہیں اور ان کے فطری علوم کا ذکر کر رہے ہیں لہذا ضروری ہو گیا
کہ ہم دوبارہ پہلے کے مقابلے میں ذرا زیادہ بسط سے بحث کریں۔ یاد رکھو
کہ عرب گھوڑوں کی شان اور ان کے حالات کو جاننے میں اس حد تک
دراک تھے کہ کوئی اور اس حد تک نہ پہنچا تھا۔ شاید اب بھی یہ
علم عربوں کے بعض افراد میں باقی رہ گیا ہو اور وہ بیابانوں اور میدانوں
میں چکر لگاتے ہوں اور گھوڑوں کی بیماریوں اور ان کا علاج اس طرح
جانتے ہوں جس طرح کوئی ماہر اور پختہ کار شخص جانتا ہے۔ اس فن
میں عربوں کا قدم راسخ تھا اور انہیں ید طولی حاصل تھا۔ قابل اعتماد
راویوں نے ان کے متعلق عجیب و غریب خبریں بیان کی ہیں جن کو
سن کر کان لذت حاصل کرتے ہیں۔ اس علم کے ضمن میں جو کچھ
عربوں کی بابت سامنے آیا اور گھوڑوں کی بیماریوں اور دیگر جانوروں کی
جو کچھ انہوں نے تشخیص کی ہے۔ ان سب معلومات کو مع ان کے طریق
علاج کے نہایت مکمل اور واضح شکل میں جمع کر دیا گیا ہے۔

مجھے اس کا ایک نسخہ جس کا خط ناقص ہے اور اغلاط سے بھی محفوظ نہیں ہے مدرسہ احمدیہ جو بغداد محروسہ کے مدارس میں سے ایک مدرسہ ہے کی لائبریری میں ملا ہے۔ میں نے اس کا غور سے مطالعہ کیا ہے اور اس میں سے کچھ قیمتی موتی اور عمدہ فوائد چن لیے ہیں۔ اس فن میں قدیم و جدید بہت سی کتابیں پائی جاتی ہیں۔ ان میں سے جس کتاب کی ترتیب بہترین ہے اور جو سب سے زیادہ مکمل ہے وہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الخطیب الاسکافیؒ کی کتاب الخیل ہے کیونکہ اس نے اس کتاب میں کوئی ایسی بات نہیں چھوڑی جس کا تعلق گھوڑوں اور دیگر چوپایوں کے ساتھ ہو۔ اس نے ان کے چند عیوب اور محاسن کا ذکر اس کتاب کے دو بابوں میں کیا ہے۔ چونکہ یہ باب نہایت مفید باب میں لہذا میں نے قارئین کے لیے ثواب اور مغفرت حاصل کرنے کی امید میں ان کی تلخیص کر دی ہے۔

عیوب الخیل

گھوڑوں کے عیوب کی تعداد کا شمار نہیں جا سکتا اور نہ ہی ان کی حد معلوم کی جا سکتی ہے کیونکہ ان کے ہر عضو کو کسی نہ کسی عیب یا خوبی کا لاحق ہونا ممکن ہے مگر جس قدر عیوب کے نام عربوں کی طرف سے ثابت ہیں وہ ایک سو ہیں۔ چوبیس عیب گھوڑوں کی چال میں ہیں۔ چھپن خلقت میں اور بیس وہ جو بعد میں پیدا ہو جاتے ہیں اب چال کے عیوب کو لیجیے تو ان میں ایک عیب طمّوح ہے۔ طمّوح اس گھوڑے کو کہتے ہیں جو [۳ : ۳۴۷] اپنی نگاہیں اوپر کو اٹھائے رکھے اور اس بت کی پروا نہ کرے کہ اس کی ٹانگیں کہاں پڑتی ہیں۔

المُنِکَسُّ : یہ وہ گھوڑا ہے جو چلتے ہوئے جسم کی کمزوری کی وجہ سے سر کو نیچے کیے رکھے۔

الجَمّوحُ : سخت سر والا گھوڑا جو اپنے سوار کو اپنے سر پر قابو پانے نہیں دیتا حتیٰ کہ یہ اس پر غالب آ جاتا ہے۔

المُعْتَزِمُ : جو کبھی سرکش ہو جاتا ہے اور کبھی سرکشی چھوڑ دیتا ہے -

الغَرَبُ : وہ گھوڑا جو اکثر کی وجہ سے مسلسل چلتا جائے اور روکنے کے باوجود نہ رکے یہاں تک کہ وہ اپنے سوار کو دور تک لے جائے -

الشمسوسُ : جو نہ اپنی زین پر کسی کو بیٹھنے دے اور نہ چھونے دے -

الحَرُّوْنُ : وہ گھوڑا جو تیز رفتاری کے بعد بغیر تھکاوٹ کے کھڑا ہو جائے -

البَّالِحُ : جو ضعف کے مارے چلنا بند کر دے -

الضَّغِينُ : وہ گھوڑا جو تیز دوڑتے ہوئے ٹھہر جائے مگر حرون گھوڑے سے یہ کم درجے کا عیب ہے -

الجَفَّاشُ : جو مسلسل دوڑتا رہے مگر پھر پچھلے پاؤں چلا آئے -

الترَوَّاعُ : وہ گھوڑا جو کوشش سے دوڑتا ہو مگر سیدھا نہ جاتا ہو کبھی دائیں طرف اور کبھی بائیں طرف -

الفَيُّوشُ : وہ گھوڑا جس کے متعلق خیال ہو کہ وہ خوب چلے گا مگر درحقیقت وہ کچھ نہیں ہوتا -

الجَيُّوْصُ : جو دائیں اور بائیں ہٹتا رہے مگر اس کی دوڑ مسلسل ہو -

المُشْتَقُ : جو راستہ چھوڑ دیتا ہے اور ایک طرف ہٹ جاتا ہے اور پھر راستے سے ہٹ کر چلتا رہتا ہے نہ دھوکا دیتا ہے اور نہ پیچھے ہٹتا ہے -

الشَّبُّوبُ : جو اپنے ہاتھوں کو اوپر اٹھا کر ٹانگوں پر کھڑا ہو جاتا ہے -

۱ - ایک تشریح یوں : الضَّاعِنُ و الضَّغِينُ : الذی لایَجْرِی جَرَّیْتَهُ إِلَّا بِالضَّرْبِ -

العَاجِرِ و المَعَاجِرِ : جو اپنی ٹانگوں کو گدھے کی طرح مارتا ہے
یعنی اس طرح کہ دونوں ٹانگوں کو اکٹھا اٹھاتا ہے اور اکٹھا
رکھتا ہے ۔

العِذْوَم و العَضْوُضُ : وہ جو اپنے ساتھ چلنے والے کو کاٹے ۔
الشَّادِخُ : جو اپنے راستے سے ایک طرف ہٹ جاتا ہے اور اسے
اس بات کی پروا نہیں ہوتی کہ وہ کس راستے پر چل رہا ہے ۔
الجَرُّورُ : وہ گھوڑا جو تھکان اور تنگ قدم اٹھانے کی وجہ سے
سُست رفتار ہو اور اسے رسی کے ذریعے سے کھینچا جائے ۔
المُنْعِثِلُ : وہ گھوڑا جو اپنی ٹانگوں کو الگ الگ رکھتا ہے
اور جب انہیں اٹھاتا ہے تو یوں معلوم ہوتا ہے جیسے وہ انہیں دلدل
میں سے کھینچ کر نکال رہا ہے وہ سر کو ہلاتا ہے مگر اس کی ٹانگیں
اس کی اطاعت نہیں کرتیں ۔

المُجْرِبِذُ : وہ گھوڑا جو چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا ہو اس کے
سموں کے اطراف زمین کے قریب رہتے ہیں اور وہ انہیں زور سے اٹھا
نہیں سکتا ۔

شاعر کہتا ہے :

جَرِبِذَاتٌ دُونَهَا يَدَاكَ وَأَزْرَى
بِكَ لُؤْمُ الْآبَاءِ وَالْأَجْدَادِ

جب تم نے مقابلے میں دوڑ لگائی تو تمہاری رفتار کمزور ہو گئی اور
تم نے مجربذ گھوڑے کی طرح چھوٹے چھوٹے قدم اٹھائے اور
تمہارے آبا و اجداد کا کہینہ پن تمہارے لیے عیب کا باعث بنا

المُشَاغِرُ : وہ یہ ہے گھوڑا جو اپنی تمام ٹانگوں کو ایک
دوسرے سے الگ الگ رکھ کر اٹھائے اور ٹانگیں دور فاصلہ پر پڑیں
مگر گھوڑے میں کودنا نہ پایا جائے ۔

المتراد : ابتدائی دوڑ ہی میں گھوڑے کی تیز رفتاری میں کمی
کا پایا جانا ۔

الفَاتِر : وہ گھوڑا جو اپنے نفس سے عاجز آچکا ہو اور اس کی رفتار میں مستی پائی جائے اور اس کی ٹانگیں اس کے نفس کے مطالبے پر اس کی مدد نہ کرتی ہو۔

[۳۴۸ : ۳] المُوَاكِلُ : جو صرف اسی وقت چلے جب دوسرے چلیں اور اس میں کمزوری بھی پائی جاتی ہو۔

الخَرُّوْطُ ۲ : جو اپنے سر سے رسی کو کھینچ لے۔

السَّرْمُوْحُ : جو ایک لنتی مارے۔

الضَّرْمُوْحُ : جو دو لنتی مارے۔

یہ آخری چار عیب اس باب سے متعلق نہیں ہیں ان میں سے بعض صرف بری عادت اور تربیت کی خرابی کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔

وہ عیوب جو گھوڑوں میں پیدائشی ہوتے ہیں

یہ چھپن عیب ہیں۔

الْاَخْدَىٰ ۱ : وہ گھوڑا جس کے دونوں کانوں کی جڑیں ڈھیلی ہو کر رخساروں پر پڑتی ہوں۔

الْمَشْعَرُ ۲ : وہ گھوڑا جس کے پیشانی کے بال تمام کے تمام جاتے رہے ہوں اور کچھ بھی باقی نہ رہے ہوں۔

الْمَسْفِي ۳ : جس کی پیشانی کے بال ہلکے ہوں اور یہ صفت خچروں میں پسند کی جاتی ہے۔ الْاَغْمُ ۴ : وہ گھوڑا جس کی پیشانی کے بال (اس قدر زیادہ ہوں کہ) اس کی آنکھوں کو ڈھانپ دیں۔ الْاَسْعَفُ ۵ : جس کی پیشانی کے بالوں میں سفیدی ہو الْاَحْوَلُ ۶ : جس کی آنکھوں

۱ - الْوَكَّالُ : الضُّعْفُ -

۲ - وَقِيلَ الْخَرُّوْطُ : الدَّابَّةُ الْجَمُوْحُ تَجْذِبُ رَسْنَهَا مِنْ مَّتَمْسِكِهَا وَتَذْهَبُ -

کا بیرونی کویہ (یا بیرونی گوشہ^۹ چشم یا ماق وحشی) سفید ہو اور اندرونی گوشہ^{۱۰} چشم (اندرونی کویہ) کی سیاہی نیچے کو چلی گئی ہو۔
 الا^{۱۱} زُرَّقُ : جس کی ایک یا دونوں آنکھوں میں سفیدی ہو۔ الا^{۱۲} قَشْنِي : جس کی ناک کبڑی ہو۔ الا^{۱۳} الْمُغْرَبُ : جس کی دونوں آنکھوں کے پھوٹوں کے کنارے سفید ہوں اور آنکھیں نیلی ہوں۔ الا^{۱۴} دَنْ : جس کی گردن جڑ سے اندر کو دھنسی ہوئی ہو۔ الا^{۱۵} هُنَّعُ : جس کی گردن درمیان سے بیٹھی ہوئی ہو۔ الا^{۱۶} قَصْرُ : جس کی گردن کوتاہ اور خشک ہو۔ الا^{۱۷} كَثْفُ : جس کے دونوں کندھے ایک دوسرے سے ہٹے ہوئے اور کھلے ہوئے ہوں۔ الا^{۱۸} زَوْرُ : وہ یہ ہے کہ گھوڑے کے سینے کے دو گوشت کے ٹکڑوں میں سے ایک اندر کو گھسا ہوا ہو اور دوسرا باہر کو نکلا ہوا ہو۔ الا^{۱۹} قَعَسُ : وہ گھوڑا جس کی پیٹھ کا وہ حصہ جہاں سوار بیٹھتا ہے نیچے کو بیٹھا ہوا ہو اور پچھلا حصہ اور کندھے کے اوپر کا حصہ اوپر کو اٹھا ہوا ہو۔ الا^{۲۰} بَشْرَخُ : جس کی پیٹھ اور پچھلا حصہ بیٹھا ہوا ہو۔ الا^{۲۱} الْمُخْطِيفُ : وہ گھوڑا جس کے پیٹ کا وہ حصہ جو تنگ کی پچھلی جانب ہوتا ہے پیٹ کے ماتھ ملا ہوا ہو۔ الا^{۲۲} هَضْمُ : جس کی پسلیاں سیدھی اور اوپر کا حصہ اندر کو گھسا ہوا ہو۔ الا^{۲۳} الصَّقِيلُ : لمبی کمر والا۔ الا^{۲۴} نَشَجَلُ : وہ گھوڑا جس کی کمر باہر کو نکلی ہوئی ہو اور اس کی صِفَتَاق یعنی پیٹ کی کھال پتلی ہو۔ الا^{۲۵} فُشْرَقُ : وہ گھوڑا جس کا ایک چوڑے دوسرے سے اونچا ہو۔ الا^{۲۶} رَسْحُ : جس کی ”صلا“ پر کم گوشت ہو اور ”صلا“ چوڑے کی جانب کا وہ حصہ ہے جو نیچے کو جاتا ہے۔ [۳۴۹ : ۳] الا^{۲۷} عَصَلُ : جس کی دم کی ہڈی پیچ کھائے ہوئے ہو یہاں تک کہ دم کا کسی قدر وہ اندرونی حصہ جس پر بال نہیں ہوتے ظاہر ہو جائے۔ الا^{۲۸} كَشْفُ : وہ گھوڑا جس کی دم کی ہڈی

۱۔ یہ لفظ خُطْف اور خُطْف سے لیا گیا ہے جس کے معنی الضمور و حَفَّة لحم الجنب ہیں۔

پیچ کھائے ہوئے ہو یہاں تک کہ وہ کاذتین میں سے ایک پر چڑھ جائے اور کاذتین چوٹروں کے اوپر کے حصے کے گوشت کو کہتے ہیں۔
 الاَصْبَغُ ۲۵ جس کی دم سفید ہو۔ ۲۶ الاَشْعَلُ ۳۰ : جس کی دم چوڑائی میں سفید ہو الاَشْرَجُ ۲۷ : جس کا ایک ہی خصیہ ہو۔ الاَفْحَجُ ۲۸ جس کے ٹخنے ایک دوسرے سے دور ہوں۔ الاَبْدُ ۲۹ : جس کی اگلی ٹانگ ایک دوسرے سے دور ہوں۔ الاَصَكُ ۳۰ : وہ گھوڑا جس کے دونوں ٹخنے چلتے وقت ایک دوسرے سے ٹکرائیں۔ الاَحَلُّ ۳۱ : جس کے چوٹڑ کی رگ کا نشان دکھائی نہ دیتا ہو اور ٹخنے ڈھیلے ہوں۔
 الاَقْفَدُ ۳۲ : جس کا پونہچا اٹھا ہوا اور سم کی طرف مڑا ہوا ہو۔ یہ خاص طور پر پاؤں میں ہوتا ہے۔ الاَصْدَفُ ۳۳ : پونہچوں کے مڑے ہونے کی وجہ سے جس کے دونوں بازو ایک دوسرے کے قریب ہوں اور سم ایک دوسرے سے دور ہو۔ المُوَجَّهُ ۳۴ : جس میں اس قدر کم صَدَفٌ پایا جائے کہ اس میں شک گزرے۔ الاَقْدَرُ ۳۵ : جس کا بائیں پہلو کا پونچا مڑا ہوا ہو۔ الاَقْسَطُ ۳۶ : جس کی دونوں ٹانگیں سیدھی کھڑی ہوں اور ٹیڑھی نہ ہوں۔
 الاَمْدَشُ ۳۷ - نہایت ٹیڑھا ہونے کی وجہ سے جس گھوڑے کے اندرونی پونچے ایک دوسرے سے ٹکرائیں وہ امدش ہے۔ الاَحْنَفُ ۳۸ : جس گھوڑے کے دونوں سم اس طرح مڑے ہوئے ہوں کہ ان کا منہ ایک دوسرے کی طرف ہو اور پونچے بھی مڑے ہوئے ہوں۔ المْتَلَقِفُ ۳۹ : وہ گھوڑا جو اپنی اگلی ٹانگوں کو چلتے ہوئے سیدھا اٹھائے اور انہیں پیٹ کی طرف نہ لے جائے۔ الاَرَجَزُ ۴۰ : جس کے چوٹڑ اور ٹانگیں

- ۱ - وقيل : الاَصْبَعُ مِنَ الْخَيْلِ : مُبَيَّضُ النَّاصِيَةِ اطِّبْرَافِ الْاُذُنِ
و من الطير والشاء : المَبْيِضُ الذَّنَبُ -
- ۲ - و هو الشَّاعِلُ و الشَّعِيْلُ -
- ۳ - صَدَفٌ : گھوڑے کی رانوں کا ایک دوسرے کے قریب ہونا اور اور سموں کا دور ہونا اور گھوڑے کو اَصْدَفٌ کہتے ہیں -

لڑکھڑاتی رہیں اور جب کھڑا ہو تو ران بھی لڑکھڑائے۔ الشَّيْخُتُ ۳۱ :
 جس کے جسم پر کم گوشت ہو اور ہڈیاں بھی پتلی ہوں۔ الرِّطْلُ ۳۲ :
 کمزور اور ہلکا گھوڑا۔ المَكْبُوتُ ۳۳ : جس کی ٹانگیں چھوٹی ہوں زمین کے
 قریب ہو اور پیٹ وسیع ہو۔ العَشُّ ۳۴ : وہ گھوڑا جس کی ہڈیاں جسم پر
 کم گوشت ہونے کی وجہ سے ظاہر ہوں۔ السَّغِيلُ ۳۵ : جس کا جسم چھوٹا
 ہو۔ سَلَامَةٌ گھوڑے کی تعریف میں کہتا ہے :

لَيْسَ بِيَأْسَفَى وَلَا أَقْنَسَى وَلَا مَسْغِيلٍ
 يُعْطَى دَوَاءَ قَفِيٍّ السَّكْنِ مَرَبُوبٍ

نہ تو اس گھوڑے کی پیشانی کے بال ہلکے ہیں اور نہ جسم چھوٹا ہے
 اور نہ اس کی ناک ٹیڑھی ہے۔ اسے وہ دودھ دیا جاتا ہے جو معزز
 مہمانوں کو دیا جاتا ہے اور اس کی پرورش اچھے کھانوں سے کی
 جاتی ہے

الجَابُ ۳۶ : کوتاہ قد اور موٹے جسم والا۔ ابو دُوَادٍ کہتا ہے :

أَسِيْلٌ مَسْجَمٌ الْقُبَيْلِ لَا شَخْتٍ وَلَا جَابٍ

یہ گھوڑا لمبوترے اور پتلے رخساروں والا ہے اس کا اگلا حصہ موٹا
 ہے نہ اس کی ہڈیاں پتلی ہیں اور نہ موٹی

۱۔ سلامۃ سے مراد سلامۃ بن جندل ہے۔ ابن درید (الاشتقاق : ۷۷)
 کہتا ہے : السَّفَا : خِفَّةُ نَاصِيَةِ الْفَرْسِ وَهُوَ عَيْبٌ - - - وَالْقَسَا :
 اَحْدِيدُ ابِ الْاَنْفِ وَهُوَ قَبِيحٌ وَ لَيْسَ بِالْعَيْبِ الْمَكْرُوهِ لِأَنَّهُ إِذَا كَانَ
 أَقْنَسَى ضَاقَ مَخْرَجُ نَفْسِهِ فَمَلَأَ الْبُحْرَ جَوْفَهُ - وَالسَّفَا : مَا ذَكَرْتَهُ
 أَنْفًا وَهُوَ قَبِيحٌ وَ لَيْسَ بِعَيْبٍ وَ السَّغِيلُ : اضْطِرَابُ الْخَلْقِ ، وَهُوَ
 عَيْبٌ قَبِيحٌ ضَارٌّ وَالدَّوَاءُ : اللَّبَنُ فِي هَذَا الْمَوْضِعِ وَ الْقَفِيٌّ : الَّذِي
 يَخْصُ بِهِ مِنْ طَعَامٍ أَوْ شَرَابٍ - سَلَامَةٌ جَاهِلِي شَاعِرٌ أَوْ فَرَسَانٌ عَرَبٌ مِمَّنْ
 سَعَى - اس نے گھوڑے کے اوصاف خوب بیان کیے ہیں۔

[۳ : ۳۵۰] المِلْشَوَاحُ^{۳۷} : وہ گھوڑا جو چھوٹا ہو اور اسے جلد پیاس لگ جائے۔ الصَّلَاوُدُ^{۳۷} : جسے دیر میں پسینہ آئے۔ الضَّائِرُ^{۳۹} : جسے والدین نے دبلا پتلا کر رکھا ہو۔ الْمُقْرِفُ^{۵۰} : جس کی ماں اصیل ہو مگر باپ غیر اصیل ہو۔ الہَجَجِيْنُ^{۵۱} : جس کا باپ اصیل ہو اور ماں ایسی نہ ہو۔ الْمُحْمِقُ^{۵۲} : جس کی ساری اولاد احمق پیدا ہوتی ہو۔ الْكُوْسِي^{۵۳} : وہ گھوڑا جو چلتے ہوئے سر نیچے کو کر رکھے اور گدھے کی طرح چھوٹے چھوٹے قدم اٹھائے۔ اَلْحِجَاسِي^{۵۴} : جس کے جوڑے مسرہ ہائے پشت اور گردن مٹی میں لوٹتے وقت سخت ہوں نرم نہ ہوں^۲۔

وہ عیب جو گھوڑوں میں پیدا ہو جاتے ہیں

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے یہ بیس ہیں۔ الانتشار^۱ : تھکان کے مارے پٹھوں کا اس قدر پھول جانا کہ کانوں کی رگیں پھٹ جائیں ، شَطَطِي^۲ : اس ہڈی کا حرکت کرنا جو گھٹنے کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ الفَتَّوْق^۳ : اسے عوام بَسِيض کہتے ہیں۔ پٹھے سے لے کر پنڈلی کے پتلے حصے تک کا پھٹ جانا اور اس کا ایسا باندھنا جیسا کہ اس کے اوپر میخیں لگی ہوئی ہوں۔ الدَّخَسُ^۴ : یہ ایک ورم ہوتا ہے جو مُم کی ایک جانب ہوتا ہے۔ الزوائد^۵ : ان پٹھوں کے کنارے جو پونچے کے پاس آ کر عالحدہ ہو جاتے ہیں۔ العَرَنُ^۶ : پھٹ جانے یا مشقت کی وجہ سے پاؤں کے پونچے کا سخت یا خشک ہو جانا اور اس میں ورم پڑ جانا۔ شِقَاقُ^۷ : پونچوں سے خون کا ٹپکنا اور بعض اوقات ٹانگ کے باریک حصے تک چڑھ جاتا ہے۔ اس کو حلاوہ کہا جاتا ہے۔ جَرَذُ^۸ : وہ زیادتی یا پٹھوں کا پھولنا جو بیرونی اور اندرونی طور پر ایڑی سے اوپر والے پٹھے میں پیدا ہو جاتا ہے اور یہ جوڑے کے ساتھ لمبائی میں کیلے کی شکل کا ہوتا ہے۔ المَسَاحُ^۹ : ایڑی کے پیچھے والے پٹھے کے نچلے حصے کا کسی مادہ کی وجہ سے جو اس پر گر رہا ہو پھٹ کر بلوط کی طرح ہو جانا۔ القَمَعُ^{۱۰} :

۱ - چھپن میں سے صرف چون عیب بیان کیے ہیں۔

ایڑی کے پٹھے کے ایک سرے کا بڑا ہو جانا - المَشْشُشُ ۱۱ : ٹانگ کے پتلے حصے کا باہر نکل آنا اور حجم اختیار کر لینا مگر یہ ہڈی کی طرح سخت نہیں ہوتا - اِرْتِيَهَاشُ ۱۲ : وہ یہ ہے کہ گھوڑا اپنے سم کی چوڑائی کو دوسرے ہاتھ (اگلی ٹانگ) کے پونچے کے پٹھے پر مارے ، بعض اوقات اسے خون آلود بھی کر دیتا ہے - اس کی وجہ ہاتھوں (اگلی ٹانگوں) کا کمزور ہو جانا ہوتا ہے - الرَّهَصَّةُ ۱۳ : سم میں پانی کا چلا جانا - الوَجْجِي ۱۴ : پتھروں کے لگنے سے سم میں جو کھردرا پن پیدا ہو جانا ہے - الرَّقَقُ ۱۵ : سم کا کمزور اور پتلا ہو جانا - النَّمْلَةُ ۱۶ : سم کے اوپر سے لے کر سم کے کنارے تک سم میں شق پڑ جانا - السَّرَطَانُ ۱۷ [۳ : ۳۵۱] ایک بیماری ہے جو پونچے میں لگنے سے رگوں کو خشک کر دیتی ہے جس سے سم اُلٹا ہو جاتا ہے - العَزَلُ ۱۸ : وہ یہ ہے کہ گھوڑا عادت کے طور پر دم ایک طرف رکھے - الخَبِيْبَاقُ ۱۹ : مادہ کے پرنالے میں سے آنے والی آواز - البَجَرُ ۲۰ : پیٹ کی ہڈی کا غیر مندمل ہونا اور پھر ناف کی کھال کا جو اس کے آس پاس ہوتی ہے بڑا ہو جانا - اور الرَّهَابَةُ ۱۸ : وہ ہڈی جو پیٹ سے باہر کو نکلی ہوئی ہوتی ہے -

گھوڑے کی خوبیاں اور وہ امور

جو اس کے جسم کی ساخت میں پسند کیے جاتے ہیں

گھوڑے میں جو چیزیں پسند کی جاتی ہیں یہ ہیں : کان تیز ہوں ، پیشانی کے بال درمیانے ہوں ، نہ کم ہوں اور نہ بہت زیادہ گھنے اور لمبے ، وسیع پیشانی ، اوپر کو اٹھی ہوئی اور بلند آنکھ ہو ، لمبوترن رخسارہ ہو ، وسیع نتھنے ہوں ، چوڑی باچھیں ہوں ، لمبی اور نرم گردن ہو ، اکڑی

۱ - لسان العرب میں ہے : الخَبِيْبُ صوت الحياء عند الجماع والظبيية : الحياء من المرأة و كل ذي حافر - - و الظبيية من الفرس : مشتقها وهو مملک الجردان فيها - الاصمعي : يقال لكل ذات خُف او ظلف الحياء و لكل ذات حافر الظبية و للسماع كلها الشفّر -

ہوئی نہ ہو۔ پتلے ہونٹ ہوں ، کندھے کے اوپر کے حصے اور گردن کی جڑ اوپر کو اٹھی ہوئی ہو ، یہ بات بھی پسند کی جاتی ہے کہ جہاں گردن آ کر جسم کے ساتھ مرکب ہوتی ہے وہ مضبوط ہو کیونکہ جب گھوڑا تیز دوڑتا ہے تو اس کا سہارا لیتا ہے۔ سینے کا چوڑا ہونا ، وہ مقام جہاں سینے کی ہڈیاں آ کر ملتی ہیں اس کا تنگ ہونا ، سینہ اٹھا ہوا ہونا ، یہ کہ اس کے کولھے مضبوط ہوں کیونکہ یہ اس کی پشت کا وہ مقام ہے جہاں اس کے دونوں چوٹڑا اور دونوں ٹانگیں لٹکتی ہیں۔ پیٹ اور دونوں پہلوؤں کا بڑا ہونا ، کوکھ کا باریک ہونا ، پچھلے حصے کا اوپر کو نکلا ہوا ہونا ، دم کی ہڈی کا چھوٹا ہونا ، دم کا لمبا ہونا ، ران کی رگ کا سکڑا ہوا ہونا (شنج : کھال وغیرہ کا سکڑ جانا ، اور چوٹڑوں کا ہموار ہونا تا کہ ایک چوٹڑ دوسرے کے مقابلے میں اٹھا ہوا نہ ہو)۔ چوٹڑوں کا ہموار اور ملائم ہونا۔ پنڈلیوں کا چھوٹا ہونا ، رانوں کا لمبا ہونا ، ٹانگوں میں کھنچاؤ کا ہونا تا کہ سیدھی کھڑی نہ ہوں۔ گھٹنے کا نوکدار ہونا تا کہ یہ موٹا نہ ہو ، پونچے کا موٹا ہونا پونچے کا چھوٹا ہونا اور یہ کہ سم سخت ، سیاہ یا سبز ہوں۔ عربوں کے اشعار میں سے جو شواہد ان امور پر پیش کیے جاتے ہیں ان کی تفصیل اپنے مقام پر نقل کی گئی ہے۔

انسان کے جسم کی ساخت کے متعلق عربوں کو جو معلومات حاصل تھیں

[۳ : ۳۵۲] عربوں نے ترقی و انحطاط کے کئی احوال مختلف طور اور مختلف دور دیکھے ہیں ، لہذا کسی ایک دور کو لے کر ہم ان کے احوال کا پتا نہیں چلا سکتے۔ بلکہ ان کی زبان ، ان کے اشعار اور ان کی امثال ہمیں ان کے حالات کا پتا بتاتی ہیں۔ چنانچہ جو شخص ان کتابوں کا جو انسانی پیدائش کے بیان میں لکھی گئی ہیں اور جو کچھ عربوں سے

۱۔ بلوغ الارب میں ورکبہ چھپا ہے اسے ور کیشہ پڑھیں۔

ہمارے پاس ان اجزاء کے متعلق آیا ہے جس پر ہر حیوان کا بدن مشتمل ہے ، مطالعہ کرے گا تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ گزشتہ صدیوں میں بھی عربوں کو اجزاء بدن کی ترکیب کیفیت ، ان کی ترتیب ، ہر عضو کے حالات ، مثلاً رگوں ، پٹھوں ، کُریوں ، ہڈیوں اور گوشت وغیرہ اور یہ کہ جس چیز سے مرکب ہوئے ہیں اور جو فعل اور فائدہ ہر عضو کا ہے سب کے متعلق معلومات و علم حاصل تھا ۔ یہی وہ علم ہے جسے متاخرین کے یہاں علم التشریح کہا جاتا ہے ۔ محض اس لیے کہ اس کا ایک نیا نام پیدا ہو گیا ہے ، ہمارے لیے مناسب نہیں کہ ہم عربوں کے یہاں اس علم کے وجود کی نفی کر دیں ۔

خلق انسان کے متعلق جو کتابیں تالیف ہو چکی ہیں بہت ہیں ۔ بہترین کتاب جو میں نے دیکھی ہے وہ اسام ، لغوی ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب الاسکافی کی ” کتاب الخلق الانسان “ ہے کیونکہ اس کتاب نے (اپنے اندر) سب کچھ جمع اور محفوظ کر لیا ہے ۔ اس لیے کہ یہ کتاب ان بحثوں پر مشتمل ہے : ولادت سے آخر عمر تک انسان کی عمروں کی ترتیب ، انسان کی تمام ساخت کے اسما ، سر ، جن چیزوں سے یہ مرکب ہے اور سر کی صفات ، بال ، بال کے اقسام اور رنگ ۔ کان ، کان کی ترکیب ، اور اس کی قسمیں ۔ چہرہ اور جن سے یہ مرکب ہے ۔ ابرو ، اس کی قسمیں ، اس کی کونسی قسم قابل تعریف اور کونسی مذموم ہے ۔ آنکھ ، اس کی قسمیں ، اس کے طبقات ، آنسوؤں کے جاری ہونے کے مقام اس کے علاوہ وہ دیگر اشیا جن پر آنکھ مشتمل ہے ۔ ناک ، اس کی ترکیب ، اور اس کی اقسام کا بیان ۔ منہ اور اس کی ترکیب ، دانت ، ان کی تعداد ، ان کی قسموں کے نام ، ان کے اجزا اور ان کے اُگنے کی جگہیں ، زبان اور وہ اجزا جن پر یہ مشتمل ہے اور وہ ہڈیاں جو اس کی نچلی جانب ہیں ۔ حلق اور ان زائد گوشت کے ٹکڑوں کا بیان جو حلق کے اندر

۱۔ - سیمن کے نزدیک ثابت بن ابی ثابت کی کتاب خلق الانسان اس سے بہتر ہے اور انہیں اس کے ایک عمدہ نسخہ کا پتا چلا ہے ۔

ہوتے ہیں - نَرْخَرَہُ نرم تالو ، گلے اور حُلُقُوم کا بیان ، دونوں جبڑوں ان کے محل وقوع اور جن چیزوں سے یہ مرکب ہیں ان کے ناموں کا بیان ، داڑھی ، اس کے اجزا کے نام ، اس کے اقسام اور رنگ اور [۳۵۳ : ۳] دیگر اوصاف - گردن اور جن چیزوں سے یہ مرکب ہے - کندھا ، کندھے کی ہڈی اور جن چیزوں پر یہ مشتمل ہیں - ہاتھ اور جن ہڈیوں ، پٹھوں ، عضلوں (یا مچھلیوں) اور رگوں سے یہ مرکب ہے اور جو نام ان کے رکھے گئے ہیں - انگلیاں ، ان کے نام اور اجزا - ناخن ، ناخن کی قسمیں اور ان کے نام ، سینہ اور جن چیزوں سے یہ مرکب ہے - دونوں پستان اور جو کچھ ان میں ہے - دونوں پہلو اور ان کی پسلیوں کی تعداد اور ان کے نام اور جو اس سے پھیپھڑا ، گردے ، آنتیں ، امعا اور کھانے کی آنتیں ، وہ جگہ جہاں پیٹ میں کھانا ہوتا ہے - پیچدار آنتیں ، اوجھ ، جہاں سے مینگنی نکلتی ہے اور ان اعضا میں جو جو اجزا پائے جاتے ہیں اور ان کے نام ، پیٹ کی بیماریاں ، اور جو ان کے نام ہیں - پشت اور جن چیزوں سے یہ مرکب ہے مثلاً ہڈیاں ، پٹھے ، رگیں وغیرہ - عورت کے اندام کے گرد کا حصہ اور عناصر ترکیبی ، مرد کا عضو اور اس کے عناصر ترکیبی - عضو کی جڑ اور جو نام اس کے لیے مقرر کیے گئے ہیں - بیضے اور ان اجزا کے نام جو ان میں پائے جاتے ہیں اور ان بیماریوں اور عیلتوں کا بیان جو ان کو لاحق ہوتی ہیں - زنانہ اندام اور اس کے اجزائے ترکیبی - پُھٹا اور اس کے دونوں حصوں کے عناصر ، عقب اور جو کچھ اس میں ہے - رانیں اور وہ اجزا جو ان میں ہیں اور ان کے نام پنڈلی اور جو کچھ اس میں ہے - پاؤں اور جن چیزوں پر یہ مشتمل ہے ، حمل ، ولادت اور جو چیزیں ان سے متعلق ہیں -

مؤلف نے ہر چیز کو جس کا ذکر کیا ہے تفصیلاً بیان کیا ہے

۱ - بلوغ الارب میں و سافیہ ہے حالانکہ ساق عربی میں مؤنث ہے " و مافیہا " چاہیے -

اور اس کا مقام اور وہ چیزیں جن پر وہ مشتمل ہے ان کا ذکر کر دیا ہے ۔
عربی زبان میں جو جو الفاظ ان کے لیے وضع کیے گئے ہیں ان کا بھی
ذکر کر دیا ہے ۔ ساتھ ہی اپنے دعویٰ کی دلیل کے طور پر جاہلی اشعار
بھی پیش کیے ہیں ۔ جو لوگ اس سے واقف ہیں انہیں اس بات میں قطعاً
شک نہیں ہے کہ عربوں کو اس امر میں ید طولیٰ حاصل تھا کیونکہ
اگر ایسا نہ ہوتا تو ان کے لیے ممکن نہ تھا کہ وہ ان باریکیوں کو
جان سکتے اور ان کے مقررہ ناموں سے آگاہ ہو سکتے ۔ بالخصوص دل اور
وہ عجائب جو اس میں ہیں ۔ اور (ظاہر ہے کہ) ہر قوم کی زبان ان کے
احوال پر شاہد عادل ہوتی ہے ۔

اور ان کے علوم میں سے ایک

تیر اندازی کا علم

[۳ : ۳۵۴] ہے ۔ یہ ایسا علم ہے جس کی مشق سے تیر اندازی سیکھ
لی جاتی ہے تاکہ اس عمل سے عین نشانے پر تیر لگے ۔ عرب اس علم
کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کو بہت اہمیت دیا کرتے تھے کیونکہ
کمان اور تیر ان کے سب سے زیادہ سخت زخم لگانے والے ہتھیاروں میں
سے تھے اور ان ہتھیاروں کی یہی اہمیت چلی آئی تاکہ نئے نئے ہتھیار وجود
میں آئے ۔ قدیم زمانے میں بھی اور موجودہ دور میں بھی صاحب فضیلت
لوگوں نے کمان سے تیر چھوڑنے کے علم سے متعلق بہت سے رسالے
نظم و نثر میں لکھے ہیں جن میں انہوں نے یہ بیان کیا ہے کہ تیر انداز
کیسے کھڑا ہوگا ۔ کیسے کمان کو پکڑے گا اور قُرب اور بُعد ، بلندی
اور پستی کے اعتبار سے تیر مارنے کی کیا حالت ہوگی ۔ تیروں کے حالات
کا بیان ، تیروں کو تراشنا وغیرہ امور جو ان رسالوں میں مفصل بیان
کیے گئے ہیں ۔ شریعت میں اس علم کو بڑی اہمیت دی گئی ہے اور اس
کے سیکھنے کے بارے میں صریح احکام آئے ہیں ۔ اس سے مقصود یہ ہے
کہ ہر اس علم کو سیکھا جائے جو جنگ میں معاون ہو اور وہ جنگ کے

ساز و سامان اور فنون میں شمار ہوتا ہو۔ عرب بہت سی چیزوں میں ایک دوسرے سے آگے نکل جانا چاہتے تھے۔ ان کی کئی مشہور کھیلیں ہیں جن سے لغت کی کتابیں بھری پڑی ہیں اور شریعت نے شرط کا مال اور سَبَق - [باء کی فتح کے ساتھ] - وہ مال ہے جو آگے نکل جانے پر لے لیا جاتا ہے۔ تمام امور میں حرام قرار دیا ہے سوا ان امور میں جن کو حدیث نے مستثنیٰ قرار دیا ہے اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے - لَسَبَقَ إِلَّا فِي خُفٍّ أَوْ حَافِرٍ أَوْ نَصْلٍ - (شرط لگا کر آگے نکل جانے کی اجازت صرف اونٹوں کی دوڑ، گھوڑوں کی دوڑ اور تیراندازی میں ہے)۔ خُفٍّ سے آپ کی مراد اونٹوں پر چڑھ کر دوڑ لگانا ہے اور حافر سے گھوڑوں کی دوڑ ہے اور نصل سے مراد تیراندازی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان تمام چیزوں میں اس شرط کو جائز قرار دیا ہے جو وہ جاہلیت میں لگایا کرتے تھے۔ اس لیے کہ اس میں وہ مصلحتیں اور فوائد ہیں جن سے جنگ میں مدد ملتی ہے اور شاہسواری کے لیے ضروری ہیں۔ ان سے انسان تیروں کے ساتھ جنگ لڑنے اور مقابلے میں اتر آنے کی جرأت کر لیتا ہے۔ گھوڑوں کے بیان کے دوران میں ہم پہلی دو چیزوں کے ضمن میں شرط لگانے کا ذکر کر چکے ہیں۔ رہا السَّبَقُ بِالنَّصْلِ تو اس سے مراد مقابلہ تیراندازی ہے۔ یہ خلاصہ ہے اس کلام کا جو کتاب ”عیون الفنون“ میں مندرج ہے۔ اور ہم اللہ (ہی) سے مدد چاہتے ہیں۔

مقابلہ تیراندازی اور نشانہ اڑانے کے

ضمن میں شرط بدنا

یاد رکھیں کہ نشانے پر تیر لگنے کے سات طریقے ہیں۔ ان میں سے چار کا ذکر امام شافعی رحمۃ اللہ نے کیا ہے۔ اور تین کا ان کے شاگردوں نے۔ جن کا امام شافعی نے ذکر کیا ہے وہ یہ [۳ : ۳۵۵] ہیں خَاضِلٌ، خِازِقٌ، خِاسِقٌ اور حَابِشِيٌّ۔ خاضل وہ ہے جو پرانے مشکیزہ سے

ٹکڑائے اور اسے خراشے نہیں اور خازق وہ ہے جو اسے خراشے مگر سوراخ نہ کرے ، اور خامق وہ ہے جو سوراخ کر کے اس میں گڑ جائے اور حاجی یہ ہے کہ تیر انداز اپنا ہاتھ زمین کے قریب لے جائے اور پھر تیر مارے اس طرح تیر زمین کی سطح کے اوپر سے گزرے اور نشانے پر لگے ۔ جن کا شاگردوں نے ذکر کیا ہے وہ یہ ہیں ۔ مَسَارِق ، خَسَارِم اور مُزْدَلِيف ۔ مَارِق وہ ہے جو مشکیزے سے پار نکل جائے یعنی اس میں سوراخ کر کے پار نکل جائے ۔ خَارِم وہ ہے جو مشکیزہ کے کنارے کو خرم کرے یعنی کاٹ دے اور مُزْدَلِيف وہ ہے جو نشانے کے قریب کرے اور پھر دوڑ کر نشانے کو لگے ۔

مقابلہ تیر اندازی اور اس کی قسمیں

تیر اندازی کے مقابلے کی تین قسمیں ہیں : مُبَادَرَه ، مُعَاظَمَہ اور مُنَاضَلَه ، مُبَادَرَه یہ ہے کہ فریقین یہ شرط لگائیں کہ بیس میں سے دس نشانے لگائیں گے چنانچہ ان میں سے ایک پہل کرتا ہے اور دس نشانے لگا لیتا ہے اور دوسرے سے بازی جیت لیتا ہے ۔ اور مُعَاظَمَہ یہ ہے کہ دونوں کہیں کہ ہم میں سے ہر ایک بیس تیر چلائے گا اور دوسرے کے مقابلے میں پانچ تیر زیادہ نشانے پر لگائے گا ۔ وہ بازی جیت لے گا ۔ یہ شرط طے پانے کے بعد ہر ایک بیس تیر چلاتا ہے اور اگر ہر ایک کے کچھ تیر نشانے پر لگے ہوں تو دیکھا جائے گا کہ آیا دونوں کے جتنے تیر نشانے پر لگے ہیں آیا وہ برابر ہیں ، اگر ایسا ہوگا تو کوئی بھی بازی نہ جیتے گا اور اگر نشانے پر لگنے والے تیروں میں فرق ہو تو کم کو زیادہ میں سے نفی کیا جائے گا ۔ اگر زیادہ والے کے پاس پانچ باقی رہ جائیں جیسا کہ شرط میں طے پایا تھا تو بازی جیت گیا اور اگر پانچ مشروط نشانوں سے کم باقی رہیں تو بازی نہ ہوگی ۔ مُنَاضَلَه یہ ہے کہ دونوں یہ شرط لگائیں کہ بیس میں سے دس نشانے پورے کے پورے لگائیں گے ، پھر دونوں تمام بیس کے بیس تیر چلائیں گے اب اگر ہر ایک نے دس نشانے

لگائے ہوں یا ہر ایک نے دس سے زیادہ نشانے لگائے ہوں یا دس سے کم تو کوئی بھی بازی نہ جیتے گا اور اگر ایک نے دس سے کم نشانے لگائے ہوں اور دوسرے نے دس یا دس سے اوپر تو وہ ساتھی سے بازی جیت لے گا۔

کمان اور وہ نام جو اس کے اور اس کے اجزا کے لیے وضع کیے گئے ہیں

عرب جھڑییری ، نَسَبَع^۱ ، شوحت ، شریان ، سراء ، انجیر ، اشکل ، جنگلی انجیر^۲ ، تالب اور نَسْتَم کے درختوں کی لکڑی سے کمان بنایا کرتے تھے۔ چونکہ ان کے نزدیک کمان کی وہ عظیم منزلت تھی جس کا ہم ذکر کر چکے ہیں۔ لہذا انہوں نے کمان اور کمان کے اجزا کے بہت سے نام وضع کر رکھے ہیں ہر اس چیز کا جس کو عرب اہمیت [۳ : ۳۵۶] دیتے تھے یہی حال تھا ، نیز اس چیز کا جس کی طرف بہت متوجہ رہتے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں : کمان اس کا درمیانی^۳ حصہ وہ ہے جو

۱ - نبع : منتہی الارب میں ہے : نبع درختے کہ از آن کمان سازند و آن در بینی کوہ روید و آنچہ از آن در پائین کوہ روید آنرا شریاں خوانند و آنچہ در زمین پست روید آنرا شوحت خوانند۔

۲ - حماط (حماط مفرد) منتہی الارب میں ہے : درختے است مسانند انجیر کہ در آن مار باشد و انجیر کوہی و انجیر سیاہ خرد۔

۳ - کبد : منتہی الارب میں ہے : کبد : مابین دو طرف علاقہ کمان یا باندازہ یک ذراع از میان کمان یا قبضہ آن۔ لین میں ہے : کبد القوس

of a bow, the handle : or the part a little above the handle against which the arrow goes or the part between the two extremities of the handle and that along which the arrow runs; or the part (midway) between the two extremities of its suspensary string or cord or the like or the space of a cubit from its handle or each part where the thong of its suspensary string or the like is tied.

علاقے ۱ کے دونوں کناروں کے درمیان ہو ، اس کے بعد کُلیہ ۲ آتا ہے ، کُلیہ کے بعد ابشہر ۳ اور پھر طائف ۴ ۔ طائف دو ہیں بالائی اور زیرین اور کمان کے دونوں مٹڑے ہوئے کناروں کو ۵ سببہ کہتے ہیں ۔ اس

۱ - عِلَاقَة : منتہی العرب میں ہے : علاقہ - کِکتَابہ - علاقہ کمان و

تازیانہ و مانند آل ہذاں جہت کہ بمردم آویختہ باشد و آنچه ہذاں

آویزند چیزے را - لین کی لغت میں ہے : it signifies

the suspensary and bandage or the like

۲ - کُلیہ : منتہی العرب میں ہے : کلیہ : تندی نزدیک قبضہ کمان

از دو طرف آن بستگاہ دوال از کمان باسہ شبراز قبضہ - آن لین نے

لفظ ابھر کے یوں تفصیل نقل کی ہے : the back of : ابھر

the curved part of the extremity of a bow ; or

the part between the طائف and the کلیہ : in the

bow is its کبد which is the part between the two

extremities of its string or the like ; next to this,

طائف then next to this the ابھر ' then the کلیہ

then سببہ which is the curved part of the extremity

لین نے کبد کے تحت بھی یہی دیا ہے ۔

۳ - ابھر : منتہی العرب میں ہے : ابھر : پشت گوشہائی برگشتہ کمان یا

میانہ کمان ۔

۴ - طائف : منتہی العرب میں ہے : طائف : خانہ کمان کہ مابین گوشہ

وابہراست : لین میں ہے : the طائف of the bow is the part

between the سببہ (or curved portion of the extre-

mity) and the ابھر or near the length of a cubit

۵ - سببہ : منتہی العرب میں ہے : سببہ القوس : مثلثہ ، سرہائی برگشتہ

کمان لُغَات فی السببہ پھر سببہ القوس کے تحت بھی یہی لکھا

ہے ۔ لین میں ہے : the curved part of each of the : سببہ

two extremities of a bow

کا اوپر کا حصہ اس کا ہاتھ ہے اور نچلا حصہ پاؤں عَجَس^۱ اور مَعَجِس^۱ کہاں کا قبضہ ہے ، جو حصہ تیر انداز کی طرف ہو وہ انہسی کہلاتا ہے اور جو شکار کی جانب ہو وہ وحشی فَرَض^۲ اور فَرَض^۲ وہ تراشی ہوئی جگہ ہے جس میں گرہ دی ہوئی تندی کا کنارہ ہوتا ہے ۔ فرضہ سے اوپر کی جانب ظُفْر^۳ ہے ۔ کُظْرہ^۳ اور نَعْل^۵ اس تندی^۶ کو کہتے ہیں جو کہاں کے کنارے پر ہوتی ہے ۔ جِلَاز^۷ وہ تندی جو اس کے دونوں طائفوں اور کناروں کی جڑوں پر ہوتی ہے خِلَل^۸ وہ رودے ہیں جو کہاں کے مڑے ہوئے کناروں پر ہوتے ہیں ۔ اور مِذْرَوَان^۹

- ۱ - عَجَس : منتہی الارب میں ہے : عَجَس : بستلیت عین ۔ و مَعَجِس : کَمَعَجِس : قبضہ کمان : لین میں ہے : the handle, or part : that is grasped by the hand, of a bow
- ۲ - منتہی الارب میں ہے : فَرَض : بالفتح ، رخنہ کمان کہ سو فاروجای چلہ آنست ۔ لین میں ہے : A mark (made by notching, or otherwise, as is shown in the first explanation) a notch or an incision, in a thing : of a bow, the place of the string ; the notch in curved extremity thereof, into which the string falls as also فرضہ or this is the place of the notch for the string thereof :
- ۳ - ظُفْر : ناخنہ چشم و کمان سوای بستنگاہ زہ کمان یا گوشہ و نوک کمان ۔
- ۴ - کُظْرہ (بالتاء مثلثہ) چوبک گوشہ کمان
- ۵ - نعل : پی کہ در گوشہ کمان زنند یا چرم کہ ہمہ پشت کمان را بدان پیچند ۔
- ۶ - عَقَبَسہ : پی کہ از آن زہ سازند ریسمان تا بند ۔
- ۷ - جِلَاز : بالکسر ۔ پی پیچیدہ در اطراف تازیانہ و بر کمان و جزآن
- ۸ - خِلَل ۔ خِلَلتہ مفرد : رودہ کہ بر پشت سرہائی برگشتہ کمان باشد ۔
- ۹ - مِذْرَوَان القوس : سرہای کمان آنچا کہ زہ بروے نشیند ۔

وہ کنارے جو پکڑنے کی جگہ کے دائیں اور بائیں ہوتے ہیں۔ رصائع^۱ ان گوندھے ہوئے تسموں کو کہتے ہیں جن کے ساتھ علاقہ کو باندھا جاتا ہے اور اسی سے کمان کو لٹکایا جاتا ہے اور غیفارہ^۲ وہ چیتھڑا ہوتا ہے جو فرضہ اور سیسہ پر ہوتا ہے تاکہ اس کے اوپر کمان کی تندی کا وہ تسمہ جو قبضہ^۳ کمان پر باندھا جاتا ہے لپیٹ دیا جائے اور اطنابہ ایک تسمہ ہوتا ہے جسے تندی کے کنارے کے ساتھ جوڑ دیا جاتا ہے شاعر کہتا ہے :

لَهَا اِطْنَابَةٌ وَ لَهَا فُضُولٌ

ثَلَاثٌ عَلَى الْغِفَارَةِ مِنْ مَعَالٍ

اس کمان کا ایک اطنابہ تسمہ ہے اور اس کے لیے چمڑے ہیں جو

غفارہ کے اوپر لپیٹے جاتے ہیں

مِنْ مَعَالٍ سے مراد اس کے اوپر سے ہے ، شِرعہ^۴ : تندی ،

دِرْکہ^۵ تندی کا وہ حلقہ جو فرضہ کے اندر ڈالا جاتا ہے ، عَتَلٌ^۶ :

۱ - رصائع : منتہی العرب میں ہے رسوع بالضم دوالہای بافتہ کہ درسیان

کمان بندند : لین میں ہے (the pl. signifies) or : رصیع

plaited thongs in the lower parts of the suspensory thongs of the sword and a dialectic variance is with س

۲ - غفارہ : پارچہ کہ بدان گوشہ^۵ کمان پیچند تازہ^۶ بدان جاری گردد -

لین میں ہے (رقعتہ) a patch that is put upon the notch or a piece of skin which is upon the head upon which runs the the string of the bow.

۳ - اطنابہ : دوال کہ بر قبضہ^۳ کمان بندند -

۴ - شرعہ : زہ کمان -

۵ - دِرْکہ : بکسر : حلقہ زہ و دوالی کہ بدان زہ کمان را پیوند کنند

لین میں ہے : the ring of the bow-string that falls into the notch of the bow-and a thong that is joined to the string of the bow.

۶ - عَتَلٌ : کمان فارسی عَتَلَةٌ مفرد -

فارسی کمانیں ، قوس^۱ فیلق^۱ و شربج^۲ اس وقت بولتے ہیں جب ٹہنی کو چیر کر دو حصے کئے جائیں اور ہر حصہ سے کمان بنائی جائے پوری ٹہنی سے نہ بنائی جائے قضیب اس کہان کو کہتے ہیں جو ٹہنی سے بنائی قوس^۳ فجاء^۲ وفجواء و سفسفجاء و فارج^۳ و فرج^۳ وہ کمان جس کی تندی قبضہ سے دور اور جدا ہو ۔ جو کمانیں جنگ کے لیے بنائی جاتی ہیں انہیں ایسا ہی بنایا جاتا ہے شکار والی کمانیں ایسی نہیں ہوتیں ۔ شکار والی کمان کا مالک صرف سوفار^۴ کو کافی^۴ سمجھ لیتا ہے ۔ کتوم^۵ اس کمان کو کہتے ہیں جو کہیں سے پھٹی ہوئی نہ ہو ۔ عاتکہ^۶ جو اس قدر پرانی ہو کہ سرخ ہو گئی ہو ۔ حبشہ^۷ ہلکی کمان ۔ مجدلة : جو ایک طرف کو جھکی ہوئی ہو ۔ زاغنت (القوس) اس وقت بولتے ہیں جب کمان اپنے اصلی ٹیڑھے پن سے پلٹ جائے ۔ قوس عاقل و معطلة : جس کی تندی نہ ہو اور (جب تندی چڑھادی جائے تو) وترٹھا (بولتے ہیں) اور (جب تندی اتار دی جائے تو) حططت^۸ وترھا (بولتے ہیں) اور حط^۸ قوسک (بولتے ہیں) اور انبضت^۸ عنھا : میں نے اسے ٹھکورا تندی (کو دیکھنے) کے لیے اسی طرح کہتے ہیں

- ۱ - فیلق : منتہی الارب میں ہے : فلق : چوب و شاخ کہ آنرا دونیم نمائید جہت کمان ہر نیمہ اش فلق باشد ۔ و کمانی کہ از نیمہ شاخ و چوب سازند ۔
- ۲ - فجاء : کشداد ، کمان کہ از قبضہ اش دور و جدا باشد ۔
- ۳ - تفویق : سوفار ساختن ۔
- ۴ - بلوغ الارب میں یحتبس دیا ہے اسے یحتسب پڑھیں ۔
- ۵ - کتوم ۔ منتہی الارب میں ہے : قوس کتوم : کمان از چوب ناشگافتمہ یا کمان سوفار نا کردہ یا کمانیکہ وقت تیر انداختن آواز نکند ۔
- ۶ - عاتکہ : کمان دیرینہ سرخ ۔
- ۷ - حبشہ ۔ بالفتح ۔ کمان سبک و چوب سبک درخت نبع کہ ازاں کمان سازند اجشاء جمع ۔
- ۸ - انبضت : بیانگ آوردن کمان یا زہ را منہ المثل : انبضت بیغیر توتیسیر ۔

أَطْرَتْ الْقَوْسَ : میں نے اسے ٹیڑھا کیا اور حَنْوَتْهُمَا بھی کہتے ہیں کمان کو حَنْيْمَةً بھی کہتے ہیں۔ اسی طرح کمان بنانے والے کو ماسخی کہتے ہیں۔ اصل ماسخ أزد السراة (قبیلے) کا ایک آدمی تھا جس کی طرف یہ منسوب ہے۔ پھر وسعت استعمال سے (پہر کمان کو ماسخی کہا جانے لگا) جس طرح ہر لوہار کو ہالکی کہا جاتا ہے۔ جعدی کہتا ہے :

بِعَيْشٍ تَعَطَّفُ أَعْنَأَقُهَا
كَمَا عَطَّفَ الْمَاسِخِي الْقِيَّاسَا

[۳ : ۳۵۷] ایسے سفید اونٹوں کو لے کر جن کی گردنیں اس طرح خمدار ہو رہی تھیں جس طرح ماسخی کمانوں کو خمدار بناتا ہے

(جب تو کمان کو کھینچ کر تیر چلائے تو) تو کہے گا : نَزَعْتُ فِي الْقَوْسِ ، وَرَمَيْتُ عَنْهَا وَعَلَيْهَا وَبِهَا۔ اور تندی کی دونوں گرہوں کو عُرْوَتَا الْوَتْرِ کہتے ہیں۔

تیر ، جو نام اس کے رکھے گئے ہیں ، اور
اس کے متعلقات

سَمِّمٌ ، نُسْتَابٌ ، مِشْزَعٌ اور نَبْشَلٌ (تیر) سب یکساں ہیں ، مگر نَبْشَلٌ جمع ہے جس کا اس لفظ سے کوئی مفرد نہیں اور نَبْشَلٌ کی جمع نِبْهَالٌ آتی ہے۔ مِشْزَعٌ : ہدف کا تیر ہے۔ مِشْزَعٌ ایک لمبا تیر ہے جس کے چار دستے ہوتے جسے نہایت زور سے مارا جاتا ہے۔ جعدی کہتا ہے :

يَمْرُ كَمِيرٍ يَشْخِرُ الْمُغَالِي انْتَجَحَتْ بِهِ
شِمَالٌ عَيْبَادِيٍّ عِلَا الرَّيِّحِ أَعْسَرَا

یہ گھوڑا اس تیزی سے چلتا ہے جس طرح وہ مریخ تیر چلتا ہے جسے نہایت زور کے ساتھ عبادی شخص نے جس کا بایاں ہاتھ چلتا

۱۔ مغالاة : بغایت برداشتن دست را تا در انداختن تیر تا بنہایت قوت دور اندازند۔

ہو اپنے بائیں ہاتھ سے چلایا ہو اور وہ تیر ہوا پر سوار ہو گیا ہو
(شاعر کہتا ہے : یہ گھوڑا اس (مریخ) تیر کی طرح گزر جاتا ہے
جسے قبیلہ عبادی کے بائیں ہاتھ سے کام کرنے والے آدمی کے ہاتھ نے چلایا
ہو اور اس کا بایاں ہاتھ تیر چلاتا ہو اور ہوا اسے اوپر کو اٹھانے میں
مدد دے رہی ہو) - اور مِعْبَلٌ اور مِشْقَصٌ چوڑی بھال والے تیر کو
کہتے ہیں -

تیر کی لکڑی جبکہ اس میں ابھی بھال نہ لگائی گئی ہو نَضْبِي
کہلاتی ہے - اس کی جمع اَنْضَاءٌ آتی ہے - پھر جب بھال کے لیے اس
میں سوراخ کر لیا جائے تو قَدْحٌ کہلاتا ہے - اور مِخْشُوبٌ وہ جو ابھی
مکمل نہ ہوا ہو - فَوَقٌ السَّهْمِ : تیر کے کنارے کو ریتی سے رگڑ کر
اس میں دندانہ یعنی تندی کے رکھنے کی جگہ بنا دینا - اَنْشَاقٌ السَّهْمِ :
تیر کا دندانہ ٹوٹ گیا اور تیر کے دندانے کی دونوں جانبوں کو شرخا
الفوق کہتے ہیں - اَطْرَةٌ : وہ تندی جو سوفار پر لپیٹی جاتی ہے اور
حَقْوٌ : پر کی جگہ اور تیر کا باریک حصہ - زَافِيرَةٌ : تیر کا موٹا حصہ
مَسْتَنٌ : تیر کا درمیانی حصہ - رُعْظٌ : وہ سوراخ جس میں بھال کی جڑ
داخل کی جاتی ہے - جو تندی^۲ اس سے اوپر ہوتی ہے اسے رِصَافٌ کہتے
ہیں - اس کا مفرد رِصَافَةٌ^۳ ہے - یوں بولتے ہیں : بَرَى الشَّقْوُسَ
وَالسَّهْمَ بَرِيًّا - اس نے قوس اور تیر کو تراشا - اور طَرِيْدَةٌ اس نئے
کو کہتے ہیں جس میں چھری کو رکھ کر اس سے تیر اور تکلی تراشے
جاتے ہیں - قُدَّذٌ : تیر کا پر اور اَقْدَازٌ^۴ : تیر جس پر پسر نہ لگا ہو -

۱ - اَطْرَةٌ : پی کہ بر سوفار پیچند -

۲ - عَقَبَةٌ : وعقب : پی کہ ازاں زہ سازند -

۳ - رِصَافَةٌ : پی کہ بر تیر و کمان پیچند - منجد میں ہے : الرِصَافُ :
العقبُ الذی یُساوِی فَوَقَ الرُّعْظِ -

۴ - اَقْدَازٌ : یہ لفظ اضداد میں سے ہے - جس پر پسر لگا ہو اور جس پر
پسر نہ لگا ہو - دونوں کے لیے بولتے ہیں -

مَرِيْش : پر والا تیر - رَاشِ مَسْهَمَہٗ بِظِيْهَارِ لُؤَامِ اس وقت بولنے
ہیں جب ایک پر کا پیٹ ، اور یہ لمبا پہلو ہوتا ہے - دوسرے پر کی پیٹھ
کے ساتھ - اور یہ چھوٹا پہلو ہوتا ہے - لگا دیا جائے تو دونوں ساتھ جڑ
جاتے ہیں - اور اگر دونوں پروں کے پیٹ ایک دوسرے سے ملیں یا دونوں
کی پشت ایک دوسرے سے ملے تو یہ ریش لَغَاب و لُغَاب ہے - بِشَر
کہتا ہے :

وَأَنَّ الْوَائِلِيَّ أَصَابَ قَلْبِيَّ
بِسَهْمٍ لَمْ يَكُنْ يَكْسَى لُغَابًا

اور یہ کہ وائی نے میرے دل پر ایسا تیر مارا ہے جس پر لُغَاب
پر نہ چڑھائے گئے تھے

[۳ : ۳۵۸] مِعْرَاض : تیر جس پر پَر نہ لگا ہو اور وہ عرض میں
چلے (طول میں نہ چلے) - نِيْكَس : جس کا دندانہ ٹوٹ گیا ہو اور اس کے

۱ - بلوغ الارب میں اسی طرح ہے - مجد بہجہ اثری نے ایک روایت یوں
بیان کی ہے :

فَإِنَّ الْوَائِلِيَّ أَصَابَ قَلْبِيَّ
بِسَهْمٍ رِيْشَ لَمْ يَكْسَى لُغَابًا

مگر مبرد نے کامل میں یہ اشعار یوں دیے ہیں :

تُسَائِلُ عَنِّ أَبْيَيْهَهَا كَلَّ رَكْبٍ
وَلَمْ تَعْلَمِ بِيَّانِ السَّهْمِ صَابًا

(پہلے مصرع کو یوں بھی روایت کیا گیا ہے : تُوْمَلَّ أَنْ أُوْوَبَ
لَهَا بِيْغْنَمٍ) -

وَأَنَّ الْوَائِلِيَّ أَصَابَ قَلْبِيَّ

بِسَهْمٍ لَمْ يَكُنْ نِيْكَسًا لُغَابًا

(النِيْكَس : السهم الذي إنكسر فوقه)

فَرُجِيَّ الْخَيْرِ وَالتَّظِيرِيَّ أَيَّابِي

إِذَا مَا الْقَارِظُ الْعَنْزِيَّ آبَا

نچلے حصے کو اوپر کر دیا گیا ہو۔ ایسا تیر کمزور ہی رہتا ہے اور اس کے ساتھ کمینے لوگوں کو تشبیہ دی جاتی ہے۔ مَحْشُوْر اور حَشْرُ : جس کے پر باریک ہوں۔ نَبْهْلُ قِرَانٌ و صَيْغَةٌ : یکساں بنے ہوئے تیر ، مَرِيْطٌ : جس کا پر گر گیا ہو اس کی جمع مِرَاطٌ ہے۔ سَهْمٌ طَائِشٌ : جو نشانے پر نہ لگے اور (سَهْمٌ) مَعْظُوعَةٌ : تیر جو لرزتا ہوا جائے۔ زَالِجٌ : جو سطح زمین پر سے گزرے۔ اور صَارِدٌ : جو پار نکل جائے۔ اور حَابِضٌ : وہ تیر جس کا سوفار تندی سے نکل جائے اور وہ تیر انداز کے سامنے گرے۔ دَابِرٌ : وہ تیر جو ہدف کے پیچھے جا کر پڑے۔ (سَهْمٌ) صَائِفٌ : جو ہدف سے ایک طرف کو ہٹ جائے۔ طَالِيعٌ : جو ہدف سے بہت آگے نکل جائے۔ قاصر جو ہدف تک پہنچے ہی نہیں۔ شاعر کہتا ہے :

فَمَا بُقِيَا عَلَيَّ تَرَ كُتْمَانِي
وَلَكِن خِيفْتُمَا صَرَدَ النَّيْبَالِ

تم نے مجھ سے (جنگ کرنا) مجھ پر رحم کھانے کی وجہ سے نہیں چھوڑا بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) تم کو میرے ان تیروں کا ڈر تھا جو پار نکل جانے والے تھے

خَاسِقٌ ، خَازِقٌ اور مُقَرَّطِسٌ تینوں نلم اس تیر کے لیے ہیں جو نشانے پر لگے۔ نشانے کو قِرَطِاسٌ کہتے ہیں۔ محاورے میں بولتے ہیں : رَمَى فِقْرَاطِسًا : جب تیر نشانے پر لگے۔ اَهْزَعٌ : وہ تیر جو ترکش میں رہ جاتا ہے۔ تیر کے لوہے کے حصے کو نَصْبَلُ السَّهْمِ کہتے ہیں۔ اور تیر کی بھال کا عِيْرٌ ہوتا ہے۔ ایک چھوٹی سی دیوار کی

۱ - عَظْمَةُ السَّهْمِ : ارتعش فی مضيته و اعوجج -

۲ - منجد میں ہے : الاھزع : آخر سهم فی الكنانة ردئياً كان او جيئداً -

۳ - لین میں ہے : The prominence or ridge in the middle of the iron-head or blade of an arrow.

طرح - جو اس کا درمیانی حصہ ہے ، صحاح میں ہے : عَيَّشِرَ النَّصْلُ : تیر کے بھال کا عیشر اس حصے کو کہتے ہیں جو درمیان میں سے ابھرا ہوا ہوتا ہے -

ظُبَيْتُهُ ، حَدُّهُ ، شَفْرَتَاهُ ، غَيْرَارُهُ ، حَدَّاهُ اور الْكُلَيْتَانُ : تیر کے دائیں اور بائیں طرف کی دھاریں - قُطْبَيْتَةُ : وہ تیر جو نشانے پر لگے - اسے قَيْتْرَةٌ اور سَرْوَةٌ بھی کہتے ہیں - جس بھال کی چوڑائی نہ ہو اسے نَصْلٌ مُدْمَلِكٌ کہتے ہیں - قَيْطَعٌ : وہ بھال جو چھوٹی اور چھٹی ہو - اور جس میں تیروں کو محفوظ رکھا جاتا ہے اسے جَعْبَيْتَةٌ وَفِضَّةٌ اور كَيْنَانَةٌ کہتے ہیں (یعنی ترکش) - قَرْنٌ اور جَفِيرٌ اس ترکش کو کہتے ہیں جو ایک طرف سے شق کیا گیا ہو - یہ اس لیے کیا جاتا ہے کہ تیروں کو ہوا لگنی رہے اور وہ اس کے پروں کو نہ کھا جائیں - اور اللہ توفیق کا مالک ہے -

اور ان کے علوم میں سے ایک

بارش کے اترنے کا علم

ہے - یہ ایسا علم ہے جس کے ذریعے اس بات سے بحث کی جاتی ہے کہ ہواؤں ، بادلوں اور بجلی کے مختلف احوال کی روشنی میں کس طرح بارش کے نازل ہونے پر استدلال کیا جائے - عربوں کو اس علم کے ساتھ بیشتر خصوصیت حاصل تھی - اس لیے کہ انہیں بارش کی سب سے زیادہ ضرورت ہوتی تھی - بارش ہی تو ان کی زیست کا سرچشمہ تھی - مثلاً پانی پلانا اور جانور چرانا ، (اسی کے باعث تھا) - انہیں یہ علم بہت سے تجربوں کے بعد حاصل ہوا تھا - اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ لوگ بادلوں اور بارشوں کے احوال کے ضمن میں گرداں رہتے تھے - ہم نے انواء کے متعلق عربوں کے علامات سے بحث کرتے ہوئے عربوں کا کچھ کلام ذکر کر دیا ہے جس سے ہمارا مقصود واضح اور ثابت ہو جاتا ہے - اس سلسلے [۳۵۹ : ۳] میں ان کا منظوم اور منثور کلام بہت زیادہ ہے جس کا ہم

نے ذکر نہیں کیا ۔

ابو الفرج اصفہانی کی کتاب الاغانی میں اپنی سند سے بیان کیا ہے ، وہ کہتا ہے : ایک نابینا بدوی بکریاں چرانے کو نکلا اس کے ساتھ اس کی ایک چچا زاد بہن بھی تھی ۔ بوڑھے نے کہا : مجھے تو قریب سے باد نسیم کی بو آ رہی ہے ۔ ذرا سر اٹھا کر تو دیکھنا ۔ بہن نے کہا : میں یوں دیکھ رہی ہوں جیسے یہ کوئی دہلی بکریوں کا ریور ہو ۔ بوڑھے نے کہا : چرائے جا اور محتاط رہ ۔ پھر ایک گھڑی کے بعد نابینا نے بہن سے کہا : میں یوں محسوس کر رہا ہوں کہ باد نسیم قریب آ گئی ہے ۔ ذرا سر اٹھا کر تو دیکھنا ، بہن نے کہا : میں (ان بادلوں کو) دیکھ رہی ہوں جیسے سیاد خچریں اپنے جھول کھینچ رہی ہوں ۔ بوڑھے نے کہا : چرائے جا اور محتاط رہ ۔ تھوڑی دیر تک وہ چپ رہا اور پھر کہا : میں محسوس کر رہا ہوں کہ باد نسیم قریب آ گئی ہے ، ذرا دیکھنا تو ۔ بہن نے کہا : میں دیکھ رہی ہوں کہ جیسے یہ سرخی مائل مٹیالے رنگ کے گدھے کا پیٹ ہو ۔ بوڑھے نے کہا : چرائے جا اور محتاط رہ ۔ پھر تھوڑی دیر ٹھہرنے کے بعد کہا : میں باد نسیم محسوس کر رہا ہوں ، تو کیا دیکھ رہی ہے ؟ اس نے کہا : میں تو انہیں ایسا دیکھ رہی ہوں جیسا کہ شاعر نے کہا ہے :

دَانٍ مُّسِيفٍ فُؤَيْقَ الْأَرْضِ هَيْدَبُهُ
يَكَادُ يَدْفَعُهُ مَنِّ قَامَ بِبِالرَّاحِ

(یہ بادل) قریب ہے زمین کے قریب ہے اور جو بادل لٹک رہا ہے وہ زمین سے تھوڑا اونچا ہے ۔ چنانچہ ایک کھڑا آدمی اسے ہتھیلی سے دھکیل سکتا ہے ۔

كَأَنَّ مَنَا بَيْنَ أَعْلَاهُ وَاسْتَفْلِهِ
رَيْطٌ مُّشْرِةٌ أَوْ ضَوْءٌ مِّصْبَاحِ

یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بالائی اور زیرین حصے کے درمیان ایک چادر پھیلائی ہوئی ہے یا چراغ کی روشنی ہے

فَمَنْ بِمَجْفَلِهِ كَمَنْ بِبِخَبْوَتِهِ
وَالْمُسْتَيْكِنُ كَمَنْ يَمْشِي بِقِرْوَانِ

چنانچہ جو اس کے پانی کے بیشتر حصے کے بہنے کی جگہ پر ہیں اور وہ جو اس سے بچے ہوئے ہیں سب برابر ہیں اور جو کہیں چھپا ہوا ہے وہ بھی اس شخص کی طرح ہے جو (کھلی) فضا میں ہو (یعنی بارش اس زور کی ہے کہ کہیں پناہ نہیں مل سکتی)

اس پر بوڑھے نے کہا : بھاگو ! تمہارا باپ^۲ نہ رہے۔ ابھی اس نے بات پوری نہ کہی تھی کہ زور کی بارش آ گئی۔ اس کے بعد ابو الفرج نے ان الفاظ کی شرح کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے : الاصحح : سفید جس میں سرخی بھی ہو۔ اور فمن بمجفله^۳ کمن بنجوتہ کے معنی ہیں : جو اس بارش کے جمع ہونے کی جگہ پر ہیں یعنی اس مقام پر ہیں جہاں پر زور کا پانی بہ رہا ہے اس شخص کے برابر ہے جو اس سے ہٹ کر ہو اور اس کا

۱ - یہ عبید بن الابرص کے اشعار ہیں۔ ملاحظہ ہو مختارات ابن الشجری :

۱.۱ اور دیوان عبید بن الابرص : ۷۶ -

۲ - لا ابالك : نووی (شرح مسلم : ۲ : ۱۰۴) کہتے ہیں : لا ابالك یہ

کہا عرب کسی بات پر اکسانے کے لیے بولتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کسی کا باپ موجود ہو اور کوئی غم اس شخص کو لاحق ہو جائے یا وہ کسی سختی میں مبتلا ہو جائے تو اس کا باپ اس کی مدد کرے کسی قدر تکلیف کو دور کر دیتا ہے۔ لہذا اسے اس قدر کوشش کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی جس قدر کہ اسے اس وقت کرنی پڑتی ہے جب وہ اکیلا ہو اور مددگار باپ نہ ہو۔ لہذا جب لا ابالك کہا جائے گا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تو اس کام کے لیے اس طرح کوشش اور تیاری کر جس طرح وہ شخص کرتا ہے جس کا کوئی معاون نہ ہو۔

۳ - مجفل ماخوذ ہے از حَفَلِ الماء : اجمع بكثره - لہذا مجفل سے

مراد وہ جگہ ہے جہاں بہت سا پانی جمع ہو گیا ہو۔

سبب بارش کی کثرت ہے ۔ القرواح : کھلی فضا ۔

جو شخص کتاب الاغانی کا بغور مطالعہ کرے گا اسے اس قسم کی بہت سی مثالیں مل جائیں گی اور چونکہ ہوائیں اور ان کے اوصاف ، بادل اور ان کی قسمیں ، گرج اور بجلی منجملہ ان چیزوں کے ہیں جن سے اس علم پر دلالت کی جاتی ہے اور جن کے ذریعے بارش کے نازل ہونے کی معرفت انہیں حاصل ہوتی ہے لہذا ضروری ہے کہ ہم کسی قدر ان چیزوں کا ذکر کر دیں جو ان امور کے متعلق عربوں کے بارے میں ہمارے پاس معتبر راویوں کے توسط سے آئی ہیں ۔

ہوائیں اور ان کے اوصاف

[۳ : ۳۶۰] ہوائیں دراصل چار ہیں : شَمَال ، جَنُوب ، صَبَا اور دَبُور ۔ عربوں کے اشعار سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے ۔ چنانچہ باد شَمَال کے چلنے کا راستہ موسم گرما میں بنات نعش کی کرسی سے لے کر سورج کے غروب ہونے کی جگہ تک ہے ۔ عرب اس ہوا کو اس لیے ناپسند کرتے تھے کہ یہ ٹھنڈی ہوتی ہے اور ان کے خیال کے مطابق یہ بادلوں ، بارش اور سرسبزی کو اڑا لے جاتی ہے ۔ یہی عربوں کے نزدیک شامی ہوا ہے ۔ جب یہ ہوا چلا کرتی تو عرب مال خرچ کرنے اور سخاوت کرنے پر فخر کیا کرتے تھے ۔

جَنُوب : اس کے چلنے کا راستہ موسم سرما میں سہیل کے طلوع ہونے کی جگہ سے لے کر سورج کے طلوع ہونے کی جگہ تک ہے ۔

صبا : اس کے چلنے کا راستہ سورج کے طلوع ہونے کی جگہ سے عَشُوق کے طلوع ہونے کی جگہ تک ہے ۔ عَشُوق ایک چمکدار سرخ ستارہ ہے جو ثریا کے مطلع کے شمال میں تین تیزوں کے برابر یا زیادہ ہوتا ہے جیسا کہ دیکھنے والا دیکھ سکے اسے رقیب الثریا کہتے ہیں ۔ عرب بمقابلہ دیگر ہواؤں کے باد صبا کو اس کے رقیق ہونے کی وجہ سے پسند کیا کرتے تھے ۔ اس لیے بھی کہ یہ بادل اور بارش لاتی ہے ۔ اس میں

سیرابی اور فارغ البالی ہوتی ہے - یہی عربوں کے یہاں یمانی ہوا کہلاتی ہے - کہا جاتا ہے کہ اسے صبا اس لیے کہا گیا کہ اس کی نسیم اور روح کی عمدگی کی وجہ سے اس کی طرف نفس مائل ہوتا ہے اور صبوہ کے معنی میلان کے ہیں - جب کوئی شخص کسی چیز کی طرف مائل ہو تو صَبَابًا اِلَیْہَا بولتے ہیں - حدیث میں ہے : اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کے ساتھ باد صبا بھیجی ہے -

رہی باد دبور تو اس کے چلنے کا راستہ سورج غروب ہونے کی جگہ سے مشرق کے طلوع ہونے کی جگہ تک ہے -

ان چاروں ہواؤں میں سے ہر ایک کے درمیان نکتبہء ہے - اس کا یہ نام اس لیے پڑا کہ یہ ہواؤں کے معروف راستہ سے ہٹ گئی ہوئی ہے -

ان ہواؤں میں سے ہر ایک کی صفات اور خواص ہیں جنہیں عربوں کے تجربہ کار افراد جانتے ہیں - ان کی تفصیل انواء کی کتابوں میں موجود ہے - شیخ ابو عبد اللہ اسکافی کتاب العبادی میں ہواؤں سے بحث کرتے ہوئے کہتا ہے : شمال مَصْلُیٰہِ کی دائیں جانب ہے - جنوب اس کے بالمقابل ہے - صبا مَصْلُیٰہِ کے پیچھے کی جانب ہے اور دبور سامنے - شاید یہ (بیان) بعض (مخصوص) علاقوں کے اعتبار سے ہو ورنہ اصل وہی ہے جس کا ہم نے پہلے ذکر کر دیا ہے - اس کے بعد اسکافی کہتا ہے : اور ہر وہ ہوا جو ان چاروں ہواؤں کے چلنے کے راستے سے ہٹ جائے وہ نکتبہء ہے - نَسَمَتِ الرِّیْحِ تَنْسِیْمٌ نَسِیْمًا وَنَسَمَانًا جب ہوا آہستہ اور ایک طرز پر درختوں کے ہلانے بغیر اور نشانات کو مٹانے بغیر چلتی رہے - بادِ شَمَالِ کو جِیْرُ بَیْئَاہِ ، مَسْحُوۃٌ ، نَسِیْعٌ ، مَسِیْعٌ بھی کہا جاتا ہے - اور صِحْحَاحِ میں ہے : جِیْرُ بَیْئَاہِ - بَرُوْزِ فِیْعِیْآہِ - کَسْرَہِ اور مدِّ کے ساتھ - وہ نکتبہء ہوا جو شمال اور دبور کے درمیان چلتی ہے اور یہ ہوا بادل کو اڑا دیتی ہے -

ابن احمر کہتا ہے :

بِيَهَجَلٍ مِّنْ قَسَا ذَفِيرِ الْخُزَامِي
تَهَادَى الْجِرَّ بِيَاءُ بِيهِ الشَّحْنِيئَاتُ

[۳ : ۳۶۱] قسا کی پست زمین میں خُزَامِي بوٹی کی خوشبو کو
”جر بیاء“ بڑے شوق سے ادھر ادھر لے جا رہی ہے

اور باد جنوب کو نَعَامِي ، خَزْرَج ، أَرْيَابُ ، او هَيْفُ کہتے
ہیں ۔ باد صبا کو قَبُولُ ، إِيْرُ ، هَيْسُرُ ، أَيْرُ اور هَيْسِرُ کہتے ہیں ۔
دبور کو سَحْوَةٌ کہتے ہیں ۔ ہواؤں کے اوصاف میں سے یہ ہیں :
الدَّيْشَانَةُ : جو باد نسیم کی طرح نرم ہو ، ذَارِيَاتُ اور مُعْصِرَاتُ
بارش لاتی ہیں ۔ بعض کہتے ہیں : جو آسمان پر چکر لگاتی ہوئی اٹھ کر جائیں
لَتَوَاقِحُ ، بَتَوَارِحُ ، رُخَاءُ اور جَفُولُ : تیز رفتار ۔ الْجَافِلَةُ ،
المُجْفِلُ ، النَّائِجَةُ ، هَوُجُ ، سَوَافِي ، حَزُوقُ ، نُوُوجُ اور المَتَذَابَةُ
جو ادھر ادھر سے آئیں ۔ او مُسْتَفْسِفَةٌ : جو سطح زمین پر چلے ۔
دَرُوجُ : وہ ہوا جس کا دامن یوں دکھائی دے جس طرح ریت میں رسی
کا دامن دکھائی دیتا ہے ۔ خَجُوجُ ، سَيِّهُوجُ ، سَهُوجُ ، سَهُوكُ ،
هَفْهَافَةٌ ، هَبْوَةٌ ، مُدْعَدِّعَةٌ ، هَدُوجُ ، هَجُومُ ، عَاتِيَّةُ ،
عَاصِفَةٌ ، مُعْصِفَةٌ اور قَاصِفَةٌ : جو ہر چیز کو توڑ دیں ۔ زَعَازِعُ ،
إِعْصَارُ ، حَنَّونُ ، زَفْزَافَةٌ ، رَوَامِسُ اور نَافِجِيَّةُ : ہر وہ ہوا جو
شروع سے ہی تیز چلے ۔ (ٹھنڈی ہوائیں) ۔ الْحَرُّ جَفُ ، الصَّرْصَرُ ،
العَرِّيَّةُ ، اور خَازِمُ ، بَلَيْثَلُ : وہ ہوا جو سرد ہو اور اس میں نمی بھی
ہو ، اور شَفْتَانُ ، هَلَّابُ ، (ٹھنڈی ہوا جس کے ساتھ بارش ہو) ۔

۱ - عمرو بن احمر بن العمرّ د الباہلی جاہلی اور اسلامی شاعر ہے ۔ یہ
اسلام لے آیا تھا ان اشعار کے لیے ملاحظہ ہو البیان و التبيين : ۳ :
۲۲۳ ، اور وہ مواضع جن کا وہاں ذکر کیا گیا ہے ۔ ابن احمر نے
حضرت عثمان کے عہد میں وفات پائی ۔

النَّضِيضَةُ : وہ ہوا جس میں سے پانی ٹپک رہا ہو اور پھر وہ بہے -
(گرم ہوائیں) - السُّهَامُ ، الهَيْثُ ، البَارِحُ ، اور سَمُومٌ دن کے وقت
چلتی ہے اور کبھی کبھی رات کے وقت بھی چلتی ہے - حَرُّور رات کو
چلتی ہے اور کبھی دن کو بھی چلتی ہے اور مَعْمَعَان -

بادل اور ان کی قسمیں

ثعالبی نے اپنی کتاب لباب الآداب کی قسم اول میں بادلوں کی
کچھ قسمیں اور نام تحریر کیے ہیں ، اسی طرح شیخ ابو اسحاق طرابلسی
نے الکفایہ میں اور اسکافی نے المبادیٰ میں اور دیگر ائمہ لغت نے بھی
(اپنی اپنی تحریروں میں) ذکر کیا ہے -
چنانچہ بادلوں میں سے ایک ”عَمَاء“ ہے اور یہ پتلا بادل ہے -
اسی طرح الطخاء اور الطهاء ہیں -

الصُّبْرُ (بکر الصادو ضمہا) - حَبَبِيٌّ : وہ بادل جو آسمان پر پورا
چھا جانے سے پہلے یوں ظاہر ہو جیسا ایک پہاڑ -
امرؤ القیس کہتا ہے :

أَصْحَابِ تَرَى بَرَقًا أُرِيكَ وَتَبِيضَتَهُ
كَتَلْمَعِ الْيَدَايْنِ فِي حَبَبِيٍّ مُكَلَّلِ

[۳۶۲ : ۳] اے دوست ! کیا تجھے بجلی دکھائی دیتی ہے ؟
میں تجھے تو بر تو اور آسمان پر چھائے ہوئے بادل میں اس کی
چمک ایسے دکھاؤں جس طرح دونوں ہاتھوں سے اشارہ کیا
جاتا ہے

حَبَبًا - مِثْلُ عَصَا - کے بھی یہی معنی ہیں - کہا جاتا ہے کہ
اس کا یہ نام اس کا زمین کے نزدیک ہونے کی وجہ سے رکھا گیا اور
”النِّشَاصُ“ وہ بادل جس کے بعض حصے ایک دوسرے سے اونچے

۱ - حَبَبًا يَجِبُّو حَبَبًا : دَنَا -

ہوں - المُكشَفَهَر : گھنا اور تہ بر تہ بادل ، یہی معنی الكِنْتَهْوَر کے ہیں - اور الجَهَام : بادل جو اپنا پانی بہا چکا ہو - اور الهِف : جس میں قطعاً پانی نہ ہو - اسی طرح زَبْرَج ہے - اور الصُّرَاد : ٹھنڈا اور نمی والا بادل مگر اس میں پانی نہیں ہوتا اور الغَمَامُ اور المُزَن : سفید بادل ، اور التَّرْبَابُ : سفید اور سیاہ بادل - اور الكَفَايَةُ میں ہے رباب : وہ بادل جو دوسرے بادل کے نیچے لٹک رہا ہو اور السَّيِّقُ : بادل جسے ہوا نے دھکیل دیا ہو - اور الخَلَقُ : بادل جس سے بارش کی امید ہو اور النَّجَاءُ : بادل جو تیزی سے جا رہا ہو - اور الهَيْشِدَابُ : بادل کا وہ حصہ جو اس طرح لٹک رہا ہو جس طرح کھل کے روئیں ہوتے ہیں اور جُلْبُ : پتلا بادل جس میں پانی نہ ہو - تَأَبَّطُ شَرًّا کہتا ہے :

وَلَسْتُ بِجُلْبٍ جُلْبٍ رِيْحٍ وَقَرَّةٍ
وَلَا بِصَفَا صَلْدٍ عَنِ الْخَيْرِ مَعْزَلٍ

تو اس بادل کی طرح (بے فیض نہیں ہے) جس میں پانی نہ ہو اور اس میں ہوا اور سردی ہو اور نہ ہی تو ٹھوس پتھر ہے جو ہر بھلائی سے یکسو رہتا ہو

بعض لوگ کہتے ہیں : جُلْبُ وہ بادل ہے جو پہاڑ کی طرح سامنے آنے مگر اس میں پانی نہ ہو - الدَّجْنُ : وہ بادل جو زمین کے اوپر گر رہا ہو - ابو زید کہتا ہے : الدَّجْنَةُ : وہ بادل جو سارے آسمان پر چھایا ہوا ہو - التَّرِيَّانُ : وہ تاریک بادل جس میں بارش نہ ہو - يَتَوْمُ دَجْنٌ اور يَتَوْمُ دُجْنَةٌ بولتے ہیں - اسی طرح رات کے لیے بھی دونوں طرح بولا جاتا ہے یعنی صفت بنا کر اور اضافت کے ساتھ - وہ کہتا ہے : الدَّجْنَةُ : بارش برسانے والا اور آسمان پر چھایا ہوا بادل - اسی طرح الدِّيمَةُ ہے - وہ کہتا ہے : دَجْنٌ : کثیر بارش - اور ۲ سَجَابَةُ

۲ - وَالدَّجْنَةُ وَالْمُدَّجْنَةُ مِنَ السَّحَابِ : الكَثِيرِ الْمَطْرِ -

دَاجِنَةٌ وَّمُدَّجِنَةٌ : (بہت بارش برسانے والا بادل) اور اَدَّجِنَتْ
السَّمَاءُ : دیر تک بارش کا رہنا ۔

لبید کہتا ہے :

مِنْ كُلِّ سَارِيَةٍ وَغَادٍ مُدَّجِينٍ
وَ هَشِيَّةٍ مُتَجَاوِبٍ اِرْزَامُهَا

یہ سب یا شام کے وقت بارش برسانے والے یا صبح کے وقت
کثرت سے برسنے والے تھے اور رات تھی جس کی آواز ایک دوسرے
کو جواب دے رہی تھی

مُرْزَمٌ : بادل جس کے ساتھ گرج کی آواز ہو ۔ اِرْزَامٌ : گرج کی
آواز ۔ اسی طرح هَزِيْمٌ ، مُرْتَجِسٌ اور اَجَشٌ ، بعض لوگ کہتے ہیں :
هَزِيْمٌ الرَّعْدُ : گرج کی آواز ، فعل یوں آتا ہے تَهَزَمَ الرَّعْدُ
تَهَزَمًا اور غَيِثٌ هَزِيمٌ : ایسی بارش کہ رکنے میں نہ آئے ۔

بزیادہ بن مفرغ کہتا ہے :

سَقَى هَزِيمٌ الْاِرْعَادِ مُنْجَبِسٌ الْعُرَى
مَنْزَلَهَا مِنْ مَسْرُقَانٍ فَسُرْقًا

[۳۶۳ : ۳] خدا اس محبوبہ کے گھروں کو جو مَسْرُقَان سے
سُرْقًا تک ہیں زور سے گرجنے والے اور زور سے برسنے والے بادلوں
سے سیراب کرے

القاسم : وہ بادل جس کی گرج کی آواز سخت ہو ، اور بَارِقٌ :
بادل جس کے ساتھ بجلی بھی ہو ۔ اور قَلْعَةٌ : بادل کا عظیم ٹکڑا اس کی
جمع قَلْعٌ ہے ۔

ابن احمر کہتا ہے :

تَفْتَقَا ۱ فَوَقَّهٗ الْقَلْعُ السَّوَارِي ۲
وَجُنَّ ۱ الْخَازِبَازُ بِهِ جُنُونًا

اس زمین کے اوپر رات کو برسنے والے بادلوں کے عظیم ٹکڑے
پانی برساتے رہے اور مکھی یہاں بڑے سرور کے عالم میں
مترنم رہی

القَزَعُ : بادل کے پتلے ٹکڑے ، قَزَعَةٌ مفرد - ذوالرشمہ ایک
ریگستانی چشمے کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے :

تَرَى عَصَبَ الْقَطَا هَمَلًا عَدَيْهًا
كَأَنَّ رِعَالَهُ قَزَعُ الْجَهَامِ

تو دیکھے گا کہ بھٹ تیتروں کے جھنڈ کے جھنڈ وہاں کھلے آزادی
سے پھر رہے ہیں یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان کی جماعتیں اس بادل کے
ٹکڑے ہیں جس نے اپنا پانی بہا دیا ہو

اور حدیث میں ہے كَأَنَّهٖمُ قَزَعُ الْخَرِيفِ : گویا وہ موسم
خریف کے بادل کے ٹکڑے ہیں - ضَبَابَةٌ : بادل جو زمین پر دھوئیں کی
طرح چھا جاتا ہے (کُہر) اس کی جمع ضَبَابٌ ہے -

گرج اور بجلی

جن چیزوں سے عرب بارش کے اترنے کا پتہ لگا لیتے ہیں ان میں سے
گرج اور بجلی بھی ہے - کیونکہ جب گرج کی آواز زور کی نہ ہو تو اس
سے عرب یہ سمجھتے کہ بارش ابھی دور ہے - جب ”تَهَزَّم“ بہت
سخت زور سے گرجے تو اس سے سمجھ لیتے کہ بارش قریب ہے - اور

۱ - جُنَّ الذُّبَابُ : كَثُرَ صَوْتُهُ ، يقال جُنَّ الذُّبَابُ بِالرَّوْضِ :
اذا تَرَنَّمَ سروراً به اور خازیباز : ایک قسم کی مکھی - ابن احمر
بابلی کا ایک شعر صفحہ ۳۶۱ پر ابھی گزرا ہے یہ شعر اسی قصیدہ
کا ہے جس کا وہ شعر ہے -

قَعْقَعَةٌ : لگاتار سخت زور کی آواز سے گرجنا ۔ بارش کی حالت کے لیے گرج ایک اور بات پر بھی دلالت کرتی ہے ۔ رَجَسَان : اس کی ثقیل آواز کو کہتے ہیں لہذا جب بادل (رَجَس) بھاری آواز نکالے تو وہ سمجھ جاتے کہ زور کی بارش ہوگی ۔ اور جب أَصْعَقَ یعنی صاعقہ پھینکے اور صاعقہ وہ آگ ہے جو سخت گرج میں گرتی ہے ۔ اور جب أَرْزٌ و رَزٌّ یعنی دور سے گرج کی آواز آئے ۔

راجز کہتا ہے :

جَارَتَنَا مِينَ^ وَائِيلِ^ أَلَا اسْلِمِي^
أَلَا اسْلِمِي^ أُسْقِيَتْ صَوْبَ الْيَدْيَمِ

اے ہماری قبیلہ وائل کی پڑوسن سلامت رہو ، سلامت رہو خدا تمہیں مسلسل برسنے والی بارش سے میراب کرے

صَوْبَ رَبِيعٍ بِنَا كِرٍ لَمِ^ يَنْتَمِ^
يَرْزُ رَزًّا مِينَ^ وَرَاءَ الْاَلَا كَمِ^

یہ موسم ربیع کی جلدی سے آنے والی بارش ہو جو تمہے نہیں اور ٹیلوں کے پیچھے سے گڑ گڑاٹ پیدا کر رہی ہو

رَزٌّ الشَّرْوَايَا^ بِالْمَزَادِ الْمُعْصَمِ

۱ - از نام الريح : سکنت ۔

۲ - مجد بہجتہ اثری نے تینوں شعروں کی یوں تشریح کی ہے : يقول :
يا أيتها المرأة المجاورة لنا من هذه القبيلة كوني في سلامة و سقاك
الله تعالیٰ ، حیث حملت الحیا حتی تجنی ابلک و یسمن مالک ،
مطراً لا ینقطع و لا یغفل عن سقی مملک بصوت من وراء الجبال
الصغار لشدة و طئه كصوت الروایا المملوءة ماءً اذا اضطرب الماء
فیها فسمعت له طبطبة كطبطة السیل ، بہجتہ اثری نے یہاں
”روایا“ کے معنی پانی کے بھرے ہوئے مشکیزے کیے ہیں حالانکہ
یہاں روایا کے معنی ان اونٹوں کے ہیں جن پر پانی لے جاتے ہیں ۔

[۳ : ۳۶۴] جس طرح پانی لے جانے والے اونٹ اس مشکیزے سے گڑ گڑاھٹ پیدا کرتے ہیں جس کے منہ پر تسمہ بندھا ہوا ہو

اب لیجئے برق کو ، ایک قسم کی بجلی کو مُسْتَطِیر کہتے ہیں یعنی جو ادھر ادھر بکھری ہوئی ہو ۔ ایک سلسلہ ہے : وہ بجلی جو دن کے وقت ہو اور باریک ہو ۔ اسی میں سے وَءِیْضُ ہے : کمزور بجلی ، اور اس میں سے خَسَافِیْق ہے : بیقرار ، اور خَفْشُو وہ بجلی جو دیکھنے میں بہت ہی منخفی ہو ۔ اس میں سے ایک الْمُتَكَلِّح ہے جو مسلسل اور پے در پے چمکے ، اور اس میں سے رَامِح اور مَاصِع ہے ۔ یہ تیز اور خفیف ہوتی ہے ، اس میں سے خُلَّب ہے : جس میں بارش نہ ہو گویا یہ دیکھنے والے کو دھوکا دے رہی ہے اور اس میں سے ایک الْبَرَقُ الْمُنْتَعِقِیْق ہے ، اور اِنْعِقَاق کے معنی بجلی کے پھٹنے کے ہیں اور یہی معنی تَبْوِج کے ہیں ۔

مخایل العرب فی الانواء کے باب میں ہم حدیث اور عربوں کے بہت سے منشور کلام کا ذکر کر چکے ہیں کہ عرب اس کو بارش اور بارش کے برسے پر کس طرح دلیل جانتے تھے ۔ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے یہ تھوڑا سا مختصر سا بیان ہے جو ہم نے ائمہ کے کلام سے تلخیص کر کے اپنے مقصد کی وضاحت کے لیے پیش کر دیا ہے ۔ جو شخص تفصیل معلوم کرنا چاہے اسے کتب لغت و ادب کی مفصل کتابوں کی طرف رجوع کرنا چاہیے ۔

عربوں کو جہاز رانی کے متعلق کس قدر

معلومات حاصل تھیں

یاد رکھیں کہ عربوں میں سے ایسے لوگ بھی تھے جو ان کے جزیرۃ العرب میں بحر قلزم کے ساحل پر آباد تھے ، پھر جنوب کی طرف سے ساحل بحر ہند پر آباد تھے جس سے بحر قلزم ملا ہوا ہے ۔ مشرق کی جانب خلیج فارس پر بھی آباد تھے جو بحر ہند سے نکل کر شمال کی طرف

بحرین کے علاقہ تک چلی گئی ہے - سواحل پر بہت سے ملک آباد ہیں - مثلاً یمن ، حجاز ، عمان ، بحرین وغیرہ جن کی تفصیل لمبی ہے ان اطراف اور ملکوں کے رہنے والے سبھی عرب تھے - ان کی ہند ، حبشہ ، روم اور دیگر ممالک میں تجارتی منڈیاں تھیں - لہذا یہ ان لوگوں میں سے تھے جنہیں سمندر کے سفر اور اس کے سفر کی تکالیف برداشت کرنے کی ضرورت رہتی تھی - نیز ان امور کو کام میں لانے کی ضرورت رہتی جو سمندر کے سفر میں مدد دے سکیں اسی کا نام علم جہاز رانی ہے -

جس سے مؤلفین نے لمبی بحثیں کی ہیں ، قرآن حکیم کی متعدد آیتوں سے پتہ چلتا ہے کہ عرب سمندر کا سفر کیا کرتے تھے اور جہاز انہیں لے جایا کرتے تھے - جب سخت تاریکی چھا جاتی تو وہ سفر بحر میں آسمان کے ستاروں میں سے ان [۳ : ۳۶۵] ستاروں کے ذریعے راستہ معلوم کر لیتے تھے جن کا انہیں علم تھا - اسی طرح احادیث کے اندر بھی ایسا ذکر موجود ہے جس سے یہی آگاہی حاصل ہوتی ہے - ان کے اشعار میں بھی ایسا ذکر پایا جاتا ہے جس سے اس امر پر روشنی پڑتی ہے -

عمرو بن کثوم التغلبی اپنے معلقہ میں کہتا ہے :

مَلَأْنَا الْبَرَّ حَتَّى ضَاقَ عَنَّا
وَمَاءُ الْبَحْرِ نَمَلًا، سَفِينًا

ہم نے خشکی کو بھر دیا ہے یہاں تک کہ یہ ہماری وجہ سے تنگ ہو گئی اب ہم سمندر کو کشتیوں سے بھر رہے ہیں

إِذَا بَلَغَ الْفِطَامَ لَنَا مَبِيٌّ
تَحِيْرٌ لَهُ الْجَبَابِرُ مَاجِدِيْنَا

جب ہمارا کوئی بچہ دودھ چھڑانے کی عمر کو پہنچتا ہے تو بڑے بڑے جابر بھی اس کے سامنے سجدے میں گر جاتے ہیں

وہ کہہ رہا ہے : ہم تمام روئے زمین پر خواہ خشکی ہو خواہ سمندر چھائے ہوئے ہیں چنانچہ خشکی میں ہمارے گھر نہیں سما سکتے اور سمندر

میں ہماری کشتیاں نہیں سما سکتیں۔ اور جب ہمارا بچہ دودھ چھڑانے کے وقت کو پہنچتا ہے تو ہمارے علاوہ جو دیگر جابر لوگ ہوتے ہیں اس کے سامنے سجدہ کرتے ہیں۔

طرفہ بن العبد البکری کہتا ہے :

كَأَنَّ حُدُوجَ الْمَالِكِيَّةِ غُدُوَّةٌ
خَلَايَا سَفِينٍ بِالنَّاصِفِ مِّنْ دَدِ

صبح کے وقت قبیلہ مالک کے ہودے یوں معلوم ہو رہے تھے جیسے وادی دد کے کھلے میدان میں بڑی بڑی کشتیاں آ گئی ہوں

عَدَوَلِيَّةٌ أَوْ مِّنْ سَفِينِ ابْنِ يَامِنٍ
يَسْجُورٌ بِهَذَا الْمَلَّاحِ طَوْرًا وَيَهْتَدِي

یہ عدولی کشتیاں ہیں یا ابن یا من کی بنائی ہوئی ہیں جنہیں لے کر ملاح کبھی راستہ سے ہٹ جاتا ہے اور کبھی سیدھے راستہ پر چلتا ہے

يَشْتَقُ حُبَابَ الْمَاءِ حَيْزُومُهُابِيهَا
كَمَا قَسَمَ التَّرْبُ الْمُفَايِلُ بِالشَّيْدِ

ان کا سینہ پانی کی موجوں کو ان سمندروں میں اس طرح چیرتا ہے جس طرح مٹی کے ڈھیروں کے ساتھ کھیلنے والا پھرتی سے مٹی کو ہاتھ سے تقسیم کرتا ہے۔

العَدَوَلِيَّةُ : وہ کشتیاں جو عدوولی کی طرف منسوب ہیں ، عدوولی بحرین کی ایک بستی ہے ، بعض لوگ کہتے ہیں : عدوولی عرب قبائل میں سے ایک قبیلہ ہے۔ عدوولی ملاح کو بھی کہتے ہیں ابن یا من اس بستی کا ایک باشندہ ہے۔ ابو عبیدہ نے (ابن یا من کے بجائے) ابن نبشل روایت کیا ہے اور ابن نبشل وہاں کے باشندوں میں سے ایک اور شخص کا نام ہے۔

سلسلے میں بہت سے اشعار منقول ہیں اور عربوں کی زبان میں بھی ایسے الفاظ پائے جاتے ہیں جن سے ہمارے بیان کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے چنانچہ مَسْرٌ کَسْبٌ ہر اس چیز کا نام جس پر سمندر یا خشکی میں سواری کی جائے اور سَفِينَةٌ اور یہی جَارِيَةٌ بھی ہے۔ سَفِينٌ یَسْفِينُ سے لیا گیا ہے جس کے معنی چھیلنے کے ہیں۔ اس کو یہ نام اس لیے دیا گیا کہ یہ پانی کی سطح کو چیرتی چلی جاتی ہے۔ اس کی جمع سَفَائِنٌ ، سَفُونٌ اور سَفِينٌ ہے۔ کشتی ساز کو سَفَّانٌ کہتے ہیں اور کشتی سازی : سِفَانَةٌ۔ اور دَسَارٌ مفرد ہے دُسْرٌ کا اور یہ رسیاں ہوتی ہیں جن سے کشتی کے تختوں کو باندھا جاتا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ [۳ : ۳۶۶] یہ میخیں ہیں۔ قرآن مجید میں ہے : (وَحَمَانُ مَآئِنَاهُ عَلٰی ذَاتِ الْاُحْوٰحِ وَ دُسْرٍ) ہم نے نوح کو تختوں اور میخوں والی کشتی پر سوار کیا۔ اور دُسْرٌ بھی آتا ہے جس طرح عُسْرٌ اور عُسْرٌ بشر کہتا ہے :

مُعَبَّدَةٌ السَّفَائِنِ ذَاتُ دُسْرٍ
مُضَبَّرَةٌ جَوَابِيهَا رِ دَاحٍ

اس کے تختوں پر تار کول لگا ہوا ہے۔ یہ میخوں والی ہے اس کے اطراف سب اکٹھے کیے ہوئے ہیں اور یہ وسیع ہے

اور مَجْدَافٌ (چپو) جس سے کشتی کو چلایا جاتا ہے ابن درید کہتا ہے: مَجْدَافُ السَّفِينَةِ دَالٌ اور ذال دونوں کے ساتھ فصیح لغتیں ہیں، یہ جَدَافُ الطَّائِرِ يَجْدِفُ جَدُوْفًا سے لیا گیا ہے جس کے معنی ہیں کہ پرندے کے پر کٹے ہوئے ہوں تو پھر جب اڑتا ہے تو یوں معلوم ہوتا ہے جیسے وہ اپنے پروں کو پیچھے کی جانب کر رہا ہے اور قِلَاعٌ - [کسرہ کے ساتھ] - بادبان ، اس کی جمع قِلَاعٌ ہے ، عربوں کا ایک شاعر کہتا ہے :

يَكُوبُ الْخَلِيَّةَ ذَاتَ الْقِلَاعِ
وَ قَدَّ كَادَ جُوجُوهَا يَنْحَطِّمُ

یہ بادبانوں والی بڑی کشتی کو اوندھا گرا دیتا ہے جب کہ اس کا سینہ ٹوٹنے کو ہوتا ہے

جب کشتی بادبانوں والی ہو تو انہیں **سُفُنٌ مُّقْلَعَاتٌ** کہتے ہیں۔ **أَقْلَعَتِ السَّفِينَةُ** : کشتی نے بادبان اٹھا دیے۔ **شِرَاعَةٌ** : لکڑی کے اوپر ایک وسیع چادر سی ہوتی ہے جسے ہوائیں حرکت دیتی ہیں تو کشتی چل پڑتی ہے اس کی جمع **أَشْرَعَةٌ** اور **شُرُوعٌ** آتی ہے **دَقْلٌ** : کشتی کا تیر اور اس کی پہلی جڑ ، **قَلَسٌ** کشتی کا رسا اسے **جَمَلٌ** بھی کہتے ہیں اور یہ ریشوں یا کھجور کے پتوں کی بنی ہوئی موٹی رسی ہوتی ہے۔ یہ کشتی کے رسوں میں سے ایک رس ہے جو **جُوْجُوْ** : سینہ کشتی۔ **كَوْثَلٌ** : کشتی کی دم۔ اور **مُرْدِيٌّ** اور **قَيْقُلَانٌ** اس لکڑی کو کہتے ہیں جس کا سرا زمین میں ہوتا ہے اور کشتی کو اس سے دھکیلا جاتا ہے۔ اُن کا ایک شاعر کہتا ہے :

وَجَارِيَةٌ قَعَدَتْ عَلَيَّ صَلَاةً
أَدَارِيٌّ صَدْرَهَا بِالْقَيْقُلَانِ

میں کشتی کی پشت کے درمیان بیٹھا میں اس کے سینے کو لکڑی کے ساتھ دھکیل رہا تھا

مِرْسَاةٌ : وہ آلہ جس کے ذریعے کشتی کو ٹھہرایا جاتا ہے۔ ایرانی اسے **لنگر** کہتے ہیں۔ یہ ایک لوہا ہوتا ہے جسے پانی میں کشتی کے متصل ہی ڈال دیا جاتا ہے اور کشتی ٹھہر جاتی ہے۔ **مِرْسَاةٌ**۔ [بفتح میم]۔ وہ مقام جہاں کشتی ٹھہرتی ہے۔ **رُبَّانٌ** : [ضمہ کے ساتھ]۔ ملاحوں کا سردار یہی معنی **رُبَّانِيٌّ** کے ہیں اور **نَوْتِيٌّ** : ملاح ، **نَوَاتِيٌّ** جمع ، اور ملاح کو **عُرْكِيٌّ** بھی کہتے ہیں اور ملاح وہ ہے جس کے اختیار میں بادبان ہوتے ہیں ، **مِيْلَاحٌ**۔ کتاب کی طرح۔ وہ ہوا جس سے کشتی چلتی ہے اور **نَوَالٌ** : کشتی کی اجرت ، وغیرہ وغیرہ الفاظ جو غور سے مطالعہ کرنے والوں کو معلوم ہی ہیں۔

اور کشتی کے ناموں میں سے **الْفُلْكَ** ، **الْقَرَّاقُورُ** ، **الْجَارِيَّةُ** اور

[۳ : ۳۶۷] الْخَلِيَّةُ ہیں اور یہ بڑی کشتی کے نام ہیں - چھوٹی کشتی کے یہ نام ہیں ، الْزَوْرَقُ اور الْبُوصُ جوہری کہتا ہے : بُوصِي : سمندر کی کشتیوں کی ایک قسم ہے اور یہ معرب ہے - اعشِي کہتا ہے :

مِثْلُ الْفُرَاتِي إِذَا مَسَّ طَمَاسًا
يَقْدِفُ بِالْبُوصِي وَالْمَاهِرِ

فرات کے پانی کی طرح کہ جب پانی چڑھ جاتا ہے تو کشتی اور ماہر تیراک کو بھی دے مارتا ہے

قارب ایک چھوٹی کشتی ہوتی ہے جو سمندری کشتیوں والوں کے پاس ہوتی ہے ، اس کے ہلکا ہونے کی وجہ سے بڑی کشتی والے اپنی ضروریات کے لیے اپنے ساتھ رکھ لیتے ہیں -

جہاز رانی کا ایک وسیع علم ہے جو بہت سی باتیں جاننے پر موقوف ہے مثلاً سمندروں کی سمت کا جاننا، ہواؤں اور جھکڑوں اور نرم ہواؤں کے چلنے کے راستوں کا جاننا ، بارش برسانے والی ، نہ برسانے والی اور دیگر انواء کا جاننا ، ان پہاڑوں اور جزیروں کو جاننا جو سمندر میں ہیں ، بڑھئی کا کام جاننا - چنانچہ ابن خلدون کہتا ہے : تختوں اور میخوں والی سمندری کشتیوں کے بنانے میں بڑھئی کے کام کی بھی ضرورت پڑتی ہے اور یہ کشتیاں علم ہندسہ کا ایک ڈھانچہ ہوتی ہیں جنہیں مچھلی کے ڈھانچے کے مطابق بنایا جاتا ہے - پانی میں مچھلی کے تیرنے کا دار و مدار اس کے اگلے پروں اور سینے پر ہوتا ہے تا کہ یہ شکل پانی سے ٹکرائے میں اس کی اچھی طرح معاون ہو سکے اور مچھلی میں جو حرکت حیوانی پائی جاتی ہے اس کے عوض کشتی کو ہوائیں حرکت دیتی ہیں بعض اوقات اس کی مدد چھوٹوں کی حرکت سے کی جاتی ہے جس طرح جنگی بحری بیڑے میں کیا جاتا ہے - ابن خلدون کا بیان اسی طرح آخر تک جانا ہے اور تجھے یہ بات تو معلوم ہی ہے کہ کشتی سازی کی صنعت قدیم زمانے میں پوری مہارت کے درجے کو نہ پہنچی تھی ، بہر حال یہ پانی

کا چشمہ تو ہے اگرچہ صداء جیسا نہیں ہے اور چراگاہ تو ہے اگرچہ سعدان جیسی نہیں ہے (یعنی این ہم غنیمت امت)۔

عہد جاہلیت میں عربوں کی لکھائی

جاہلیت میں عربوں کی لکھائی کا ان کے اشعار اور زبان سے پتا چلتا ہے ، لبید بن ربیعہ کہتا ہے :

وَ جَلَّ السُّيُوفُ عَنِ الطَّلُوفِ كَأَنَّهَا
زُبُرٌ تُجِيدُ مُتُونَهَا أَقْلَامُهَا

طغیانوں نے کھنڈرات کو ظاہر کر دیا ہے اور اب وہ ان کتابوں کی طرح دکھائی دیتے ہیں جن کے متون کی قلموں نے تجدید کر دی ہو

لبید کہتا ہے : ان گھروں کے کھنڈرات کو طغیانوں نے واضح کر دیا ہے اور اب وہ مٹی میں چھپے رہنے کے بعد ظاہر ہو گئے ہیں گویا یہ گھر کتابیں ہیں جن کی کتابت کی تجدید قلموں نے کر دی ہو۔ شاعر نے ان کھنڈرات کو جنہیں مٹی نے ڈھانپ رکھا تھا اور طغیانوں نے انہیں ظاہر کر دیا ہے۔ مٹی ہوئی لکھائی کی از سر نو تجدید کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور کھنڈرات کے مٹ جانے کے بعد ان کے ظاہر ہونے کو سطروں کے مٹ جانے کے بعد ان کے ظاہر ہونے سے اور دُومۃ الجنادل کا رہنے والا ایک کندی قریش کو احسان جتلاتا ہوا کہتا ہے :

وَلَا تَجْجَحِدُوا نَعْمَاءَ بَشَرٍ عَلَيْكُمْ
فَقَدْ كَانَ مَيْهَمُونَ النَّقِيبَةَ أَزْهَرًا

تم بشر کے احسان کا انکار نہ کرو کیونکہ وہ مبارک نفس والا اور روشن چہرے والا انسان تھا

أَتَاكُمْ بِبِخَطِّ الْجَزْمِ حَتَّى حَفِظْتُمْ
مِنَ الْمَالِ مَا قَدْ كَانَ شَتَّى مُبْعَثَرًا

وہ تمہارے پاس خط جزم لے کر آیا یہاں تک کہ تم نے تمام منتشر مال کو محفوظ کر لیا

وَأَتَقَنَّاكُمْ، مَا كَانَ بِإِلْمَالِ مُهْمَلًا
وَأَطَأَسْنَاكُمْ وَأَسَاكَانَ مِنْهُ مُنْفَرًا

اور تم نے مال کے ذریعے اس کام کو جسے تم نے چھوڑ رکھا تھا مضبوط کر لیا اور اس میں سے جو کچھ بدکا ہوا تھا تم نے اسے ساکن کر دیا

وَأَجْرِيَّتُمْ الْإِلَامَ عَوْدًا وَبَدَأَةً
وَأَضَاهِيَّتُمْ كِتَابَ كِسْرِي وَتَيْصِرًا

اور تم نے شروع کرتے ہوئے اور لوٹتے ہوئے قلموں کو چلایا اور تم کسری اور قیصر کے کاتبوں کی طرح ہو گئے

وَأَغْنَيْتُمُوَا عَنْ مُسْنَدِ الْحَيِّ حِمِيْرًا
وَمَا زَبَرْتِ فِي الصَّحْفِ أَفْلَامَ حِمِيْرًا

اور تم نے حیمیر کو قبیلے کے خط ”مسند“ سے مستغنی کر دیا اور ان چیزوں سے مستغنی کر دیا جو حمیر کے قلموں نے صحیفوں میں لکھی تھیں

کیونکہ جس نے سب سے پہلے ہمارے اس خط کو لکھا۔ اور یہ خط جزم ہے۔ وہ مرامر بن مرہ، اسلم بن سدرة اور عامر بن جدرہ تھے

- ۱ - تصحیح ، المزھر (۲: ۳۴۷) سے کی گئی ہے۔ بلوغ الارب میں انفیتم ہے۔
- ۲ - تصحیح ، المزھر سے کی گئی ہے۔ بلوغ الارب میں مُبَقَّرًا ہے۔
- ۳ - المزھر میں اقلام کی بجائے اقیال ہے۔
- ۴ - لسان العرب میں ہے: الجوهري: العرب تسمى خطنا هذا جزماً ابن سيدة: والجزم هذا الخط المؤلف من حروف المعجم قال ابو حاتم: مسمى جزماً لانه جزم عن المسند وهو خط حيمير في ايام ملكهم اي قطيع۔
- ۵ - المزھر (۲: ۳۴۶ - ۳۴۷) میں مرامر بن مرہ و اسلم بن حدرہ الطائیان ہے اور الاشتقاق (صفحہ ۳۷۲) میں مرامر بن مروہ و اسلم بن جزرة ہے۔

جیسا کہ قاموس میں ہے اور یہ سب لوگ قبیلہ طئی میں ہیں انہوں نے یہ خط ہُود علیہ السلام کے کاتب وحی سے سیکھا تھا۔ پھر انہوں نے انبار کے باشندوں کو یہ خط لکھنا سکھا دیا، اور اہل انبار ہی سے کتابت عراق میں حیرہ اور دیگر شہروں میں پھیلی پھر اسے اُکیدر بن عبدالملک حاکم دُومۃ الجندل کے بھائی بشر بن عبدالملک نے سیکھ لیا۔ بشر بن عبدالملک حرب بن امیہ کا دوست تھا کیونکہ حرب، تجارت کی غرض سے عراق آیا کرتا تھا لہذا حرب نے بشر سے لکھنا سیکھ لیا۔ اس کے بعد بشر، حرب کے ساتھ مکے آیا اور اس نے حرب کی بیٹی اور ابوسفیان کی بہن صہباء کے ساتھ شادی کر لی۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اہل مکہ کے بہت سے لوگوں نے اس سے لکھنا سیکھ لیا۔ یہی وجہ تھی کہ قریش میں بہت سے کاتب اس زمانے میں تھے۔ امی بات کا احسان اس کنندی نے قریش کو جتلیا ہے۔ عربی رسم الخط کو خط جَزْم کہا گیا۔ کیونکہ خط کوفی کو ابتدا میں خط جزم ہی کہا کرتے تھے یہ اس زمانے کی بات ہے جب ابھی کوفہ معرض وجود میں نہ آیا تھا۔ اسے خط جَزْم اس لیے کہا گیا کہ اسے خطِ مسند حمیری سے کاٹ کر بنایا گیا اور اسی سے پیدا ہوا۔

صُولی نے ادب الکتاب میں اس مسئلے سے بحث کی ہے۔ اس نے ایک مفید باب قائم کیا ہے جس میں اس نے ان اقوال کا خلاصہ نقل کر دیا ہے جو اس کے نزدیک تحقیق شدہ اقوال ہیں۔ اسی طرح سیوطی نے المزہر میں کیا ہے اور بہت سے اہل ادب نے بھی ایسا ہی کیا ہے۔

ابن خلدون نے اپنے مقدمے میں ایک مفید فصل لکھی ہے جو ہمارے مقصد سے تعلق رکھتی ہے۔ اس نے بیان کیا ہے کہ عربوں میں کتابت نہایت نایاب چیز تھی اور یہ کہ بیشتر عرب اُمّی تھے۔ بالخصوص بادیہ نشین عرب اور ان میں سے جو لوگ پڑھنا یا لکھنا جانتے تھے ان کا خط ناقص تھا اور پڑھائی میں ان کو مہارت حاصل نہ تھی۔ کیونکہ

فن کتابت ان فنون میں سے ہے جو آبادانی کے تابع [۳: ۲۶۹] ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خط عربی عہد تبابعہ میں مضبوطی، پختگی اور عمدگی میں پوری حد تک پہنچ چکا تھا اور اس کی وجہ یہی تھی کہ وہ تمدن اور فارغ البالی میں بہت کمال کو پہنچ گئے تھے۔ اسی خط کو خط حیمشیری کہتے ہیں۔ ان سے منتقل ہو کر فن کتابت حیمشیرہ پہنچا۔ کیونکہ وہاں خاندانی عصبیت میں تبابعہ کے رشتہ داروں یعنی خاندان منذر کی حکومت تھی اور آل منذر عراق میں عربی حکومت کی تجدید کرنے والے تھے، مگر ان کا خط اس قدر عمدہ نہ تھا جس قدر کہ تبابعہ کا تھا کیونکہ دونوں حکومتوں میں تفاوت پایا جاتا تھا اور وہاں کا تمدن اور وہ صنائع وغیرہ جو تمدن کے تابع ہوتے ہیں اس حد تک پہنچنے سے قاصر تھے۔ وہ کہتا ہے: اہل طائف اور قریش نے یہ علم حیرہ کے لوگوں ہی سے حاصل کیا تھا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جس شخص نے اہل حیرہ سے لکھنا سیکھا وہ سفیان بن امیہ یا حرب بن امیہ تھا۔ اس نے کتابت اسلام بن مدرہ سے سیکھی تھی۔ یہ ایک ممکن قول ہے اور ان لوگوں کے خیال سے زیادہ قریب ہے جو یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے عراق کے باشندوں میں سے ایاد سے یہ فن سیکھا تھا کیونکہ ان کا ایک شاعر امیہ بن ابی الصلت الثقفی کہتا ہے:

قَوْمِيْ اَيَادُ لَوْ اَنْتَهُمْ اَمَمٌ
اَوْ لَوْ اَقَامُوْا فَتَهْزَلُ النَّعَمُ

میری قوم ایاد ہے۔ کاش وہ مجھ سے قریب ہوتے یا اگر وہ وہاں قیام کرتے تو ان کے جانور لاغر ہو جاتے

قَوْمٌ لَّهُمْ سَاحَةُ الْعِرَاقِ اِذَا
سَارُوْا جَمِيْعًا وَ الشَّخْطُ وَ الثَّقَلَمُ

یہ وہ لوگ ہیں کہ جب وہ اکٹھے ہو کر نکلتے ہیں تو تمام عراق کا میدان اور خط اور قلم انہی کا ہوتا ہے

یہ قول بعید (از قیاس) ہے کیونکہ قوم ایاد اگرچہ وہ عراق کے میدان میں جا کر اترے تھے مگر پھر بھی وہ اپنی بدویت پر قائم رہے تھے۔ حالانکہ لکھنا شہریوں کی صنعت ہے۔ شاعر کے کہنے سے مراد یہ ہے کہ شہری علاقوں اور شہری ماحول کے قریب ہونے کی وجہ سے ایاد بمقابلہ دیگر عرب قبائل کے خط و قلم کے زیادہ نزدیک ہیں۔ لہذا یہ کہنا کہ اہل حجاز نے اس فن کو اہل حیرہ سے لیا اور حیرہ کے باشندوں نے تباہہ اور حمیر سے لیا یہی قول سب اقوال سے زیادہ مناسب قول ہے۔ حمیر کی لکھائی کو مسند کہا جاتا تھا، اس کے حروف باہم ملے ہوتے تھے۔ وہ ان کی اجازت کے بغیر کسی کو سکھانے نہ دیتے تھے۔ اور مضر نے عربی کا لکھنا حمیر سے سیکھا مگر وہ اچھا لکھنا نہ جانتے تھے کیونکہ جو صنعت بدویوں میں چلی جاتی ہے تو اس کا یہی حال ہوتا ہے اور اس صنعت کے طریقے مضبوط نہیں ہوتے اور نہ ہی اس میں پختگی اور خوب صورتی پائی جاتی ہے، اس لیے کہ صحرا نشینی اور صنعت میں بہت بعد پایا جاتا ہے اور بدوی بالعموم اس سے مستغنی ہوتے ہیں۔ عربوں کی کتابت بھی بدوی طرز کی تھی، ظاہر ہے کہ مضر بادیہ نشینی میں زیادہ راسخ ہو چکے تھے اور اہل یمن اہل عراق، اور اہل شام و مصر کے مقابلے میں شہریت سے زیادہ دور تھے چنانچہ ابتدائے اسلام میں عربی خط غایت درجے کی مضبوطی، پختگی اور عمدگی تک پہنچنا تو درکنار متوسط درجے تک بھی نہ پہنچا تھا اس لیے کہ عرب اس وقت بادیہ نشین تھے اور صنائع سے ان کو بعد تھا اس کے بعد ابن خلدون [۳ : ۳۰۰] کہتا ہے : یاد رکھیں کہ لکھائی، جہاں تک عربوں کا سوال ہے، ان کے حق میں کوئی کمال کی بات نہ تھی کیونکہ لکھائی تو من جملہ شہری اور معاشی صنعتوں میں سے ہے اور صنعت میں کمال ایک اضافی امر ہے۔ کمال مطلق نہیں۔ کیونکہ اس کا نقص دین یا اخلاق کے ضمن میں کسی انسان کے لیے نقص کا باعث نہیں۔ اس کا اثر صرف اسباب معاش پر پڑتا ہے، مافی الضمیر پر دلالت کرنے کی وجہ سے اس کا اثر آبادی اور آبادی پر تعاون کے مطابق ہوتا ہے۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اُمّی تھے ، یہ بات آپ کے حق میں کمال سمجھی جاتی تھی اور آپ کے رتبے کو مد نظر رکھتے ہوئے بھی آپ کی شرافت کی وجہ سے اور اس وجہ سے کہ آپ اُن علمی صنعتوں سے پاک تھے جو معاش اور تمام آبادی کے اسباب ہیں ، یہ آپ کے لیے کمال کی بات تھی ۔ مگر اُمّی ہونا ہمارے لیے کمال کی بات نہیں ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تعلقات منقطع کر کے اللہ ہی کے لیے ہو لیے تھے اور ہم تمام صنعتوں کی طرح یہاں تک کہ علوم اصطلاحیہ میں بھی ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہیں ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کمال اسی میں تھا کہ وہ ان تمام امور سے منزہ ہوں برخلاف ہمارے (کہ ہمارے لیے ان کا حاصل کرنا ضروری ہے) ۔

کتابت اور آلات کتابت کے متعلق لغوی فوائد

عربوں میں کتابت کی موجودگی کے دلائل میں سے ایک دلیل وہ الفاظ ہیں جو انہوں نے اپنی لغت میں آلات کتابت اور کتابت کے لیے وضع کر رکھے ہیں ۔ اگر وہ کتابت نہ جانتے ہوتے تو وہ ان الفاظ کو ان کے معانی کے لیے وضع نہ کرتے ۔ ان الفاظ میں سے ایک لفظ دَوَاةٌ ہے اس کی جمع دَوِیٌّ ، دَوِیَّات اور دَوِیٌّ آتی ہے اور لوگوں کا اس جگہ جہاں دوات کا صوف ڈالا گیا ہو مِمْلَقَةٌ کہنا غلط ہے صحیح مَلَاقَةٌ ہے کیونکہ مَلِیق کی میم زائد ہے اور یہ لِقَاتُ الدَّوَاةِ اَلِیْقَاتُہَا و اَللِقَاتُہَا سے لیا گیا ہے ۔ مَلِیق اس روئی یا صوف کا نام ہے جس سے روشنائی کو چپکایا جاتا ہے اور یہ لَاقٌ بِہِ الشَّیْئِیْ یَلِیقُ سے لیا گیا ہے جس کے معنی چپکنے کے ہیں لہذا میم زائدہ پر ایک اور میم زائدہ نہ آئے گی ۔

سِدَاد (روشنائی) کو سِدَاد اس لیے کہا گیا کہ یہ کاتب کی مدد کرتی ہے اور سِدَاتُ الدَّوَاةِ اس وقت بولتے ہیں جب تو اس میں پانی

ڈالے (اور کہیں گے) مُدَّهَمًا (اس میں پانی ڈال) اور تو کہے گا مُدَّئِيٌّ
یعنی مجھے دوات میں سے تھوڑی سے روشنائی دے۔ جب دوات کی
نِقْشُ یعنی روشنائی گاڑھی ہو جائے تو خَشْرَتِ الدَّوَاةِ خَشْوَرَةٌ
و خَشَارَةٌ کہیں گے۔ نِقْشُ اور اَنْقَاسُ روشنائی کے ٹکڑوں کو کہیں گے
(یعنی وہ ڈوبا جس سے لکھا جاتا ہے)۔

اور قلم پیشتر اس کے کہ اسے تراشا جائے اَنْبُوبَةٌ کہلائے گا،
تراشے جانے کے بعد قَلَمٌ کہلائے گا۔ اور جو ٹکڑے تراشنے میں
گرتے ہیں انہیں بُرَايَةٌ کہتے ہیں اور بَطَّنَتْ الْقَلَمَ : میں نے قلم کے
پیٹ کو پتلا کر دیا اور اَنْفُتُهُ : میں نے اس کی نوک تیز کر دی
اور شَبَاةٌ : قلم کی نوک ہے اور لَيْطُتُهُ : میں نے اس کے شیق میں
نے کا چھلکا ڈالا تاکہ شِقٌّ کی تنگی کُھل جائے اور لَيْطُهُ : نے کا چھلکا
اور قَطَطْتُهُ ، قَطَطًا (میں نے قلم کو قط لگایا) اور مِيقَطٌ وہ آلہ ہے
جس پر رکھ کر قلم کو قط لگایا جاتا ہے اور قَطٌّ عرض میں (کسی چیز
کو) کاٹنے کو کہتے ہیں اور قَدٌّ یہ ہے کہ کسی چیز کو طول میں
کاٹا جائے اور کہتے ہیں قَلَمٌ رَشَّاشٌ اور یہ اس وقت بولتے ہیں جب
شق ایک [۳ : ۳۱] طرف کو ہٹ کر ہو (عین وسط میں نہ ہو) لہذا
ایک طرف پتلی ہو جائے اور کتاب کے ریشے سے اٹک اٹک جائے۔
اسی طرح رَشَّشَ الْمِدَادُ (بولتے ہیں) تو کہے گا كَتَبْتُ كِتَابًا
اور یہ مصدر ہے پھر کثرت استعمال کی وجہ سے لکھی ہوئی چیز کو
کتاب کہہ دیتے ہیں۔ كِتَابَةٌ : کاتب کا پیشہ ہے۔ طِرْسٌ : وہ لکھی
ہوئی چیز جسے مٹا دیا گیا ہو اور اس پر دوبارہ لکھا جا سکتا ہو۔
تَطْرِيسٌ : لکھی ہوئی عبارت کو مٹا کر دوبارہ اس پر لکھنے کو
کہتے ہیں ، اور طِرْسُ الْبَابِ : دروازے پر سیاہ رنگ کر دیا۔ طِرْسٌ -
لام کے ساتھ۔ وہ لکھی ہوئی عبارت جسے اچھی طرح سے مٹایا نہ گیا ہو
اور وہ طِرْسٌ بن جائے۔ مَجْمَعَةٌ : لکھائی کو خلط ملط کر دینا اور
قلم سے اسے خراب کر دینا ، جس طرح زبان (سے الفاظ کی خرابی کو)
جَمْعَةٌ کہتے ہیں اور جَمْعَةٌ یہ ہے کہ باوجود قادر الکلام ہونے

کے واضح بات نہ کہے۔ صُحُف وہ ہیں جو چمڑے کے بنے ہوں ، اور قِطَّ : رجسٹر ، اور مَجَلَّة اس صحیفے کو کہتے ہیں جس میں حکمت کی باتیں لکھی جاتی تھیں۔

نابعہ کہتا ہے :

مَجَلَّةٌ لَهُمْ ذَاتُ الْإِلَهِ وَدَيْشُنُهُمْ
قَوِيَّيْنِمْ، بِيَهُ يَرْجُونَ خَيْرَ الْعَوَاقِبِ

ان کا وہ صحیفہ جس میں ان کے احکام ہیں سب کے سب اطاعت الہی پر مبنی ہیں اور ان کا دین راست ہے جس کی بدولت انہیں بہتر انجام کی امید ہے

عُھْدَة : بیعنامہ - (کہتے ہیں) کَتَبَ لَهُ، مَنَشُورًا اس نے اس کے لیے شاہی پروانہ لکھ دیا۔ منشور وہ ہوتا ہے جسے بند نہیں کیا جاتا اور رُجْعَةُ الْكِتَابِ وَرُجْعَانُهُ : خط کا جواب ، اور کہتے ہیں أَجَابَهُ فِي هَامِشَةٍ كِتَابِيهِ : جب وہ دو سطروں کے درمیان لکھے اور یہ تَهَامِشَ الْقَوْمِ کے مجاورے سے لیا گیا ہے جس کے معنی ہیں وہ ایک دوسرے کے اندر داخل ہو گئے اور هَمَشَ الْجِرَادِ اس وقت بولتے ہیں جب مکڑی حملہ کرنے کے لیے حرکت میں آ جائے۔ تو کہے گا نَقَطْتُ الْكِتَابَ وَأَعْجَمْتُهُ، وَشَكَلْتُهُ، وَقَيَّدْتُهُ (میں نے کتاب پر نقطے لگا دیے، میں نے نقطے اور اعراب لگا دیے، میں نے حرکات لگا دیں۔ میں نے نقطے وغیرہ لگا دیے) نقطہ تو وہ ہے جو گول ہوتا ہے اور نقطہ اسم ہے۔ وھذا کتابٌ غُفِّلٌ (اس کتاب پر اعراب نہیں لگے ہوئے) جس طرح جس جانور پر کوئی نشان نہ لگا ہو اسے دَابَّةٌ، غُفِّلٌ کہتے ہیں اور سَجِيلٌ : معاہدہ نامہ اور تو کہے گا اَمْلَيْتُ الْكِتَابَ اَمْلَلْتُهُ (میں نے کتاب یا چھٹی لکھائی) اور اِسْتَمَلْتِي جب کسی سے لکھانے کی درخواست کرے اِسْتَمَلْتُ کے بھی یہی معنی ہیں۔ زَبُور اور رَقِيم کے معنی کتاب کے ہیں۔ زَبْرَاتُ اور رَقَمَاتُ : میں نے لکھا۔ قَرَّمْتُ : میں نے حروف کو پاس پاس

کر کے لکھا۔ طَوَيْتُ الْكِتَابَ وَادْرَجْتُهُ: میں نے کتاب کو بند کر دیا اور سَجَّيْتُهُ، اَسْحَاهُ سَجِيًّا جب تو کاغذ کو اوپر سے چھیل ڈالے اور سحاة اس چھیل کو کہتے ہیں جسے تو کاغذ پر سے دور کرے اور خَزَمْتُهُ: میں نے اس میں سوراخ کر دیا (نتھی کر دیا) اور خَزَمْتُهُ میں نے اسے (دھاگے سے) باندھ دیا اور کہا جاتا ہے تَرَبَّتُ الْكِتَابَ وَآتَرَبْتُهُ، وَتَرَبَّتُهُ (میں نے کتاب پر مٹی ڈالی) (اسی طرح) طِينْتُهُ، أَطِينْتُهُ، طِينْنَا وَخَتَمْتُهُ (میں نے چھٹی پر مہر لگا دی) اور اسم خِتَام (مہر) ہے۔ وَعَنْوَنْتُهُ، أَعَنْوَنْتُهُ (میں نے سرنامہ لکھا) وَآرَخْتُ الْكِتَابَ تَارِيخًا (میں نے خط پر تاریخ ڈال دی) اور هَذِهِ إِضْبَارَةٌ مِّنْ كُتُبٍ وَإِضْمَامَةٌ (یہ کتابوں کا دستہ ہے) اور كُرَّاسَةٌ (کاغذوں کا دستہ) جس کے اوراق مضبوطی سے ایک دوسرے کے ساتھ چپکائے ہوئے ہوں اور مُصْحَفٌ کو مُصْحَفٌ اس لیے کہا گیا کہ اسے ان صحیفوں کا جامع بنا دیا گیا ہے جو دفتین کے درمیان ہوں اور دَفَّتَانِ ان دو تختوں کو کہتے ہیں جو مصحف کو دونوں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں۔ مصحف کا وَعَاءٌ اور غِلَافٌ ہوتا ہے اور اس غلاف میں دو کاج ہوتے ہیں۔ جس سے اسے لٹکایا جاتا ہے اسے مِعْلَاقٌ [۳ : ۳۷۲] کہتے ہیں۔ اس میں فِكْوُكٌ ہوتے ہیں جس کا مفرد فِكْتُ، ہے: جو کاغذ کو دونوں طرف سے ڈھانپ دے اور عِيْلَاوَةٌ جو اوپر سے (ڈھانپ دے) حَلِاقٌ کا مفرد حَلِاقَةٌ ہے۔ حلقوں میں ذَوَائِبُ ہوتے ہیں اور ذَوَائِبُ ان تسموں کو کہتے ہیں جو کناروں پر ہوتے ہیں۔ اَشْرَاجُ شَرَجٍ مفرد، وہ تسمہ جسے حلقوں کی نچلی جانب گوندھ دیا گیا ہو۔ تَرْمِيْعٌ: ایک خاص طرز میں تسمے کو گوندنا اور مُصْحَفٌ میں مَسْخَرَزٌ ہوتے ہیں۔ مَسْخَرَزٌ ان جگہوں کو کہتے ہیں جہاں سے اسے سیا جاتا ہے اور مُصْحَفٌ کے آذان (کان) ہوتے ہیں اور دونوں جانب کے تختوں (یا گتوں) میں مَسْمِيْعٌ (میخین) اور کَثْرَاكِبٌ ہیں۔ رہی مِسْحَبْرَةٌ اور حَبْرِيَّةٌ: جس میں روشنائی ہوتی ہے اور حَبْرٌ: روشنائی، اور دَوَاتٌ کا ایک مِعْلَاقٌ ہوتا ہے۔ مِعْلَاقٌ ایک

دھاگا یا ایک تسمہ ہوتا ہے جو اس کے کندوں کے ساتھ باندھا جاتا ہے ۔
 رَشَق : قلم کی آواز ، فَشَشْفَتَہ : نے کے اندر روئی کی طرح کی ایک چیز
 ہوتی ہے ۔ حَصْرَمَ الْقَلَمِ : قلم کو اس نے تراشا ، مِرْقَمَہ : قلم ۔
 اس قسم کی باتیں لغت اور ادب کی کتابوں میں بہت ہیں بالخصوص صُولی
 کی کتاب ادب الکتاب میں ، کیونکہ اس نے تمام ان چیزوں کا ذکر کر
 دیا ہے جن کا تعلق اس صنعت کے ساتھ ہے ۔

عربوں کی خط و کتابت اور خط و کتابت میں ان کی عادات و رسوم

عربوں کے نزدیک بہترین کلام وہ ہے جو مختصر الفاظ اور مختصر
 عبارت میں مقصد کو پوری طرح ادا کر دے ، ان کے یہاں بلاغت کا
 دار و مدار اسی پر ہے ۔ باہمی خط و کتابت قوموں کی ناگزیر ضروریات
 میں سے ہے ۔ چونکہ تمام عربوں میں کتابت (مروج) نہ تھی اس لیے کہ
 وہ اس زمانے میں بدویت سے زیادہ قریب تھے ، اسی لیے ان میں کتابت کے
 پھیل جانے سے پہلے ان کے درمیان مراسلت تحریری طور پر بہت کم
 تھی ۔ عرب قاصدوں کو بھیج کر خط و کتابت سے مستغنی ہو جاتے تھے ۔
 یہ قاصد ان کے مقاصد کو ان لوگوں تک پہنچا دیتے تھے جن تک پہنچانا ان کا
 مقصد ہوتا تھا ۔ اگر کوئی پیغام ایسا ہوتا جس کا مخفی رکھنا ضروری ہوتا
 تو وہ پیغام کو معتمے کی صورت میں ارسال کرتے ۔

بعض اوقات عرب شعر لکھتے جس سے ان کا مقصد ادا ہو جاتا
 کیونکہ اس زمانے میں شعر ہی عربوں کا دیوان تھا ۔ آپ نے ان اشعار کا
 اس قدر ذخیرہ ضرور دیکھا ہے کہ اسے تھوڑا خیال نہیں کیا جا سکتا ۔
 چنانچہ کتاب مروج الذهب میں ساہور ذوالا کتاف اور عراق پر عربوں کے
 غلبے کے تذکرے کے ضمن میں مرقوم ہے ”جو لوگ عراق پر غلبہ پا
 چکے تھے ان میں سے ایاد بن نزار کی اولاد کا قبیلہ متحد اور طاقتور
 قبیلہ تھا ۔ انہیں علاقے پر چھا جانے کی وجہ سے طَبَقِ کہا جاتا تھا ،

ان دنوں ان کا بادشاہ الحارث بن الاغر الایادی تھا ۔ جب شاپور کی عمر سولہ سال کی ہوئی تو اس نے اپنے بہادر شہسواروں کو ان کی طرف روانہ ہونے اور ان پر حملہ کرنے کے لیے تیار کیا ۔ قبیلہ ایاد موسم گرما جزیرہ (میسوپوٹیمیا) میں اور موسم سرما عراق میں [۳ : ۳۷۳] گزارا کرتا تھا ۔ شاپور کے قید خانے میں ان کا لقیط نامی ایک شخص تھا ۔ اس نے ایاد کی طرف کچھ اشعار لکھ کر بھیجے تاکہ ان کو آگاہ کر دے اور حملہ آوروں کے بارے میں خبر بھیج دے ۔ اشعار یہ ہیں :

سَلَامٌ فِي الصَّحِيْفَةِ مِّنْ لَّقَيْطِ
عَلَسِي مَنَّ فِي الْجَزَيْرَةِ مِّنْ اِيَادِ

لقیط کی طرف سے اس صحیفے میں قبیلہ ایاد کے ان لوگوں پر سلام ہو جو دجلہ اور فرات کے درمیانی علاقے (میسوپوٹیمیا) میں آباد ہیں

بَيَانَ اللَّيْثِ يَا تَيْكُمُ دِلَاقًا
فَلَا يَحْسِبُكُمْ شَوْكُ الْقِتَادِ

کہ شیر تمہارے پاس بہت تیزی سے پہنچنے والا ہے لہذا تمہیں (ان کو روکنے کے لیے) قتاد جھاڑی کے کانٹوں کو کافی نہ سمجھنا چاہیے

أَتَاكُمْ مِئْنُهُمْ سَبْغُونَ أَلْفًا
يَجْرُونَ الْكِتَائِبَ كَالْجَرَادِ

تمہارے پاس ان میں سے ستر ہزار (فوجی) پہنچنے کو ہیں جو مکڑی کی طرح فوجیں گھسیٹتے ہوئے ہوں گے

عَلَسِي خَيْلٌ سَتَاتِيكُمْ فَهَذَا
أَوَّانٌ هَلَاكُمْ كَهَلَاكِ عَادِ

یہ فوج عنقریب گھوڑوں پر سوار ہو کر تمہارے پاس پہنچے گی اور قوم عاد کی ہلاکت کی طرح یہ تمہارے ہلاک ہونے کا وقت ہوگا

مگر انہوں نے اس چھٹی کی کوئی پروا نہ کی حالانکہ شاپور کے فوجی دستے عراق کی جانب یورش کرنے جا رہے تھے اور سواد عراق پر غارت ڈال رہے تھے۔ پھر جب ان لوگوں نے ان کی طرف روانہ ہونے کی تیاری کر لی تو اس نے دوبارہ ان کی طرف ایک چھٹی لکھی جس میں اس نے یہ اطلاع دی کہ یہ لوگ جمع ہو چکے ہیں اور یہ کہ وہ تمہاری طرف روانہ ہونے والے ہیں چنانچہ اس نے ان کی طرف اشعار لکھے جن کی ابتدا یوں ہوتی ہے :

يَا دَارَ عِبِلَةَ مِّنْ تَذْكَارِهَا الْجَزَعَا
هَيَّجَتْ لِي الْهَمَّ وَالْأَحْزَانِ وَالشَّوَجَعَا

وائے محبوبہ عبلہ کا گھر کہ اس نے مجھے غم و بیکراری کی یاد دلا دی ہے۔ ہائے تو نے تو میرے غم اور درد کو بھڑکا دیا ہے

أَبْلِيغٌ إِيَادًا وَحَلَلٌ فِي سَرَائِهِمْ
إِنِّي أَرَى الشَّرَئِيَّ إِن لَّمْ أُعْصَ قَدَّ نَصَعَا

قبیلہ ایاد کو میرا پیغام پہنچانا اور ان کے سرداروں میں جا کر اپنی سواری کو اتارنا کہ میرے خیال میں میری رائے بالکل خلوص والی رائے ہے بشرطیکہ یہ لوگ میری نافرمانی نہ کریں

أَنْ لَا تَخَانُونِ قَوْمًا لَا أَبَالِكُمْ
مَشَّوْا إِلَيْكُمْ كَأَمْثَالِ السَّابِي سَرَعَا

تمہارا باپ نہ رہے کیا تم ان لوگوں سے نہیں ڈرتے جو بڑی تیزی سے مکڑی کی طرح تمہاری طرف آ رہے ہیں

لَتَوَّانَ جَمْعَهُمْ رَامُوا بِيَهْدٍ تِهِمْ
شُمَّ الشَّمَارِيشِ مِّنْ تَهْلَانِ لَا نَصَدَا

۱۔ مجھ بھجے اثری نے نَصَعَ الأمر : اذا وَضَحَ لَكَمَا هِيَ مَكْرٌ
میرے نزدیک یہ معنی یہاں چسپاں نہیں ہیں۔ میرے نزدیک یہاں
نَصَعَ الشَّيْءُ : كَمَا خَالِصًا مَرَادٌ هِيَ۔

اگر ان کی جمعیت اپنے تباہ کن حملے سے ٹھلان پہاڑ کی بلند چوٹیوں کا ارادہ کر لے تو وہ بھی پھٹ جائیں

فَتَقَاتِلُوا أَسْرَكُمُ اللَّهُ دَرًا كُمْ
رَحَبَ الذَّرَاعِ بِأَسْرِ الْحَرْبِ مُضْطَلِعًا

خدا تمہارا بھلا کرے تم جنگ کی باگ ڈور ایسے شخص کے ہاتھ میں دو جو قوی ہو اور جنگ کے معاملات پر پوری قوت اور اہلیت رکھتا ہو

بہر حال شاپور نے ان پر حملہ کر کے ان کا قتل عام کیا۔ ان میں سے صرف چند لوگ جان بچا کر بھاگ سکے اور روم کے علاقے میں چلے گئے۔ اس کے بعد شاپور نے عربوں کے کندھے جوڑوں سے اکھاڑ دیے اسی وجہ سے بعد میں اسے شاپور ذوالاكتاف کہا جانے لگا۔

صحیفہ متلمس مشہور ہے اور اس کا ذکر ادب کی کتابوں میں موجود ہے۔ یہ بھی اسی اسلوب پر لکھا گیا تھا۔ لہذا ضروری ہے کہ اس واقعہ اور عجیب قصے کو یہاں بیان کر دیا جائے۔

صحیفہ متلمس

[۳ : ۳۷۴] متلمس (یہ ایک مشہور شاعر ہے جس کا نام جریر بن عبدالمسیح ہے)۔ اس کا بھانجا طرفہ بن العبد دونوں مشہور و معروف عمرو کے پاس آئے اور (ہوتے ہوتے وہ) دونوں اس کے خواص میں شمار ہونے لگے۔ وہ عمرو کے ساتھ شکار کے لیے جایا کرتے تھے۔ دن بھر گھوڑے دوڑاتے دوڑاتے تھک جایا کرتے تھے مگر جب عمرو شراب پینے لگتا تو یہ دونوں دن بھر اس کے دروازے پر کھڑے رہتے اور اس تک نہ پہنچتے تھے۔ طرفہ نے اس برتاؤ سے تنگ آ کر عمرو کے متعلق یہ اشعار کہے :

فَلَيْتَ لَنَا مَكَانَ الْمَلِكِ عَمْرُو
رَغْوًا حَوْلَ قُبَّتَيْنَا نَخُورُ

کاش بادشاہ عمرو کے بجائے ہمارے پاس بچے کو دودھ پلانے والی
ایک گائے ہوتی جو ہمارے خیمے کے گرد آواز نکالتی رہتی

لَعَمْرُكَ إِنَّ قَابُوسَ بْنَ هِنْدٍ
لَيَخْلِطُ مَلِكًا، نُوكًا كَثِيرًا

تمہاری جان کی قسم کہ قابوس بن ہند کی حکومت میں بہت سی
حماقت ملی ہوئی ہے

امی نے یہ اشعار بھی کہے :

وَلَا خَيْرَ فَيْشِرٍ غَيْرَ أَنْ لَهَا غِنًى
وَأَنَّ لَهَا كَشْحًا إِذَا قَامَ أَهْضَمًا

اس میں کوئی اچھی بات نہیں پائی جاتی البتہ یہ مالدار ہے اور یہ
کہ جب یہ کھڑا ہوتا ہے تو اس کی کمر پتلی ہوتی ہے

تَنْظِلُ نِسَاءَ الْحَيِّ يَعْكِفُنَّ حَوْلَهَا
يَقْلُنَّ عَسَيْبٌ مِّنْ سَرَارَةِ مَلْهَمًا

قبیلے کی عورتیں دن بھر اس کے گرد بیٹھی رہتی ہیں اور کہتی ہیں
کہ ملہم مقام کی بہترین کھجور کی یہ ٹہنی ہے

ان دیگر ابیات میں جو مشہور ہیں - یہ اشعار عمرو بن ہند تک
پہنچے تو اس نے طرفہ کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا - مگر ساتھ ہی اس
بات سے ڈرا کہ کہیں متلمس اس کی بچو نہ کہہ ڈالے کیونکہ یہ دونوں
ایک دوسرے کے دوست تھے - لہذا عمرو نے ان دونوں سے کہا : تم
میں گھر جانے کا اشتیاق پیدا ہوگا؟ دونوں نے کہا : ہاں ، اس پر
اس نے ان دونوں کے لیے دو صحیفے لکھے اور انہیں سر بسمہر کر کے ان
سے کہا : تم میرے بچرین کے گورنر کے پاس چلے جاؤ - میں نے اسے
حکم دیا ہے کہ تمہیں انعام دے - اس کے بعد دونوں روانہ ہو گئے -
راستے میں ان کا گزر ایک بوڑھے شخص کے پاس سے ہوا جو گندگی پھر
رہا تھا ، کھجوریں کھا رہا تھا اور ناخن سے جوئیں مار رہا تھا - متلمس

نے کہا : جیسا بوڑھا شخص میں نے آج دیکھا ہے - اس سے زیادہ احمق شخص کبھی نہیں دیکھا - بوڑھے نے جواب میں کہا : تو نے مجھ میں بیوقوفی کی کونسی بات دیکھی ہے ؟ میں ایک پلید چیز کو نکال رہا ہوں اور ایک پاک چیز داخل کر رہا ہوں اور دشمن کو مار رہا ہوں - یقیناً مجھ سے زیادہ بیوقوف تو وہ شخص ہے جو اپنے ہاتھ میں اپنی موت اٹھائے لیے جا رہا ہے اور اسے کچھ بھی معلوم ہی نہیں - اس پر متلمس کو شک گزرا - پھر حیرہ کے باشندوں میں سے ایک نوجوان ان کے پاس آیا - متلمس نے اس سے پوچھا : اے بچے ! کیا تو پڑھنا جانتا ہے ؟ اس نے کہا : ہاں - اس نے صحیفے کی سُہر توڑی اور اسے پڑھا ، دیکھا تو اس میں لکھا تھا : جب متلمس تمہارے پاس آئے تو اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کاٹ ڈالو اور اسے زندہ دفن کر دو - پھر متلمس نے طرفہ سے [۳ : ۳۷۵] کہا : تو بھی اپنا صحیفہ اسے دے کیونکہ اس میں بھی اسی قسم کی بات لکھی ہوگی - طرفہ نے کہا : ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا - وہ میرے خلاف ایسی جرأت نہیں کر سکتا - متلمس نے اپنا صحیفہ حیرہ کے دریا میں پھینک دیا اور کہا :

قَدَقْتُ بِهَا فِي الْيَمِّ مِّنْ جَنَبِ كَافِرٍ
كَذَلِكَ أَقْنُو كُلَّ قِطِّ مُضَلَّلٍ

میں نے اس صحیفے کو سمندر کی ایک طرف موجوں میں پھینک دیا
میں ہر گمراہ کن انعامی دستاویز کے ساتھ ایسا ہی کرتا ہوں

رَضِيَتْ لَهَا بِالسَّمَاءِ لَمَّا رَأَيْتُهَا
يَجُولُ بِهَا التَّيَّارُ فِي كُلِّ جَدْوَلٍ

جب میں نے اسے دیکھا تو میں اسے پانی میں پھینکنے پر راضی ہو
گیا ، موجیں اسے لیے ہوئے ہر نہر میں بل کہا رہی تھیں

اس کے بعد متلمس تو ہشام کے پاس چلا گیا ، طرفہ بحرین کے
گورنر کے پاس پہنچا اور اسے اپنا صحیفہ دیا - گورنر نے اس کی اکھلان

کی رگیں کھول دیں اور وہ زیادہ خون نکل جانے کی وجہ سے مر گیا۔ اس کے قتل کے متعلق کچھ اور روایات بھی ہیں۔ طرفہ کے ان اشعار میں سے جو اس نے قید خانے میں عمرو بن ہند کو مخاطب کر کے کہے یہ دو شعر بھی ہیں :

أَبَا مُنْذِرٍ كَانَتْ غُرُورًا صَحِيحِيهِ فِتْيَانِي
وَلَمْ أُعْطِكُمْ بِالطَّوْعِ مَالِي وَلَا عِرْضِي

اے ابو منذر میرا صحیفہ ایک دھوکا تھا اور میں نے اپنی مرضی سے تو اپنا مال اور عزت تمہیں نہیں دی

أَبَا مُنْذِرٍ أَفْنَيْتَ فَاسْتَبَقَ بَعْضُنَا
حَسَنَاتِيكَ بَعْضُ الشَّرِّ أَهْوَنُ مِنِّ بَعْضِ

اے ابو منذر تو نے ہمیں فنا کر دیا ہے کچھ لوگوں کو تو زندہ رہنے دو مہربانی پہ مہربانی کیے جاؤ کیونکہ بعض شر بعض دوسرے شر کے مقابلے میں کمتر ہوتے ہیں

عربوں کے اسلوب میں تبدیلی

اس کے بعد خط و کتابت کے سلسلے میں ان کی رسم بدل گئی۔ چنانچہ وہ اپنی چٹھیوں میں اپنے خداؤں کے نام سے ابتدا کرتے، مثلاً لات اور عَزْرٰی سے۔ ازاں بعد اپنا مقصد بیان کرتے تھے۔ صُولٰی نے ادب الکتاب میں اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ قریش جاہلیت میں بِاسْمِکَ اللّٰہِ لکھا کرتے تھے، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہی لکھا کرتے تھے۔ پھر سورہ ہود نازل ہوئی اور اس میں بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرَہَا وَمُرَّہَا (اس کا چلنا اور لنگر انداز ہونا دونوں اللہ کے نام کے ساتھ ہیں) تھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ آپ کی چٹھیوں کی ابتدا میں بِسْمِ اللّٰہِ لکھا جائے۔ اس کے بعد سورہ بنی اسرائیل میں یہ آیت نازل ہوئی :

قُلْ ادْعُوا اللَّهَ أَوْ ادْعُوا الرَّحْمَنَ أَيًّا مَا تَدْعُونَ
فَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ

آپ فرما دیجیے اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر جو نام بھی تم
پکارو تو اللہ کے اچھے نام ہیں

لہذا آپ نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ لکھنا شروع کر دیا۔ اس کے بعد
سورہ نمل میں نازل ہوا :

إِنَّهُ مِن سُلَيْمَانَ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

یہ چٹھی سلیمان کی طرف سے ہے اور اللہ رحمٰن اور رحیم کے نام سے
شروع کی گئی ہے

چنانچہ اس وقت تک یہ الفاظ چٹھیوں کے شروع میں لکھے گئے۔
صولی کے علاوہ اوروں نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔ مسعودی نے
مروج میں ایک جماعت سے نقل کرتے ہوئے جن میں ابن السائب الکلبی
بھی ہے۔ ذکر کیا ہے کہ قریش میں سے جس شخص نے سب سے پہلے
باسمک اللہم لکھا امیہ بن ابی الصلت الثقفی تھا۔ اس کا سبب بیان
کرتے ہوئے ایک طویل قصہ بیان کیا ہے جس کے نقل کرنے سے ہمیں
کوئی غرض نہیں۔ ان میں سے بعض لوگ وہ تھے جو بسم اللہ کے بعد
میں ^{فُلَانِ} الی فلان لکھا کرتے تھے۔ پھر سلام لکھتے پھر اُمّا بعد
لانے اور اس کے بعد نہایت مختصر عبارت میں اپنا مقصد بیان کرتے۔ اس
طرز کی ابتدا کس نے کی؟ اس میں اختلاف ہے۔ صولی نے اس اختلاف
سے متعلق کئی اقوال نقل کیں ہیں اور اس کے لیے اس نے اپنی کتاب میں
ایک باب باندھا ہے۔ جس میں اس نے طویل بحث کی ہے۔

کتاب المعمرین میں قُسّ بن ساعدہ کا ذکر کرتے ہوئے ابو حاتم
نے ذکر کیا ہے کہ یہی قُسّ بن ساعدہ پہلا شخص تھا جو اہل جاہلیت
میں سے قیامت پر ایمان لایا، اور پہلا شخص تھا جو عصا کے سہارے
کھڑا ہوا اور پہلا شخص تھا جس نے اُمّا بعد کہا اور یہی پہلا شخص

تھا جس نے الی فلان بن فلان لکھا۔ صُولی نے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ سب سے پہلے اُمّا بَعْدُ کہنے والا کعب بن لؤی ہے اور اسی نے سب سے پہلے جمعہ نام رکھا تھا۔ پہلے اس کا نام عَرُوْبَةٌ تھا۔ صُولی کہتا ہے : اور اُمّا بعد یہی فصل الخطاب ہے۔ اس صورت میں اس کے معنی یوں ہونے کہ حمد باری کے بعد یوں ہوگا ، یا دعاء کے بعد ، یا ان کے مین فلان بن فلان الی فلان کہنے کے بعد ، لہذا ان الفاظ سے پہلے گزرے ہوئے خطاب اور بعد میں آنے والے خطاب کے درمیان فاصلہ آجاتا ہے اور یہ کلمات ان ہی کے کلمات کے بعد آتے ہیں جن کا ہم ذکر کر چکے ہیں۔ کیا تو سابق البربری کے اس قول کو نہیں دیکھتا جو اس نے عمر بن عبدالعزیز سے کہا تھا :

بِاسْمِ الَّذِي أَنْزَلْتَهُ مِنْ عَيْنِهِ السُّورُ
الْحَمْدُ لِلَّهِ أُمَّا بَعْدُ يَا عُمَرُ

میں اس خدا کے نام سے شروع کرتا ہوں جس کی طرف سے سورتیں نازل ہوئیں۔ سب تعریف اللہ کے لیے ہے۔ حمد باری کے بعد اے عمر

فَإِنْ رَضِيَتْ بِي مَا تَأْتِي وَمَا تَذَرُ
فَكُنْ عِنْدِي حَذْرًا قَدْ يَنْفَعُ الْحَذْرُ

اگر تو اپنے ان افعال پر جو تو کرتا ہے اور ان افعال پر جن کو تو ترک کر دیتا ہے خوش ہے تو ہشیار رہ کیونکہ ہشیار رہنے سے فائدہ ہوتا ہے

صُولی کہتا ہے : یہ کہنا کہ یہ الفاظ ابتدا میں واقع نہیں ہونے اس کے معنی یہ ہیں کہ ان الفاظ سے مراد اُمّا بعد هذا الكلام (اس کلام کے بعد) (یعنی وہ کلام جو پہلے گزر چکا ہے) بات اس طرح ہے۔ اس کے بعد اس نے لمبی بحث کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ اُمّا بعد کے بعد ”فا“ کا لانا ضروری ہے اور اس کے معنی بیان کیے ہیں۔

ایٹام جاہلیت میں عربوں کی یہ عادت تھی کہ جب کوئی چٹھی نثر

میں لکھتے تو اس میں سجع کا التزام نہ کرتے بلکہ کلام کو آزاد چھوڑ دیتے۔ کاپنوں کے سوا عربوں میں سے کوئی بھی سجع کا التزام نہ کرتا تھا۔ عام عرب تو خطبوں اور وصیتوں میں بھی بہت کم سجع کو استعمال کرتے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ عربوں کی فطرت ہے کہ وہ آسان چیز کی طرف مائل ہوتے ہیں اور ہر وہ فعل یا قول وغیرہ جس میں تکلف پایا جاتا ہو اس سے نفرت کرتے ہیں۔ چونکہ سجع کے الفاظ میں تکلف پایا جاتا ہے اس لیے طبائع اس سے نفرت کرتی ہیں اور کان اسے ناپسند کرتے ہیں۔ جس قدر سجع پسند کی جاتی ہے وہ اسی قدر ہے جس قدر کہ کپڑے میں بیل بوٹے اور منقش کپڑے کے نقش و نگار یا چہرے پر خال، اور [۳ : ۳۷۷] انسان کی آنکھ، اور آنکھ کے ڈھیلے میں جس قدر سیاہی ہے یا جس قدر حرکت میں اشارہ ہو۔ اور تجھے معلوم ہے کہ جب چہرے میں خال زیادہ ہو جائیں اور چہرے کو ڈھانپ دیں تو سیاہی کے اجزاء کا باہم مشابہ ہونا۔ حسن کی تمام رونق کو تباہ کر دے گا۔

ابن ابی حاتم نے یزید بن رومان سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا ہے اور وہ کہتا ہے : سلیمان علیہ السلام نے یوں لکھا تھا : ” بسم الله الرحمن الرحيم - من سليمان بن داؤد الى بلقيس ابنة ذى شرح و قومها أن لا تَعْلُوا عَلَيَّ وَاَتُونِي سُلَيْمِينَ “ (بسم الله الرحمن الرحيم - سليمان بن داؤد کی طرف سے ذی شرح کی بیٹی بلقيس اور اس کی قوم کی طرف یہ پیغام ہے کہ سجدہ سے سرکشی نہ کرو اور فرمانبردار ہو کر میرے پاس چلے آؤ)۔ اس کا ذکر قرآن مجید نے کیا ہے۔ جب یہ چٹھی بلقيس کے پاس پہنچی اور وہ اس کے مضمون پر مطلع ہوئی تو اس نے اس چٹھی کو ” کریم “ کہا کیونکہ اس پر مسہر لگی ہوئی تھی۔ حدیث میں ہے : ” چٹھی کی بزرگی یہی ہے کہ اس پر مسہر لگی ہو “۔ ابن المقفع سے مروی ہے کہ اس نے کہا : جس نے اپنے بھائی کی طرف کوئی خط لکھا اور اس پر مسہر نہیں لگائی تو سجدہ لو کہ اس نے اس بھائی کو حقیر جانا ہے۔ خط و کتابت میں عربوں کا یہی طریقہ تھا۔ بادشاہوں اور دیگر لوگوں کی طرف جو خطوط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھے وہ بھی

اسی طرز پر تھے۔ صدر اول اور صدر ثانی کے لوگوں کا بھی یہی اسلوب رہا اور پھر اسی طرح چلتا آیا تاآنکہ یہ طرز بدل گیا اور پر تکلف الفاظ اور ان طریقوں نے اس کی جگہ لے لی جن سے طبیعت متنفر ہوتی ہے جیسا کہ انشاء کی کتابوں میں مذکور ہے۔ عربوں کا طریقہ کس قدر اچھا، کس قدر آسان، کس قدر شیریں اور لطیف تھا۔ نجدی عرب آج تک اسی طرز میں اپنے اسلاف کے طریقے پر کاربند ہیں۔

صُولی نے ”ادب الکتاب“ میں تمام فنون خط و کتابت اور مراسلت میں متاخرین کی عادات کا ذکر کیا ہے اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ لوگ اپنے بادشاہوں سے کس طرح خطاب کرتے ہیں اور بادشاہ اپنے امرا اور رعایا سے کس طرح۔ اسی طرح یہ کہ لوگ آپس میں ایک دوسرے سے کس طرح خطاب کرتے ہیں۔ شاہی منشور اور سندیں وغیرہ مثلاً عہد نامے، تقرری نامے، اور قاضی کا فیصلہ وغیرہ۔ اور اس نے ایک الگ باب اپنے زمانے کے لوگوں کی خط و کتابت کے بیان میں بھی لکھا ہے۔ عربوں کے کچھ طریقے اور عادات جن کے وہ اپنی خط و کتابت میں پابند رہے ہیں اب تک باقی ہیں۔ مثلاً کاغذ کے حاشیے سے بسم اللہ کی ابتدا کرنا، پھر اس کے نیچے سلام۔ وہ اس بات کو برا سمجھتے تھے کہ عبارت بسم اللہ سے ذرہ بھر آگے نکل جائے۔ وہ بسم اللہ کو درمیان میں نہیں لکھتے تھے اور دعا زائد ہوتی تھی۔ بعض اسلامی کاتبوں کی یہ رائے تھی کہ دعا کو وسط میں رکھا جائے اور دعائے ثانی کے ختم ہونے کے بعد اسے چٹھی کے نیچے لکھا جائے۔ تاریخ اس وقت لکھتے جب وہ اس [۳: ۸۷] بات کی ضرورت محسوس کرتے کہ اسے کسی سابق چٹھی یا حساب کی تحریر کو واضح کیا جائے تاکہ امتیاز کیا جاسکے کہ چٹھی کے اول اور آخر کے ساتھ اس کا کیا مقام ہے۔ بعض لوگوں کی یہی رائے ہے، بسم اللہ اور اس سطر کے درمیان جس میں دعا ہوتی ہے فاصلہ نہیں رکھا جاتا لیکن جب بسم اللہ کو مکمل کر لیا جائے تو اس کے اور باقی ماندہ خطاب کے درمیان فاصلہ رکھا جاتا ہے۔ اور دعا تین سطروں سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے۔ تیسری سطر کو مکمل نہیں کرنا چاہیے۔ بڑے

بڑے اسلامی کاتبوں کا یہی مشہور طریقہ ہے - (ان امور میں سے جو اب تک باقی ہیں) چٹھی پر (خشک کرنے کے لیے) مٹی ڈالنا اور اس پر مٹی کی مسر لگانا ، اور لکھنے کے بعد اس پر نظر ثانی کرنا ، اور مسر لگانا اور مسر لگانے کے آداب ، پتا وغیرہ ایسے امور ہیں جن پر وہ لوگ عمل کیا کرتے تھے - صُولی نے ادب الکتاب میں ان امور سے تفصیلی بحث کی ہے -

عرب کس چیز پر لکھا کرتے تھے ؟

وہ کاغذ جسے ہم آج دیکھتے ہیں یہ اسلام سے پہلے عربوں کے پاس نہ تھا - عربوں کے ہاں یہ ۵۱۲۰ میں نمودار ہوا اور ایک قول کے مطابق عربوں ہی نے اس کو ایجاد کیا تھا - اُس زمانے میں عربوں کے نزدیک ہر وہ چیز کاغذ تھی جس پر لکھا جا سکتا ہو مثلاً رَق (راء کی فتحہ کے ساتھ اور رَق اس پتلی جھلی کو کہتے ہیں جس پر اچھی لکھائی آتی ہو) اور یہی بالعموم ان کا کاغذ ہوتا - ابتدائے اسلام میں بھی اسی طرح رہا - اللہ تعالیٰ کا فرسان بھی اسی کے متعلق ہے -

وَ الطُّورِ وَ كِتَابٍ مَسْطُورٍ فِي رَقٍ مَنَشُورٍ (قسم ہے طور اور پھیلائی ہوئی جھلی پر لکھی ہوئی کتاب کی) - اور کبھی عرب کھجور کی ان ٹہنیوں پر جن کے پتے اتار دیے گئے ہوں یا اسی قسم کی اور چیزوں پر لکھا کرتے اور جس طرح وہ اس چیز کو جس پر کچھ لکھا جاتا کاغذ کہہ کر پکارتے ، اسی طرح وہ اسے مَسْطُورٌ ، صَحِيفَةٌ اور سِفْرٌ بھی کہتے - قِرطاس کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے - اسی طرح صُحُفٌ اور اَسْفَارٌ کا ذکر بھی قرآن میں آیا ہے - اس سے اس بات کا پتا چلتا ہے کہ عرب قرطاس کو جانتے تھے اور اس کا ان کے یہاں استعمال عام تھا - چنانچہ جب کوئی ڈیرا ویران ہو جاتا اس پر تند ہوائیں چلتیں اور وہ زمین بن جاتا تو اسے مَسْطُورٌ سے تشبیہ دیتے - اعشى کہتا ہے :

مَلَادَارَ لَيْسِي هَلْ تُبَيِّنُ فِتْنَتِي
وَأَنْشِي تَرْدُ الْقَوْلِ بِيضَاءُ سَمَلِقِ

لیللی کے گھر سے پوچھو - کیا یہ وضاحت کرے گا اور بولے گا ، بھلا سفید چٹیل میدان کیسے جواب دے سکتا ہے ؟

وَأَنْتَى تَرُدُّ الْقَوَالَ دَارًا كَمَا نَهَّيْنَا
لِطُؤُلٍ بِلَاهَا وَالتَّقَادُمِ سُهُرَقِ

وہ گھر بات کا جواب کیسے دے سکتا ہے جو ایک عرصے سے بوسیدہ ہونے اور پرانا ہو جانے کی وجہ سے کاغذ کی طرح معلوم ہو رہا ہو ابو نواس نے سفید اونٹنی کو قرطاس کے ساتھ تشبیہ دی ہے چنانچہ وہ اپنے اشعار میں کہتا ہے :

يَقِيْقُ كَقِرْطَاسِ الْوَلِيْدِ هِجَانَ

یہ اونٹنی بچے کے کاغذ کی طرح سفید اور اصیل ہے

[۳ : ۳۷۹] ابو نواس نے خاص طور پر قرطاس الولید اس لیے کہا کہ کاغذ بچے کے پاس مٹے ہوئے کھنڈرات کی طرح ہے کیونکہ اس پر ابھی تک کچھ بھی نہیں لکھا گیا - ہجان : اصیل اونٹ یا اور کوئی جانور - جعفر بن حمدان الکاتب نے اپنے ان اشعار میں کاغذ کے تمام اوصاف جمع کر دیے ہیں :

فِي يَدَيْهِمِ مِنَ الْقِرَاطِيْسِ كَالْمُزْ
نَةِ جَادَاتٍ بِيَوَاكِفٍ مِدْرَارِ

اس کے ہاتھ میں کچھ کاغذ ہیں جو اس بادل کی طرح ہیں جو موسلا دھار بارش برسائے

كَالْمُؤَلَّاءِ الرَّحِيْبِيْسِ كَالشَّبِيْبِيْسِ بِيْبِيْسِ
الْهِنْدِ كَالشَّبِيْبِيْسِ كَالْمِيْمِيْسِ الْجَوَارِي

(یا) دہلی ہوئی دو تہی چادر کی طرح (سفید) ہے تلواروں یعنی ہندی تلواروں کی طرح ہے (یا) انڈے کی طرح ہے - یا - جاری پانیوں کی طرح ہے

كَالسَّرَابِ الرَّقِاقِ فِي سِي عُنْفُوتَانِ
الصَّيْفِ نِصْفَ النَّهَارِ فِي أَيَّارِ

- یا - یہ اس سراب کی طرح ہے جو مٹی کے مہینے میں ابتداء موسم گرما میں دوپہر کے وقت متحرک ہو

مَا تَبَا لِيْ اَجَلَتْ عَيْنُكَ فِيْهِ
حَيْثُ يَطْوِيْ اَمُّ فِيْ خُصُوْرِ الْعَدَاْرِ

جب اس کاغذ کو لپیٹا جاتا ہے تو تجھے اس کی پروا نہیں ہوتی کہ تو اس کاغذ پر نظر دوڑا رہا ہے یا کنواری لڑکیوں کی کمروں میں

يَسْبَحُ الْخَطُّ فِيْهِ عَفْوًا فَمَا
يَكْسُوْهُ بِوَعَثِ فِيْهِ وَلَا بِخَبَارِ

اس کاغذ پر تحریر خود بخود تیر رہی ہوتی ہے وہ نہ اس کاغذ کی دشوار گزار جگہ پر اور نہ نرم جگہ پر ٹھوکر کھاتی ہے

اس سلسلے کی بحث لمبی ہے - جس قدر ہم نے ذکر کر دیا ہے کافی ہے اور اللہ ہی کی مدد سے توفیق حاصل ہو سکتی ہے -

ایام جاہلیت میں عربوں کی گنتی

عربوں کی گنتی وہ نہ تھی جو آج لوگوں میں مشہور ہے کیونکہ اس میں آلے کی ضرورت پڑتی ہے - لہذا انہوں نے اس سے اجتناب کیا - انہوں نے خیال کیا کہ جس میں آلہ کی کم ضرورت پڑے اور انسان خود

۱ - بلوغ الارب میں بحبار [حاء مہملہ کے ساتھ] ہے اور محذ بہجۃ اثری نے اس کی تشریح ”الاثر“ کی ہے - لیکن میرے نزدیک یہ معنی یہاں قطعاً چسپاں نہیں ہوتے - میں اس لفظ کو ”خَبَار“ - [حاء معجمہ کے ساتھ] پڑھتا ہوں - والخبار: ما لان من الارض و استرخى اور یہی معنی یہاں مراد بھی ہیں اور لفظ و عث کے ساتھ مناسبت بھی رکھتے ہیں -

اپنے جسم کے آلے تک ہی رہے تو یہ زیادہ آسان ، زیادہ مفید اور ان کی غرض کے زیادہ مناسب ہوگا۔ یہ انگلیوں کی گرہوں کی گنتی ہے۔ انہوں نے ہر انگلی کی گرہ کو ایک عدد کے لیے مقرر کر رکھا ہے ، پھر انہوں نے انگلیوں کی وضع کو اکائیوں ، دہائیوں ، سینکڑوں اور ہزاروں میں ترتیب دے رکھا ہے اور انہوں نے ایسے قاعدے بنا رکھے ہیں جن کے ذریعے ہزاروں اور اس سے زائد کا بھی حساب ایک ہی ہاتھ سے معلوم کر لیا جا سکتا ہے۔ عربوں سے اس علم کے متعلق جو کچھ ہم تک پہنچا ہے اس میں متعدد رسالے تالیف ہو چکے ہیں۔ ان میں سے ایک رسالہ شرف الدین یزدی کا ہے یہ رسالہ ان بہترین رسالوں میں سے ہے جو اس علم میں تالیف کیے گئے۔ اس میں بہت سے أرجوزے نظم کیے گئے۔ ان میں سے ایک لطیف أرجوزہ ابن حرب کا ہے جس میں اس نے وہ باتیں لکھ دی ہیں جن کی اس علم میں ضرورت پڑتی ہے۔ ان میں سے ایک أرجوزہ [۳۸۰ : ۳] ابو الحسن علی کا ہے جو ابن المغربی کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی شرح عبدالقادر بن علی بن شعبان العوفی نے کی ہے۔ اس نے اپنی شرح میں اس علم کے متعلق بہت سی مفید باتوں کا ذکر کیا ہے۔ ان اشعار کا ذکر کیا ہے جو عربوں سے مروی ہیں اور ان میں یہ گنتی پائی جاتی ہے۔ شمس الدین محمد بن احمد الموصلی الخیلی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک ایسی مختصر سی نظم پائی جاتی ہے جس میں اس نے اس کی گنتی کے قاعدے بیان کیے ہیں اور جس میں اس گنتی کا لب لباب درج کر دیا ہے۔ بسم اللہ کے بعد وہ نظم یوں ہے :

بِحَمْدِكَ يَا رَبِّ سَاءَ ابْتِدَاءُ أَوْلَاءِ

فَمَا زِلْتُ أَهْلًا لِلْمَحَامِدِ مِفْضَلًا

اے میرے پروردگار میں سب سے پہلے تیری حمد کے ساتھ ابتدا کرتا ہوں کیونکہ تو ہمیشہ سے تمام تعریفوں کا اہل اور بہت مہربانی کرنے والا چلا آ رہا ہے

وَ أَتَّبَعُ حَمْدِي بِالصَّلَاةِ عَلَيَّ التَّرِيضًا

أَبِي الْقَاسِمِ الْمَهْدِيِّ خَيْرٍ مِّنْ أَرْسِيَلًا

حمد کے بعد میں ہدایت یافتہ ابو القاسم پر جو پسندیدہ اور بہترین رسول ہیں درود بھیجتا ہوں

وَ بَيْنَ بَعْدِ هَذَا أَيُّهَا السَّائِلُ اسْمَتِجْ
حِسَابَ الشَّيْءِ إِذْ عَنَّهُ مَمْلُوتٌ مُفْتَصِّلًا

اس کے بعد سائل صاحب سنیے ! ہاتھ کی گنتی کیونکہ آپ اس کی تفصیل پوچھتے ہیں

فَفِي عَدَدِ الْأَحَادِيثِ صَاحِ إِفْرَدَانِ
لِيُؤْمِنُنِي يَدَيْكَ اعْلَمْ وَإِيَّاكَ تَجْهَلًا

اے دوست اکائیوں کی گنتی میں اپنا دایاں ہاتھ الگ کر دو۔ دیکھنا بھول نہ جانا

فَلِلْوَاحِدِ اِقْبِضْ خِنْصِيرًا ثُمَّ بِنَصِيرًا
لِلثَّلَاثِينَ وَالْوُسْطَى كَذَاكَ لِيَتَكْمِلًا

چنانچہ ایک کے لیے خنصر بند کرو ، دو کے لیے بنصر بھی تین کے لیے ووسطی بھی تا کہ تین کی گنتی مکمل ہو جائے

بِعَدِّ ثَلَاثٍ ثُمَّ لِلْخِنْصِيرِ ارْفَعَنَّ
بِأَرْبَعَةٍ وَالْبِنَصِيرِ الْخَمْسَةَ اَكْمِلًا

پھر چار کے لیے (وسطی اور بنصر بند) اور خنصر (اور سبابہ) کھڑی کرو اور پانچ کے لیے بنصر بھی اٹھاؤ (اور وسطی دباؤ)

وَ فِي السِّتِّ اِقْبِضْ بِنَصِيرًا دُونَ كَلِيَّتِهَا
عَلَى طَرَفٍ لِلرَّاحَةِ اسْمَعُهُ وَأَنْقُلًا

۱ - غیاث اللغات میں ہے : برای واحد خنصر دست راست فرو باید گرفت و جهت دو بنصر را با خنصر ضم کردن و برای سه وسطی را نیز..... ولیکن دریں سه عقد باید کہ رؤس انامل بسیار نزدیک باصول اصابع باشند و برائے چهار خنصر را رفع باید کرد و بنصر و وسطی را معقود گذاشتن -

اور چھ کے لیے صرف بنصر دباؤ - سب نہیں - ہتھیلی کی طرف - سنو
اور لوگوں کو بتاؤ

وَفِي السَّبْعَةِ اَقْبِيضُ^ تَحْتِ الْاِبْهَامِ خِنْصِيرًا^
وَفِي طَرَفِ لِلسَّرَاحَةِ الْقَبْضُ^ فَاجْعَلَا^

سات ۱ میں اندر کی طرف (ابہام کی طرف) خنصر دباؤ اور (باقی کھڑی
رکھو) اور یہ دباؤ ہتھیلی کی جانب ہو

و لِلْبَيْنَصِيرِ اَرْفَعُ^ ثُمَّ^ فِي الثَّامِنِ اَضْمُمَنَّ^
إِلَى خِنْصِيرٍ فِي الْقَبْضِ لِلْبَيْنَصِيرِ اَعْقِيلاً^
بنصر کو اٹھائے رکھو - پھر آٹھ کے لیے خنصر سے بنصر تک سب
کو دبا کر بند کر دو

وَفِي التَّسْعَةِ^ الْوُسْطَى اَضْمُمَنَّ^ مَعَهُمَا وَ فِي^
جَمِيعِ السَّادِ اَفْعَدَنَّ^ ذَا وَ اِنْ عَمَلَا^

نو کے لیے وسطی بھی ان دونوں کے ساتھ ملاؤ (صرف سبابہ کھڑی
رہے) اوپر کی اکائیوں میں بھی یوں کرو

۱ - غیاث اللغات میں چھ اور سات کے لیے یوں لکھا ہے : و بجمہتہ
شش وسطی را رفع کردن فقط بنصر را فرو بایند گرفت چنانچہ
سرانملہ آن بروسط کف باشد و برائے ہفت بنصر را ہم برداشتہ خنصر
تنہا را عقد باید گرفت چنانکہ سرانگشت نیک مائل باشد بجانب
نرمہ دست - یعنی قریب بمنتهائی کف بسوی ساعد -

۲ - غیاث میں ہے : و برای نہ با وسطی نیز ہماں باید کرد کہ دریں
عقود ثلاثہ اخیر سر ہائی انگشتان بر طرف کف باشد تا بعقود
ثلاثہ نگرند -

وَفِي عَشْرَةٍ مَعَهُ عَقْدِ الْإِبْهَامِ فَاسْتَمِعَ
تُحَلِّقُ رَأْسًا لِلْمُسَجَّةِ افْعَلًا

دس میں ابہام کے منہ پر سبابہ کو حلقہ بنا کر سوار کرو (ناخن کے پاس)

وَاللَّظْفُرِ مِيزَانِ الْإِبْهَامِ كَمَا جَعَلَهُ بَيْنَ إِصْبَعَيْكَ
هِيَ الْعِشْرُونَ فَاعْلَمْهُ وَاعْمَلْهُ

بیس کے لیے ابہام کا ناخن سبابہ اور وسطی کی جڑ میں دباؤ اسے جان
لو اور عمل کرو

وَمَا بَيْنَ رَأْسِ الْمُسَجَّةِ اجْمَعَنَّ
وَرَأْسِ الْإِبْهَامِ الثَّلَاثُونَ حَصَلًا

تیس کے لیے سبابہ اور ابہام (انگوٹھے) کا سر ملاؤ (اور سبابہ کو
ذرا خم کرو)

وَإِنْ تَرَكَيْبِ الْإِبْهَامِ يَصَاحُ فَاحْتَفِظْ
لِسَبَابَةِ لِأَنَّ بَعْضَ سُبَابَةِ

۱ - غیاث میں ہے : بردہ سرناخن سبابہ دست راست را باطن بر مفصل
اول انملہ ابہام یعنی نرانگشت باید نہاد چنانکہ فرجہ میان این
دو انگشت بحلقہ مدور مشابہ باشد -

۲ - غیاث اللغات میں ہے : و برائے بست طرف عقد زیرین سبابہ کہ
متصل و وسطی است بر پشت ناخن ابہام باید نہاد چنانچہ پنداری
انملہ ابہام را در میان اصول سبابہ و وسطی گرفته اند لیکن وسطی
را در دلالت عدد بست دخلے نباشد چہ اوضاع او برائے عقود
آحاد متغیر و مبدل گردد و اتصال ناخن ابہام بطرف عقد زیرین سبابہ
بحال خود دلالت بر بست کند -

۳ - غیاث میں ہے : و برائے سی ابہام را قائم داشته سرانملہ سبابہ
برطرف ناخن او باید نہاد چنانکہ وضع سبابہ باہام شبیہ باشد بصورت
قوس وزیہ آن -

چالیس کے لیے ابہام کو سبابہ کی جڑ پر سوار کرو۔ اسے دوست !
(اور باقی کھڑی رکھو) یاد رکھو یہ چالیس مکمل ہو گئے

وَابْهَامَكَ اجْعَلْ تَحْتَ سَبَابَةٍ إِذَا
تَعَمَّدْتَ لِلسَّخْمِ سَيْئِنٌ ۱ فَاحْفَظْهُ تِكْمَلًا

پچاس کے لیے ابہام کو سبابہ کے پاؤں میں بٹھا (تاکہ وہ اکٹھا
ہو جائے) اسے یاد رکھو۔ تو کامل بن جائے گا

وَإِنْ تَرَكَبِ الْاِبْهَامِ الْمُسَجِّتَةَ اسْتَمِعْ
كَتَابِيضِ سَهْمٍ وَهِيَ مَيْتُونٌ ۲ اِحْمَلًا

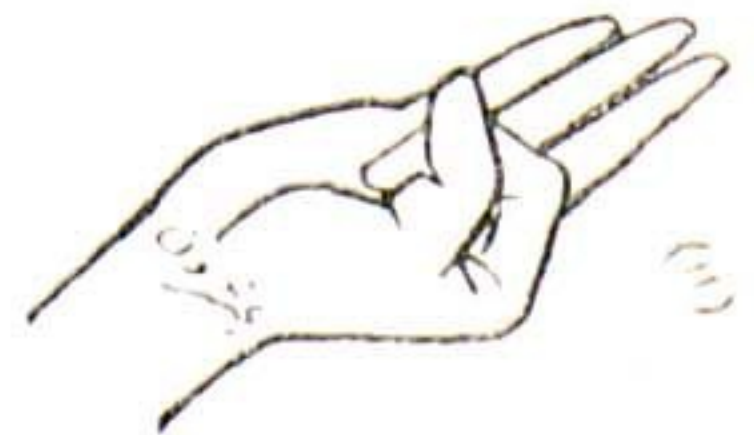
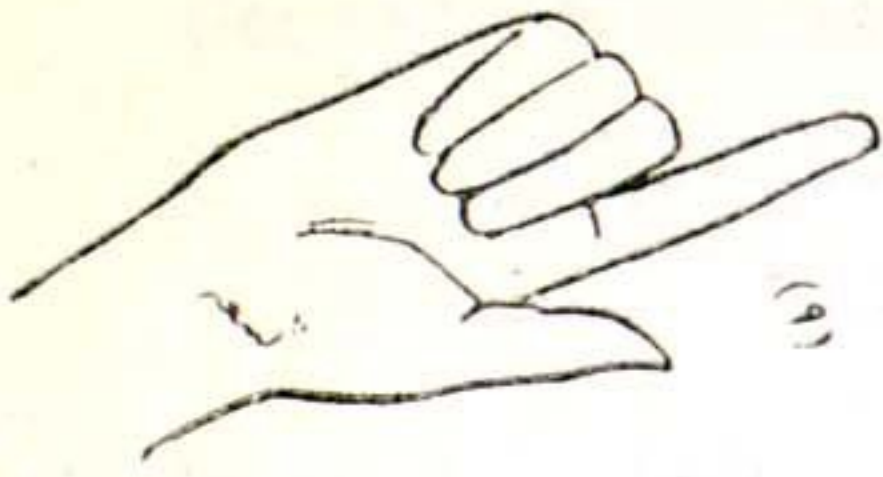
سنو ! ساٹھ کے لیے ابہام پر سبابہ سوار کرو (اور وہ اس طرح اکٹھا
ہو) جس طرح کوئی تیر پکڑتا ہے

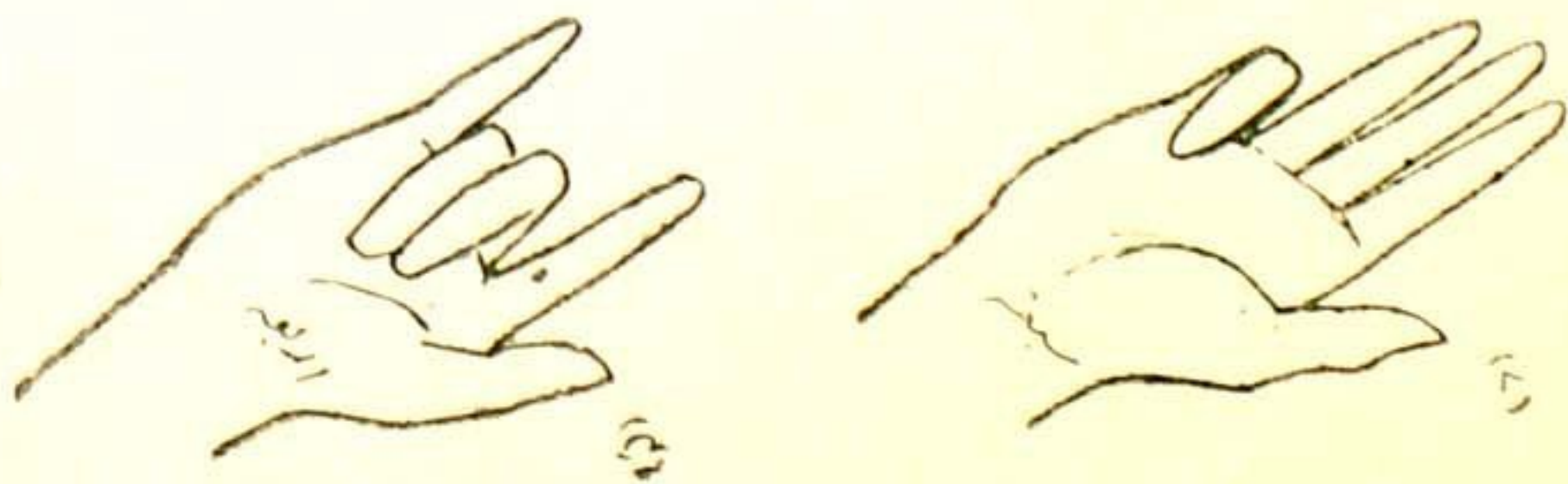
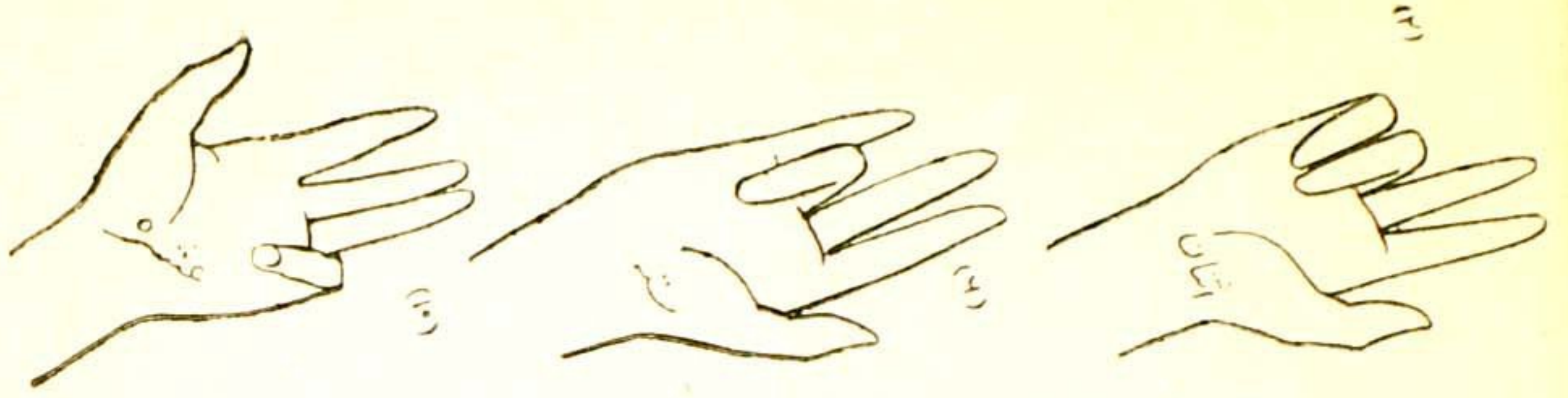
وَ عَدُّكَ لِسَبْعِيْنَ ۳ فِي بَطْنِ ثَالِثٍ
لِسَبَابَةٍ اِبْهَامَكَ اعْقِدْهُ تَجْمِيلاً

اور ستر کے لیے سبابہ کے بطن ثالث میں اپنے ابہام کو ملاؤ۔
بہتر ہوگا

وَ الْاِبْهَامِ مِّنْ تَحْتَ الْمُسَبِّحَةِ اجْعَلَنَّ
بِنَانًا عَلَيَّ ظُفْرٍ ثَمَانِيْنَ ۴ اَكْمِيلاً

- ۱ - غیاث میں ہے : و برائے پنجاہ سبابہ را قائم داشته مرا ابہام را تمام
خم باید کرد و بر کف باید نہاد ۔
- ۲ - غیاث میں ہے : و برائے شصت ابہام را خم دادہ باطن عقدہ دوم
سبابہ را بر پشت ناخن ابہام باید نہاد چنانچہ پشت ناخن ابہام تمام
مکشوف باشد ۔
- ۳ - غیاث میں ہے : برائے ہفتاد ابہام را قائم داشته باطن عقد اول
یا دوم سبابہ بر پشت ناخن ابہام باید نہاد چنانکہ پشت ناخن ابہام ۔
- ۴ - غیاث اللغات میں ہے : و برائے ہشتاد ابہام را منتصب گذاشته
طرف لطر [ظفر؟] سبابہ را بر پشت سفصیل انملہ اولی باید نہاد ۔





[۳ : ۳۸۱] اسی کے لیے سببہ کے نیچے ابہام دباؤ اس طرح کہ پورا ناخن پر ہو۔ اسی پورے کر لو

وَفِي عَدِّ تِسْعِيْنَ^۱ الْمُسَبَّحَةِ اقْبِضَنَّ^۱
لِيَمَّا بَيْنَ اِبْهَامٍ وَمَا بَيْنَهَا اجْتَلَى

توے کی گنتی کے لیے سببہ کو اس طرح دباؤ کہ ابہام اور سببہ کا درمیانی فاصلہ ظاہر ہو

وَ اِبْهَامَكَ اجْعَلْ^۱ فَوْقَهَا مِثْلَ حَيْثُ
تَرُوْمٌ^۱ وَ ثُوْبًا^۲ وَ الْمَيْيْنِ^۲ اَلَا اجْعَلَا

ابہام کو سببہ پر یوں رکھو گویا سانپ اچھلنے لگا ہو اور سینکڑوں کو یوں بناؤ کہ

بِيَسْرٍ^۳ كَمَا لِحَادٍ يَأْذَا الْعُلُومِ^۳ مِّنْ
يَمِيْنِكَ فَاحْفَظْهُ^۳ وَ اِيَّاكَ^۳ تَعْوَلَا

اپنے بائیں ہاتھ سے اسی طرح بناؤ جس طرح اپنے دائیں ہاتھ سے اکائیاں بناتے ہو۔ یاد رکھو۔ خبردار! شور نہ مچانا

كَذَا الْعَشْرَاتُ^۳ مِّنْ يَمِيْنِكَ اِنَّهَا
بِيَسْرٍ^۳ يَآ هَذَا الْوُفَّ^۳ عَلَيَّ الْيَوْلَا

۱ - غیاث اللغات میں ہے : و برائے نود ناخن مشابہ [سببہ] را باطن بر مفسصل عقدہ دوم ابہام باید نہاد۔

۲ - غیاث اللغات میں یوں دیا ہے : و ہمچنین آنچه در دست راست دلالت بر عقدے از عقود نہگانہ عشرات کند از وہ تا نود دست چپ دلالت بر ہماں عقدے از عقود مآت کند از یکصد تا نہ صد۔

۳ - غیاث اللغات میں یوں ہے : باید دانست آنچه در دست راست دلالت بر عقد از عقود آحاد کند از یکی تا نہ دست چپ دلالت بر ہماں عقود الوف کند از یک ہزار تا نہ۔

اسی طرح دائیں ہاتھ سے دھا کے بنیں گے اور بائیں ہاتھ سے بالترتیب
ہزار بنیں گے

وَعَشْرَةٌ ۱ الْآفِ لَا بُهَامِيكَتَ اجْمَعَنَّ

وَذَلِكَ مَعَ سَبَابَةِ يَأْ أَخَا الْعُلَا

دس ہزار کے لیے ابہام کو سبابہ کے ساتھ جمع کرو اے مرد۔
عالیشان !

بِئْسَ رَاكٌ وَ امْهَدُهُ كَحَالِقَةٍ نِ سْتَمِيعُ

إِذَا طُوِيَّتْ وَ الرَّأْسَ فَاجْعَلْهُ أَسْفَلًا

اپنے بائیں ہاتھ کے ساتھ اور سنو ! اسے چھلے کی طرح بچھا دو ۔ جب
اسے لپیٹا جائے اور سر کو نیچے کرو

وَ قَدْ نَجَزَتْ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَحْدَهُ

مُيسَّرَةٌ تَبْغِي أَخَا مُتَفَضِّلًا

خدا نے واحد کا شکر گزار ہوں کہ یہ گنتی آسانی سے پوری ہو گئی
یہ گنتی صاحب فضیلت شخص کی طلب گار رہتی ہے

يُسَا مِجْهًا فِيئِمَا يَرَى مِّنْ عِيُوْبِيهَا

فَمَّا أَحَدٌ عَنِ ذَاكَ بِأَصَاحٍ قَدْ خَلَا

جو اس کے عیوب سے چشم پوشی کرے کیونکہ اے دوست ! عیب
سے کوئی بھی خالی نہیں ہے

فَخُذْهَا عُرْوَةً سَا قَدْ سَمَّتْ شَمْسٌ ضَحْوَةٌ

وَ بَدْرٌ دِيَاجٍ قَدْ بَدَا مُتَهَلِّلًا

۱۔ غیاث اللغات میں ہے : و برای عقدہ دہ ہزار طرف انملہ ابہام را
متصل باید ساخت بطرف تمام سبابہ چنانکہ سر ناخن ابہام برابر
باشد و طرفش بطرف او ۔ اس عبارت سے پہلے یہ عبارت ہے : بدانکہ
باصابع ہر دو دست ہذاں صور پیشردہ گانہ مذکورۃ الصدر از یکے تانہ
ہزار و نہصد و نود و نہ ضبط توان کرد ۔

لو یہ دلہن چاشت کا سورج بن کر اٹھی ہے اور تاریکیوں کا چمکدار
چاند بن کر ظاہر ہوئی ہے

فَإِنْ تَمْتِنَعُ كَتَالِبِكُرِّ عِنْدَ امْتِنَا عِيهَا
عَلَى بَعْلِيهَا عِنْدَ الزَّفَافِ تَدَلَّشَلَا

اگر یہ اس کنواری کی طرح جو شب زفاف میں ناز و ادا کی
وجہ سے اپنے خاوند کو اپنے پاس آنے نہیں دیتی یہ بھی نزدیک
نہ آنے دے

فَصَفَّ لَهَا ذِهْنًا غَزِيرًا مُجَوِّدًا
وَ غُصَّ فِي بِيحَارِ الْفِكْرِ ثُمَّ تَأَمَّلَا

تو اپنے کثیر اور عمدہ ذہن کو پاک و صاف کر لو غور و فکر کے
سمندر میں غوطہ لگاؤ پھر سوچو

تَرَى لِمَعَا نِيْهَهَا بُزُوْغًا كَكُوْ كَتَبِ
وَيَأْتِيْكَ مِّنْهَا الْعِلْمُ وَالْفَضْلُ مُقْبِلًا

تب تجھے اس کے ستاروں کی طرح چمکدار معانی دکھائی
دیں گے اور اس سے تمہاری طرف علم و فضل چلا آئے گا

بعض اہل فضل نے عقد انامل میں مراتب اعداد بیان کرتے ہوئے
یوں لکھا ہے : دس کے لیے سبابہ کا حلقہ بناؤ ، بیس کے لیے انگوٹھے کو
سبابہ اور وسطی کے درمیان رکھو - تیس کے لیے انگشت شہادت کا کنارہ
انگوٹھے کے کنارے پر رکھو ، چالیس کے لیے انگوٹھے کے سرے کو
انگشت شہادت کے پیچھے رکھو ، پچاس کے لیے ابہام کو بٹھائے رکھو ،
ساٹھ کے لیے ابہام کے سرے کی پشت کو سبابہ کے اندونی حصے کے اوپر
کے جوڑ پر رکھو - اسی کے لیے انگشت شہادت کے سرے کو نر انگشت
کے ناخن پر رکھو - نوے کے لیے سبابہ کا ایسا حلقہ بناؤ کہ درمیان میں
جگہ خالی نہ رہے - سو کے لیے بائیں ہاتھ کی انگشت شہادت کے سرے
کو اسی طرح بناؤ جس طرح دس بنانے کے لیے دائیں ہاتھ کو بنایا تھا -

دو سو کے لیے بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کو اسی طرح کرو جس طرح بیس کے لیے دائیں انگوٹھے کو کیا تھا۔ علیٰ ہذا القیاس ہزار تک ہر سینکڑے میں اسی طرح ہوگا جس طرح دھاکوں کو کیا تھا مگر یہ بائیں ہاتھ سے ہوگا۔ اس کے بعد جس طرح تو اکائیوں کے لیے دس تک دائیں ہاتھ کو [۳ : ۳۸۲] لیتا تھا ہزار کے لیے بائیں ہاتھ سے لے گا۔ اس کے بعد تو دس ہزار کو لے گا اور اس کا طریقہ ہے کہ تو ابہام کے سرے کے ایک پہلو کو سبابہ کے سرے کے پہلو پر رکھ دے۔ بیان ختم ہوا۔ ابھی بہت سی بحث باقی ہے جسے اپنے مقام پر تلاش کیا جائے متعدد احادیث میں دستی گنتی کا ذکر آیا ہے اور صدر اول اور جلیل القدر سلف کے بہت سے اشعار میں بھی اس کا ذکر آیا ہے، اسی کے ذریعے بہت سے وہ ایبات المعانی حل ہو جاتے ہیں جنہوں نے لوگوں کی فہموں کو حیران کر رکھا ہے۔

عربوں میں بعض افراد ایسے بھی تھے جو کنکروں کے ذریعے حساب کیا کرتے تھے اور اسی سے گنتی کا کام لیتے تھے۔ جیسا کہ ان کے اشعار سے پتا چلتا ہے۔ اعشٰی میمون ایک قصیدے میں جس میں اس نے عامر بن الطفیل کو علقمہ بن علاثہ پر فضیلت دی ہے کہتا ہے :

إِنْ تُرْجِعِ الْحَقَّ إِلَىٰ أَهْلِهِ
فَلَسْتُ بِالْمُسْتَدِيِّ وَلَا النَّائِرِ

اگر تو حق حقدار کی طرف لوٹا دے (تو تیرے لیے یہی بہتر ہے کیونکہ) تیرا شمار نہ تین میں ہے نہ تیرہ میں

وَلَسْتُ فِي السَّلْمِ بِيَدِي نَائِلِ
وَلَسْتُ فِي الْهَيْجَاءِ بِالْحَجَّاسِرِ

تو صلح کے زمانے میں نہ تو لوگوں کو عطیے دیتا ہے اور نہ ہی جنگ میں جری ہے

وَلَسْتُ بِالْأَكْثَرِ مِنْهُمْ حَصِي
وَأَنْتُمْ الْعِزَّةُ لِلْكَثَائِرِ

تو ان سے تعداد میں بھی زیادہ نہیں ہے غلبہ اسی شخص کو حاصل ہوتا ہے جو کثرت تعداد میں دوسرے پر غالب آجائے

وَلَسَّتْ فِي الْأَثْرَيْنِ مِّنْ مَّالِكِ
وَلَا أَبِي بَكْرٍ أُولَى النَّاصِرِ

تو قبیلہ مالک کے مال داروں میں سے نہیں ہے اور نہ ہی مددگار والے ابوبکر کی اولاد میں سے ہے

هُمُ هَامَةُ الْحَيِّ إِذَا مَا دُعُوا
وَسَالِكُ فِي السُّودِ الْقَاهِرِ

جب انہیں پکارا جائے تو یہ قبیلے کے سردار ہوتے ہیں اور مالک کو غالب آنے والی سرداری میسر ہے

حصّی سے مراد تعداد ہے۔ اور یہاں اعوان و انصار کی تعداد مراد ہے ان ابیات کے کسی شارح نے کہا ہے: حصّی کا لفظ تعداد کے معنوں میں اس لیے بولا گیا کہ عرب اُمّی قوم ہے جنہیں قلم کے ذریعے حساب کرنا نہیں آتا۔ وہ صرف کنکروں کے ذریعے گنتی کیا کرتے تھے۔ اسی سے معدود کا حساب کر لیتے، اسی سے انہوں نے فعل گھڑ لیا اور کہا: أَحْصَيْتُ، عربوں کو حساب کرنا ہرگز نہ آتا تھا یہاں تک کہ صُوی نے کتاب ادب الکاتب میں نقل کیا ہے کہ کسی عرب نے ایک قیمتی موقی ایک ہزار درہم میں بیچ ڈالا کسی نے

۱۔ اَثْرَيْنِ جمع اَثْرٍ کی۔ جمع صحیح سالم۔ بمعنی صاحب ثروت۔ مالک، عامر بن الطفیل کا دادا ہے۔ نسب یوں ہے: عامر بن الطفیل بن مالک بن جعفر بن کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ اور ابوبکر عامر کے دادا کا چچا ہے۔ ابوبکر کا نام عُبَيْدُ (مُصَغَّرًا) ہے۔ عبید بن کلاب بن ربیعہ یعنی ابوبکر جعفر بن کلاب کا بھائی ہے۔

اس سے کہا : یہ تو زیادہ قیمت کا تھا تو اس نے کہا : میرا خیال نہ تھا کہ ہزار سے زیادہ بھی گنتی ہوتی ہے یہی وجہ [۳۸۳ : ۳] ہے کہ عرب اچھا شمار و حساب کرنا جاننے والے کی تعریف کیا کرتے اور اسے ماہر کہتے اور اسے صاحب حکمت و عدل قرار دیتے تھے ۔
 نابغہ ان اشعار میں جن میں اس نے نعمان کے سامنے اپنا عذر پیش کیا تھا کہتا ہے :

وَاحْشِكُمْ كَحُكْمِ فَتَاةِ الْحَيِّ إِذْ نَظَرَتْ
 إِلَى حَمَامٍ شِرَاعٍ وَارِدِ الشَّمَدِ

تو بھی اسی طرح میرے ساتھ انصاف کرنے میں دانا بن جس طرح قبیلے کی لڑکی نے اس وقت صحیح بات کہی تھی جب اس نے کم پانی پر وارد ہونے والے کبوتروں کو دیکھا تھا

قَالَتْ : أَلَا لَيْتَمَا هَذَا الْحَمَامُ لَنَا
 إِلَى حَمَامٍ مَتِينًا أَوْ نِيصْفُهُ فَتَقْدِمُ

کہنے لگی : کاش یہ کبوتر ہمارے کبوتر کے ساتھ ملا کر میرے ہوتے اور صرف اس کا نصف (بھی ساتھ ملا دیا جاتا)

فَحَسْبُوهُ فَالْفَوْهُ كَمَا زَعَمَتْ
 تِسْعًا وَتِسْعِيْنَ لَمْ يَنْقُصْ وَلَمْ يَزِدْ

۲ - یہ صدیوں پہلے کی بات ہے اب جب کہ زمانہ اس قدر ترقی یافتہ ہو چکا بعض لوگوں کا یہی حال دیکھنے میں آیا ہے چنانچہ میرے بچپن کی بات ہے گاماں پہلوان امرتسری سے ٹھیکیداروں نے کشتی کی بات کی تو اس نے پانچ ہزار روپیہ مانگا ۔ اس کے بعد ٹھیکیدار گاماں کے والد کٹھو پہلوان کے پاس گئے تو اس نے کہا : اللہ کی قسم میں بیس بیسوں سے کم نہ لوں گا ۔ یعنی صرف چار سو روپیہ کیونکہ وہ بیس کے آگے گنتی نہ جانتا تھا ۔

پھر جب انہوں نے شمار کیا تو جس طرح اس لڑکی نے کہا تھا
بعینہ، اسی طرح ننانویں پایا - نہ کم تھے اور نہ زیادہ

فَكَمَلَتْ مِائَةً فِيهَا حَمًا مَتَّهًا
وَأَسْرَعَتْ حِسْبَةً فِي ذَلِكِ الْعَدَدِ

اس کی کبوتری نے سو مکمل کر دیے اور اس نے اس تعداد کے
شمار کرنے میں جلدی کی

نابغہ کی مراد یہ ہے کہ تو مجھ سے انصاف کرنے میں دانا بن جس
طرح اس لڑکی نے دانائی کی بات کی تھی جس کی ایک کبوتری تھی اور اس
نے بھٹ تیتروں کا ایک جھنڈ دیکھا اور اس نے ان کا تخمینہ چھیاسٹھ لگایا
اور کہا : کاش یہ کبوتر میرے ہوتے اور میری کبوتری کے ساتھ شامل
ہو جاتے اور صرف ان کا نصف اور ساتھ مل جاتا ہو - تو کبوتر پورے
ایک سو ہو جاتے کہتے ہیں : اس کا ایک بھٹ تیتر تھا اس نے بھٹ تیتر کو
کبوتر کہا ہے یہ اصمعی کا قول ہے - بعض کہتے ہیں نابغہ کی مراد یہ ہے
کہ تو میرے متعلق عدل و انصاف کا فیصلہ کر جس طرح اس لڑکی نے ان
کے شمار کرنے میں کیا اور عین صحیح شمار کیا - پہلی تشریح بہتر ہے -
کیا نابغہ کو نہیں دیکھتے کہ اس نے اس قصے کو کس طرح بیان
کیا ہے ؟ اور جب اس نے ان کا شمار اس خوبی سے کیا تو اسے حکمت
اور عدل کی مالک قرار دیا - ابو عبیدہ کہتا ہے : اس لڑکی کو زرقاء کہا
جاتا ہے اور اس کا اصلی نام عَسْرُز ہے - یہ جَدِيس میں سے تھی - ایک
اور شخص نے کہا ہے : یہ قول خُس کی بیٹی ہند کا ہے - جزو اول
میں حکیمات العرب کے بیان میں اس اختلاف کا ذکر کیا جا
چکا ہے -

سلطنت عباسیہ کے عہد میں ہاتھ کی گنتی کو دیگر گنتیوں پر ترجیح
دی جاتی تھی جیسا کہ صُولی نے ذکر کیا ہے چنانچہ صُولی کہتا ہے :
ہر جنس اور ہر ملت کے حساب دانوں کا خواہ وہ کسی رسم الخط اور
زبان میں ہو اس بات پر اتفاق ہے کہ حساب کی ترکیبیں چار سے زائد

نہیں ہو سکتیں۔ یا تو ایک عدد کو دوسرے عدد میں ضرب دی جائے گی۔ یا کسی عدد کو کسی عدد پر تقسیم کیا جائے گا یا کوئی عدد کسی عدد سے نفی کیا جائے گا یا کوئی عدد کسی عدد میں جمع کیا جائے گا۔ انہوں نے ابتدائی عدد اور انتہائی عدد سے بہت سی بحث کی ہے [۳ : ۳۸۴] ان میں بہترین قول اہل ہند کا ہے کہ گنتی ایک سے شروع ہو کر نو پر ختم ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد دس آتا ہے اور ترتیب وار ایک کی حالت کی طرف لوٹتا ہے۔ انہوں نے نو کے نو حروف کو اسی طرح وضع کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ ہندی حساب سے بہت سے عدد نکل آتے ہیں مگر کاتبوں نے اس سے اس لیے اجتناب کیا ہے کہ یہ ایک آلہ ہے اور ان کی رائے یہ ہے کہ جس چیز میں آلات کم استعمال ہوں اور انسان اس میں محض اپنے جسمانی آلے سے کام لے تو اس کا راز زیادہ رہ سکتا ہے اور وہ شانِ ریاست کے زیادہ لائق ہوتا ہے وہ آلہ یہی ہے جس میں وہ انگلیوں کی گرہوں پر اکتفا کرتے ہیں۔ سطروں کے آخر میں حساب ابجد کے ابتدائی حروف کا نکالنا اور ان سے ایک تفصیل کو ترک کرنا اور ایک کو نہ کرنا، اور فرع کو ترک کرنا اصل کو نہ کرنا۔ وہ کہتا ہے بعض منشی اس میں اس قدر منہک ہوئے کہ ان کے ہاتھوں کی گرہیں ہلکی پھلکی ہو گئیں اور وہ اپنی انگلیوں سے اسی طرح (آخری گنتی تک) پہنچ جاتا جس طرح وہ نگاہ سے پہنچتا ہے اور دیکھنے والا (سرعت کے باعث) انگلیوں کے گرنے کو معلوم ہی نہیں کر سکتا۔ وہ کہتا ہے :
عبد اللہ بن ایوب ابو محمد التیمی نے بجلی کی چمک کو شمار کرنے والے کے ہاتھ کی پھرتی سے تشبیہ دی ہے۔

چنانچہ وہ کہتا ہے :

أَعْيُنِي عَالِي بَارِقِ سَاطِرِ
خَفِي كَوَحْيِكَبِ بِالسَّحَابِ

بجلی چمکانے والے اور بارش برسانے والے بادل پر میری مدد کرو جو ایسے مخفی ہے جیسے تو ابرو کے ساتھ اشارہ کرے

كَأَنَّ تَأَلُّفَهُ، فِي السَّمَاءِ
يَدَا كَاتِبٍ، أَوْ يَدَا حَسِيبٍ،

جب یہ بجلی آسمان پر چکمتی ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ
کسی لکھنے والے یا گنتی کرنے والے کے دو ہاتھ ہیں
کسی کاتب نے کہا ہے :

وَنَاطِقٍ تَخْبِيرُ الْفَاطِمَةَ،
عَنْ نَعْمَاتِ الْعُودِ بِالزُّمْرِ،

ایک بولنے والا ہے جس کے الفاظ ان نغموں کا اظہار کر رہے ہیں
جو سارنگی بجانے سے پیدا ہوتے ہیں

بَيْنَا تَرَاهُ عَاقِدًا خَمْسَةَ
وَسِتَّةَ صَارَ إِلَى عَشْرٍ

ابھی تو دیکھے گا کہ وہ عقد انامل سے پانچ اور چھ بنا رہا ہے کہ
وہ دس تک جا پہنچتا ہے

وَصَارَ مِنْ بَعْدُ إِلَى وَاحِدٍ
كَحَسِيبٍ أَخْطَأَ فِي كَسْرٍ

اس کے بعد وہ ایک کی طرف چلا جاتا ہے اس شمار کرنے والے کی
طرح جس نے کسر میں غلطی کھائی ہو

شمار کرنے والے کے ہاتھ کو بجلی کی چمک کے ساتھ تشبیہ دینے
میں تیمی کے قول کے بعد عمدہ تشبیہوں میں ایک قصیدے میں عنترہ کے
یہ اشعار ہیں :

وَفَرَضَتْ لِلنَّاسِ الْكِتَابَةَ فَاحْتَدَوْا
فِيهَا مِثَالَكِ وَالْعُلُومُ فَرَائِضُ

تو نے لوگوں کے لیے کتابت کو فرض قرار دیا لہذا انہوں
نے اس میں تمہاری مثال کی پیروی کی اور علوم فرائض ہوتے ہیں

وَإِذَا اخْتَلَطَتْ فَأَنْتَ غَيْثٌ مُعْشِبٌ
وَإِذَا حَسَبَتْ فَأَنْتَ بَرَقٌ وَأَمِيضٌ

جب تو تحریر کرتا ہے تو تو گھاس اگانے والی بارش ہوتا ہے
اور جب تو گنتی کرتا ہے تو تو چمکدار بجلی ہوتا ہے

وَإِذَا نَهَضَتْ فَأَنْتَ نَجْمٌ ثاقِبٌ
وَإِذَا جَلَسَتْ فَأَنْتَ لَيْثٌ رَابِضٌ

جب تو کھڑا ہوتا ہے تو تو روشن ستارہ ہوتا ہے اور جب بیٹھتا
ہے تو بیٹھا ہوا شیر ہوتا ہے

فَبِيكَ التَّمَثُّلُ حَيْثُ يُنْشَعَتُ فَاضِلٌ
وَالْيَيْكُ يُرْجَعُ حَيْثُ يُشْكَلُ غَابِضٌ

جب کسی صاحب فضیلت کی تعریف کی جاتی ہے تو تمہاری
ہی مثال پیش کی جاتی ہے اور جب کوئی مشکل پیش آتی ہے تو
تمہاری ہی طرف رجوع کیا جاتا ہے

ایام جاہلیت میں عربوں کا ذریعہ معاش اور اس کے اسباب

[۳ : ۳۸۵] کوئی بھی قوم ہو اس کے لیے ان چیزوں کا ہونا لابدی
ہے جو اس کی ضروریات کو پورا کریں اور ان کی حاجت روائی کر سکیں ،
اور یہ مختلف اسباب اور مختلف اعمال کے ذریعے ہوتا ہے ۔ جن کی طرف
اللہ تعالیٰ ان کی رہنمائی کرتا ہے اور جن کو وہ ان کی روزی کا سبب
بناتا ہے ۔ عرب ان قدیم اقوام میں سے ہیں جنہوں نے کئی زمانے دیکھے ،
ہو سکتا ہے کہ یہی طول زمانہ بعد کے آنے والوں کے لیے ان کے بہت
سے حالات کے مخفی رہ جانے کا سبب ہوا ہو مگر ان کی زبان اور ان کے
اشعار نے ہر بد کے ہوئے معاملے کو مقید کر رکھا ہے اور یہ زبان اور
اشعار ان تمام امور کی وضاحت کر دیتے ہیں جن پر پردہ خفا پڑ گیا ہو ۔

اور یہ سب کو معلوم ہے کہ اسباب معیشت اور کمائی کے ذرائع اور اصول چند چیزوں پر منحصر ہیں ۔

ان میں سے ایک

تجارت

ہے ۔ یہ تمام اسباب سے اشرف اور بلند قدر سبب ہے ، اسی لیے حدیث میں آیا ہے :

التَّاجِرُ الصَّدُوقُ مَعَ الْكِرَامِ الْبَرَّةِ

(سچا تاجر بزرگ اور نیکو کار لوگوں کے ساتھ ہوگا)

تجارت میں ہر قسم کی بیع و شراء آجاتی ہے ، اور یہ عربوں کے اہم اسباب معیشت میں سے تھی ۔ بالخصوص حجاز ، نجد اور ان علاقوں کے باشندوں کی جو حجاز و نجد کی طرح قحط زدہ اور کم زرخیز ہیں ۔ عرب بالعموم اور قریش بالخصوص دولت کمانے پر فخر کیا کرتے تھے جیسا کہ صحیح بخاری کی شرح فتح الباری میں ہے ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تجارت کے ضمن میں خوش نصیب تھے ۔ جیسا کہ بعض مفسرین نے سورۃ قریش کی تفسیر میں بیان کیا ہے ۔ قریش سال بھر میں چار سفر اختیار کیا کرتے تھے کیونکہ جن لوگوں نے دوستانہ تعلقات قائم کر رکھے تھے وہ چار بھائی تھے اور وہ عبدمناف کی اولاد تھے ۔ ان میں سے ایک ہاشم ہے جس کے بادشاہ شام کے ساتھ دوستانہ تعلقات تھے کیونکہ اس نے اس سے گھوڑے لیے تھے اور اس وجہ سے شام کی طرف تجارت کے لیے جانے میں اسے اسن حاصل ہو گیا تھا ۔ دوسرا عبد شمس ہے اس کا حبشیوں سے دوستانہ تھا ، تیسرا عبد المطلب ہے اور وہ یمن کو جایا کرتا تھا ۔ چوتھا نوفل ہے اور وہ فارس کی طرف جایا کرتا تھا ۔ ان سب کو مُتَّجِرِينَ کہا جاتا تھا چنانچہ قریش کے تاجر ان چاروں بھائیوں کے گھوڑوں کو لیے کر ان ممالک میں آمد و رفت رکھتے اور

کوئی شخص انہیں کسی قسم کی تکلیف نہ دے سکتا تھا انہی بھائیوں کے متعلق شاعر کہتا ہے :

يَتَأَيِّسُهُمَا الرَّجُلُ الْمُحْتَوِلُ رَحْلَتَهُ
هَلَاةً نَزَلَتْ بِآلِ عَبْدِ مَنَّانٍ

[۳ : ۳۸۶] اے ایک جگہ سے منتقل ہو کر دوسری جگہ جانے والے شخص تو آل عبد مناف کے یہاں کیوں نہ اترا

الْآخِذُونَ الْعَهْدَ مِنْ أَفَاقِهَا
وَالرَّاحِلُونَ لِرَحْلَتِ الْإِيْلَافِ

یہ وہ لوگ ہیں جو آفاق دنیا سے عہد لینے والے ہیں اور دوستانہ تعلقات کی بنا پر سفر کو نکلنے والے ہیں

وَالرَّائِشُونَ وَلَيْسَ يُوجَدُ رَائِشٌ
وَالْقَائِلُونَ هَلْمٌ إِثْلًا ضَيْفٍ

یہ لوگ اس وقت لوگوں کی مدد کرتے ہیں جب کوئی مدد کرنے والا نہیں ملتا اور مہمانوں کو کہتے ہیں : چلے آؤ

وَالْخَالِطُونَ غَنِيَّتَهُمْ بِفَيْئِ رِهِمِ
حَتَّى يَصِيْرَ غَنِيَّتَهُمْ كَالشُّكَا فِي

یہ اپنے مال داروں کو اپنے محتاجوں کے ساتھ ملا دیتے ہیں تاآنکہ ان کا مالدار ایسا ہو جاتا ہے جیسا وہ جس کے پاس بمشکل گزارے کے لائق مال ہو

اور مساور بن ہند بنی اسد کی ہجو میں کہتا ہے —

زَعَمْتُمْ أَنْ إِخْوَتَكُمْ قُرَيْشٌ
لَهُمْ الْفُؤَادُ وَلَيْسَ لَكُمْ إِلَّا الْفُؤَادُ

۱۔ یہ مصرع اس مقام پر اسی طرح ہے مگر اس سے کوئی واضح معنی نہیں بنتے اگلے صفحے پر یہ مصرع درست ہے۔

تمہارا خیال ہے کہ قریش تمہارے بھائی ہیں (حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ) ان کے لوگوں سے دوستانہ تعلقات ہیں اور تمہارے نہیں ہیں

أَوَإِنتُكَ أَوْ مِئْنُوًا جُوْعًا وَ خَوْفًا
وَ قَدْ جَاعَتُ بَنُوَآسَدٍ وَ خَافُوًا

یہ لوگ تو بھوک اور خوف سے نڈر ہو چکے ہیں اور بنو اسد کو فاقہ مستی کی حالت بھی آئی اور خوفزدہ بھی ہوئے

بعض مفسرین کہتے ہیں : قریش صرف دو سفر کیا کرتے تھے - ایک سفر موسم سرما میں یمن کی طرف اور دوسرا موسم گرما میں شام کے علاقہ بصری کی سمت ، جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے - انہیں ان سفروں میں امن حاصل تھا اس لیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے حرم کے باشندے تھے اور اس کے عزت والے گھر کے والی تھے لہذا کوئی شخص ان کے راستے میں حائل نہ ہوتا تھا - حالانکہ دیگر لوگوں کا یہ حال تھا کہ کسی کا مال اچک لیا جاتا اور کسی کو لوٹ لیا جاتا تھا - اسی صورت حال کے متعلق یہ سورت کریمہ نازل ہوئی - عطاء نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ ان دو سفروں کا سبب یہ تھا کہ جب قریش کے کسی آدمی کو فاقہ مستی کی نوبت آ جاتی تو وہ اپنے اہل و عیال کو لے کر ایک جگہ چلا جاتا تاآنکہ سب مر جاتے - ہوتے ہوتے ہاشم بن عبد مناف کا زمانہ آیا - ہاشم اپنی قوم کا سردار تھا اس کے ایک بیٹے کو [۳ : ۳۸۷] اُسد کہا جاتا تھا - بنی مخزوم میں اس کا ایک ہم عمر تھا جس سے اس کو محبت تھی - وہ اسی کے ساتھ کھیلا کرتا تھا ، اس دوست نے تنگدستی اور فاقے کی شکایت کی ، اُسد روتا ہوا اپنی والدہ کے پاس آیا تو اس نے ان لوگوں کے پاس آٹا اور چربی بھیجی جس سے ان کے چند دن گزر گئے - اس کے بعد ایک بار پھر اُسد کا ہم سین دوست آیا اور اس نے بھوک کا ذکر کیا - اس پر ہاشم نے اٹھ کر قریش کے سامنے ایک تقریر کی اور کہا :

تم پر اس قدر سخت قحط سالی آگئی ہے جس سے تمہاری تعداد کم ہو جائے گی اور تم کمزور ہو جاؤ گے اور تم خدا کے حرم کے رہنے والے اور اولاد آدم کے اشراف ہو اور لوگ تمہارے پیچھے چلنے والے ہیں۔ سب نے کہا : ہم تابع ہیں ہم میں سے کوئی شخص آپ کے خلاف منشا نہ چلے گا۔ چنانچہ ہاشم نے ہر باپ کی اولاد کو تجارت کے لیے دو سفروں پر اکٹھا کر لیا ایک سفر موسم سرما میں یمن کی طرف اور دوسرا موسم گرما میں شام کی طرف۔ جو نفع مالدار کو حاصل ہوتا ہے وہ اسے اپنے اور محتاجوں کے درمیان تقسیم کر لیتا تاآنکہ محتاج اور غنی یکساں ہو جاتے۔ اسلام کے آنے تک ان کا یہی دستور تھا لہذا عربوں میں ایک باپ کی کوئی اولاد ایسی نہ تھی جو قریش سے زیادہ مال دار اور زیادہ طاقت والی ہوتی۔ ان کے متعلق شاعر کے اس شعر سے یہی مراد ہے :

وَ الشَّخَالِطُ وَ انْفَقِي رَهْمُ بِغَنِيَّتِهِمْ
 حَتَّى يَكُونُ فَتَقِي رَهْمُ كَالشُّكَا فِي

اور یہ اپنے محتاجوں کو مال داروں کے ساتھ ملا دیتے ہیں تاکہ محتاج بھی مالدار کی طرح ہو جائے

یہ قریش اور حجاز کے دیگر باشندوں کا حال تھا۔ رہے یمن ، عمان ، بحرین اور ہجر کے باشندے تو ان کی کئی قسم کی تجارت تھی ان کے ذرائع معاش بھی بہت تھے۔ اس کی وجہ ان کے ملک کی سرسبزی فارغ البالی ، قسم قسم کے ذخائر اور عمدہ قسم کی معدنیات اور دیگر چیزیں تھیں جو ثروت و مال داری کا سبب ہیں۔ رہے اہل نجد تو وہ اوروں کے مقابلے میں کم مال دار اور کم تجارت والے تھے کیونکہ ان کا بیشتر علاقہ ریگستان ہے۔ اسی لیے ان کا ملک عرب کے دیگر ممالک کے مقابلے میں کم فارغ البالی تھا اور ان کے یہاں تجارت کا بھی کم رواج تھا۔ وہ میلوں یا منڈیوں میں اکٹھے ہوا کرتے تھے (ہر منڈی سال کے ایک خاص موسم میں لگا کرتی تھی جیسا کہ ہم نے جز اول میں بیان

کر دیا ہے) چنانچہ یہ وہاں تجارت اور دیگر امور کے لیے جمع ہوتے تھے۔ جن میلوں کا ہم نے ذکر کیا ہے ان کے علاوہ ان کے یہاں اور میلے بھی تھے جو اسی غرض سے لگا کرتے تھے۔ وہ سُوُق کو قَسِيْمَةٌ بھی کہا کرتے اور کہتے: نَفَقَتِ السُّوُقِ: بازار گرم ہو گیا۔ یعنی: خوب بکری ہو رہی ہے، اور اِنْشَحَمَتِ: کساد بازاری ہے۔ سَوْمٌ: مال بیچنے کے لیے پیش کرنا اور بِيْعْتُهُ، ناجزاً بِيْنَتَا جِزْيَةٍ اور يَدًا بِيْدٍ: میں نے نقد بہ نقد سودا بیچا۔ نَسَاجِشِ اس شخص کو کہتے ہیں جو مال کی قیمت بڑھا کر کہے حالانکہ اس کا اپنا ارادہ خریدنے کا نہیں ہوتا اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ مالک کی چیز بک جائے۔ حدیث میں اس فعل کی ممانعت آئی ہے۔ جو کپڑا بیچنے کا کام کرتا ہو اسے بَزَّاز کہتے ہیں اور سِلِّے ہوئے کپڑے بیچنے والے کو سِمَّسَّار، اور (مکمل) پوشاک بیچنے والے کو كَسَّاء، اور پوستین بیچنے والے کو فَرَّاء، اور مشکیزہ فروش کو زَقَّاق، اور سرکہ فروش کو خَلَّال [۳۸۸: ۳] سبزی فروش کو بَقَّال۔ تیل فروش کو دَهَّان، سری فروش کو رَأْس اسے رَوَّاس نہیں کہیں گے اور پرندوں کے بیچنے والے کو جَدَّال اور زَجَّال اس شخص کو کہتے ہیں جو پرندوں کو ایک مقام سے دوسرے مقام پر بھیجے اور عطر فروش کو عَطَّار اور دوائی فروش کو صَيِّدْ لَانِيٌّ اور صَيِّدْ نَان جوہری کو لَّال اور چکتی فروش کو لَآء۔

اور ان میں سے

دستکاریاں

ہیں۔ یہ بھی قابل تعریف اسباب معیشت میں شمار ہوتی ہیں ان کے متعلق یہ حدیث آئی ہے: الْحِرْفَةُ أَمَانٌ مِّنَ الْفَقْرِ: دستکاری فقر سے بچاتی ہے۔ عربوں میں ایسی دستکاریاں موجود تھیں جو ان کی حاجتیں پورا کر سکیں۔ ان کی ضروریات کے تقاضوں کا ساتھ دیں، جن کا ہونا ان کے لیے ناگزیر تھا بالخصوص ان شہروں میں جہاں کا تمدن پرانا تھا۔ ابن خلدون نے اپنے مقدمے میں اس موضوع پر بھی گفتگو کی ہے۔ اس نے

ذکر کیا ہے کہ عرب دستکاری سے تمام لوگوں کے مقابلے میں دور تر ہیں۔ اس نے اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ بدویت ان کے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکی ہے اور وہ شہری آبادی سے اور ان صنائع وغیرہ سے بہت دور ہیں جو شہریت کے لوازمات ہیں۔ ابن خلدون نے اس سے بڑی لمبی بحث کی ہے بالآخر وہ کہتا ہے: یمن، بحرین، عمان اور میسوپوٹیمیا کو لیں تو ان پر عربوں کی حکومت رہی ہے۔ انہوں نے کئی پشتوں تک ہزارہا سال یہاں حکومت کی ہے۔ وہاں کے شہروں کی پیمائش کی ہے اور تمدن اور ناز و نعمت کی انتہا کو پہنچے ہیں۔ مثلاً عاد، ثمود، عمالقہ اور ان کے بعد حمیئر اور قوم تبع کے حکمران اور یمن کے حکمران اذواء، لہذا ان میں سلطنت اور تمدن مدت دراز تک رہا اور اس کا رنگ پختہ ہو گیا اور کئی صنعتیں ان کے یہاں پائی گئیں اور ان میں راسخ ہو گئیں۔ جو سلطنت کے فنا ہو جانے کے ساتھ ساتھ فنا نہیں ہوئیں، لہذا اب تک یہ صنعتیں نہ تو بہ نہ تو ان میں باقی رہیں اور وطن کو اس سے خصوصیت حاصل ہوئی مثلاً منقش کپڑے اور یمنی چادریں، اور کپڑے اور ریشم کی وہ عمدہ بُنائی جو وہاں ہوتی تھی اور ابن خلدون رحمۃ اللہ نے اس سلسلے میں بڑی اہم فصائیں تحریر کی ہیں جن میں بہت حد تک حقیقت و اصلیت پائی جاتی ہے۔ لیکن میں یہاں عربوں کی صرف ان بنیادی صنعتوں کا ذکر کروں گا جو ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے ان کے یہاں رائج تھیں۔ اگرچہ یہ کم تھیں اور ان میں پوری طرح پختگی نہ آئی تھی اور نہ یہ حد کمال تک پہنچی تھیں کیونکہ میں یہاں ان کے اسباب معیشت بیان کر رہا ہوں۔ باایں ہمہ ان میں سے بہت سے لوگ ان سے یکسو رہتے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کی سرشت میں بلندیوں، مفاخرت، شجاعت اور شہسواری کی طرف میلان پایا جاتا تھا۔ اس بات کی طرف بھی میلان تھا کہ وہ تقدّم جرات، ایفائے عہد، مہمانداری کے حقوق کی ادائیگی، [۳: ۳۸۹] معاہدے کی پابندی، ذمہ داری اور سخاوت میں ایک دوسرے پر فضیلت لے جائیں اور اس کے علاوہ دیگر

خصائل اور عالی ہمتی کی باتیں - ان کے یہاں جو لوگ ان صنعتوں کو اختیار کرتے تھے وہ اور لوگوں کے مقابلے میں کم مرتبہ اور کم شرافت والے سمجھے جاتے - اب میں ان کی ان صنائع کا ذکر کرتا ہوں جن کی انہیں ضرورت رہتی تھی اور جن کا پتا ہمیں ان کی زبان سے چلتا ہے چنانچہ ان میں سے ایک صنعت

معماری

تھی - یہ صنعت صرف شہری عربوں میں پائی جاتی تھی کیونکہ انہی کو اس کی ضرورت پڑتی تھی - صنعت معماری سے مراد شہروں میں بدن کے لیے پناہ اور رہنے کے لیے گھروں اور منزلوں کو تعمیر کرنے کے طریقے کا جاننا ہے - ابن خلدون نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے : چونکہ یہ انسان کی فطرت میں داخل ہے کہ وہ اپنے احوال کے انجام پر نگاہ رکھتا ہے لہذا ضروری ہے کہ وہ ان امور کے بارے میں غور کرے جو اسے گرمی و سردی کی تکلیف سے بچائیں مثلاً ایسے گھروں کا بنانا جو تمام جہات سے چھت اور دیواروں سے گھرے ہوئے ہوں ، اس کے بعد ابن خلدون نے اس صنعت کے متعلق مفید بحث کی ہے مگر ہمارا اس سے کوئی سروکار نہیں - عربوں میں سے جو لوگ اس پیشے کو اختیار کرتے تھے وہ مختلف قسم کے ہوتے تھے چنانچہ بعض تو صاحب نظر اور ماہر ہوتے تھے اور بعض خامکار - یمن میں عظیم عمارتیں اور بلند محل تھے اسی طرح اور علاقوں میں بھی تھے جیسا کہ اصہبہانی نے کتاب جزیرۃ العرب میں ذکر کیا ہے - ان کے مکانات بھی مختلف قسم کے تھے چنانچہ بعض پتھر کے بنے ہوئے ، بعض کچی اینٹوں کے ، بعض پکی اینٹوں کے اور بعض گارے اور مٹی کے - یہ مختلف وضع اور مختلف شکل کے ہوتے جس کی تفصیل پیش کرنا اس مختصر کتاب کے مناسب نہیں - ان کی عمارتوں میں سے دار (گھر) ہے اسے دَارَةٌ ، مَنَزِلٌ ، مَنَزِلَةٌ ، مَسْبَاءَةٌ ، مَسْعَانٌ ، وَطَنٌ ، مَسْغَنِيٌّ ، مَسْجَرِيٌّ اور مَسْرَبِعٌ بھی کہا جاتا ہے اور گھر کے صحن کو

حُرُّ الدَّارِ ، قَاعَةُ الدَّارِ ، بِسَاحَةِ الدَّارِ ، سَاحَةُ الدَّارِ ، صِرْحَةُ الدَّارِ اور مُجْبُوْحَةُ الدَّارِ اور گھر کے اندر بَیْت (کمرہ) ہوتا ہے اس کی جمع أَبْیَاتٌ ہے اور جمع کثرت بُیُوتٌ اور مُخْدَعٌ : کمرے کے اندر چھوٹا کمرہ (کوٹھری) اور نَفَقٌ اور سَرَبٌ : تہ خانہ اور غُرْفہ : بالا خانہ اس کو عُلَّیَّةٌ بھی کہتے ہیں - اس کی جمع عُلَّالِیُّہُ آتی ہے اور خِزَانَةُ : جس میں کوئی چیز محفوظ رکھی جائے -

امرؤ القیس کہتا ہے :

إِذَا الْمَرْءُ لَمْ يَخْزُنْ عَالِيَهُ لِسَانَهُ
فَلَيْسَ عَلَيَّ شَيْءٌ سِوَاهُ بِيخْزَانِ

جب انسان اپنی زبان کی ان چیزوں میں حفاظت نہ کر سکتا ہو جو اس کے لیے ضرر رساں ہیں تو وہ کسی اور بات پر زبان کو محفوظ نہ رکھ سکے گا

[۳ : ۳۹۰] مَرَقَدٌ : سونے کا کمرہ ، اور حَائِطٌ اور جِدَارٌ وہ چیز جس کے ذریعے سے عمارت کو گھیر لیا گیا ہو ، اور أُسٌ : نیو ، اور رَهْصٌ : مٹی کی عمارت جسے خوب کوٹا گیا ہو اور ایک دوسرے کے اوپر تہ بہ تہ رکھا گیا ہو ، دیوار کے ردے کو دِمْصٌ کہتے ہیں ماسوا نچلے ردے کے کیونکہ اسے رَهْصٌ کہتے ہیں - ایک پوری قطار کو سَافٌ کہا جاتا ہے - اس کی جمع أَسْوَافٌ اور سُؤْفٌ آتی ہے - کچی اینٹوں کے ایک ردے کو بھی سَافٌ کہتے ہیں اور جب پکی اینٹوں کو ایک دوسرے کے اوپر رکھا جائے تو یہ سَمِيْطٌ ہے - جب دیوار اتنی اونچی ہو جائے کہ اس کے اوپر لمبی ڈاٹ کو رکھا جا سکے یا چھت ڈالی جا سکے یا اس پر گنبد بنایا جا سکے یا اسے کوہان کی شکل کا بنایا جا سکے تو إِرْتَفَعَ الْحَائِطُ بولتے ہیں - جب لکڑی کی چھت ڈالی گئی ہو تو اسے بَیْتٌ مُغَمَّسٌ کہتے ہیں اور غِمْاءٌ وہ چیزیں ہیں جن سے چھت ڈالی جاتی ہے اور بَیْتٌ مُتَبَبَّبٌ اور مُسْتَنْمٌ اس وقت کہتے ہیں جب وہ کوہان کی شکل کا ہو یعنی اوپر کا حصہ تنگ اور

نچلا کھلا ہوا اور بَرَزَجُ اس کشادہ جگہ کو کہتے ہیں جو کمرے کے اندر کی طرف دو ڈاٹوں کے درمیان ہو اور ہَدَف : ڈاٹ کا بالائی حصہ ہے ۔ گھر میں صُفَّة (چبوترہ) ہوتا ہے اور اس کی جمع صِیْفَاف ہے ۔ گھر میں شَرْقِیَّة ہوتا ہے یعنی وہ حصہ جس کا منہ مشرق کی جانب اور غَرْبِیَّة جس کا منہ مغرب کی جانب ہو ۔ فُرَاتِیَّة : جس میں قطعاً دھوپ نہ آتی ہو اور مَقْنُوَّة : جہاں ہمیشہ سایہ رہتا ہو مثلاً وہ جگہیں جہاں پانی جم جاتا ہے ۔ مَقْنُوَّة کے بالعقابل مَشْرُقَّة (جہاں دھوپ رہتی ہو) ہے اور زاویۃ (کُنْج ، گوشہ) جہاں کمرے کی دو دیواریں آکر ملتی ہیں ۔ کُوَّة : کمرے کے اوپر کے حصے میں جو سوراخ دیوار کے پار نکلا ہوتا ہے ، اسے شاروق بھی کہتے ہیں اور جو طاقچہ دیوار میں ہوتا ہے اسے اوقۃ کہتے اور کمرے کو بیت مَأْوِقٌ ۔ امرؤ القیس کہتا ہے :

وَبَيْتٍ يَفُوحُ الْمِسْكَ فِي حُجْرَاتِهِ
بَعِيدٍ مِنَ الْآفَاتِ غَيْرِ مَأْوِقٍ

اور وہ گھر جس کی کوٹھڑیوں میں سے کستوری مہک رہی ہو ، ہر قسم کی آفت سے دور ہو اور اس میں طاقچے نہ بنے ہوئے ہوں چھت کو اجڑار اور صہوۃ کہتے ہیں ۔ اور سَقْفُ البیت : کمرے کے اندر کی طرف سے اوپر کا حصہ (ceiling) اور مَسْمُوكُ البیت تہ سے لے کر چھت تک کا حصہ طایۃ : چھت کا اوپر کا حصہ اور وہ مقام جہاں کھجوریں خشک کی جاتی ہیں دَرَج : جس میں چڑھ کر چھت

۱ ۔ مگر لسان العرب میں یوں ہے : وقال بعضهم : آق علينا : أتانا بالأوق وهو الشؤم و منه قيل : بیت مؤوق ، و المؤوق : المشؤم قال امرؤ القیس :

و ببيت يفوح المسك في حجراته
بعيد من الآفات غير مؤوق

ای غیر مشؤوم ۔

پر جاتے ہیں (سیڑھی)۔ اگر لکڑی کی بنی ہو تو اسے سُلَّم کہتے ہیں اور عَتَب : سیڑھی ، اور سیڑھی کا ہر پایہ عَتَبَة کہلاتا ہے۔ اس کی جمع عَتَبَات اور عَتَبَات آتی ہے۔ فرغ : دو سیڑھیوں کا درمیانی خلا اور تَفَارِیج اور طُنُف (چھجا) وہ اینٹیں یا کوئی اور اسی قسم کی چیز جو دیوار سے آگے بڑھا دی جاتی ہے تاکہ دیوار پر بارش کا پانی نہ بہے۔ اسے کُنَّة اور اِفْرِیض بھی کہتے ہیں اس سے فعل یوں آتا ہے اَفْرَزَ حَائِطَهُ اور طَنَّفَهُ، اسی قسم کی چیز کے متعلق ہُنْدَلِی کہتا ہے :

وَمَا ضَرَبَ بِيَضَاءٍ يَاوِيٍّ مَلِيكُهُمَا
إِلَى طُنُفٍ أَعْيَا بِرَاقٍ وَنَازِلٍ

وہ سفید شہد جس کی ملکہ ایسے (بلند) چھجے میں بسیرا کرتی ہے جس تک پہنچنے سے چڑھنے والے عاجز آگئے ہیں اور اترنے والے بھی [۳۹۱ : ۳] عِلَاوَة دیوار کا اوپر کا حصہ جس پر چھت نہیں ڈالی جاتی۔ بعض اوقات چھجے لمبی سلوں سے بنائے جاتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ قَرَامِيْد کا مفرد قَرَمَد ہے اور قَرَمَد پختہ اور لمبی اینٹ کو کہتے ہیں۔ (شاعر) کہتا ہے :

أَوْدٌ مَيْتَةٌ فِي مَرْمَرٍ مَرْفُوعَةٍ
بُنِيَّتٌ بِيَاجُرٍ يُشَادُ بِقَرَمَدٍ

۱۔ آلوسی نے ایک ہی شعر دیا ہے مگر جب تک وہ شعر نہ دیا جائے جس میں ”ما“ کی خبر ہے کوئی مفہوم نہیں نکل سکتا۔ لسان العرب (ضرب) میں ہے : و خبر ما فی قولہ :

بِيَاطِيْبٍ مِّنْ فِيْهِمَا إِذَا جِيئَتْ طَارِقًا
وَأَشْهُي إِذَا نَامَتْ كِتَابُ الْأَسَافِلِ

۲۔ آلوسی نے جو شعر بطور دلیل پیش کیا ہے اس میں قَرَمَد کے معنی لمبی اور پختہ اینٹ کے نہیں ہیں وہاں قَرَمَد کے معنی ”چونے“ کے ہیں۔ يشاد بقر مدای يُطَالِي بِالْجِصِّ طَرَفَهُ کہتا ہے :

كَتَقْنَطِرَةَ الرُّومِيٍّ أَقْسَمَ رَبُّهَا
لَتَكْتَنَفَنَّ حَتَّى تُشَادَ بِقَرَمَدٍ

یا یہ بلند سنگ مرمر کی بنی ہوئی مورتی ہے جسے پکی اینٹوں پر بنایا گیا ہے اور جس پر چونے کا پلستر کیا ہوا ہے

اور کہا جاتا ہے : هَرَادَة : وہ لکڑی جو دیواروں کے اوپر کے حصے کے لیے ہوتی ہے - نَجِيْرَة : لکڑی کا چہر جس میں لکڑی کے ساتھ کچھ اور نہ ہو - عَرَس : دیوار یا ستون جو کمرے میں کھڑا کیا جاتا ہے اور اس پر شہتیر کا کنارہ رکھا جاتا ہے اور جائیز (شہتیر) کو عَارِيْضَة بھی کہتے ہیں - اور رَوَافِد : شہتیر کے اوپر رکھی ہوئی لکڑی اور لَبِيْن : اس کا مفرد لَبِيْنَة ہے اور لَبَان : اینٹیں بنانے والا ، اور مِثَابِن : وہ آلہ یا سانچا جس سے اینٹیں بنائی جاتی ہیں ، اور سَابِل : جس پر رکھ کر اینٹیں لے جاتے ہیں اور سَمِيْعَان ۲ اور اَسْمِيْقَة ان لکڑیوں کو کہتے ہیں جنہیں سابل کے اندر داخل کیا جاتا ہے اور طوب : خشت پختہ ، اور طَوَاب : وہ شخص جو اپنا بھٹہ پکاتا ہے ، اَطِيْمَة : وہ بھٹہ جس میں مٹکے پیالے اور اسی قسم کے دیگر برتن پکائے جاتے ہیں - بلاط : وہ پتھر (کی سلیں) جو فرش پر لگائی جاتی ہیں۔ یوں بولتے ہیں : دِهْلِيْزٌ مُّبَلَطٌ : (راستہ جس پر پتھروں کا فرش ہو) اور دَارٌ مَفْرُوْشَةٌ بِالْاَجْرِ وَالْبِلَاطِ (گھر جس کا فرش خشت پختہ اور پتھروں کا بنا ہوا ہے) اور معمار کو هَاجِرِيٌّ کہتے ہیں -

لبید کہتا ہے :

كَعَقْرِ الْهَاجِرِيِّ إِذَا بَنَاهُ

بِأَشْبَاهِ حُذِيْنِ عَلِيٍّ مِثَالِ

معمار کے محل کی طرح جب وہ اسے ایسی ایک جیسی اینٹوں سے

۲ - لسان العرب میں ہے : الرَّوْفِيْدُ : خَشَبُ السَّقْفِ -

۳ - لین میں ہے : certain pieces of wood in the utensil upon which bricks or crude bricks are conveyed.

بنائے جو ایک ہی طرز پر کھڑی کی گئی ہیں

ہاجیری ایک قبیلے کی طرف نسبت ہے ۔ سب سے پہلے جس نے مکان تعمیر کیا وہ اس قبیلے کا آدمی تھا ۔ جوہری کہتا ہے : اور ہاجری : ہجر کی طرف نسبت ہے ۔ اسی سے معمار کو ہاجری کہا گیا ، اور طیان : جو دیوار چھت اور اسی طرح کی دیگر چیزوں پر مٹی کا پلستر کرتا ہے اور مَلَّاط (گارا) وہ مٹی جو پتلی ہو اسے سماع بھی کہتے ہیں اور اس مالج کو جسے دیوار کے اوپر پھیرا جانا ہے مِيسَجَّة اور مِيسَجَّة (کرنی) کہتے ہیں ۔ مِيطْہَر : وہ دھاگا جس سے تعمیر کا اندازہ لگایا جاتا ہے ۔ شید اور قِصّ جص (چونے) کو کہتے ہیں اور جِصَّاصَة : چونے کا بھٹہ ، مَلَّاحَة : جہاں نمک جمایا جاتا ہے اور ثَلَّاجَة : جہاں برف دبائی جاتی ہے ۔ جِیَّار اور کَش (چونہ) قلعی (صاروج) کو کہتے ہیں ۔ جوہری کہتا ہے : صاروج : چوننا اور جو چیزیں اس کے ساتھ ملائی جاتی ہیں ۔ یہ لفظ فارسی اور مُعَرَّب ہے ۔ اسی طرح ہر وہ کلمہ جس میں صاد اور جیم ہو (معرَّب ہوگا) کیونکہ یہ دونوں لفظ کسی عربی کلام میں ایک کلمہ میں اکٹھے نہیں ہو سکتے ۔

گھر میں کنیف (پائخانہ) ہوتا ہے یہ دراصل باڑہ ہوتا ہے اسے حُشّ ، مُسْتَرَّاح اور مَخْرَج بھی کہتے ہیں ۔ رہا کیر یاس تو یہ اس ٹٹی خانے کو کہتے ہیں جو چھت پر ہو اور اس کی نالی زمین تک چلی گئی ہو ۔ بعض اوقات یہ آگے کو بڑھا ہوا اور اوپر سے کھلا ہوا ہوتا ہے ۔ [۳ : ۳۹۲] اور مِرْحاض : غسلخانہ ، اور مِرْزَاب اور مِیْزَاب دونوں طرح آتا ہے مَشْعَب (پرنالہ) کو کہتے ہیں خواہ لکڑی کا ہو یا کسی

۱ - پنجابی : کانڈی

۲ - صاروج : Quick lime

اور چیز کا اور بِتَالُوْعَة : وہ سوراخ (یا نالی) جو گھر کے درمیان سے جاتی ہو۔ بِتَالُوْعَة کے بھی یہی معنی ہیں اور جمع بِتَالَالِيْع ہے اور ستون کو آسِيَة اور سَارِيَة بھی کہتے ہیں۔ جریر کہتا ہے :

وَجَدْنَا بَيْتًا ضَبَّةً فِي مَعْدٍ
كَبَيْتِ الضَّبِّ لَيْسَ لَهُ سَوَارٍ

ہم نے قبیلہ ضبہ کے خاندان کو عربوں میں ایسا (کمزور) پایا جس طرح گوہ کا گھر ہوتا ہے کہ اس کا کوئی ستون نہیں ہوتا

اور گھر کے صحن کو طَوَّار کہتے ہیں۔ یہی معنی جَنَاب اور عَذْرَة کے ہیں۔ عَذْرَة اس (ٹٹی) کو بھی کہتے ہیں جس سے انسان (فراغت کے بعد) اٹھتا ہے۔ یہ نام پڑنے کی وجہاً یہ ہے کہ ٹٹی کو صحن میں پھینک دیا جاتا تھا۔ اور نؤی : بارش کے لیے زمین کھود کر خیمے کے گرد مینڈھ بنا لی جاتی تھی اسے نؤی کہتے اور دِمَن گھر کے نشانات اور کِرس : وہ پیشاب اور مینگنیاں جو تہ تہ ہو گئی ہوں ، اور طَلَل : وہ نشانات جو ابھرے ہوئے دکھائی دیتے ہوں اور رَوَسَم اور رسم : مٹے ہوئے نشانات۔

اور گھر میں مَطْبَخ (باورچی خانہ) ہے یعنی پکانے کی جگہ اور مَسْخَبِيْز : تنسور کی جگہ ، اور مِسْشَعْر ، وَطِيْش ، تَنْشُور اور هَيْشَم سب کے ایک ہی معنی ہیں اور کرامۃ : تنسور کا ڈھکنا اور مَسْنَاقَة : تنور کا سوراخ اور مَسَاعُور : چھوٹا تنسور جو زمین کے اندر گاڑا ہوا ہو۔

۱۔ لسان العرب میں ہے : قال ابو عبيدة : انما سميت عذرات الناس لانتهما كانتا تُلْقَى بالافنية فكنى عنها باسم الفناء كما كنى بالغايط وهي الارض المَطْمِئِنَّة - قديم عربوں کے ہاں چونکہ ٹٹی صاف کرنے والے نہ ہوتے تھے اس لیے صحن ہی میں ٹٹی پھینک دیا کرتے۔ لہذا عَذْرَة (صحن) کے معنی ہوتے ہوئے ٹٹی کے ہو گئے۔

گھر سے متصل اصطبل ہوتا ہے اس کی جمع اصطبلات اور استاطیب آتی ہے۔ اصطبل میں مربط ہوتا اور یہ وہ جگہ ہوتی ہے جہاں جانوروں کو باندھا جاتا ہے اور مربط اس رمی کو کہتے ہیں جس سے جانور کو باندھا جاتا ہے۔ اس میں معلف (تھان یا ناند) ہے اور یہ چارے کی جگہ ہے اور آری اور آخیتہ وہ جگہ جہاں جانور کو بند کیا جاتا ہے اور اس سے فعل تآرری (اپنے آپ کو بند یا قید کر دینا) آتا ہے۔

اور گھر میں محل ہوتا ہے اسے مجدل ، فدن ، عقر ، اور صرح بھی کہا جاتا ہے یعنی ہر وہ عمارت جو اونچی ہو ، اور اطم اور اجم بمعنی قلعہ۔ ان کی جمع اطم اور اجام آتی ہے۔ قیس بن الخطیم کہتا ہے :

فَلَمَوْلَا ذُرِّيَ الْاَطَامِ قَدْ تَعَلَّمُوْنَهُ

وَتَرَكُ الْفَلَا شُورِ كَثْمٌ فِي الْكَوَاعِبِ

اگر قلعوں کی چوٹیاں نہ ہوتیں اور تم صحراء کو چھوڑ کر بھاگ نہ گئے ہوتے تو تمہیں بھی ابھرے ہوئے پستانوں والی لڑکیوں کے ساتھ شریک کر لیا جاتا اور تمہیں یہ بات بخوبی معلوم ہے

سور : قلعے کی دیوار (فصیل) اور ربض : وہ دیوار جو فصیل کے گرد ہوتی ہے۔ شرف : جو دیوار کے اوپر آگے کو بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ اس کے پیچھے بیٹھ کر جھانکتے ہیں یعنی سر اونچا کر کے دیکھتے ہیں۔ بلاد [۳۹۳ : ۳] (شہر) ہوتا ہے۔ پھر مدینہ اور مدینہ بلاد سے چھوٹا ہوتا ہے۔ اس کے بعد قریہ آتا ہے اور یہ مدینہ سے چھوٹا ہوتا ہے اور ان کی عمارتوں میں سے بُرأة ، قُتْرَة ، نَامُوسٌ ، دُجِيَّةٌ اور قرموص ہیں۔ یہ ان جگہوں کو کہتے ہیں جہاں شکار سے چھپ کر بیٹھتے ہیں۔ سرقب : دیدبان وہ جگہ جہاں سے دشمن کے حالات کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ اور حواء وہ جگہ جہاں کوئی قبیلہ آ کر اترتا ہو۔ اور مسوسیم : جہاں میلہ یا منڈی لگتی ہے۔ محفیل : بزم گاہ۔ ماتم عورتوں کے جمع

ہونے کی جگہ اور ندی : قصہ بیان کرنے اور باتوں کے لیے اکٹھا ہونے کی جگہ اور مصطفیٰ : اہم کاموں کے لیے جمع ہونے کی جگہ اور خان : مسافروں کے رات گزارنے کی جگہ (سرائے) اور حانوت (دکان) بیع و شراء کی جگہ - سدہ : وہ جگہ جو دکان کے آگے بنائی ہوتی ہے اور عضادہ ، بڑی دکان کے آگے چھوٹی دکان اور حانۃ : شراب کی دکان ، اور ماخور : شراب فروشوں کے گھروں میں شراب پینے کی جگہ ، اور دیماس : حمام ، اور آتون : حمام کی بھٹی -

یہ تمام الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ عرب ان لوگوں میں سے تھے جنہیں اس صنعت میں مہارت حاصل تھی اور وہ اس ضمن میں راسخ القدم تھے - کیوں نہ ہو جبکہ ان کے ملک کے اندر قدیم عمارتیں اور بلند محل موجود ہیں جن کے کھنڈرات آج تک باقی ہیں اور روئے زمین سے ان کے نشانات اور ان کی مثال مٹی نہیں ہے -

عربوں کے بادیہ نشینوں کے گھر

عربوں کے گھر دس قسم کے ہیں : بھیڑ بکری کی پشم کا بنا ہوا (خیمہ) خباء ہے - اونٹ کی پشم کا بنا ہوا بیجاد ہے اور بالوں کا بنا ہوا فسطاط اور سُرَادِق : روئی کا بنا ہوا - جوہری کہتا ہے : سُرَادِق سُرَادِقَات کا مفرد ہے - وہ (شامیانہ) جو گھر کے صحن پر پھیلا یا جاتا ہے - اور ہر وہ گھر جو روئی کے سوت سے بنا ہو وہ سُرَادِق ہے - رؤبہ کہتا ہے :

يَا حَكَمَ بْنَ الْمُنْذِرِ بْنِ الْجَارِودِ
سُرَادِقُ الْمَجْدِ عَلَيْهِكَ مَمْدُودُ

اے حکم بن منذر بن جارود تمہارے اوپر بزرگی کا شامیانہ پھیلا یا ہوا ہے

(اور جس مکان پر شامیانہ ہو اسے) بَيْتٌ مُسَرَّدِقٌ کہتے ہیں -

ایک شاعر پرویز اور اس کا نعمان بن منذر کو ہاتھیوں کے پاؤں کے نیچے کچل کر مروانے کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے :

هُوَ الْمُدْخِلُ انْشَعَمَانَ بَيْتًا سَمَاؤُهُ
صُدُورُ الْفَيْئُولِ بَعْدَ بَيْتِ مُسَرْدَقٍ

یہ وہ شخص ہے جس نے نعمان کو ایسے گھر میں داخل کیا جس کا آسمان ہاتھیوں کے سینے تھے حالانکہ اس سے پہلے وہ ان گھروں میں داخل ہوا کرتا تھا جہاں شامیانے لگے ہوتے تھے

اور ان کے گھروں میں سے ایک گھر قشع ہے۔ اس گھر کو عرب چمڑے کا بناتے تھے اور قشع سوکھے ہوئے چمڑے کو کہتے ہیں۔ مُسْتَمَم بن نُوَيْرِہ اپنے بھائی مالک کے مرثیے میں کہتا ہے :

وَلَا بَرَمًا تَهْدِي النِّسَاءُ لِعَيْرِ سِيهِ
إِذَا الْقَشْعُ مِنْ بَرْدِ الشِّتَاءِ تَقَعُّعَةً

[۳ : ۳۹۴] یہ جو کھیلنے سے الگ رہنے والا شخص نہ تھا کہ دوسری عورتیں اس کی بیوی کو تجھے بھیجتی ہوں درآنحالیکہ سوکھی کھال موسم سرما کی سردی کی وجہ سے کھڑکھڑا رہی ہو

طیراف : رنگے ہوئے چمڑے کا خیمہ جسے مالدار لوگ استعمال کیا کرتے تھے۔ انہی میں سے ایک کہنے والا کہتا ہے :

رَأَيْتَ بَنِي الْغَبْرَاءِ لَا يُنْكِرُونَ نَيْبِي
وَلَا أَهْلُ هَذَا كَبَ الطِّيرَافِ الْمُمَدَّدِ

تو دیکھ رہا ہے کہ محتاج لوگ مجھے بیگانہ نہیں سمجھتے اور نہ (یہ مالدار لوگ) جنہوں نے چمڑے کا خیمہ پھیلا رکھا ہے

بنو الغبراء : محتاج لوگ ، اس کی مراد یہ ہے کہ مدوح کو فقیر و

۱ - لسان العرب میں ہے : بیت مسردق : وهو ان يكون اعلاه و اسفله

مشدوداً كلہ - وقد سردق البيت - قال سلامة بن جندل يذكر قتل

كسرى للنعمان - هو المدخل النعمان - (البیت)

غنی سبھی جانتے ہیں اور حظیرة : ایک گھر ہوتا تھا جسے وہ شَذَب سے بناتے تھے اور شَذَب شَذَبَة کی جمع ہے ۔ [شین اور ذال دونوں پر زبر]۔ درخت کی وہ پھیلی ہوئی ٹہنیاں جنہیں کاٹ لیا جاتا ہے ۔ یہ درخت کی اصلی ٹہنیاں نہیں ہوتیں ۔ جوہری کہتا ہے : حَضَار وہ باڑا ہے جسے اونٹوں کے لیے درخت کی ٹہنیوں سے بنایا جاتا ہے تاکہ یہ انہیں ہوا اور سردی سے بچائے اور مُجْتَضِر : وہ شخص جو باڑا بناتا ہے ۔ اور خیمہ : وہ گھر جسے عرب درخت کی لکڑی سے بناتے ، اس کی جمع خیمات اور خیمات آتی ہے جس طرح بَدْرَة اور بیدر اور خیم کے بھی وہی معنی ہیں جو خیمہ کے ہیں اس کی جمع خیمات آتی ہے ۔ جس طرح فَرَاخ اور فِرَاخ اور تَخِيمَتِمْ بِمَكَانٍ كَذَا : اس نے فلاں مقام پر خیمہ لگایا ۔ اور اُقْنَة پتھر کا بنا ہوا گھر اُقْن جمع جس طرح رُكْبَة اور رُكَب طير متاح کہتا ہے :

فِي شَنَاظِيٍّ اُقْنٍ بَيْتَهَا
عُرَّةُ الطَّيْرِ كَصَوْمِ النِّعَامِ

پتھر کے بنے ہوئے مکانوں کی چوٹیوں میں جن کے درمیان پرندوں کی بیٹ اس طرح پڑی ہوئی ہے جس طرح شتر مرغ کی بیٹ
كُوبَة : خشت خام کا بنا ہوا گھر ۔ ان دس گھروں پر اہل لغت کا

۱ - لسان العرب میں ہے : شَنَاظِي الْجِبَال : اَعَالِيهَا و اطرافها و نواحيها
واحدتها شَنَاظِيٌّ عَلَى فُعْلُوَةٍ قَالَ الطَّرْمَاحُ :
فِي شَنَاظِيٍّ اُقْنٍ دُونَهَا
عُرَّةُ الطَّيْرِ كَصَوْمِ النِّعَامِ

الْاُقْن : حُفْرَةٌ تَكُونُ بَيْنَ الْجِبَالِ يَنْبِتُ فِيهَا الشَّجَرُ وَاحِدَتُهَا اُقْنَةٌ
وَقِيلَ : الْاُقْنَةُ : بَيْتٌ يُبْنَى مِنْ حَجَرٍ ، وَ عُرَّةُ الطَّيْرِ : ذَرْقُهَا وَ
الَّذِي فِي شَعْرِ الطَّرْمَاحِ " بَيْنَهَا عُرَّةُ الطَّيْرِ " صَامِ النِّعَامِ : اِذَا رَمَى
بِذَرْقِيهِ ۔ الْمَحْكَمُ : صَامِ النِّعَامِ صَوْمًا : الْقِي مَافِي بَطْنِهِ وَالصَّوْمُ :
عُرَّةُ النِّعَامِ وَهُوَ مَا يَرْمِي بِهِ مِنْ دَبْرِهِ

اتفاق نہیں ہے بلکہ بعض میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بادیہ نشینوں کے یہ گھر انہیں بلند محلوں اور مزین گھروں کے مقابلے میں زیادہ محبوب ہیں۔ اسی کے متعلق ان کا ایک کہنے والا کہتا ہے :

لَبَيَّتٌ تَخْفِقُ الْاَروَاحُ فِيهَا
أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ قَصْرِ مُنَيِّفٍ

وہ خیمہ جس میں ہوائیں سائیں سائیں کر رہی ہوں مجھے ایک بلند محل سے زیادہ محبوب ہے
ایک اور شاعر کہتا ہے :

أَلْحُسْنُ يَنْظُهُرُ فِي شَيْئَيْنِ - رَوْنَقُهُ
بَيْتٌ مِنْ الشِّعْرِ أَوْ بَيْتٌ مِنْ الشِّعْرِ

حُسن اپنی آب و تاب دو چیزوں میں ظاہر کرتا ہے یا بیت شاعر میں یا بیت شاعر (بالول کے گھر یعنی خیمے) میں

پاک ہے وہ خدا جس نے اپنے بندوں کے دلوں میں جس طرح چاہا تصرف کیا اور جس طرح چاہا انتخاب کیا۔
اور ان میں سے ایک

بڑھئی کی صنعت

[۳ : ۳۹۵] ہے۔ یہ صنعت ہر قوم کی ضروریات میں سے ہے۔ بالخصوص آبادی میں رہنے والوں کی۔

ہم بیان کر چکے ہیں کہ بعض عرب شہروں کے رہنے والے ہیں اور یہ ایک لازمی امر ہے کہ انہیں اس صنعت کی ضرورت پڑتی ہے کیونکہ ان کے گھروں کے لیے چھت کا ہونا ضروری ہے۔ ان کے لیے اس لکڑی کا ہونا ضروری ہے جس سے دروازہ بند ہو سکے۔ بیٹھنے کے لیے کرسی کا ہونا ضروری ہے۔ بعض عرب بادیہ نشین ہیں جو بدوی ہیں۔ ان کے خیموں کے لیے عمودوں اور میخوں کا ہونا اور ان کی عورتوں کے لیے ہودوں کا ہونا اور ان کے ہتھیاروں کے لیے

نیزوں ، کمانوں اور تیروں وغیرہ کا ہونا ضروری ہے ۔ ان تمام امور میں لکڑی ہی کا مادہ ہوتا ہے اور جب تک صنعت نہ ہوگی یہ چیزیں یہ خاص شکلیں اختیار نہیں کر سکتیں اور وہ صنعت جو اس بات کی ضامن ہے اور جس سے یہ تمام مخصوص شکلیں حاصل ہوتی ہیں وہ باختلاف مراتب بڑھتی کی صنعت ہے ۔

ابن خلدون کہتا ہے : بڑھتی کو پہلے تو لکڑی کے چیرنے کی ضرورت پڑتی ہے یا اس سے چھوٹی لکڑی کے اندازے سے یا تختوں کے اندازے سے ، اس کے بعد ان ٹکڑوں کو مطلوبہ شکل میں ترکیب دی جاتی ہے اور وہ ان تمام اشیا میں اپنے صنعت کے ذریعے ایک نظم کے ساتھ ان ٹکڑوں کو تیار کرنے کا ارادہ کرتا ہے تاآنکہ یہ ٹکڑے اس مخصوص شکل کے اعضا بن جاتے ہیں ۔ جو شخص یہ صنعت اختیار کرتا ہے اسے نَجَّار کہتے ہیں اور آبادی میں نَجَّار (بڑھتی) کا ہونا ضروری ہے ۔ پھر جب تمدن بڑھ جاتا ہے اور فارغ البالی آ جاتی ہے اور لوگ ہر قسم کی چیز بنانے میں خواہ وہ چھت ہو یا دروازہ ، یا کرسی یا دیگر گھر کے استعمال کی چیزیں پختہ کار ہوتے جائیں تو ان چیزوں کے بنانے میں بھی پختگی آ جاتی ہے ۔ لوگ صنعت میں اپنے ان کمالی عجائب کے ذریعے جو کسی چیز میں بھی ضروری نہیں ہوتے ان اشیا کو عمدہ بنانے لگتے ہیں مثلاً دروازوں اور کرسیوں میں دھاریاں ڈالنا یا خرد کی صنعت کے ذریعے سے ٹکڑوں کو تیار کرنا تاکہ ان کو تراشنے اور ان کو شکل دینے میں پختگی آ جائے ۔ اس کے بعد انہیں ایک مخصوص نسبت سے مرکب کیا جاتا ہے اور انہیں میخوں سے جوڑ دیا جاتا ہے اور یہ بظاہر جڑے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اور ان سے ان کی شکلوں کا اختلاف ایک تناسب سے لیا گیا ہے ۔ یہ طریقہ ہر اس چیز کے ساتھ اختیار کیا جاتا ہے جو لکڑی سے بنتی ہے اور وہ نہایت پختہ اور خوبصورت بن جاتی ہے ۔ اسی طرح لکڑی کے بنے ہوئے ان تمام آلات کے ضمن میں کیا جاتا ہے جن کی ضرورت پڑتی ہے خواہ وہ کسی قسم کے ہوں ۔ اس کے بعد اس نے ان امور

کا ذکر ہے جنہیں اس صنعت کی ضرورت پڑتی ہے۔ نیز ان معلومات کا ذکر ہے جن پر یہ صنعت موقوف ہے اور اوائل اور قدما میں سے ان لوگوں کا بھی ذکر کیا ہے جنہوں نے اس صنعت کو اختیار کیا۔ ابن خلدون کا کلام نقل کرنے سے ہمارا مقصد اس صنعت کی حقیقت کا بیان کرنا اور اس کی تعریف کرنا ہے کیونکہ ابن خلدون کے سوا کسی اور نے اس [۳ : ۳۹۶] طرف توجہ نہیں دی۔ نیز یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ عربوں میں بھی وہ لوگ موجود تھے جنہوں نے اس پیشے کو اختیار کیا۔ اس کی مشق کی اور اس میں اپنی استعداد اور قابلیت کے مطابق ترقی کی۔ ان صورتوں اور مخصوص شکلوں کے ناموں کے بارے میں آپ اہل لغت کے اماموں کے بیان میں وہ الفاظ دیکھ چکے ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عربوں کو اس صنعت سے کمال واقفیت حاصل تھی۔ اسی طرح وہ الفاظ بھی ہیں جو بڑھئی کے پیشے کے آلات کے ناموں کے متعلق آئے ہیں کیونکہ اگر انہوں نے اس پیشے کو اختیار نہ کیا ہوتا تو انہیں ان آلات کے ناموں کی بھی واقفیت نہ ہوتی۔ اب ہم یہاں دونوں قسموں میں سے تھوڑی سی باتیں درج کیے دیتے ہیں تاکہ (مطالعہ کرنے والوں کی) بصیرت میں اضافہ ہو۔

دروازے کے جوڑ اور اس کے اجزا کے نام

دروازہ گھر کی ضروریات میں سے ہے اور ایسی چیز ہے جس کا ہونا گھر کے لیے ناگزیر ہے۔ یہ بڑھئی کی دستکاری سے ہی بن سکتا ہے عربوں نے جس طرح دروازے کے نام رکھے ہیں اسی طرح ان تمام اجزا کے نام بھی رکھے ہیں جن سے دروازہ مرکب ہوتا ہے۔ چنانچہ دروازے کے ناموں میں سے باب اور رتاج ہیں۔ امرؤ القیس کہتا ہے :

لَمْ يَكْفَلْ كَالِدٍ عَصِ لَبَدَهُ النَّدَى
إِلَى تَبَجٍ مِثْلُ الرَّتَاجِ الْمُضَبَّبِ

اس گھوڑے کا پچھلا حصہ اس ریت کے ٹیلے کی طرح ہے جسے نمی نے

تر کر دیا ہو اور وہاں سے لے کر کندھے تک اس دروازے کی طرح ہے جس میں چٹخنی لگی ہوئی ہو

جب دروازہ ایک ہی تختے سے بنا ہو تو یہ فرد کہلاتا ہے اور اگر دو تختوں کا ہو تو یہ دو مصراع ہیں اور دونوں کی جمع یوں آتی ہے :
أَبشَوَابٌ أَفْشَرَادٌ اور أَبشَوَابٌ مَصَّارِيحٌ -

اور جوڑوں کے ناموں میں سے کچھ یہ نام ہیں - چنانچہ دروازے میں اس کے تختے ہوتے ہیں - الواح کا مفرد لَوَّاحٌ ہے - اس میں اس کے دو مَسْتَكِبٌ ہیں یعنی دونوں جانب ، اور مِیرَادَمٌ اور مِیرَادَى (وہ لکڑی) جو دونوں جانب (کی لکڑیوں) کے نچلے حصے کو ملانے اور مِيقَعَتِمُ وہ لکڑی جو اوپر کے حصے کو ملانے اور یہ وہ تختہ ہوتا ہے جو دونوں جانبوں کے درمیان لگا ہوا ہوتا ہے - اسے مِیلِحَامٌ بھی کہتے ہیں اور صفائح وہ چوڑے تختے ہیں جو دونوں کے درمیان ہوتے ہیں - مفرد صَفِيحَةٌ ہے اور زافر وہی ہے جسے الف الباب بھی کہتے ہیں - يَدُ الباب دروازے کا وہ اوپر کا حصہ ہے جو اوپر والے سوراخ میں پھرتا ہے - رَجُلُ الباب وہ حصہ جو نچلے سوراخ میں پھرتا ہے - اگر یہ لوہے کا ہو تو یہ قطب کہلاتا ہے اور نچلے سوراخ کو جِیْرُورٌ اور نَجْرَانٌ (قندیل) کہتے ہیں - شاعر کہتا ہے :

صَبَبَتْ الْمَاءَ فِي النَّجْرَانِ صَبَبًا
تَرَكْتُ الْبَابَ لَيْسَ لَهُ صَرِيرٌ

میں نے نجران (قندیل) میں پانی ڈالا اور دروازے کو ایسا کر دیا کہ اب وہ چرچر نہ کرتا تھا

اور صَرِيرٌ (الباب) اور صَرِيفٌ (الباب) اس کی آواز کو کہتے ہیں اور فائز اس لکڑی کو کہتے ہیں جس میں سوراخ کیا ہوتا ہے اور جس میں يد الباب پھرتا ہے - ایک بجاہارت میں یوں روایت ہے :

وَمَا عَزِيْزٌ سُرٌّ يَتَوَّمًا فَعَطِيْبٌ
وَفَائِزٌ وَالنَّارُ فِيْهِ تَلْتَهِيْبٌ

[۳ : ۳۹۷] وہ کونسا عزیز بچہ ہے جس کی ناف ایک دن کاٹ دی گئی ہو اور وہ مر گیا ہو اور وہ کونسا فائز (دروازے کی لکڑی جس میں يد الباب پھرتا ہے) ہے جس میں آگ شعلہ زن ہو

دروازے کے عِضَادَتَان (دو بازو) ہوتے ہیں۔ یہ وہ دو لکڑیاں ہوتی ہیں جو اسے گھیرے ہوئے ہوتی ہیں۔ اُسْكَفَّة : اس لکڑی کو کہتے ہیں جو دونوں بازوؤں کو نیچے کی جانب سے ملائے (چوکھاٹ)۔ عَتَبَةٌ [اسے سَاكِيْفٌ بھی کہتے ہیں] وہ لکڑی جو دونوں کو اوپر کی جانب سے ملائے۔ ان چاروں لکڑیوں کو جب ایک دوسرے کے اندر داخل کر دیا جائے۔ یہ مربع شکل کی بن جائیں تو اسے اِطَارِ الْبَابِ (چوکھاٹ) کہتے ہیں۔ جس طرح اِطَارِ الْمُنْخُلِ (چھلنی کا گھیرہ) کہتے ہیں۔ سَقِيْفَةٌ : اس لکڑی کو کہتے ہیں جو عتبہ سے اوپر ہو اور جس کے ساتھ اسے ملایا جائے۔ اِيْتَادُ الْبَابِ ، و سَنَدُ (الْبَابِ) و مَلَاذَةٌ (الْبَابِ) : وہ لکڑی جو دروازے کی پشت پر لگا دی جاتی ہے اور میخوں کی نوکیں پار ہو کر اس میں چلی جاتی ہیں اور دروازے کے تختوں کو اس سے مضبوط کیا جاتا ہے۔ اگر میخیں لوہے کی ہوں تو وہ مَسْتَامِيْرٌ ہوں گی مفرد اس کا مِسْتَمَارٌ ہے اور اگر لکڑی کی ہوں تو وَدٌّ اور وَتِيْدٌ۔ اس کی جمع اَوْتَادٌ ہے۔ اور بِيْوَانٌ اور خَالِيْفَةُ الْبَابِ (عمود جو خیمے کی پچھلی جانب ہوتا ہے) ایک ہی چیز ہے اور مُجْمَلٌ میں ہے بِيْوَانٌ : خیمے کا ستون۔ جوہری کہتا ہے : بِيْوَانٌ - [باء کی کسرہ اور ضمہ کے ساتھ]۔ خیمے کے عمودوں میں سے ایک عمود ہے جمع بِيْوَانٌ۔ ضمہ کے ساتھ ہے۔ دروازے کا حَلَقَةٌ (زنجیر۔ یا۔ کنڈا) اور مِقْرَعَةٌ ہوتا ہے جس سے دروازہ پر دستک دی جاتی ہے۔ شاعر کہتا ہے :

اَسْنٌ قَرَعٌ الْبَابِ وَلَمَّ
يَعْجِزُ عَنِ الْقَرَعِ دَخَلُ

۱۔ انہی معنوں میں یہ ضرب المثل یوں بھی آئی ہے : مَسْنٌ قَرَعٌ الْبَابِ وَلَسَجٌ وَلَسَجٌ۔

جس نے دروازہ کھٹکھٹایا اور کھٹکھٹاتے کھٹکھٹاتے وہ عاجز نہ آیا
وہ ضرور داخل ہوگا

اگر زنجیر کی بجائے چمڑے کا تسمہ ہو تو یہ وِذَم ہے۔ رَزَّة اس
حلقے کو کہتے ہیں جس میں بند کرتے وقت زرفین (کُنڈا) داخل ہوتا ہے
کِتَائِفُ الْبَابِ اور ضَبَّاتُ (الباب) وہ لوہے کے پترے جو دروازے
پر لگائے جاتے ہیں۔ کِتَيْفَةُ کو ورد بھی کہتے ہیں اور لَوَلَب وہ
دو لوہے (کی چوڑیاں) جو ایک دوسرے کے اوپر چڑھی ہوتی ہیں ایک کو
ذَكَر (نر) اور دوسرے کو اُنْثَى (مادہ) کہا جاتا ہے اور مِعْلَق تالے
کی جگہ اور مِعْشَلَق : جسے چابی کے ذریعے سے کھولا جائے اور
مِعْشَلَق - [عین مہملہ کے ساتھ] - جس میں چابی کی ضرورت نہ پڑے اور
قَعُو : لکڑی کے تالے کا سوراخ ، اور لکڑی کے تالے میں بِلَاطِيط ہوتی
ہیں جن کا مفرد بِلَطَاط ہے اور یہ وہ لکڑیاں ہیں جو اس سوراخ میں ڈالی
جاتی ہیں جن سے دروازہ بند ہوتا ہے۔ محاورے میں بولتے ہیں قَلْبَقِيلِ
الْغَمَلِقِ حَتَّى تَقَعَ الْبِلَاطِيطُ فَيُوقِعُهَا لِكُرْيِ كِتَائِفِ الْبَابِ
ہلاؤ تاکہ لکڑیاں اپنے اپنے خانے میں داخل ہو جائیں۔ مِعْشَلَق : چابی ،
اس کی جمع مِقَالِيْد ہے۔ اور اَسْنَانُ الْمِفْتَاحِ (چابی کے دندانے) جو
لکڑیوں کو اپنے اپنے خانے سے اوپر کو اٹھا دیتے ہیں تاکہ وہ کھل
جائیں۔ دروازے میں جو درزیں ہوتی ہیں انہیں صِيْرٌ بھی کہا جاتا ہے۔
حدیث میں ہے :

مَنْ نَظَرَ فِي صِيْرِ بَابٍ فَفُتِقَتْ عَيْنُهُ، فَهُوَ هَدْرٌ

[۳ : ۳۹۸] جس شخص نے دروازے کی درزوں میں سے دیکھا اور
کوئی اس کی آنکھ پھوڑ دے تو یہ اسے معاف ہے

اگر دروازے میں بہت سی درزیں ہوں تو اسے مُخَرَّقٌ کہا جاتا
ہے۔ جب تختے ساتھ ساتھ ملے ہوئے نہ ہوں اور ان کے درمیان کشادگی
رہ جائے تو ایسے دروازے کو بِنَابٌ، مُضَلَّعٌ اور (بِنَابٌ) مُخَلَّلٌ
کہتے ہیں اور جو دروازہ لکڑی کا بنا ہو تختوں کا نہ ہو اور اس میں

سوراخ ہوں تو اسے مُشَبَّك (جالیدار) کہتے ہیں۔ جب دروازہ صرف چوڑے تختوں کا بنا ہوا ہو تو اسے بَابٌ مُصَفَّحٌ کہتے ہیں۔ جب تو دروازے کو چوکھاٹ کی اوپر والی لکڑی کے ساتھ ملا دے تو بولتے ہیں: أَصْفَقْتُ الْبَابَ وَصَفَقْتُهُ، اور جب ان دونوں کے درمیان جگہ چھوٹ جائے تو أَجَفْتُ الْبَابَ کہیں گے۔ رَدَدْتُ الْبَابَ جب دروازے کو ساتھ ملانے کے بغیر پھیر دیا جائے اور دروازے کو مَرْدُودٌ بولتے ہیں۔ بَلَقْتُ الْبَابَ میں نے دروازہ کو (چوپٹ) کھول دیا۔ اِنْبَلَقَ: کھل گیا، اور کھلے ہوئے دروازے کو بَلَقٌ کہتے ہیں۔ اَغْلَقْتُهُ: (میں نے اسے بند کر دیا) اور دروازے کو مُغْلَقٌ کہیں گے اور مِحْصَنٌ: قفل، اور کہتے ہیں: اَقْفَلْتُهُ اور دروازہ کو مُقْفَلٌ کہیں گے۔ تالے کا عمود ہوتا ہے اور یہ ایک لمبوتر لوبا ہوتا ہے اور لوہے کا وہ پترا جو تالے کے بند ہونے کی جگہ میں غائب ہو جاتا ہے اسے مینشَب کہتے ہیں اور نَعَامُ الْفَرَاشَةِ ان مستطیل لوہے کے پتروں کو کہتے ہیں جو اس کے اوپر جڑے ہوتے ہیں۔ اَعْيَارُ الْفَرَاشَةِ فراشہ کا وہ حصہ جو اُبھرا ہوا ہوتا ہے اس کا مفرد عَيْشُرٌ ہے۔ تالے کو جِلازہ بھی کہتے ہیں اور جب چابی کے بغیر تالے کے اندر کوئی چیز داخل کر کے اسے کھولا جائے تو فَشٌ الْقُفْلِ بولتے ہیں۔

بڑھئیوں کے اوزار و آلات

یہ بات ظاہر ہے کہ اس پیشے سے متعلق بہت سے اوزار ہیں جن کا بالتفصیل بیان کرنا اس مقام پر ممکن نہ ہوگا ہم فقط چند ایک کا ذکر کریں گے تاکہ یہ ہمارے موقف کے لیے دلیل بن سکے۔ بہر حال ان کے آلات میں سے ایک فأس (کھاڑی) ہے یہ مؤنث ہے۔ اس کی جمع اَفْؤُس اور فُؤُوس آتی ہے۔ خَصِيْبِيْنٌ - [خاء معجمہ اور صاد مہملہ کے ساتھ]۔ کھاڑی جس کی ایک دھار ہو۔ حِدَاةٌ جس کے دوسرے ہوں اس کی جمع حِدَاٌ آتی ہے۔ شَمَّاخ کہتا ہے:

يُسْبَاكِرُنَ الْعِيضَتَاهُ بِمُقْتَنَعَاتٍ
نَوَاجِذُ هُنَّ كَالْحَدَادِ الْوَقِيحِ

یہ اونٹ علی الصباح ہی خاردار عیضتہاہ درخت کی طرف ایسے دانتوں کے ساتھ جاتے ہیں جو اندر کی طرف مڑے ہوئے ہیں اور جن کی داڑھیں تیز کلہاڑی کی طرح ہیں

یعنی تیز دھار والے ہیں اور ان کو ہتھوڑوں سے کوٹا گیا ہے۔ صاقور: بڑا کلہاڑا جس کا ایک ہی باریک سر ہوتا ہے جس سے پتھر کوٹے جاتے ہیں۔ اسی کو مبعول بھی کہتے ہیں۔ (مجاورے میں بولتے ہیں): قد صقرت الحجارة صقرأ جب تو انہیں صاقور کے ساتھ توڑے اور کرزن اور کیرزیشن: بڑا کلہاڑا جس سے درخت کاٹا جاتا ہے کیرزم، کیرزیم اور کیرزوم کے بھی یہی معنی ہیں۔ جریر کہتا ہے:

وَأَوْرَثَكَ الْقَيْسُ الْعِلَاةَ وَمِرْجَلًا
وَإِصْلَاحَ أَخْرَاتِ الْفُؤُوسِ الْكَرَّازِمِ^۲

لوہار نے تجھے ایک سندان (آہن) ایک دیگ اور بڑے کلہاڑوں کے سوراخ کی اصلاح کرنا بھی ورثہ کر دیا

[۳۹۹ : ۳] اور قدوم چھوٹی کلہاڑی، یہ لفظ مخفف ہے۔ شاعر کہتا ہے:

۱۔ لسان العرب میں ہے: الاضمعی: الْمُقْتَنَعُ الفم الذی یکون عطف اسنانه الی داخل الفم و ذلک القوی الذی یُقْطَعُ له کل شیء فاذا کان انصبابها الی خارج فهو ارفق و ذلک ضعیف لا خیر فیہ و فم مُقْتَنَعٌ من ذلک قال الشماخ یصف ایلاً اس کے بعد یہی شعر پیش کیا ہے۔

۲۔ تصحیح لسان العرب سے کی گئی ہے بلوغ العرب میں الکرزیم ہے و الکرزم: فأس مفلولة الحد۔

تُسْنِيفُ بِرَأْسٍ فِي الزِمَامِ كِتَانَهُ،
قَدُومٌ فُوُؤُسٌ مَاجَ فِيهَا نِصَابُهَا

یہ اونٹنی مہار کے ساتھ اپنے سر کو اٹھاتی ہے اور یہ سر یوں معلوم ہوتا ہے جیسے کلہاڑی کا لوہا ہے جس میں دستہ حرکت کر رہا ہے جوہری کہتا ہے : قَدُومٌ : وہ آلہ جس سے تراشا جاتا ہے (تیشہ) یہ لفظ مخفف ہے اور جمع قَدُومٌ آتی ہے - اعشیٰ کہتا ہے :

أَقَامَ بِهِ شَاهَبُورُ الْجَنَنُوءُ
دَحْوَالَيْنَ تَضْرِبُ فِيهِ الْقُدْمُ

شاہ پور نے دو سال تک اپنی فوجیں وہاں مقیم رکھیں اور تیشے اس میں ضرب لگاتے تھے

قَدُومٌ کی جمع قَدَائِمٌ آتی ہے جس طرح قُلُوصٌ کی قَلَائِصٌ - خُرُتٌ : کلہاڑی کا سوراخ ، اور نِصَابٌ (الفأس) اس کی لکڑی (دستہ) اسے فِعْعَالٌ بھی کہتے ہیں اس کے لیے ابن الاعرابی نے یہ شعر پیش کیا ہے :

أَتَتْهُ وَهْيَ جَانِحَةَ يَدَاهَا
جَنُوحَ الْهَبْرَقِيِّ عَلَى الْفِعْعَالِ

یہ اس کے پاس آئی جبکہ اس کی اگلی ٹانگیں اس طرح جھکی ہوئی تھیں جس طرح ایک لوہار تیشے کے دستے پر جھکا ہوتا ہے

غُرَابٌ (الفأس) کلہاڑی کی دھار - وَشَيْظَةٌ اور نِخَاسَةٌ : وہ چھوٹی سی لکڑی جو کلہاڑی کے سوراخ میں یا دستے کے شگاف میں اسے تنگ کرنے کے لیے ڈالی جاتی ہے - (فَانَسَ) اور یہ اس وقت کیا جاتا ہے جب دستہ پتلا ہو اور کلہاڑی کو گرفت میں نہ لے سکے (اس لفظ سے فعل یوں) بولتے ہیں : وَشَيْظَتُهُ، اور نِخَاسَتُهُ، اور قَلِقَتِ الْفَأْسُ اور مَاجَتِ (الفأس) اس وقت کہتے ہیں جب سوراخ کھلا ہو اور دستے کے اندر ہلتا رہے - اگر دستے میں سے نکل جائے تو پھر نِصَبَتِ (الفأس) تَنْصِيلٌ نِصُوءًا کہتے ہیں - راعی کہتا ہے :

فِي مَتَهُمْ قَلْبًا قَلَّتْ بِهِ هَامَاتُهَا
قَلَقَ الْفُؤُوسِ إِذَا أَرَادَنْ نَصُولًا

اس بیابان میں ان کی کھوپریاں یوں حرکت کر رہی تھیں جس طرح
کھاڑیاں (دستے سے) نکلنے کے ارادے سے مضطرب ہوتی ہیں

ان میں سے ایک مِشَار (ارہ) وہ آلہ جس سے لکڑی کو چیرا یعنی
کاٹا جاتا ہے۔ فعل یوں آتا ہے: نَشَرْتُہُ، وِشَرْتُہُ، اور وِشَرْتُہُ۔
اسی لئے اسے مِشَار بھی کہتے ہیں اور نَشَارَہ (لکڑی کا برادہ) جو
ارہ چلانے سے گرتا ہے۔ اور ان میں سے ایک مِحْفَرَة ہے یہ ایک آلہ
ہوتا ہے جس سے لکڑی کو کھودا جاتا ہے (رُوکھانی)۔ اسے مِشْقَار
بھی کہتے ہیں اور نَقَرْتُ الشَّيْءَ اس وقت بولتے ہیں جب تو اسی میں
مِشْقَار (روکھانی) کے ساتھ سوراخ کرے۔ بڑھئی کے آلات میں سے
ایک مِسْحَل (ریتی) ہے اور مِبْرَد (ریتی) ہے جو لوہے کی ریتی سے
زیادہ کھردری ہوتی ہے اور مِسْحَل وہ ہے جس سے لکڑی کو رگڑا
جاتا ہے اور جو ریتی چھوٹی ہو اسے مِسْرَد کہتے ہیں۔ ان میں سے
ایک مِشْقَب (برما) ہے یہ ایک آلہ ہوتا ہے جس سے لکڑی میں سوراخ
کیا جاتا ہے۔ ان میں سے ایک کلبتان (زنبور) ہے۔ یہ ایک آلہ ہے جس
سے بڑھئی لکڑی میں سے میخوں کو کھینچ کر نکالتا ہے اور جس سے
لوہار تپتے ہوئے لوہے کو پکڑتا ہے اور ان میں سے ایک عَتَلَة ہے۔
اور یہ ایک لوہے کا اوزار ہوتا ہے جو کھاڑی کی طرز کا ہوتا ہے۔ اسے
بَسْرَم النِجَار بھی کہتے ہیں۔ اس کے معنی لوہے کی اس لٹھ کے بھی آتے
ہیں جس کا سرا چوڑا ہوتا ہے اور جس سے دیوار کو گرایا جاتا ہے۔ وغیرہ
[۳ : ۴۰۰] وغیرہ اوزار و آلات جن کی تفصیل لغت کی کتابوں میں موجود
ہے۔ اگر عرب اس صنعت کو جانتے نہ ہوتے تو وہ ان ناموں کو ان
اوزاروں کے لئے استعمال نہ کرتے۔

۱۔ بلوغ العرب میں منشار چھپا ہے اسے مِشْقَار پڑھیں۔

آہنگری

یہ صنعت بھی قوموں کی ضروریات میں سے ہے اور اس سے وہ کسی صورت میں بھی مستغنی نہیں ہو سکتے۔ لوگوں کی معیشت اور پیشوں میں جو لوہے کے فوائد ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں ہیں۔ کیونکہ جو صنعت بھی ہو یا کسی قسم کی مصنوعات ہوں ان میں یا تو خود لوہا کارآمد ہوتا ہے یا وہ لوہے کے آلات سے تیار کی جاتی ہے اور قرآن مجید میں ہے :

وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنْفَعٌ لِّلنَّاسِ وَ لِيَعْلَمَ اللَّهُ مَن يَنْصُرُهُ وَرُسُلَهُ، إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ

ہم نے لوہا اتارا اس میں سخت ضرر ہے اور لوگوں کے لیے منافع بھی ہیں (اور ہم نے اسے اس لیے اتارا کہ) اللہ کو معلوم ہو جائے کہ کون اس کی اور اس کے رسولوں کی بن دیکھے مدد کرتا ہے۔ اللہ ہی قوی اور غالب ہے۔

یہ صنعت دنیا کی قدیم صنعتوں میں سے ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ سان ، آہرن اور زنبور اترا تھا۔ یہ بھی روایت ہے کہ آپ کے ساتھ پھاوڑا اور کدال اترے تھے۔ ایک حدیث میں ہے : جب آپ اترے تو آپ کے ساتھ لوہے کی پانچ چیزیں بھی اتریں ، آہرن ، زنبور ، موئی ، ہتھوڑا اور سان۔ مِسْقَعَةَ كِي تَشْرِيحِ مِسِّنْ (سان) سے کی گئی ہے۔ مِسْقَعَةَ بُرْمِ ہتھوڑے کے معنوں میں بھی آتا ہے یا وہ (مینقار) جس سے چکی کو رحایا کیا جاتا ہے (یا تُلَايَا جاتا ہے) ابن عباس کی روایت میں ہے : جب حضرت آدم جنت سے اترے تو ان کے ساتھ کاریگر کے اوزار تھے۔ باسنۃ کے معنی کاریگر کے اوزار کے ہیں ، یا ہل کے ہیں اور یہ لفظ خالص عربی لفظ نہیں ہے۔ عرب اس شخص کو جو یہ پیشہ اختیار کرتا قَتِيْنٌ کہتے تھے ، جوہری کہتا ہے : قَتِيْنٌ کے معنی لوہار کے ہیں ، اس کی جمع قُيُوْنٌ ہے۔ ابن السکیت سے مروی ہے کہ لوہار کو خواہ کوئی ہو

قَیِّنٌ کہتے ہیں اور فعل قَنَانَ یَقِیِّنُ قَیِّنًا آتا ہے کہتے ہیں قَیِّنٌ
إِنَاءَكَ هَذَا عِندًا لِقَیِّنٍ : لوہار سے اپنے برتن کی اصلاح کرا لو۔
قَیِّنَتُ الشَّیْئِیَّیِّ أَقِیِّنُهُ، قَیِّنًا میں نے اس کی اصلاح کی اور یہ شعر
پیش کیا ہے :

وَأَسَىٰ كَسْبِیدُ سَجَرُوحَةً قَدَّ بَدَا بِبِهَا
صُدُوعُ الْهَوَىٰ لَوَكَانَ قَیِّنٌ یَّقِیِّنُهَا

میرا جگر مجروح ہے جس میں عشق کے شگاف ظاہر ہو گئے ہیں کاش
کوئی لوہار اس کی اصلاح کر سکتا

اور مثل ہے : إِذَا سَمِعْتِ بِسُرَى الْقَیِّنِ فَبِأَنَّهُ مُصْبِحٌ -
جب تو لوہار کے متعلق سنے کہ وہ رات کو نکلا ہے تو (سمجھ لو) کہ
وہ صبح کو نکلے گا اور یہ شخص سعد القین تھا جو جھوٹ اور بے سود
باتیں کرنے میں ضرب المثل بن گیا تھا۔ یوں بولتے ہیں دُھْدُرَیِّنٌ
سعد القین۔ (اے سعد لوہار تو بے کار ہو گیا) بنی أسد کے قبیلے میں سے
جو بنی القین ہیں انہیں بَلْدَقِیِّنٌ کہا جاتا ہے جیسے بَلْحُرْث (بنی الحُرْث
سے) اور بَلْهَجِیْم (بنی الہجیم) کہا جاتا ہے اور یہ طریقہ شاذ تخفیفوں
میں سے ہے۔ لوہار مختلف قسم کے کام کیا کرتے تھے۔ چنانچہ بعض
اپنے چوپایوں کے لیے لگامیں اور مہارین بنایا کرتے، اور یہ چیزیں کئی
ایک اجزا اور مختلف جوڑوں پر مشتمل ہوتی ہیں۔ ابو عبد اللہ الاسکافی
کتاب المبادیٰ میں کہتا ہے : لگام میں شَكِیْمَةٌ (دھانہ) ہوتا ہے اور
[۳ : ۴۰۱] یہ وہ لوہا ہے جو منہ میں ہوتا ہے۔ فأس : وہ لوہا جو
دھانے سے اوپر کو اٹھا ہوتا ہے اور فَرَّاشَتَانِ : دھانے کے دونوں جانب
کا لوہا، اسی کے ساتھ لگام کا وہ حصہ جو گھوڑے کے رخسارے پر ہوتا

۱۔ لسان العرب میں ہے : دُھْدُرَیِّنٌ : اسم لبَطَلٍ..... و من
کلامہم دُھْدُرَیِّنٌ سعد القین ای بَطَلٌ سعد القین بان لایستعمل و
ذلک لتشاغل الناس بما هم فیہ من الشدة او القحط۔

ہے باندھا جاتا ہے اور خُطَّافان اور شاکتتَان۔ باگ کے دو ٹیڑھے لوہے اور کَلَّوْبَان : دو سوراخ جن میں باگ کا مرا ڈالا جاتا ہے، اور حَكْمَةٌ : وہ لوہا جو ناک اور نچلے تالو کے گرد لگا ہوتا ہے اور اسے حَكْمَتَان کہتے ہیں۔ سَحْلَان : دو لوہے جو دونوں باچھوں کو گھیرے ہوتے ہیں۔ جو لوہا کنپٹی پر ہوتا ہے اسے صُدْعُ ہی کہتے ہیں۔ طَرَف : جو تسموں کے کناروں میں ہوتا ہے کبھی اسے چاندی کا بھی بنا لیتے ہیں۔ نِکَل : خچروں کی لگامیں ہیں۔ اس نے لگام اور ان حصوں کے ذکر کو جو لگام میں شامل ہوتے ہیں بہت لمبا کر دیا ہے۔ ہمارا مقصد صرف اتنا ہے کہ یہ صنعت عربوں میں خوب راسخ ہو چکی تھی یہاں تک کہ اس کی دقیق چیزیں بھی وہ بنا سکتے تھے۔ بعض لوہار ان کے لیے تلواریں بناتے تھے، اس کام سے ایک شخص مشہور ہوا جس کا نام سَرِیح تھا جو تلواروں کے بنانے میں ماہر اور پختہ کار تھا۔ سَرِیحی تلواریں اسی کی طرف منسوب ہیں۔ جو شخص تلواریں بناتا تھا اسے طَبَّاع کہتے اور صَيِّقَل اس شخص کو کہتے ہیں جو تلواریں صیقل کرتا ہے اور جو حصے تلوار میں شامل ہیں ان کے ناموں سے ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ اس صنعت میں کس قدر باریکیاں پیدا ہو گئیں تھیں نیز یہ کہ اس صنعت کی زیادہ معلومات حاصل کرنے کے لیے کن کن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ چنانچہ تلوار کے لوہے کو نَصَل (بھال) کہتے ہیں۔ سَيِّلَان : بھال کا وہ سرا جو دستے کے اندر ہوتا ہے اور بھال کی پشت مَتْنُ السَّيْفِ ہے۔ کہتے ہیں : سَخْنُ مَتْنِهِ : یعنی اسے خوب تپایا اور تلوار کا اگلا حصہ صَدْرُ السَّيْفِ کہلاتا ہے۔ عَرَضًا (السَّيْفِ) ، صَفْحًا (السَّيْفِ) ، صَفْحَتًا (السَّيْفِ) لَأَ (السَّيْفِ) تلوار کا پیٹ اور پشت ہے۔ رہی اس کی دو دھاریں تو یہ ذَلْقَان ، ذُبَابَان ، غَرَارَان ، اور شَفْرَتَان ہیں۔ مَضْرَبُ السَّيْفِ تلوار کا وہ حصہ ہے جس سے مضروب کو مارا جاتا ہے اور ظُبَّةُ (السَّيْفِ) مَضْرَبِ كے کنارے کو کہتے ہیں اور شَبَابَةُ (السَّيْفِ) : دھار کا کنارہ اور صَبِيَّةُ السَّيْفِ شَبَابَةُ کی دونوں جانبیں اور عِيْرَا

(السَّيْفُ) تلوار کی پشت کے وسط میں دو ابھرے ہوئے کنارے ہیں ، اور (ایسی تلوار کو سَيْفٌ مُعَيَّرٌ کہتے ہیں ۔ عُرْصَانُ تَلْوَارٍ کا وہ حصہ ہے جو عَيْسُرٌ اور دونوں دھاروں کے درمیان ہے رَوْنَقُ (السَّيْفِ) تلوار کی وہ دھاریں جو پان دینے سے بنی ہوتی ہیں ۔ اَثَرُ (السَّيْفِ) تلوار کی پشت میں چیونٹی کے رینگنے کی طرح کے نشانات ۔ تلوار کو مَأْتُورٌ بھی کہتے ہیں ، سَيْفٌ مُشْطَبٌ اور مَشْطُوبٌ : وہ تلوار جس کی پشت پر شُطْبَةٌ ہو اور شُطْبَةٌ : وہ لکیر ہے جو تلوار کی پشت میں ابھری ہوئی ہو ۔ اسے سَفْسَقَةُ السَّيْفِ کہتے ہیں یا سَفْسَقَةٌ وہ حصہ جو تلوار کی ایک طرف شُطْبَتَيْنِ کے درمیان لمبائی میں ہو ۔ رہا تلوار کا قَائِمٌ تو یہ اس کا دستہ ہے ۔ دستے میں قَبِيْعَةٌ ہوتا ہے اور قَبِيْعَةٌ وہ چاندی یا لوہا جو دستے کے سرے پر گیند کی طرح کا ہوتا ہے ۔ قَبِيْعَةٌ کا اوپر کا حصہ قُلَّةٌ کہلاتا ہے ۔ کہتے ہیں سَيْفٌ ، مُقَلَّلٌ ۔

بُذَلِي کہتا ہے :

وَلَقَدْ شَهِدْتُ الْخَيْلَ بَعْدَ رُقَادِهِمْ
تُفَلِّسِي جَمًا جِمُّهُمْ بِكُلِّ مُقَلَّلٍ

[۳ : ۴۰۲] میں ان کے سو جانے کے بعد ان گھوڑ سواروں کی جماعت کے ساتھ حاضر تھا جن کی کھوپریاں قُلَّةً دار تلواروں سے

کاٹی جاتی تھیں اور وہ میخ جو قَبِيْعَةٌ کی دونوں جانب اور دستے میں ہوتی ہے اسے کَلْبٌ اور حِرَابٌ کہتے ہیں ۔ حِرَابٌ کے دونوں کنارے شَعِيْرَتَانِ ہیں اور ان میں سے ایک کنارے پر ایک حلقہ ہوتا ہے جس میں وہ تسمہ ہوتا ہے جسے قَلَسٌ ، نَعْفَةٌ ، ذُوَابَةٌ اور عِيْلَاقَةٌ کہا جاتا ہے ۔ جو میخ دستے کے وسط میں ہوتی ہے ۔ اسے بھی حِرَابٌ اور کَلْبٌ

کہتے ہیں - ہر دستے میں دو کٹلب ہوتے ہیں اور سَفَن : کھردری اور محبوب کھال جسے تلوار کے دستے پر چڑھاتے ہیں - رِئَاس : چاندی یا لوہے کا ہوتا ہے جو سفن کے دونوں کناروں کو جمع کرتا ہے اور کبھی قبضے کو بھی رئاس کہہ لیتے ہیں -

۲۔ مُعْتَقِرٌ بن حمار البارقی کہتا ہے :

هُمَّا بَطَلَانِ يَعْشِرَانِ كَلَا هُمَا
يُرِيدُ رِئَاسَ السَّيْفِ وَالسَّيْفُ نَادِرٌ

وہ دو بہادر ہیں ان میں سے ہر ایک دوسرے کو گرانا چاہتا ہے اور تلوار کا دستہ پکڑنا چاہتا ہے حالانکہ تلوار میان سے نکل چکی ہے

دستے کا غاشیہ وہ چاندی یا لوہا ہے جو تلوار کو میان میں ڈالنے کے بعد میان کے سرے کو ڈھانپ دیتا ہے اور غاشیہ کے دونوں کناروں کو شارِبَتَيْنِ کہتے ہیں اور میان کا وہ حصہ جو غاشیہ کے نیچے آ جاتا ہے اسے زافیر کہتے ہیں اور اَسَائِنِ اَسِيْنَةٍ کی جمع ہے یہ وہ تسمے ہوتے ہیں جنہیں ایک دوسرے کے اندر داخل کیا جاتا ہے اور دستے کے اوپر گوندھ دیے جاتے ہیں میان کو غِمْدٌ اور قِرَابٌ بھی کہتے ہیں - اِزَارٌ (الِجْفَن) اس کھال کو کہتے ہیں جو باہر کی طرف میان پر چڑھائی جاتی ہے اور خِلَاطَةٌ (الِجَفِين) وہ کھال جو میان کے اندر ڈالی جاتی ہے - نَعْلٌ وہ لوہا جو میان کی نچلی طرف ہوتا ہے - مِجْمَلٌ ، حِمَالَةٌ پٹی کو کہتے ہیں یعنی وہ تسمہ جو کندھے کے اوپر رکھا جاتا ہے اور تلوار کو اس کے ذریعے سے اٹھایا جاتا ہے -

۱ - لسان العرب میں سفن کی یوں تشریح کی ہے : السَّفَنُ جلد - اَخْشَنٌ غَلِيظٌ كَجُلُودِ التَّمَّاسِيحِ يَكُونُ عَلٰى قَوَائِمِ السِّيُوفِ وَقِيلَ هُوَ حَجَرٌ يُنْشَحَتُ وَيَلِيْنُ بِهِ وَقَدْ سَفَنَنَهُ سَفْنًا وَسَفَنَنَهُ وَقَالَ ابُو حَنِيفَةَ : السَّفَنُ قِطْعَةٌ خَشْنَاءٌ مِنْ جِلْدِ ضَبٍّ اَوْ جِلْدِ سَمَكَةٍ يَسْحَجُ بِهَا الْقَدْحَ حَتَّى تَذْهَبَ اَثَارُ الْمِبْرَاةِ -

۲ - مُعْتَقِرٌ بن اوس بن حمار - جاہلی شاعر ہے (اشتقاق : ۴۸۱) یہ اس قصیدے کا شعر ہے جو اغانی (۱۱ : ۱۵۰ - ۱۵۱) پر ہے -

شاعر کہتا ہے :

إِلْسَى مَلِكِي لَا تَنْصُفُ النَّعْلُ سَاقَهُ
أَجَلٌ لَا وَإِنْ كَانَتْ طِيَّوَالاً مَجَامِلُهُ

اس بادشاہ کے پاس جس کی تلوار کا نچلا حصہ اس کی پنڈلی کے نصف تک بھی نہیں پہنچتا - ہاں - نہیں پہنچتا خواہ اس کی پیٹی لمبی ہی کیوں نہ ہو

مراد یہ ہے کہ اس کے قد کے لمبا ہونے کی وجہ سے اس کی تلوار کا نچلا حصہ اس کی پنڈلی کے نصف تک بھی نہیں پہنچتا -

شاعر کہتا ہے :

كَأَنَّ عَلَيَّهَا خَيْلَةَ فَارِسِيَّةً
يُقَطِّعُهَا بَيْنَ الْجُنُودِ الصَّيَاقِلِ

(یہ پرانے کھنڈرات) یوں معلوم ہو رہے ہیں جیسے ان پر منقش فارسی کھالیں چڑھی ہوئی ہوں جنہیں صیقل کرنے والے میانوں کے درمیان کاٹ کاٹ (کر لگاتے ہیں)

کیونکہ خیلۃ منقش کھالوں کا بنا ہوتا ہے - رصائع رصیعة کی جمع ہے - یہ وہ تسمے ہوتے ہیں جنہیں میان اور پیٹی کے درمیان گوندھا جاتا ہے -

شہفری کہتا ہے :

هَتُوفٌ مِّنَ الْمُلُوسِ الْمُتَوَّنِ يَزِينُهَا
رَصَائِعٌ قَدْ نَيْطَتْ إِلَيْهَا وَ مِجْمَلٌ

(یہ کمان) جب اس کی تندی کو کھینچا جائے تو آواز کرتی ہے اس کی چھال نرم ہے اسے وہ تسمے مزین کر رہے جو اس کے ساتھ لٹکائے گئے ہیں اور پیٹی بھی

بَكَرَات^۱ : وہ حلقے جو تلوار کی پیٹی میں عورتوں کے چھٹلوں کی طرح ہوتے ہیں۔ یہ گول ہوتے ہیں اور پیٹی کے کناروں پر [۳ : ۳۰۳] قُيُود کو پکڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ قیود ان حلقوں کو کہتے ہیں جو میان کی ایک طرف ہوتے ہیں۔ قُيُود کے کناروں کو زوائد کہتے ہیں۔ بعض اوقات ان میں تسمے باندھ دیے جاتے ہیں۔ جب تلوار میان سے باسانی نکل سکے تو سَتَاسٌ و دَلَقٌ بولتے ہیں اور اگر بدقت نکلے تو لَتَصِيبَ (السيفُ في الغيمِ) و لَتَجِجَ بولتے ہیں۔ اگر مضروب کو لگ کر واپس لوٹے تو نبا بولتے ہیں اور اگر لوٹ جائے تو إنقصف بولتے ہیں اور کہتے ہیں صَابِيَةٌ^۲ : میں نے اس کے کنارے کو زمین کی طرف جھکا دیا جس طرح نیزے کو جھکاتے ہیں اور هَزَزْتُهُ، فَاهْتَزَزَتْ^۳ میں نے تلوار کو ہلایا اور وہ ہلی یعنی مضطرب ہوئی۔

عربوں میں سے بعض لوگ ان کے لیے تیر ، میخیں ، چھریاں ، برتن ، اور دیگر سامان و آلات بناتے تھے۔ جن کی تفصیل بیان کرنا باعث طوالت ہوگا۔ ابو عبد اللہ الاسکافی نے کتاب العبادی میں اور اسی طرح دیگر ائمہ لغت نے ان باتوں کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

لوہاروں کے اوزار و آلات

ان کے اوزاروں اور آلات میں سے قُرْزُم اور عِلَّالَة ہے اور یہ آہرن ہے۔ ابن درید سے مروی ہے کہ قُرْزُم کی قاف پر ضمہ سے اور یہ موچی کا

۱۔ مگر لسان العرب میں یوں ہے : البَكَرَات ايضاً : الحَلَقُ التي في حلية السيف شبيهة بفتحة النساء..... پھر لکھتے ہیں : البَكَرَةُ و جمعها بَكَرٌ بالتجريك وهو من شواذ الجمع لان فَعْلَمَةً لانجمع على فَعَلَّ الا احرفاً مثل حَلَقَةٍ و حَلَقٌ و حَمَّأَةٌ و حَمَّأً و بَكَرَةٌ و بَكَرٌ۔

۲۔ مگر لسان العرب میں یوں ہے : صَابِيٌ سَيْفُهُ : جَعَلْتَهُ، في غمده مقلوباً و كذلك صَابِيَةٌ أَنَا و اذا غمد الرجل سيفاً مقلوباً قيل قد صابى سيفه يصابيه۔

گول تختہ ہوتا ہے - میطرقة (بتھوڑا) اور یہ ایک آلہ ہوتا ہے جس سے لوہے کو کوٹا جاتا ہے - فیطیس (وہ بتھوڑا جو) میطرقة سے بھی بڑا ہو اسے میثقعة بھی کہتے ہیں (اس سے فعل یون آتا ہے) وقعت الحدیدة آقتعہا وقعتا اور میشراد (ریتی) جس سے لوہے کو رگڑا جاتا ہے - برادة : وہ (ذرات) جو ریتی کے عمل سے گرتے ہیں - فسالۃ الحدید لوہے کے ان شراروں کو کہتے ہیں جو لوہے کو ڈھالنے میں کوٹتے ہوئے بکھرتے ہیں - میشحدہ لوہے کو رگڑنے کے لیے سب سے بڑی اور نہایت کھردری ریتی - جوہری کہتا ہے : میشحدہ کے معنی سان کے ہیں - میفراص لوہے کو کاٹنے کی قینچی جس طرح کپڑے کو کاٹنے والی قینچی کو میقراض کہتے ہیں - جوہری کہتا ہے : میفراص اور میفراص اس قینچی کو کہتے ہیں جس سے چاندی کاٹی جاتی ہے -

اعشی کہتا ہے :

اَوَادْفَعُ عَنِّ اَعْرَاضِکُمْ^ وَاَعِیْشِرُ کُمْ^
لِیَسَانًا کَمِیْفِرَاصٍ الْخَفَّاجِیِّ^ مِیْلِحَبَّیِّا

میں تمہاری عزتوں کی حفاظت کروں گا اور تمہیں ایسی زبان عاریتہ دوں گا جو لوہار کی قینچی کی طرح کاٹنے والی ہوگی

اور خفاجی خفاجہ - [فتحہ کے ساتھ] - کی طرف نسبت ہے اور یہ بنی عامر کا ایک قبیلہ ہے جو آہن گری کے فن میں مشہور ہے اور مینفاختہ (پٹھکنی) جس سے بھٹی میں پھونکا جاتا ہے - کیشر وہ (بھٹی) جس میں پھونکا جاتا ہے اور صحاح میں ہے : کیشر الحداد اس مشک کو کہتے ہیں یا اس موٹی کھال کو کہتے ہیں جس کے کنارے ہوتے ہیں اور جو مٹی کی بنی ہو وہ کسور ہے مشر جمع اس بتھوڑے کو کہتے

۱ - ملاحظہ ہو الاشتقاق : ۲۷۴ اور البیان والتبیین : ۱ : ۱۵۹ ، البیان والتبیین میں میقراض چھپا ہے اسے مفراص پڑھیں -

ہیں جس کے اطراف کے کنارے نہ ہوں اور مِطْرَقَةٌ و شَرَّاجَةٌ یعنی لمبوتر ہے جس کے اطراف کے کنارے نہیں ہیں۔ اگر کوئی چیز مربع ہو اور تو اس کے کناروں کو چھیلنے کا حکم دے تو تو یوں کہے گا شَرَّاجَةٌ اور عَسَقَلَان (بتھوڑی) سنار کا اوزار ہے اور یہ اس کی سب سے [۳ : ۴۰۴] چھوٹی بتھوڑی ہوتی ہے۔ غُدَّاف اس لوہے کو کہتے ہیں جس کے ایک کنارے میں انگوٹھی ڈالی جاتی ہے اور اسے جَبَابَةٌ پر گاڑ دیا جاتا ہے۔ جَبَابَةٌ اس لکڑی کو کہتے ہیں جو اس کے سامنے ہوتی ہے۔

شاعر کہتا ہے :

كَوَقَعَ الْعَسَقَلَانِ عَلَيَّ الْغُدَّافِ

جس طرح بتھوڑی غُدَّاف پر پڑتی ہے

حِمْلَاج : سُنَّار کی پُھکنی اور یہ کھوکھلا لوہا ہوتا ہے جب سنار اپنی بھٹی میں پھونک مارنا چاہتا ہے تو اس میں پھونک مارتا ہے اور اس کی ایک سنڈاسی (سنی) ہوتی ہے اور ایک سوراخ کر۔ کا آلہ (برما)۔

اور ان میں سے ایک

بافندگی

ہے۔ یہ صنعت عربوں کی ان صنعتوں میں سے تھی جس کے ذریعے ان کو یافت ہوتی تھی۔ یہ صنعت بھی قوموں کی ضروریات میں سے ہے۔ کیونکہ ہر امت اور بالخصوص شہری لوگ اپنے لباس، اپنے بچھونے اور بوجھ وغیرہ اٹھانے کے لیے اس صنعت کے محتاج ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں : وَمِنَ الْأَنْعَامِ حَمُولَةً وَفَرْشًا (بعض جانور تمہیں بار برداری کا کام دیتے ہیں اور بعض بچھونے کا)۔ تمام آیت۔ اپنا احسان جتلیا ہے اور اسی صنعت کے ذریعے یہ معلوم کیا جاتا ہے کہ پشم، کتتان اور روئی کے سوت سے لمبائی

نئے کو کہتے ہیں جس کے کنارے پر سینگ سا ہوتا ہے اور سوت اس کے اندر ہوتا ہے۔ (shuttle) اور اسے سَتَهْم (تیر) بھی کہتے ہیں۔ جوہری کہتا ہے وشیعۃ سوت کا گولا ہوتا ہے اور وہ نئے جس میں بافندہ بننے کے لیے بانا رکھتا ہے اسے وَشِيعَةَ کہتے ہیں۔ ذوالرمہ کہتا ہے :

بِیہِ مَلْعَبٍ مِّنْ مُّعْصِفَاتٍ نَسَجْنَتْہُ
كَتَسْجِ الْيَمَانِيِّ بُرْدَةٍ بِالشَّوْشَائِعِ

وہاں تند ہواؤں کے کھیلنے کی جگہ ہے اور یہ ہوائیں اسے اس طرح بُنتی ہیں جس طرح ایک یمنی پھرکی کے ذریعے اپنی چادر بنتا ہے

اور مِشِيعَةَ (اٹیرنی) جس پر سوت اویٹا جاتا ہے۔ ثَنَّا یہ جس پر کپڑے کو دہرا کیا جاتا ہے۔ عَدْلُ : ایک لکڑی ہوتی ہے جس کے آرے کی طرح دندانے ہوتے ہیں۔ جس کے ذریعے تانے کو تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ یہ یکساں ہو جائے۔ صِيْصِيَّةٌ : جھاؤ کی لکڑی ہوتی ہے۔ جب پھرکی کو پھینک کر بانا بنایا جاتا ہے تو نال کو پہلے سامنے کو لا کر پھر واپس کر دیا جاتا ہے۔ دُرَيْدُ بِنِ الصَّمَّةِ کہتا ہے :

فَجِيئْتُ إِلَيْهِ وَالرِّمَاحُ تَنْوُشُهُ
كَوَقْعِ الصَّيْصِيِّ فِي النَّسِيْجِ الْمُمَدَّدِ

لہذا جب میں اس کے پاس آیا تو نیزے اسے اس طرح دبوچ رہے تھے جس طرح پھیلائے ہوئے تانے میں پھرکی پڑتی ہے

اسی سے صِيْصِيَّةٌ الدِّيكِ ہے (مرغ کا وہ کانٹا جو) اس کے پاؤں میں ہوتا ہے اور نیر : وہ لکڑی جو ایک طرف سے دوسری طرف کو

۱۔ لسان العرب میں ہے : وَشَعَّ القطن وغيره و وَشَعَّہُ كَلاهما لَفَّہُ و الوشيعۃ ما وُشِعَ منه او من الغَزَلِ و الوشيعۃ : كُوبَةُ الغَزَلِ و الوشع : خشبة الحائك التي يُسميها الناس الحفَّ و الوشيعۃ : خشبة او قصبۃ يُلَفُّ عليها الغزل و قيل : قصبۃ يجعل فيها الحائك لحمۃ الثوب للنسج و الجمع و شيع و وَشَائِعِ

نکلی ہوتی ہے اور اس میں سوت ہوتا ہے اور ثَوْبٌ مُنَيَّرٌ جس کے دو بانے ہوں یعنی دہرا بُنَا ہوا ، بعض اہل لغت کہتے ہیں : بانے کو نیر کہتے ہیں جب کپڑا دو بانوں پر بُنَا جائے (دو سوتی) تو وہ زیادہ دبیز اور زیادہ پائدار ہوگا۔ مِدَاد : ایک ڈنڈا ہوتا ہے جس کے دونوں سروں میں تکلے کی سی نوک ہوتی ہے اور اس سے کپڑے کو پھیلا یا جاتا ہے۔ صِنَارَةٌ : تکلے کا سرا۔ كُفَّةٌ : وہ لکڑی جو تانے کی نچلی جانب چوڑائی میں رکھی ہوتی ہے۔ حِمَارَانِ جو كُفَّةً کے نیچے رکھے ہوتے ہیں تاکہ تانا زمین سے اُٹھا رہے۔ مُهْرَةٌ اور رَفِيْدٌ کو فارسی میں تِلّہ کہتے ہیں۔ اور مِثْلَتِ تین نئے ہیں جنہیں فارسی میں سِکَانہ کہتے ہیں۔ مُبْرَمٌ اور بَرِيْمٌ وہ رسی جسے دو بٹے ہوئے دھاگوں کو جمع کر کے پھر بٹا جائے اور ایک رسی بنائی جائے۔ مُبْرَمٌ اس کپڑے کو بھی کہتے ہیں جس میں سوت کے دو تاروں کو ملا کر بٹا گیا ہو۔ اسی لیے اس کا نام مُبْرَمٌ پڑا اور یہ ایک قسم کا کپڑا ہے۔ سُدِّي الشَّوْبُ تَسْدِيَّةٌ جب سوت کو خزیرہ پلانے کے لیے (یعنی مایا لگانے کے لیے) پھیلا یا جائے۔ خزیرہ آٹے سے بنی ہوئی مایا کو کہتے ہیں۔ اور شَفِيقَةٌ اور شَفَاقٌ ایک نئے ہوتا ہے جسے پھاڑ کر عرض میں تانے میں رکھ دیا جاتا ہے تاکہ اسے اچھی طرح سے مایا لگ جائے۔ دَعَائِمٌ وہ لکڑیاں ہیں جنہیں گاڑ کر ان کے اوپر تانا پھیلا یا جاتا ہے۔ سُدِي اور سُدِّي (تانا) کے ایک ہی معنی ہیں اور سُدِّي مُبْرَمٌ (دہرا بٹا ہوا تانا) اور سُدِّي سَجِيْلٌ (ایک تار کا تانا) اور لِحْمَةٌ : [فتحہ کے ساتھ] (بانا) جسے [۳ : ۶۰۶] تانے کے ساتھ ملایا جاتا ہے اور جلا ہے کا وہ آلہ جو گڑا ہوا ہوتا ہے مِسْئُوَالٌ کہلاتا ہے اسے نَتُوْلٌ بھی کہتے ہیں۔ کسی عرب کا قول ہے :

حُوْكَتْ عَلَى نَوَلِيْنِ اِذْ تُحَاكُ

و تَخْبِيْطُ الشَّوْكَ وَ لَا تُشَاكُ

جب اس چادر کو بنا گیا تھا تو دو لکڑیوں پر بنا گیا تھا اور کانٹوں کو زور سے مارنے کے باوجود کانٹا اس کے اندر نہیں گھستا

اور ان میں سے ایک

درزی کا پیشہ

ہے۔ یہ صنعت آبادانی کی ضروریات میں سے ہے۔ عرب اس پیشے سے بھی روزی کماتے تھے اور یہ بھی ان کی معیشت کا ایک سبب تھا۔ ابن خلدون نے اس کی تعریف یوں کی ہے: کہ یہ بنے ہوئے کپڑے کا مختلف شکلوں اور مختلف ہیئتوں میں اندازہ لگانا ہے۔ کپڑے کو ایسے ٹکڑوں میں کاٹا جاتا ہے جو بدن کے اعضا کے مناسب ہوں اس کے بعد ان ٹکڑوں کو مضبوط سلائی کے ذریعے جوڑا جاتا ہے خواہ ان کو ساتھ ملا کر، خواہ بیل بوٹوں کی مدد سے، خواہ الگ الگ رکھ کر جس طرز پر بھی بنانا چاہیں۔ ابن خلدون کہتا ہے: اور یہ صنعت شہری آبادی کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ بدوی لوگ اس سے مستغنی ہوتے ہیں وہ تو کپڑوں کو یونہی لپیٹ لیتے ہیں۔ کپڑے کا کاٹنا، اس کا اندازہ لگانا اور لباس کے لیے اسے سلائی سے جوڑنا شہری تہذیب اور شہری فنون میں سے ہے۔ اس کے بعد ابن خلدون نے حج کے موقع پر ملے ہوئے کپڑوں کے حرام ہونے کا راز بیان کیا ہے کہ یہ قدیم صنعت ہے۔ اس نے اس صنعت کا بھی ذکر کیا ہے جو اس سے پہلے تھی۔ نیز یہ کہ سب سے پہلے کس نے اسے اختیار کیا۔ جو شخص عربوں کے لباس سے واقفیت رکھتا ہے اور جو کچھ وہ پہنتے یا بچھاتے تھے اور جو جو نام اس سلسلے میں عربوں کی طرف سے مروی ہیں اس کو معلوم ہو جائے گا کہ عربوں کو اس صنعت سے کمال واقفیت حاصل تھی۔ ان میں سے چند ایک یہ ہیں

عربوں کا لباس

کسٹوۃ ان کپڑوں کو کہتے ہیں جو پہنے جاتے ہیں۔ ہم اس کتاب کے جز اول کی ابتدا میں بیان کر چکے ہیں کہ عربوں کے بادیہ نشین وہ لوگ تھے جو کوچ کرتے رہتے اور ایک مقام پر قیام نہ کرتے تھے، وہ بالعموم سلا ہوا کپڑا پہنا کرتے تھے، سروں پر تاج کے طور پر عمامہ

باندھتے ، بعض اوقات پشت پر چادر ڈال لیتے اور ایک تہمد باندھ لیتے [۴ : ۳۰۷] تھے ۔ رہے شہر اور مکانوں کے رہنے والے تو وہ مختلف قسم کا لباس پہنا کرتے تھے ۔ ان کے یہاں کی چادر بھی مختلف ہوتی ۔ چنانچہ کاہن رنگا ہوا کپڑا نہ پہنا کرتے تھے ، عرفاً نہ تو قمیص کا دامن چھوڑتا اور نہ چادر کو گھسیٹتا تھا ۔ قاضی اونٹ کی پشم کے بنے ہوئے کپڑے سے علاحدگی اختیار نہ کرتا تھا ۔ شاعر جب کسی کی ہجو کرنا چاہتا تو آدھے سر پر تیل مل لیتا تھا اور تہمد ڈھیلا چھوڑ دیتا تھا اور صرف ایک پاؤں میں جوتا پہنتا ۔ شریف زادیوں کا الگ لباس تھا ۔ ہر غلام کا ایک (معین) لباس تھا ، اسی طرح پیشے والی عورتوں کا بھی ایک (مخصوص) لباس تھا ۔ جب اہل حرم ، حرم سے باہر جاتے تو ان کی علامت یہ ہوتی کہ وہ گلے میں ہار ڈال لیتے ، کچھ چیزیں لٹکا لیتے ۔ جب کوئی اپنے اوپر حج واجب قرار دیتا تو حج کا لباس پہن لیتا اور اگر کوئی قربانی کا جانور ساتھ لے لیتا تو اس پر علامت ۲ لگا دیتا ۔ یہاں تک کہ عرب اونٹوں اور بھیڑ بکریوں کے الگ الگ نشان لگاتے تھے ۔ جو نشان بَسْحِیْثْرَہ پر لگایا جاتا وہ سائبہ پر نہیں لگایا جاتا تھا ۔ اور ”حَسْبِی“ پر جو نشان لگایا جاتا وہ دیگر نر اونٹوں کے نشان سے جدا ہوتا ۔ اسی طرح فَرَع ، رَجِیْبَہ و صیلہ اور عتیرہ جو بھیڑ بکریوں میں سے ہیں ، کے ساتھ کیا جاتا ۔ یہی حال باقی کھلے چرنے والے جانوروں کا تھا ۔ جب اونٹ بادشاہ کے عطیے میں سے ہوتے تو وہ ان کی کوہانوں میں پَر اور چتھیڑے اٹکا دیتے ۔ اسی لیے شاعر کہتا ہے :

یَتَهَبُ الْهَيْجَانَ بِيْرِيشِهَا وَرُعَائِهَا
كَاللَّيْلِ ۳ قَبْلَ صَبَاحِهَا الْمَتَّبِلِجِ

- ۱ - یہاں سے البیان و التبيين (۳ : ۹۵) کی عبارت شروع ہوتی ہے ۔
- ۲ - یہ علامت اس طرح لگائی جاتی تھی کہ وہ اس کی کھال کو چیرتا یا اس کی کوہان میں نیزہ چبھوتا تاآنکہ خون ظاہر ہو جاتا ۔
- ۳ - ان پر جو سیاہ پر اور سیاہ چیتھڑے ہیں وہ رات کی طرح ہیں اور اونٹ اپنے سفید رنگ کی وجہ سے صبح کی طرح ہیں ۔

وہ سفید اور عمدہ اونٹ مع پروں اور چرواہوں کے عطا کرتا ہے جو اس رات کی طرح سیاہ ہیں جو روشن صبح سے پہلے دکھائی دیتی ہے اور جب اونٹوں کی تعداد ایک ہزار کو پہنچ جاتی تو ایک نر اونٹ کی آنکھ پھوڑ دی جاتی اور اگر اس سے بھی تعداد بڑھ جاتی تو اس کی دوسری آنکھ بھی پھوڑ دیتے اور یہ اونٹ مُفَقَّأٌ اور مُعَمَّیٌّ کہلاتا اور ان کا شاعر کہتا ہے :

فَقَّأْتُ لَهَا عَيْنَ الْفَجِيئِلِ تَعْيِئًا
وَفِيَّهِنَّ رَعْلَاهُ الْمَسَامِيعِ وَالْحَمَامِيُّ^۱

میں نے ان اونٹنیوں کے لیے نر اونٹ کی آنکھ کو پھوڑ دیا تاکہ میں اس سے نیک فال لوں اور ان اونٹنیوں میں ایک اونٹنی ایسی تھی جس کا کان چیرا ہوا تھا اور جسے لٹکنے کے لیے چھوڑ دیا گیا تھا ، انہی میں حامی بھی تھا

ایک اور کہتا ہے :

أَوْهَبَيْتَهَا وَأَنْتَ ذُو امْتِنَانٍ
تُفَقَّأُ فِيَّهَا أَعْيُنُ الْبُعْرَانِ

تو نے یہ اونٹ ہمیں عطا کیے اور تو احسان کرنے والا ہے اور ان میں اونٹوں کی آنکھیں پھوڑی جاتی تھیں

ایک اور کہتا ہے :

فَكَانَ شُكْرُ الثَّقْوَمِ عِنْدَ الْمِنَنِ
كَيْ الصَّحِيحَاتِ وَفَقَّأُ الْاَعْيُنِ

۱ - تصحیح البیان و التبیان (۳ : ۹۶) سے کی گئی ہے بلوغ العرب میں

الحام ہے -

۲ - تصحیح البیان و التبیان سے کی گئی ہے - بلوغ العرب میں وہب لانا

ہے -

اللہ تعالیٰ کے احسانات پر ان لوگوں کا شکر ادا کرنے کا طریقہ یہ تھا کہ تندرست اونٹوں کو داغے اور آنکھوں کو پھوڑتے

ہمارا مقصد یہ ہے کہ عرب لباس اور کپڑوں اور علامات لگانے میں مختلف طریقے اختیار کرتے تھے یہاں تک کہ انہوں نے ان علامات کو [۳ : ۸۰] ان دیگر اشیا میں بھی معتبر سمجھا جو ان کے ساتھ مخصوص ہوتیں اور اگر ہم عربوں کے لباس اور جو اشعار اس بارے میں کہے گئے اور جو نام عربوں سے منقول ہیں ان سب پر تفصیلاً بحث کریں تو ایک بڑی کتاب بن جائے۔ یہی حال ان کے بچھونوں اور تختوں اور دیگر اسی قسم کی چیزوں کا ہے کہ ان کا بیان بہت لمبا ہے۔ ہم یہاں خاص طور پر جو اشعار عربوں سے پگڑی اور جوتے کے متعلق آئے ہیں اور یہ ان کے عام لباس کا حصہ تھے۔ بیان کرتے ہیں۔

پگڑیاں اور جو شعر عربوں سے اس سلسلے میں نقل کیے گئے ہیں

پگڑیاں عربوں کے تاج تھے اور انہی سے ان کی عزت تھی۔ حدیث میں آیا ہے : عربوں کی پگڑیاں محنت کے ہوتی تھیں یعنی ان کا ایک سرا حلق کے نیچے ہوتا تھا اور پگڑی کے یہ نام ہیں : عِصَابَاتٌ ، مِقْطَعَةٌ ، مِعْجَرٌ ، مِشْوَذٌ ، اور کِوَارَةٌ۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کا ایک دستہ روانہ کیا تو فرمایا کہ تم پگڑیوں اور موزوں پر مسح کر لیا کرو۔ مشاوذ پگڑیاں ہیں اور تَسَاخِينِ موزے۔ (کہتے ہیں) فُلَانٌ حَسَنٌ الشَّيْذَةِ یعنی فلان کا عمامہ باندھنے کا طریقہ اچھا ہے اور کتاب لباب الآداب میں ہے : عربوں کے سردار وہ پگڑیاں رکھا کرتے جو مُهْرَاءَةٌ یعنی زرد ہوتیں۔ شاعر کہتا ہے :

رَأَيْتُكَ هَرَيْتَ الْعَمَائِمَ بَعْدَ مَا
عُمِرْتَ زَمَانًا حَسِيرًا لَمْ تَعَمَّمِ

۱۔ یہ عبارت آلوسی کی اپنی عبارت ہے۔

میں تجھے دیکھ رہا ہوں کہ تو نے زرد عمامہ سر پر رکھا ہوا ہے
بعد ازاں کہ تو ایک عمر تک ننگے سر بغیر پگڑی کے ہوا کرتا تھا
ازھری کا خیال ہے کہ یہ زرد عمامے عربی ممالک میں ہرات سے درآمد
کیے جاتے تھے۔ لہذا ہرات کے نام سے اسم مشتق کر لیا گیا لیکن میرے
خیال میں اس نے یہ اشتقاق اپنے شہر ہرات کے لیے تعصب کی بنا پر گھڑا
ہے جس طرح حمزہ اصفہانی کا خیال ہے کہ لفظ سام جس کے معنی چاندی
کے ہیں۔ سیم کا معرب ہے اس نے اس لفظ اور اسی قسم کے دیگر الفاظ کے
معرب ہونے کی بابت جو یہ بات گھڑ لی ہے وہ صرف اس لیے گھڑ لی ہے
کہ زبان فارسی سے معرب الفاظ کی تعداد بڑھا دی جائے اور ایرانیوں کی
طرفداری کی جائے۔

۱ زبرقان اپنے عمامے کو زرد رنگ میں رنگا کرتا تھا۔ ۲ شاعر اسی
کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے :

وَأَشْهَدُ^۳ مِّنْ عَوَافٍ حُلُوًّا لَا كَشِيرَةَ
يَحْجُبُونَ سَيْبَ الزَّبْرِقَانَ الْمُعْصِفَرَا^۴

۱ - زبرقان سے مراد زبرقان بن بدر سے ہے۔ زبرقان کا اصلی نام حُصَيْن
تھا۔ اس کے چہرے کی خوبصورتی کی وجہ سے اسے زبرقان کہا
گیا، یہ ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کو ”مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ“ پکارا تھا۔

۲ - یہ شعر المخبئل السعدی کا ہے۔ ملاحظہ ہو الروض الانف : ۲ :
۳۳۵ : لسان العرب (ح ج ج اور س ب ب) : اصلاح المنطق : ۱۱۱
اور البیان و التبیین : ۳ : ۹۷ - المخبئل کا اصلی نام کعب بن ربیعہ
بن قتال تھا۔

۳ - تصحیح البیان و التبیین سے کی گئی ہے۔ بلوغ الأرب میں و اشهد
ہے۔ اس سے پہلے یہ شعر ہے :

أَلَمْ تَعْلَمِي يَا أُمَّ عَمْرَةَ أَنْنِي
تَخَطَّأْتَنِي رَيْبُ الزَّمَانِ لَا كَشِيرَا

۴ - البیان و التبیین میں المعصفری کی بجائے المزعفرا ہے۔

تاکہ میں قبیلہ عوف میں سے بہت سے ایسے قبائل کے ساتھ موجود ہوں جو زبرقان کا زرد عمامہ (پہننے کا) ارادہ رکھتے ہوں

اور ابو اَحِيحہ سعید بن العاص^۱ جب مکے میں عمامہ پہنتا تو کوئی اور شخص عمامہ نہ پہن سکتا تھا۔ اشعار میں اسی طرح آیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ بات صرف بنی عبد شمس تک ہی محدود ہو۔^۲ ابو قیس بن الامت کہتا ہے:

وَكَانَ اَبُو اُحِيحَةَ قَدْ عَلِمْتُمْ
بِمَكَّةَ غَيْرَ مُهْتَضِمٍ ذَمِيْتُمْ

اور تمہیں معلوم ہی ہے کہ مکے میں ابو اَحِيحہ پر نہ تو کوئی شخص ظلم کر سکتا تھا اور نہ اس کی مذمت کی جاتی تھی

اِذَا شَدَّ الْعِصَابَةَ ذَاتَ يَوْمٍ
وَقَامَ اِلَى الْمَجَالِسِ وَالْخُصُومِ

جب کسی روز وہ پگڑی باندھ لیتا اور مجالس اور مقدمات کے فیصلے کرنے کے لیے اٹھ کر جاتا

۱ - تصحیح البیان و التبیین سے کی گئی ہے۔ بلوغ الارب میں العاصی ہے۔ یہ سعید بن العاص بن امیہ بن عبد شمس ہے جس کی کنیت ابو اَحِيحہ تھی اور یہ سعید بن العاص بن سعید بن العاص کا دادا ہے۔ یہ قریش کے سرداروں میں سے تھا اور اس نے اسلامی زمانہ نہیں پایا۔

۲ - ابو قیس اس کی کنیت ہے۔ اس کے نام میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے راجح اور مشہور یہی ہے کہ اس کا نام صیفی بن الامت عامر بن چشم بن وائل الانصاری ہے۔ اوس نے اسے رئیس بنا رکھا تھا اور اپنے تمام معاملات اس کے سپرد کر رکھے تھے۔ اس کے اسلام لانے کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔ ملاحظہ ہو اصابہ: ۷: ۱۵۷ ابن الاثیر: ۱: ۲۸۳ اور اغانی: ۱۵: ۱۵۳ -

فَقَدْ حَرُمَتْ عَلَيَّ مَنْ كَانَ يَمَشِي
بِمَكَّةَ غَيْرَ مُدْخَلٍ سَقِيمٍ

تو ان لوگوں کے سوا جو کسی جعلی باپ کی طرف منسوب ہوتے
(یعنی حرامی) یا سقیم النسب ہوتے جو بھی مکے میں چلا کرتا ان
سب پر عمامہ باندھنا حرام ہوتا

وَكَانَ الْبَيْخْتَرِيُّ غَدَاةَ جَمْعٍ
يُدْأَفِعُهُمْ بِبِلْقَمَانَ الْحَكِيمِ

اور مُزدلفہ کی صبح کو یہی اکڑ کر چلا کرتا تھا اور انہیں لقمان
حکیم کی سی دانائی سے وہاں سے گزارتا تھا

بِأَزْهَرِ مِيزَانٍ سَرَاةٍ بَنِي لُؤَيٍّ
كَبَدْرِ اللَّيْلِ رَاقٍ عَلَيَّ النَّجْوَمِ

لُؤَيٍّ کی اولاد کے سرداروں میں سے ایک ایسے روشن آدمی کے ساتھ
جو رات کے چاند کی طرح ہے اور دیگر تمام ستاروں پر فضیلت میں
فوقیت لے گیا ہے

هُوَ الشَّبِيثُ التَّدِيُّ بُنَيَّتٍ عَلَيَّ
قُرَيْشٍ السَّيْرُ فِي الزَّمَانِ الْقَدِيمِ

یہ وہ گھرانہ ہے جس پر قدیم زمانے میں قریش کے خالص خاندان
کی بنیاد رکھی گئی تھی

وَسَطَّتْ ذَوَائِبَ الْفَرَعَيْنِ مِينَهُمْ
فَأَنْتَ لِبَبِّ سَيْرِهِمِ الصَّبِيحِ

تو قریش کی دونوں شاخوں کے سرداروں میں سے افضل ترین شخص
ہے لہذا تو ان کے خالص خاندان کا مغز ہے

اور غیلان^۱ بن خَرَشہ نے اُحْنَف سے کہا : اے ابو بحر ، جس عزت (کے عالم) میں عرب اب ہیں - اس کی بقاء کس چیز میں ہے ؟ اس نے جواب دیا : جب وہ تلواریں گلے میں لٹکائیں اور پگڑیاں باندھیں ، عمدہ جوتے پہنیں اور کمینوں کی سی حمیت کا شکار نہ ہوں - کہا : کمینوں کی سی حمیت کیا ہے ؟ جواب دیا : وہ یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کو تحفہ دینا ذلت خیالی کریں -

جاہظ کہتا^۲ ہے : جب سَيِّدٌ بِمُعَمَّمٍ (عمامے والا سردار) کہتے ہیں تو اس سے ان کی مراد یہ ہوتی کہ اس قبیلے میں جو شخص بھی جرم کرے گا وہ اس سردار کے سر پر بندھا ہوگا -

^۳ اور دُرَيْد بن الصِّمَمِہ کہتا ہے :

أَبْلَغُ^۳ نُعَيْيِمًا وَ أَوْفَى^۴ إِنْ لَقِيْتَهُمَا
إِنْ لَمْ يَتَكُنْ^۵ كَتَانَ^۶ فَيُ^۷ سَمِعْتَهُمَا صَمَمٌ

نعیم اور اوفی سے اگر تیری ملاقات ہو جائے تو انہیں میرا پیغام پہنچا دینا کہ اگر ایسا نہ ہو (تو پھر یہ سمجھا جائے گا) کہ ان کے کان بہرے ہیں

۱ - غیلان بن خَرَشہ : یہ بصرہ میں بنی ضبہ کا سردار تھا (الاشتقاق : ۱۹۴) - اسی طرح اس کا بیٹا مشجور بنی ضبہ کے خطبا اور علما میں سے تھا - مشجور کو حجاج نے قتل کیا تھا (البیان و التبیین : ۱ : ۳۴۱) -

۲ - ملاحظہ ہو البیان و التبیین : ۳ : ۹۹ -

۳ - البیان و التبیین میں وقال ہے -

۴ - درید ان اشعار میں اپنے بھائی یغوث بن الصممہ کا مرثیہ کہتا رہا ہے -

ملاحظہ ہو البیان و التبیین : ۱ : ۲۳۱ - ۲۳۲ اور ۳ : ۹۹ -

فَلَا يَزَالُ شِهَابًا يُسْتَضَاءُ بِهِ
يَهْدِي الشَّقَائِبَ مَالِمٌ تَهْلِكُ بِصِمَمِ

(میرا بھائی عبد یغوث) اب بھی شہاب ہے جس سے لوگ روشنی حاصل کرتے ہیں۔ جب تک بہادر ہلاک نہیں ہو جاتے تھے وہ گھوڑ سواروں کی جماعت کے آگے آگے ہوتا تھا

عَارِي الْأَشَاجِعِ ۲ مَعْصُوبٌ بِإِسْمِهِ
أَمْرُ الزَّعَامَةِ ۳ فِي عِرْنِيْنِهِ شَمِيمٌ

اس کی ہتھیلی کی بیرونی جانب کی رگیں ننگی ہیں۔ سرداری اس کی لٹوں کے ساتھ بندھی ہوئی ہے اور اس کی ناک بلند ہے

اور کنانی کہتا ہے :

تَنْخَبْتُهَا لِلنَّسْلِ وَهِيَ غَرِيْبَةٌ
فَجَاءَتْ بِهِ كَالْبَدْرِ خِرْقًا ۳ مَعْمًا

[۳ : ۱۰] باوجود اس کے کہ یہ ایک اجنبی عورت تھی میں نے اسے نسل کے لیے منتخب کیا تو اس سے (یہ بیٹا پیدا ہوا جو) چاند کی طرح (حسین) بہادر اور سرداری (کی شان والا) تھا

۱ - البیان و التبيين میں شہاب ہے۔ و المقائِبِ بِقَسَبٍ کی جمع ہے اور مقنب : گھوڑ سواروں کی قلیل جماعت اور صِمَمٌ : صِمَمَةٌ کی جمع ہے یعنی بہادر۔

۲ - البیان و التبيين میں شرح اس طرح ہے : (۱ : ۲۳۲) و الأشاجع : عروق ظاهر الكف وهي مغرز الأصابع و اللثة : الشعرة التي أَلَمَّتْ بالمنكب و زعيم القوم : رأسهم و سيدهم الذي يتكلم عنهم و الزعامة : مصدر الزعيم الذي يسود قومه و قوله معصوب بلمته أي يُعصَبُ برأسه كل امرءٍ عِرْنِيْنُهُ : أنفه۔

۳ - الخيرق - بالكسر - الظريف في سماحة و نجدة۔

فَلَا تُشَاتِمَنَّ الْفَيْثِيَّانَ فِي الْحَيِّ ظَالِمًا
لَمَّا وَجَدُوا غَيْرًا لَتَكْذِبِ مَشْتَمًا

اگر یہ قبیلے میں ظالمانہ طور سے نوجوانوں سے گالی گلوچ کرنے لگے تو انہیں جھوٹ کہنے کے سوا کوئی گالی نہ ملے گی

اسی لیے تو سعید بن العاصی کو ذوالعصابہ کہا جاتا تھا -
کہنے والا کہتا ہے :

كَعَبَابٍ أَبُوهَا ذُو الْعِصَابَةِ وَابْنُهُ
وَعُثْمَانُ مَا أَكْثَفَاؤُهُمَا بِيَكْشِيرٍ

اس کے پستان ابھرے ہوئے ہیں اس کا باپ اور بیٹا اور عثمان
” پگڑی والے “ ہیں اس عورت کی ہمسر عورتیں زیادہ نہیں ہیں

ایک بدوی سے کسی نے کہا : تو اکثر پگڑی سر پر رکھتا ہے -
تو اس نے جواب دیا : وہ چیز جس میں کان اور آنکھیں ہوں اس بات کی
مستحق ہے کہ اسے گرمی^۲ اور سردی سے بچایا جائے -

ابو الاسود الدؤلی کے پاس پگڑی کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے کہا :
یہ جنگ میں تو ڈھال کا کام دیتی ہے - گرمی سے چھپاتی ہے ، سردی سے
بچاؤ کا کام دیتی ہے - مجلس میں وقار کا سبب ہوتی ہے - حادثات سے
بچاتی ہے اور قد کو بڑھاتی ہے مزید برآں^۳ یہ عربوں کی ایک عادت ہے -

۱ - یہ خالد بن یزید بن معاویہ کے اشعار ہیں جو اس نے اپنی بیوی
آمنہ سعید بن العاص بن سعید بن العاص بن امیہ کی بیٹی کے بارے
میں کہے تھے - خالد نے آمنہ کو طلاق دے دی تھی اور ولید
بن عبد الملک نے اس سے شادی کر لی تھی - بہجۃ اثری نے
سعید بن العاص بن امیہ لکھا ہے غلط ہے کیونکہ وہ تو اسلام سے
پہلے مر چکا تھا -

۲ - یہ لفظ بلوغ العرب میں نہیں ہے - البیان و التبیین میں ہے -

۳ - تصحیح البیان و التبیین سے کی گئی ہے - بلوغ العرب میں : تعد ہے
اسے بتعد پڑھیں -

عمرو بن امرؤ القیس کہتا ہے :

يَتَامَالِ وَ السَّيِّدُ الْمُعْتَمِّمُ قَدَّ
يُبْطِرُهُ، بَعْدَ رَأْيِهِ السَّرْفِ ۲

اے مالک اور کبھی عمامے والے سردار کو اس کی بے اعتدالی
صحیح الرأی ہونے کے بعد مغرور کر دیتی ہے

نَحْنُ بِمَا عَيْنَدَنَا وَ أَنْتَ بِمَا
عَيْنَدَكَ رَاضٍ وَ الرَّأْيُ مُخْتَلِفٌ

جو ہمارے پاس ہے ہم اس سے خوش ہیں اور جو تمہارے پاس ہے
تم اس سے خوش ہو اور ہماری رائے مختلف ہے

عربوں کے شہسواروں کی یہ عادت تھی کہ حج کے موسم ،
اجتماع ، اور عربوں کے میلوں مثلاً عکاظ اور ذی المجاز اور
اسی قسم کے دیگر ایام میں وہ منہ کو کپڑے سے ڈھانپ لیتے
تھے البتہ ابو سلیط طریف ۳ بن تمیم جو بنی عمرو بن جندب میں سے

۱ - عمرو بن امرؤ القیس : یہ بنی الحارث بن الخزرج میں سے تھا ۔
جاہلی شاعر ہے اس نے یہ اشعار مالک بن العجلان نجارسی کے
بارے میں کہے تھے ۔ ملاحظہ ہو البیان و التبیین : ۳ : ۱۰۰
مع حاشیہ ۔

۲ - بلوغ الارب میں : الشرف دیا ہے ۔ تصحیح ازروئی البیان و التبیین :
۳ : ۱۰۰ کی گئی ہے ۔

۳ - البیان و التبیین میں عندك کے عَنِّ کو پہلے مصرع میں شمار
کیا ہے اور دَكَّ کو دوسرے مصرع میں ۔ یہ غلط ہے اور عروض
سے عدم واقفیت کی دلیل ہے ۔ یہ شعر بجز منسرح میں سے ہے ۔
۴ - طریف : طریف بن تمیم بن نامیہ ۔ اسے مُسْلِقِي القناع کہا جاتا تھا
اس نے شراحیل شیبانی کو قتل کیا تھا بالآخر شراحیل کے بھائی
حَمَصِيصَةُ شیبانی نے اسے مبايض کی جنگ میں قتل کیا ۔

تھا منہ کو نہ ڈھانپا کرتا تھا اور وہ اس بات کی پروا نہ کرتا تھا کہ عربوں کے تمام شہسوار اس کو اچھی طرح پہچان لیں گے۔ عرب یہ بات پسند نہ کرتے تھے کہ کوئی انہیں پہچان لے اور ان کے دشمنوں کے شہسواروں کی تمام تر توجہ انہی کی طرف ہو جائے۔ ان کا یہی حال تھا مگر اس کے باوجود بعض اوقات ان کا کوئی شہسوار اپنے آپ کو کوئی خاص علامت لگا لیتا تھا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے بدر کی جنگ میں شتر مرغ کا سرخ پر بطور علامت لگا رکھا تھا اور زبیر نے زرد پگڑی بطور علامت پہن رکھی تھی۔ اسی لیے درہم بن زید کہتا ہے :

اِنَّكَ لَاقٍ غَدًا غَوَاةَ بَنِي
الْمَلِكِ فَانظُرْ مَا اَنْتَ مُزْدَهِفٌ

[۳ : ۱۱۱] کل تمہاری ملاقات بنی الملک کے گمراہوں سے ہونے والی ہے لہذا غور کر لو کہ تم کس چیز میں گھسنے والے ہو

يَمْشُونَ فِي الْبَيْضِ وَالشُّرُوعِ كَمَا
تَمْشِي جِمْالٌ مَتَّعِيبٌ قُطُفٌ

وہ خودوں اور زرہوں میں اس طرح چل رہے ہوں گے جس طرح نر اونٹ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھا کر چلتے ہیں

۱ - درہم بن زید : درہم بن زید بن ضبیعة - یہ بنی عوف میں سے تھا اور سمیر کا بھائی تھا۔ سمیر نے مالک بن العجلان کے ایک پناہ گیرندہ کو قتل کیا تھا اور مالک اس بات پر ڈٹا ہوا تھا کہ وہ اسے اس کے بدلے میں قتل کرے گا اس پر درہم نے اپنے بھائی کی حمایت میں یہ شعر کہے تھے اور مالک بن العجلان کو مخاطب کیا تھا۔

۲ - بلوغ الارب میں الملک کے اَلْمَلِّ کو پہلے مصرع میں لکھا ہے اور کاء کو دوسرے مصرع میں۔ یہ غلط ہے۔ صرف اَل پہلے مصرع میں آئے گا اور ملک دوسرے مصرع میں۔ یہ اشعار بحر منسرح میں ہیں۔

فَتَأْبُدِ سِيْمَاكَ يَتَعَرَّفُوكَ كَمَا
يُبْدُونَ سِيْمَاهُمْ، فَتَعْتَرِفُ،

لہذا تو اپنی علامت ظاہر کرتا کہ وہ تمہیں پہچان لیں جیسا کہ
وہ اپنی علامت ظاہر کرتے ہیں اور تو انہیں پہچان لیتا ہے

ایک اور شاعر کہتا ہے :

إِذَا الشَّمْرَاءُ أَثْرَى ثُمَّ قَالَ لِقَوْمِهِ
أَنَا السَّيِّدُ الْمُفْضَى إِلَيْهِ الْمُعَمَّمُ،

جب کوئی شخص مالدار ہو جائے اور پھر اپنی قوم سے کہے
کہ میں وہ سردار ہوں جس کے پاس لوگ آتے ہیں اور جس نے
عمامہ پہن رکھا ہے

وَلَمَّ يُعْطِهِمْ شَيْئًا أَبَوْا أَنْ يَسُودَهُمْ
وَهَانَ عَلَيْهِمْ رَغْمُهُ، وَهُوَ أَلْوَمُ،

اور وہ انہیں کچھ دے نہیں تو وہ اسے سردار تسلیم کرنے سے
انکار کر دیں گے اور ان کے لیے اس کا ذلیل ہو جانا معمولی بات
ہوگی اور وہ علامت کا مستحق ہوگا

ایک اور شاعر کہتا ہے :

إِذَا كَشَفَ الْيَوْمُ الْعَمَّاسُ عَنِّي اسْتَيْه
فَلَا يَرْتَدِي مِثْلِي وَلَا يَتَعَمَّمُ،

جب سختی کا دن اپنی دُبر تک کھول دے یعنی پورا ظاہر
ہو جائے تو میرے جیسا شخص نہ چادر پہنتا ہے اور نہ عمامہ
باندھتا ہے

۱ - تصحيح البيان والتبيين (۳ : ۱۰۳) سے کی گئی ہے بلوغ الارب
میں من ہے -

کہتے ہیں کہ ^۱مُصْعَب بن الزبیر قَفْدَاء کی طرز میں پگڑی باندھا کرتا تھا اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ اسے گُدسی میں باندھا جائے۔ اور بعض ^۲میلاء کے طرز میں باندھتے تھے (یعنی جو ایک طرف کو جھکی ہوئی ہو)۔

فرزدق ^۳مجد بن سعد بن وقاص کے متعلق کہتا ہے :

وَلَوْ شَهِدَ الْخَيْلَ ابْنُ سَعْدٍ لَقَنَّعُوا
عِمَامَتَهُ الْمَيْلَاءَ عَضْبًا مُهَنَّدًا

اگر ابن سعد گھوڑ سواروں میں موجود ہوتا تو وہ ضرور اس کی ٹیڑھی پگڑی پر تیز ہندی تلوار سے حملہ کر دیتے

اور شَمْعَلَه ^۴بن الاخضر الضبّی کہتا ہے :

جَلَبَتْنَا الْخَيْلَ مِّنْ اطْرَافِ فَلَاحِجِ
تَرَى فِيهَا مِّنَ الْغَزْوِ اقْتِوِرَارًا

ہم نے فلاح کے اطراف سے گھوڑے درآمد کیے۔ تو دیکھے گا کہ (مسلسل) چڑھائی کرنے کی وجہ سے وہ لاغر ہو رہے ہیں

۱ - قفداء : تصحیح البیان و التبیین (۳ : ۱۰۳) اور لسان العرب (ق ف د) سے کی گئی ہے۔ بلوغ العرب میں عقداء ہے۔

۲ - البیان و التبیین میں یوں ہے : و کان مجد بن سعد بن ابی وقاص الذی قتله الحجاج یعتم ^۱المیلاء۔

۳ - مجد بن سعد بن ابی وقاص : قرشی اور زہری تھا۔ یہ ابن الاشعث کے ساتھ دیر جما جم کی جنگ میں شریک ہوا اور پھر مسکن کی جنگ میں گرفتار ہو کر حجاج کے پاس آیا اور حجاج نے ۵۸۳ میں اسے قتل کر دیا۔ سخت متکبر ہونے کی وجہ سے اسے "ظل الشیطان" کہا جاتا تھا۔

۴ - شمعله : شمعله بن الاخضر بن ہبیرہ الضبّی۔ شاعر ، شہسوار اور جاہلی زمانے کا ہے۔ اس نے یہ اشعار شقیقۃ الحسنین کی جنگ میں بسطام بن قیس شیبانی کی موت کے بارے میں کہے تھے۔

بِكَوْلٍ طِمِيرَةٍ وَ بِيكُولٍ طِيرْفٍ
يَزِيْنُ سَوَادُ مُقْلَتَيْهِ الشَّعْدَارَا

(ان چڑھائیوں میں) ہر گھوڑا اصیل اور اچھلنے والا اور عمدہ گھوڑے اور گھوڑی کی نسل میں سے ہوتا جس کی آنکھ کی سیاہی لگام کے اس حصے کو زینت بخشتی جو اس کے رخسارے پر ہوتا

حَوَالَتِيْ عَصَابِ بِيَالْتَّاجِ مِيْنًا
جَبِيْنًا اَغْرًا يَسْتَلِبُ الشُّدُوَارَا

ایسے شخص کے گرد جس نے ہم میں سے تاج کے ساتھ اپنی روشن جبین کو باندھا ہوتا اور جو لوگوں کے سر چکرانے کی بیماری کو دور کر دیتا تھا

رَأْيِيْسٌ مَسَائِيْنَسَا زِعُوْهُ رَأْيِيْسٌ
اَسْوَى ضَرْبِ الْقِدَاحِ اِذَا اسْتَشَارَا

وہ ایسا سردار ہے جس سے کوئی سردار نہیں جھگڑ سکتا جب وہ مشورہ طلب کرتا ہے تو سوا اس شخص کے جس کے پاس قرعہ اندازی کے تیر ہوتے ہیں (کوئی شخص مشورہ نہیں دے سکتا)

اور یہ شعر پیش کیا جاتا ہے :

۱ - جبین اغر : یہاں تجرید کے طور پر بذات خود بسطام بن قیس مراد لے رہا ہے اور يستلب الدوارا سے مراد یہ ہے کہ وہ دشمنوں کے سروں کو تلاوار مار کر دوران سر سے شفا بخشتا ہے جس طرح ایک اور کہتا ہے :

وَمَسَائِيْرٌ مِّنَ الْيَهُدِيِّ يَشْفِي
بِهِ رَأْسَ الْكَمِيْتِي مِّنَ الصُّدَاعِ

ابن سیدہ کہتا ہے کہ مراد یہ ہے کہ وہ جہالت سے شفا بخشتا ہے -

۲ - مراد سوی صاحب ضرب القداح ہے -

إِذَا لَبِسُوا عَمَّا ئِيْمَهُمْ طَوَّوْهُمَا
عَلَى كَرَمٍ وَإِنْ سَفَرُوا أَنْتَارُوا

جب یہ لوگ پگڑیاں سروں پر رکھتے ہیں تو انہیں صاحب کرم کے سر پر باندھتے ہیں (یعنی وہ خود صاحب کم ہیں) اور جب چہرہ کھول دیتے ہیں تو روشنی بخشتے ہیں

يَبِيْعُ وَيَشْتَرِي لَهُمْ سِوَاهُمْ
وَلَكِنْ بِالطَّعَانِ هُمْ تِجَارُ

[۳ : ۴۱۲] ان کے لیے خرید و فروخت کا کام کوئی اور ہی کرتا ہے ہاں ان کی اپنی تجارت نیزہ زنی سے ہوتی ہے

إِذَا مَكَانَتْ جَارَ بَنِي لُؤَيٍ
فَأَنْتَ لَا كَرَمِ الشَّقَلِيْنَ جَارُ

جب تو بنی لؤی کی پناہ میں آ گیا تو (سمجھ لے) کہ تو جن و انس کے سب سے زیادہ ذی عزت لوگوں کی پناہ میں آ گیا ہے

اور بعض اوقات عرب پگڑی کا ہی جھنڈا بنا لیتے تھے۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ مسعود^۲ بن عمرو (کی جنگ) کے دن جب احنف بن قیس نے عبس بن طلق کے لیے جھنڈا باندھنا چاہا تو اس نے اپنے سر سے پگڑی اتار کر باندھ دی تھی^۳۔ اسی کے متعلق

- ۱ - البیان و التبيين (۳ : ۱۰۴) میں لَوَّوْهُا ہے ۔
- ۲ - بلوغ الارب میں مسعود بن عمر ہے ۔ اسے مسعود بن عمرو پڑھیں جیسا کہ الاشتقاق : ۵۰۲ اور البیان و التبيين : ۳ : ۱۰۵ اور ۲ : ۶۸ میں ہے اسے قمر العراق کہا جاتا تھا اور قبیلہ ازد کا سردار تھا بنی تمیم نے اسے قتل کیا تھا ۔
- ۳ - اس واقعہ کا قصہ یہ ہے کہ بنی تمیم اور ازد کے درمیان سرداری کے بارے میں جھگڑا ہو گیا بنی تمیم احنف کو سردار بنانا چاہتے

باقی حاشیہ صفحہ ۶۲۳ پر

زید بن کثوہ العنبری کہتا ہے :

مَنْعَتُ مِنْ الشُّهُارِ أَطْهَارَ أُمِّهِ
وَبَعْضُ الرِّجَالِ الْمُدَّ عَيْشِنَ زَنَاءُ

میں نے اس کی ماں کے ایٹام طہارت کو بدکاروں سے بچائے رکھا۔ حالانکہ بعض دعویٰ کرنے والے (اپنے دعویٰ کو پورا کرنے سے) عاجز آ جاتے ہیں

فَجَاءَتْ بِهٖ عَبْلُ الْقَوَامِ كَأَنَّهَا
عِيْمَاتُهُ، فَوَقَّ الرِّجَالِ لِيَوَاءِ

لہذا جب اس نے اسے جنا تو یہ موٹے اور بڑے قد کا تھا اور اس کی پگڑی اس طرح اڑ رہی تھی جیسے لوگوں کے (سروں) پر جھنڈا اڑتا ہے

بعض اوقات جب جانفشانی سے کام کرنے کا موقع ہوتا یا جب

صفحہ ۶۲۲ کا بقیہ حاشیہ

تھے اور ازد مسعود بن عمرو کو - ابتدا میں احنف نے عبّاد بن حصین کے لیے قیادت کا جھنڈا باندھنے کا ارادہ کیا جب وہ نہ ملا تو اس نے عبس بن طلق بن ربیعہ بن عامر کے لیے جھنڈا باندھا - اس نے اپنے سر سے پگڑی اتاری پھر گھٹنے کے بل بیٹھا اور اسے ایک نیزے کے ساتھ باندھ کر اسے دیا اور کہا : جاؤ اور ازد اور ان کے حلیفوں نے ، اور وہ ربیعہ میں سے تھے ، بصرہ کے تمام راستے روک لیے تھے - پھر وہاں سے نکال دیے گئے اور جا کر مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو گئے - تمیمی آ کر مسجد میں داخل ہو گئے اور مسعود نے سنبر پر چڑھ کر خطبہ دیا انہوں نے اسے وہاں سے اتار کر قتل کر ڈالا - یہ ۵۶۴ کا واقعہ ہے -

۱ - زید بن کثوہ : کثوہ اس کی ماں کا نام ہے - ملاحظہ ہو البیان و

التبیین : ۱ : ۱۶۳ -

منزل ۱ لمبی ہو جاتی تو اپنی کمروں پر پگڑیاں باندھ لیا کرتے۔

اسی لیے ان کا شاعر ۲ کہتا ہے :

فَسَيِّرُوا فَقَدْ جَنَّ الْيَطْلَامُ عَلَيْكُمْ
فَبِيَّاسْتِ ۳ الَّذِي يَرُجُّ وَالْقِرَىٰ عِنْدَ ۴ عَاصِمِ

لہذا چلتے جاؤ۔ رات تاریک ہو چکی ہے۔ اس شخص کی ایسی تیسی
جو عاصم کے پاس ضیافت کی امید رکھتا ہو

دَفَعْنَا إِلَيْهِ وَهُوَ كَالَّذِي سَخَّ ۵ خَاطِيًا ۶
نَشُدُّ ۷ عَتَايَ أَكْبَادِنَا بِالشَّعْمَائِمِ

جب ہم اس کے پاس پہنچے تو وہ نر بیجشو کی طرح موٹا دکھائی
دیا۔ درآنحالیکہ ہم نے اپنے جگروں پر پگڑیاں باندھ رکھی تھی

اور فرزدق کہتا ہے :

بَنِي ۸ عَاصِمِ ۹ إِنَّ تَلَحُّبُوهَا فَأَنْكُمُ ۱۰
مَلَا حِي ۱۱ لِسَّوْءَاتِ دُسْمِ ۱۲ الشَّعْمَائِمِ

۱ - العُقْبَةُ : قدرما یسیرہ الرجل -

۲ - شاعر کا نام مصعب بن عمیر اللیثی ہے -

۳ - باست : جب کسی کو ذلیل و حقیر سمجھا جائے تو کہتے ہیں
بأست بنی فلان اور یہ عربوں کی ایک گالی ہے - البیان و التبیین
میں الذی کی بجائے امری -

۴ - تصحیح البیان و التبیین سے کی گئی ہے - بلوغ الأرب میں عننا ہے -

۵ - ذِیْ سَخَّ : نر بیجشو -

۶ - خَاطِيًا : موٹا ، پر گوشت -

۷ - یہ شعر فرزدق کے دیوان میں نہیں ہے - البیان و التبیین میں یہ
شعریوں ہے :

بَنِي ۸ عَاصِمِ ۹ اِنَّ تَلَحُّبُوهَا فَأَنْكُمُ ۱۰
مَلَا حِي ۱۱ لِسَّوْءَاتِ دُسْمِ ۱۲ الشَّعْمَائِمِ

اے بنی عاصم اگر تم نے اس (عورت) کے ساتھ منہ کالا کیا (تو یہ کوئی بڑی بات نہ ہوگی) کیونکہ تم قابل شرم باتیں کرنے والے اور میلی پگڑیوں والے ہو

ایک اور کہتا ہے :

خَلِيئَاتِي شُدَّ الْيَسِي بِفَضْلِ عِمَامَتِي
عَلَى كِبِيدٍ لَمْ يَبْشَقْ إِلَّا صَمِيئَاتِهَا

میرے دونوں دوستو میری پگڑی کا فاضل حصہ میرے جگر پر باندھ دو جس کے خالص حصے کے سوا کچھ باقی نہیں رہا۔

پگڑی ۲ کے بارے میں بہت سے اشعار وارد ہوئے ہیں۔ پگڑی میں کٹوڑ ہوتا ہے۔ اس کی جمع اکتوڑ ہے اور یہ وہ لڑہیں جن سے سر کو باندھا جاتا ہے۔ لائٹھا : اسے سر کے گرد پھیرا۔ صَوَقْعَةُ : پگڑی کی وہ جگہ جہاں سر داخل ہوتا ہے اور ذُوَابَةِ : پگڑی کا وہ حصہ جو پیٹھ پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ (شملہ) اور قَنَفْدَةُ : پگڑی کا اوپر کا حصہ اور اِعْتَمٌ الْقَفْدَاءُ : اس نے پگڑی سر پر باندھی ۳ مگر شملہ نہ لٹکایا۔ اور اِعْتَمٌ عِمَّةٌ عَجْرَاءُ : اس نے بہت بڑی پگڑی سر پر رکھی، اور تَلَحَّاهَا : اس نے ایک لپیٹ تھوڑی کے نیچے دیا۔ اس کا حکم آیا ہے۔ اِقْتَطَعَهَا : اس نے اسے [۳ : ۳۱۳] سر پر لپیٹا ۴ مگر ٹھوڑی کے نیچے نہیں لپیٹا۔ اس سے منع کیا گیا ہے۔ پھر جب پگڑی منہ کے کچھ حصے کے گرد لپیٹی گئی ہو تو یہ لیٹام ہوگا۔ جب سارے منہ پر ہوگی تو یہ ایفام ہوگا، اگر پگڑی منہ کی جڑ تک پہنچ جائے تو یہ نقاب ہوگا اور جب صرف دونوں آنکھیں ظاہر ہوں تو یہ اِحْتِجَار اور تَوَصِيئُص ہے۔

- ۱ - کبد کا لفظ مذکر اور مؤنث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔
- ۲ - یہاں سے آلوسی نے اپنا بیان شروع کیا ہے۔
- ۳ - بلوغ الارب میں کفھا چھپا ہے اسے لَفَّهَہَا پڑھیں۔
- ۴ - بلوغ الارب میں لائٹھا چھپا ہے اسے لَفَّهَہَا پڑھیں۔

عربوں کے وہ اشعار جو پاپوش کے بارے میں منقول ہیں

۱ عرب قدیم زمانے سے چپل اور ایرانی جوتے کا ذکر کرنے کے بڑے مشتاق ہیں۔ ایک حدیث میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ، عورتوں کو سرخ اور زرد جوتے پہننے سے منع کرتے تھے اور فرماتے : یہ آل فرعون کی عورتوں کی زینت تھی۔

اب رہا ان کے شاعر کا یہ کہنا کہ :

إِذَا اخْضَرَّتْ نِعَالُ بَنِي غُرَابٍ
بَغَوْا وَوَجَدَتْهُمْ أَشْرَى لِيَأْمَأَ

جب بنی غراب فارغ البال ہو جاتے ہیں تو وہ سرکش ہو جاتے ہیں اور تو انہیں اکڑنے والا اور کمینہ پائے گا

تو شاعر کی مراد جوتے کی صفت بیان کرنا نہیں ہے اس کی مراد تو یہ ہے کہ جب زمین^۳ سرسبز ہو جائے اور وہ فارغ البال ہو جائیں تو وہ سرکش ہو جاتے ہیں اور حد سے تجاوز کر جاتے ہیں۔

جیسا کہ ایک^۲ اور کہتا ہے :

۱ - نعل کا سارا بیان البیان و التبيين سے لیا گیا ہے ملاحظہ ہو ۳ : ۱۰۶ تا ۱۱۲ -

۲ - تصحيح البیان و التبيين سے کی گئی ہے۔ بلوغ العرب میں اسری ہے۔

۳ - البیان و التبيين کا محشی بہت دور کی کوڑی لایا ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے النعال : جمع نعل وهو ما غلظ من الارض اور پھر اس کی تشریح کی ہے حالانکہ مراد صرف یہ ہے کہ ہر طرف سبزہ ہی سبزہ ہے اور اس پر چلنے سے جوتے بھی سبز ہو گئے ہیں۔ صرف کثرت سبزہ مراد ہے۔

۴ - یہ خراشہ بن عمرو العبسی ہے۔

وَ اَطْوَلُ فِي دَارِ الْحِفَاظِ اِقَامَةً
وَ اَوْزَنُ اَحْلَامًا اِذَا النَّعْلُ اَخْضَلًا

یہ لوگ حمیت کے گھر میں زیادہ دیر تک مقیم رہتے ہیں اور جب ان کے ہاں فارغ البالی ہوتی ہے تو ان کی عقلیں زیادہ وزنی ہوتی ہیں

اسی طرح کسی کا قول ہے :

يَا ابْنَ هِشَامِ اَهْلَكَ النَّاسَ اللَّبَنُ
فَكَلَّفَهُمْ يَسْعَى بِسَيْفٍ وَ قَرَنٌ^۲

اے ابن ہشام لوگوں کو دودھ (کی کثرت) نے (یعنی فارغ البالی نے) تباہ کر دیا ہے کیونکہ ہر شخص تلوار اور ترکش لیے بھاگا جا رہا ہے

اب رہا کسی اور کا یہ کہنا کہ :

وَ كَيْفَ اُرَجِسِي اَنْ اَسْوَدَ عَشِيرَتِي
وَ اُمِّي مِّنْ سَلْمَى اَبُوها وَ خَالِها

میں اپنے قبیلے کا سردار بننے کی کیسے امید کر سکتا ہوں جبکہ میری ماں ، اس کا باپ اور خالو سب سلمیٰ میں سے ہیں

رَأَيْتَكُمْ سُوْدًا جِعَادًا وَ مَسَالِكُ
مُخَصَّرَةً بِيَيْضٍ سِبَّاطُ نِعَالِها

میں نے تمہیں سیاہ اور کوتاہ پایا اور قبیلہ مالک کے جوتے ہلکے پہلوؤں والے اور لمبے ہیں

۱ - البيان و التبیین میں ”النعل اخضلا“ کی جگہ اذا البقل اجشہتلا ہے - میرے خیال میں اذا النعل اخضلا ہی درست ہے کیونکہ بیان نعل کا چل رہا ہے -

۲ - قَرَن : ترکش - مجد بھجۃ اثری نے ”تلوار کی دھار“ لکھا ہے مگر یہ معنی یہاں مراد نہیں ہیں -

تو یہاں شاعر جوتوں کی تعریف نہیں کرنا چاہتا اس کا مقصد تو ان کے قدموں کا لمبا ہونا ہے اور اس نے کوتاہ ہونے کی نفی کی ہے۔

نابغہ کہتا ہے :

رِقَاقُ النَّعَّالِ طَيِّبٌ حُجُزًا تَهُمُّ
يُحَيِّوْنَ بِالرَّيْحَانِ يَوْمَ السَّبَّاسِبِ

ان کے جوتے باریک ہیں اور ان کے ازار بند باندھنے کی جگہیں پاک ہیں یعنی یہ پاک دامن ہیں اور یوم السباسب کے دن انہیں نیاز بو سے سلام کیا جاتا ہے

يَصُومُونَ أَجْسَادًا قَدِيمًا نَعِيْمُهُمَا
بِخَالِصَةٍ الْأَرْدَانِ خُضْرٍ الْمَنَّاكِبِ

[۳ : ۴۱۴] وہ ان جسموں کی حفاظت جو قدیم زمانے سے ناز و نعمت کے مالک چلے آئے ہیں سفید آستینوں والے اور سبز کندھوں والے لباس سے کرتے ہیں

بنو الحارث بن سدوس نے کبھی گدھے کو باندھ کر نہ رکھا تھا اور جب جوتا پھٹ جاتا تھا تو پھر اسے نہ پہنتے تھے۔

ان کے ایک کہنے والے نے کہا ہے :

وَنُلْقِي النَّعَّانَ إِذَا نُقِبِتْ
وَلَا نَسْتَعِيْنُ بِإِخْلَا قِيهَا

جب جوتا پھٹ جاتا ہے تو ہم اسے پھینک دیتے ہیں اور ہم پرانے جوتوں سے مدد نہیں لیتے

۱۔ اس کے دو معنی بیان کیے جاتے ہیں ایک یہ کہ اہل شام ایک قسم کا لباس پہنا کرتے تھے جو سفید ہوتا اور کندھے سبز ہوتے اور دوسرے یہ کہ سبزی سے مراد سیاہی ہے یعنی مدت تک ہتھیار پہنے رہنے کی وجہ سے ان کے کندھے سیاہ ہو گئے ہیں۔

وَ نَحْنُ الذُّؤَابَةُ مِّنْهُ وَائِلٍ
إِلَيْنَا تَمُدُّ بِأَعْنَاسِنَا قِيَهَا

ہم قبیلہ وائل کے بلند ترین لوگ ہیں جن کی طرف ان کی گردنیں
اٹھتی رہتی ہیں

اور یہ خالد بن 'مُعَمَّر' کا قبیلہ ہے جس کے متعلق ان کا شاعر
کہتا ہے :

مُعَاوِيَ أَمِيرُ خَالِدِ بْنِ مُعَمَّرٍ
فَأَنْتَ لَوْ لَا خَالِدٍ لَّمْ تُؤَمَّرِ

اے معاویہ خالد بن معمر کو امیر بنا دے کیونکہ اگر خالد نہ
ہوتا تو تجھے امیر نہ بنایا جاتا

اور ان کا ایک کہنے والا کہتا ہے :

أَغَاظِيْبَةُ عَمْرُو بْنِ شَيْبَانَ أَنْ رَأَتْ
عَدِيْدِيْنَ مِّنْ جُرْثُومَةٍ وَ دَخِيْسٍ

کیا عمرو بن شیبان اس لیے ناراض ہے کہ اس نے ایک اصل اور
کثیر التعداد لوگوں میں سے صرف دو آدمی دیکھے ہیں

فَلَوْ شَاءَ رَبِّيْ كَانِ أَيْشُرُ أَبِيْكُمْ
طَوِيْلًا كَأَيْشُرِ الْحَارِثِ بْنِ سَدُوْسٍ

۱ - خالد بن مُعَمَّر : خالد بن معمر بن سلیمان بن الحارث بن شجاع
بن الحارث بن سدوس السدوسی - یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں
بنی بکر کا سردار تھا - معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے ارمینیہ کا حاکم بنا دیا تھا
پھر یہ نصیبین چلا گیا اور وہیں مرا (از حاشیہ البیان و التبیین :
۳ : ۱۰۸) اس نے حضرت حسن بن علی رضوان اللہ علیہما سے دھوکا
کر کے امیر معاویہ کی بیعت کر لی تھی (الاشتقاق : ۳۵۳) -

۲ - طول أیر سے مراد کثرت اولاد ہے چنانچہ حارث بن سدوس کے
متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے اکیس بیٹے تھے -

اگر میرا رب چاہتا تو تمہارے باپ کی اولاد بھی اسی قدر زیادہ ہوتی
جس قدر حارث بن سدوس کی تھی
اب رہا ایک اور کا یہ قول کہ :

يَا لَيْتَ لِي نَعْلَيْنِ مِثْلَ جِبَادِ الضَّبْعِ
وَشُرِّكَ مِثْلَ سَيْبِهَا لَا تَنْقَطِعُ

کاش میرے پاس بیجٹو کی کھال کے دو جوڑے ہوتے اور اس کے
پچھلے حصے کے تسمے ہوتے جو کبھی نہ ٹوٹتے

كُلُّ الشَّحِيذَاءِ يَجْتَذِي الشَّحَافِي الْوَقِيعِ

وہ شخص جو ننگے پاؤں چل رہا ہو اور چلتے چلتے اس کے پاؤں
زخمی ہو گئے ہوں وہ ہر طرح کا جوتا پہن لیتا ہے

تو یہ ایک حاجت مند کا قول ہے اور حاجت مند انسان معمولی چیز
پر قناعت کر لیتا ہے۔ نجاشی ۲ ہند بن عاصم کو کہتا ہے :

إِذَا اللَّهُ حَيًّا صَالِحًا مِّنْ عِبَادِهِ
كَرِيمًا فَحَيًّا اللَّهُ هِنْدَ بْنَ عَاصِمٍ

جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی صالح اور کریم انسان کو
زندہ رکھے تو خدا ہند بن عاصم کو زندہ رکھے (کیونکہ وہ صالح
اور کریم ہے)

۱۔ شاعر کا نام ابو المقدم جسّاس بن قطب ہے۔

۲۔ نجاشی : اس کا نام قیس بن عمرو ہے۔ اس کا بھائی خدیج بھی شاعر
تھا۔ (الاشتقاق : ۴۰۰)۔ باوجود اس کے کہ یہ تمیم بن ابی بن
مقبل سے کم درجے کا شاعر تھا پھر بھی اس پر غالب آ گیا تھا۔
لہذا تمیم بن ابی بن مقبل کو شاعر "مغلب" کہا جاتا تھا۔ یہی
حال لیلیٰ اخیلیہ کا تھا کہ باوجود اس کے کہ یہ نابغہ جعدی سے کم
پایا شاعرہ تھی پھر بھی اس پر غالب آ گئی تھی۔ (الاشتقاق : ۲۵)۔

إِلَى مَعَشَرٍ لَا يَخْصِفُونَ نِعَالَهُمْ
وَلَا يَلْبِسُونَ السَّبَبَاتِ مَالَمَ يُخْصِرَ

ایسے لوگوں کی طرف جو اپنے جوتوں کو پیوند نہیں لگاتے اور جب تک جوتے کے دونوں پہلو پتلے نہ ہوں یہ اسے پہنتے ہی نہیں ہیں
احنف کہتا ہے : اچھے جوتے پہنا کرو کیونکہ یہ مردوں کی خصلت ہے۔ لہذا جب کوئی شاعر جوتے کے عمدہ ہونے کی تعریف کر رہا ہو تو سمجھ لو کہ اس نے جوتے کی تعریف کرنے سے پہلے پہننے والے کی تعریف کی ہے۔

اور یہ شعر :

وَقَامَ بِنَاتِي بِالنَّيْعَالِ حَوَاسِرًا
وَأَلْصَقْنِ وَقَعِ السَّبَبَاتِ تَحْتَ الثَّقَلَا ئِيدِ

صفحہ ۶۳۱ کا بقیہ حاشیہ

تمیم میں سے تھا۔ کم گو اور مخضرم شاعر ہے۔ اسلام اور جاہلیت کے دونوں زمانے پائے۔ یہ سخت بجو گو اور بد زبان تھا۔ بصرے میں ابن عباس کے پاس آیا مگر آپ نے اسے کچھ نہ دیا اور بصرے سے نکال دیا۔ یہ حضرت علی رضی کی شہادت کے بعد مدینے چلا آیا اور وہاں حسن اور عبداللہ بن جعفر سے ملا۔ انہوں نے اس سے ابن عباس کا قصہ دریافت کیا اور اس نے بتلا دیا۔ اس پر انہوں نے اسے بہت سا انعام دیا۔ عتیبہ نے ایک قصیدہ لکھا جس میں اس نے ان دونوں کی مدح کی اور ابن عباس کو ملامت۔ اسے ابن قیسؓ وہ کہا جاتا ہے۔ اس شعر سے پہلے یہ اشعار ہیں :

فَلَيْتَ قُلُوبِي عُرِّيَّتْ أَوْ رَحَلْتُهَا
إِلَى حَسَنٍ فِي دَارِهِ وَابْنِ جَعْفَرِ
إِلَى ابْنِ رَسُولِ اللَّهِ يَا مُرُّ بِالتُّقَى
وَلَيْدِ يَسْنِ يَدْعُو وَالِكِتَابِ الْمُطَهَّرِ

اور میری بیٹیاں ننگے سر ہو کر جوتے لے کر اٹھ کھڑی ہوں اور ہار
(پہننے کی جگہ) کے نیچے (جوتوں کے) چمڑے کو ماریں
کہنے والے کا مطلب یہ ہے کہ مصیبت زدہ عورتیں جب نوحہ
کرنے کے لیے کھڑی ہوتیں تو اپنے جوتوں سے سینہ پیٹا کرتی تھیں۔
اور خاف الاحمر کہتا ہے :

سَقَى حُجَّاجَنَا نَوْءُ الشَّرِيَّةِ
عَلَى مَا كَانَ مِنْ مَطْلٍ وَبُخْلِ

خدا کرے ہمارے حاجیوں کو ثریا کی بارش سیراب کرے باوجود
اس کے کہ ان میں بخل اور دیر کرنا پایا جاتا ہے

هُمُ جَمَعُوا النَّيْعَالَ فَأَحْرَزُوهُمَا
وَسَدُّوا دُونَهَا بَابًا بِقُفْلٍ

انہوں نے جوتوں کو جمع کر کے اپنے قبضے میں کر لیا اور پھر ان پر
دروازہ بند کر کے تالا لگا دیا

إِذَا أَهْدَيْتُ فَكَهْتَهُ وَشَاةُ
وَعَشْرَ دَجَائِجٍ بَعَثُوا بِنَعْلٍ

جب میں انہیں پھل یا بکری اور دس مرغیاں بطور تحفے کے بھیجتا
ہوں تو وہ جوتا بھیج دیتے ہیں

وَمِسْوَ أَكْيَينِ طُولُهُمَا ذِرَاعٌ
وَعَشْرٌ مِنْ رَدِي الْمُقْلِ خَشَلٌ

اور دو مسواکیں بھیجتے ہیں جن کی لمبائی ایک ہاتھ ہوتی ہے اور
دس ردی اور خشک گوگل بھیجتے ہیں

فَإِنْ أَهْدَيْتُ ذَاكَ لِيَجْمِلُونِي
عَلَى نَعْلٍ فَدَقَّ اللَّهُ رِجَائِي

۱ - یہ شعر ابو ذؤیب الہذلی کا ہے۔

اگر میں یہ تحفے اس لیے بھیجتا ہوں کہ وہ مجھے جوتے پر سوار کریں تو خدا کرے میرا پاؤں ٹوٹ جائے

کُشَيِّرُ کہتا ہے :

كَأَنَّ ابْنَ لَيْلَىٰ لَيْلَىٰ حَيْثُ يَبْدُو فَيَنْجَلِي
سُجُوفُ الْخِيَابَاءِ عَن سَهَيْبٍ شَمَّتْ

جب ابن لیلسی ظاہر ہوتا ہے اور خیمے کے پردے ایک طرف ہٹ کر ایک بارعب اور ایسے آدمی کو ظاہر کرتے ہیں جس کے لیے دعاء خیر کی جاتی ہے

مُقَارِبُ خَطْوٍ لَا يُغَيِّرُ نَعْلَهُ
رَهَيْفُ الشِّرَاكِ سَهْلَةُ الْمُتَسَمَّتْ

تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے قدم قریب قریب کر کے اٹھاتا ہے اور اپنے جوتے کو (پیوند لگا کر یا رنگ کر) بدلتا نہیں ہے اس کا تسمہ پتلا ہوتا ہے اور اس کا ارادہ آسان ہوتا ہے

إِذَا طُرِحَتْ لَمْ تَطَّبِ الْكَلْبِ رِيحُهَا
وَأَنَّ وَضِعَتْ فِي مَجَالِسِ الْقَوْمِ شَمَّتْ

جب اسے پھینک دیا جائے تو اس کی بو کتے کو بھی اپنی طرف مائل نہیں کر سکتی اور اگر مجالس میں رکھ دی جائے تو لوگ اسے سونگھیں

[۳ : ۱۶] اور بشار کہتا ہے :

إِذَا وَضِعَتْ فِي مَجَالِسِ الْقَوْمِ نَعْلُهَا
تَضْوَعُ مِسْكَاً مِمَّا أَصَابَتْ وَعَنْبَرًا

۱ - ابن لیلسی سے مراد عبدالعزیز بن مروان سے ہے - لیلسی کلبیہ عبدالعزیز کی والدہ کا نام ہے - کہتے ہیں کہ لیلسی ایک شریف خاندان میں سے تھی اور عبدالعزیز نے کتبہ رکھا تھا کہ جب تک اس کی مدح میں اس کی والدہ لیلسی کا ذکر نہ ہوگا وہ کسی کو کچھ نہ دے گا -

جب اس کے جوتے کو قوم کی مجلس میں رکھ دیا جائے تو جس چیز کے ساتھ یہ جوتا لگ جائے گا اس سے مشک و عنبر کی خوشبو آنے لگ جائے گی

اور جب علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صعصعہ^۱ بن صُوحان کو^۲ المنذر بن الجارود کے بارے میں جو کچھ کہنا تھا کہا تو صعصعہ نے کہا : اے امیر المؤمنین ! اگر آپ نے یہ فرمایا ہے تو یہ تو اپنے دونوں پہلوؤں کو بہت دیکھنے والا اور اپنے تسموں میں بہت تھوکنے والا ہے اسے تو اپنی دونوں چادروں کی سرخی بہت پسند ہے ۔

ایک شخص نے^۳ ابن التوأم کی مذمت کی تو کہا : میں نے اسے دیکھا کہ اس کے جوتے پر چربی لگی ہوئی ہے ۔ اس کی جرابیں میلی ہیں ، اس کے جوتے پر شکن پڑے ہوئے ہیں اور پتلا سا گریبان ہے ۔

^۳ ہیثم کہتا ہے : ایک ایسی قسم ہے جو بدوی کے سوا کوئی

۱ - صعصعہ بن صُوحان العبدي ۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اسلام لا چکا تھا مگر شرف صحابیت سے محروم رہا ۔ صفین میں حضرت علی کی طرف سے لڑا ۔ خطیب اور فصیح تھا ۔ معاویہ کے عہد میں کوفے میں مرا ۔

۲ - المنذر بن الجارود العبدي ۔ عہد نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں پیدا ہوا ۔ اس کا باپ جارود صحابی ہے ۔ جنگ جمل میں حضرت علی کے ساتھ تھا ۔ یزید بن معاویہ کے عہد میں عبید اللہ بن زیاد نے اسے ہند کا حاکم بنایا تھا وہیں ۵۶۱ء میں وفات پائی ۔

۳ - ابن التوأم : ابن التوأم الرقاشی ۔ یہ بُخلاء میں سے ہے ۔ ملاحظہ ہو عیون الاخبار : ۱ : ۲۹۹ ۔

۴ - ہیثم : مراد ہیثم بن عدی سے ہے یہ صاحب الاخبار والسیئر تھا ۔ ابو عبدالرحمن کنیت ہے ۔ منصور ، مہدی اور ہادی کا بمنشین تھا ۔ ۵۱۳ء سے پہلے پیدا ہوا اور ۵۲۰ء میں مرا ۔

اور کبھی نہیں کہاتا : خدا کرے تمہارے پاس سے چلے جانے والا تمہارے پاس نہ آئے اور جو آئے وہ واپس نہ جائے اور خدا کرے تو اپنے پالان کو نہ اتارے اور نہ جوتا اتارے ۔

ایک اور کہتا ہے :

عَلِيْقَ الْفُوَادُ بِرَيْتِقِ الْجَهْلِ
وَأَبْرًا وَاسْتَعْفَى عَنِّي الْاَهْلُ

دل ایسے محبوب پر فریفتہ ہو گیا جو ابتدا جہل (جوانی) میں تھا ۔
دل نے اپنی قسم پوری کی اور گھر والوں کی نافرمانی کی

وَصَبَبًا وَقَدْ شَابَتْ مَسْفَارِقُهُ
مَسْفَهًا وَكَسِيفَ إِصْطَابَةِ الْكَهْلِ

اور حماقت کی وجہ سے بچپن کی سی باتیں کرنے لگا حالانکہ اس کے سر کے بال بھی سفید ہو گئے تھے بھلا ادھیڑ عمر کا آدمی کبھی درست بات کر سکتا ہے

أَدْرَكَتْ مُعْتَصِرِيْ وَأَدْرَكَتْنِيْ
حَيْلُمِيْ وَيَسَّرَ قَائِدِي نَعْلِيْ

میں نے لمبی عمر اور بڑھاپے کو پا لیا اور مجھے میرے حلم نے پا لیا اور میرے جوتے نے میرے قائد کے لیے میرا لے جانا آسان کر دیا
ایک اور کہتا ہے :

كَمْ أَرَى مِّنْ مُّسْتَعْجِبٍ مِّنْ نِّعَالِيْ
وَرِضَائِيْ مِثْلَهَا بِلُبْسِ الْبَوَالِيْ

میں اپنے جوتوں میں سے کئی ایک کو دیکھتا ہوں کہ وہ مجھے

۱ - شاعر کا نام محمد بن یسیر ہے جیسا کہ البیان و التبیین (۳ : ۱۱۱) میں ہے ۔

۲ - تصحیح از البیان و التبیین - بلوغ الارب میں نعال ہے ۔

پسند آتے ہیں مگر میری رضا اسی میں ہوتی ہے کہ میں بوسیدہ ہی
کو پہنوں

كُلُّ جَرْدَاءٍ قَدَّ تَحْيَيْفَهَا الْخَصْفُ
بِأَقْطَارِهَا بِيَسْرٍ دِي النِّقَالِ

یعنی ہر (اس جوتے کو پہننا پسند کرتا ہوں جو) بالوں سے خالی ہو
چکا ہو اور پرانے جوتے کو اس پر سینے کی وجہ سے اس کے اطراف
کم ہو گئے ہوں

لَا قَدَانِيْسِيْ وَلَتِيْسِيْ تَشْبِيْهِ فِي
الشَّخِيْلَةِ اِنْ اُبْرَزَتْ نِعَالِ الْمَوَالِي

جب اسے نکالا جائے تو یہ نہ تو آزاد کردہ غلاموں کے جوتوں سے
مشابہت رکھتا ہے اور نہ ہی ان کے قریب قریب ہوتا ہے

لَا وَلَا عَن تَقَادُمِ الشَّعْهْدِ مِيْنَهَا
بَلِيْسَتٍ لَا وَلَا لِيَكْرِي اللِّيَالِي

یسی کوئی بات نہیں اور نہ ہی یہ اس لیے بوسیدہ ہو گیا ہے کہ
اس پر قدیم زمانہ گزر چکا ہے اور نہ راتوں کے بار بار آنے کی وجہ
سے

وَلَقَدَّ قُلْتُ حِيْنًا اَوْ ثِيْرُ ذَا الْوُدِّ
عَلَيْهَا بِشَرِّ وَتِيْسِيْ وَبِيْمَالِي

میں نے یہ بات اس وقت کہی ہے جب میں نے اپنے دوست کو اپنی
دولت اور مال کے ساتھ ان جوتوں پر ترجیح دی ہے

مَنْ يُغَالِي مِنْ الرِّجَالِ بِنِعَالٍ
فَسَوَالِي اِذْنَ بِيْهِنٍ يُغَالِي

۱ - تصحیح البیان و التبیین سے کی گئی ہے بلوغ الأرب میں : سر و
النعال ہے -

جو شخص گراں قیمت کا جوٹا خریدتا ہو تو وہ پھر میرے سوا
کوئی اور ہی ہوگا جو قیمتی جوٹا خریدتا ہوگا

أَوْ بَغَاهُنَّ لِاجْتِمَالِ فَأَنْبِيٍّ
فِي سِوَا هُنَّ زَيْنَتِي وَجَمَالِي

یا کوئی انہیں خوبصورتی کے لیے چاہتا ہو (تو چاہتا رہے کیونکہ)
میری زینت اور جمال کسی اور چیز میں ہے

فِي إِخَائِي وَفِي وَفَائِي وَرَأْيِي
وَ عَفَائِي وَ مَسْطِقِي وَ فَعَالِي

[۳ : ۴۱۷] (میری زینت) میری دوستی ، میری وفا ، میری رائے ،
میری پارمائی ، میری گفتار اور میری سخاوت میں ہے

سَاوَقَانِي الشَّحْفَا وَ بَلَّغَنِي الشَّحَا
جَتَّةَ مِينَهَا فَأَنْبِيٍّ لَا أَبَالِي

جب تک جوٹا مجھے پاؤں کے زخمی ہونے سے بچاتا رہے اور میری
حاجت تک مجھے پہنچا دے اس وقت تک مجھے کوئی پروا نہیں
ہے

عربوں کے وہ اشعار جن سے یہ پتا چلتا ہے کہ وہ چپل پہنا کرتے
تھے اور اسے ان دیگر جوٹوں پر ترجیح دیتے تھے جو پاؤں میں پہنے جاتے
ہیں۔ (اس قدر ہیں کہ) اس جگہ ان کا بالتفصیل ذکر کرنا ممکن نہیں ہے۔
جس قدر ہم نے ذکر کر دیا ہے ہمارے مقصد کو پورا کر دیتا ہے۔

۱ - ابن جنی شرح اسماء شعرا حماسہ میں کہتا ہے : قال ابن فارس

اشتبه عتاسی اشتقاق " لا ابالی " حتی رأیت قول لیلی الاخیلیہ :

تُبَالِي رَوَايَا هُمَّ هَبَالَةَ بَعْدَمَا
وَرَدْنُ وَحَوْلُ الْمَاءِ بِالسُّجْمِ تَرْتَمِي

وقد قالوا فيه : التبالى المبادرة للاستقاء عند قلة الماء فيستقى احدهم و

ينتظره غيره فمعنى ذلك لا ابادر له ولا انتظره ليعتدِم إعتدادي به -

اور ان میں سے ایک

کھیتی باڑی

ہے۔ یہ عام عربوں کے اسباب معاش میں سے ہے بالخصوص یمن ، بحرین ، عمان ، ہجر اور نجد کے بیشتر علاقوں کے لوگوں کے۔ چنانچہ ان علاقوں کے تمام باشندوں کا بالعموم ذریعہ معاش زراعت اور درخت لگانا ہے۔ یہ لوگ کھجور کے درخت لگانے کے معاملے میں بڑا اہتمام کرتے ہیں۔ جو اشعار اس سلسلے میں عربوں کی جانب سے وارد ہوئے ہیں بہت زیادہ ہیں۔ عربوں کو کھجور کے مختلف حالات کا اسی طرح علم ہے جس طرح انہیں گھوڑوں کا علم ہے۔ چونکہ ان کا ملک دنیا کی بیشتر نباتات اور بیشتر درختوں کے اگانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ لہذا اس صنعت کو جاننے کا دائرہ بھی وسیع تھا اور جو شخص ان کتابوں کا مطالعہ کرے گا جو نباتات اور درختوں کے متعلق لکھی گئی ہیں۔ بالخصوص ابو حنیفۃ الدینوری کی کتاب النبات ، وہ ہماری بات کا اقرار کرے گا۔ مزید برآں عربوں کی زبان میں اس کی سچی گواہی پائی جاتی ہے۔ جن لوگوں نے اس پیشے کو اختیار کیا ہے وہ بالعموم بادیہ کے رہنے والے ہیں۔ ابن خلدون نے اس کا سبب بیان کیا ہے چنانچہ وہ کہتا ہے : یاد رکھیں کہ قوموں کے حالات کا اختلاف ان کی معاش کے طریقوں کے اختلاف کی وجہ سے ہوتا ہے کیونکہ قوموں کا اجتماع صرف اس لیے ہوتا ہے کہ وہ روزی کمانے میں ایک دوسرے سے تعاون کریں اور ایسی چیز سے ابتدا کریں جو ضروری ہو اور حاجت کی چیزوں اور کمائی کی چیزوں کے مقابلے میں پوری ہو سکتی ہوں۔ چنانچہ ان میں سے بعض کھیتی باڑی کا کام اپنا لیتے ہیں۔ مثلاً پودے لگانا اور زراعت کرنا۔ بعض جانور پالنے کا پیشہ اختیار کر لیتے ہیں۔ مثلاً بکری ، گائے ، بھیڑ ، شہد کی مکھی اور ریشم کا کیڑا۔ تاکہ ان سے نسل حاصل کی جائے اور ان سے ان کے فضائل لیے جائیں۔ یہ لوگ جو زراعت یا حیوانوں کو پالنے کا پیشہ اختیار کرتے ہیں تو ان کو ضرورت اس بات کی ہوتی ہے بلکہ ان کے لیے ناگزیر ہوتا ہے

کہ وہ جنگل کو جائیں کیونکہ وہاں اس قدر وسیع زمین مل جاتی ہے جو شہروں میں نہیں مل سکتی مثلاً کھیت ، چراگاہیں اور جانوروں کی گھاس کی جگہیں وغیرہ۔ لہذا ان کے لیے ضروری تھا کہ وہ خاص طور پر اپنا تعلق جنگل سے استوار رکھیں۔ لہذا اس وقت ان کا اجتماع ، اپنی حاجتوں معاش اور آبادی میں ایک دوسرے سے تعاون کرنا مثلاً خوراک ، مکان اور سردی سے بچاؤ صرف اسی قدر تھا کہ اس سے زندگی محفوظ رہ سکے اور انہیں اس قدر روزی حاصل ہو [۳ : ۴۱۸] جائے جو زندہ رہنے کے لیے ضروری ہے۔ اس سے زائد نہ ہو۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ انہیں اس سے آگے بڑھنے کی قدرت نہ تھی اس کے بعد ابن خلدون نے شہری زندگی کے اسباب اور ان چیزوں کا ذکر کیا ہے جو شہری زندگی اختیار کرنے کی موجب بنتی ہیں۔ مختصر یہ کہ جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے یہی عام طور سے عربوں کی معیشت کا ذریعہ تھی۔ جس سے وہ اپنی ضروریات کو پورا کر سکتے تھے اور جس کی انہیں ضرورت پڑتی تھی۔

عربوں کی معیشت کے اور اسباب بھی تھے مثلاً موتی نکالنے کے لیے سمندر میں غوطہ لگانا ، بحرین ، ہجر اور دیگر علاقوں کے لوگ جو ساحل سمندر پر رہتے ہیں ان کا ذریعہ معاش ہی یہی ہے۔ موتی اور سیپ کی بحث کرنا اور سمندر سے ان کے نکالنے کی کیفیت بیان کرنا اور جو اشعار عربوں سے اس بارے میں منقول ہیں ان کا ذکر کرنے کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

بعض عرب خشکی اور سمندر کے شکار پر زندگی گزارتے تھے۔ اس ضمن میں ان کے کئی ایک طریقے اور عادات تھیں جن کی تفصیل کتب حدیث میں بیان کی گئی ہے۔ بعض کی گزران مویشیوں اور چوپایوں پر تھی مثلاً بھیڑ بکریاں ، گائے اور اونٹ ، اور انہیں ان کی دیکھ بھال کرنے اور ان کو پالنے کی خاصی مہارت اور وسیع علم حاصل تھا۔

جن امور سے عربوں کی فضیلت کا ثبوت ملتا ہے

جو شخص عربوں کے حالات سے واقف ہو جائے گا اور ان کتابوں کا مطالعہ کرے گا جو ان کے حالات کے بارے میں لکھی گئیں اور مختلف طبقات اور مختلف زمانوں کے اعتبار سے ان کے حالات کو پہچان لے گا۔ اس پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ عرب ایک قدیم قوم ہیں۔ جنہوں نے طویل زمانے دیکھے ہیں اور انہیں اس دنیا میں رہتے کس قدر دراز عرصہ ہو رہا ہے اور ان کی ابتدا کب ہوئی اس امر کی صحیح تاریخ معلوم نہیں۔ اس تمام عرصے میں یہ کبھی بلند ہوئے کبھی پستی میں چلے گئے۔ کبھی اوپر چڑھے اور کبھی نیچے اترے، کبھی ان میں باہمی اتفاق ہوا اور کبھی اختلاف، کبھی خوش بختی آئی اور کبھی بد بختی، کبھی قوی ہوئے اور کبھی کمزور، کبھی تنگی آئی اور کبھی فراخی۔ جو شخص ان کے حالات کی جستجو کرے گا اس پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ ان کی ترقی اور سرداری کے تخت اور عزت کی چوٹی پر چڑھنے کا دار و مدار جن امور پر تھا ان میں سے ایک علم ہے۔ کیونکہ علم باوجود اس کے کہ اس کی مختلف شاخیں اور بکھری ہوئی ٹہنیاں ہیں انسان کی سعادت کا سب سے بڑا سبب ہے۔ یہ خالص نور ہے جس سے صاحب بصیرت اور صاحب عرفان لوگ رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ ہماری مراد صرف اس علم سے ہے جو مفید ہو اور نوع انسانی کی حاجتوں اور ضرورتوں کو پورا کرتا ہو۔ لہذا اس میں تمام عقلی اور نقلی علوم خواہ فرعی ہوں خواہ اصلی شامل ہو جاتے ہیں۔ رہا جہل تو یہ ہر مصیبت کی بنیاد ہے اور ہر تکلیف اور دکھ کی اصل ہے۔ لہذا تو دیکھے گا کہ ہر وہ قوم جن کی عقلیں علم سے روشنی حاصل کرتی ہیں اور فضیلت کے زیور سے آراستہ ہوتی ہیں وہ ہمیشہ ترقی کے زینوں پر بلند ہوتی رہی ہیں اور سیدھے راستے پر چلنے کے لیے ان کا نور ہدایت چمکتا رہا ہے۔ ہر وہ قوم جن پر جہل کی تاریکی کا سائبان پھیلا ہوا ہو اور کم فہمی کی بیماری [۳ : ۳۱۹]

ان کے اندر مستحکم ہوگئی ہو ان کی بصیرت کی نگاہیں بند ہو جاتی ہیں اور ان کے افکار کے نتائج فاسد ہو جاتے ہیں۔ لہذا وہ شاہراہ پر چلنے سے بھٹک جاتے ہیں اور سعادت مندی کا پھل چننے سے محروم کر دیے جاتے ہیں۔ ان میں مذموم صفات آ جاتی ہیں۔ وہ کج اخلاق اختیار کر لیتے ہیں، اور محرومیت کے بیابان میں پریشانی کے عالم میں پھرتے رہتے ہیں ہر طرف سے ان پر مصیبت کی موج آن ٹوٹی ہے۔ لہذا مفید علم ہی کی بدولت دولت ہوتی ہے، علم ہی سے اخلاق مہذب بنتے ہیں۔ علم ہی کی بدولت ایک ذلیل انسان سردار بن جاتا ہے۔ علم ہی کی بدولت دشمن پر فتح حاصل کی جاتی ہے اور علم ہی کے ذریعے جھگڑالو مد مقابل کو مغلوب کیا جاتا ہے علم ہی کے ذریعے تقلید کی قید سے گردنوں کے طوقوں کو کھولا جاتا ہے۔ علم ہی کے ذریعے مقاصد حاصل کیے جاتے ہیں اور غایت بعید کو پا لیا جاتا ہے۔ عربوں میں سے جو لوگ برباد و ہلاک ہوئے وہ صرف اسی لیے ہوئے کہ ان میں علم کے بعد جہالت آگئی تھی اور ہدایت کے بعد گمراہی۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ تیرے رب نے قوم عاد کے ساتھ کیا کیا۔ یہی عاد ارم تھے اور ستونوں والے تھے جن جیسا دنیا میں کوئی پیدا نہ کیا گیا تھا۔ کیا تو قوم ثمود کی طرف نہیں دیکھتا جو وادیوں میں پتھر کاٹ (کر مکان بنایا [۳ : ۳۲۰] کرتے تھے) اور کھونٹوں والے فرعون کی طرف۔ (یہ سب کے سب) وہ لوگ ہیں جنہوں نے ملک کے اندر سرکشی اختیار کی اور خوب فساد برپا کیا۔ چنانچہ تیرے رب نے ان پر خوب عذاب نازل کیا۔ بیشک تیرا رب گہات میں رہتا ہے۔ یہی حال ان لوگوں کا تھا جو ان میں سے بچ گئے تھے۔ ان کی جمعیت منتشر ہوگئی اور ان کا اتحاد پارہ پارہ ہو گیا۔ اور انہیں ذلت و رسوائی اور فقر اور نقصان نے آدبایا۔ حالانکہ اس سے پہلے پتھریلی زمینیں اور میدان ان کے لیے اس قدر تنگ تھے کہ یہ ان میں سما نہیں سکتے تھے اور انہوں نے ملکوں اور اطراف دنیا کو مطیع کر رکھا تھا۔ ایسی تلواروں کے ساتھ جن میں ابھی دندانے بھی نہ پڑے تھے۔ ذلت و رسوائی اس لیے ہوئی کہ جہالت کے بادل نے ان پر

اپنا خیمہ گاڑ لیا تھا اور گمراہی اور خواہشات کی تابعداری کے جھکڑ ان پر چل رہے تھے جیسا کہ تفسیر اور حدیث کی کتابوں میں مفصل بیان کیا جا چکا ہے ۔

یہ اسماعیل علیہ السلام کی اولاد تھے بالخصوص ان میں سے قریش ۔ یہ لوگ عزت کے باوقار مقام اور سرداری کے مضبوط قلعے میں اس لیے تھے کہ ان کے پاس علم کا وافر حصہ حاصل تھا بلکہ یہ علم کے بلند ترین مقام پر فائز تھے ۔ لہذا اس زمانے کے قبائل ان کے سامنے کمزور ہو گئے ۔ ملک ان کے مطیع ہو گئے ۔ کوئی بھی چیز ان کی راہ میں حائل نہ تھی ۔ یہی وجہ تھی کہ انہیں قریش کہا گیا ۔

جیسا کہ شاعر کہتا ہے :

وَ قُرَيْشٌ هِيَ السَّتِي تَسْكُنُ الْبَحْرَ
بِهَتَا سُمَيْتٍ قُرَيْشٌ قُرَيْشًا

اور قریش وہ سچھلی ہے جو سمندر میں رہتی ہے اسی کے نام پر قریش کا نام قریش رکھا گیا

تَأْكُلُ الْغَثَّ وَالسَّمِيْنُ وَ لَا تَتَّشْرِكُ
فِيْهِ لِذِي الْجَنَنَاحِيْنَ رِيْشًا

یہ دُبلے اور موٹے سب جانوروں کو کھا جاتی ہے اور کسی پسر والے کے پتروں کو نہیں چھوڑتی

هَكَذَا فِي الْبِلَادِ حَسَى قُرَيْشٍ
يَأْكُلُونَ الْبِلَادَ أَكْثَلًا كَمَيْشَا

شہروں میں قوم قریش کا یہی حال ہے یہ ملکوں کو بڑی سرعت سے کھا جاتی ہے

۱ - پہلے قمار کے تیروں میں بیان کیا جا چکا ہے کہ قدح معلّیٰ کا سب سے زیادہ حصہ ہوتا تھا اور رقیب کا پانچواں نمبر آتا لہذا رقیب کا لفظ یہاں پر برمحل استعمال نہیں ہوا ۔

قریش اپنی عزت ، بزرگی ، اقبال اور شرف کے بدستور مالک چلتے آئے تانکہ ان کا علم ناقص ہو گیا اور معارف اور فضائل کا سایہ ان سے سکر کر (ہٹ گیا)۔ یہ تقریباً تین سو سال قبل از اسلام کی بات ہے اور منصور کے قول کے مطابق زمانہ جاہلیت سے یہی زمانہ مراد ہے۔ اس وقت ان میں جہالت عام پھیل گئی ان کے حالات متغیر ہو گئے اور ان کے بیشتر اخلاق محمودہ فاسد ہو گئے۔ ان سے برکتیں اٹھ گئیں ، نازیبا باتیں عام ہو گئیں ، ان کی ہمتیں پست ہو گئیں ، ان کے ارادے مست پڑ گئے۔ ان کی جمعیت پراگندہ ہو گئی اور ان میں خود ساختہ باتیں اور خواہشات کی زیادتی ہو گئی تانکہ اسلام کے چاند کے انوار ان پر چمکے اور اللہ تعالیٰ نے انہی میں سے ایک [۳ : ۴۲۱] رسول بھیجا اور اس کی واضح آیات اور ہویدا معجزات کے ساتھ تائید کی۔ (وہ نبی) جس کے پاک خاندان کی وجہ سے عزت کی جاتی تھی اور اسے ان مکارم اخلاق کی وجہ بزرگ سمجھا جاتا تھا ، جو ان کی فطرت میں تھے۔ ایسے اخلاق جن کے ذریعے آپ نے لوگوں کے عام طبعی رجحانات کو بدل ڈالا۔ ان اخلاق کی وجہ سے وہ تمام انسانوں سے الگ تھے۔ مثلاً شاہسواری ، شجاعت ، دلیری ، بہادری ، عزم ، ہمت ، علم ، حلم ، زہد ، عبادت ، رضا ، صبر ، حمد ، شکر ، ذکر و فکر ، غور و خوض ، خوف ، خشوع ، تواضع ، خضوع ، آبا و اجداد کی شرافت ، جود و سخا ، فصاحت اور حق گوئی ، پابندی عہد ، وعدے کا ایفاء ، امانت ، شفقت ، حسن خلق اور حسن خُلق ، حیاء ، نرمی ، خود اعتمادی ، یقین ، عفو ، رحمت ، در گزر کرنا اور مہربانی وغیرہ وغیرہ۔ ایسی صفات حمیدہ اور درست خصال۔ آپ نے ان عربوں میں سے بعض کو بت پرست پایا اور بعض کو (فساد کی) آگ جلانے میں مُصیر پایا۔ بعض کو ملک کے ویران کرنے اور بندگان خدا کو عذاب دینے والا پایا۔ بعض کو دیکھا کہ وہ درخت کے سامنے سجدہ کرنے کے لیے چھاتی کے بل جھکا بیٹھا ہے بعض پتھر کے سامنے عاجزی کر رہے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ ایسی گمراہ کن

اور ناپسندیدہ باتیں عام تھیں۔ بائیں ہمہ ان میں نیکی کے قبول کرنے کی استعداد اور قابلیت موجود تھی۔ ان کی عقلیں وزنی اور تندرست تھیں۔ چنانچہ آپ نے انہیں اس بات کی طرف دعوت دینے میں کوشش کی جس میں ان کی خوش بختی پائی جاتی تھی۔ آپ نے ان کی عادات کے بدلنے میں وہ تکالیف جھیلیں کہ بیان نہیں ہو سکتیں۔ بالخصوص اپنی قوم اور اپنے قبیلے (کی عادات بدلنے کے معاملے میں) کیونکہ آپ نے ان کے ہاتھوں وہ تکالیف برداشت کیں جن سے پیشانی کے بال سفید ہو جاتے ہیں اور جن سے قلعے بھی منہدم ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ عرب اور بالخصوص قریش۔ جیسا کہ قرآن مجید نے ان کی صفت بیان کی ہے۔ چال بازی، جھگڑے کے وقت ضد کرنے، باتوں باتوں میں موہ لینے، بلیغ گفتاری، اور جن عادات کے وہ عادی ہو چکے تھے ان پر ڈٹے رہنے میں بڑے پکڑے تھے۔ تاآنکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کلمہ ایمان پر جمع کیا اور آپ نے انہیں وہ معارف و کمالات سکھائے جن میں ان کے لیے دنیا اور آخرت کی خوش بختی پائی جاتی تھی۔ آپ نے انہیں مکارم اخلاق کی مشق کرائی، انہیں کوشش کرنے اور کمانے کی ترغیب دی اور جن امور کو وہ خراب کر چکے تھے ان کی اصلاح کی اور جن امور کو وہ بدل اور متغیر کر چکے تھے ان کی تجدید کی۔ یہاں تک کہ ان کے دلوں سے کثیر التعداد حکمتوں اور نورانی معرفت کے چشمے پھوٹے اور ان کے سینوں اور زبانوں پر بسہ نکلے، چنانچہ انہوں نے کتابیں اور کاپیاں بھر دیں اور وہ دنیا بھر کے عالم ترین لوگ بن گئے۔ ان کو دنیا کے ہر جانور اور ہر اس پرندے کا علم اور شناخت تھی جو اپنے دونوں پروں سے اڑتا ہے یہی وجہ تھی کہ انہوں نے اس زمانے میں [۳ : ۴۲۳] وہ ترقی کی کہ عقلیں دنگ رہ گئیں۔ وہ آباد دنیا کے بیشتر علاقے پر قابض ہو گئے۔ انہوں نے لوگوں کے دلوں سے ظلمت کو دور کیا۔ دین حق کو نہایت مضبوط بنیاد پر استوار کیا اور دنیا کو فساد کی موجوں سے نجات دلائی۔

ان کی ترقی کے اسباب میں سے ایک سبب ان کا باہمی اتحاد ہے

یہ بات سب کو معلوم ہے اور ایسی ہے کہ اس میں کسی کو شبہ نہیں ہو سکتا کہ جب کسی قوم کے افراد کی رائے میں اتفاق پایا جائے اور وہ یک زبان ہو جائیں تو وہ اوروں کے خلاف ایک مٹھی کی طرح ہو جاتے ہیں لہذا دشمن پر غالب آ جاتے ہیں۔ پھر ان کی بزرگی کی عمارت بلند ہو جاتی ہے اور دیگر اقوام ان سے خائف رہنے لگ جاتی ہیں۔ مگر زمانہ جاہلیت میں عربوں کی یہ کیفیت تھی کہ نہ ان میں اتحاد تھا اور نہ وہ کسی نظام کی لڑی میں پروئے ہوئے تھے۔ انہیں ایک دوسرے سے دشمنی تھی۔ جنگیں اور تنازعات ان میں پھیلے ہوئے تھے جیسا کہ ان کی جنگوں کی کتابوں سے پتا چلتا ہے یہی وجہ تھی کہ اس زمانے میں ان کے اندر ذلت عام پائی جاتی تھی اور حقارت سب پر چھائی ہوئی تھی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس مصیبت میں ان کی دستگیری کی اور کلمہ حق کے ذریعے ان کی پراگندہ جمعیت کو اکٹھا کیا اور دین مبین نے ان پر یہ واجب قرار دیا کہ وہ اللہ کی رستی کو مضبوطی سے پکڑے رہیں گے اور آپس میں افتراق نہ پڑنے دیں۔ انہیں حکم دیا کہ وہ اس عمارت کی طرح ہو جائیں جس کی اینٹیں ساتھ ساتھ ملا کر رکھی گئی ہوں اور ایک دوسری کو مضبوط کر رہی ہوں اور اس ایک جسم کی مانند ہو جائیں کہ جب ایک عضو کو کوئی تکلیف ہو تو تمام جسم کو تکلیف ہو۔ زمانہ جاہلیت میں اوس اور خزرج کے درمیان جنگیں ہوئیں جو ایک سو بیس سال تک جاری رہیں۔ یہاں تک کہ دونوں قبیلے تقریباً فنا ہونے کو تھے۔ پھر جب اسلام آیا اور وہ اسلام سے مشرف ہوئے۔ تو یہ دشمنی ان سے جاتی رہی اور وہ دیگر اقوام کے خلاف متحد ہو گئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

مسلمانو! اللہ تعالیٰ سے اس طرح ڈرو جس طرح ڈرنے کا حق ہے۔ تمہیں موت آئے تو مسلم ہونے کی حالت میں آئے۔ سب مل کر اللہ کی رسی کو

مضبوط پکڑ لو ، اور تفرقہ نہ ڈالا ۔ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا اور تم اللہ کی عنایت سے بھائی بھائی بن گئے حالانکہ اس سے پہلے تم دوزخ کے گڑھے کے عین کنارے پر تھے پھر اللہ نے تمہیں اس سے نجات دلائی ۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے اسی انداز میں اپنی آیات بیان کرتے ہیں تاکہ وہ متقی بن جائیں ۔

پھر جب اللہ تعالیٰ نے اسلام پر عربوں کو متحد کر دیا اور انہوں نے اپنی توجہ ان ملکوں کو حاصل کرنے کی طرف کر دی جو اور قوموں کے قبضے میں تھے تو ان ملکوں کے لیے نہ کسی کی حمایت کام آ سکی اور نہ کوئی جائے پناہ ۔ چنانچہ ان کے ہاتھ وسیع ملک آ گیا جس سے تاریخ کی کتابوں کا مطالعہ کرنے والے آگاہ ہیں ۔ اسی لیے تو ان کے خطیب اور دانا لوگ باہمی الفت [۳ : ۴۲۳] کی طرف انہیں دعوت دیتے رہتے تھے اور انہیں تفرقہ بازی اور اختلاف سے متنبہ کرتے رہتے تھے اور انہیں ان برے انجاموں اور فاسد نتائج سے آگاہ کرتے رہتے تھے جو تفرقہ بازی اور اختلاف سے پیدا ہوتے ہیں ہم اس سے پہلے اس کتاب میں ان کے اشعار ، ان کے خطبوں اور وصیتوں کا ذکر کر چکے ہیں جن سے ہمارے اس بیان کی طرف کافی راہ نمائی ہوتی ہے —

اور ان میں سے ایک

عدل

ہے ۔ عدل جب سب پر سایہ افگن ہو تو یہ دنیا کے بنیادی اصولوں میں سے ایک اصول ہے جس کے بغیر نظم و نسق نہیں چل سکتا اور جس کے بغیر دنیا کی کوئی بہبودی ممکن نہیں ۔ عدل ہی باہمی الفت کا باعث بنتا ہے اور یہی اطاعت پر اکساتا ہے ۔ اسی سے ملک میں آبادانی ہوتی ہے اسی سے مال و دولت نشو و نما پاتے ہیں ، اسی کی موجودگی کے باعث نسل پھیلتی ہے ۔ اسی کی بدولت فرد بادشاہ بے خوف ہو کر رہتا ہے ۔ اسی طرح کوئی چیز زمین کو اس سرعت سے ویران نہیں کر سکتی جس

قدر جلدی ظالم کر سکتا ہے اور نہ ظلم سے بڑھ کر کوئی اور چیز مخلوق کے دلوں کو فاسد کر سکتی ہے۔ کیونکہ ظلم کسی حد پر بھی جا کر ٹھہر نہیں جاتا اور نہ کسی انتہا پر جا کر ختم ہو جاتا ہے۔ اس کا ہر جز دنیا کے فساد میں حصہ دار ہوتا ہے تاآنکہ یہ تباہی مکمل طور پر واقع ہو جاتی ہے۔ جب عرب نے دین مبین کے نور سے روشنی حاصل کر لی اور کلمہ حق نے ان کی پراگندہ جمعیت کو اکٹھا کر دیا اور جو اقوام ان کی مطیع ہونی تھیں ہو گئیں تو انہوں نے تمام لوگوں کو عدل کے ساتھ اپنے احکام میں شامل کیا کیونکہ ان کے سامنے صرف روشن شریعت ہی اہم ترین مقصد تھا اور یہی ان کا سب سے بڑا مطلوب اور بزرگترین معاملہ تھا اور قرآن مجید کی آیات سے بھی اسی بات کا پتا چلتا ہے ان میں سے ایک آیت یہ ہے :

بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانت والوں کو ان کی امانتیں ادا کر دو اور یہ کہ جب تم لوگوں کے درمیان کوئی فیصلہ دو تو عدل سے دو۔ یہ کیا ہی اچھی بات ہے جس کی اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت کرتا ہے۔ خدا سمیع و بصیر ہے اور حدیث میں ہے : بندگان خدا پر زیادتی کرنا آخرت کی طرف جانے کا نہایت برا زاد راہ ہے۔ وغیرہ وغیرہ ایسے صریح احکام ہیں جن کے بیان کرنے کی اس جگہ گنجائش نہیں۔ جو شخص خلفائے راشدین اور عربوں کے دیگر منصف مزاج حکام کے حالات سے واقف ہے اس پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ عربوں کی حکومت کی پائنداری اور وسعت جس قدر بھی ہوئی اس کا واحد سبب عدل عام اور ہر معاملے کو اس کے صحیح محل پر رکھنا تھا۔ عدل ایک وسیع باب ہے جو بہت سے امور میں جاری ہوتا ہے۔ ان تمام امور کا مرجع یہ ہے کہ انسان (پہلے) اپنی ذات سے عدل کرے، پھر اوروں کے ساتھ۔ رہا اپنی ذات کے ساتھ عدل تو یہ اس طرح ہے کہ انسان اپنے نفس کو ان امور کے کرنے پر مجبور کرے جن میں اس کی مصلحت پائی جاتی ہے۔ امور قبیحہ سے اسے روکے۔ اس کے بعد انسان اپنے آپ کو ان احوال میں رکھے جو افراط و تفریط کے درمیان نہایت ہی منصفانہ حال ہو۔ کیونکہ ان

میں حد سے تجاوز کرنا بھی ظلم ہے اور کوتاہی بھی ظلم ہے اور جو اپنی ذات کے ساتھ ظلم کرے گا وہ اوروں کے ساتھ تو اور بھی زیادہ ظلم کرے گا اور جو اپنے اوپر جور کرتا ہے وہ اوروں پر اور بھی زیادہ جور کرے گا۔

اب رہا انسان کا اوروں سے عدل کرنا تو اس کی کئی قسمیں ہیں : ان میں سے ایک یہ ہے کہ انسان اپنے سے کم درجے کے لوگوں سے عدل کرے۔ مثلاً بادشاہ کا اپنی رعیت میں عدل قائم رکھنا اور سردار کا اپنے ساتھیوں سے عدل کرنا۔ اسی میں انسان کا اپنے گھر والوں کے ساتھ اور استاد کا اپنے شاگردوں کے ساتھ اور آقا کا اپنے خادموں اور غلاموں کے ساتھ عدل کرنا بھی آ جاتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے : تم میں سے ہر شخص حاکم ہے (اسی لیے) تم میں سے ہر شخص اپنی رعایا کے متعلق جوابدہ ہے۔ یہاں عدل سے مراد یہ ہے کہ آسان چیز کی پیروی کی جائے اور مشکل کو حذف کر دیا جائے۔ طاقت کے ساتھ ان پر غلبہ پانے کا طریقہ نہ اختیار کیا جائے۔ آسان باتوں کے ذریعے حق تلاش کیا جائے۔ کیونکہ آسان بات کے پیچھے چلنے میں زیادہ بقا ہے۔ مشکل بات کو حذف کر دینے میں سلامتی ہے۔ غلبے کو ترک کر دینے سے دل محبت کی طرف زیادہ مائل ہوتے ہیں۔ حق بات کی خواہش کرنا۔ فتح و نصرت پر زیادہ اُکسانا ہے۔ اگر ایک مُدبّر سردار کے پاس یہ باتیں نہ ہوں تو اس کی فکر سے بہت زیادہ فساد برپا ہوگا۔ اس کی تدبیر سے اختلاف اور زیادہ واضح ہوگا۔ حدیث میں ہے : قیامت کے روز سخت ترین عذاب اس شخص کو ہوگا جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی حکومت میں شریک کیا ہو اور پھر وہ اپنے حکم میں ناانصافی کرے۔ کسی بزرگ سے مروی ہے : ظالم کا نہ کوئی پڑوسی ہوتا ہے اور نہ اس کا گھر آباد ہوتا ہے۔ ایک اور شخص سے منقول ہے : جو چیز سب سے پہلے پچھاڑ دی جاتی وہ ظالم شخص ہے اور مظلوم کی دعا سب سے زیادہ پار نکل جانے والا تیر ہے۔

ان میں سے ایک یہ ہے کہ انسان اپنے سے اوپر والے کے ساتھ عدل کرے مثلاً رعایا کا اپنے بادشاہ سے عدل کرنا اور ساتھیوں کا اپنے سردار

سے عدل کرنا اور انسان کے گھر والوں کا اس کے ساتھ عدل کرنا وغیرہ وغیرہ۔ یہ اس طرح ہوگا کہ یہ اطاعت گزارى میں خلوص سے کام لیں۔ اس کی مدد کریں اور اس سے سچی دوستی رکھیں، کیونکہ اطاعت گزارى میں خلوص کی وجہ سے پراگندہ جماعت اکٹھی ہو جاتی ہے اور مدد کرنے سے کمزوری دور ہو جاتی ہے۔ سچی دوستی سے بدگمانی بخوبی دور ہو جاتی ہے۔ یہ ایسے امور ہیں جس انسان میں نہ پائے جاتے ہوں اس پر وہی لوگ غالب آ جاتے ہیں جو اسے اوروں سے بچایا کرتے تھے اور اسے مجبور ہو کر انہی لوگوں سے بچاؤ کرنا پڑتا ہے جن کے ذریعے وہ اوروں سے بچا کرتا تھا۔ بھتری کہتا ہے :

مَتَّحِلِي أَحْوَجَاتِ ذَا كَرَمٍ تَخَطَّشِي
إِلَيْكَ بِبَعْضِ أَخْلَاقِ الْإِسْلَامِ

جب تو کسی شریف انسان کو مجبور کر دے گا تو وہ (مجبور ہو کر) تم سے ایسا برتاؤ کرے گا جیسا کہ میں نے لوگ کیا کرتے ہیں اور اس ظلم کے جاری رہنے میں ایک منظم نظام کا شیرازہ بکھر جاتا ہے اور عوام کی بہبود میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔ بعض اکابر کا قول ہے : تم اپنے سے اوپر والے کی اطاعت کرو جو تم سے نیچے ہیں وہ تمہاری اطاعت کریں گے۔

اسی طرح عدل کی قسموں میں سے ایک انسان کا اپنے ہم پلہ لوگوں سے عدل کرنا ہے۔ یہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ نہ اپنے آپ کو ان سے افضل سمجھے نہ ان سے گستاخی کرے۔ نہ دکھ دے کیونکہ اپنے آپ کو افضل نہ سمجھنے سے الفت بڑھتی ہے۔ گستاخی کرنے سے پرہیز کرنا باہمی مہربانی کی خو میں اضافہ کرتا ہے۔ کسی کو دکھ نہ دینا انصاف کی بات ہے اور یہ ایسے امور ہیں کہ اگر یہ ہم پلہ لوگوں میں خلوص دل سے نہ پائے جاتے ہوں تو بہت سرعت کے ساتھ ان کے باہمی تعلقات منقطع ہو جاتے ہیں۔ پھر ان کے روابط دشمنوں کے سے ہو جاتے ہیں۔ لہذا خود ان میں بھی خرابی پیدا ہو جائے گی اور وہ خرابی پیدا کرنے کا باعث بھی بنیں گے۔

یہ عدل اور اس کے اقسام کی اجمالی بحث ہے۔ اس کی تفصیل بیان کرنے اور اس کی تمام جزئیات کا ذکر کرنے کی ضامن شریعت کی کتابیں ہیں۔ یہاں ہمارا مقصد صرف یہ بیان کرنا ہے کہ عربوں کے زوال کے بعد [۳ : ۴۲۵] جو امور ان کی ترقی کا موجب بنے ان میں سے ایک شاہراہ عدل پر قائم رہنا اور ظلم ، زیادتی اور سرکشی کے راستے سے الگ رہنا تھا۔ ایام جاہلیت میں بھی عربوں کے بعض اکابر ان مصلحتوں سے آگاہ تھے جو عدل و انصاف سے مترتب ہوتی ہیں۔ لہذا انہوں نے باہم پیمان کیا کہ وہ ظلم سے یکسو رہیں گے ، جنور سے دور رہیں گے اور لوگوں پر زیادتی نہ کریں گے۔ چنانچہ حائث الفضول اور دیگر معاہدے مکے میں ہوئے جیسا کہ اوائل کتاب میں بیان ہو چکا ہے۔ میں نے ان دیگر امور کے ذکر سے اجتناب کیا ہے جو ان کی ترقی کے موجب بنے کیونکہ یہ امور انہی تین مذکورہ بالا اصول سے مستتج ہوتے ہیں اور یہی ہر بھلائی کے پیدا ہونے کی جگہ ہیں۔ اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

عربوں کے بادیہ نشین لوگ اور وہ امور جن میں وہ شہری لوگوں سے ممتاز تھے

بادیہ اس زمین کو کہتے ہیں جہاں کوئی عمارت نہ ہو۔ مثلاً گھر ، محل وغیرہ ، اسی کو بدو بھی کہا جاتا ہے اور اسم نسبت بدوی ہے۔ حدیث میں ہے : جو بادیہ نشین بن گیا اس کی طبیعت میں درشتی آ گئی۔ یعنی جو بادیہ میں جا کر اترا اس میں بدوی کا سا اکھڑ پن آ جاتا ہے۔ بداوہ کے معنی بادیہ میں اقامت اختیار کرنا ہے۔ یہ حضارۃ (شہری ہونے) کی ضد ہے۔ مبدی ضد ہے مہضیر کی۔ چونکہ بادیہ نشینی اس بات کی مقتضی تھی کہ اپنی عزت اور شرف کو بچایا جائے۔ لہذا بیشتر عربوں نے اسے شہری زندگی پر ترجیح دی اور وہ اکثر بادیہ کے ساتھ اپنی شیفتگی کا اظہار کرتے رہے اور وہاں کے وحشی جانوروں ، پرندوں ، کیاریوں ، نباتات ، درختوں ، پست زمینوں ، اونچی زمینوں ، پہاڑوں ، اور

پانیوں کے گیت گاتے رہے۔ وہ اپنے اشعار میں ہمیشہ بادیہ نشینی پر فخر کرتے رہے۔ قطامی کہتا ہے :

وَمَنْ تَكُنِ الْمَحَضَارَةُ أَعَجَبَتْهُ
فَتَأْيُ رِجَالِ بَادِيَةِ تُرَانَا

اگر کسی کو شہری زندگی پسند آتی ہو (تو آتی رہے) تو یہ بتا کہ تو نے ہمیں بادیہ نشین انسان کی حیثیت سے کیسا پایا

وَمَنْ رَبَطَ الْجِحَاشِ فَاِنْ فِيهِنَا
قِنَا سُلُبًا وَ أَفْرَامًا حِسَانَا

[۴۲۶ : ۳] اگر کوئی (اپنے گھروں میں) گدھے باندھتا ہو (تو باندھتا رہے) ہمارے پاس تو جان لیوا نیزے اور خوبصورت گھوڑے ہیں

وَ كُنْ إِذَا أَغْرَنْ عَلَيَّ جَنَابِ
وَ أَعْوَزَ هُنَّ نَهَبٌ حَيْثُ كَانَا

یہ گھوڑے تو ایسے ہیں کہ جب کسی طرف غارت ڈالنے کے لیے جاتے اور لوٹ مار کا مال دستیاب نہ ہوتا

أَغْرَنْ مِّنَ الضَّبَابِ عَلَيَّ حُلُولِ
وَ ضَبَّةَ إِنَّهُ مِّنَ حَنَانِ حَانَا

تو یہ بنی ضباب میں سے ان لوگوں پر حملہ کر دیتے ہیں جو ایک جگہ اترے ہوئے ہوں اور ضببہ پر بھی۔ (پھر کیا ہے) جس کی موت آگئی آگئی

وَ أَحْيَانًا عَلَيَّ بَكَرٍ أَخْيَانَا
إِذَا مَالَمُ نَجِيدُ إِلَّا أَخَانَا

کبھی ایسا بھی ہوتا کہ جب ہمیں اپنے بھائیوں کے سوا کوئی اور نہ ملتا تو اپنے بھائیوں بکر ہی پر حملہ کر دیتے

ایک اور شاعر اپنے ایک قصیدے میں جس میں اس نے کچھ بادیہ نشین لوگوں کی تعریف کی ہے کہتا ہے :

أَلَمْؤُقِدُونَ بِبِنَجْدٍ نَّارَ بَادِيَتِهِ
لَا يَحْضُرُونَ وَفَقْدُ الْعِزِّ فِي الْحَضَرِ

یہ لوگ نجد میں بادیہ کی آگ جلانے والے ہیں - یہ شہر میں مقیم نہیں ہوتے، شہری زندگی میں عزت چلی جاتی ہے

ایک اور کہتا ہے :

هَذَا أَبُو الصَّقْرِ فَرَادًا فِي مَحَاسِنِهِ
مِنْ نَسْلِ شَيْبَانَ بَيْتِ الضَّالِّ وَالسَّلَمِ

یہ ابو الصقر ہے جو اپنے محاسن میں یکتا ہے اور یہ بنی شیبان کی نسل میں سے ہے جو ضال (بیری) اور سلم (بیری کی قسم) کے درمیان رہتے ہیں

روایت ہے کہ جب بحدل کی بیٹی (اور معاویہ کی بیوی) کی نسبت امیر معاویہ سے ہو گئی اور امیر معاویہ اسے بادیہ سے شام لے گئے تو یہ اکثر اپنے بادیہ کے لوگوں کے لیے اشتیاق ظاہر کیا کرتی تھی اور اپنی جائے پیدائش کو یاد کرتی رہتی تھی - ایک روز معاویہ نے اسے یہ اشعار کہتے ہوئے سن لیا :

لَتَبَيْتٌ تَخْفِقُ الْأَرْوَاحُ فِيهِ
أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ قَصْرِ مُنِيْفٍ

یقیناً وہ خیمہ جس میں ہوائیں سائیں سائیں کرتی ہوں مجھے ایک بلند محل سے زیادہ پیارا ہے

وَلُبْسٌ عَبَاءَةٌ وَتَقَرُّ عَيْنِي
أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ لُبْسِ الشَّفْوَفِ

میں ایک چوغہ پہننے ہوں اور میری آنکھوں کو قرار ہو میرے لیے باریک کپڑے پہننے سے زیادہ محبوب ہے

وَأَكْلُ كُسَيْرَةٍ فِي كَيْسَرِ بَيْتِي
أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَكْلِ الرَّغِيْفِ

[۳ : ۴۲۷] اور خیمے کے ایک گوشے میں بیٹھ کر روٹی کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا کھانا میرے لیے چپاتی کھانے سے زیادہ محبوب ہے

وَأَصْوَاتُ الرَّيَّاحِ بِيكُـلِّ فَجٍّ
أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَقْرِ الدُّفُوفِ

اور ہر پہاڑی راستے میں ہواؤں کی آوازوں کا سننا میرے لیے دفوں کے بجنے سے زیادہ محبوب ہے

وَكَلْبٌ يَتَّبِعُ الطُّرَّاقَ دُونِي
أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ قِطِّ الْوُفِ

اور وہ کتا جو رات کے آنے والوں کو میرے آگے ہو کر بھونکے میرے لیے پالتو بلی سے زیادہ محبوب ہے

وَبَكْرٌ يَتَّبِعُ الْأَطْعَانَ صَعْبٌ
أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ بَغْلِ زَفُوفِ

اور ایک اکھڑ اونٹ جو ہودوں کے پیچھے پیچھے جاتا ہو میرے لیے تیز رفتار خچر سے زیادہ محبوب ہے

وَخَيْرٌ مِّنْ بَنِي عَمِّي نَحِيْفٌ
أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ عِلْجِ عَلِيْفِ

اور میرے چچا کے بیٹوں میں سے ایک دبلا پتلا خوبصورت اور اچھی خصلت والا نوجوان مجھے ایک موٹے اور پیٹو آدمی سے زیادہ پیارا ہے جب معاویہ نے یہ اشعار سننے تو اُس سے کہا : بحدل کی بیٹی نے جب تک مجھے علج علیف نہیں بنا دیا - خوش نہیں ہوئی ؟ یہ ہے وہ اشتیاق جو صحراء نشینوں کے دل میں صحرا کے لیے تھا - اور یہ ہے شہری زندگی سے بیزاری -

راغب نے ذکر کیا ہے کہ ایک ضَبَّیّیّ عورت جس کا نام حسّانہ تھا - نہایت ہی لطیف اور بارونق موسم میں پھولوں اور ریاحین کے درمیان ایک باغ میں حوض پر بیٹھی تھی - وہ بادیہ سے شہر کی طرف لائی گئی

تھی - کسی نے اس سے کہا : یہاں تمہارا کیا حال ہے ؟ کیا یہ سماں اس کے مقابلے میں جو بادیہ میں تھا زیادہ عمدہ نہیں ہے ؟ اس نے کچھ دیر تک سر جھکائے رکھا پھر آہ بھر کر کہا :

أَقُولُ لَا دُنَى صَاحِبَتِي أُسِيرَةٌ
وَلِلْعَيْنِ دَمْعٌ يُحْدِرُ الْكُحْلَ مَا كَبُّهُ

میں اپنے قریب ترین ساتھی کو راز کی بات بتاتی ہوں ، (اور میری اس وقت حالت یہ ہوتی ہے کہ) میری آنکھ سے بہنے والے آنسو سر سے کو نیچے گرا رہے ہوتے ہیں

لَتَعْمُرِي لِنَهْرٍ بِبَالِيكُوِي نَزَاحُ الْقَدَى
بَعِيدُ النَّوَاحِي غَيْرُ طَرَقِ مَشَارِبُهُ

اپنی جان کی قسم یقیناً وہ نہر جو لوی کے مقام پر ہے اور جس سے تنکے دور رہتے ہیں اور بعید از اطراف ہے اور اس کے گھاٹوں میں اونٹ نہیں گھسے ہوتے

أَحَبُّ إِلَيْنَا مِينَ صَهَارِ يَحْ مُلَيْتَتِ
لِلْعُتْبِ وَلَمْ تَمْلُحْ لَدَى مَلَا عَيْبُهُ

ان حوضوں کے مقابلے میں میرے لیے زیادہ محبوب ہے جنہیں کھیل کود کے لیے بھرا گیا ہو اور مجھے اس کی کھیلیں بھی اچھی نہ لگتی ہوں

فَيَا حَبْبَا نَجْدٍ وَطَيْبُ تُرَابِهِ
إِذَا هَضْبَتَهُ بِالشَّعْشِي هَوَاضِبُهُ

نجد اور اس کی مٹی کی پاکیزگی کے کیا کہنے جبکہ رات کے وقت اس پر بادل برسیں

وَرِيحُ صَبَا نَجْدٍ إِذَا مَا تَنَسَّمَتْ
ضُحَى أَوْ سَرَّتْ جُنْحَ الظِّلَامِ جَنَائِبُهُ

[۴۲۸ : ۲] اور نجد کی باد صبا کے کیا کہنے ، جب یہ چاشت کے وقت چلتی ہے یا اس کی جنائب ناسی ہوا رات کی تاریکی میں چلے

وَأَقْسِمُ لَا أَنْسَاهُ مَادُمْتُ حَيَّةً
وَمَادَامَ لَيْلٍ مِّنْ نَّهَارٍ يُعَاقِبُهُ

میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ جب تک میں زندہ ہوں اور جب تک رات اور دن باری باری آتے رہیں میں اس نہر کو نہ بھولوں گی

وَلَا زَالَ هَذَا الْقَطْرُ يُسْفِرُ لَوَاعِيَةٍ
بِذِكْرَاهُ حَتَّى يَتْرُكَ الْمَاءَ شَارِبُهُ

اور خدا کرے یہ بارش اس کی یاد میں دل کی جان کا اظہار کرتی رہے تاآنکہ پانی پینے والا (پانی پینا) چھوڑ دے (اور ایسا کبھی بھی نہ ہوگا)

ایک اور کہتا ہے اور اسے بادیہ کی بعض وادیوں کی یاد آ گئی تھی اور وہ اس کے اشتیاق میں بے چین تھا :

وَحَبَبْنَا حَيْثُ تُمْسِي الرِّيحُ بِسَارِدَةٍ
وَأَدَى أَشَىٰ وَفَيْتَيْنَانِ بِهِنَّ هُضُمُ

جب رات کے وقت ٹھنڈی ہوا چلتی ہے تو اس وقت اُشی کی وادی اور وہاں کے سخی نوجوان کیا ہی بھلے معلوم ہوتے ہیں

يَا لَيْتَ شِعْرِي عَن جَنْبِي مَكَشْحَةٍ
وَحَيْثُ تُبْنِي مِنَ الْجِنَاءِ الْاُطْمُ

کاش مجھے مَكَشْحَةٍ کے نخلستان کے دونوں پہلوؤں کے متعلق

۱ - شاعر کا نام زیاد بن حمل بن سعد بن عميرة بن حريث ہے - بعض زیاد بن مَنَقِد بتاتے ہیں - یہ صنعاء میں جا کر مقیم ہوا تھا مگر اس کو وہاں کی آب و ہوا موافق نہ آئی اور یہ نجد میں وادی اُشی کا رہنے والا تھا - اس پر اس نے یہ اشعار کہے تھے -

معلوم ہوتا اور اس مقام کے متعلق معلوم ہوتا جہاں حنّاء نامی ریت کے قریب قلعہ بنایا جاتا ہے

عَنْ الْأَشَاءِ هَلْ زَالَتْ مَخَارِمُهَا
وَهَلْ تَغْيِيرٌ مِّنْ أَرَامِيهَا إِرَامُ

یعنی اشاء کے متعلق (مجھے معلوم ہوتا) کیا اس کی پہاڑیوں کی چوٹیاں اپنے مقام سے ہٹ گئی ہیں اور کیا اس کے ان پتھروں میں سے جو لوگوں کی راہنمائی کے لیے نصب کیے جاتے ہیں کوئی ایک پتھر بھی متغیر ہوا ہے

وَجَنَّةٍ مَّا يَذُمُّ الدَّهْرَ حَاضِرُهَا
جَبَّارُهَا بِالنَّدَى وَالشَّحْمِ مَحْتَزِمُ

اور اس جنت کے متعلق مجھے معلوم ہو جہاں کے رہنے والا کبھی بھی اس کی مذمت نہیں کرتا اور جس کے کھجور کے لمبے لمبے درخت رطوبت اور شگوفوں سے لدے ہوئے ہوتے ہیں

اسی طرح ایک بدوی کہتا ہے - وہ بادیہ سے منتقل ہو کر شہر میں چلا گیا تھا - اس نے وہاں مکّاء پرندہ دیکھا (اور مکّاء ایک جنگلی پرندہ ہے) - اس بدوی نے مکّاء کو جھاؤ اور پیلو کے درخت پر بچے دیتے دیکھا تھا - اس پر اس بدوی نے اس پرندے سے کہا : اس جگہ کو چھوڑ کر چلا جا کیونکہ یہاں وہ درخت نہ ملے گا جس میں تو اپنا گھونسلا بنا سکے اور ڈر کہ کہیں تو بھی میری طرح یہاں بیمار نہ ہو جائے اس کے ان اشعار سے یہی مراد ہے :

أَلَا أَيُّهَا الْمُكَّاءُ مَالِكُ هُهُنَا
أَلَاءُ وَلَا أَرْطَى فَيَأْتِيَن تَبِيئُضُ

اے مکّاء یہاں تمہارا نہ جھاؤ کا درخت ہے نہ پیلو کا لہذا تو کہاں انڈے دے دے گا

فَتَأْصَعِدُ إِلَى أَرْضِ الْمَكَاكْسِيِّ وَاجْتَنِبْ
قُرَى الْمِصْرَ لَا تُصْبِحْ وَأَنْتَ مَرِيضٌ

[۴۲۹ : ۳] لہذا تو مکا کی (مکاء پرندوں کی) زمین میں چلا جا اور
مصر کی بستیوں سے اجتناب کر کہیں ایسا نہ ہو کہ ایک دن صبح
ہو اور تو مریض ہو

اور بنی قریط کا ایک غلام جسے مُطَيِّر کہتے تھے اپنے علاقے کے
اشتیاق میں کہتا ہے :

أَلَا لَيْتَ شِعْرِي هَلْ أَبْيِثُنْ لَيْلَةً
وَ صَدَاءُ مِينِي وَ الْبَيْضُ بَعِيْدُ

کاش مجھے معلوم ہو کہ کیا میں ایک رات بھی اس طرح گزار دوں
گا۔ جبکہ صداء چشمہ اور بیاض شہر مجھ سے دور ہوں گے

بِيوَادٍ مِّنَ اللَّعْبَاءِ أَعْلَاهُ عَوْسَجٌ
وَ أَسْفَلُهُ رِمْتٌ عَلَيْهِ جَهِيْدٌ

لعباء کی وادی میں جہاں اوپر کے حصے میں جھاڑیاں ہیں اور نچلے
حصے میں اونٹوں کے کھانے کی رِمْت نامی کھٹی بوٹی ہے جسے
اونٹ بہت پسند کرتے ہیں

وَ هَلْ أَسْمَعُنْ الدَّهْرَ أَصْوَاتَ فَيْثِيَّةٍ
بِيذِي الْهَوَزَوَى مِّنْ نَّاشِيٍّ وَ وَلِيْدٍ

اور کیا میں ذی الہوزوی کے مقام پر ان لوگوں کی آوازیں سن
سکوں گا جن میں کچھ جوان اور کچھ بچے ہوں

ایک اور شخص کہتا ہے :

أَيُّهَا جَبَلِيٌّ غَوْرِيٌّ تِهَامِيٌّ كَلَّمَا
تَطَالَاتِ النَّجْدُ أَشْرَقَتْ لِي ذُرَاكُمَا

اے تہامہ کی دونوں ہست زمینوں کے دو پہاڑو جب بھی گردن

لمبی کر کے نجد کو دیکھتا ہوں تو تمہاری چوٹیاں میرے لیے چمک اٹھتی ہیں

عَدِمْتَكُمْ مَا لَا يُؤْنِسُ النَّاطِرُ التَّذِي
بِهِ الشَّوْقُ شَيْئًا دُونَهُ، قُلْتَنَا كَمَا

خدا کرے میں تمہیں معدوم پاؤں ، میری نگاہِ اشتیاق کسی ایسی چیز کو نہیں دیکھ سکتی جس کے سامنے تمہاری دونوں چوٹیاں ہوں

أَصَابَكُمْ مِمَّنْ حُبِّ نَجْدٍ حَرَارَةٌ
و غُلٌّ فَلَا يَرَوِي بِمَاءٍ صَدَاكُمْ

خدا کرے تمہیں نجد کی محبت میں حرارت اور ایسی پیاس لگے کہ تمہاری پیاس پانی سے بھی نہ بجھے

اور قائد بن حکیم اپنی زمین کے اشتیاق میں کہتا ہے :

مَتَى السَّعْيِشُ مِمَّنْ مِصْرٍ بِنَارِ افِعَاتُنَا
إِلَى نَجْدٍ أَوْ بِنَادٍ لِعَيْشِنِي قِيلًا لَهَا

سفید اونٹ ہمیں کب مصر سے نجد تک جلدی سے پہنچا دیں گے یا کب اس کی چوٹیاں میری آنکھ کے سامنے ظاہر ہوں گی

و مَزَجِ إِلَيْهَا الطَّرْفَ حَتَّى يَرُدَّه
قَمُوسُ الْقُرَى فِي الْبُعْدِ يَخْفِقُ آلُهَا

اور بلند دکھائی دینے والی بستیاں کب ہماری نگاہ اس طرف دھکیل دیں گی اور دور سے ان کے سراب حرکت کرتے دکھائی دیتے ہوں گے

عَلَى مَتْنِ عَادِيٍّ كَمَا نَ أَمَّارَةٌ
رَجَالٌ تَسَادِيٌّ أَفَلَتَتْهَا جِمْالُهَا

ایک پرانے اونٹ کی پشت پر بیٹھ کر (جو اس قدر تیزی سے چل رہا ہو)

۱ - الامَّارُ : الموعود و الوقت المجدود

کہ یوں معلوم ہو رہا ہو کہ اس نے ان آدمیوں سے وعدہ کر رکھا ہے جن کے اونٹ چھوٹ گئے ہوں اور وہ لوگوں کو پکار رہے ہوں اور کہا :

خَلَّيْلَتِي ۙ اِنَّ حَانَّتْ ۙ بِمِصْرٍ مِّنِّي ۙ
وَ اَزْمَعْتُمَا اَنْ تَحْفِرَ اِلَيَّ ۙ بِهَاتَا قَبْرًا

میرے دو دوستو ! اگر مصر میں میری موت کا وقت آ جائے اور تم میرے لیے قبر کھودنے کا ارادہ کرو

فَلَا تَنْهَسِيَا اَنْ تَقْرَا لِي ۙ عَنِّي الشَّغْضِي
وَ نَجْدٍ سَلَامًا لَا قَلْبِيًّا ۙ وَلَا نَزْرًا

تو تم میری طرف سے غَضْضِي (جھاؤ کی قسم کا ایک درخت) اور نجد کو سلام کہنا نہ بھول جانا (اور یہ بھی یاد رہے کہ یہ سلام) کم اور تھوڑا نہ ہو

وَ اِنَّ سِرْتُمَا ۙ سُبْحَانَ رَبِّي ۙ بِالشَّغْضِي
اَوْ الشَّمْرَتِ مِّنْ نَّجْدٍ مُّخَيَّسَةً صُوعْرًا

سبحان اللہ ! اگر تم غَضْضِي میں یا نجد کے بے آب و گیاہ جنگل میں چلو جب کہ اونٹ نڈپال ہو چکے ہوں اور ان کے چہرے مڑ چکے ہوں

ایک اور شاعر کہتا ہے :

اَلَا لَيْتَ شِعْرِي ۙ هَلْ اَبِيَّتَن ۙ لَيْلَةَ
بِصَحْرَاءَ مَسَابِيْنِ الْجُثُومِ ۙ اِلَى شِعْرٍ

کاش مجھے معلوم ہو کہ کیا میں جُثُوم اور شعر کے درمیان صحرا میں ایک رات بھی گزاروں گا

۱ - بلوغ الارب میں : وان سرت يا سبحان ربي ہے -

وَهَلْ أَرْدَنْ الثَّعْيَيْنَ وَالشَّمْلُ جَمَاعٌ
مُقِيمٌ النَّوَى قَدْ حَانَ ذَاكَ عَنَّا قَدْرِي

[۲۳۰ : ۶] اور کیا میں چشمے پر ایسی حالت میں وارد ہوں گا جب کہ میری پراگندہ جماعت ایک جگہ اکٹھی ہوگئی ہوگی اور سفر کے بعد مقیم ہوگئی ہوگی اور میری تقدیر میں ایسا وقت آگیا ہوگا؟

وَهَلْ أَرَيْنَ الثَّرْمَلِ يَأْمُ خَالِدٍ
رَمِيَتْ النَّوَى مِنْ قَصْدِ مُطَلَعِ الْفَجْرِ

اے ام خالد ! کیا میں رمل کے مقام پر موڑ پر اگنے والی ریشٹ (ایک قسم کی بوٹی جسے اونٹ بہت پسند کرتے ہیں) بوٹی صبح کے طلوع ہونے کے وقت دیکھ سکوں گا

فَكَيْفَ وَلَمْ أُصْبِحْ أَحَدِيثُ فَيْثِيَّةً
كِرَامَ الْمَسَاعِي مِنْ رَبِيعَةَ أَوْ وَبُر

اور یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے جب کہ میں نے ان نوجوانوں سے بات ہی نہیں کی جو قبیلہ ربیعہ اور وبر میں اچھے کاموں کے کرنے کی کوشش کرنے والے ہیں

حَمِي سَرَّابْتَهُمْ فِي كَلِّ يَوْمِ كِرَّيْهَةِ
مَصَاعِيْبُ أَمْثَالِ الْمُعَبَّدَةِ الشَّهْرِ

۱ - مسہیلی (الروض الانف : ۲ : ۲۱۲) کہتا ہے : السَّرْبُ : السَّالِ الرَاعِي كَأَنَّهُ جَمْعُ سَارِبٍ وَ يُقَالُ هُوَ آمِنٌ فِي سَرِبِهِ إِذَا لَمْ يذْعُرْ وَلَا خَافَ عَلَى مَالِهِ مِنَ الْغَارَةِ وَ مِنْ قَالٍ : فِي سَرِبِهِ - بِكسْرِ السِّينِ - فَهُوَ مَشَلٌ لِأَنَّ السَّرْبَ هُوَ الْقَطِيعُ مِنَ السُّوحَشِ وَ الطَّيْرُ فَمَنْ أَمِنَ فِي سَرِبِهِ أَيْ لَمْ يذْعُرْ هُوَ نَفْسَهُ وَ لَازِعَرُ أَهْلُهُ وَ لِهَذَا الْمَعْنَى إِشَارَ مِنْ قَالٍ مِنْ أَهْلِ اللُّغَةِ مَعْنَى فِي سَرِبِهِ أَيْ فِي نَفْسِهِ ، لَمْ يُرَدَّ أَنَّ النَّفْسَ يُقَالُ لَهَا سَرِبٌ وَ إِنَّمَا أَرَادَ أَنَّهُ لَمْ يذْعُرْ هُوَ وَ لَأَمِنَ مَعَهُ -

ان کے مال اور مویشیوں کو ہر جنگ کے دن وہ نر مرد بچاتے ہیں جو مطیع اور روشن لوگوں کی طرح ہوتے ہیں

ایک اور شاعر کہتا ہے :

أَلَا يَأْ دِيَارَ الْحَسَىٰ وَالْحَسَىٰ جِيْرَةٌ
بِحَيْثُ تَنْهَتْ فِي الْعُرُوقِ جُبُوبُهَا

اے (محبوبہ کے) قبیلے کے گھرو جب کہ ان کا قبیلہ ہمارے پڑوس میں آ کر ٹھہرا تھا اس مقام پر جہاں گڑھوں کا پانی جڑوں تک پہنچ جاتا تھا

سَقَّتْكَ نِجْمَاءُ مِّنْ رَبِيعٍ تَتَابَعَتْ
عَلَيْكَ وَهَبَتْ غَيْرَ نَحْسٍ جُنُوبُهَا

خدا کرے تجھے موسم ربیع کے وہ بادل میراب کریں جو یکے بعد دیگرے آتے ہیں اور (خدا کرے) باد جنوب خوش بختی لے کر چلتی رہے۔

أَلَا لَيْتَ شِعْرِي هَلْ يَعُوْدُنَّ مَامَاضِي
لِنَافِيْشِكِ أُمِّ هَلْ تُغْفَرْنَ ذُنُوبُهَا

کاش مجھے معلوم ہو آیا وہ زمانہ جو ہم تمہارے اندر گزار چکے ہیں پھر لوٹ کر آئے گا یا کیا اس کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے ؟

ایک اور شاعر کہتا ہے :

لَقَدْ كَانَ بِالدَّهْنِ حَيَاةٌ لِّذِيْذَةٍ
وَسُحْتِطَبٌ لَا يُشْتَرَى بِالدَّرَاهِمِ

دھنا میں مزے کی زندگی ہو کر تھی اور (وہاں) ایندھن کاٹنے کی جگہ تھی جسے پیسوں سے نہیں خریدا جا سکتا

اور صدقہ بن نافع عقیلی اپنے گھروں کے اشتیاق میں کہتا ہے :

وہ اس وقت جزیرہ میں تھا :

أَرَقَّتْ بِحَرَّانِ الْجَزِيرَةِ مَوْهِنًا
لِبَرْقِ بَدَالِي نَضِيبٍ مُتَعَالِي

میں رات کا کچھ حصہ گزر جانے کے بعد جزیرہ کے حرّان شہر
میں جاگتا رہا اس بجلی کی وجہ سے جو مجھے دور اور اونچی
دکھائی دی تھی

بَدَا مِثْلَ تَلْمَاعِ الْفَتَاةِ بِيَكْفَهَا
وَمِنْ دُونِهِ نَأَى وَعَبْرٌ قِلَالِ

یہ بجلی اس طرح ظاہر ہوئی جس طرح ایک لڑکی اپنے ہاتھ سے اشارہ
کرتی ہے اور اس کے اور ہمارے درمیان بعید مسافت اور چوٹیوں کا
عبور کرنا تھا

فَبِتْ كَأَنَّ الشَّعَيْنَ تَكْجَلُ فِإِلْفَالًا
وَبِي مَسَّ حُمَّى بَيِّنٌ وَمُلَالِ

رات بھر میری یہ حالت رہی جیسے میری آنکھوں میں سیاہ
مرچ کا سرما لگا دیا ہو یا مجھے واضح طور پر بخار ہو اور بیماری
کی وجہ سے بے چینی ہو

فَهَلْ يَرَّجِعَنَّ عَيْشٌ مَضَى لِسَبَبِيهِ
وَإِظْلالِ سِدْرٍ يَتَانِعِ وَسَيَالِ

کیا وہ زندگی جو گزر چکی ہے پھر لوٹ کر آئے گی اور کیا
پکی ہوئی بیڑیوں اور سیال جھاڑی کے سائے بھی پھر لوٹ
آئیں گے

وَهَلْ تَرَّجِعَنَّ أَيَّامُنَا بِمَتَالِعِ
وَشُرْبِ بَأَوْشَالِ لَهْنٍ ظِلَالِ

۱ - بلوغ الارب میں غبر - [غین کے ساتھ] ہے اسے عبر - [عین کے
ساتھ] پڑھیں -

۲ - بلوغ الارب میں عمس ہے -

اور کیا وہ دن جو میں نے متالع کے مقام پر گزارے ہیں پھر آجائیں گے اور کیا محبوبہ کے سایہ دار کم گہرے پانیوں پر پھر ہم پانی پیئیں گے

وَبَيْضٍ كَأَمْشَالِ الْمَهَا يَسْتَبِينَنَا
بِقَيْلٍ وَ سَامِعٍ قِيَاهِينَ فَعَعَال

اور بہت سی سفید چہروں والی عورتیں ہیں جو جنگلی گایوں کی طرح ہیں اور ہمیں اپنی باتوں سے موہ لیتی ہیں حالانکہ ان کی باتوں کے ساتھ کوئی عمل نہیں ہوتا

وغیرہ وغیرہ اشعار جن میں بادیہ اور بادیہ کی چیزوں کے لیے اشتیاق ظاہر کیا ہے۔ اسلامی شاعر تو جب جاہلی شاعروں کے طریقے اور طرز پر چلتے ہیں تو ان سے بھی آگے نکل جاتے ہیں۔ اموی عہد کا شاعر اپنے نجدی اور عراقی اشعار میں ایسے ایسے نکات پیدا کرتا ہے کہ پہلے کسی نے نہ کیے ہوں گے۔

ان میں سے ایک کا یہ قول ہے :

وَأَسْرَىٰ بَعِيْشٍ كَالأَهْلَةِ فَوَقَّهَهَا
وَجُوهُ مِّنَ الْأَقْمَارِ أَبْهَىٰ وَأَنْشُورُ

میں ایسے سفید اونٹوں کو لے کر رات کے وقت نکلتا ہوں جو چلتے چلتے چاند کی طرح (کبڑے ہو گئے ہیں) اور ان کے اوپر جو لوگ بیٹھے ہوئے ہیں ان کے چہرے چاند سے زیادہ بارونق اور زیادہ چمک دار ہیں

وَيُعْجِبُنِي نَفْحُ الْعَرَارِ ۲ وَرُبَّمَا
شَمَخَتْ بَعِيرُ نَيْسِي وَقَدْ فَاحَ عَنبَرُ

۱ - یستبیننا : از سبی - استبی قلب فلان : آسره ببحبہ -

۲ - عرار : ایک خوشبو دار بوٹی ہے - بعض اسے بہار اور بعض جنگلی نرگس بتاتے ہیں -

[۳ : ۳۳۱] مجھے عرار کی مہک پسند آتی ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب عنبر کی خوشبو آنے لگتی ہے تو اپنی ناک کو اوپر اٹھاتا ہوں

وَيَخْدِشُ غَمْدِي بِالْحِمِي صَفْحَةَ الشَّرِي
إِذَا جَرَّ مِّنْ أَذْيَالِهِ الْمُتَحَضِّرُ

میری میان حیمہ کے مقام پر زمین کی سطح کو چھیلتی چلی جاتی ہے جب کوئی شہری اپنا دامن گھسیٹتا ہوا گزرتا ہے

فَمَا الشَّعْيَشُ إِلَّا الضَّبُّ يَحْرِي شُهُ الْفَتَى
وَوِرْدٌ بِمُسْتَنِّ الْيَرَابِيْعِ ۲ أَكْدَرُ

زندگی کا مزہ تو اسی میں ہے کہ انسان گوہ کا شکار کرتا رہے اور اس گدلے گھاٹ پر آ کر پانی پیئے جہاں یربوع دوڑتے پھرتے ہوں

بِحَيْثُ يَلْفُ الْمَرَاءُ أَطْنَابَ بَيْتِيهِ
عَلَى الْعِزِّ وَالْكُومِ ۳ الْمَرَّاسِيْلُ تَنْحَرُ

جہاں انسان اپنے خیمے کی طنابیں عزت کے عالم لپیٹتا ہو اور بڑی کوہان والی آرام آرام سے چلنے والی اونٹنیاں ذبح کی جاتی ہوں

وَيُغْشِي تَرَاهُ حَيْثُ يُسْتَعْتَمُ ۴ الْقِرَايُ
وَيَسْمُوهُ إِلَيْهِ الطَّارِقُ الْمُتَنَوِّرُ

- ۱ - بلوغ الارب میں : الی ہے اسے إلا پڑھیں -
- ۲ - یرابیع : یربوع کی جمع ہے یربوع : چوہے کی شکل کا ایک جانور ہے جس کی پچھلی ٹانگیں اور دم لمبی ہوتی ہے -
- ۳ - کُوم جمع کو ماء کی بڑی کوہان والی اونٹنی اور مَرَّاسِيْل کا مفرد مِرَّسَال ہے : آہستہ آہستہ چلنے والی اونٹنی -
- ۴ - استعتم : استبسطاً -

اور جب دوسرے افراد ضیافت کرنے میں دیر لگاتے ہوں تو لوگ اس شخص کے پاس آتے ہوں اور رات کا آنے والا اور آگ کو دیکھنے والا اسی طرف نگاہوں کو لگائے رکھتا ہو

اور اس کا قول :

خَلِيلِيَّيْنِي هَذَا رَبِّعٌ لَيْلِيَّيْنِي بِيَدِي الْغَضْبِي
سَقَى اللَّهُ لَيْلِيَّيْنِي وَالْغَضْبِي وَسَقَا كُفَمَا

میرے دونوں دوستو ! ذوالغضبئی کے مقام پر یہ لیلی کا مکان ہے خدا لیلی ، غضبی اور تم دونوں کو سیراب کرے

وَقَدْ كُنْتُمْ مَالِيٍّ مُسْعِدِيْنَ عَلَيَّ الْبُكَاءِ
فَمَا لَكُمْ مَا لَا تَسْعِدَانِ أَخَا كُفَمَا

میں روتا تھا ، تو تم میری مدد کیا کرتے تھے تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اپنے بھائی کی مدد نہیں کرتے

أَطَّلْتُ وَحَيْدًا لَا أَرَى مَنَ أَحِبُّهُ
فَهَلْ بِالْحِمِي لِيٍّ مِّنْ خَلِيلِيٍّ سِوَا كُفَمَا

میں دن بھر اکیلا رہتا ہوں اور کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھتا جس سے مجھے محبت ہے کیا حیمی میں تمہارے سوا میرا کوئی اور دوست بھی ہے

وَلَوْ غَابَ عَنِّيَّ وَاحِدٌ مِّنْكُمْ مَا وَهَتَّ
قُوَى الصَّبْرِ لَا أَوْهَى الزَّمَانُ قُوَا كُفَمَا

اگر تم میں سے ایک بھی غائب ہو جاتا ہے تو میرے صبر کی طاقت کمزور ہو جاتی ہے خدا کرے کہ زمانہ تمہارے قوی کو کمزور نہ کرے

فَكَيْفَ أَذُوْدُ الْهَمِّ عَنِّي تَجَلَّدًا
وَقَدْ غِبْتُمْ مَّا عَنِّي أَرْضِ نَجْدٍ كَيْلًا كُفَمَا

میں صبر و قوت کے ساتھ غم کو اپنے سے کہسے دور کر سکتا ہوں
جب کہ تم دونوں نجد کی زمین سے غائب ہو گئے ہو

اور اس کا قول :

بِمَنْشَطِ الشَّيْحِ مِّنْ نَّجْدٍ لَّنَا وَطَنٌ
لَّمْ تَجْرُ ذِكْرَاهُ إِلَّا حَنٌّ مُّغْتَرِبٌ

ہمارا وطن نجد کی زمین میں اس جگہ پر ہے جہاں خوشبو دار شہیح
گھاس نکلتی ہے جب بھی اس کا ذکر آتا ہے تو مسافر شخص کو
(وہاں واپس جانے کا) اشتیاق پیدا ہو جاتا ہے

إِذَا رَأَى الْإْفْقَ بِالظُّلْمَاءِ مُخْتَمِرًا
أَمْسَى وَنَاطِرُهُ، بِالسَّمْعِ مُنْتَقِبٌ

جب وہ افق کو تاریکی میں چھپا ہوا دیکھتا ہے تو اس کی
یہ حالت ہو جاتی ہے کہ اس کی آنکھیں آنسوؤں کا نقاب اوڑھ
لیتی ہیں

وَ نَشَقَّةٌ مِّنْ عَرَارٍ هَزَلِيمَتَةٌ
رُؤْيَجَّةٌ فِي مَرَاهَا مَسَّهَا لَغَبٌ

اس عرار بوٹی کا سونگھنا جو اپنے گیسوؤں کو حرکت دے
اس شام سے ذرا پہلے جس کی رات کے سفر میں اسے تھکان ہوا ہو

تَشْفِي غَلِيْلًا بِصَدْرِي لَا يُزَحْزِحُهُ
دَمْعٌ تُهَيِّبُ بِيَدِ الْأَشْوَاقِ مُنْسَكِبٌ

میرے سینے کی پیاس کو تسکین دیتا ہے (ایسی پیاس کہ)
اسے وہ آنسو دور نہیں کر سکتے جو بہ رہے ہوں اور شوق انہیں
دعوت دے رہا ہو

اور اس کا قول :

وَ نَفْحَةٌ مِّنْ رُّبَى ذِي الْأَثَلِ قَابَلِيْنِي
بِهَاتِي سِيْمٌ يَّتَزَيَّدُ الْقَلْبُ أَحْزَانًا

ان ٹیلوں کی مہک جہاں جھاؤ کے درخت ہیں مجھے سامنے سے آئی ، وہاں ایسی نسیم پائی جاتی ہے جو دل کے غموں میں اضافہ کرتی ہے

وَلَمَّ يَطِيبُ تَرْبُهُتَا مِينَ رَوْضَةِ أَنْفٍ
فَتَهَاجَ رِيَّاهُ أَطْرَابًا وَأَشْجَانًا

ان ٹیلوں کی مٹی اس باغ کی وجہ سے عمدہ نہیں ہے جہاں ابھی تک کوئی داخل نہیں ہوا لہذا اس کی مہک سے طرب اور غم بھڑک اٹھے ہوں

لَمَكِينٌ ذَا الْأَثَلِ طَابَ الشَّوَادِيَانِ بِيهِ
حَيْثُ الشَّرْبَابُ تَجْرُرًا لَشَذِيلِ أَحْيَانًا

لیکن یہ جھاؤ کا جو درخت ہے اس سے تو دونوں وادیاں بھلی لگنے لگی ہیں اور (یہ وہ مقام ہے) جہاں (محبوبہ) رباب کبھی کبھی دامن گھسیٹ کر چلتی ہے

وَلَمَّ يَكُنْ لِيْ أَكْنَافُ الْحِمَى وَ طَنًّا
وَلَا الْفَتَوَارِسُ مِينَ نَبْهَتَانِ جِيْرَانًا

[۴۳۲ : ۳] حمی کے اطراف کا علاقہ تو میرا وطن تو نہ تھا اور نہ ہی قبیلہ نبہان کے شہسوار میرے پڑوسی تھے

وغیرہ وغیرہ اشعار ہیں جن کے بیان کرنے سے بات لمبی ہو جاتی ہے - مسعودی نے اس بات کو تفصیل سے بیان کیا ہے کہ عربوں نے صحراء میں سکونت اختیار کرنے کو پسند کیا تو اس کا کیا سبب تھا - اس کے بیان کا ملخص یہ ہے : وہ کہتا ہے : اور عربوں نے دیکھا ہے کہ زمین میں ادھر ادھر دوڑتے رہنا اور مختلف اوقات میں زمین کے ٹکڑوں کو منتخب کرتے رہنا عزت کے لیے زیادہ مناسب ہے اور خود دار شخص کے زیادہ لائق ہے اور عرب کہتے ہیں کہ ہم زمین پر حاکم بن کر رہیں - چنانچہ جہاں چاہیں سکونت اختیار کر لیں - ہمارے لیے دوسرے حالات

کے مقابلے میں زیادہ مناسب ہے وہ کہتا ہے : دیگر لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ قدیم عربوں کی سرشت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات ڈال رکھی تھی کہ وہ بلند مرتبہ ہوں۔ ہمت اور قدر حاصل کریں اور ان میں شدید قسم کی خود داری تھی۔ عیب لگنے سے غیرت آتی تھی، اور عار سے بھاگتے تھے۔ لہذا انہوں نے اپنی فرودگاہوں کے متعلق سوچنا شروع کر دیا اور وطن کی جگہوں کا اندازہ لگایا۔ اسی طرح انہوں نے شہروں اور عمارتوں کی حالت کے بارے میں غور کیا تو ان میں عیب اور نقص پایا۔ بعض لوگ کہتے ہیں : زمینیں جسموں کی طرح بیمار پڑتی ہیں اور ان پر آفتیں آتی رہتی ہیں۔ ضروری بات یہ ہے کہ جگہوں کو ان کی صلاحیت کے مطابق چنا جائے۔ کیونکہ جب ہوا قوی ہو جاتی ہے تو بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ یہ وہاں کے باشندوں کو نقصان پہنچاتی ہے اور وہاں کے باسیوں کی مزاجوں کو بدل دیتی ہے اور ان میں سے بعض لوگ کہتے ہیں : عمارتیں اور دیواریں بنانے سے انسان زمین میں تصرف کرنے کے قابل نہیں رہتا۔ ادھر ادھر دوڑنے پھرنے سے رہ جاتا ہے ہمتیں مقید ہو جاتی ہیں اور طبیعتوں کے اندر جو یہ بات پائی جاتی ہے کہ وہ شرف کے معاملے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنا چاہتی ہیں وہ قید ہو کر رہ جاتی ہے۔ ایسی حالت پر قائم رہنے میں کوئی بہتری نہیں ہے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ عمارتیں اور بلند جگہیں غذا کو روک دیتی ہیں اور ہوا کی وسعت سے مانع آتی ہیں اور اس کی آزاد راہ روی میں رکاوٹ پیدا کرتی ہیں اور راستہ چلنے والوں کے لیے راستے کو تنکوں سے پُر کر دیتی ہیں۔ لہذا وہ اس وسیع جنگل میں سکونت اختیار کر لیتے ہیں جہاں انہیں کسی قسم کی رکاوٹ کا خوف نہیں ہوتا اور نہ ہی تکلیف سے جنگ کرنے کا ڈر ہوتا ہے۔ مزید برآں وہاں زندگی کی بدمزگی نہیں ہوتی، تیز ہوا ہوتی ہے، وباء نہیں ہوتی، اور ان جگہوں میں عقلمندانہ مہذب ہوتی ہیں اور مختلف مسکنوں میں منتقل ہوتے رہنے کی وجہ سے طبیعت میں پاکیزگی ہوتی ہے۔ مزاج صحیح رہتا ہے سمجھ قوی ہوتی ہے، رنگ صاف ہوتا ہے اور جسم محفوظ رہتے ہیں۔ کیونکہ عقلمندانہ اور رائیں

وہیں سے پیدا ہوتی ہیں جہاں سے ہوا - ظاہر ہے کہ فضا ہی ہوا کی طبیعت ہوتی ہے ، اور فضا میں آفات ، بیماریوں اور آلام سے انسان بچ سکتا ہے - اسی لیے عربوں نے بادیاہ میں سکونت اختیار کرنے اور بیابانوں میں اترنے کو پسند کیا - اسی وجہ سے وہ سب لوگوں سے زیادہ قوی ہمت ، زیادہ مضبوط عقلوں والے ، زیادہ تندرست جسموں والے ، زیادہ قوی پڑوسیوں والے ، عہد و پیمان کی زیادہ حمایت کرنے والے ، بہتر پڑوس والے ، اور بہتر عقلوں والے ہیں ، اس لیے کہ ان کو یہ سب کچھ فضا کی صفائی اور پاکیزگی نے دیا ہے - کیونکہ بدن کے اجزاء اس گرد و غبار کی وجہ سے جو (زمین سے) اٹھ کر اس کی طرف آتا ہے اور ان ذرات کی وجہ سے [۳ : ۳۳۳] جو اس کے صحنوں میں موجزن رہتے ہیں کثیف کدورتوں والے اور گندگی کی تکالیف سے بھرے ہوتے ہیں - اور یہ ان پانیوں سے اٹھتے ہیں (جن کا ذائقہ اور رنگ) بدلا ہوا ہوتا ہے اور ایک جگہ جمع رہتے ہیں - اس کے اطراف سے یہ تمام بخارات اٹھتے ہیں - یہی حال ہوتا ہے اس گرد و غبار ، بیماریوں اور آفتوں کا جو شہری لوگوں میں پائی جاتی ہیں اور ان کے جسموں میں داخل ہو جاتی ہیں اور پھر ان کے بالوں اور گرنے والے ذرات میں کٹی گنا ہو جاتی ہیں - لہذا عربوں کو دیگر بادیاہ نشین اقوام پر اس لیے فضیلت حاصل ہوئی کہ انہوں نے (رنگ رنگ کی) جگہوں کو منتخب کیا اور مختلف مقامات میں گھاس اور پانی کی تلاش میں گئے - مسعودی کہتا ہے :

اسی طرح عرب کردوں اور ان درشت خُو اقوام کی بدخوئی سے کنارہ کش رہے جو پہاڑوں میں رہتے ہیں نیز ان دیگر لوگوں کی بدخوئی سے بھی جو زمین کے گڑھوں اور ہموار میدانوں میں رہتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ان قوموں کے اخلاق جو ان پہاڑوں اور وادیوں میں رہتے ہیں ان کے مسکن کی پستی اور بلندی کے اعتبار سے ان کے مسکنوں کے عین مناسب ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں کی زمین اعتدال پر قائم نہیں رہتی - یہی وجہ ہے کہ وہاں کے رہنے والوں کے اخلاق میں درشتی پائی جاتی ہے -

کسری انوشروان کے پاس عربوں کا ایک خطیب آیا تو کسری نے اس سے عربوں کی حالت اور ان کے مسکنوں کے متعلق پوچھا۔ نیز یہ کہ عربوں نے بادیاہ نشینی کو کیوں اختیار کیا؟ اس نے جواب دیا: اے بادشاہ! وہ زمین کے مالک بنے اور تو ان کا مالک نہیں بنا۔ وہ دیواروں کے اندر اپنے آپ کو محفوظ کر کے رہنے سے بچے رہے، انہوں نے اپنی تیز اور قاطع تلواروں اور بھورے رنگ کے نیزوں پر اعتماد کیا۔ لہذا جو کوئی کسی قطعہ زمین پر قابض ہوتا ہے تو گویا ساری زمین اسی کی ہو جاتی ہے وہ اس کے اچھے حصوں پر وارد ہوتے ہیں اور وہاں کے لطیف حصوں کا قصد کرتے ہیں۔

کسری نے پوچھا: آسمان میں سے ان کو کیا حصہ ملا ہے؟ اس نے کہا: فرقدان اور کہکشاں کی چوٹی کے نیچے سے اور سعد الجدی سے لے کر زمیں پر جہانکتا ہوا اسی کے مطابق حصہ ان کے پاس ہے۔ کسری نے کہا: ان کی ہوائیں کیا ہیں؟ اس نے کہا: ان کی بالعموم ہوا رات کے وقت نکبہا ہوتی ہے اور سورج کے انقلاب کے وقت صبا ہوتی ہے۔ کسری نے پوچھا: ہوائیں کتنی ہیں؟ کہا: چار اگر ایک بھی اپنی جہت سے منحرف ہو جائے تو وہ نکبہا کہلاتی ہے اور سہیل سے فجر کی سفیدی کے کنارے تک جنوب ہے اور جو ان دونوں کے بالمقابل ہو یعنی مغرب کی جانب سے ان کو سامنے سے ملتی ہو وہ شمال ہے اور جو کعبہ کی پشت کی جانب سے آئے وہ دبور ہے اور جو کعبہ کے سامنے سے آئے وہ صبا ہے۔ کسری نے پوچھا: وہ بالعموم کیا غذا کھاتے ہیں؟ اس نے جواب دیا: گوشت، دودھ، نبیز اور کھجور، کہا: ان کی عادات و خصال کیا ہیں؟ کہا: عزت، شرف، بزرگی کے کام، مہمان نوازی، پناہ گزیں کی حفاظت کرنا، خوف زدہ کو پناہ دینا، اور دیتوں اور تاوان کا ادا کرنا [۳: ۳۳۴] اور اعلیٰ مقاصد کی خاطر جانیں لڑا دینا، یہ رات کے وقت مسافر ہیں اور دوپہر کے وقت شیر۔ خشکی کو آباد کرنے والے اور چٹیل میدانوں سے انس رکھنے والے ہیں۔ انہیں قناعت سے الفت ہے اور ذلت کو چھوڑ کر یہ آگے نکل جاتے ہیں۔

یہ خون کا بدلہ لینے والے اور عار سے ناک چڑھانے اور عہد کی حمایت کرنے والے ہیں۔ کسریٰ نے کہا: تو نے اس قوم کی شرافت اور بزرگی کے اعتبار سے تعریف کر دی ہے اور ہم انہیں ان میں کامیاب بنانے کے زیادہ حقدار ہیں۔

بہر حال عربوں نے جنگوں ، بیابانوں اور جنگوں کو منتخب کیا۔ چنانچہ ان میں سے بعض نجد کے علاقہ میں چلے گئے بعض تہامہ میں یعنی وہ لوگ جنہوں نے پست زمینوں میں سکونت اختیار کر لی مثلاً غور بیسان ، اور شام کے علاقہ میں فلسطین اور اردن کی سرزمین میں غور غزہ جہاں لخم اور جذام کے کچھ لوگ آباد ہو گئے تھے۔

تمام عربوں کے اپنے پانی ہیں جن پر وہ اکٹھے ہوتے ہیں اور زمین کے ٹکڑے ہیں جہاں وہ قیام کرتے ہیں مثلاً رُہا ، سماوہ ، تہامہ کے علاقے ، بلند پہاڑی علاقے ، پست زمینیں ، ہموار زمینیں ہیں۔ اور تو عربوں کی کسی جماعت کو نہ دیکھے گا کہ وہ اپنی مشہور جگہوں کو چھوڑ کر دور چلے گئے ہوں یا اپنے مشہور پانیوں کو چھوڑ گئے ہوں ، مثلاً ماء ضارج ، ماء العقیق ، اور سباط اور اسی قسم کے اور پانی ، زمخشری ، ابو لغدہ اصفہانی اور دیگر ائمہ نے اپنی مشہور کتابوں میں ان کا بالتفصیل ذکر کیا ہے۔

بادیہ نشین عرب شہری عربوں سے کن باتوں میں ممتاز ہیں

بادیہ کے رہنے والوں اور شہروں اور بستیوں کے رہنے والوں میں جو فرق ہے وہ ہر ایک پر ظاہر ہے۔ یہ فرق جسم میں ، حواس ظاہرہ اور حواس باطنہ میں ، صورتوں میں ، اخلاق میں ، قوت اور ضعف میں ، لب

۱۔ حسن بن عبد اللہ الاصفہانی ، المعروف بہ لغدہ و الکذہ ، ابو علی کنیت ، لغوی ، نحوی اور ادیب تھا۔ اس نے بغداد میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ ۲۱۰ھ میں وفات پائی۔

و لہجہ میں ، ہاتھ کی سخاوت میں ، جرأت اور شجاعت اور دیگر امور میں پایا جاتا ہے ۔ جن کی تفصیل بیان کرنے سے بات لمبی ہو جاتی ہے ۔ یہاں تک کہ جو شخص بادیہ کی نباتات اور شہری نباتات کے درمیان موازنہ کرے گا وہ ان کے درمیان کئی وجوہ سے فرق پائے گا ۔ یہی حال وہاں کے وحشی جانوروں اور پالتو جانوروں ، پرندوں اور دیگر جنگلی جانوروں کا ہے کیونکہ یہ اپنے خواص اور اوصاف کے اعتبار سے شہری جانوروں سے ممتاز ہوتے ہیں ۔ ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں چند فصلوں میں ان دونوں فریقوں کے درمیان فرق بیان کیا ہے ۔

ان میں سے ایک یہ ہے : کہ بادیہ نشین شہریوں کے مقابلے میں زیادہ قدیم اور ان سے پہلے کے ہیں ۔ اور یہ کہ بادیہ آبادی کی اصل ہے اور شہر بادیہ کے مددگار ہیں ۔ اس لیے کہ بدوی لوگ اپنے حالات میں صرف ان چیزوں پر اکتفا کرتے ہیں جو ان کے لیے ضروری ہوں اور جو اس سے زائد ہو اس سے دستکش رہتے ہیں ۔ اور شہری اپنی حاجات کے معاملے میں ناز و نعمت پر زور دیتے ہیں اور اپنے حالات اور عادات میں کمال تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں ۔ اس بات میں شک نہیں کہ ضروری امور حاجت اور کمال کے امور کے مقابلہ میں زیادہ قدیم اور ان سے پہلے آتے ہیں ۔ نیز اس لیے بھی کہ ضروری اصل ہے اور کمالی اس کی فرع جو اسی سے پیدا ہوئی ہے ۔ لہذا صحرا شہر اور شہری زندگی کی اصل [۴ : ۴۳۵] اور ان دونوں سے پہلے قرار پائی اس لیے کہ انسان کا سب سے پہلا مقصد وہ چیز ہوتی ہے جو ضروری ہو اور وہ ناز و نعمت اور کمال تک اسی صورت میں پہنچ سکتا ہے جب ضروری چیزیں اسے پہلے ہی سے حاصل ہوں ۔ لہذا بدویت کی تکلیف دہ زندگی شہر کی آرام دہ زندگی سے پہلے ہوگی ۔ اس کے بعد اس نے اس کا طویل تذکرہ کیا ہے ۔

اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ بادیہ کے لوگ شہری لوگوں کے مقابلے میں نیکی کے زیادہ قریب ہوتے ہیں ۔ اس لیے کہ جب نفس ابھی اپنی

۱ - بلوغ الارب میں دوارج ہے ۔ اسے دواجن پڑھیں ۔

پہلی فطرت پر قائم ہوگا تو وہ ان امور کے قبول کرنے کے لیے جو اس پر وارد ہوتے ہیں اور ان کا نقش نفس پر ہوتا ہے۔ مثلاً خیر اور شر پہلے ہی سے تیار ہوگا اور اس نیکی اور بدی میں سے جو چیز بھی اور جس قدر بھی اس کے پاس پہلے ہی سے آئی ہوتی ہے۔ اسی قدر دوسری اس سے دور رہتی ہے۔ اور اس کا اکتساب کرنا اس کے لیے دشوار ہوتا ہے۔ چنانچہ جب نیک کام کرنے والے کے پاس نیک عادات پہلے ہی سے آگئی ہوں اور اسے ان کا ملکہ حاصل ہو گیا ہو تو وہ شر سے دور رہے گا اور وہ شر کا طریقہ مشکل سے سیکھ سکے گا۔ یہی حال برے کام کرنے والے کا ہے۔ جب اس کے پاس بری عادات پہلے ہی سے آچکی ہوں۔

ان میں سے ایک یہ ہے کہ صحراء نشین لوگ شہری لوگوں کے مقابلے میں شجاعت کے زیادہ قریب ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ شہری لوگوں نے اپنے پہلوؤں کو آرام و راحت کی عادت ڈال رکھی ہوتی ہے اور وہ ناز و نعمت میں ڈوبے ہوتے ہیں۔ انہوں نے اپنے مال اور جان کی حفاظت کا کام اپنے حاکموں کے سپرد کر رکھا ہوتا ہے۔ اس حاکم کے سپرد کر رکھا ہوتا جو ان پر حکمرانی کرتا ہے۔ اس حفاظتی جماعت کے سپرد کر رکھا ہوتا ہے جو ان کی پاسبانی کرتی ہے۔ ان کا اعتماد ان فصیلوں پر ہوتا ہے جو ان کی حفاظت کرتی ہیں اور ان قلعوں پر ہوتا ہے جو ان کے درمیان حائل ہوتے ہیں۔ لہذا انہیں نہ تو دشمن کی للکار جوش میں لاتی ہے اور نہ ان کا شکار بھاگ جاتا ہے اور وہ غافل اور بے خوف ہو کر ہتھیار پھینک دیتے ہیں۔ اسی حال میں ان کی کئی نسلیں یکے بعد دیگرے گزر جائیں اور وہ بمنزلہ ان عورتوں اور بچوں کے ہو جاتے ہیں جو گھر کے مالک کے دست نگر ہوں۔ بالآخر یہ ایک پختہ خصلت بن جاتی ہے جو فطرت کے قائم مقام ہوتی ہے۔ برعکس اس کے بدوی عام معاشرے سے الگ تھلگ رہتے اور اطراف شہر میں تنہا ہوتے اور حفاظتی فوج سے دور ہونے اور دیواروں اور دروازوں سے علیحدہ ہونے کی وجہ سے اپنی حفاظت آپ کرتے ہیں۔ یہ کام نہ کسی اور کے سپرد کرتے ہیں اور نہ کسی اور پر اعتماد کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ ہر وقت ہتھیار اٹھائے رہتے ہیں اور راہ

چلتے وقت ہر طرف دیکھتے رہتے ہیں۔ اور صرف تھوڑی دیر کے لیے وہیں آنکھ لگا لیتے جہاں بیٹھے ہوں یا پالان کے اوپر۔ اور دھیمی آواز اور دشمن کی للکار پر کان لگائے رکھتے ہیں۔ اور وہ چٹیل میدان اور بیابان میں اکیلے چلے جاتے ہیں۔ انہیں اپنی بہادری پر بھروسا اور اپنی ذات پر [۳ : ۳۶] اعتماد ہوتا ہے۔ جرأت ان کا خُلق اور بہادری ان کی خصلت بن چکی ہوتی ہے۔ جب کوئی پکارنے والا انہیں پکارے یا فریادی انہیں مدد کو آنے کو کہے تو یہ انہی اوصاف کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ جب کوئی شہری بادیہ میں آ کر ان کے ساتھ مل کر رہنا چاہتا ہے اور سفر میں ان کے ساتھ ہوتا ہے تو اس کا اعتماد انہی پر ہوتا ہے اور وہ کوئی بات بھی بذات خود نہیں کر سکتا۔ یہ آنکھوں دیکھی ہوئی بات ہے۔ یہاں تک کہ وہ اطراف اور جہات کی معرفت اور پانی پر وارد ہونے کی جگہوں اور راستوں پر چلنے کی جگہوں سے بھی واقف نہیں ہوتا۔

ان میں سے ایک یہ ہے کہ شہری لوگوں کا حکام کے احکام کی تکلیف برداشت کرتے رہنے سے ان کی جرأت تباہ ہو جاتی ہے اور ان کی قوت مدافعت جاتی رہتی ہے۔ شہری کے لیے بادیہ میں سکونت اختیار کرنا ممکن نہیں ہو سکتا اس لیے کہ وہاں قبائل کے سوا کوئی اور نہیں رہ سکتا۔ نیز یہ کہ خالص نسب والے لوگ صرف بادیہ کے عربوں کے یہاں پائے جاتے ہیں شہریوں کے ہاں نہیں پائے جاتے۔ اور یہ کہ بادیہ کے لوگ اوروں کے مقابلے میں غلبہ پانے کی بہتر قدرت رکھتے ہیں۔ اور یہ کہ جب کوئی قوم بدوی اور غیر مہذب ہو تو اس کی حکومت زیادہ وسیع ہوتی ہے۔ اور یہ کہ بادیہ کے رہنے والے عرب صرف ہموار زمین پر ہی غلبہ پا سکتے ہیں۔ اور یہ کہ جب بدوی ممالک پر قابض ہو جاتے ہیں تو وہ بہت جلد ویران ہو جاتے ہیں برخلاف شہریوں کے (کہ اگر وہ غلبہ پا لیں تو ایسا نہیں ہوتا)۔ نیز یہ کہ بادیہ نشین عرب تمام قوموں سے زیادہ ملکی سیاست سے دور ہوتے ہیں۔ اور یہ کہ بادیہ نشینوں کے قبائل اور گروہ شہری لوگوں کے زیر اثر ہوتے ہیں۔ اور یہ کہ بادیہ کے لوگ ان شہروں میں نہیں رہ سکتے جہاں کی آبادی زیادہ ہو۔

ابن خلدون نے ان فرقوں کے اسباب بیان کرنے کے لیے طویل بحث کی ہے۔ جس کے نقل کرنے کی یہاں ضرورت نہیں ہے۔ جو شخص دونوں فریقوں کے حالات کا غور سے مطالعہ کرے گا یا باریک بینی سے کام لے گا اس پر مزید فرق بھی ظاہر ہو جائیں گے۔ پاک ہے وہ خدا جس نے ہر قوم کو ان خصوصیات کے باعث ممتاز کر رکھا ہے جو اوروں میں نہیں پائی جاتیں۔ اور ان کو وہ صفات عطا کر رکھی ہیں جو اوروں کے پاس چلی نہیں جاتیں۔ اور اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے۔ نیز یہ کہ تمہاری زبانیں اور رنگ مختلف ہیں۔ اس میں جہاں والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

خاتمہ

یہ خاتمہ ہے اس بیان کا جسے اللہ تعالیٰ نے جو کہ توفیق اور انعام کا مالک ہے۔ میرے لیے آسان کر دیا تھا یعنی ان حالات کا بیان جو اسلام سے پہلے عربوں کے تھے۔ بحمد اللہ یہ بیان ناظرین کے لیے خوشی اور قارئین کے لیے مسرت بن کر آیا ہے۔ مگر جو کچھ میں نے ہر باب میں رقم کیا ہے وہ صرف سینے کے ہار کا ایک موتی ہے اور موجزن سمندر کا ایک قطرہ ہے۔ کیونکہ ان نیک لوگوں کے طبقات میں سے صرف ایک طبقہ کے بھی مفصل حالات کے بیان کی کئی کتابیں بھی متحمل نہیں ہو سکتیں [۳ : ۳۳۷] خواہ قلم کس قدر اختصار سے ہی کیوں نہ کام لے۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے مشہور ادیبوں میں سے کسی بلند ہمت ادیب کو اس کام پر مقرر کر دے کیونکہ جس کا ساتھ توفیق ایزدی دے اس کے لیے کام آسان ہو جاتا ہے۔ عرب ایک ایسی قوم ہیں جن کے ذکر پر زور دینا اور جن کے اچھے حالات کی جستجو کرنا ضروری ہے۔ یہ لوگ کارہائے نمایاں انجام دینے والے اور فضیلتوں اور قابل فخر کاموں کے کرنے والے ہیں۔ انہی کے فضائل سے کاغذوں کے صفحات مزین ہیں اور ترش رو زمانے کا چہرہ انہی کی قابل تعریف طبیعتوں کی وجہ سے مسکرا اٹھتا ہے۔ ہم عنقریب۔ اگر اللہ نے چاہا تو ایک الگ اور عمدہ کتاب لکھیں گے جس میں اس نجیب قوم کے ان افراد کے حالات بالاستیعاب بیان کیے جائیں گے جو آج تک باقی ہیں اور مختلف ملکوں میں پھیل چکے ہیں۔ انہوں نے پست زمینوں اور بلند زمینوں کو پُر کر دیا ہے۔ اور ان میں اب بھی اپنے اسلاف کے اوصاف پائے جاتے ہیں اور ان میں یہ بزرگیاں اور یہ طبائع اب بھی موجود ہیں۔ میری ان سے مراد وہ تمام لوگ نہیں جو ان کی زبان بولتے، ان کے خطے میں رہتے اور ان کی علامت سے موسوم ہے۔

فَمَّا كَلَّمُ مَسْخُضُوبِ الْبَنَانِ بِشَيْئَانَةٍ
وَلَا كَلَّمُ مَسْخُضُوبِ الْحَدِيدِ يَتَمَانِي

کیونکہ ہر وہ عورت جس نے انگلیوں کو مہندی لگا رکھی ہو بٹیشہ نہیں ہو سکتی اور نہ ہی ہر صیقل شدہ لوہا یعنی تلوار ہو سکتا ہے

میں اللہ تعالیٰ کے حضور ملتجی ہوں کہ وہ مجھے اس وقت جبکہ میرا جسم فنا ہو چکا ہو اور (لوگوں کو) میرا نام بھی بھول چکا ہو مجھے اس کام کا بہتر اجر دے اور میری اچھی یاد باقی رکھے۔ ابتدا میں بھی اور خاتمے پر بھی انعام عطا کرنے والے خدا کا شکر ہے۔ وہی اول ہے بغیر عدد کے، وہی آخر ہے بغیر انتہا کے، وہ دانا ہے بدون اس کے کہ کوئی اسے آگاہ کرے۔ وہ خدا کہ جس کو بھی وہ ادب سکھاتا ہے اچھا ادب سکھاتا ہے اور دیتا ہے تو بہت دیتا ہے۔ ایسی تعریف جسے مسلسل مدد ملتی رہے اور جو ابد تک جاری رہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی امّی پر جو پاک اصل والے، روشن دل والے، سخی ہاتھ والے، آگ نکالنے والے، چقماق والے، ایسے صاحب رسالت جو حق کا اعلان کرنے والے تھے۔ خالص باتیں کہنے والے، جو صالح گھرانے والے اور نصیحت کرنے والے خاندان سے ہیں رحمت بھیجے، ایسی رحمت جو آپ اور آپ کی پاک، نیکو کار، طیب اور نیک آل پر بھی شامل ہو۔

اس کتاب کے لکھنے سے یکم جمادی الاخرہ ۱۳۰۴ھ کو فراغت ہوئی۔ ہماری آخری دعوت یہ ہے کہ سب تعریف جہانوں کے پالنے والے رب کے لیے ہو۔

اشاریہ

الرجال

شہروں ، قبیلوں اور کتابوں کے نام

بسم الله الرحمن الرحيم

والجواب

في بيان ما ذكره في كتابه

رجال

ابن حرب (صاحب الارجوزہ): ۵۵۱
 ابن حزم: ۲۰۶ ، ۲۱۳
 ابن خلدون: ۳۴۹ ، ۳۵۶ ،
 ۳۷۰ ، ۳۱۲ ، ۳۱۳ ، ۳۲۸ ،
 ۳۴۹ ، ۳۵۱ ، ۳۵۲ ، ۳۵۳ ،
 ۳۸۲ ، ۵۲۷ ، ۵۳۰ ، ۵۳۲ ،
 ۵۷۲ ، ۵۷۳ ، ۵۷۴ ، ۵۸۶ ،
 ۵۸۷ ، ۶۰۷ ، ۶۳۹ ، ۶۴۰ ،
 ۶۷۳ ، ۶۷۶
 ابن خلف: ۴۳۹
 ابن درید: ۹۲ ، ۱۳۷ ، ۱۵۳ ،
 ۱۷۳ ، ۱۸۷ ، ۱۹۲ ، ۱۹۵ ،
 ۱۹۶ ، ۲۳۵ ، ۲۷۴ ، ۳۱۲ ،
 ۳۱۳ ، ۳۸۰ ، ۳۸۵ ، ۳۸۹ ،
 ۳۹۳ ، ۳۹۹
 ابن ذی یزن: دیکھیں سیف بن
 ذی یزن
 ابن الزبیر: ۱۰۲ نیز دیکھیں
 عبداللہ بن الزبیر
 ابن السائب الکلبی: دیکھیں ابن
 الکلبی
 ابن السکیت: ۴۷۳ ، ۴۷۴ ،
 ۵۹۵

ابن الاثیر: ۴۲۴ ، ۴۷۱
 ابن احمر: ۲۶۴ ، ۵۱۶ ، ۵۱۹
 نیز دیکھیں عمرو بن احمر بن
 العمرد الباہلی -
 ابن اردی الکلاعی: ۴۴۴
 ابن اسحاق: ۳۶۳
 ابن الاشعث: ۶۲۰ ح
 ابن ابی أصیبیعہ: ۴۵۴ ، ۴۵۵ ،
 ۴۷۴
 ابن الاعرابی: ۱۹ ، ۲۳۲ ، ۲۷۴ ،
 ۳۵۹ ، ۳۷۸ ، ۵۹۳
 ابن الانباری: ۵۴ ، ۴۷۲ نیز
 دیکھیں ابوبکر انباری -
 ابن بری المقدسی: دیکھیں المقدسی
 ابن التوأم: ۶۳۵
 ابن جذل الطعان: ۱۸۴ ح
 ابن جملج: ۴۵۵
 ابن جنی: ۶۳۸
 ابن الجوزی: ۳۶۳
 ابن ابی حاتم: ۵۴۶
 ابن حبیب: ۲۱۹
 ابن حیدریم: ۴۷۰ ، ۴۷۱

ابو اسحاق طرابلسی : ۵۱۷
 ابو الاسود الدثلی : ۱۲۹ ، ۲۲۵ ،
 ۶۱۶
 ابو بصیر : دیکھیں اعشی
 ابوبکر : دیکھیں ابن درید
 ابوبکر رضی اللہ عنہ : ۵۳ ، ۲۲۲ ،
 ۲۲۷ ، ۲۲۸ ، ۲۲۹ ، ۲۳۰ ،
 ۳۳۱ ، ۳۵۵
 ابوبکر انباری : ۱۸۳ نیز دیکھیں
 ابن الانباری
 ابوبکر خوارزمی : ۸۱
 ابوبکر الصولی : ۲۵۶ ، ۲۵۹ ،
 ۲۶۳
 ابوبکر عاصم الوزير : ۱۳ ح ،
 ۱۳ ح
 ابو تمام (الطائی) : ۲۰۲
 ابو جعفر : ۹۲
 ابو جعفر بن جریر : دیکھیں ابن
 جریر الطبری
 ابو حاتم (السجستانی) : ۹۳ ،
 ۱۳۸ ، ۱۵۸ ، ۱۶۷ ، ۱۶۸ ،
 ۲۳۵ ، ۲۵۱ ، ۳۲۱ ، ۳۲۵ ،
 ۳۲۷ ، ۵۳۳
 ابو الحارث : دیکھیں عبدالمطلب
 ابو الحارث بن زرارہ : ۲۳۸
 ابو الحسن الحسنی : ۱۰۰
 ابو حنیفہ (امام) : ۲۰۹

ابن سلام الجمحی : ۲۳۳ نیز
 دیکھیں ابو عبداللہ محمد بن سلام
 ابن السید : ۶۱ ، ۳۰۷
 ابن سیدہ : ۶۲۱ ح
 ابن صیاد : ۳۵۱ ، ۳۵۲ ، ۳۵۳
 ابن عباس : ۱۶۳ ، ۲۲۳ ، ۲۲۷ ،
 ۲۳۹ ، ۳۶۶ ، ۵۷۰ ، ۵۹۵
 ابن عبدالبر : ۹۳ ، ۲۰۷
 ابن عبدون : ۳۷۱
 ابن عمر : ۲۲۳
 ابن قتال بن یربوع (نابغہ ذبیانی
 ثانی) : ۲۵ ح
 ابن قتیبہ : ۹ ، ۲۱ ، ۳۰ ، ۹۳ ،
 ۱۰۲ ، ۲۳۵ ، ۲۳۸ ، ۲۵۱ ،
 ۲۹۰ ، ۲۹۹ ، ۳۰۷
 ابن قیّم : ۲۱۶ ، ۳۳۱ ، ۳۳۵ ،
 ۳۱۵ ، ۳۲۳
 ابن الکلبی : ۱۶۱ ، ۱۷۳ ،
 ۱۸۰ ، ۱۸۷ ، ۱۹۲ ، ۳۲۳ ،
 ۳۵۶ ، ۳۷۸ ، ۳۹۳ ، ۳۹۹ ،
 ۵۳۳
 ابن المغربی : دیکھیں ابو الحسن
 علی بن المغربی
 ابن مقبل : ۱۱۲ ، ۶۳۰ ح
 ابن المقفع : ۲۳۳ ، ۵۳۶
 ابنتہ الخس الایادیہ : ۳۲۳
 ابو اسحاق الزجاج : ۲۱۰

ابو عبید (البکری) : ۳۵۹
 ابو عبیدہ : ۶۱ ، ۱۳۹ ، ۱۹۶ ،
 ۲۱۱ ، ۲۳۳ ، ۲۳۵ ، ۲۵۱ ،
 ۲۶۱ ، ۲۶۷ ، ۳۲۷ ، ۳۷۳ ،
 ۵۲۳ ، ۵۶۳

ابو عبیدہ بن جراح : ۳۳۱
 ابو عثمان : ۱۹۶
 ابو عقیل : دیکھیں عامر بن
 الطفیل

ابو عقیل : دیکھیں لبید بن ربیعہ
 ابو علی : دیکھیں عامر بن الطفیل
 ابو علی قالی : ۳۹۳

ابو عمرو بن العلاء : ۲۸ ، ۲۵۷
 ابو الفرج اصفہانی : ۱۷۱ ، ۲۵۱ ،
 ۳۳۱ ، ۳۱۲ ، ۳۷۰ ، ۵۱۲ ،
 ۵۱۳

ابو القاسم الاصفہانی : ۳۳۳ ،
 ۳۴۳ ، ۳۴۶
 ابو قیس بن الاسلمت : ۶۱۲
 ابو لغدہ اصفہانی : ۶۷۲
 ابو مجیب : ۳۲۹

ابو محجن الثقفی : ۱۲۵
 ابو محمد عبداللہ : دیکھیں ابن بری
 المقدسی

ابو محمد بن حزم : دیکھیں ابن حزم
 ابو المخشون : ۱۳۸
 ابو مخنف : ۳۸۰

ابو حنیفہ (الدینوری) : ۲۵۱ ،
 ۲۶۷ ، ۲۷۵ ، ۶۳۹
 ابو خالد القیمی : ۳۱۸
 ابو خراش ہذلی : ۱۰۸ ، ۱۱۰
 ابو خزاعہ : دیکھیں الصلت بن
 النضر بن کنانہ

ابو دؤاد الایادی : ۳۶ ، ۳۹۳
 ابو ذکوان : ۲۵۹
 ابو ذؤیب : ۱۰۷ ، ۳۱۳ ، ۳۲۹ ،
 ۳۳۰ ، ۳۳۱

ابو زید (راوی) : ۳۵۵
 ابو سفیان بن حرب : ۳۶۷ ،
 ۳۶۸ ، ۵۳۰

ابو سلمیٰ (زہیر کا باپ) :
 دیکھیں ربیعہ بن رباح المزنی
 ابو سیارہ العدوانی : ۱۸۵

ابو صالح (راوی) : ۳۵۶ ، ۳۷۸
 ابو صخر : دیکھیں کُشَیْر
 ابو صخر الہذلی : ۱۱۱

ابو الطمجان القینی : ۸۰ ، ۸۱ ،
 ۱۶۷ ، ح ۸۱

ابو الطیب : دیکھیں المتنبی
 ابو عائشہ : دیکھیں مسروق بن اجدع
 ابو عبداللہ : دیکھیں احد (الامام)
 ابو عبداللہ الاسکافی : ۵۹۶ ، ۶۰۱
 نیز دیکھیں ابو عبداللہ محمد بن
 عبداللہ الخطیب الاسکافی

اسامہ بن زید : ۳۳۴
 اسحاق بن حسان القوهی (ابو یعقوب) : دیکھیں خزیمی
 اسد بن خزیمہ : ۱۵۹
 الاسکافی : دیکھیں ابو عبداللہ الاسکافی
 اسلم بن سدرہ : ۵۲۹ ، ۵۳۱
 اسماء بنت ابی بکر : ۲۲۲
 اسماء (ام بنی وبرہ) : ۲۱۹
 اسمعیل علیہ السلام : ۲۵۸ ، ۶۴۳
 اسماعیل قالی : ۳۶۱
 الاسود بن یعفر : ۳۷
 اشیم (والد جمعہ والدہ کثیر) : ۲۴۴
 اصفہانی : دیکھیں ابی الفرج الاصفہانی
 اصفہانی (صاحب جزیرۃ العرب) : ۵۷۴
 اصمعی : ۶۱ ، ۱۰۸ ، ۳۱۳ ، ۳۱۴ ، ۳۱۵ ، ۳۱۶ ، ۳۱۷ ، ۳۱۸ ، ۳۲۱ ، ۳۲۱ ، ۳۵۹
 الاضبط بن قریع السعدی : ۵۴
 اعشی : ۱۷ ، ۸۳ ، ۲۵۱ ، ۳۷۶ ، ۵۲۷ ، ۵۶۱ ، ۵۹۳ ، ۶۰۲
 الاعلم : ۲۹۴

ابو معشر : ۳۵۵
 ابو المکنون النحوی : ۳۱۷
 ابو المنذر : دیکھیں ہشام بن محمد الکلبی
 ابو موسیٰ (اشعری) : ۲۲ ، ۲۵۸
 ابو الندی : ۴۷۱
 ابو نواس : ۵۴۹
 ام الحویرث : ۴۲۱
 آدم : ۵۷۱ ، ۵۹۵
 آل رقبہ : ۱۳۵
 آمنہ (ام النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) : ۴۰۹ ، ۴۱۰
 آمنہ (بنت سعید بن العاص) : ۶۱۶ ح
 ابراہیم علیہ السلام : ۲۵۸ ، ۲۶۹
 ابراہیم بن محمد الزجاج (ابو اسحاق) : ۲۷۹ ، ۲۸۸ ، ۲۹۷
 الابلق الاسدی : ۴۱۳ ، ۴۲۵
 الاجلح : ۴۲۵
 احمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) : ۲۸۷
 احمد بن عبید : ۷۰
 احنف بن قیس : ۶۱۳ ، ۶۲۲ ، ۶۳۲
 اخیحہ بن الجلاح : ۷۸
 ازہری : ۶۱۱

بلوغ الارب ، جلد چہارم

ایاد (بن نزار) : ۳۳۸ ، ۳۳۹ ، ۳۳۰ ،
۵۳۷ ، ۳۴۱ ، ۳۴۰

ب

ابو زرارہ بجاتال بن حاجب العلقمی :

۲۳۵

بُجَیر (بن زہیر) : ۲۰

بُحتری : ۶۵۰

بجدل : ۶۵۳

بخت نصر : ۳۳۷

برج بن مسہر : ۳۹۹ ، ۴۰۰

بسطام بن قیس : ۶۲۱ ح

بشار بن برد : ۸۹ ، ۶۳۴

بشر بن ابی خازم : ۲۹

بشر بن عبدالملک : ۵۳۰

بلقیس ابنتہ ذی شرح : ۵۴۶

زہیر : ۲۲

بہمن : ۱۳۸

پ

پرویز (بادشاہ) : ۵۸۳

ت

تأبط شرأ : ۵۱۸

تبع الحمیری : ۲۵۲

تمیم بن مُر : ۱۵۹

تمیم بن ابی مقبل : دیکھیں ابن

مقبل

افعی جُرمی : ۳۳۸ ، ۳۳۹ ، ۳۴۰

افنون التغلبی : ۷۵

افوہ اودی : ۳۱

اکثم بن صیفی التمیمی : ۱۷۵

۱۷۷

اکیدر بن عبدالملک : ۵۳۰

امرؤ القیس (شاعر) : ۱۰ ، ۹

ح ۱۱ ، ۱۵ ، ۱۶ ، ۱۷ ، ۸۸

۲۵۳ ، ۵۱۷ ، ۵۷۵ ، ۵۷۶

امرؤ القیس بن ربیعہ : دیکھیں

مسلمہ بن ربیعہ

امرؤ القیس بن زید سناة : ۲۳۷

امرؤ القیس بن عمرو بن عدی :

ح ۳۸

امیئہ ابن الاسکر : ۱۸۵ ح

امیئہ بن ابی الصلت : ۶۲ ، ۲۶۹

۲۸۱ ، ۵۳۱ ، ۵۴۴

انمار (بن نزار) : ۳۳۸ ، ۳۳۹

۳۴۰ ، ۳۴۱

انوشروان (کسری) : ۳۵۶

۳۵۷ ، ۳۵۸ ، ۳۵۹ ، ۳۶۰

۳۶۲

أنیف بن حارثہ بن لام : ۳۹۹

۴۰۰

اوس بن حارثہ : ۱۷۳

اوس بن حجر : ۲۸ ، ۱۶۹

۲۵۳ ، ۳۷۱

جعفر بن حمدان الکاتب : ۵۴۹

جعفر بن سلیمان : ۱۹۵

جفنه : ۳۷۶

جمحی : دیکھیں ابن سلام اور ابو

عبدالله محمد بن سلام

جمعه بنت اشیم : ۲۴۴

جمیل (شاعر) : ۲۴۶

جندب بن العنبر بن عمرو بن تمیم :

۴۳۴ ، ۴۳۲

جہم الہذلی : ۴۴۰

جودان بن یحییٰ الفرضی : ۳۸۶

جوہری : ۲۱۳ ، ۲۱۳ ، ۴۵۵

۴۷۳ ، ۴۷۳ ، ۵۲۷ ، ۵۸۲

۵۸۳ ، ۵۸۹ ، ۵۹۳ ، ۶۰۲

۶۰۵

جویریہ بن اسماء : ۲۴۹

ح

حاتم الطائی : ۴۸ ، ۲۳۳

حاجب بن زرارہ : ۲۳۸

الحارث بن الاغر الایادی : ۵۳۸

حارث بن امیہ : ۳۵۶

الحارث بن تمیم : ۲۳۷

الحارث بن حلزہ : ۶۱

حارث (بن خزرج) : ۱۷۳

الحارث بن ذبیان بن لجأ : ۱۸۷

۱۸۹ ، ۱۹۰ ، ۱۹۱

توزی : ۱۹۶

تیم اللات : ۴۱۵ ، ۴۱۶

تیم بن مرثہ : ۲۲۹

ث

ثابت بن جابر بن سفیان : دیکھیں

تأبط شراً

ثعالبی : ۵۰ ، ۱۰۲ ، ۲۲۵

۲۶۸ ، ۲۶۹ ، ۲۷۲ ، ۵۱۷

ثعلب : ۱۹

ج

جابر بن عمرو المازنی : ۴۳۱

الجاحظ : ۱۳۵ ، ۱۳۸ ، ۱۴۲

۲۵۱ ، ۲۵۴ ، ۶۱۴

جار الله (الزمخشری) : ۳۶۲

جبریل : ۹۷

جراد القریمی : ۲۲۷

جرمی : ۲۶۷

جرویل بن مالک : دیکھیں حطیئہ

جریر (شاعر) : ۵۸۰ ، ۵۹۲

جریر بن عبدالله بجلی : ۲۰۳

جریر بن عبدالمسیح : دیکھیں

المتلمس

جزء بن غالب : ۲۷۳

جستاس بن مرثہ : ۲۲۸

جشم (بن خزرج) : ۱۷۳

جعدی : دیکھیں نابغہ جعدی

حسین (ابن درید کا چچا) : ۳۹۹
 حطیبہ : ۴۶ ، ۱۰۳ ، ۱۰۵
 حمزہ اصفہانی : ۱۴۵ ، ۶۱۱
 حمزہ بن عبدالمطلب : ۶۱۸
 حمصیصہ شیبانی : ۶۱۷ ح
 حمّید بن ثور : ۱۱۴
 حنظلہ بن الشرقی : دیکھیں ابو
 الطمجان القینی
 الحوفزان : ۲۲۸

خ

خالد بن صفوان : ۱۸۶
 خالد بن عبد اللہ الفہری : ۳۶۳
 خالد بن معدان : ۲۰۲
 خالد بن معمر : ۶۲۹
 خالد بن یزید بن معاویہ : ۶۱۶ ح
 خُبَیب (بن عبد اللہ بن زبیر) :
 ۲۲۲
 خَدَّیج (نجاشی شاعر کا بھائی) :
 ۶۳۰ ح
 خراشہ بن عمرو العبسی : ۶۲۶ ح
 خُرَیْمی : ۱۷۰
 خزرج : ۱۷۳ ، ۱۷۵
 خُزَیمہ (بن زرارہ) : ۲۳۸
 خطابی : ۴۱۳
 خلدان : دیکھیں نزار
 خلف الاحمر : ۶۳۳

حارث بن سدوس : ۶۲۹
 الحُرث بن عبدالمطلب : ۳۵۷
 الحُرث بن کعب : ۱۵۸
 الحُرث بن کلدۃ الثقفی : ۴۵۴ ،
 ۴۵۵ ، ۴۵۶ ، ۴۵۷ ، ۴۵۸ ،
 ۴۵۹ ، ۴۶۰ ، ۴۶۲ ، ۴۶۳ ،
 ۴۶۴ ، ۴۶۵ ، ۴۶۶ ، ۴۷۱
 حارثہ بن بدر غدانی : ۷۷ ح
 حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر :
 ۳۷۶
 حجاج بن یوسف : ۳۲۷ ، ۳۲۸ ،
 ۶۲۰ ح
 حرب بن امیہ : ۳۵۷ ، ۵۳۰ ،
 ۵۳۱
 حرب بن مَجد : ۴۶۴
 حرملہ (راوی) : ۳۴۳
 حرملہ : دیکھیں مرقش اصغر
 حریم : ۳۹۳
 الحزین الکنانی : ۲۴۹
 حسّان بن ثابت : ۱۰ ، ۹۷ ،
 ۴۳۱
 حسّانہ : ۶۵۴
 حسّل بن عامر بن عمیرہ الہمدانی :
 ۴۲۶ ، ۴۲۷ ، ۴۲۸
 حسن بصری : ۲۰۲
 حسن بن حسین : ۴۶۵
 حسنین : ۵۱

ذوالقرنین : (شعر میں) : ۲۵۱ ،

۲۵۲ ، ۲۵۳

ذویزن : ۳۶۵

ذیسال بن نفر : ۳۹۹

ر

راعی : ۲۶۱ ، ۵۹۳

راغب : ۶۵۴

ریاح بن عجلہ : دیکھیں عتراف
الیمامہ

ربیع : ۳۴۳

الربیع بن ضبیع الفزاری :

۱۶۲ ، ۱۶۳ ، ۱۶۴ ، ۲۵۱

ربیعہ بن حارثہ بن عامر : ۳۷۶

ربیعہ (بن ریح المزی) (زہیر کا

باپ) : دیکھیں ابو سلثمی

ربیعہ بن سفیان : دیکھیں مرقدش
اصغر

ربیعہ (بن مضر) : ۳۷۰

ربیعہ (بن نزار) : ۳۳۸ ، ۳۳۹ ،

۳۴۰ ، ۳۴۱

رزاح بن ربیعہ : ۱۵۰

رضی : ۳۶۱

الرقاص الکلبی : ۴۴۱

رؤبہ بن العجاج : ۲۶۷ ، ۲۶۸ ،

۳۵۹ ، ۳۶۰ ، ۳۶۱ ، ۴۲۳ ،

۵۸۲

خلیل (بن احمد) : ۲۶۶

خنافر بن التوام الحمیری : ۳۸۵ ،

۳۸۶ ، ۳۸۷

خنساء : ۲۰

خویلد : ۳۴۵

خویلد : ۳۸۰ ، ۳۸۱

خیثم بن عدی : ۴۴۱

د

داؤد بن رشید : ۴۶۴

درہم بن زید : ۶۱۸

درید بن الصیمہ : ۱۱۷ ، ۶۰۵ ،

۶۱۴

دعبل : ۸۰ ، ۱۱۲

دغفل بن حنظلہ السدوسی : ۲۲۶ ،

۲۲۷ ، ۲۲۸ ، ۲۲۹ ، ۲۳۰ ،

۲۳۱ ، ۲۳۲

دہین بن زبراء : ۱۸۸

دوید بن زید : ۱۳۶ ، ۱۳۸ ،

دینوری : دیکھیں ابو حنیفہ

الدینوری

ذ

ذوالاصبع العدوانی : ۱۵۶ ، ۱۷۱ ،

ذو جدن : ۱۵۳

ذوالجدین : دیکھیں قیس

ذوالرمہ : ۲۷۸ ، ۲۹۴ ح ،

۵۲۰ ، ۶۰۵

زید (اسامہ کا باپ) : ۳۳۴

زید بن الکیس النمری : ۲۳۴

زید مناة : ۲۳۷

زید بن کثوة : ۶۲۳

س

سابق البربری : ۵۴۵

سابور ذوالاکتاف : ۵۳۷ ، ۵۳۸ ،

۵۳۹ ، ۵۴۰

سبا (بن یشجب) : ۳۷۷

سبیع : ۱۵۴

سحبان وائل : ۱۳۵ ، ۱۳۳ ،

۱۳۴ ، ۱۳۵ ، ۱۳۶

سحیم عبدالجسحاس : ۱۲۴

سریح (نام لوہار) : ۵۹۷

سطیح (بن مازن بن غسان) :

۳۶۵ ، ۳۶۶ ، ۳۶۸ ، ۳۷۰ ،

۴۱۲

سعد : ۲۳۷

سعد (حاتم کا دادا) : ۴۰۱

سعد ہذیم : ۲۳۵

سعد القین (ضرب المثل میں) :

۵۹۶

سعد بن زید مناة : ۴۳۲ ، ۴۳۳ ،

۴۳۴ ، ۴۳۵

سعد بن عبادة : ۴۳۱

سعد بن ابی وقاص : ۴۵۵

ز

زبراء : ۳۸۰ ، ۳۸۱

الزبرقان بن بدر : ۱۰۵ ، ۶۱۱

زبیر (بن بکار) (مصنف کتاب

النسب) : ۲۱۰

زبیری : دیکھیں عبداللہ بن مصعب

بن ثابت بن عبداللہ بن الزبیر

زجاج : دیکھیں ابراہیم بن محمد

الزجاجی : دیکھیں عبدالرحمن

بن اسحاق

زرقاء : ۵۶۴

زفر بن الحارث : ۱۳۰

زمخشری : ۴۷۰ ، ۶۷۲

زہری : ۲۵۸

زہیر (بن ابی سلمی) : ۱۷۷ ،

۱۹ ، ۲۱ ، ۲۲ ، ۲۸ ، ۱۰۳

زہیر بن جناب بن ہبیل الحمیری :

۱۴۸ ، ۱۴۹ ، ۱۵۰

زہیر بن جناب الکلبی : ۳۳۱

زیاد : ۲۳۰

زیاد بن حمل بن سعد : ۶۵۶ ح

زیاد بن زید العذری : ۱۲۸

زیاد بن سیتار : ۴۴۲

زیاد بن معاویہ : دیکھیں نابغہ

ذبیانی

زیاد بن منفذ : ۶۵۶ ح

شاہپور : دیکھیں ساہور ذوالا کتاف
الشافعی : ۲۰۸ ، ۳۳۱ ، ۳۳۲ ،

۳۳۳ ، ۵۰۰ ، ۳۳۳
شا کر : ۳۲۷ ، ۳۲۸ ،

شبیب : ۱۳۱ ،
شراحیل شیبانی : ۶۱۷ ح

شرف الدین یزدی : ۵۵۱
شرقی بن حنظلہ : دیکھیں ابوالطمحان

القینی

شہصار (تابع خنافر) : ۳۸۶ ، ۳۸۷

شعبی : ۲۳۹ ، ۲۵۸

شعثم : ۳۱۵

شعیب علیہ السلام : ۱۵۹

شق بن انمار بن نزار : ۳۶۳ ، ۳۶۴

۳۶۵ ، ۳۶۶ ، ۳۷۰

شاخ بن ضرار : ۱۲۱ ، ۵۹۱

شمعلہ بن الاخضر الضبی : ۶۲۰

شنفری : ۷۳ ، ۶۰۰

شیمان بن علقمہ : ۲۳۸

شیبۃ الحمد : دیکھیں عبدالمطلب

ص

صدقہ بن نافع عقیلی : ۶۶۲

صدیق اکبر : دیکھیں ابوبکر

صعب : دیکھیں ذوالقرنین

صعصعہ بن صوحان : ۲۳۹ ، ۲۴۱

سعید بن الاموی : ۳۶۵
ابو اَحِیْحہ سعید بن العاص :

۶۱۲ ، ۶۱۶

سعید بن عبدالرحمن بن حسان بن
ثابت : ۱۰۰

سعید بن عثمان : ۱۳۳

سفیان بن امیہ : ۵۳۱

سکن بن سعید : ۲۳۶ ، ۲۳۷ ،

۳۸۰ ، ۳۸۹ ، ۳۹۳

سلامتہ (بن جندل) : ۳۹۳

سُلْمٰی (زہیر کی ہم شیرہ) : ۲۰

سُلْمٰی الہمزانیۃ الحمیریۃ : ۳۹۳

۳۹۳

سلیمان علیہ السلام : ۲۶۸ ، ۵۳۶

سلیمان بن جلجل : ۳۶۵

سنان (طریفہ کا نوکر) : ۳۷۱

سواد بن قارب : ۲۵۴ ، ۳۹۹ ،

۳۰۰ ، ۳۰۱ ، ۳۰۴ ، ۳۰۵ ،

۳۰۶ ، ۳۰۷ ، ۳۱۲

سوار (کتے کا نام) : ۳۵۸

سُوَیْد بن ابی کابل : ۱۱۸

سیبویہ : ۲۸۸

سیف بن ذویزن : ۳۶۴

سیوطی : ۵۳۰

ش

شأس بن نہار بن اسود : دیکھیں

ممزق عبدي

ظ

ظبیۃ بنت الکیس النمری : ۱۶۱
ظل الشیطان : دیکھیں محمد بن سعد
بن وقاص

ع

عائذ بن محصن : دیکھیں مشقب عبدی
عائشہ : ۲۲۲

عائشہ بنت طلحہ بن عبد اللہ : ۲۴۵

۲۴۸ ، ۲۴۶

عاجنہ : ۴۲۶

عارق (شاعر) : ۳۹۹ ، ۴۰۱ ، ۴۰۲

عاصم بن ثابت بن ابی الافلح : ۴۶۸

عامر (حیصل کا باپ) : ۴۲۶

عامر بن جدرہ : ۵۲۹

عامر بن الطفیل : ۷۹ ، ۲۲۵ ، ۵۶۱

عباد بن حصین : ۶۲۳ ح

عباس بن ہشام : ۲۴۲ ، ۳۸۹

عبد الجحڑ الیربوعی : ۲۷۷ ح

عبدة بن الطیب : ۱۱۳

عبدالرحمان بن اسحاق الزجاجی

ابوالقاسم : ۲۸۵ ، ۲۸۶ ،

۲۸۸ ، ۲۹۶

عبدالرحمان (بن حسان بن ثابت) :

۱۰۰

عبدالرحمن (ابن اخ الاصمعی) :

۳۱۶ ، ۳۲۲ ، ۳۲۹ ، ۳۳۰

صلاءہ بن عمرو بن مالک : دیکھیں
افوہ اوادی

الصلت بن النضر بن کنانہ : ۲۴۵

صناجۃ العرب : دیکھیں اعشی

صہباء (ابو سفیان کی بہن) : ۵۳۰

صولی : ۶۱ ، ۵۳۰ ، ۵۳۷ ، ۵۴۳

۵۴۴ ، ۵۴۵ ، ۵۴۷ ، ۵۴۸ ،

۵۶۲ ، ۵۶۴

ض

ضابئی بن الجحڑ : ۴۳۷ ، ۴۴۱

الضیب : دیکھیں ابن اروی الکلاعی

ط

طبری : ۲۱۱

طرفہ : ۳۵ ح ، ۳۹ ، ۴۰ ، ۶۱ ،

۸۸ ، ۲۵۳ ، ۵۲۴ ، ۵۴۰ ،

۵۴۱ ، ۵۴۲ ، ۵۴۳

طرماح بن حکیم : ۳۹۹ ، ۵۸۴

طریف بن تمیم (ابو سلیط) : ۶۱۷

طریف بن العاصی الدوسی : ۱۸۷ ،

۱۸۹ ، ۱۹۰ ، ۱۹۱

طریفۃ الکاہن : ۳۷۱ ، ۳۷۲ ،

۳۷۳ ، ۳۷۸ ، ۳۷۹

طفیل ذوالنورین بن عمرو : ۱۸۷

طفیل الغنوی : ۵۳ ، ۱۶۹ ، ۲۷۳ ح

طلحۃ الطلحات : ۱۳۵ ، ۱۳۶

طلیحہ اسدی : ۳۵۴

عبداللہ بن مصعب بن ثابت بن
عبداللہ بن زبیر : ۱۸۰ ح
عبداللہ بن عبدالمطلب : ۳۰۹ ، ۳۱۰
عبدالمحسن قاضی : ۲۶۸
عبدالمسیح بن بقیلہ غسانی : ۳۶۷ ،
۳۶۸ ، ۳۶۹ ، ۳۷۰
عبدالمطلب : ۳۵۶ ، ۳۵۷ ، ۵۶۸
عبدالملک (شارح قصیدہ ابن
عبیدون) : ۳۷۱
عبدالملک بن ابجر : ۳۶۲
عبدالملک بن مروان : ۱۶۳ ،
۱۶۴ ، ۱۹۲ ، ۲۳۷
عبد مناة بن زرارہ : ۲۳۸
عَبَّاسُ بن طلق : ۶۲۲
عَبَّيْدُ بن ابرص : ۳۴
عُبيد اللہ بن زیاد : ۱۲۹
عُستَيْبِہ بن الحارث : ۲۷۷ ح
عُتْبَى : ۳۲۷
عُتْبِیہ بن مرداس : ۶۳۱
عثمان رضی اللہ عنہ : ۲۰۷ ، ۳۵۵
عُجَیْر السلولی : ۱۴۰
عدی بن ربیعہ : دیکھیں مہلہل
بن ربیعہ
عدی بن زید عبادی : ۵۶
عرابۃ الاوسی : ۱۲۱
عراف نجد : دیکھیں الابلق الاسدی
عراف الیمامہ : ۳۱۳ ، ۳۲۵ نیز
دیکھیں رباع بن عجلہ

عبدالرحمن بن ابی عبس الانصاری
: ۱۷۳

عبدالرحمن بن عوف : ۲۰۵
عبد شمس بن عبد مناف : ۵۶۸
عبدالقادر البغدادی : ۳۶۱
عبدالقادر بن علی بن شعبان العوفی :
۵۵۱

عبد قیس بن خفاف : ۷۱
عبداللہ بن ایوب ابو محمد التیمی :
۵۶۵

عبداللہ بن جدعان : ۶۲
عبداللہ بن جعفر : ۱۶۴
عبداللہ بن حصین : دیکھیں ورقاء
الاشعر

عبداللہ (بن دارم) : ۲۳۸
عبداللہ بن ابی ربیعہ بن عوف الثقفی :
دیکھیں امیہ بن ابی الصلت

عبداللہ بن الزبیر : ۱۶۴ ، ۲۲۲
عبداللہ بن سعد بن الحشرج (حاتم
طائی کا باپ) : ۳۹۹
عبداللہ بن عباس : ۱۶۴ نیز دیکھیں
ابن عباس

عبداللہ بن عبدالحجر بن عبدالمدان :
۲۴۲

عبداللہ بن عبدالمطلب : ۲۰۶
عبداللہ بن عمر : ۱۶۴
عبداللہ بن قیس الرقیات : ۱۴۱

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ :

۲۲ ، ۲۶ ، ۹۶ ، ۱۰۱ ، ۱۱۳ ،

۲۰۳ ، ۲۰۷ ، ۲۱۲ ، ۲۵۸ ،

۳۳۵ ، ۳۰۴ ، ۳۰۸ ، ۳۳۱ ،

۳۵۵

عمرو : دیکھیں ہاشم بن عبد مناف

عمرو بن احمر (بن عمرو الباہلی) :

۲۱۱

عمرو بن امرؤالقیس : ۶۱۷

عمرو بن الایتم : ۱۲۳

عمرو بن بحر ابو عثمان : دیکھیں

الجاحظ

عمرو بن برّاقۃ الہمدانی : ۳۹۳ ،

ح ۳۹۴

عمرو بن تمیم : ۲۳۷

عمرو بن (خزرج) : ۱۷۳

عمرو بن زرارہ : ۲۳۸

عمرو بن سعید الاشرق : ۱۳۹

عمرو بن شبہ : ۱۰۱

عمرو بن عامر : دیکھیں مزقیاء

عمرو بن عدی : ۵۰

عمرو بن عوف : ۳۶۴

عمرو بن کلثوم : ۵۰ ، ۵۱ ، ۶۱ ،

۱۸۰ ، ۵۲۳

عمرو بن معدیکرب : ۱۲۲ ، ۲۳۳

عمرو بن ہند : ۵۰ ، ۵۴۰ ، ۵۴۱ ،

۵۴۳

عروہ بن الورد : ۷۴

عروہ بن یزید : ۴۲۵

عزّہ (بنت حمید) : ۲۴۵ ، ۲۴۷ ،

۲۴۸ ، ۳۲۰ ، ۳۲۱

عزّشی : ۵۴۳

عزّی سلمة السکان : ۳۵۶ ، ۳۵۷

عطاء بن یسار : ۴۴۸

عُضَیْرَاء السکانة الحمیریہ : ۳۹۴ ،

۳۹۷ ، ۳۹۶

عقبہ بن ابی مُعَیْط : ۴۶۸

عقل بن ابی طالب : ۳۵۶

عکرشہ بنت حاجب بن زرارہ : ۲۳۸

عکرمہ : ۲۴۹

العکلی : ۴۲۰

العلاء بن الحضرمی : ۹۴

علس : ۱۵۳

علقمہ : ۴۱۶

علقمہ بن زرارہ : ۲۳۵ ، ۲۳۸

علقمہ بن صفوان بن امیہ : ۳۶۳

علقمہ بن عبدہ : ۴۴

علقمہ بن علاثہ : ۸۴ ، ۵۶۱

علی رضی اللہ عنہ : ۵۱ ، ۱۲۰ ،

۱۹۲ ، ۲۰۷ ، ۲۲۳ ، ۲۲۷ ،

۲۲۹ ، ۲۳۰ ، ۳۵۵ ، ۳۶۳ ،

۳۶۸ ، ۶۳۵

ابوالحسن علی بن المغربی : ۵۵۱

ق

- قائد بن حکیم : ۶۵۹
 قالی : ۲۴۷ ، ۳۸۰ ، ۳۸۵ نیز
 دیکھیں ابو علی القالی
 قتادة الفقيه : ۳۷۸
 قتیلہ بنت الحارث : ۳۶۸ ، ۳۷۰
 قدامہ بن جراد القریمی : ۲۲۷
 قزوینی : ۳۶۳
 قس بن ساعیدہ : ۶۴ ، ۱۴۳ ،
 ۲۵۳ ، ۵۴۴
 قصی بن کلاب : ۲۲۹
 قطابی : ۶۵۲
 قمر البطحاء : دیکھیں عبد مناف
 قمرالعراق : دیکھیں مسعود بن عمرو
 قمعہ بن الیاس بن مضر بن نزار :
 ۳۳۷
 قیس بن خارجہ : ۱۳۵
 قیس بن الخطیم : ۷۶ ، ۵۸۱
 قیس بن رفاعہ : ۱۹۳
 قیس بن زبیر : ۱۶۱
 قیس بن عاصم : ۱۱۴ ، ۱۷۹ ،
 ۱۸۰
 قیس بن عبد اللہ بن وحوح : دیکھیں
 نابغہ جعدی
 قیس بن عمرو : دیکھیں نجاشی

- عمرہ بنت بشر بن عمرو : ۲۳۸
 عمرو بنت سُبَیْع : ۴۴۴ ، ۴۴۵
 عمیر بن قیس : دیکھیں ابن
 جزل الطعان
 عمیلہ بن خالد الاعزل : دیکھیں
 ابو سیارہ العدوانی
 عنترہ : ۵۱ ، ۵۲ ، ۵۶۶
 عنشز : دیکھیں زرقاء (الیمامہ)
 عنقش بن مہیرہ : ۱۸۸
 عوانہ : ۲۳۰
 عوف : ۲۲۸
 عوف (بن خزرج) : ۱۷۳
 عیسیٰ علیہ السلام : ۱۶۴ ، ۲۰۰

غ

- غالب بن فہر بن مالک بن النضر :
 ۳۶۴
 غیلان بن خرشہ : ۶۱۴

ف

- فاطمہ بنت مُرِّ الخثعمیہ : ۴۰۹ ،
 ۴۱۰
 فاطمہ بنت المنذر (مرقش کی
 محبوبہ) : ۳۵ ح
 فرزدق : ۸۸ ، ۲۹۳ ، ۴۴۶ ،
 ۶۲۰ ، ۶۲۴
 فضل بن عیسیٰ الرقاشی : ۱۸۶ ح

ک

لبید (بن زرارہ) : ۲۳۸
 لسخمی : ۲۴۴
 لقمان : ۲۵۳
 لقمان بن عاد الاصغر : ۲۵۳
 لقمان بن عاد الاکبر : ۲۵۳
 لقيط : ۵۳۸
 لقيط بن زرارہ : ۲۳۸
 لقيط بن معبد الايادی : ۴۷
 لقيم بن لقمان : ۲۵۳ ، ۲۵۴
 لوط عليه السلام : ۱۹۹
 ليلى اخيلية : ۶۳۰ ح

م

مالک : ۲۳۷
 مالک بن زرارہ : ۲۳۸
 مالک بن فہم : ۳۷۶
 مالک بن نضر لخمی : ۳۶۳
 مالک بن نویره : ۱۱۶ ، ۵۸۳
 مامور حارثی : ۱۹۶
 مامور بن شيبان : ۲۳۸
 ماوردی : ۲۰۹ ، ۲۱۱ ، ۳۳۶ ،
 ۳۴۱ ، ۳۰۴ ، ۳۱۱
 مبرد : ۲۸۷ ، ۳۳۸
 المتلمس : ۴۲ ، ۵۴۰ ، ۵۴۱ ،
 ۵۴۲
 متمع بن نویره : ۱۱۶ ، ۵۸۳
 المتنخل : ۱۱۱

کشتیتر : ۲۴۴ ، ۲۴۵ ، ۲۴۶ ،
 ۲۴۸ ، ۲۴۹ ، ۳۲۰ ، ۳۲۱ ،
 ۶۳۱ ، ۶۳۲
 کسری : ۳۶۶ ، ۳۶۸ ، ۳۷۰ ،
 ۶۷۱ ، ۶۷۲
 کعب بن جعیل : ۱۲۷
 کعب (بن خزرج) : ۱۷۳
 کعب (بن زهير) : ۲۰ ، ۲۱ ،
 ۹۳ ، ۲۲
 کعب بن سعد غنوی : ۱۲۶
 کعب بن لوی بن غالب : ۲۵۸ ،
 ۵۴۵
 کعب بن مالک رضی : ۴۳۱
 کلاب بن مثرہ : ۴۱۱
 کمیت بن زید الاخنس الاسدی :
 ۱۸۴ ح
 کنانی : ۶۱۵
 الکندی : ۲۰۴

گ

گشتاسپ : ۳۳۷

ل

لات (بت) : ۵۴۳
 لبید بن ربیعہ : ۱۰ ، ۸۷ ، ۸۸ ،
 ۹۲ ، ۱۳۷ ، ۳۴۱ ، ۵۱۹ ،
 ۵۲۸ ، ۵۷۸

(ابو عبدالله) محمد بن عبدالله الخطیب

الاسکافی : ۳۸۷ ، ۳۹۷ ،

۵۱۷ ، ۵۱۵

محمد بن علی (بن حسین بن علی) :

ح ۲۰۱

محمد بن یسیر : ح ۶۳۶

مخبطل السعدی : ح ۶۱۱

مخشن : ۱۳۸

مخالد بن یزید بن مہلب : ۱۷۷

مدائنی : ۳۱۷ ، ۳۱۸ ، ۳۱۹ ،

۳۲۳

مرامر بن مہرہ : ۵۲۹

(السیّد) المرتضیٰ : ۱۶۴

مرثد الخیر الحمیری : ۱۵۳

مرثد بن عبد کلال : ۳۹۳ ، ۳۹۵

مرزبانی : ۳۰۸

مرضاوی بن معوہ مہری : ۳۸۱ ،

۳۸۴

مرقش : ۳۳۹

مرقش اصغر : ۳۵

مہرہ الاسدی : ۳۳۵ ، ۳۳۶

مہرہ بن عبد رضی : ۳۹۹ ، ۴۰۱

مزید : دیکھیں مرثد بن عبد کلال

مزقیاء : ۳۷۱ ، ۳۷۲ ، ۳۷۳ ،

۳۷۴ ، ۳۷۵ ، ۳۷۶ ، ۳۷۸

نیز دیکھیں عمرو بن عامر

مساور بن ہند : ۵۶۹

المتوکل الیشی : ۱۳۲

مشقب عبدی : ۶۵ ، ۶۹

مجاشح (بن دارم) : ۲۳۸

مجاہد : ۲۱۱

مجزز اسلمی : ۳۳۴ ، ۳۳۵

مجمع : دیکھیں قصی بن کلاب

محرّق : دیکھیں عمرو بن ہند

محرّق اکبر : دیکھیں امرؤ القیس

بن عمرو بن عدی

محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم :

۱۹۲ ، ۲۰۶

(شمس الدین) محمد بن احمد الموصلی

الحنبلی : ۵۵۱

محمد بن ادیس الشافعی : دیکھیں

الشافعی

محمد بن اسحاق : دیکھیں ابن اسحاق

محمد بن اسعد المعروف بالجرانی :

۲۱۰

محمد بن الحسن (امام) : ۳۴۱

محمد بن الحنفیہ : ۵۱

محمد بن سعید بن عبد الملک بن

عمیر : ۳۶۵

(ابو عبدالله) محمد بن سلام

الجمہجی : دیکھیں ابن سلام

الجمہجی

محمد بن ظفر : ۳۹۳ ، ۳۹۷

محمد بن عباد : ۲۴۲ ، ۲۸۰ ، ۲۹۳

معقر بن حمار البارقی : ۳۱۳ ،
۵۹۹ ، ۳۱۴

معقل بن ضرار : دیکھیں شماخ بن
ضرار

معن بن اوس : ۱۲۶

المفضل الضبئی : ۲۲۷ ، ۴۲۳ ،
۴۴۴ ، ۴۳۲

مفضل بن سلمہ : ۴۷۲

مقاتل بن سلیمان : ۲۶۹ ، ۳۷۸

مقدام : ۲۰۲

المقدسی : ۳۶۲

مُقعد بن شیبان : ۲۳۸

مُلقی القناع : دیکھیں طریف بن

تمیم

مُهَـزَّق عبدی : ۶۹

منذر : ۵۳۱

منذر بن الجارود العبدی : ۶۳۵

المنذر بن محرق : ۱۰۱

منذری : ۳۵۹

منصور : ۶۴۴

مہدد بنت حمران بن بشیر : ۲۳۸

مہدی (خایفہ) : ۳۴۵ ، ۳۴۶

مہر (زاجر) : ۴۱۹

مہرہ بن حیدان بن عمرو : ۲۳۶

مہلمہل بن ربیعہ : ۳۶ ، ۱۴۱

۴۱۵ ، ۳۳۷

مؤرج بن عمر النحوی (ابو فید) :

۲۷۴

مستوغر بن ربیعہ : ۲۶۵ ح

مسروق بن اجدع : ۲۲۲

مسعود بن عمرو : ۶۲۲ ، ۶۲۳ ح

مسعودی : ۴۵۳ ، ۵۴۴ ، ۶۶۸

۶۷۰

مسکین بن عامر : ۲۳۴

مسلمہ بن عبدالملک : ۲۰۴

مسلمہ کذاب : ۳۵۴

مصباح بن مذکور القینی : ۳۸۹

۳۹۰

مُصَعَّب بن الزبیر : ۱۳۱

۱۹۲ ، ۶۲۰

مُصَعَّب بن عُمَیْر : ۶۲۴ ح

مضرب } ۳۳۸ ، ۳۳۹

۳۴۰

مضرا الحمراء } ۳۴۱

المضرب بن کعب : ۲۰

مُطَیْر : ۶۵۸

معاذ بن جبل : ۳۸۷

معاویہ بن الحکم السلمي : ۴۴۸

معاویہ بن ابی سفیان : ۹۲ ، ۹۴

۱۲۷ ، ۱۳۶ ، ۱۴۴ ، ۱۶۴

۲۲۶ ، ۲۲۷ ، ۲۳۵ ، ۲۳۹

۲۴۰ ، ۲۴۱ ، ۲۴۲ ، ۴۵۵

۶۵۳

معبد بن زرارہ : ۲۳۸

معد بن عدنان : ۲۳۷

نضر بن شميل : ۲۷۵
 نعمان بن بشير الانصاري : ۲۵۳
 نعمان بن منذر : ۲۵ ، ۶۰ ،
 ۱۰۱ ، ۳۲۶ ، ۵۶۳ ، ۵۸۳
 نعيم بن ثعلبه کنانی : ۱۸۳
 ۱۸۳
 نفيل بن عبد العزّای : ۳۵۷
 النمر بن تولب العکلی : ۹۵ ،
 ۲۵۳

نمر بن قاسط : ۱۶۱
 نھشل (بن دارم) : ۲۳۸
 نوح عليه السلام : ۲۶۶
 نوفل (بن عبد مناف) : ۵۶۸
 نووی (امام) : ۳۳۸ ، ۳۳۹

ه

هارون الرشيد : ۳۵۵
 ہاشم بن عبد مناف : ۲۲۹ ،
 ۵۶۸ ، ۵۷۰ ، ۵۷۱
 ہبیره بن ابی وهب المخزومی :
 ۱۹۰

ہذلی : ۵۷۷ ، ۵۹۸
 ہذیل بن سُنُقْد : ۳۸۱
 ہرم بن سنان المرّسی : ۲۲
 ہشام : ۵۴۲
 ہشام بن الکلبی { دیکھیں
 الکلبی } ابن
 ہشام بن محمد

موسى عليه السلام : ۱۴۴
 ميشم بن مثوب بن ذی رعين :
 ۱۵۳ ، ۱۵۵
 میدانی : ۲۲۷ ، ۳۵۹ ، ۳۷۷ ،
 ۳۷۸ ، ۴۴۴ ، ۴۷۱
 میمون بن قیس : دیکھیں اعشی
 میسہ بنت ام عتبہ بن الحارث :
 ۲۷۷ ح

ن

نابغه تغلبی : ۲۲۵ ح
 نابغه بنی جدیلہ : ۲۲۵ ح
 نابغه جعدی : ۲۲۵ ح ، ۱۰۱ ،
 ۱۰۲ ، ۲۵۷ ، ۵۰۷ ، ۶۳۰ ح
 نابغه بنی الديران : ۲۲۵ ح
 نابغه ذبیانی : ۱۷ ، ۲۳ ، ۲۸ ،
 ۱۰۱ ، ۲۶۰ ، ۴۴۲ ، ۵۳۵ ،
 ۵۶۳ ، ۶۲۸
 نابغه عدوانی : ۲۲۵ ح
 نابغه غنوی : ۲۲۵ ح
 النجاشی الحارثی : ۱۲۰ ، ۶۳۰
 النخّار بن اوس بن الحارث
 القضاعی : ۲۳۵
 نزار : ۳۳۷ ، ۳۳۸ ، ۳۴۰ ،
 ۳۴۱
 نصر بن سيار : ۲۳۱ ح
 النضر بن الحارث بن کلدہ انثقی :
 ۳۶۷ ، ۳۶۸ ، ۳۷۰

یزید بن رومان : ۵۴۶
 یزید بن شیبان : ۲۳۸
 یزید بن شیبان بن علقمہ : ۲۳۵
 یزید بن ضرار : دیکھیں سزراد (بن
 ضرار)

یزید بن عبدالملک : ۲۴۹
 یزید بن مفرغ : ۵۱۹
 یزید بن مہلب : ۱۷۷
 یعقوب بن السکیت : ۴۰
 یغوث بن الصبیح : ۶۱۴ ح
 یونس (نجوی) : ۵۷ ، ۱۱۸ ،
 ۶۳۱
 یونس بن عبید الجری : ۳۰۶

ہشام بن مغیرہ المخزومی : ۲۵۸
 ہمدانی : ۲۵۵ ، ۳۳۲
 ہند (ابنتہ الخُص) : ۳۶۴
 ہند بن عاصم : ۶۳۰
 ہود علیہ السلام : ۵۳۰
 ہثیم بن عدی : ۲۳۰ ، ۶۳۵

و

وائل بن قاسط : ۲۱۹
 الواثق باللہ : ۴۶۲
 ورقاء الأشعر : ۲۳۳
 وقاصی : ۲۴۸
 وہب بن عبد مناف : ۲۷۳

ی

یحییٰ بن زکریا علیہما السلام :
 ۲۰۰

شہروں، قبیلوں اور کتابوں کے نام

بنو	بنو
بنو حنظلہ	بنو ازد : ۶۲۲
بنو حنظلہ بن مالک	بنو اسد : ۲۳۱ ، ۲۳۰ ، ۳۱۸ ،
بنو حنیفہ : ۳۷۱	۳۲۲ ، ۳۲۶ ، ۵۶۹
بنو خزاعہ : ۲۳۱	بنو اسرائیل : ۲۱۰ ، ۲۵۵
بنو دارم : ۲۳۸	بنو اسمعیل : ۲۵۸
بنو داہن : ۳۸۰ ، ۳۸۱ ، ۳۸۳ ،	بنو ابی طالب : ۲۱۰
۳۸۵	(بنو) اقصیٰ : ۲۳۰
بنو دعمی : ۲۳۰	بنو امیہ : ۱۶۲ ، ۲۱۰ ، ۳۶۷
بنو ذہل بن ثعلبہ : ۲۲۶	بنو بکر : ۳۱۵
بنو ربیعہ : ۳۸۰ ، ۳۸۳	بنو تغلب : ۲۰۷ ، ۳۱۵
بنو ربیعہ : ۲۲۸ ، ۲۳۸	بنو تمیم : ۲۳۱ ، ۳۳۳ ، ۶۲۲ ح
بنو ربیعہ بن مالک : ۳۲۹	بنو تیمم الثلاث : ۲۳۳
بنو رہاء : ۲۳۳	بنو ثقیف : ۲۶۵
بنو زبید : ۲۳۳ ، ۳۲۳	بنو جدیلہ : ۲۳۰
بنو زرارہ : ۲۳۸	بنو جعفری : ۲۳۳
بنو زید : ۲۵۸	بنو جفنه : ۹۸
بنو ساسان : ۳۶۸	بنو جناب : ۲۳۳
بنو ساعدہ : ۳۳۱	بنو حاجب بن غفار : ۲۳۵
بنو سحیم : ۳۷۱	بنو الحارث بن سدوس بن شیبان :
بنو سعد : ۲۵۸ ، ۳۲۵	۳۷۱ ، ۶۲۸
بنو سعد العشیرہ : ۲۳۲	بنو الحارث بن کعب : ۲۳۲ ،
بنو شیبان : ۲۲۶	۳۲۲
بنو صداء : ۲۳۳	

بنو مدرک : ۲۳۸
 بنو مراد : ۲۳۲ ، ۳۸۵
 بنو مرثه : ۳۳۴
 بنو معاویه : ۲۳۷
 بنو ناعب : ۳۸۰ ، ۳۸۱ ، ۳۸۳ ،
 ۳۸۵
 بنو نخع : ۲۳۲
 بنو نزار : ۲۳۹
 بنو نهد : ۲۵۸
 بنو ہاشم : ۲۱۰ ، ۲۱۲ ، ۲۱۳
 بنو وائل : ۴۱۶
 بنو وبرد بن تغلب : ۲۱۷ ، ۲۱۹
 بنو یربوع : ۲۳۸

الف

آل جزیمۃ الابرش : ۳۷۹
 آل عزام : ۳۸۶
 آل محرق : ۳۷۹
 ابین : ۳۶۴ ، ۳۶۵
 اجا : ۳۷۶
 الاحکام السلطانیہ : ۲۰۹
 احلاف : ۲۳۸
 ادب الکاتب (للصولی) : ۲۵۶ ،
 ۵۳۰ ، ۵۳۷ ، ۵۳۳ ، ۵۳۷ ،
 ۵۳۸ ، ۵۶۲
 ادب الکاتب (لابن قتیبہ) : ۳۰۷
 ارجوزة (ابن حرب) : ۵۵۱

بنو ضبہ : ۵۵
 بنو ضمرہ : ۲۳۵
 بنو طہیبہ : ۲۳۸
 بنو عامر بن صعصعہ : ۲۳۱ ، ۳۱۵
 بنو عامر بن لؤی بن
 صعصعہ : ۳۲۲
 بنو عباس : ۲۱۰
 بنو عبدالقیس : ۲۴۰
 بنو عبداللہ : ۲۳۸
 بنو عبدالمدان : ۲۳۳
 بنو عبد مناف : ۲۰۹
 بنو عجل : ۲۴۱
 بنو عدویہ : ۲۳۸
 بنو عک : ۳۷۶
 بنو عکل : ۹۶

بنو عمرو بن جندب : ۶۱۷
 بنو عمرو بن کعب بن عمرو بن
 تمیم : ۶۳۱ ح
 بنو عوف بن سعد : ۳۳۴
 بنو قریط : ۶۵۸
 بنو کعب : ۲۴۱ ، ۴۲۱
 بنو کنانہ : ۱۶۷ ، ۱۸۴
 بنو کندہ : ۲۳۲
 بنو کنتہ : ۴۶۵
 بنو لکیز : ۲۴۱
 بنو مالک : ۲۳۷ ، ۲۳۸ ، ۲۴۱
 بنو مخزوم : ۲۰۹

- ارجوزه (لابی الحسن علی بن
المغربی) : ۵۵۱
اراک : ۳۷۹
اردن : ۶۷۲
ازارقه : ۲۲۷
ازد : ۱۸۹ ، ۳۷۷ ، ۳۲۱
ازدسراة : ۳۷۶ ، ۵۰۷
از عمان : ۳۷۶ ، ۳۷۹
الاستیعاب : ۹۳ ، ۳۰۸
اشعرون : ۳۷۷
اصابه : ۲۵۳ ، ۳۰۸
اصفهان : ۱۰۲
اعلام النبوة : ۳۳۶ ، ۳۰۳ ، ۳۱۱
اغانی : ۲۳۹
امالی قالی : ۲۳۹ ، ۲۳۷ ، ۳۸۰
۳۸۵ ، ۳۹۳
امثال (کتاب) : ۱۳۵
انبار : ۵۳۰
انصار : ۵۳ ، ۳۶۷
انمار : ۳۷۷
اوس : ۲۱۵ ، ۳۷۶ ، ۳۷۹ ، ۶۳۶
ایاد : ۵۳۱ ، ۵۳۲
ب
بابلہ : ۱۳۳ ، ۱۳۶
بجیلہ : ۲۱۵ ، ۳۷۷
بحر قلزم : ۵۲۲

- بحر ہند : ۵۲۲
بحرین : ۲۵۵ ، ۵۲۳ ، ۵۳۱
۵۳۲ ، ۵۷۱ ، ۶۳۹ ، ۶۳۰
بحیرة طبریہ : ۳۶۷
بدر (جنگ) : ۳۶۷ ، ۶۱۸
براجم : ۲۳۸
البستان : ۳۶۲
بصرہ : ۳۱۸
بُصْرِي : ۳۷۹ ، ۵۷۰
بطن مُر : ۳۷۹
بغداد : ۳۸۷
بلجیم : ۲۷۶
البيان والتبيين : ۱۳۵ ، ۱۳۸
۱۳۲ ، ۲۵۳
بيسان : ۶۷۲

ت

- تبايعہ : ۳۵۳ ، ۵۳۱ ، ۵۳۲
تبع : ۵۷۳
تميم : ۱۷۸ ، ۲۳۰ ، ۲۳۷
تنسوخ : ۲۱۳
تہامہ : ۲۵۸ ، ۳۶۳ ، ۶۷۲
تيم الرباب : ۳۷۱

ث

- ثبير (پھاڑ) : ۱۸۵
ثقیف : ۳۶۷
ثمود : ۲۱۵ ، ۵۷۳ ، ۶۳۲

خ

- خبر البشر بخیر البشر : ۳۹۴
 خراسان : ۱۴۴
 خزاعہ : ۲۷۳ ، ۳۷۶ ، ۳۷۹
 خزائن الادب ، ۳۶۱ نیز دیکھیں
 کتاب لب لباب لسان العرب
 اور لب لباب
 خزرج : ۲۱۵ ، ۳۷۶ ، ۳۷۹ ،
 ۶۴۶
 خلیج فارس : ۵۲۲
 خندق : ۲۱۵ ، ۲۳۷
 خیف : ۲۹۵

د

- الداء والدواء : ۴۸۱
 الدرّة الیتیمہ : ۲۴۴
 دہینہ : ۴۳۳
 دومتہ الجنادل : ۵۲۸ ، ۵۳۰
 دیر جما جم : ۶۲۰ ح
 دیوان حماسہ : ۱۱۰

ذ

- ذہل اصغر : ۲۲۸
 ذہل اکبر : ۲۲۸
 ذوالہرم : ۳۵۵
 ذوطوی : ۳۴۲

ج

- جامع : ۳۴۷
 جدیس : ۵۶۴
 جذام : ۳۷۷ ، ۶۷۲
 جرجان : ۱۷۷
 جرش : ۳۶۴
 جرم : ۴۳۴
 جزیرہ : ۵۳۸ ، ۶۶۲
 جزیرة العرب : ۲۵۱
 جزیرة العرب (کتاب) : ۳۳۲ ،
 ۵۷۴
 جفنه : ۳۷۹
 جُہینہ : ۲۵۸
 جوف : ۳۸۷

ح

- حبشہ : ۵۲۳
 حجاز : ۲۶۶ ، ۵۲۳ ، ۵۳۲ ،
 ۵۶۸
 حرب فجار : ۳۵۷
 حضر موت : ۳۸۰
 حلف الفضول : ۶۵۱
 حمیر : ۵۳۲ ، ۵۷۳
 حیرہ : ۳۶۶ ، ۳۶۷ ، ۲۵۵ ،
 ۳۷۷ ، ۵۳۱ ، ۵۳۰ ، ۳۷۹ ،
 ۵۳۲
 ۵۴۲

شجر : ۳۷۸ ، ۳۸۰ ، ۳۸۵ ،

۳۸۶

شرح ادب الکتائب : ۶۱
شرح ارجوزه ابن المغربی : ۵۵۱

شرح دیوان حماسه : ۱۱۰

شرح دیوان طرفه : ۴۰

شرح سنن ابی داؤد : ۴۱۳

شرح قاموس : ۲۳۵

شرح مسلم : ۳۴۸

شعثمین : ۴۱۵

ص

صحاح : ۲۶۷ ، ۴۲۷ ، ۴۵۵ ،

۶۰۲

صحیح بخاری : ۵۶۸

صفراء : ۴۶۸ ، ۴۷۰

صنعاء : ۳۸۷ ، ۴۱۶

ط

طائف : ۳۵۷ ، ۴۵۴ ، ۵۳۱

طابخه : ۲۳۷

طبریّه : ۳۶۷

طلح : ۳۲۹

طی : ۳۷۶ ، ۳۹۹ ، ۵۳۰

ع

عاد : ۲۱۵ ، ۵۷۳ ، ۶۴۲

عالیه : ۴۲۴

ر

ربیعہ : ۱۷۸ ، ۲۰۹ ، ۲۱۱ ،

۲۱۲ ، ۲۱۵ ، ۲۳۰ ، ۲۳۷ ،

۲۴۰

رسالتہ فی عقد الانامل لشرف الدین

یزدی : ۵۵۱

روم : ۵۲۳ ، ۵۴۰

ز

زاد المعاد : ۴۸۱

الزاهر (کتاب) : ۴۷۲

زہرہ : ۴۱۱

س

ساوہ : ۳۶۷

سبیا : ۳۷۱ ، ۳۷۸

سراة : ۳۷۶ ، ۳۹۹

سلمیٰ : ۳۷۶ ، ۴۰۰

سماوہ : ۳۶۷ ، ۳۶۹

سندھ : ۲۵۵

سنن (ابی داؤد) : ۴۴۸

سواد عراق : ۴۱۹ ، ۵۳۹

سودان : ۶۰۴

سیرة نبویہ (لابن ہشام) : ۳۶۳

ش

شام : ۲۵۵ ، ۳۶۹ ، ۳۷۶ ، ۳۷۷ ،

۳۷۹ ، ۳۸۶ ، ۴۴۴ ، ۴۸۴ ،

۵۳۲ ، ۵۶۸

فاران : ۴۱۶
 فارس : ۲۵۵ ، ۴۵۵ ، ۵۶۸
 فتح الباری : ۵۶۸
 فلسطین : ۶۷۲
 فہر : ۲۲۹

ق

قادیسیہ : ۴۱۸
 قاموس : ۲۱۹ ، ۲۳۴ ، ۲۳۵ ، ۵۳۰
 قحطان : ۲۰۹ ، ۲۱۲ ، ۲۴۵
 قرآن : ۲۱۵ ، ۲۵۳ ، ۲۵۹
 ۳۴۷ ، ۳۸۷ ، ۵۲۳ ، ۵۴۶
 ۵۴۸ ، ۶۴۵ ، ۶۴۸
 قریش : ۲۰۹ ، ۲۱۰ ، ۲۱۲
 ۲۱۳ ، ۲۲۹ ، ۲۳۰ ، ۲۴۱
 ۲۴۵ ، ۲۵۸ ، ۳۷۰ ، ۴۱۱
 ۴۳۱ ، ۴۶۷ ، ۴۶۸ ، ۵۳۰
 ۵۳۱ ، ۵۴۳ ، ۵۴۴ ، ۵۶۸
 ۵۷۰ ، ۵۷۱ ، ۶۴۳ ، ۶۴۴
 قصیدہ ابن عبدون : ۳۷۱
 قصیدہ عقدا نامل : ۵۵۱
 قضاہ : ۲۳۷ ، ۳۸۰
 قیس (قبیلہ) (بن تغلبہ) : ۱۷۸ ، ۲۳۱

ک

کامل المبرد : ۴۳۸

عاملہ : ۳۷۷
 عتق : ۲۱۳
 عدن : ۳۶۴
 عدنان : ۲۰۹ ، ۲۱۲ ، ۲۱۳
 ۲۱۴

عدوان (قبیلہ) : ۱۸۵

عدولسی (قبیلہ) : ۵۲۴

عراق : ۳۷۹ ، ۳۷۶ ، ۴۸۴
 ۵۳۰ ، ۵۳۱ ، ۵۳۲ ، ۵۳۷

۵۳۸ ، ۵۳۹

عربیشہ : ۴۴۳

عمالقہ : ۵۷۳

عمان : ۲۵۵ ، ۳۷۶ ، ۳۷۹

۵۲۳ ، ۵۷۱ ، ۵۷۳ ، ۶۳۹

عیون الانباء : ۴۵۴ ، ۴۷۴

غ

غایۃ الارب فی کلام حکماء

العرب : ۱۳۵

غرر الفوائد : ۱۶۴

غسٹان : ۹۸ ، ۲۱۳ ، ۲۱۵

۳۷۷ ، ۳۷۹

غور : ۶۷۲

غور غزہ : ۶۷۲

غویر : ۳۷۹

ف

الفاخر (کتاب) : ۴۷۲

کتاب المبادی : ۵۱۵ ، ۵۱۷ ،

۶۰۱ ، ۵۹۶

کتاب المجاوره : ۴۶۶

کتاب المطر و السحاب : ۳۱۲

کتاب المعمرين : ۹۳ ، ۲۵۱ ،

۵۴۴

کتاب مفتاح دار السعادة : ۳۴۱ ،

۳۴۵ ، ۳۴۲

کتاب النبات : ۲۵۱ ، ۶۳۹

کتاب النسب (لابن حزم) : ۲۰۶

کتاب النسب (لزبير بن بكار) :

۲۱۰

کتاب النسب (لابن عبدالبر) :

۲۰۷

کعبه : ۲۴۸ ، ۲۵۸ ، ۴۲۲ ،

۴۲۳ ، ۴۸۵ ، ۶۷۱

الكفایه : ۵۱۷

کلب بن وبرة (قبيله) : ۲۱۴

کناسه : ۴۱۸

کنانه : ۲۰۹ ، ۲۱۰ ، ۲۳۰

کنده (بن سبا) : ۳۷۷

کوفه : ۴۱۸

ل

لباب الاداب : ۵۱۷ ، ۶۱۰

لباب الادب : ۵۰ ، ۱۰۲ ،

۳۶۱ ، ۳۶۲

کتاب الاغانی : ۱۷۱ ، ۲۴۹ ،

۵۱۲ ، ۵۱۳

کتاب الامثال (للزمخشري) : ۳۶۲

کتاب الانواء (لابن الاعرابي) :

۲۷۴

کتاب الانواء (لابي حنيفته

الدينوري) : ۲۷۵

کتاب الانواء (لابن دريد) : ۲۷۴

کتاب الانواء (للمزجاج) : ۲۷۵

کتاب الانواء (لابي فيد) : ۲۷۴

کتاب الانواء (لابن قتيبة) : ۲۹۹

کتاب الانواء (للمرزيابي) : ۳۰۸

کتاب الانواء (نفر بن شمیل) :

۲۷۴

کتاب الحيوان : (للجاحظ) : ۲۵۱

کتاب الخزانة : ديكهين خزانة

الادب

کتاب خلق الانسان : ۴۹۷

کتاب انجيل (للملاسكافي) : ۴۸۷

کتاب الذريعة : ۳۳۳ ، ۳۳۳

کتاب الشعر و الشعراء : ۱۹ ،

۴۰ ، ۹۳ ، ۲۴۵ ، ۲۴۸ ،

۲۵۱

کتاب عيون الفنون : ۵۰۰

کتاب في الكنى للشعالبي : ۲۲۵

کتاب لب لباب لسان العرب :

ديكهين خزانة الادب

بلوغ الارب ، جلد چهارم

مصباح الظلام : دیکھیں بنو تمیم

مصر : ۳۲۰ ، ۳۲۱ ، ۳۸۳ ،

۵۳۲

مضر : ۲۸ ، ۲۰۹ ، ۲۱۰ ،

۲۱۱ ، ۲۱۲ ، ۲۱۳ ، ۲۱۵ ،

۲۳۰ ، ۲۳۷ ، ۳۷۰ ، ۳۸۶ ،

۳۸۷ ، ۳۵۳ ، ۵۳۲

مفتاح دار السعادة : ۲۱۶ ، ۳۱۵ ،

۳۲۳

مقدمہ ابن خلدون : ۳۸۲ ، ۶۷۳ ،

مکہ : ۲۰۷ ، ۳۳۲ ، ۳۷۸ ،

۳۰۹ ، ۳۶۷ ، ۳۸۳ ، ۳۸۵ ،

۵۳۰ ، ۶۱۲ ، ۶۵۱

مینی : ۱۸۳ ، ۱۸۵ ،

میسوپوٹیمیا : ۵۷۳

ن

نجد : ۲۶۶ ، ۳۳۳ ، ۳۸۲ ،

۵۶۸ ، ۵۷۱ ، ۶۳۹ ، ۶۷۲ ،

نجران : ۳۳۸ ، ۳۳۹ ، ۳۶۵ ،

نمر بن عثمان (قبیلہ) : ۱۸۷ ،

۱۸۹

نہایۃ الارب : ۲۰۷ ، ۲۱۶ ،

۳۲۳ ، ۲۱۷

نہج البلاغہ : ۱۹۲

نہد (بنی) : ۳۲۰

لب لباب : دیکھیں خزانة الادب

لخیم : ۳۷۷ ، ۶۷۲

لہب : ۳۱۷ ، ۳۲۱

لؤی بن غالب (قبیلہ) : ۳۰۳ ،

۳۰۵ ، ۳۰۶

م

مارب : ۳۷۱ ، ۳۷۳ ، ۳۷۵ ،

۳۷۸

ماوراء النہر : ۳۸۳

مبايض (جنگ) : ۶۱۷ ح

مجمع الامثال : ۳۳۳

مجمل (کتاب) : ۵۸۹

مدرسہ احمدیہ : ۳۸۷

مدرکہ : ۲۳۷

مدین : ۲۱۵

مدینہ : ۲۰۷ ، ۲۳۹ ، ۳۳۰ ،

مذحج : ۳۷۷

مراد : ۳۹۳

المرصع : ۳۷۱

مروج الذهب : ۳۵۳ ، ۵۳۷ ،

۵۳۳

المُزهر : ۵۳۰

مزدلفہ : ۱۸۵

المستقصی : ۳۷۰

مسکن (جنگ) : ۶۲۰ ح

مشتل : ۳۲۸

ی

یثرب : ۳۸۷ ، ۳۷۹ ، ۳۷۶
 یمن : ۲۳۷ ، ۲۳۲ ، ۲۳۰
 ۲۵۵ ، ۲۶۷ ، ۲۶۴ ، ۲۶۷
 ۳۷۷ ، ۳۷۶ ، ۳۷۱ ، ۳۷۰
 ۳۷۸ ، ۳۸۵ ، ۳۸۴ ، ۳۸۱
 ۳۲۳ ، ۳۲۴ ، ۳۲۳ ، ۳۲۵
 ۵۲۳ ، ۵۲۲ ، ۵۶۸ ، ۵۷۱
 ۵۷۳ ، ۶۰۴ ، ۶۳۹
 یونان : ۲۵۵

ه

هاشم (قبیله) : ۲۱۴
 بجر : ۵۷۱ ، ۶۳۹ ، ۶۴۰
 بذیل : ۱۰۷
 برات : ۶۱۱
 بمدان : ۴۴۴
 بند : ۲۸۳ ، ۵۲۳
 ہوازن : ۳۵۷

و

وبره : دیکھیں بنو وبره بن تغلب
 الوشی المرقوم : ۲۵۵

قوسی تاریخ کے محدود سرمائے میں چند اہم اضافے

سفر

تصنیف : جسٹس ایس اے - رحمان

”سفر کا مرکزی خیال تخلیق پاکستان کا ذہنی پس منظر اجاگر کرنا ہے - رحمان صاحب نے برصغیر میں مسلمان قوم کے سفر آزادی کو بڑی خوبی سے پیش کیا ہے -“ روز نامہ ”نوائے وقت“ لاہور

قیمت : تین روپے

محمد علی جناح

تصنیف : ہیکٹر بولانتھو - ترجمہ : زہیر صدیقی

”بانی“ پاکستان حضرت قائد اعظم پر اب تک جس قدر کتابیں لکھی جا چکی ہیں ان میں ہیکٹر بولانتھو کی کتاب مستند ، دلچسپ اور جامع سمجھی جاتی ہے -“ روز نامہ ”جنگ“ کراچی

قیمت : پانچ روپے

تذکرہ صوفیائے بنگال - تذکرہ صوفیائے سرحد

تصانیف : مولانا اعجاز الحق قدوسی

یہ دونوں کتابیں ہماری مشترکہ روحانی اور تہذیبی وراثت پر روشنی ڈالتی ہیں - ان کے مطالعے سے پاکستان کے مختلف علاقوں کے درمیان یک جہتی کو فروغ ملے گا -

قیمت : تذکرہ صوفیائے بنگال : پانچ روپے - تذکرہ صوفیائے سرحد : دس روپے

خلاصہ التواریخ

تصنیف : سجان رائے بٹالوی ، ترجمہ : ناظر حسن زیدی

یہ کتاب برعظیم ہند کے اولین دور سے اورنگ زیب عالمگیر کے عہد تک کے واقعات کا احاطہ کرتی ہے اور ہماری قوسی تاریخ کا نہایت اہم ماخذ ہے -

قیمت : بارہ روپے

تاریخ مغربی پاکستان (جلد اول)

تصنیف : رشید اختر ندوی

مغربی پاکستان کی وحدت ایک اہل تاریخی حقیقت ہے - اس کتاب کے ذریعے اس حقیقت کی چہرہ کشائی کا آغاز کیا جا رہا ہے - جلد اول سکندر اعظم کے حملے سے قبل کے واقعات پر مشتمل ہے -

قیمت : ساڑھے سات روپے

مرکزی اردو بورڈ

ڈائریٹل مطبوعہ : مکتبہ جدید پریس ، لاہور

قوسی تاریخ کے محدود سرمائے میں چند اہم اضافے

سفر

تصنیف : جسٹس ایس اے - رحمان

”سفر کا مرکزی خیال تخلیق پاکستان کا ذہنی پس منظر اجاگر کرنا ہے۔ رحمان صاحب نے برصغیر میں مسلمان قوم کے سفرِ آزادی کو بڑی خوبی سے پیش کیا ہے۔“ روز نامہ ”نوائے وقت“ لاہور

قیمت : تین روپے

محمد علی جناح

تصنیف : ہیکٹر بولانتھو - ترجمہ : زہیر صدیقی

”بانی“ پاکستان حضرت قائد اعظم پر اب تک جس قدر کتابیں لکھی جا چکی ہیں ان میں ہیکٹر بولانتھو کی کتاب مستند، دلچسپ اور جامع سمجھی جاتی ہے۔“ روز نامہ ”جنگ“ کراچی

قیمت : پانچ روپے

تذکرہ صوفیائے بنگال - تذکرہ صوفیائے سرحد

تصانیف : مولانا اعجاز الحق قدوسی

یہ دونوں کتابیں ہماری مشترکہ روحانی اور تہذیبی وراثت پر روشنی ڈالتی ہیں۔ ان کے مطالعے سے پاکستان کے مختلف علاقوں کے درمیان یک جہتی کو فروغ ملے گا۔

قیمت : تذکرہ صوفیائے بنگال : پانچ روپے - تذکرہ صوفیائے سرحد : دس روپے

خلاصہ التواریخ

تصنیف : سچان رائے بٹالوی، ترجمہ : ناظر حسن زیدی

یہ کتاب برعظیم ہند کے اولین دور سے اورنگ زیب عالمگیر کے عہد تک کے واقعات کا احاطہ کرتی ہے اور ہماری قوسی تاریخ کا نہایت اہم ماخذ ہے۔

قیمت : بارہ روپے

تاریخ مغربی پاکستان (جلد اول)

تصنیف : رشید اختر ندوی

مغربی پاکستان کی وحدت ایک اہل تاریخی حقیقت ہے۔ اس کتاب کے ذریعے اس حقیقت کی چہرہ کشائی کا آغاز کیا جا رہا ہے۔ جلد اول سکندر اعظم کے حملے سے قبل کے واقعات پر مشتمل ہے۔

قیمت : ساڑھے سات روپے

مرکزی اردو بورڈ

ڈائریٹل مطبوعہ : مکتبہ جدید پریس، لاہور

میں تانا اور چوڑائی میں بانا کس طرح بسنا جاتا ہے اور اس تانے اور بانے کی بُنائی سے دونوں مضبوطی سے ایک دوسرے کے ساتھ جڑ جاتے ہیں اور ان سے ایک اندازے پر ٹکڑے تیار ہو جاتے ہیں - چنانچہ انہی سے اوڑھنے کے لیے پشم کی چادریں بنتی ہیں اور انہی سے روئی اور کتّان سے پہنتے کے لیے کپڑے تیار ہوتے ہیں - عرب کا ملک معتدل آبادی میں سے ہے - لہذا ان کے لیے سردی سے بچاؤ ضروری ہے - گرمی اور سردی سے بچنے کے لیے ان کے پاس اوڑھنے کا کپڑا ہونا ضروری ہے - بعض اوقات ان علاقوں کے لوگ جہاں گرمی زیادہ ہوتی ہے اس صنعت سے بے نیاز ہو جاتے ہیں جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے کہ سودان کے بہت سے لوگ بالعموم ننگے رہتے ہیں - ہم انشاء اللہ ابھی عربوں کے پارچات کا ذکر کریں گے - ان کے یہاں یمن کے بنے ہوئے کپڑے عمدہ خیال کیے جاتے تھے -

کپڑا بننے کے اوزار

ہر پیشے اور ہر صنعت کے لیے مخصوص آلات کا ہونا ناگزیر ہے - ان اوزاروں کا ہونا لاپدی ہے جن پر اس صنعت کا انحصار ہوتا ہے - عربوں کے یہاں اس صنعت کے آلات میں سے - ہتف^۱ ہے - یہ وہ آلہ ہوتا ہے جس کے ذریعے بانے کو تاننے کے ساتھ جوڑ دیا جاتا ہے - اس کی جمع حینفۃ آتی ہے - جوہری اصمعی سے نقل کرتے ہوئے کہتا ہے : حنفۃ مینوال کو کہتے ہیں اور مینوال وہ لکڑی ہے جس پر جلاہا کپڑے کو لپیٹنا ہے - وہ کہتا ہے جسے حنف^۲ کہا جاتا ہے وہ تو مینسج (کھڈی) [۳ : ۲۰۵] ہے - اس نے ابو سعید سے نقل کیا ہے : حنفۃ مینوال کو کہتے ہیں - اسے حنف^۳ نہیں کہا جاتا ، حنف^۴ تو کھڈی ہے - اس کے اوزاروں میں سے وٹسیعہ^۵ ہے اور یہ مینسج ہے اور مینسج (نال) اس

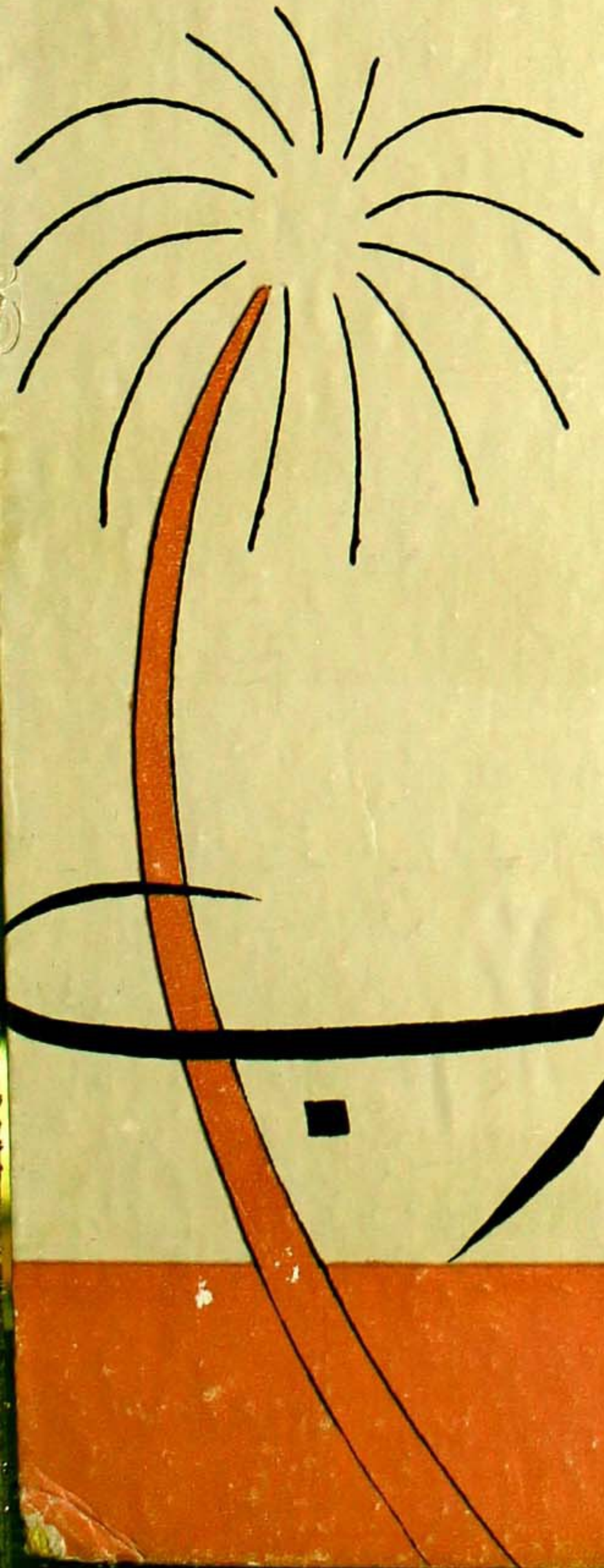
۱ - لسان العرب میں ہے : و حنف^۱ العائک خشبہ العمر یضۃ یستق^۱

یہا اللحمۃ بین السدی و الحنف^۲ بغیرہاء ، المینسج ، الجوہری : الحنفۃ المینوال وهو الخشبۃ الی یألف^۳ علیہا العائک^۴ الثوب -

تالیف: محمود شکر الہوسی

ترجمہ: پیر محمد حسن

مرکزی اردو بورڈ



جلد چہارم